رسائلِ بہاولپوری

تالیف

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

تخریج

محمد سرور عاصم

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسائل بہاولپوری

مؤلف

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

تخریج و تصحیح

محمد سرور عاصم

مکتبہ اسلامیہ

نام کتاب .... رسائل بہاولپوری

مصنف .... پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

تحقیق وتخریج .... محمد سرور عاصم

ناشر .... پروفیسر عبدالغفار

طبع ہفتم .... اگست 2004ء

قیمت .... [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-7244973

بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد فون: 041-631204

فہرست

عرض ناشر

الحمد للہ! رب العزت نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم علم و تحقیق اور فکر و دانش کے اس ذخیرہ کو ''رسائل بہاول پوری'' کے نام سے شائع کر کے اپنی ایک دیرینہ خواہش اور تبلیغی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

محترم پروفیسر صاحب نے یہ رسائل مختلف حالات اور اسباب کے تحت لکھے تھے جن کی جھلک رسائل میں نظر آتی ہے اور تقریباً سارے اپنی جیب سے بلا قیمت شائع کیے تھے۔اس لیے ان کی مستقل اشاعت کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ موصوف بہت زیادہ کسر نفسی سے کام لیتے تھے۔اکثر رسائل پر اپنے نام کی بجائے کسی اور عالم کا نام لکھ دیتے تھے۔اس لیے اگر کسی رسالے میں دوسرے عالم کا نام ہو'اس کا سبب یہی ہے۔

حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے'انبیا حق کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ مخالفت بھی ان ہی کی ہوتی ہے۔حالانکہ انبیا کی زبان سے بہتر زبان'انبیا کے اسلوب سے بہتر اسلوب'انبیا کے اخلاق سے بہتر اخلاق کسی کا نہیں ہوتا۔ہمارے ممدوح تو دین کے ادنیٰ سے خادم تھے اور معصوم عن الخطا نہیں تھے۔اگر قاری کو ان کی کوئی بات کڑوی لگے تو پہلے دیکھیے کہ بات حق ہے یا باطل۔اگر بات حق کی ہے تو اپنے غصے یعنی تکبر کا علاج کریں کیوں کہ حق کا انکار تکبر ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾[الاعراف7:40]

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان کے مقابلے میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔

یہی مفہوم عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی اس حدیث کا ہے:

((عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنٌ وَّ نَعْلُهٗ حَسَنَةً قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ. الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (مسلم :کتاب الایمان' باب تحریم الکبر و بیانہ رقم:91)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نہ جائے گا وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ایک شخص بولا ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتا (دوسروں سے) اچھا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے (یہ کبر نہیں 'بلکہ) تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے اور دوسروں کو حقیر جانے۔

کتاب کا یہ پانچواں ایڈیشن عربی عبارات کے اعراب' آیات واحادیث کی تخریج سے مزین' خوب صورت اور معیاری کمپوزنگ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وللہ الحمد! احباب سے گزارش ہے کہ اگر دوران مطالعہ کسی لغزش پر مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جا سکے۔ کتاب کے اشاعت فنڈ سے اگر کوئی بچت ہوئی تو وہ اللہ کے دین کے لیے وقف ہے۔ میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ان رسائل کی اشاعت میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

عبدالغفار
فیصل آباد

کچھ کتاب کے بارے۔۔!

زیر مطالعہ کتاب "رسائل بہاول پوری" پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ کی علمی و تحقیقی تحریروں کا مجموعہ ہے' جو انھوں نے مختلف حالات وواقعات کے پیش نظر لکھی تھیں۔ چند سال قبل ہم نے ان رسائل کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا تو احباب نے اسے بے حد پسند فرمایا اور عربی عبارتوں پر اعراب اور حوالہ جات کی تخریج کی طرف توجہ دلائی' لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ کام معرض التوا میں رہا۔ اب اس کتاب کا جدید ایڈیشن تخریج کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ وللہ الحمد!

ہم نے حوالہ جات ذکر کرتے وقت درج ذیل اسلوب اختیار کیا ہے:

1- آیات کی تخریج میں پہلے سورہ نمبر' پھر نام سورہ اور آخر میں آیت نمبر درج کیا ہے۔ مثلاً [3: آل عمران:25]

2- حدیث کا حوالہ دیتے وقت کتاب کا نام ذکر کرنے کے بعد باب اور رقم الحدیث (حدیث کا نمبر) درج کر دیا ہے۔ مثلاً (بخاری: کتاب **الصلاۃ**' باب الحدیث فی المسجد رقم443)

3- احادیث کے نمبر دارالسلام (ریاض) کی طرف سے "کتب ستہ" کے نام سے شائع کردہ مجموعہ احادیث (جو کہ ایک جلد میں ہے) کے مطابق دیے گئے ہیں۔

4- جن کتب میں نمبر شمار مذکور نہ تھے ان میں باب وغیرہ ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ جلد کا نمبر اور صفحہ نمبر درج کر دیا ہے۔

5- مسند احمد کا حوالہ ذکر کرتے وقت معجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبویؐ کا اسلوب اختیار کیا ہے۔

6- مشکوۃ تحقیق البانی کے احادیث نمبر درج کیے ہیں۔

محمد سرور عاصم

کچھ مصنف کے بارے۔۔۔!

محترم پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب بہاول پوری اپنے دور کے محقق، مفکر اور علم و عمل کے روشن مینار تھے۔ عقیدہ، تفسیر و حدیث اور فرق باطلہ پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ دین اسلام کی عملی تصویر تھے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ اور فرمان الٰہی ﴿ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا عملی نمونہ تھے۔ حق بیانی میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اسی وجہ سے اپنے اور بیگانے ہمیشہ ناراض رہتے تھے ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اسلام کو لیڈر مانتے تھے، ماتحت نہیں۔ حالات و واقعات آپ کے راستے میں کبھی بھی رکاوٹ نہ بن سکے، بلکہ توحید و سنت کا پرچار جرأت و عزیمت سے کرتے رہے۔

حالات کے قدموں میں کبھی مومن نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پر نہیں گرتا
دریا تو سمندر ہی میں گرتے ہیں ہر دم
سمندر مگر دریا میں کبھی نہیں گرتا

حضرت حافظؒ کی زندگی پر ہم ایک مفصل کتاب شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں ❶ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطاء فرمائے۔!

موصوف کی وفات پر چند مضامین مختلف احباب نے تحریر کیے تھے۔ احباب کے شکریہ کے ساتھ بعینہٖ نقل کیے جا رہے ہیں۔

---

❶ حضرت حافظ صاحب کے تفصیلی حالاتِ زندگی مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی کتاب "کاروان سلف" میں چھپ چکے ہیں۔ احباب اس ضمن میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوریؒ

ایک پیکر اخلاص اور عظیم داعی و مبلغ کا سانحہ ارتحال

حافظ صلاح الدین یوسف

جماعت کے حلقوں تک یہ المناک اطلاع پہنچ ہی چکی ہے کہ گزشتہ ہفتے 21 اپریل 1991ء بمطابق 6 شوال 1411ھ بروز اتوار پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب انتقال فرما گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

پروفیسر صاحب مرحوم کی شخصیت جماعت اہل حدیث میں محتاج تعارف نہیں۔ مرحوم جہاں اپنے علم و عمل زہد وورع' سیماب پائی اور سادگی واخلاص کے لحاظ سے بے مثال تھے وہاں دوسری طرف دعوت و تبلیغ ودل سوزی ودردمندی کے بے پایاں جذبات کے اعتبار سے بھی اپنے اقران واماثل میں ایک نہایت ممتاز مقام کے حامل تھے۔

جماعت کے اہل علم جانتے ہیں کہ پروفیسر صاحب مرحوم نے سرکاری ملازمت کے باوجود اپنے علاقے ریاست بہاول پور اور اس کے نواح میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ جس بے خوفی' اخلاص' دل سوزی اور جس لگن اور محنت سے ادا کیا ہے' اس کی سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی مساعی حسنہ کے نتیجہ میں بہاول پور اور اس کے قرب وجوار میں تحریک عمل بالحدیث کو ایک نئی توانائی اور قوت ملی ہے' ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملا ہے اور ایک نیا جوش و خروش حاصل ہوا جس سے تحریک کی منجمد رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا ہے اور اہل حدیث کو ایک نئی زندگی نصیب ہوئی ہے۔ الحمدللہ! ان کی کوششوں سے ہزاروں افراد تقلید کی تاریکیوں سے نکل کر عمل بالحدیث کی روشنی میں آئے ہیں۔ رسم و رواج کی جکڑبندیوں کو توڑ کر خالص اسلام کی طرف آئے ہیں اور علم و عمل کی نئی جہتوں سے روشناس ہوئے ہیں۔

علاوہ ازیں سرکاری جامعات ومدارس میں بھی ان کے تلامذہ وفیض یافتگان کا ایک موثر گروہ تیار ہو چکا ہے' جو عمل بالحدیث کا عمدہ نمونہ ہے اور دعوت و تبلیغ میں انہی کے سے

جذبات کا حامل اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوشاں اور مصروف عمل ہے۔ کثر اللہ سوادھم ونصرھم بحولہ و قوتہ

حافظ صاحب مرحوم نے اپنے دائرہ عمل کو بہاول پور اور اس کے نواح تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ وہ ملک کی اہم مساجد و مراکز میں بھی پہنچے اور وہاں بھی دعوت کا وہ پیغام پہنچایا' جس کے لیے وہ ہر وقت بے قرار رہتے تھے اور وہ یہ سارا کام' محض رضائے الٰہی کے لیے کرتے رہے۔ اس سے ان کا مقصود کوئی شہرت حاصل کرنا نہ تھا۔ مالی مفاد کا حصول نہیں تھا۔ جاہ و امارت کی طلب نہیں تھی۔ ان کے پیشِ نظر صرف ایک ہی مقصد تھا' ایک ہی لگن ان کو بے چین کیے ہوئے تھی' ایک ہی جذبے نے ان کو مضطرب کر رکھا تھا اور ایک ہی فکر میں وہ شب و روز غلطاں و پیچاں رہے۔ وہ مقصد اور لگن کیا ہے؟ وہ جذبہ و فکر کیا ہے؟ دو لفظوں میں یہ ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ و عمل کی اصلاح۔۔!

حافظ صاحب مرحوم چاہتے تھے کہ مسلمان جو طرح طرح کی اعتقادی و فکری غلطیوں کا شکار ہیں ان سے بچ جائیں۔ کوئی جمہوریت کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہے تو کوئی شاہد مغرب کی عشوہ طرازیوں سے مسحور' کوئی شوشلزم کے دام ہمرنگ زمین میں پھنسا ہوا' کوئی کیپٹل ازم کے فتراک کا نخچیر' کوئی تقلید کی جکڑبندیوں میں کسا ہوا ہے' تو کوئی شرک صریح میں مبتلا ہے۔ علاوہ ازیں بدعات کے جھکڑ ہیں۔ الحاد و زندقہ کا طوفان ہے' انکار حدیث اور تجدد کا فتنہ ہے۔ مغربیت کا سیلاب ہے اور بد عملی' مذہب بیزاری اور خدا فراموشی کا عام رجحان ہے۔ فکر و نظر اور اعتقاد و عمل کی ان سب خرابیوں کا علاج صرف اہل حدیث کے پاس ہے' لیکن افسوس ہے کہ اہل حدیث کے ایک گروہ میں تو سیاست کاری کے رجحانات نے جمہوریت جیسے غلط نظام کے حق میں نرم گوشہ پیدا کر دیا ہے جبکہ دیگر افراد کا دامن عمل سے خالی ہو گیا ہے۔ اہل حدیث' جو عمل بالحدیث کا علمبردار تھا' اب اس کے کردار و عمل میں معیشت و معاشرت اور تجارت و کاروبار میں جذبہ عمل بالحدیث کی وہ جھلک نظر نہیں آتی جو اہل حدیث کا طرہ امتیاز تھا۔ یوں اہل حدیث بھی "زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ ستیز" کی بجائے "تو بازمانہ بساز" یعنی ع

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

کی پامال روش پر چل پڑے ہیں۔

حضرت مرحوم دیگر انہی کی طرح جذبات رکھنے والے علماوزعما کی طرح' اس صورت سے سخت مضطرب اور پریشان تھے۔ وہ دیکھ دیکھ کر خون کے آنسو روتے تھے کہ اہلحدیث کی اب صرف مساجد کی چار دیواری کے اندر محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ مساجد سے باہر کردار و عمل کے اعتبار سے اہل حدیث اور غیر اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں رہ گیا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر اہل حدیث اور غیر اہل حدیث کا امتیاز ختم ہو گیا ہے' معیشت و معاشرت اور تجارت و کاروبار میں اہل حدیث کی کوئی امتیازی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ گویا

مژدہ باد اے مرگ! عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

والی کیفیت رونما ہو گئی ہے۔ جو اصلاح کا علمبردار تھا' وہ خود فساد کا شکار ہے' جو داعی الی اللہ تھا وہ خود نفس و ہویٰ کا غلام ہے' جو رسوم ورواج کے خلاف جہاد کرنے والا تھا اس نے خود اپنے حریم دل کے طاقوں میں رسوم ورواج کے بت سجالیے ہیں جن کی وہ پرستش کر رہا ہے۔

اہل حدیث کے بگاڑ کی یہ کیفیت اور دین سے بعد و بیگانگی بہت بڑا المیہ ہے' جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اب خالص اسلام کی دعوت دینے والا کوئی نہیں رہا' فکر و نظر کی کجیوں کی نشاندہی کرنے والا کوئی نہیں رہا۔ اعتقاد و عمل کی گمراہیوں پر ٹوکنے والا کوئی نہیں رہا اور رسوم ورواج کے خلاف جہاد کرنے والا کوئی نہیں رہا اور یوں بے دینی کے سیلاب کی راہ کا یہ آخری بند بھی ٹوٹ گیا ہے' اس حصار اسلام میں شگاف پڑ گیا ہے اور توحید و سنت کا وہ چراغ بھی گل ہو گیا ہے جس سے اس تیرہ و تاریک ماحول میں روشنی کی کچھ کرن موجود تھی۔

حضرت پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب مرحوم بھی اسی صورت حال سے سخت کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے دعوت و اصلاح کا علم بلند کیا اور اس جمود کے خلاف آواز بلند کی جس میں اس وقت اہل حدیث مبتلا ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اہل حدیث از سر نو اہل حدیث بنیں' اپنے ایمان و عمل کی تجدید کریں' نفس پرستی' رواج پرستی اور مفاد

پرستی چھوڑ دیں اور اپنے اسلاف کی طرح مکمل اہل حدیث بنیں۔ تقویٰ و عمل سے وہ آراستہ ہوں جن میں معاشرتی برائیاں نہ ہوں' کردار و عمل کی کوتاہیاں نہ ہوں' رسوم و رواج کے شیدائی نہ ہوں بلکہ ان سے باغی ہوں اور وہ مسجد ہی میں اہل حدیث نہ ہوں بلکہ ان کے گھروں میں پردے کی پابندی ہو' ان کے گھر موجودہ دور کی فحاشی و عریانی (ٹیلی ویژن' وی سی آر وغیرہ) سے پاک ہوں۔ تصاویر اور بے جا آرائشوں سے پاک ہوں' وہ امانت و دیانت کے پیکر ہوں' وہ صداقت اور راست بازی کے نمونے ہوں۔ وہ امانت و دیانت کے پیکر ہوں' وہ صداقت وراست بازی کے نمونے ہوں اور وہ سیرت و کردار اور شکل و صورت میں نمایاں اور ممتاز ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب مرحوم کو اخلاص و ہمدردی کے جذبات فراواں کے ساتھ استدلال وبیان کی قوت سے بھی نوازا تھا۔ ان کا انداز خطابت نہایت مؤثر' بلیغ اور طرز استدلال دلوں میں اتر جانے والا تھا۔ وہ الفاظ کے طوطا مینا اڑاتے تھے نہ واعظانِ شیریں مقال کی طرح آواز کا جادو جگاتے تھے۔ ان کی باتیں بالکل سادہ اور طرز تکلم بے ساختہ ہوتا' تاہم وہ جو کچھ کہتے چونکہ وہ ان کے اخلاص بھرے دل کی آواز ہوتی تو وہ "از دل خیزد بر دل ریزد"

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں' طاقت پرواز مگر رکھتی ہے!

کا آئینہ دار ہوتیں۔ اس لیے ان کی خطابت میں گھن گرج نہیں تھی' لیکن اس میں اس طوفان کی سی قوت ضرور موجود تھی جس سے دریاؤں کے دل دہل جاتے ہیں۔ وہ اپنی جادو بیانی سے مجمع کو مسحور نہیں کرتے تھے' البتہ استدلال کے تانے بانے سے سامعین کو ہمنوائی پر مجبور کر دیتے۔ وہ اپنی تقاریر و خطبات میں عوام کو فضائل کی میٹھی گولیاں نہیں دیتے تھے بلکہ ایک طبیب کامل کی طرح زخموں اور بیماریوں کی نشاندہی کرتے اور ماہر سرجن کی طرح نشتر زنی سے فاسد مواد نکالنے کی کوشش کرتے جس سے اگرچہ کچھ چبھن اور تکلیف تو ضرور ہوتی' لیکن درحقیقت یہ نشتر شدت مرض سے کراہنے والے مریضوں کے لیے پیغام شفا ہوتے ہیں۔

کتنے ہی خوش نصیب ہیں جنھوں نے پروفیسر مرحوم کے وعظ و بیان کے آب حیات سے اپنے دلوں کی کشت ویراں کو سیراب کیا ہے' کتنوں ہی نے ان کے جرعہ ہائے تلخ کو نوش جاں کر کے باطنی بیماریوں سے نجات حاصل کی ہے اور اسی طرح بہت سے لوگوں کے لیے ان کی نشتر زنی شرک و بدعت اور جہل و تقلید کے فاسد مواد سے شفایابی کا باعث بنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمات قبول فرمائے اور انھیں آخرت میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے' آمین۔!

پروفیسر صاحب مرحوم کا صاحب زادہ عبدالرحمٰن الولد سر لابیہ کے مصداق اپنے والد مرحوم کی طرح دعوت و تبلیغ کے جذبہ سے سرشار اور خطابت و بلاغت کی ان خوبیوں سے آراستہ ہے جو حافظ صاحب مرحوم کو قدرت نے ودیعت کی تھیں۔ کئی سالوں سے یہ صاحب زادہ گرامی قدر سعودی عرب میں مقیم ہے۔ ❶ ہم موصوف سے عرض کریں گے کہ وہ سعودی عرب سے واپس آجائیں اور اپنے والد مرحوم کی اس مسند کو رونق بخشیں جس میں اگرچہ دولت دنیا تو نہیں ہے لیکن آخرت کی بے پایاں نعمتوں کی امید ضرور ہے۔ اپنے "امروز" کو اس "فردا" پر قربان کر دیں تاکہ وہ فکر' جذبہ اور تحریک جاری رہے جس کا پرچار ان کے والد مرحوم کرتے رہے۔ وہ آواز بند نہ ہو جو ان کے والد مرحوم نے نہایت اخلاص اور دل سوزی کے ساتھ بلند کی ہے اور اس پیغام کو ہر اہل حدیث تک پہنچانے کی کوشش کریں جو حافظ صاحب مرحوم پہنچاتے رہے ہیں۔ کیونکہ اہل حدیث کی عظمت اسی پیغام میں مضمر ہے۔ اس کی نشاۃ ثانیہ اسی تحریک سے وابستہ ہے اور اس کی کامیابی تمام تر اسی فکر سے مربوط ہے اور اہل حدیث کی عظمت اسلام کی عظمت ہے' اس کی نشاۃ ثانیہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے اور اس کی کامیابی اسلام کی کامیابی ہے۔ کیونکہ اہل حدیث اور اسلام اصل میں دونوں ایک ہیں۔ یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں' ایک ہی ہیولیٰ کے دو پیکر ہیں' اور ایک ہی تصویر کے دو پہلو ہیں۔

---

❶ موصوف اب پاکستان میں "مرکز الدعوۃ والارشاد" کے مرکزی رہنما کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ صاحب زادہ گرامی قدر پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کی مسندِ وعظ وارشاد پر فروکش ہو کر والد مرحوم کی جانشینی کا حق ادا کریں گے۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ

(الاعتصام ۳ مئی ۱۹۹۱ء)

☆☆☆☆☆

بہاول پور اداس ہے۔!

محمد اسلم سیف فیروز پوری [ماموں کانجن]

مرنے والوں کی عموماً چار قسمیں ہوتی ہیں:

1- جس سے صرف اس کے گھر والے اور لواحقین متاثر ہوتے ہیں۔

2- جس کی موت اپنے شہر اور علاقہ کے لیے باعث صدمہ بنتی ہے۔

3- جس کی موت کے اثرات ملک کے جمیع اطراف واکناف میں محسوس کیے جاتے ہیں۔

4- جس کی موت سے نہ صرف باشندگان ملک بلکہ عالم اسلام میں لاتعداد لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے خلا کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

ہمارے ممدوح حضرت مولانا پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ وہ جامع کمالات اور مجموعہ اوصاف شخصیت تھے جنھیں مذکورہ بالا چاروں اقسام میں یکساں طور پر محسوس کیا گیا۔ رویا گیا اور ان کے صدمے کو اپنا صدمہ گردانا گیا۔

دیانت وامانت' خلوص وللّٰہیت' تقویٰ وتدین' زہد وورع' دعوت وارشاد' وعظ و تبلیغ، علم وفضل، تحقیق ودانش' ظاہر وباطن' ابلاغ توحید' اتباع سنت' اپنے دینی مشن کی تکمیل کے لیے مر مٹنے کے جذبے کے اعتبار سے وہ عظیم اسلاف کے عظیم وارث تھے۔

﴿ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾

[الانعام 6: 162]

کے صحیح علمبردار تھے۔ زندگی کا کوئی لمحہ اللہ کی رضا کے بغیر صرف نہیں کیا۔ وہ جہاں گئے توحید وسنت کی ضیاء پاشیوں سے وہ علاقہ بقعہ نور بن گیا۔ وہ جہاں بیٹھے دبستاں کھل گیا۔

آہ!۔۔ 21/ اپریل کو سرسٹھ سال کی عمر میں انھیں دل کا شدید دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

حافظ عبداللہ صاحب کا اصلاً تعلق موضع ڈگری تحصیل روپڑ ضلع انبالہ مشرقی پنجاب سے ہے۔ اب وہ روپڑ بھی ضلع بن چکا ہے اور انبالہ صوبہ ہریانہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حافظ صاحب کے والد مرحوم مولوی نور محمد گجر برادری کے چشم وچراغ تھے۔ انتہائی نیک، مخلص، خداترس اور مجسم دعوت تھے۔ اندازہ فرمائیں کہ وہ کاشت کاروں کو جب وہ ہل جوتے ہوئے مصروف کار ہوتے تو ان کے ساتھ ساتھ چلتے اور انھیں کہتے کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور اپنی توجہ میری طرف موڑ دیں۔ پھر ان کو دو چار دین کے مسئلے بتاتے۔ پھر دوسرے کاشت کار کے پاس پہنچ جاتے، پھر دیگر کسانوں کے پاس۔ اس طرح تبلیغ دین فرماتے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ جواب میں کہتے کہ یہ بے چارے کسان کاروبار زندگی میں ایسے منہمک ہیں کہ انھیں وعظ و تبلیغ سننے کے لیے فرصت میسر نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی مصروفیت قائم رکھتے ہوئے بھی انھیں دینی احکام کی تبلیغ کرنا چاہیے۔ انہی کے صاحب زادے مولانا پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری تھے اور یہ بات علی وجہ البصیرت کہی جا سکتی ہے کہ زندگی بھر حافظ عبداللہ مرحوم نے وعظ و تبلیغ اور خطبہ جمعہ کی پائی تک وصول نہیں کی۔ جو کام کیا اللہ کی رضا کے لیے کیا اور ہمیشہ انبیاء کا موقف ﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلاَّ عَلَی اللهِ ﴾[11:هود:29] قائم رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حافظ صاحب الولد سر لابیہ کے صحیح آئینہ دار تھے۔ مولانا نور محمد مرحوم نے حافظ صاحب کو اپنے مزاج کے مطابق دینی علوم کی تحصیل کے لیے وقف فرمایا۔ چنانچہ قیام پاکستان سے کافی عرصہ پہلے حافظ صاحب کو جامعہ تعلیم الاسلام میں جو اس وقت اوڈانوالہ میں تھا) چھوڑ گئے۔ حافظ صاحب نے اس وقت کے جید اساتذہ سے خوب اکتساب فیض کیا اور پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ ہندوستان بھر میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ معیار تعلیم وضع داری رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے عالمی شہرت رکھتی تھی۔ کسی کے نام کے ساتھ علی گڑھ کا لاحقہ اس کی عظمت ثقافت اور عظیم دانشور ہونے کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حافظ صاحب مرحوم نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لے کر نمایاں حیثیت سے انٹر کیا۔ قیام پاکستان کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور ان کا

تقرر ایس سی کالج بہاول پور میں بطور لیکچرار ہو گیا۔ ریاست بہاول پور میں اگرچہ تحریک اہل حدیث کے برگ وبار کافی عرصہ پہلے پہنچ چکے تھے۔ مولانا عبدالحق محدث احمد پوری اور پھر ان کے جانشین مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ مسلم ہے۔ مسجد عباسیہ اور ٹاہلی والی مسجد احمد پور شرقیہ میں ہمارے دو دینی مرکز تھے۔ مولانا عبدالحق ابو محمد عبدالحق مرحوم ایک گمنام عالم کی مساعی بھی قابل قدر ہے۔ مولانا سلطان محمود جلال پوری حفظہ اللہ کا تعلق بھی سابق ریاست بہاول پور سے ہے۔ اللہ آباد اور خانپور میں بھی ہماری جماعتیں قدیم عرصہ سے چلی آ رہی ہیں۔ بہاول نگر کے قریب موضع ''چاوے'' اہل حدیثوں کا دینی مرکز تھا۔ چونکہ ریاست بہاول پور ایک حنفی ریاست تھی اس لیے یہاں حنفیت کو تغلب اور تعلب حاصل تھا۔

ارضی اعتبار سے ریاست بہاول پور بڑی زرخیز ریاست تھی لیکن مسلکی اعتبار سے یہ علاقہ بڑا بنجر تھا۔ ہیڈ سلیمانکی اور پنجند سے جب عباسیہ اور صادقیہ نہریں نکلیں تو اضلاع فیروز پور امرتسر' جالندھر' انبالہ اور دیگر علاقوں سے آباد کار بسلسلہ حصول اراضی وہاں پہنچ کر فروکش ہوئے تو ان میں تحریک عمل بالحدیث کے علمبردار بھی تھے۔ متعدد دیہات اور موضعات میں ہماری اہل حدیث مساجد قائم ہو گئیں۔ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پنجاب کے مختلف علاقوں کے عاملین حدیث بھی اقامت پذیر ہوئے۔ لیکن ان میں شیرازہ بندی اور نظم وضبط کا فقدان تھا۔ جب سے مولانا حافظ عبداللہ بہاول پوری نے بہاول پور میں ڈیرے ڈالے تو بہاول پور شہر میں کہیں کوئی چھوٹی سی اہل حدیث مسجد تھی' جو کسی گمنام جگہ میں واقع تھی۔ حضرت حافظ صاحب نے مہاجر کالونی میں اپنے مکان کا ایک حصہ مسجد کے لیے وقف کیا۔ جمعہ وجماعت شروع کر دی اور مسلک کے فروغ کے لیے طرح ڈال دی۔ آج بحمد للہ بہاول پور میں ایک درجن سے زائد مساجد میں خطبات جمعہ کا اہتمام ہے۔ چند ایک مساجد میں ابھی جمعہ نہیں شروع کیا گیا۔ جامع مسجد اہل حدیث شکار پوری گیٹ اور جامع مسجد اہل حدیث ون یونٹ حاصل پور روڈ ہماری عظیم الشان شاہی مساجد ہیں۔ بوجہ مقدمہ ون یونٹ مسجد میں ابھی جمعہ نہیں شروع ہوا۔ ❶ اب یہ تمام قَالَ اللّٰهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ کی

---

❶ اب شروع ہو چکا ہے۔

دل نواز صدائیں حضرت حافظ بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ انھوں نے صرف شہر ہی نہیں ریاست بھر کے دیہات و قصبات کو اپنی تبلیغی جولان گاہ بنایا۔ آج بحمد للہ دور افتادہ دیہات و قصبات اور بستیوں سے قطع نظر سمہ سٹہ' احمد پور شرقیہ' چنی گوٹھ' اچ شریف' لیاقت پور' اللہ آباد' فیروز پور' خانپور' رحیم یار خاں' صادق آباد' مٹھار' ماچھی گوٹھ' یزمان' خیر پور ٹامے والی' ڈیرہ بھکا' حاصل پور' چشتیاں' ڈاراں والی' ہارون آباد' فقیر والی' کھچی والا' فورٹ عباس' مروٹ' منچناں آباد' منڈی صادق گنج' میکلوڈ روڈ' گلاب علی' حافظ والا' بونگا بونگا' قصبات میں ہماری ممتاز اور مخلص جماعتیں مسلک کے لیے شب و روز اپنی مساعی جاری رکھے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حافظ صاحب مرحوم کی مساعی کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے ؎

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی محو تھی خواب ناز میں

حافظ صاحب موصوف کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ وہ اولاً و آخراً' ظاہراً باطناً' شرقاً غرباً' جنوباً' شمالاً اہل حدیث تھے اور مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے شہد سے میٹھی زبان' تلوار سے زیادہ کاٹ کرنے والے دلائل رکھتے تھے۔ کچھ لوگ مسلک کی وابستگی کے اعتبار سے انھیں متشدد گردانتے تھے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ وقتی مصلحتوں' سیاسی مفاد پرستیوں اور دنیوی خود غرضیوں سے بہت اعلیٰ اور بالا تھے۔ آپ انھیں مسلک کے لیے شمشیر برآں بھی کہہ دیں تو مبالغہ نہیں۔ ان کے پیش نظر ایک ہی بات تھی کہ مسلک کی حقانیت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے۔ تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کو وہ مسلک کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے۔ دیوبندیوں کی توحید کو سنت کے بغیر وہ دینی طور پر ادھورا سمجھتے تھے۔ تقلید جامد' برادریوں کے رسم و رواج' نفاق' مداہنت اور مسلک کے بارے میں تساہل و تغافل کو وہ انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کے خطبات و تقریروں کا اکثر موضوع ان کی اصلاح ہوتا تھا۔ وہ جہاں گئے وہاں اہل حدیث مسجد بنوائی اور جماعت قائم کی اور اس کا سرکاری طور پر ردعمل بھی برداشت کرنا پڑا لیکن وہ بہادر اور اولوالعزم انسان تھے۔ اس قسم کی

رکاوٹیں ان کی راہ میں سدِ راہ نہ بن سکیں۔ نہ وہ جدت پسند تھے، نہ جدید پرست تھے۔ سادگی ان کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ کالج ٹائم کے بعد وہ ہمیشہ دھوتی پوش رہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے جلسوں میں دھوتی سمیت ہی خطابات فرماتے۔ فیشن مادیت اور ماحول کی جذب و کشش کبھی بھی انھیں متاثر نہ کر سکی۔ زندگی بھر ہمیشہ انھوں نے بھینس رکھی، دودھ اور دیسی گھی کے سلسلے میں بڑے ہی باذوق انسان تھے۔ بلکہ بھینس ان کی کمزوری تھی۔ اچھی بھینس کی پیشکش کر کے ان کو دور دراز کے سفروں پر بھی احباب آمادہ کر لیتے۔ طمع و لالچ اور حرص و آز ان کے قریب تک نہ پھٹکتے۔ ان کی بے نفسی بے نیازی اور خلوص کا یہ عالم تھا کہ اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد گریجوئیٹی کی بیشتر رقم مسلک کی تبلیغ کے لیے "پجارو" نامی گاڑی خرید کر مخصوص کر دی۔ تعیش نام کی کوئی چیز ان کے یہاں قطعاً ممنوع تھی۔ خود سادہ زندگی بسر کی، گھر کا ماحول بھی سادہ رکھا۔ بچوں کو بھی سادگی کا عامل، اور حامل بنایا۔ گھر کے ماحول میں پردہ وغیرہ کے سلسلے میں شریعت کی صحیح پابندی اختیار کیے رکھی۔ ان کے مکان کو دیکھ کر کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ وہ کسی پروفیسر یا پرنسپل کی کوٹھی ہے۔

وہ مروجہ جمہوریت کے بھی قائل نہیں تھے۔ کچھ عرصہ پاکستان میں مسلح انقلاب کے لیے بھی سوچ و بچار کرتے رہے۔ پوری زندگی بے نیازی اور وضعداری سے بسر کی۔ کوئی بھی پیش کش انھیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ مسلک اور مشن سے ان کو کس قدر لگاؤ تھا اس سے اندازہ کیجیے کہ سنیارٹی کے اعتبار سے انھیں پرنسپل بننے کے آرڈر آ چکے تھے۔ لیکن شرط یہ تھی کہ بہاول پور کو چھوڑنا پڑے گا۔ انھوں نے کمال بے نیازی اور پوری اولوالعزمی سے مسلک کے فروغ کی دہلیز پر پرنسپل کا عہدہ نچھاور کر دیا۔ محکمہ تعلیم ان کے تبادلے پر بضد رہا۔ دو تین سال کی کشمکش کے بعد بالآخر محکمہ تعلیم کو ان کی استقامت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

سلفی مزاج، سلفی الذہن، سلفی الفکر انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کا طریقہ اور قرینہ انھیں خوب عطا فرمایا تھا۔ سوال و جواب کے وہ بادشاہ تھے۔ وہ جب بھی خطاب فرماتے تو سامعین اور نوجوانوں کو سوالات کرنے کا موقع دیتے اور پھر اپنے فاضلانہ مدلل جوابات سے نہ صرف قائل کرتے بلکہ اکثریت کو قافلہ عمل بالحدیث میں شامل کر لیتے۔

یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ کی تعلیم و تربیت ان کا سب سے بڑا مشن تھا۔ چنانچہ جامع مسجد اہل حدیث شکارپوری گیٹ بہاول پور میں انھوں نے یونیورسٹی اور کالج کے طلبا کے لیے دارالاقامہ تعمیر کروایا اور ان کو رہائش کی سہولتیں مہیا کیں۔ پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں تربیت کے تقاضے اس انداز سے پورے کیے کہ وہ نہ صرف ان کے ہمنوا بن گئے بلکہ وہ دینی دانشور اور مبلغ بن گئے اور عبداللہ فاضل نوجوانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو گئی جو ملک بھر میں پورے خلوص اور بے لوثی سے مسلک کا پرچار کرتے ہیں بلکہ حافظ صاحب کی اس دینی تربیت نے ان پر ایسا رنگ چڑھایا کہ لوگ انھیں بہاول پوری برانڈ کے نام سے تعبیر کرنے لگے۔

حافظ صاحب کو جامعہ تعلیم الاسلام امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر ندوی، مولانا عبدالرشید حجازی اور راقم سے خصوصی تعلق تھا۔ وہ ہماری بیشتر سالانہ کانفرنسوں میں شمولیت فرماتے رہے۔ اور کئی ایک مرتبہ انھوں نے کانفرنس کے موقع پر جمعہ کے خطبات بھی ارشاد فرمائے۔ نہ وہ مصلحت بین تھے نہ ہی مصلحت کوش۔ فکر فردا سے بھی بے نیاز تھے اور نہ ہی غم دوش میں محو۔ بے باکی، حق گوئی اور راست بازی ان کا شعار تھا۔ مہمان نوازی ان کا امتیازی وصف تھا۔ ذوق تحقیق مسائل میں فخر الاماثل تھے۔ ان کی دوستی دشمنی کی بنیاد اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ پر استوار تھی۔ میں اور حجازی صاحب جب دسمبر کی تعطیلات میں ضلع بہاول پور جاتے تو ہمارا پہلا ٹھہراؤ آشیانہ بہاول پوری ہوتا۔ شریعت کے نفاذ اور کتاب سنت کی بالادستی کے لیے زندگی بھر جہاد کرتے رہے۔ ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ان کے اشتراک و عدم تعاون کی بنیاد تھا۔ ان کے اٹھ جانے سے بہاول پور اداس ہے۔ ان کی مسجد کی اداسی کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے، ع

تم کیا گئے، روٹھ گئے دن بہار کے

بلکہ بہاول پور کی اداسی کو یہ مصرع صحیح بیان کرتا ہے۔ ع

مجنوں جو چل بسا تو جنگل اداس ہے

ان کے خلا کو دیکھ کر عرب شاعر کی زبان میں کہہ سکتا ہوں۔

وَ مَا كَانَ هَلْكُهُ هَلْكُ وَاحِدٍ
وَ لٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

حافظ صاحب کی وفات اگرچہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعے ملک بھر میں پہنچ گئی لیکن بہت سے حلقے اور مقامات ایسے بھی تھے جہاں ان کی وفات کی خبر بروقت نہ پہنچ سکی۔ لیکن بایں ہمہ ملک کے کونے کونے سے ہزاروں علما' صلحا' طلبا' دانشور' اہل دل' اہل درد اور ارباب بصیرت' اصحاب تقویٰ وہاں پہنچے۔ مولانا ارشاد الحق اثری نے بڑے درد دل اور خشوع و خضوع سے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حقیقت یہ ہے کہ بہاول پور میں یہ ایک تاریخی قسم کا جنازہ تھا۔ ہزاروں سوگواروں کی آہوں' سسکیوں اور دعاؤں سے انھیں لحد میں اتارا گیا۔

(مجلّہ تعلیم الاسلام جون ۱۹۹۱ء)

پروفیسر حافظ عبداللہ صاحب بہاولپوریؒ

پروفیسر ظفر اقبال سلفی

پروفیسر ظفر اقبال صاحب نے اپنے استاد محترم پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری کے بارے میں چھوٹا سا سوانحی خاکہ تحریر کیا ہے۔ پروفیسر ظفر اقبال صاحب بنیادی طور پر بریلوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ جب حضرت حافظ صاحب کی مجلس میں پہنچے تو نہ صرف یہ کہ اہل حدیث ہو گئے بلکہ حافظ صاحب کے شاگرد بن گئے اور آج وہ جو کچھ ہیں' اپنے استاد کی تربیت کا ثمر ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کے بارے میں آئندہ مجلہ الدعوۃ کے صفحات پر تفصیل سے آپ کی علمی اور داعیانہ سرگرمیوں کے بارے میں قارئین مجلہ الدعوۃ کو آگاہ کیا جائے گا۔ (ادارہ)

21/ اپریل 1991ء کو گیارہ بجے کے قریب دل کا شدید دورہ پڑا اور بارہ بجے کے قریب قریب پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری سرسٹھ برس کی عمر پا کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ زبان پر آخری الفاظ تھے: "اے میرے رب!"

اس کے ساتھ ہی بہاول پور کی تاریخ کا ایک دور ختم ہو گیا۔ بہاول پور آزادی پاکستان سے پہلے ایک خود مختار ریاست تھی' جہاں عباسی خاندان نے صدیوں حکومت کی ہے۔ انھوں نے اپنے دور حکومت میں کسی حد تک شرعی قوانین کو نافذ کر رکھا تھا اور ریاست میں تعلیم کے میدان میں دینی علوم کی تدریس کا خاصا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بہاول پور شہر میں ایک جامعہ عباسیہ بھی قائم تھی جو شرعی علوم کے لیے بہت اچھی شہرت رکھتی تھی۔

قریب قریب پوری ریاست میں حنفی مسلک ہی غالب تھا اور دینی مدارس اور جامعہ عباسیہ کی وجہ سے یہاں بڑے بڑے حنفی علما موجود تھے۔

حافظ صاحب نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اسلامیات کیا۔ ایس ای کالج میں لیکچرار منتخب ہو گئے اور 1953ء میں اس کالج میں تدریس کا کام شروع کیا۔

بہاول پور ریاست میں مولانا عبدالحق ریاستی نہایت فصیح اللسان اور شیریں بیان خطیب تھے' جن کی کاوشوں کی وجہ سے مسلک اہل حدیث کا تعارف ہو چکا تھا' لیکن وہ دارالحدیث مکہ میں منتقل ہو گئے۔ ان کے بیٹے مولانا عبدالرزاق صاحب اپنے ڈھب سے مسلکی خدمات انجام دے رہے تھے۔ بہاول پور شہر میں مسجد ٹوھیاں والی میں چند اہل حدیث حضرات تھے جو حنفی ماحول کی وجہ سے کبھی بھی کھل کر مسلک کا اظہار نہ کر سکے۔ مولانا قادر بخش صاحب جو پٹیالہ کے مفتی اور جید عالم دین تھے' قیام پاکستان کے بعد بہاول پور ہجرت کر کے آئے' تنہا تھے' اس لیے جرأت کے ساتھ مسلک کا کام نہ کر سکے۔

حافظ صاحب نے یہاں کے مخصوص ماحول کا جائزہ لیا۔ مولوی قادر بخش صاحب کے ساتھ مجلسیں کیں اور دعوتی اور دینی کام شروع کرنے کا عزم کیا' مہاجر کالونی میں گھر سے متصل جگہ مسجد کے لیے مخصوص کر دی۔ خطبہ جمعہ سے اپنے کام کا آغاز کیا۔ پہلے خطبہ جمعہ میں صرف چار آدمی شریک تھے۔ کالج میں تدریس کے ذریعے کام کیا۔ مسجد میں ترجمہ و تفسیر قرآن کے ذریعے توحید کی دعوت دینا شروع کی۔

حافظ صاحب کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں دل پگھلنے لگے' منجمد تقلیدی ذہنیت میں اس اسلامی دعوت نے ایمانی حرارت پیدا کرنا شروع کر دی' شرک و بدعات اور مقلدانہ بیماریوں سے ماری ہوئی دلوں کی بنجر زمین میں دعوت حق کی سیرابی سے ایمان و ایقان کی نئی نئی کونپلیں پھوٹنے لگیں۔

اس کھری دعوت اور زور دار انداز بیان سے بریلوی اور دیوبندی مکتب فکر کے بڑے بڑے بزرجمہروں میں کھلبلی مچ گئی۔ دیوبندیوں نے کہا کہ ہم مل جل کر کام کریں خواہ مخواہ کا نفاق پیدا کیوں کرتے ہو' حافظ صاحب نے جواب دیا کہ تم تقلید امام ابو حنیفہ کو چھوڑ کر قرآن و سنت کی کھری دعوت کو قبول کر لو۔ یہی اتحاد و اتفاق کی بنیاد ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے تم قرآن و سنت سے نیچے گرا کر اتحاد قائم کرنا چاہتے ہو۔ مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا رشید نعمانی جیسے متعصب کٹر حنفی علما بہت سیخ پا ہوئے۔ انھوں نے اہل حدیث کے خلاف پمفلٹ اور کتابچے مختلف ناموں سے چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کیے۔ حافظ صاحب

نے ایک سو صفحات کا ایک کتابچہ لکھا اور حنفیت کی حقیقت اور قرآن و سنت کی حقانیت واضح کی۔ کتابچے کے جواب میں پھر کسی کو رد کی جرأت نہ ہوئی۔ حافظ صاحب کے خلاف انتظامیہ کے آگے بھی شکایتیں ہوئیں۔ حتیٰ کہ آپ کا تبادلہ مظفر گڑھ کروادیا گیا۔ مظفر گڑھ جا کر بھی حافظ صاحب نے ایک نئی اہل حدیث مسجد کی بنیاد رکھی۔ کچھ عرصے کے بعد واپس تبادلہ بہاول پور ہوا۔ کام اس طرح جاری رکھا۔

بہاول پور شکار پوری گیٹ سے باہر ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی جس کی تعمیر میں بذات خود حصہ لیا۔ گارڈر اپنے کندھوں پر رکھ کر اوپر چڑھاتے۔ بڑی سے بڑی آزمائش بھی حافظ صاحب کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکی۔ ایک دفعہ جب فیصلہ کر لیتے پھر کوئی طاقت 'کوئی لالچ' کوئی خوف اس سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ جامع مسجد میں خطبہ جمعہ اور درس قرآن یہ دو کام تھے جو آپ نے جاری کیے اور جمعہ میں توحید کی دعوت' بدعات کا رد' حنفی مذہب کے جمود کا توڑ خاص موضوع تھے جن کو آپ نے ہمیشہ اختیار کیا۔ درس قران کا انداز یہ تھا کہ پہلے لفظی ترجمہ کرتے' پھر بامحاورہ ترجمہ اور مختلف مقامات کی مختصر تفسیر کرتے۔ درمیان میں اگر کوئی سوال کرتا تو اس کا مدلل اور مفصل جواب دیتے۔ اس انداز تفسیر سے انھوں نے ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا۔ حافظ صاحب کے دروس نے پڑھے لکھے طبقے کو بڑی تیزی سے متاثر کیا۔ ان کی ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ ہر فرد پر انفرادی توجہ دیتے اور ہر ایک کے حفظ مراتب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اپنے پرانے قریبی ساتھیوں کو کسی غلطی پر ڈانٹ بھی دیتے تھے لیکن کسی نئے ساتھی کے لیے کبھی سخت الفاظ کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے ڈھنگ اور اسلوب خوب جانتے تھے۔ داڑھی رکھنے کے لیے کبھی کسی کو مجبور نہ کرتے تھے' لیکن خطبات میں اس کی اہمیت بیان کر دیتے تھے۔ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ بہاول پور اور آس پاس کے نوجوانوں میں کس قدر زبردست انقلاب برپا ہوا۔ کثرت سے داڑھی والے نوجوان آپ کو نظر آئیں گے۔ یہ تبدیلی اللہ کے فضل' حافظ صاحب کے اخلاص مسلسل محنت اور کاوش کا نتیجہ ہی کہی جا سکتی ہے۔

حافظ صاحب ہمیشہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ زرق برق لباس اور تکلفانہ انداز

زندگی سے ہمیشہ نفرت کی۔ گفتگو میں سادگی‘ چال ڈھال میں سادگی ہمیشہ آپ کا وطیرہ رہا ہے۔ اپنی اولاد کے ساتھ ہمیشہ اسی وجہ سے سختی کی۔ بڑی بڑی کانفرنسوں اور جلسوں میں دھوتی پہن کر جاتے‘ جمعہ کا خطبہ ہمیشہ دھوتی پہن کر دیا۔ لیکن تقریر میں زبردست کاٹ اور مثالیں اور دلائل اتنے قوی ہوتے کہ انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ حقیقت واقعی یہی ہے۔

حافظ صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے مختلف گوشے ایسے ہیں کہ جن پر الگ سے کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان پر روشنی ڈالیں گے۔ فی الحال مختصراً کچھ باتیں عرض کی ہیں۔

حافظ صاحب کا تعلیمی ریکارڈ انتہائی روشن ہے۔ آپ علی گڑھ کے گریجوایٹ تھے۔ انگریزی‘ عربی‘ فارسی زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ دینی علوم کی ابتدائی سے لے کر منتہی کتب تک آپ نے اہل حدیث اور حنفی علما سے پڑھیں۔ حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا محمد حسین روپڑی آپ کے خاص اساتذہ میں شامل ہیں۔ متحدہ ہندوستان میں آپ نے قیام پاکستان کے لیے زبردست کام کیا۔ علی گڑھ کے 25 طالب علموں کے وفد کے آپ سربراہ تھے‘ جنھوں نے سندھ میں جی۔ ایم سید کے خلاف کام کیا۔ جب ہجرت کا اعلان ہوا آپ سو گاؤں کے امیر تھے۔ 90 ہزار کے قافلے کے آپ سربراہ بنے۔ جو لڑائیاں کرتا ہوا بہت کم نقصان کے ساتھ پاکستان پہنچا۔ پاکستان کے اندر چلنے والی ہر اسلامی تحریک میں انھوں نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے جنازہ پر موجود ہزاروں لوگوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی محنت رنگ لائی۔ اللہ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔!

(مجلہ الدعوۃ مئی ۱۹۹۱)

☆☆☆☆☆

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ کی یاد میں

اے محدث' اے مفسر' اے علم بردار دین !
تھا تیرا توحید و سنت میں بڑا مسلک متین
زندگی بھر تو نے سمجھایا سبق اسلام کا
تھا تیرا پیغام دنیا کے لیے حق مبین
حق اور باطل کے تو نے فرق واضح کر دیے
تیرے سمجھانے سے لوگوں کو ہوا عین الیقین
تیری ہی محفلوں سے دونوں یکساں مستفیض
بے خبر جاہل ہو یا ہو عالم و فاضل فطین
تو مجاہد ' تو مناظر تو تھا تنہا انجمن میں
ہو گئے مبہوت تیرے سامنے اعداء دین
تیرے انداز بیان میں بے پناہ تاثیر تھی
تھا یہ کڑوا کسیلا وعظ مثل انگبیں
گلشن سنت میں تیرے آنے سے آئی بہار
جبکہ سر مرجھا گئے تھے لالہ و گل یاسمین
یا الٰہی ! باغ سنت کو بڑھا تو رات دن
کیونکہ اس کی آبیاری میں رہا حافظ حزین
زندگی اپنی میں تو قانع بھی تھا' خود دار بھی
اس سے تو دنیا کی نظروں میں رہا عالی مکین
دکھ اور تکلیف میں بھی تو رہا شب زندار
سجدوں کی تاثیر سے روشن رہی تیری جبین
زندگی تیری سے سیکھا ہم نے سبق اخلاص کا

موت تیری نے ہیں چھوڑیں بہت سی یادیں حسین
یاد کر کر کے وہ محفل میں رو رہے ہیں مقتدی
کس قدر جرأت کا پیکر ' کس قدر عالی ذہین !
یا د رکھیں گے تیرا علمی تفوق عمر بھر
واہ ! اپنے دور کا تو بھی تھا اک در ثمین
ہر مصیبت میں تو اپنے رب سے تھا مانگتا
مانگنے تیرے کا انداز بہت تھا دل نشین
تیرے اس قیمتی ورثہ پہ سب کو ناز ہے
ہر طرف فرد جماعت اور مساجد ہیں حسین
ہے دعا رب سے کہ ہو توفیق فرزندان کو
ہوں نمونہ باپ کی مانند سلف صالحین
ہم خدا کے فضل سے رکھیں گے تیری یادگار
سب کو دکھلائیں گے راہ سنت صادق امینؐ
تیرا علم تیرے لیے جاریہ صدقہ بنا
روز محشر تیرا شافع ہوگا ختم المرسلینؐ
مغفرت تیری کی ساجدؔ دل سے کرتا ہے دعا
قبر میں ہو تیرا اللہ حامی و ناصر معین

پروفیسر یونس علی ساجد
ایس۔ای کالج، بہاول پور

اصلی اہل سُنّت

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

محمدی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔! کہیے! کہاں سے تشریف لائے؟

ح یہیں شہر سے۔

م آپ بہاول پور میں رہتے ہیں؟

ح جی ہاں۔!

م پہلے کبھی دیکھا تو نہیں؟

ح میں پہلے کبھی آپ کی مسجد میں نہیں آیا۔

م پھر آج کیسے تشریف لے آئے؟

ح ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔

م فرمایئے! میں حاضر ہوں۔

ح سنا ہے کہ اہل حدیث ایک نیا فرقہ نکلا ہے' جو نہ صحابہؓ کو مانتے ہیں اور نہ اماموں کو' بلکہ بزرگوں کو تو گالیاں بھی دیتے ہیں۔

م بھئی! یہ سب یاروں کا پروپیگنڈا ہے' ورنہ دیانت داری کی بات ہے کہ ہم نہ کسی کو برا کہتے ہیں' نہ کسی کو گالی دیتے ہیں بلکہ عزت والوں کی عزت کرتے ہیں اور ماننے والوں کو مانتے ہیں۔

ح آپ اماموں کو مانتے ہیں؟

م کیوں نہیں!

ح لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ نہیں مانتے۔

م عیسائی بھی تو کہتے ہیں کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے' تو کیا آپ عیسیٰ علیہ

السلام کو نہیں مانتے ؟

ح ہم تو عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔

م پھر عیسائی کیوں کہتے ہیں کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے ؟

ح اس لیے کہ جیسے وہ مانتے ہیں ویسے ہم نہیں مانتے۔

م اسی طرح سے لوگ ہمیں کہتے ہیں۔ کیوں کہ جیسے وہ اماموں کو مانتے ہیں ویسے ہم نہیں مانتے۔

ح وہ اماموں کو کیسے مانتے ہیں ؟

م نبیوں کی طرح۔

ح نبیوں کی طرح کیسے ؟

م ان کی پیروی کرتے ہیں' ان کے نام پر فرقے بناتے ہیں۔ حالانکہ پیروی اور انتساب صرف نبی ﷺ کا حق ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی اور مرزائی جو کافر ہیں وہ تو اپنی نسبت اپنے نبی کی طرف کر کے عیسائی اور احمدی کہلائیں اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑ کر اپنی نسبت امام کی طرف کریں اور حنفی کہلائیں۔ کیا عیسائی اور مرزائی اچھے نہ رہے جنھوں نے کم از کم نسبت تو اپنے نبی کی طرف کی۔

ح آپ جو حنفی نہیں کہلاتے تو کیا آپ امام ابو حنیفہؒ کو نہیں مانتے ؟

م اگر ہم حنفی نہیں کہلاتے تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ ہم ان کو امام نہیں مانتے۔ ہم ان کو امام مانتے ہیں' لیکن نبی نہیں مانتے کہ آپ کی طرح ان کے نام پر حنفی کہلائیں۔ آپ ہی بتائیں آپ جو شافعی نہیں کہلاتے تو کیا آپ امام شافعیؒ کو نہیں مانتے ؟

ح ہم امام شافعیؒ کو ضرور مانتے ہیں' لیکن جب حنفی کہلاتے ہیں تو پھر شافعیؒ کہلانے کی کیا ضرورت ہے ؟

م ہمیں بھی محمدی یا اہل حدیث کہلانے کے بعد حنفی کہلانے کی کیا ضرورت ہے ؟

ح آپ محمدی کیوں کہلاتے ہیں ؟

م آپ اپنے امام کے نام پر حنفی کہلائیں، ہم اپنے نبی ﷺ کے نام پر محمدی نہ کہلائیں، آپ بتائیں نبی بڑا یا امام؟ محمدی نسبت اچھی یا حنفی؟

ح نسبت تو محمدی بہتر ہے، لیکن حنفی بھی غلط تو نہیں؟

م غلط کیوں نہیں؟ اصلی باپ کے ہوتے ہوئے پھر کسی اور کی طرف منسوب ہونا کس شریعت کا مسئلہ ہے؟ جب حضور ﷺ ہمارے روحانی باپ ہیں تو باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے باپ کا نہیں یا پھر غلط کار ہے، جو اپنے آپ کو غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ كُفْرٌ)) ❶

جو اپنے باپ سے نسبت توڑتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) ❷

جو اپنی نسبت جانتے بوجھتے ہوئے غیر باپ کی طرف کرتا ہے اس پر جنت حرام ہے۔

جب آنحضرت ﷺ ہمارے دینی باپ ہیں تو ان کو چھوڑ کر غیر کی طرف نسبت کرنا بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ بتائیں حنفی بننے کے لیے کہا کس نے ہے؟ کیا اللہ نے کہا ہے یا اس کے رسول نے یا خود امامؒ نے؟

---

❶ (بخاری، کتاب الفرائض: باب من ادعی الی غیر ابیه، رقم: 6767. مسلم، کتاب الایمان: باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه و هو یعلم، رقم 113. مشکوۃ رقم: 3315 بلفظ فقد کفر)

❷ (بخاری: کتاب الفرائض، باب: من ادعیٰ الی غیر ابیه، رقم6766 .. مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان حال من رغب عن ابیه و هو یعلم، ص 491 رقم الحدیث:114-115. ابن ماجة، کتاب الحدود، باب من ادعیٰ غیر ابیه او تولیٰ غیر موالیه، رقم 2610 .. ترمذی، کتاب الولاء والهبة، باب ما جاء فی من تولی غیر موالیه و ادعی الی غیر ابیه، رقم: 2128 .. مشکوۃ، کتاب النکاح، باب اللعان رقم: 3314)

ح کہا تو کسی نے نہیں۔

م جب حنفی بننے کے لیے کسی نے کہا نہیں' حنفیت اسلام کی کوئی قسم نہیں' حنفیت نام کی اسلام میں کوئی دعوت نہیں۔﴿لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ﴾ [40:الغافر:43] تو حنفی نسبت غلط کیوں نہیں؟

ح حنفی کہلانے والے پہلے جتنے گزرے ہیں' کیا وہ سب غلط تھے؟

م پہلے حنفی آج کل جیسے نہ تھے' ان کی یہ نسبت کرنا گمراہی اس وقت بنتی ہے جب مذہبی ہو اور فرقہ پرستی کی بنیاد پر ہو۔ اگر یہ نسبت استادی شاگردی کی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ح اگر حنفی کہلانا صحیح نہیں' کیونکہ فرقہ پرستی ہے تو اہل حدیث کہلانا بھی تو فرقہ پرستی ہے؟

م اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں' اہل حدیث تو عین اسلام ہے۔ اسلام نام ہے نبی ﷺ کی پیروی کا اور نبی ﷺ کی پیروی اس کی حدیث پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے' لہذا اہل حدیث بنے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ح آپ جو اہل حدیث بنتے ہیں تو کیا اللہ اور اس کے رسولؐ نے اہل حدیث بننے کے لیے کہا ہے؟

م اگر اہل حدیث بننے کے لیے نہیں کہا تو کیا اہل سنت بننے کے لیے کہا ہے' جو آپ اہلسنت کہلاتے ہیں؟

ح کیا قرآن و حدیث میں حضور ﷺ کی پیروی کا حکم نہیں؟

م پیروی کا حکم ہے' لیکن اہل سنت بننے کا حکم تو نہیں۔

ح پیروی آخر سنت کی ہو گی اور اہل سنت بن کر ہی ہو سکتی ہے۔

م لیکن یہ پتا کیسے لگے گا کہ یہ سنت رسولؐ ہے؟

ح یہ پتا تو حدیث سے ہی چلے گا۔

م پھر اہل حدیث بغیر کوئی اہل سنت کیسے ہو سکتا ہے؟ جیسے سنت کے بغیر کوئی اسلام کا پتا

نہیں لگ سکتا۔ ایسے ہی حدیث کے بغیر سنت کا پتا نہیں لگ سکتا۔ اسی لیے ہم لوگ عملاً اہل سنت ہیں اور مذہباً اہل حدیث۔ اگر ہم اہل حدیث نہ ہوتے تو آپ جیسے اہلسنت ہوتے کہ نام اہل سنت کا اور کام اہل بدعت کے۔ اب دیکھیں آپ کہتے اپنے آپ کو اہلسنت ہیں اور کرتے عید میلاد النبیؐ ہیں' کہتے اپنے آپ کو اہل سنت ہیں پڑھتے مولود ہیں' کھاتے ختم اور گیارہویں ہیں۔ اسی طرح قل' تیجا' چالیسواں بہت سی ایسی بدعات ہیں جو آپ کرتے ہیں حالانکہ وہ حدیثِ رسولؐ سے بالکل ثابت نہیں۔ جب کوئی عمل حدیث رسولؐ سے ثابت نہ ہوا' اس کے کرنے والا اہل سنت کیسے ہو سکتا ہے؟

ح اللہ نے تو قرآن مجید میں مسلم نام رکھا ہے' پھر آپ اہل حدیث کیوں کہلاتے ہیں؟

م مسلم تو ہمارا ذاتی نام ہے' جیسا کہ بچے کی پیدائش پر اس کا نام رکھا جاتا ہے' لیکن اہلحدیث ہمارا وصفی نام ہے جو ہمارے طریق کار کو ظاہر کرتا ہے۔ آدمی کے کئی نام اس کے پیشے' مشاغل اور اس کے اوصاف کے پیشِ نظر پڑ جاتے ہیں۔ نہ یہ شرعاً ممنوع ہے' نہ عرفاً۔ رسول اللہ ﷺ کے محمدؐ اور احمدؐ ذاتی نام ہیں' حاشر' عاقب' شافع وغیرہ وصفی نام تھے جو آپ کو ممتاز کرتے تھے۔ قرآن مجید نے عیسائی کو اہل انجیل کہا ہے:

﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾ [المائدہ:5:47]

حدیث میں ہے:

((فَاَوْتِرُوْا يَاَهْلَ الْقُرْاٰنِ)) ❶

اہل قرآن وتر پڑھا کرو۔

ح کچھ بھی ہو حضور ﷺ کے زمانے میں تو یہ مسلمانوں کا نام نہ تھا۔

م کیوں نہیں تھا؟ نام تو تھا اگرچہ مشہور نہیں تھا' جب وصفی نام یا لقب رکھنا بشر طیکہ غلط

---

❶ (ابن ماجة فی اقامة الصلوات' باب ماجاء فی الوتر ص 2545رقم الحدیث1170 نسائی 'کتاب قیام اللیل و تطوع النهار'باب الامر بالوتر'ص2199 رقم الحدیث 1676 جامع الترمذی' ابواب الوتر' باب ماجاء فان الوتر لیس بحتم' ص 1688 رقم الحدیث :453)

اور برا نہ ہو' جائز ہے تو اگرچہ وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ اس سے اسلام کی وضاحت ہوتی ہے' تفریق نہیں ہوتی۔ اہل سنت و اہلحدیث وغیرہ نام جو پہلے مشہور نہ ہوئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ان ناموں کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ نام رکھے جاتے ہیں' امتیاز کے لیے۔ اس وقت سب مسلم تھے' کوئی فرقہ نہ تھا۔ سب کا طریق کار ایک ہی تھا' اس لیے اس وقت ان ناموں کی ضرورت نہ تھی۔ جب فرقہ پرستی شروع ہو گئی' تو یہ نام نمایاں ہوئے۔ جب شیعہ کا چرچا ہوا تو اہل سنت والجماعت کا نام مشہور ہوا' جب اماموں کی تقلید نے زور پکڑا تو اہل حدیث کے نام کو فروغ ہوا۔ چونکہ اہل سنت' اہل حدیث اور محمدی وغیرہ ناموں سے اتباع رسولؐ اور تعلق بالرسولؐ کا اظہار ہوتا ہے' اس لیے یہ نام برے نہیں۔ صحابہ اپنے آپ کو ان ناموں سے موسوم کرتے تھے۔

ح اگر وصفی اور لقبی نام رکھنا بدعت نہیں تو پھر حنفی کہلانے میں کیا حرج ہے؟

م حنفی کہلانے میں بہت حرج ہے۔ ایک حنفی کہلائے گا تو دوسرا شافعی' اس طرح اسلام میں فرقے پیدا ہوں گے۔ جب ہمارا اصلی نام منجانب اللہ مسلمین ہے تو وصفی اور لقبی نام ایسا ہونا چاہیے جو اصلی نام کا ممیز و معرف ہو' نہ کہ مقسم۔ حنفیت سے اسلام کی تعریف نہیں ہوتی۔ کیونکہ حنفیت اسلام کی کوئی قسم نہیں' بلکہ تفریق ہوتی ہے' دین کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ حنفی' شافعی وغیرہ فرقے اسی طرح تو پیدا ہوئے ہیں اس لیے اپنے آپ کو حنفی وغیرہ کہنا دین میں تفریق پیدا کر کے برباد کرنا ہے' نام وہ رکھنا چاہیے جو اسلام کے مترادف ہو اور وہ محمدی' اہل سنت' اہل حدیث وغیرہ ہی ہو سکتے ہیں۔ حنفی' شافعی وغیرہ نہیں' محمدی' اہل سنت اور اہل حدیث میں ''اہل حدیث'' نام زیادہ جامع ہے' کیونکہ محمدیت اور سنت رسولؐ کو جانچنے کا معیار صرف حدیث ہے۔ اسی حدیث کے معیار نے بتایا کہ دیوبندی اور بریلوی کا اہل سنت کا دعویٰ صحیح نہیں کیونکہ ان کا احادیث کے مطابق' سنتوں پر عمل نہیں۔ اہل حدیث کا نام اس لیے بھی زیادہ جامع ہے کہ لفظ حدیث قرآن کو بھی شامل ہے۔ اس لیے اہل حدیث سے مراد وہ

جماعت ہوتی ہے جو قرآن و حدیث پر عمل کرے۔ حنفیت کے لفظ میں قرآن و حدیث دونوں نکل جاتے ہیں' صرف فقہ حنفی رہ جاتی ہے' جو خسارہ ہی خسارہ ہے۔

ح حدیث کو تو ہم بھی مانتے ہیں۔

م صرف مانتے ہی ہیں' عمل نہیں کرتے۔ اگر عمل کرتے ہوتے تو اہل حدیث ہوتے۔ آدمی ماننا بہت سوں کو ہے' لیکن منسوب اسی کی طرف ہوتا ہے جس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ ماننے کو مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں' لیکن عیسائی نہیں کہلاتے کیوں کہ ان کی شریعت پر عمل نہیں کرتے۔ مرزائی کہنے کو تو محمد ﷺ کو بھی مانتے ہیں' لیکن کہلاتے احمدی ہی ہیں۔ کیوں کہ ان کا اصل تعلق مرزا غلام احمد سے ہے' جو ان کا نبی ہے' محمد سے نہیں۔ ماننے کو تو آپ حدیث کو مانتے ہیں اور امام شافعیؒ کو بھی' لیکن نہ اہل حدیث کہلاتے ہیں' نہ شافعی۔ کیوں کہ آپ کا اصل تعلق امام ابو حنیفہؒ سے ہے نہ کہ حدیث سے ہے نہ امام شافعی سے۔ ماننے کو تو ہم بھی اماموں کو مانتے ہیں' لیکن منسوب صرف محمد ﷺ کی طرف ہوتے ہیں' کیونکہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان سے ہی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے نہ شافعی کہلاتے ہیں' نہ حنفی۔

ح حضور ﷺ کو تو سب مانتے ہیں۔

م صرف مانتے ہی ہیں' پیروی نہیں کرتے' اگر پیروی کریں تو پھر حنفی شافعی بننے کی کیا ضرورت ہے؟

ح حضور ﷺ کے بعد آپ کا کوئی امام نہیں؟

م حضور ﷺ کے بعد کسی امام کی ضرورت نہیں۔

ح زندگی متحرک ہے' نت نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں' آخر وہ کس سے لینے ہیں؟

م حضور ﷺ سے لیں۔

ح ان سے اب کیسے' اب وہ کہاں ہیں؟

م آپ حیات النبیؐ کے قائل نہیں؟

ح حیات النبیؐ کا تو میں ضرور قائل ہوں۔

م پھر امام کی کیا ضرورت ہے' جو لینا ہو نبی اکرم ﷺ سے لیں۔

ح وہ اب کیا دیتے ہیں؟

م اگر وہ کچھ نہیں دیتے تو حیات النبیؐ کیسی اور اس کا فائدہ؟

ح حیات کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ اب کچھ دیتے لیتے ہیں۔

م پھر حیات کا اور کیا مطلب ہے؟

ح حیات کا مطلب تو یہ ہے وہ سلام سنتے ہیں۔

م کیا وہ صرف سلام سننے کے لیے حیات ہیں۔ یہ حیات کیسی کہ ان کے عاشق ان کی آنکھوں کے سامنے شرک وبدعت کریں اور وہ چپ پڑے ان کو گمراہ ہوتا دیکھتے رہیں اور سلام سنتے رہے۔ کیا وہ سلام سننے کے لیے دنیا میں آئے تھے یا شرک وبدعت کو مٹانے اور دین سکھانے کے لیے؟

ح دین تو سکھا کر گئے تھے' اب کیا سکھانا ہے؟

م اگر وہ دین سکھا کر گئے تھے تو پھر امام کی کیا ضرورت؟

ح زندگی میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا حل امام ہی پیش کر سکتا ہے' اس لیے امام کا ہونا ضروری ہے۔

م آج کل آپ کا امام کون ہے' جو آپ کے پیش آمدہ مسائل کا حل کرتا ہے؟

ح ہمارے امام تو امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔

م وہ کب پیدا ہوئے؟

ح 80ھ' یعنی حضور ﷺ کے ستر سال بعد۔

م کیا ان کے بارے میں بھی آپ کا عقیدہ حیات النبی کی طرح حیات الامام کا ہے؟

ح نہیں وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔

م ان کو فوت ہوئے کتنا عرصہ ہو چکا ہے؟

ح تقریباً ساڑھے بارہ سو سال۔

م جب آپ امام کو حیات بھی نہیں سمجھتے اور حضور ﷺ کو حیات سمجھتے ہیں اور حضور

ﷺ اور امام کی وفات میں کوئی زیادہ لمبا عرصہ بھی نہیں تو پھر کیا یہ بات کہ امام کی فقہ تو زندگی کے مسائل حل کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ فیل ہو جائے اور یہ کام نہ کر سکے۔

ح امام صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اصول دین کو سامنے رکھ کر فقہ کی ایسی تدوین کی کہ لاکھوں مسائل ایک جگہ جمع کر دیے جو رہتی دنیا تک کام آئیں گے۔

م حضور ﷺ نے یہ کام کیوں نہ کیا؟ آخر اس کی کیا وجہ کہ حضور ﷺ کا پیش کردہ دین تو صرف سو سال تک کام دے سکا لیکن امام صاحب نے دین کو ایسے انداز سے پیش کیا جو آج تک کام کر رہا ہے' بلکہ قیامت تک کام دیتا رہے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے تو سو سال بعد ہی امام کی ضرورت پڑ گئی جو زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کا حل پیش کرے' لیکن اس امام کے بعد تیرہ سو سال ہو گئے' آج تک کسی نبی یا امام کی ضرورت پیش نہ آئی۔ وہی امام' وہی فقہ کام دے رہے ہیں اور آپ اسی نام پر حنفی چلے آ رہے ہیں۔ اگر امام صاحب ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو ان کو حضور اکرم ﷺ کی جگہ نبی ہونا چاہیے تھا تاکہ اختلافات ہی نہ ہوتے' نہ محمدی کا جھگڑا ہوتا' نہ اماموں کا چکر ہوتا۔ شافعی' مالکی' حنبلی کا مسئلہ بھی ختم ہو جاتا۔ سب ایک ہوتے اور حنفی ہوتے۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ حیات النبیؐ کا عقیدہ آپ لوگ حضور ﷺ کے لیے مانتے ہیں اور مسئلے امام صاحب کے مانتے ہیں۔ کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پڑھتے ہیں اور حنفی بن کر پیروی امام ابو حنیفہؒ کی کرتے ہیں۔

ح آپ لوگ حیات النبیؐ کے قائل کیوں نہیں؟

م اگر حضور ﷺ حیات ہوں تو ہم حیات النبیؐ کے قائل ہوں۔ اس عقیدے کا کچھ فائدہ ہو تو ہم اس کے قائل ہوں۔ جب آپ لوگ حنفی بن گئے تو حیات النبیؐ کا عقیدہ کہاں رہا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ لوگ حیات النبیؐ کے قائل ہیں تو صرف رسمی طور پر قائل ہیں' دل و عقل سے آپ بھی اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اگر آپ لوگ اسے صحیح سمجھتے ہوتے تو کبھی حنفی نہ بنتے۔ آپ کا حضور ﷺ کے بعد حنفی بن جانا اس بات کی بین

دلیل ہے کہ آپ حضور ﷺ کو زندہ نہیں سمجھتے۔ ورنہ کون ایسا بدبخت ہے جو نبی ﷺ کی زندگی میں امام اور پیر پکڑتا پھرے۔ آپ جو امام اور پیر پکڑتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا زندہ نہیں سمجھتے یا کافی نہیں سمجھتے۔

ح آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بالکل قائل نہیں؟

م ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات کے قائل ہیں، دنیوی حیات کے قائل نہیں۔

ح اس کا کیا مطلب ہے؟

م یہی کہ آپؐ دنیا میں خود زندہ نہیں بلکہ آپؐ کی نبوت زندہ ہے۔ برزخ میں اللہ کے ہاں آپؐ خود زندہ ہیں۔

ح دنیا میں اگر حضور ﷺ زندہ نہیں تو لوگ ان سے دین کیسے لیتے ہیں؟

م جس امام کو آپ پکڑے ہوئے ہیں وہ کیا دنیا میں ہے؟

ح دنیا میں تو وہ بھی نہیں۔

م پھر آپ اس سے مسئلے کیسے لیتے ہیں؟

ح ان کی کتابیں موجود ہیں۔

م تو کیا حضور ﷺ کی حدیث موجود نہیں؟

ح کتابیں تو اماموں نے خود لکھی ہیں، لیکن حدیث تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں لکھی، اس کو تو لوگوں نے بعد میں جمع کیا ہے۔

م فقہ حنفی جس کو آپ مانتے ہیں وہ کون سی امام صاحب نے خود لکھی ہے، وہ بھی تو لوگوں نے ہی جمع کی ہے اور وہ بھی بغیر سند کے۔ پھر جیسے فقہ آپ تک پہنچ گئی حدیث ہم تک پہنچ گئی۔ آپ جیسے اپنے امام کی فقہ کو فقہ حنفی کہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ یقین کے ساتھ ہم حدیث کو حدیث رسولؐ کہتے ہیں کیوں کہ فقہ آپ کے پاس بغیر سند کے پہنچی ہے۔ اس کے علاوہ حدیث دین ہے۔ اللہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، کسی امام کی فقہ کی حفاظت کا اللہ ذمہ دار نہیں۔

ح اللہ فقہ کا ذمہ دار کیوں نہیں؟

م اس لیے کہ فقہ لوگوں کی رائے کو کہتے ہیں، جو غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔ فقہ اللہ

کی وحی نہیں ہوتی جو صحیح ہی ہو۔ فقہ ہر امام کی علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے' حدیث رسول ﷺ کی ہوتی ہے اور سب کے لیے ایک ہوتی ہے۔ فقہ بدلتی رہتی ہے حدیث بدلتی نہیں ہے۔ لہذا احدیث دین ہے' فقہ دین نہیں۔ اسی لیے اللہ فقہ کا ذمہ دار نہیں۔

ح کیا سچ مچ ہی فقہ حنفی امام نے خود نہیں لکھی؟

م کسی عالم سے پوچھ لیں' اگر کوئی ثابت کردے تو۔۔۔۔

ح مان لیا کہ حدیث رسولؐ کی ہے' لیکن حدیث کو ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

م کیا فقہ کو ہر کوئی سمجھ لیتا ہے؟

ح فقہ تو بہت آسان ہے۔

م کیا بغیر پڑھے آجاتی ہے؟

ح نہیں پڑھنی تو پڑتی ہے۔

م پھر کیا حدیث پڑھنے سے نہیں آتی؟

ح آتو جاتی ہے' لیکن اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے کیونکہ حدیثوں میں اختلاف بہت ہے۔ حدیثوں کا سمجھنا تو امام ہی کا کام ہے۔

م یہ سب دشمنان رسول ﷺ کی اڑائی ہوئی باتیں ہیں ورنہ حدیثوں میں اختلاف کہاں؟ حدیث تو رسولؐ کے قول و فعل کو کہتے ہیں جن میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ دین ہونے کی وجہ سے اللہ اس کا ذمہ دار ہے۔

ح فقہ میں بھی اختلاف ہے؟

م فقہ میں تو اتنا اختلاف ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ فقہ حنفی کے تین بڑے امام ہیں: امام ابو حنیفہؒ' امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ۔ ان تینوں اماموں کا فقہ کے تقریباً دو تہائی مسائل میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے اپنی کتاب منخول میں لکھا ہے۔ مثال کے طور پر۔

1 ... امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ نماز کے سات فرض ہیں صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ کل چھ فرض ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں التحیات میں اگر وضو ٹوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی کیونکہ ساتواں فرض ابھی باقی ہے۔ صاحبین کہتے ہیں ہو

جاتی ہے کیونکہ چھ فرض پورے ہو چکے ہیں۔ ❶

2۔۔۔ اگر بیوی کا خاوند لاپتا ہو جائے تو کوئی امام کہتا ہے کہ عورت خاوند کی 120 سال کی عمر تک انتظار کرے' ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا یہی فتویٰ ہے۔ حنفیوں کے زیادہ اماموں کی رائے ہے کہ جب اس کے خاوند کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں' اس وقت تک انتظار کرے۔ بعض کہتے ہیں 90 سال انتظار کرے۔ ❷ ایک حنفی عورت بے چاری کیا کرے' کدھر جائے؟

3۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں دو مثل سایہ ہو تو عصر کا وقت ہوتا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں ایک مثل ہو تو وقت ہوتا ہے۔ ❸

4۔۔۔ امام صاحب فرماتے ہیں چار آدمی ہوں' تو جمعہ ہو سکتا ہے' صاحبین فرماتے ہیں تین ہوں تو ہو سکتا ہے۔ ❹

5۔۔۔ اس کے علاوہ مستعمل پانی کو ہی لے لیں جس سے ہر وقت واسطہ پڑتا ہے۔ کوئی پاک کہتا ہے' کوئی پلید پھر اس میں اختلاف ہوتا ہے کہ کم پاک ہے یا زیادہ' کم پلید ہے یا زیادہ۔ ❺

ح یہ تو عالموں کی رائے کا اختلاف ہو گا' امام صاحب کا فیصلہ کیا ہے؟

م امام صاحب ہی کے قول مختلف ہیں۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ استعمال شدہ پانی خود پاک ہے' دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ مستعمل پانی پلید ہے۔ امام حسن کی روایت میں نجاست غلیظ ہے اور

---

❶ (ہدایة: کتاب الصلوة' باب الحدث فی الصلوة ص 130)

❷ (ہدایہ: کتاب المفقود ص :623)

❸ (ہدایہ: کتاب الصلوة 'باب المواقیت)

❹ (ہدایہ کتاب الصلوة ' باب الصلوٰة الجمعہ)

❺ (ہدایہ کتاب الطہارة ' باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء)

ابو یوسف کی روایت میں نجاست خفیفہ ہے۔ ❶

منیۃ المصلی ❷ میں گھوڑے کے جھوٹے کے بارے میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے اس سلسلے میں چار روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں نجس' ایک روایت میں مشکوک' ایک روایت میں مکروہ اور ایک روایت میں پاک۔ بتایئے! اب حنفی مقلد کدھر جائے' کس کو صحیح سمجھے؟

حنفی مولوی حدیث سے متنفر کرتے ہیں' اختلاف کا ہوّا دکھا کر اور یہ نہیں دیکھتے کہ فقہ میں کتنا اختلاف ہے۔ ان لوگوں کی تو یہ مثال ہے: فَرَّمِنَ الْمَطَرِ وَ قَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ (بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا) حدیث کو تو چھوڑا ہے اس لیے کہ اس میں اختلاف ہے حالانکہ حدیث میں اختلاف نہیں اور پھنس گئے جا کر اختلاف کی دلدل یعنی فقہ میں۔

ح آپ لوگ ہماری طرح کسی امام کو نہیں پکڑتے کہ اس کی تقلید کریں؟

م نہیں۔ اولاً: اس لیے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو پکڑنے کی ضرورت نہیں۔

ثانیاً: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا معصوم نہیں جس سے غلطی نہ ہو۔ اگر ہم کسی ایک کو پکڑیں گے اور غلطی میں بھی اس کی پیروی کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ امام تو شاید اپنی اجتہادی غلطی کی وجہ سے بخشا جائے' لیکن ہم مارے جائیں گے۔

ثالثاً: حضور ﷺ کے بعد کوئی ایسا کامل نہیں کہ جس کو پکڑ کر سارے کام چل جائیں۔ حنفی بننے کے بعد پہلے عقائد کے لیے ماتریدی بننا پڑتا ہے پھر تصوف کے لیے بھی قادری' کبھی چشتی' کبھی سہروردی' کبھی نقشبندی۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی ایسا نہیں کہ ایک کو پکڑ کر گزارا ہو جائے۔ در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔

رابعاً: ایک کو پکڑنے سے باقی اماموں کا انکار لازم آتا ہے۔ ایک کو پکڑنے سے فرقے پیدا ہوتے ہیں' دین کے ٹکڑے ہوتے ہیں' ایک دین کے چار ٹکڑے ایسے ہی تو ہو

---

❶ هدايه' كتاب الطهارة' باب الماء الذى يجوز به الوضوء و ما لا يجوز به ج 1 ص 38

❷ منية المصلى ص 60 (جھوٹے پانیوں کا بیان)

گئے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ وَ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ فرقے ' فرقے نہ ہو۔ ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ﴾ [30:الروم:32-31]
کیونکہ جو فرقے بنا لیتے ہیں وہ مشرک ہو جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایک کو پکڑنا دین کو برباد کرنے اور خود کو مشرک بنانے کے مترادف ہے۔

ح آپ کا فرقہ کب بنا ہے؟

م ہمارا فرقہ بنا نہیں۔ فرقہ تو وہ بنتا ہے جو اصل سے کٹتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایک کو امام پکڑ کر اپنا نام اس کے نام پر رکھتا ہے۔ پھر اس کی تقلید کرتا ہے۔ ہم تو اصل ہیں۔ یعنی اہل حدیث اسی وقت سے ہیں جب سے حدیث ہے اور حدیث اسی وقت سے ہے جب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے بعد کسی کو نہیں پکڑتے کہ اس کی تقلید کر کے فرقہ بنیں۔ ہم فرقہ نہیں اصل ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ ہیں اور ان کی حدیث پر عمل پیرا ہیں۔

ح آپ ہماری طرح اہل سنت کیوں نہیں؟

م آپ اہل سنت کہاں؟ آپ تو حنفی ہیں' اہل سنت تو ہم ہیں جو حنفی' شافعی کچھ نہیں' صرف اہل سنت ہیں۔

ح آپ تو کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں۔

م اہل حدیث اور اہل سنت میں کچھ فرق نہیں۔ اصلی اہل سنت اہل حدیث ہی ہوتے ہیں

ح آپ اہل حدیث کیوں ہیں؟

م تاکہ حنفی اہل سنت اور اصلی اہل سنت میں فرق ہو جائے۔ اہل سنت وہ ہوتا ہے جو صرف سنت رسول ؐ کا پابند ہو' کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ وہ سنت اسے سمجھے جو صحیح حدیث رسول ؐ سے ثابت ہو۔ اس کے نزدیک حدیث رسول ؐ ہی سنت کا معیار ہے۔ اسی لیے اسے اہل حدیث کہتے ہیں۔ جب اسلام سنت رسول ؐ کا نام ہے اور سنت رسول ؐ بغیر حدیث رسول ؐ کے مل ہی نہیں سکتی تو اہل سنت بغیر اہل حدیث کے ہو ہی نہیں سکتا۔ حنفی اہل سنت وہ ہے جو شیعہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ سنت اور جماعت صحابہ کو ماننے کا دعوے دار ہوتا ہے اور وہ منکر ہیں۔ لیکن عملاً یہ

اہلسنت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتا ہے اور اہل سنت کی تعریف میں کسی امام کی تقلید کرنا بالکل شامل نہیں۔ اہل سنت اسے کہتے ہیں جو سنت رسولؐ پر چلے اور حنفی اسے کہتے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرے' فقہ حنفی پر چلے۔ اب دونوں یعنی حنفی اور اہل سنت کو ایک ثابت کرنے کے لیے سنت رسولؐ اور فقہ حنفی کو ایک ثابت کرنا ضروری ہے جو تقریباناممکن ہے۔ جب سنت رسولؐ اور فقہ حنفی ایک ثابت نہیں ہو سکتے تو اہل سنت اور حنفی بھی ایک ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان میں فرق ضرور رہے گا۔

ح میں سمجھتا ہوں فرق تو ان میں کوئی خاص نہیں؟

م فرق تو اہل سنت اور اہل حدیث میں نہیں۔ دونوں ایک ہیں۔ کیوں کہ سنت بھی رسولؐ کی اور حدیث بھی رسولؐ کی۔ حنفی اور اہل سنت میں تو بہت فرق ہے۔

ح کیا فرق ہے؟

م یہی کہ حنفیت امتیوں کی بنائی ہوئی ہے اور سنت نبی علیہ ﷺ کی۔ جو فرق نبی اور امتی میں ہے وہی فرق حنفی اور اہل سنت میں ہے۔ حنفی اہل سنت وہ ہے جس کی قومیت تو اہل سنت ہے لیکن اس کا گوت (خاندان) حنفی ہے۔ جس کی نسبت سے اب وہ اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے اور فخر محسوس کرتا ہے۔ حنفی اہل سنت قدیمی آباواجداد کی وجہ سے اہلسنت کہلاتا ہے اور انتساب جدید کی وجہ سے حنفی۔ یعنی اصل و نسل کے اعتبار سے تو وہ اہل سنت ہے' لیکن اپنے کسب کے لحاظ سے حنفی ہے۔ ظاہر ہے کہ مذہب کوئی نسل قسم کی چیز نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کا بھی وہی مذہب ہو۔ مذہب تو اپنا کسب ہے' اپنی پسند ہے جو آپ کے عقائد و اعمال ہیں وہی آپ کا مذہب ہے۔ کوئی آدمی اس وجہ سے اہل سنت نہیں کہلا سکتا کہ اس کے بزرگ اہل سنت تھے۔ اہل سنت تو وہی ہو سکتا ہے جو خود اہلسنت ہو۔ یعنی سنت رسولؐ پر چلے۔ اہل سنت وہ نہیں ہو سکتا جو خود تو بدعتیں کرے' حنفیت اور بریلویت کو اپنائے اور "پدرم سلطان بود" کی وجہ سے اہل سنت کہلائے۔ اہلسنت مذہب ہے' قوم نہیں۔ مذہب بدلتا رہتا ہے قوم بدلتی نہیں۔ مذہب کا تعلق عقائد و عمل سے ہے' قوم سے نہیں۔ جو آپ کا عمل ہو گا وہی آپ کا مذہب ہو گا۔ اگر

عمل سنت پر ہے تو مذہب اہل سنت ہے۔ اگر عمل کسی پیر' فقیر' امام' ولی کی پیروی ہے تو مذہب اسی کا ہے جس کی پیروی ہے۔ حنفی اور بریلوی اہل سنت کا اپنے آپ کو اہل سنت کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل کے اکثر مسلمانوں کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا حالانکہ وہ اسلام کی حقیقت سے بالکل واقف نہیں۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں صرف اسی وجہ سے کہ ان کے نزدیک مسلمان ایک قوم ہے جو کبھی بدلتی نہیں۔ وہ اسلام کے منافی جو مرضی کرتے رہیں ان کی مسلمانی میں فرق نہیں آتا۔ آج کل کتنے مسلمان ہیں کہ موروثی مذہب ان کا اسلام ہے' لیکن ذاتی مذہب ان کا سوشلزم ہے اور وہ اپنے آپ کو سوشلسٹ مسلمان کہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا کوئی ایڈیشن یا کوئی قسم سوشلزم و جمہوریت نہیں۔ جیسا کہ شافعیت اور حنفیت بھی اسلام کی قسمیں نہیں۔ سوشلزم ہو یا جمہوریت حنفیت ہو یا شافعیت' دیوبندیت ہو یا بریلویت یہ سب اسلام میں اضافے ہیں جن کا اسلام بالکل متحمل نہیں۔ اسلام ایک خالص دودھ ہے جو نہ ازموں کی پلید ملاوٹ کا روادار ہے' نہ اماموں کی پاک آمیزش کا۔ دودھ میں پاک پانی ملے یا کوئی پلید چیز دودھ خالص نہیں رہتا۔ دودھ اس وقت تک دودھ ہے جب تک وہ خالص ہے۔ جونہی اس میں کوئی ملاوٹ ہوئی پاک یا پلید وہ ملاوٹی ہو گیا۔ اس طرح اہلسنت جو خالص اسلام ہے اسی وقت تک اہل سنت ہے جب تک وہ صرف اہل سنت ہے جونہی وہ حنفی بریلوی یا کسی اور قسم کا اہل سنت بنا ملاوٹی ہو گیا۔ اصلی نہ رہا اور اللہ بغیر اصلی کے کوئی چیز بھی قبول نہیں کرتا۔

ح آپ جو مرضی کہیں عوام تو حنفیوں کو خاص کر بریلویوں کو ہی اہل سنت مانتے ہیں۔

م عوام کو نہیں دیکھا کرتے۔ عوام تو کالانعام ہوتے ہیں۔ دیکھا تو حقیقت کو کرتے ہیں کہ حنفی بریلوی کی حقیقت کیا ہے اور اہل سنت کی کیا؟ اہل سنت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت رسول ﷺ کا پابند ہو' بدعات کے قریب نہ جائے۔ حنفی بریلوی وہ ہے جو حنفیت اور بریلویت کا پابند ہو جو بذات خود بدعتیں ہیں۔ اب جس کی ذات ہی بدعت ہو وہ اہل سنت کیسے ہو سکتا ہے؟ رہ گیا عوام کا کہنا یا خود ان کا اہل سنت کہلانا تو یہ عرفاً ہے۔ عرف

کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ حقیقت بھی ہو۔ عرف عام میں تو ہر کلمہ گو کو مسلمان کہہ دیتے ہیں اور ہر داڑھی والے کو صوفی اور مولوی۔۔ مشرک ہو یا موحد۔۔ سنی ہو یا شیعہ ضروریات دین کا قائل ہو یا منکر۔ حتیٰ کہ مرزائی بھی آج تک عرف عام میں مسلمان ہی شمار ہوتے رہے ہیں۔ تو کیا یہ حقیقت ہے؟ کیا واقعی ہر کلمہ گو مسلمان ہوتا ہے خواہ اس کے عقائد و اعمال کیسے ہی ہوں؟ اگر یہ صحیح ہے تو مرزائی کافر کیوں؟ کیا ان کا وہی کلمہ نہیں جو سب مسلمان پڑھتے ہیں؟ جب عقیدے کی خرابی سے مرزائی مسلمان نہیں رہ سکتا تو شرک و بدعت کرنے والا اہل سنت کیسے ہو سکتا ہے؟ حنفی بریلوی جو اہل سنت مشہور ہیں تو وہ صرف شیعہ کی وجہ سے۔ کیونکہ شیعہ کے مقابلہ میں سب ہی اہل سنت ہیں۔ بریلویوں کی چونکہ اکثریت ہے اس لیے وہ اسی نام سے زیادہ مشہور ہیں' لیکن شیعہ کے اہل سنت کہنے سے بریلوی اہل سنت نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہندوؤں اور انگریزوں کے کہنے سے مرزائی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ کوئی چیز کیا ہے' اس کے لیے اس کی حقیقت کو دیکھا جاتا ہے' نہ کہ عوام کالانعام کو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

ح بریلوی صرف شیعہ کے کہنے سے ہی اہل سنت نہیں' اہل سنت ہونے کے تو وہ خود بھی زبردست دعوے دار ہیں۔

م زبردست نہیں بلکہ زبردستی دعوے دار ہیں۔ صرف دعوے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی منہ کرے بریلی کو اور قبلہ کہے کعبے کو' راستہ چلے کوفے کا اور دعویٰ کرے مدینے کا تو اسے کون سچا کہے گا۔ زبردست دعویٰ تو مرزائی بھی کرتے ہیں۔ کیا وہ مرزائی رہتے ہوئے اپنے دعوے سے مسلمان ہو سکتے ہیں؟

ح آپ کا بھی تو دعویٰ ہی ہے کہ ہم اہل سنت ہیں؟

م دعویٰ ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ کیونکہ ہم صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور انہی کو اپنا امام و ہادی اور پیرو مرشد سمجھتے ہیں۔ ان کے سوا کسی کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔ ہم بھی اہل سنت نہ ہوتے اگر آپ کی طرح کسی امام کے مقلد ہوتے اور اس کے نام پر اپنی جماعت کا نام رکھتے۔

ح آپ کو بھی تو وہابی کہتے ہیں؟

م وہابی تو آپ ہمیں بناتے ہیں ورنہ ہم وہابی کہاں؟

ح ہمیں آپ کو وہابی بنانے کی کیا ضرورت؟

م تاکہ ایک حمام میں سارے ہی ننگے ہوں' سارے ہی مقلد ہوں تاکہ ایک دوسرے کو طعنہ نہ دے سکیں۔

ح مقلد ہونا بھی کوئی طعنہ ہے؟

م زبردست' لیکن اگر کوئی سمجھے تو..!

ح طعنہ کیسے؟

م مقلد تو انسان کو جانور کہنے کے مترادف ہے' کیونکہ تقلید جانور کے گلے میں پٹا ڈالنے کو کہتے ہیں۔ یہ فعل جانوروں کے لیے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس لفظ کو انسانوں کے لیے کبھی استعمال نہیں کرتے۔ قرآن و احادیث میں یہ لفظ صرف جانوروں کے لیے آیا ہے۔

ح آپ تقلید کسی کی بھی نہیں کرتے؟

م جب تقلید ہے ہی جانوروں کے لیے' انسانوں کا یہ فعل ہی نہیں تو ہم تقلید کسی کی بھی کیوں کریں؟

ح سنا ہے تقلید کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں' تقلید تو ہر کوئی کرتا ہے' تقلید تو آپ بھی کرتے ہیں: ماں باپ کی بھی اور استاد کی بھی۔

م اگر اسی کا نام تقلید ہے اور وہ ہم بھی کرتے ہیں تو ہمیں غیر مقلد کیوں کہتے ہیں؟ اگر ماں باپ یا استاد کی بات ماننا بھی تقلید ہے تو آپ اپنے امام کو مقلد کیوں نہیں کہتے۔ آپ کیوں کہتے ہیں کہ مجتہد مقلد نہیں ہوتا۔ کیا اس کے ماں باپ نہیں ہوتے یا وہ اپنے ماں باپ کا فرمان بردار نہیں ہوتا۔ یہ سب مقلدین کے مولویوں کی تلبیس ابلیس ہے' ورنہ تقلید جو مابہ النزاع ہے' یہ نہیں۔

ح آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بھی تقلید نہیں کرتے؟

م جب اللہ کے رسول علیہ ﷺ نے تقلید کے لیے کہا ہی نہیں تو رسول کی تقلید کیسے ہو سکتی ہے؟ ویسے بھی تقلید اس آدمی کی بات ماننے کو کہتے ہیں جس کی بات شرعی دلیل نہ ہو۔ جب رسول کا ہر قول و فعل شریعت ہے تو رسول کی تقلید نہیں ہو سکتی۔ تقلید سے تو اللہ ہر انسان کو بچائے' یہ تو بہت بڑی لعنت ہے۔ اس سے بڑی ذلالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آدمی اپنے گلے میں کسی ایسے کا رسہ ڈالے جو جانے نہ پہچانے اور نہ کسی کام آئے' نہ پکڑانے میں نہ چھڑانے میں۔

ح ہم اپنے امام کو نہیں جانتے؟

م آپ کو کس نے بتایا کہ یہ آپ کا امام ہے' اسے پکڑ لو' اس کا رسہ اپنے گلے میں ڈال لو۔ یہ آپ کو پار لگائے گا' یہی پکڑائے گا' یہی چھڑائے گا۔ اللہ کا رسول' جس کو اللہ نے امام مقرر کیا ہے' جس کا کلمہ پڑھوایا ہے' جس کی سنت کو اپنا قانون ٹھہرایا ہے اور قانون بھی ایسا کہ وہ ہی پکڑائے گا' وہی چھڑائے گا' اس کی تو تقلید نہ ہو اور اپنے گھر کے بنائے ہوئے امام کی تقلید ہو جو قیامت کو نہ جانے نہ پہچانے کہ کون میرا' کون غیر؟

ح جب آپ کسی کی تقلید بالکل نہیں کرتے تو پھر آپ کو وہابی کیوں کہتے ہیں؟

م یہی بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ حنفی لوگ ہمیں ایک طرف تو غیر مقلد کہتے ہیں اور ایک طرف وہابی۔ حالانکہ اگر کوئی غیر مقلد ہو تو وہابی کیسا؟ اگر وہابی ہو تو غیر مقلد کیسا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ جتنے اہل بدعت ہیں وہ اہل حدیث سے بہت بغض اور حسد رکھتے ہیں۔ اسی حسد میں وہ ان کے طرح طرح کے نام رکھتے ہیں' خواہ ان ناموں سے ان کی اپنی حماقت ہی ظاہر ہوتی ہو۔ یہی حال مخالفین کا حضور علیہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ وہ بھی ان کے مختلف نام رکھتے تھے' کبھی ساحر کہتے' کبھی کاہن کہتے' کبھی مجنون' کبھی کذاب و مفتری۔۔۔۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ [25: الفرقان:9]

ان حاسدین کو دیکھو یہ کیسے آپ کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں۔ بغض و حسد میں ایسے کور باطن (دلوں کے اندھے) ہو رہے ہیں کہ ان کو صحیح بات سوجھتی ہی نہیں۔

اہل حدیث پیر عبد القادر جیلانی کی نظر میں

اب آپ شاہ عبد القادر جیلانی ؒ کا بیان حق نشان بھی سنیں جو ہمارے حق میں زبردست شہادت ہے۔ وہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

"اِعْلَمْ اَنَّ لِاَهْلِ الْبِدْعِ عَلامَاتٍ يُعْرَفُوْنَ بِهَا فَعَلامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الوَقِيْعَةُ فِي اَهْلِ الْاَثَرِ... الخ" (1) (غنیۃ الطالبین صفحہ 294)

بدعتیوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ بڑی علامت ان کی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو برا بھلا اور سخت سست کہتے ہیں اور یہ سب عصبیت اور بغض کی وجہ سے ہے جو ان کو اصل اہل سنت سے ہوتا ہے۔ اہل سنت کا صرف ایک ہی نام ہے اور وہ اہل حدیث ہے۔"

شاہ عبد القادر صاحب کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ جو اہل حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں وہ بدعتی ہیں اور جو بدعتی ہوں وہ اہل سنت نہیں ہو سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ

1- اہل حدیث کو برا بھلا کہنے والے اہل سنت نہیں ہو سکتے۔

2- جو اہل حدیث کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں، کبھی وہابی کہتے ہیں، کبھی غیر مقلد وہ سب بدعتی ہیں اور بدعتی اہل سنت نہیں ہو سکتے۔

3- اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں، باقی زبردستی کے دعوے دار ہیں۔

4- جب شاہ جیلانی ؒ ناجی جماعت صرف اہل سنت کو قرار دیتے ہیں اور وضاحت فرماتے ہیں کہ اہل سنت صرف اہل حدیث ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ خود بھی اہل حدیث تھے۔

5- جب شاہ جیلانی ؒ اہل حدیث تھے اور تھے بھی پیر کامل۔ مسلم عند الکل تو معلوم ہوا کہ اہل حدیثوں میں بڑے بڑے ولی گزرے ہیں۔

6- جاہل عالموں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہل حدیث کوئی ولی نہیں ہوا۔

---

(1) (غنیۃ الطالبین صفحہ 294)

7- جب ناجی فرقہ اہل سنت ہے اور اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور ولی کا ناجی ہونا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ ولی صرف اہل حدیث ہی ہو سکتا ہے۔

8- جب ولی صرف اہل حدیث ہی ہو سکتا ہے تو ثابت ہوا کہ جتنے ولی گزرے ہیں وہ سب اہل حدیث تھے۔

9- جو اہل حدیث نہیں تھا وہ ولی بھی نہیں تھا' خواہ جہلاء نے اسے ولی مشہور کر رکھا ہو۔

10- نجات کے لیے بھی اور ولی بننے کے لیے بھی اہل حدیث ہونا ضروری ہے' جو اہل حدیث نہ ہو ولی ہونا تو در کنار' اس کی نجات کا مسئلہ بھی خطرے میں ہے۔

ح آپ نے تو مجھے بہت ڈرا دیا۔

م آپ خوش قسمت ہیں جو ڈر گئے' ورنہ کتنے لوگ ہیں جن کو اپنی نجات کی فکر نہیں' صرف فرقہ پرستی میں بدمست ہیں اور اس کی حمایت ہی کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں' اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ پہلے حق کو پہچانے پھر اس پر پکا ہو جائے۔

ح حق کا پتا کیسے لگے' ہر ایک ہی اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

م حق تو نبی ﷺ کی سنت کو کہتے ہیں اور اسی پر چلنا راہ نجات ہے۔

ح کہتا تو ہر ایک یہی ہے کہ میں حق پر ہوں' یہ پتا کیسے لگے کہ کون حق پر ہے؟

م جو دین میں ملاوٹ نہ کرے' وہ حق پر ہے۔ اس اصول سے آپ ہر ایک کو جانچ سکتے ہیں' دنیا میں ہر فرقے نے نبی ﷺ کے بعد اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرف منسوب کر رکھا ہے اور یہ اس کے ملاوٹی ہونے کی دلیل ہے۔ اہل حدیث ہی ایک ایسی جماعت ہے جو کسی طرف منسوب نہیں ہوتے' صرف نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہیں جو حدیث سے ثابت ہو۔

ح سنت کا کیا مطلب ہے؟

م مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ جو راستہ رسول کریم ﷺ نے امت کے لیے مقرر کیا ہو' اسے سنت کہتے ہیں اور اس پر چلنے والے کو اہل سنت۔

ح سنت رسولؐ کا پتا کیسے اور کہاں سے لگتا ہے؟

م حدیث پڑھنے سے اور حدیث کے عالموں سے پوچھنے سے۔

ح حدیث کے تو سب ہی عالم ہوں گے' کیا حنفی' کیا اہل حدیث۔!

م حدیث کے عالم تو اصل میں اہل حدیث ہی ہوتے ہیں اوروں کو اول تو حدیث آتی نہیں اگر آجائے تو ان کے پاس چلتی نہیں۔ حدیث و سنت کے بارے میں کچھ دریافت کرنا ہو تو اہل حدیث عالموں سے دریافت کریں' فقہ کی کوئی بات پوچھنا ہو تو حنفی عالموں سے پوچھیں۔۔۔ چیز ایجنسی سے ہی اچھی ملتی ہے۔

ح حدیثیں کون کون سی معتبر ہیں ؟

م حدیث کی کتابوں کے کئی درجے ہیں۔ بعض اعلیٰ درجے کی' بعض درمیانے درجے کی' بعض گھٹیا درجے کی' بعض بے کار سی۔ اعلیٰ درجے کی تین کتابیں ہیں: بخاری' مسلم' مؤطا امام مالک۔۔۔ درمیانے درجے میں ترمذی' ابو داؤد' نسائی اور مسند احمد وغیرہ۔ تیسرے درجے میں طحاوی' طبرانی اور بیہقی وغیرہ کی کتابیں ہیں۔ تیسرے درجے کی کتابوں میں چونکہ ہر طرح کی حدیثیں ہیں اس لیے اعتبار صرف پہلے اور دوسرے درجے کی کتابوں پر ہے۔ چوتھے اور پانچویں درجے کی کتابیں بہت حد تک ساقط الاعتبار ہیں۔

ح کتابوں کی یہ تقسیم کس نے کی ہے ؟

م پہلے علمانے' شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی کی "حجۃ اللہ البالغہ" پڑھ کر دیکھیں' آپ کو ان شاء اللہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

ح اس تقسیم کو سب فرقے مانتے ہیں؟

م اہل سنت کہلانے والے سب فرقے مانتے ہیں۔

ح کیا درجہ اول کی کتابوں کی تمام حدیثیں صحیح ہیں ؟

م ہاں' قریباً سب صحیح ہیں۔

ح ہم نے سنا ہے کہ آپ تقلید کو بھی شرک کہتے ہیں حالانکہ تقلید کا شرک سے کیا تعلق ؟

م تعلق کیوں نہیں' تقلید اور شرک کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شرک اگتا ہی تقلید کی

سر زمین میں ہے۔ ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک۔ اگر تقلید نہ ہو تو شرک کبھی پیدا نہ ہو۔ شرک پیدا ہی تقلید سے ہوتا ہے۔ شرک کو اپنی پیدائش کے لیے جس زمین اور فضا کی ضرورت ہے' وہ تقلید ہی مہیا کر سکتی ہے۔ تقلید ہمیشہ جاہل' بے عقل کرتا ہے اور شرک بھی وہیں پایا جاتا ہے جہاں جہالت اور بے عقلی ہو۔ ان دونوں کے لیے ایسی فضا کی ضرورت ہے۔ جہاں عقل کا فقدان اور اندھی عقیدت کا زور ہو۔ ان دونوں کی بنیاد کسی کو حد سے زیادہ بڑا اور اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو چھوٹے سے چھوٹا سمجھنے پر ہے اور یہی عبادت کا مفہوم ہے۔ عبادت کہتے ہیں دوسرے کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا۔ یہی کچھ مقلد اپنے امام سے کرتا ہے۔ وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح اس کا قلادہ گلے میں ڈالنے کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے۔

ح اللہ کا شریک کیسے ؟

م اس طرح کہ اس کی بات کو خدائی حکم سمجھتا ہے۔

ح یہ شرک اور شریک ٹھہرانا کیسے ہو گیا۔

م اللہ کا حق اپنے امام کو جو دیا' قرآن مجید میں ہے :

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ [42:الشوریٰ:21]

کیا ان مشرکوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین میں ایسے مسئلے بناتے ہیں جن کی منظوری اللہ نے نہیں دی۔

اس آیت میں جس کے قول و قیاس کو دین سمجھا جائے اس کو اللہ نے اپنا شریک قرار دیا ہے۔ اللہ کے اذن کے بغیر نبی کی بات دین نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ عالموں کی آرا کو دین بنایا جائے' لیکن مقلد اپنے امام کی بات کو دین سمجھتا ہے۔ گویا جو حقِ تشریع اللہ کا تھا وہ اپنے امام کو دیتا ہے۔ سورۃ التوبۃ میں اللہ نے فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [9:التوبہ:31]

یہود و نصاریٰ جب بگڑے جیسے کہ آج کل کے مسلمان بگڑے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنے علما و مشائخ کو رب بنالیا۔ عدیؓ بن حاتم جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے پوچھا یارسولؐ اللہ! ہم نے تو اپنے علما اور مشائخ کو رب نہیں بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ان کے حلال کردہ کو حلال اور ان کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی ان کی تجویزوں کو دین نہیں بنا لیتے تھے؟ انھوں نے کہا یہ بات تو تھی، آپؐ نے فرمایا یہی تو رب بنانا ہے۔ (1)

ح ہم تو اپنے امام کو رب نہیں بناتے، ہم تو صرف امام مانتے ہیں۔

م رب تو وہ بھی نہیں کہتے تھے، لیکن درجہ ان کو رب کا دیتے تھے۔ اس لیے اللہ نے اسے رب بنانا قرار دیا ہے۔ نام بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔ حقیقت حقیقت ہی رہتی ہے، نام خواہ کچھ بھی رکھ دیا جائے۔ آخر آپ امام کیوں بناتے ہیں؟

ح دین کے مسئلے لینے کے لیے۔

م یہی کام تو یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عدیؓ نے مسلمان ہو کر تسلیم کیا۔ کیا ایسی امامت کی اسلام میں گنجائش ہے؟

ح کیا قرآن مجید میں نہیں ﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾[21:الانبیاء:73]

م یہ تو انبیاء کے بارے میں ہے، نبی تو امام ہو سکتا ہے بلکہ امام ہوتا ہے کیونکہ اسے خدا امام بناتا ہے، نبی کے سوا کوئی امام نہیں ہو سکتا۔

ح آپ کہتے ہیں نبی کے سوا امام نہیں ہو سکتا حالانکہ اسلام میں بہت بڑے بڑے ائمہ دین گزرے ہیں۔

م ائمہ دین سے مراد یہ ہے کہ وہ دینی علوم کے بڑے عالم تھے، نہ کہ قابل اطاعت تھے، جن کو دین کے مسئلے بنانے اور دینی پیروی کرانے کا حق ہو کہ ان کے نام پر تقلیدی مذہب چلائے جائیں۔ اس قسم کی امامت کا تصور اسلام میں بالکل نہیں ہے۔ سب سے پہلے یہ عقیدہ شیعہ نے گھڑا، اہل سنت نے یہ عقیدہ ان سے لیا، شیعہ نے یہ عقیدہ، عقیدہ رسالت کو کمزور کرنے کے لیے گھڑا تھا۔ ان کے ہاں پیغمبر اور امام میں کوئی فرق

---

(1) (ترمذی فی تفسیر القرآن، باب من سورۃ التوبۃ، رقم: 3095، التاریخ الکبیر للامام بخاری 106/7)

نہیں، دونوں معصوم، دونوں ایک ہی چشمے اور ایک ہی ڈول سے پانی لینے والے، جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے:

"لِأَنَّ مُسْتَقَاهُمَا مِنْ قَلِيْبٍ وَ مفرَغهُمَا مِنْ ذَنُوْبٍ"

مقلد خواہ سنی ہو یا شیعہ امامت کا تصور قریباً ایک ہی ہے۔

ح شیعہ تو امام کو معصوم کہتے ہیں، ہم اپنے امام کو معصوم تو نہیں کہتے۔

م زبان سے بے شک نہ کہیں، لیکن سمجھتے معصوم ہی ہیں، جب ہی تو ان کے نام پر مذہب بنا کر حنفی کہلاتے ہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں سوائے پیغمبر کے کوئی امام نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ کسی کو امام اعظم بنایا جائے۔

ح امام تو ہم نے اس لیے بنایا ہے کہ قیامت کے روز بلایا ہی اماموں کے نام پر جائے گا۔ جیسا کہ آیت: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ [17:الاسراء:71] میں ہے

م اس آیت میں امام سے مراد نامہ اعمال ہے۔ آپ کے بنائے ہوئے امام نہیں۔ چنانچہ آگے وضاحت موجود ہے: ﴿فَمَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ فَأُولٰئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ﴾ [17:الاسراء:71] ہم تمام لوگوں کو ان کے نامہ اعمال کے ساتھ بلائیں گے، پھر جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دے دیا گیا وہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا (اور خوش ہوگا) ظلم کسی پر نہ ہوگا۔

لیکن اگر امام سے مراد امام ہی لیا جائے تو وہ امام مراد نہیں جو آپ نے بنا رکھے ہیں، بلکہ امام سے مراد وہ امام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے۔ یعنی انبیاء علیھم السلام --- قیامت کے روز امتوں کو ان کے انبیاء کے نام پر بلایا جائے گا۔ اے فلاں نبی کی امت! آؤ --- اے فلاں نبی کی امت! آؤ --- جیسے کہ قبر میں ((مَنْ نَبِيُّكَ)) [1] سے اپنے اپنے نبی کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ پھر خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جنھوں نے اپنے امام بنا کر ان کی تقلید نہیں کی، بلکہ نبیوں کی پیروی کی۔ وہ اپنے نبیوں کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے۔ چنانچہ ابن کثیر میں ہے: "هٰذَا أَكْبَرُ شَرَفٍ

---

[1] (ابو داؤد: کتاب السنة، باب المسألة في القبر و عذاب القبر، رقم: 4753)

لِاَصْحٰبِ الْحَدِیْثِ لِاَنَّ اِمَامَھُمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ "[1] "اہل حدیث کے لیے یہ بہت بڑا اشرف ہے کہ ان کے امام صرف نبی ﷺ ہیں۔" وہ ان کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے اور اماموں کے مقلدین کھڑے رہ جائیں گے۔ پھر وہ اپنے بنائے ہوئے اماموں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔

ح کیا ہمارے امام دوزخ میں جائیں گے؟

م آپ کے امام ہیں کون؟

ح ہمارے امام' امام ابو حنیفہؒ ہیں۔

م وہ آپ کے امام کیسے؟ کیا اللہ نے ان کو امام بنایا ہے؟

ح اللہ نے تو نہیں بنایا۔

م پھر کیا خود انھوں نے کہا تھا کہ میں تمھارا امام ہوں' میری تقلید کرنا؟

ح انھوں نے تو نہیں کہا۔

م پھر وہ آپ لوگوں کے امام کیسے ہو گئے؟

ح ہم جو ان کو مانتے ہیں اور اپنا امام سمجھتے ہیں۔

م آپ کے سمجھنے اور کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک امام اقتداء کی نیت نہ کرے وہ امام کیسے بن جائے گا۔ اگر ایسے امام بننے لگیں تو آپ کا کیا خیال ہے امام ابو حنیفہؒ جن کو دیوبندی اور بریلوی دونوں امام مانتے ہیں' دیوبندیوں اور بریلویوں میں سے کس کو لے کر جنت میں جائیں گے؟ دیوبندی اور بریلوی دونوں تو جنت میں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ اگر بریلوی جنت میں گئے تو دیوبندی دوزخ میں جائیں گے۔ امام ابو حنیفہؒ کس کے ساتھ ہوں گے؟ جب کہ وہ دونوں کے امام ہیں۔ ایسے ہی شیعہ اپنے اماموں کے ساتھ جنت میں چلے گئے تو پھر سنی اپنے اماموں کے ساتھ کہاں جائیں گے۔ اگر سنی اپنے اماموں کے ساتھ جنت میں چلے گئے تو شیعہ

---

[1] (ابن کثیر 58/3' الاسراء)

کہاں جائیں گے۔ جنت میں دونوں تو جانہیں سکتے' کیونکہ ان میں بعد المشرقین ہے۔ اب آپ ہی بتائیں آپ کے اصول پر شیعہ امام دوزخ میں جائیں گے یا سنی؟ حالانکہ امام دونوں فرقوں کے نیک اور صالح تھے اور وہ ان شاء اللہ ضرور جنت میں جائیں گے۔

ح بات تو آپ کی ٹھیک ہے' یہ اماموں کا مسئلہ ہے تو یقیناً بہت بڑا چکر۔

م ایسا ہی چکر وہ ہے جس کو ہمارے مقلدین اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [1] پڑھ کر دیا کرتے ہیں کہ ہم اپنے اماموں اور اولیا کے ساتھ ہوں گے کیونکہ ہمیں ان سے محبت ہے اور اہل حدیث چونکہ کسی کو مانتے نہیں' اس لیے ان کو کسی کا بھی ساتھ نصیب نہیں ہوگا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں اگر محبت کا معیار یہی ہے جو آپ نے سمجھا ہے تو کیا موجودہ عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کے دعوے دار ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جائیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں' کیونکہ ان کی محبت غلط ہے' تو تبرائی شیعہ حضرت حسینؓ کو اور گیارہویں دینے والے حضرت جیلانی کو وہاں کیسے مل لیں گے۔ اس لیے کہ ان کی محبت غلط ہے اور پھر محبت بھی وہ فائدہ دیتی ہے جو دونوں طرف سے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی کسی ایسے سے محبت نہیں رکھیں گے جو آنحضرت ﷺ کے آجانے پر ان کی اتباع نہ کرے۔ ایسے ہی حضرت حسینؓ' شاہ جیلانی اور دیگر ائمہ واولیا کبھی کسی ایسے سے محبت نہیں رکھ سکتے جو حضور ﷺ کی پیروی نہ کرے بلکہ شرک وبدعت کرے اور اپنی طرف سے امام بنا کر ان کی تقلید کرے۔ وہ سب جانتے ہیں کہ اطاعت صرف اللہ کے حکم کی ہے۔ اس لیے وہ اپنی پیروی کیسے کرواسکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ [7:الاعراف:3] ''اس کے پیچھے چلو جو اللہ نے تمھاری طرف اتارا ہے۔ اس کا حکم مانو' اس کے حکم کو چھوڑ کر اولیا کے پیچھے نہ جاؤ۔'' اولیا

---

[1] (بخاری: کتاب الادب' باب علامة الحب فی الله رقم :6168... مسلم :کتاب البر ' باب المرء مع من احب رقم :161)

سے مراد یہاں وہ ہستیاں ہیں جن کو لوگ خود تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھ کر سہارا بناتے ہیں' حالانکہ سوائے پیغمبر کی پیروی کے اور کوئی ذریعہ نجات نہیں۔ دنیا میں جتنے شرک وبدعت کرنے والے ہیں' حقیقت میں ان کا پیر' ان کا امام اور ان کا ولی صرف شیطان ہے۔ وہ نام اللہ والوں کا اور اماموں کا لیتے ہیں' عبادت و پیروی شیطان کی کرتے ہیں۔ اس لیے قرآن شیطان کی عبادت و پیروی سے بار بار منع کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :﴿لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ﴾ [36 یٰسٓ :60] "شیطان کی عبادت نہ کرو۔" ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾[2:البقرة:168] "شیطان کی پیروی نہ کرو" دنیا میں کون سا ایسا ہے جو شیطان کی پیروی کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد خود ساختہ ائمہ و اولیا ہی ہیں جن کے نام کا دھوکا دے کر شیطان اپنا کام کرتا ہے۔ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالنے کے لیے علیحدہ کریں گے تو فرمائیں گے۔ ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾[36:یس:60-62] یعنی اے انسانو! کیا میں نے تمھیں نہیں بتایا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمھارا بڑا دشمن ہے۔ عبادت میری کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے' لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ اس نے تم میں سے کتنی بھاری تعداد کو گمراہ کر لیا ہے۔ کیا تم بے عقل تھے جو تمھیں پتا نہیں لگا اور یہ ہوتا یوں ہے کہ جب شیطان کسی کو نبی کی پیروی میں ذرا نرم دیکھتا ہے تو فوراً اس کے شکار کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے بڑے بڑے انسانی چیلوں کے ذریعہ نبی کی جگہ پیروی کے لیے ان بزرگوں کے نام تجویز کرتا ہے جن کی دنیا میں مقبولیت و شہرت ہوتی ہے۔ ان کے نام پر شرک وبدعت کے بڑے بڑے سلسلے جاری کرتا ہے۔ تصور ان بزرگوں کا پیش کرتا ہے اور پوجا پاٹ اپنی کراتا ہے۔ جہلا ان بزرگوں کے ناموں کی وجہ سے اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اس کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کسی الٹی راہ پر لگ گئے ہیں بلکہ اس الٹی راہ کو ہی راہ راست سمجھتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾[18:الکھف :104]یعنی شیطان کے گمراہ کردہ لوگ کام غلط کرتے ہیں 'لیکن جہالت کی وجہ سے سمجھتے یہ ہیں کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں اور یہ کتنا بڑا دھوکا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کا نام ہی غرور یعنی دھوکا دینے والا رکھا ہے۔ اور لوگوں کو اس کے دھوکے سے بار بار خبردار کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ٥ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾[35:فاطر:5-6] ہوشیار رہنا' دھوکا باز تم کو دھوکا دے کر خدا سے دور نہ کر دے۔ یہ دھوکا باز شیطان تمھارا دشمن ہے' اسے دشمن ہی سمجھنا۔ وہ اپنی پارٹی کو اس لیے باطل کی دعوت دیتا ہے کہ ان کو دوزخی بنا کر دشمنی نکالے اور اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ ائمہ اور اولیا کے نام لے لے کر ان کے ذہنوں میں ایسا تصور پیدا کرتا ہے کہ وہ ان کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ یہی ان کے امام اور اولیا ہیں جن کا تصور ان کے ذہن میں ہوتا ہے۔ خارج میں بجز شیطان کے ان کا وجود نہیں ہوتا۔ رہ گئے اصلی بزرگ جن کے نام لے کر شیطان اپنی عبادت کرواتا ہے ان کو پتا تک نہیں ہوتا کہ ان کے ماننے والے کون ہیں اور وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ ان کی طرف سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾[46:الاحقاف:5]﴿ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ﴾[10:یونس:28] ﴿وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾[19:مریم:82] ﴿وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ [46:الاحقاف:6] ﴿اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾[10:یونس:29] جن کو تم پکارتے ہو' جن کی تم عبادت کرتے ہو' وہ تمھاری ان حرکتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ قیامت کے دن وہ تمھارے مخالف ہوں گے۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: ﴿ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [5:المائدہ:116]اے عیسیٰ! عیسائی جو تیری اور تیری ماں کی عبادت کرتے رہے ہیں تو کیا تو نے ان سے کہا تھا کہ ایسا کرنا۔ وہ صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے ان سے

نہیں کہا کہ ہماری عبادت کرنا۔ یہ سب کچھ اپنی مرضی سے کرتے رہے ہیں۔ لہذا گمراہ ہونے والوں کے امام واولیا یہ نہیں جن کا ذکر کتابوں میں ہے بلکہ وہ شیاطین ہیں جو ان کے ذہنوں میں ہیں' جو ان سے یہ کام کرواتے ہیں۔ وہی ان کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ اس لیے تقلید کا سلسلہ سراسر گمراہی کا سلسلہ ہے۔ اس سے بالکل بچنا چاہیے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ آپ کو سنت رسول ﷺ چاہیے یا سنت امام۔ اگر سنت رسولؐ چاہیے تو وہ حدیث رسولؐ سے ملے گی اور حدیث رسولؐ اہل حدیث سے ملے گی۔ اگر سنت امام چاہیے تو وہ فقہ حنفی سے ملے گی اور فقہ حنفی حنفیوں سے ملے گی۔

ح سنت رسولؐ کی ہوتی ہے نہ کہ امام کی۔

م اگر امام کی سنت نہ ہو تو آپ حنفی کیوں ہیں' آخر حنفی کسے کہتے ہیں؟

ح حنفی وہ ہوتا ہے جو فقہ حنفی پر چلے۔

م فقہ حنفی کسے کہتے ہیں؟

ح امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو۔

م مسلک سے کیا مراد ہے؟

ح مسلک طریقے کو کہتے ہیں۔

م سنت بھی تو طریقے کو ہی کہتے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں یہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا طریقہ ہے۔ اس طریقے سے انھوں نے یہ کام کیا تھا یا کرنے کو کہا تھا۔ لہذا جس کے طریقے پر آپ چلتے ہیں گویا اس کی سنت پر آپ عمل کرتے ہیں۔ کہیے! یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

ح یہ بالکل ٹھیک ہے' یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔

م اسی لیے تو ہم کہتے ہیں حنفی امام ابو حنیفہؒ کے طریقے پر چلتا ہے اور اصلی اہل سنت یعنی اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر۔

ح لیکن امام ابو حنیفہؒ کا طریقہ کوئی علیحدہ تو نہیں ان کا طریقہ بھی تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

م طریقہ وہی ہو یا مختلف حنفی کے پیش نظر تو طریقہ حنفی ہی ہوتا ہے۔ وہ تو حنفی طریقے

پر ہی چلتا ہے۔ سنت رسولؐ کے موافق یا مخالف اگر مخالف ہو تو اسے ڈر نہیں کہ سنت رسولؐ کی مخالفت ہوتی ہے۔ اگر موافق ہو تو اسے خوشی نہیں کہ میں نے سنت رسولؐ پر عمل کیا ہے۔ حنفی اگر شروع میں رفع الیدین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنتِ رسولؐ ہے' وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز یہی ہے۔ وہ رکوع کو جاتے اور اٹھتے رفع الیدین نہیں کرتا' اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسولؐ نہیں بلکہ اس لیے کہ حنفی نماز میں رفع الیدین نہیں۔ جو رفع الیدین حنفی مذہب میں نہیں وہ خواہ سنت رسولؐ ہو وہ اسے گھوڑے کی دم مارنے سے تشبیہ دیتا ہے یا مکھیاں مارنے سے تعبیر کرتا ہے جو اس کے مذہب میں ہے خواہ وہ سنت رسولؐ نہ ہو وہ اس پر جان دیتا ہے جیسے قنوت کا رفع الیدین۔

ح حقیقت حال یہی ہے' ہمیں بالکل یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہمارا یہ مسئلہ سنت رسولؐ کے مطابق ہے یا مخالف' ہمیں تو یہ یاد ہوتا ہے کہ ہم حنفی ہیں اور ہمیں اپنی فقہ پر چلنا ہے۔ ہمیں کوئی صحیح سے صحیح حدیث بھی دکھائے۔ اگرچہ ہم اس حدیث کا انکار نہیں کرتے' لیکن ہم اس حدیث پر عمل بھی نہیں کرتے۔ ہمارے دل میں یہ ہوتا ہے کہ یا یہ حدیث ٹھیک نہیں یا اس کا مطلب وہ نہیں جو ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے یا یہ منسوخ ہے یا کوئی اور بات ہے۔ بہر کیف جب ہمارے امام نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا تو ہم کیوں کریں۔ ہم تو اپنے امام کے مذہب پر چلیں گے۔

م جب ہی تو ہم کہتے ہیں حنفی کا محمد رسول اللہ پڑھنا اہل سنت کا دعویٰ کرنا ٹھیک نہیں۔ جب وہ سنت رسولؐ پر چلتا نہیں' اپنے امام کی سنت پر چلتا ہے تو اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ محمد رسول اللہ بھی ساتھ پڑھے اور اہل سنت ہونے کا دعویٰ بھی کرے۔ خدا کی قسم جس پابندی کے ساتھ آج حنفی اپنے امام کی تقلید کرتا ہے اگر وہ اسی پابندی کے ساتھ اتباع رسولؐ کرے تو اس کی نجات ہو جائے۔ لیکن اس حال میں وہ نجات کی کیا توقع کر سکتا ہے۔ آپ تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں اگر آپ موسیٰ علیہ السلام کی تقلید بھی کریں تو بھی نجات نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ)) ❶

یعنی اگر آج موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم ان کے پیچھے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ آپ اب سوچ لیں کہاں موسیٰ علیہ السلام اور کہاں امام ابو حنیفہ ؒ۔۔۔ جب حضور ﷺ کی بعثت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں نجات نہیں تو امام ابو حنیفہ ؒ کی تقلید میں کیسے نجات ہو سکتی ہے؟ ہمیں امام ابو حنیفہ ؒ سے کوئی کد نہیں۔ ہمیں ان سے کوئی حسد نہیں، ہمارا کوئی امام نہیں کہ ہم آپ کو امام ابو حنیفہ ؒ سے توڑ کر کسی اور سے جوڑ رہے ہوں۔ ہم تو آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دے رہے ہیں جن کا آپ کلمہ پڑھتے ہیں، جن کی پیروی میں نجات ہے اور اس سے باہر نجات نہیں۔ سوچ لیں، معاملہ نجات کا ہے۔ اگر اسی حنفیت پر آپ کا خاتمہ ہو گیا تو معاملہ بڑا خطرناک ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ [14:ابراھیم :52]

☆☆☆☆☆

❶ (مشکوۃ :کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتب و السنۃ، رقم : 194... دارمی 116-115/1 ... مسند احمد 387/3 رقم : 14736)

وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ... (القرآن)
اے پیغمبرؐ! تو ان کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔"

مسئلہ سماع موتیٰ

کیا مردے سنتے ہیں؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مسئلہ سماع موتی

پہلے اسے پڑھیے: اس کتاب میں سوال وجواب کی شکل میں ''الف'' اور ''ب'' دو حروف کو ''اہل حدیث'' اور ''بریلوی'' کے مخفف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

ب السلام علیکم

ا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہیے! کیسے تشریف لائے؟

ب ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

ا فرمایئے! کیا مسئلہ ہے؟

ب مردے سنتے ہیں یا نہیں؟

ا ارے بھئی! یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔ یہ تو مشاہدے کی بات ہے' آپ کسی مردے سے بات کر کے دیکھ لیں' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں۔ وہ مردہ ہی کیا ہو گا جو سنے۔ سننا تو زندوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا۔ جو مر جاتا ہے وہ اس جہان سے چلا جاتا ہے اور برزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس جہان یعنی دنیا کے اعتبار سے وہ مردہ ہے۔ نہ سنتا ہے' نہ بولتا ہے۔ اگلے جہان یعنی برزخ میں وہ زندہ ہے۔ لیکن اس زندگی کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہم ان کو پکاریں اور وہ ہماری سنیں۔

ب کیا مردہ بالکل نہیں سنتا؟

ا مردہ جو ہوا اس لیے بالکل نہیں سنتا۔ اگر یقین نہ آئے تو بات کر کے دیکھ لیں۔

ب وہ بولے گا تو نہیں۔

ا بولے گا کیوں نہیں؟ اگر سنتا ہو گا تو ضرور بولے گا۔

ب مردے بولتے تو نہیں۔

ا بولتے کیوں نہیں؟

ب ان میں کوئی جان ہے جو بولیں؟

ا جب جان نہیں تو سن کیسے لیتے ہیں' کیا بولنے کے لیے جان کی ضرورت ہے' سننے کے لیے نہیں؟

ب ضرورت تو سننے کے لیے بھی ہے' لیکن سنا ہے کہ مردے سنتے ہیں بولتے نہیں۔

ا اگر بولتے نہیں تو سنتے کس لیے ہیں؟ اللہ نے انسان میں سننا رکھا ہی اس لیے ہے کہ سن کر جواب دے اگر جواب نہ دینا ہو تو سننے کا کیا فائدہ؟ قرآن میں ہے:

﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾

[6.الانعام:36] یعنی "جواب تو وہ دیں جو سنتے ہوں اور مردے نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔ ان کو اللہ قیامت کو اٹھائے گا' پھر اللہ کے سامنے پیشی ہوگی۔" در حقیقت سننا ہے ہی بولنے کے لیے اور بولنا سنانے کے لیے اگر ایک نہ ہو تو دوسرے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

ب یہ فلسفہ تو میں نہیں جانتا' البتہ میں نے سنا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

ا کس سے سنا ہے؟

ب اپنے مولوی صاحب سے۔

ا کیا آپ کے مولوی صاحب نے کسی مردے سے بات کی ہے؟

ب یہ تو مجھے معلوم نہیں' وہ کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔

ا آپ مولویوں کے کہنے پر نہ رہیں' وہ تو شاید کہہ ہی دیں۔ اس لیے کہ مردوں کے فیوض پر ان کا گزارا ہے' ایصال ثواب ان کا سہارا ہے' مردوں کے ثوابوں کے سارے پارسل اور منی آرڈر ان کی معرفت جاتے ہیں' ختم اور قل شل کی بلٹیاں وہ کرتے ہیں۔ مردوں کی روحیں ان کے پاس آتی رہتی ہیں۔ ان سے کیا بعید ہے کہ وہ یہ بھی کہہ دیں کہ مردے ہم سے باتیں بھی کرتے ہیں۔ اس لیے آپ ان کے کہنے پر نہ رہیں۔ اگر تحقیق کرنی ہے تو خود کسی مردے سے بات کر کے دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں۔

ب ہمارے مولوی صاحب تو بہت بڑے عالم ہیں۔ بڑے بڑے درسوں سے فارغ ہیں۔

ا فارغ تو وہ بالکل ہیں۔ جبھی تو وہ ایسی بات کہتے ہیں۔

ب وہ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

ا حدیثوں میں تو یہ بھی آتا ہے کہ مردے بولتے ہیں بلکہ مردے کا بول کرہتانا تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ کیا وہ مردوں کے بولنے کے قائل ہیں؟

ب قرآن مجید میں مردوں کے بولنے کے بارے میں کہاں ہے؟

ا سورۃ یٰسٓ میں ﴿ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾[36:یٰسٓ:26] مردے ہی کا تو قول ہے۔ اس کے علاوہ پہلے پارے میں بھی مردے کے بولنے کا واقعہ ہے۔ جہاں گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

ب وہ تو گائے کے گوشت کا ٹکڑا مارا تھا جس سے مردے نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتایا تھا۔

ا کیا گائے کا گوشت لگانے سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے اور بولنے لگ جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

ب یہ تو اللہ کی قدرت ہے ' ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

ا اگر مردے کو بلانے کا کام اللہ کا ہے تو مردے کو سنانے کا کام بھی اللہ ہی کا ہے ' ورنہ مردہ خود کیسے سن سکتا ہے؟

ب سن تو خود لیتا ہے ' حدیث میں نہیں آتا مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے ' حدیث میں یہ تو نہیں آتا کہ اللہ سناتا ہے ' حدیث میں تو یہ ہے کہ مردہ سن لیتا ہے۔

ا جس حدیث میں مردے کے بولنے کا ذکر ہے اس میں بھی تو یہ نہیں کہ اللہ بلاتا ہے ' اس میں بھی یہ ہے کہ اگر مردہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ "مجھے جلدی لے چلو" اگر نیک نہیں ہے تو کہتا ہے: "ہائے مجھے کہاں لیے جا رہے ہو"

ب اس کو مردے کا بولنا نہیں کہتے ' یہ تو اس کا "حال" ہے "قال" نہیں۔ اس کی حالت کو حضور علیہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے ' ورنہ یہ نہیں کہ وہ زبان سے یہ الفاظ کہتا ہے اور اگر اس کے اپنے الفاظ بھی ہوں تو یہ اس کی برزخی زندگی کا معاملہ ہے ' اس کا اس

دنیا سے کیا تعلق ؟ اس کو مردے کا بولنا نہیں کہتے۔ برعکس اس کے اس کے سننے کا معاملہ اس دنیوی زندگی سے متعلق ہے۔ کیونکہ وہ زندوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ یعنی اس دنیا کی آواز سنتا ہے' اس کو مردے کا سننا ہی کہیں گے۔

ا جیسے وہ اس دنیا کی آواز سنتا ہے ایسے ہی جب وہ بولتا ہے' یا چیخ و پکار کرتا ہے تو سوائے انسان کے دنیا کی ہر چیز اس کی آواز کو سنتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں: ((يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلاَّ الْاِنْسَانَ)) ❶ "انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز کو سنتی ہے"

ب انسان اس کی آواز کو کیوں نہیں سنتا ؟

ا حدیث میں حضور ﷺ نے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اگر لوگ سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں اور مردوں کو قبروں میں دفن ہی نہ کریں۔

ب ہمیں مردے کے بولنے اور شور مچانے کا پتا تو نہیں لگتا۔

ا آپ کو اس کے سننے کا پتا لگ جاتا ہے ؟

ب پتا تو سننے کا بھی نہیں لگتا۔

ا پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں ؟

ب حدیث ہی کہتی ہے۔

ا حدیث تو بولنے کے بارے میں بھی بتاتی ہے' پھر جب دونوں کے بارے میں حدیث ہی کہتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ سننے کو مانتے ہیں اور بولنے کو نہیں مانتے۔

ب تو پھر کیا دونوں کو ماننا چاہیے ؟

ا جب یہ ہے ہی مشاہدے کے خلاف تو آپ کیسے مان سکتے ہیں ؟

---

❶ (بخاری: کتاب الجنائز' باب قول المیت و ھو علی الجنازۃ قَدِّمُوْنِیْ رقم : 1316 مشکوٰۃ : کتاب الجنائز' باب مشی بالجنازۃ و صلوۃ علیھا ' رقم :1647.. نسائی ' کتاب الجنائز ' باب السرعۃ بالجنازۃ' رقم :1909)

ب آپ نے ہی تو بولنا ثابت کیا ہے' اب آپ دونوں کا انکار کرتے ہیں۔

ا اللہ کے بندے میں نے تو الزاما بات کی تھی۔ نہ کون کہہ سکتا ہے کہ مردے سنتے ہیں یا بولتے ہیں' آپ نے پوچھا تھا مردے سنتے ہیں یا نہیں' میں نے کہا بات کر کے دیکھ لیں' آپ نے کہا وہ تو بول نہیں سکتے' میں نے کہا پھر وہ سن بھی نہیں سکتے' آپ نے کہا سننا تو حدیث سے ثابت ہے' میں نے کہا ایسے ہی بولنا بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے' اب اگر آپ قرآن و حدیث کی رو سے ان کا سننا مانتے ہیں تو ان کا بولنا بھی مانئیں' ورنہ دونوں کا انکار کریں۔

ب جب حدیث میں آ گیا تو انکار کیسے کر سکتے ہیں'

ا حدیث میں یہ تو نہیں کہ مردے سنتے یا بولتے ہیں۔ حدیث میں تو خاص خاص موقعوں کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی وقت مردے کو سنا دیتا ہے یا بلا دیتا ہے۔ مردہ از خود ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ مردے کی حقیقت کو تو دیکھیں کیا وہ بول یا سن سکتا ہے؟

ب مردے کی حقیقت کیا ہے؟

ا حقیقت یہ ہے کہ جب مردے کی جان ہی نکل گئی' نبض بند ہو گئی' تمام طاقتیں ختم ہو گئیں' احساس جاتا رہا' اب وہ کیسے سن سکتا ہے؟ مردہ وہ تو نہیں ہوتا جس میں سننے کی طاقت ہو' بولنے کی نہ ہو' مردہ تو وہ ہوتا ہے جو کچھ بھی نہ کر سکے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں مردوں ہی کا تو نقشہ کھینچا ہے:

﴿ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾[7:الاعراف:195]

"کیا اب ان کے ایسے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چل پھر سکیں' ایسے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑ سکیں' ایسی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھ سکیں' ایسے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سن سکیں۔

مطلب یہ کہ مرنے کے بعد آدمی یہ اعضاء رکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتا'

کیوں کہ جسم میں جان نہیں ہوتی اور اگر اعضاء بھی نہ رہیں' آگ یا مٹی کھا جائے تو پھر تو سننے اور بولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ پھر سنے گا تو کس چیز سے' بولے گا تو کس چیز سے؟ اللہ تو اس حالت میں بھی سنا سکتا ہے' لیکن مردے کے بولنے یا سننے کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ نہ کان' نہ زبان۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾
[الروم:30:52]

"اے نبی! اور تو کوئی مردے کو کیا سنائے گا۔ آپ بھی مردوں کو نہیں سنا سکتے جیسا کہ بہروں کو نہیں سنا سکتے۔"

بہرے کے کان تو ہوتے ہیں' لیکن سننے کی طاقت نہیں ہوتی۔ جب وہ نہیں سن سکتا تو مردہ کیا سنے گا جس میں نہ سننے کی طاقت رہی اور نہ سننے کا آلہ۔ ہاں اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی اس کے ذرات کو سنا سکتا ہے۔ کسی اور کی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴾ [35 الفاطر:22]

"اللہ تو جسے چاہے سنا دے' کان ہوں' یا نہ ہوں' لیکن اے پیغمبر! آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں"

یعنی مردہ ہیں۔ اب اس قدر وضاحت کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ مردے سنتے ہیں؟

ب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب یہ مسئلہ اتنا صاف اور واضح ہے تو "اہلسنت" کی اتنی اکثریت کیوں اس کی مخالف ہے؟

ا اکثریت اور اقلیت سے حق کو نہیں جانچا کرتے۔ حق کو تو دلیل اور عقل سے جانچتے ہیں۔

ب کیا اتنی اکثریت کو آپ غلط کہیں گے؟

عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے والوں کی تعداد آپ کی اکثریت سے کہیں زیادہ

ہے۔ آپ انہوں کو غلط کہیں گے۔ اللہ کے بندے حق کے مقابلے میں اکثریت کو نہیں دیکھا کرتے۔

ب آپ تو صرف آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ آپ حق پر اور ہم جو کہ پچانوے فیصد ہیں غلطی پر۔ آپ نے بھی خوب کہی۔

ا آپ بتائیے! قوموں پر عذاب اکثریت کے بگاڑ سے آتا ہے یا قلیت کے ؟

ب اکثریت کے۔

ا اب مسلمانوں پر اقبال ہے یا ادبار؟ مستقل عذاب کی سی صورت ہے یا نہیں؟

ب ہیں تو مسلمان ساری دنیا میں ذلیل۔

ا تو پھر کیا یہ ذلت آپ کی وجہ سے ہے جو اکثریتی ہیں یا ہماری وجہ سے جو آٹے میں نمک کے برابر ہیں؟

ب ذمہ داری تو اکثریت پر ہی آتی ہے۔

ا جب ہی تو میں نے کہا ہے کہ آپ اکثریت کو نہ دیکھیں۔ اگر اکثریت کے عقائد درست ہوتے تو مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ آپ سوچیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اکثریت کے عقائد و اعمال درست ہوں اور پھر مسلمانوں کی یہ درگت ہو۔ مسلمانوں کا یہ زوال اس بات کی دلیل ہے کہ اکثریت بگڑی ہوئی ہے' عقائد بھی خراب' اعمال بھی برباد' قرآن مجید نے ٹھیک کہا ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[34: سبا:20]

''شیطان نے انسانوں پر اپنے خیال کو سچا ثابت کر دیا' سوائے تھوڑے سے ایمان والوں کے باقی سب اس کے پیچھے ہو لیے۔''

ب شیطان کا کیا خیال تھا جس کو اس نے سچا ثابت کر دیا؟

ا اس نے کہا تھا' میں اکثریت کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ﴿ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾[38:ص:82-83] چنانچہ اکثریت گمراہ ہو گئی۔

ب اس نے گمراہ کیسے کیا؟

ا   اس عقیدے کے ساتھ کہ مردے سنتے ہیں۔

ب   اس عقیدے کا گمراہی سے کیا تعلق ؟

ا   یہ عقیدہ شرک کی بنیاد ہے اور شرک اصل گمراہی ہے۔

ب   یہ عقیدہ شرک کی بنیاد کیسے ہو گیا؟

ا   اللہ کے سوا نبیوں' ولیوں' پیروں اور فقیروں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر جو پکارا جاتا ہے تو یہ اسی عقیدے کے تحت ہے کہ وہ سنتے ہیں اگر عقیدہ یہ ہو کہ وہ مر چکے ہیں اور جو مر جائے وہ نہیں سنتا تو ان کو کون پکارے اور یہ پکارنا ہی اصل شرک ہے۔

ب   شرک کہتے کسے ہیں؟

ا   اللہ کی ذات' صفات یا افعال میں کسی کو شریک سمجھنا شرک ہے۔

ب   اس کا کیا مطلب ہے ؟

ا   اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی شرک ذات کا ہوتا ہے' کبھی صفات و افعال کا۔ ذات کا شرک یہ ہے کہ کسی کو اللہ کی ذات میں شریک سمجھنا' اسی طرح کہ کوئی اللہ کا جزو ہے۔ یا اللہ کسی کا جزو ہے۔ کوئی اللہ کی اولاد ہے' یا اللہ کسی کی اولاد ہے' کوئی اللہ سے نکلا ہے یا اللہ کسی میں سے نکلا ہے۔ یعنی اللہ میں اور کسی میں جزو کل یا کسی رشتے ناطے کا تعلق ہے۔ جیسے باپ بیٹے یا آدم و حوا کا یا نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ کا۔ صفات کا شرک یہ ہے کہ اللہ جیسی صفات کسی اور میں ثابت کرنا۔ کسی کو عالم الغیب' یا مختار کل یا حی و قیوم سمجھنا۔ افعال کا شرک یہ ہے کہ جیسے کام اللہ کرتا ہے اور بھی کر سکتا ہے۔ مثلاً اولاد دینا' صحت دینا' زندہ کرنا وغیرہ۔

ب   آپ نے تو شرک کو بہت لمبا چوڑا بنا دیا ہے۔ ہم نے تو سنا ہے کہ شرک بتوں کی عبادت کو کہتے ہیں۔

ا   شرک تو اللہ کا شریک بنانے کو کہتے ہیں' خواہ نبی' ولی کو بنایا جائے یا پیر فقیر کو' زندوں کو بنایا جائے یا مردوں کو' بتوں کو بنایا جائے یا مزاروں کو۔ جب بندہ کسی کو بھی اللہ کی ذات و صفات اور افعال میں شریک سمجھتا ہے تو مشرک ہو جاتا ہے۔ شرک ایک عقیدہ ہے۔

عبادت بتوں کی ہو یا کسی اور کی۔ اس عقیدے کا نتیجہ ہے کہ آدمی مشرک پہلے بنتا ہے عبادت غیر کی بعد میں کرتا ہے۔ جیسے اللہ پر ایمان پہلے لایا جاتا ہے اور نماز بعد میں پڑھی جاتی ہے۔

ب ہم تو آج تک یہ سمجھتے رہے ہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہی شرک ہے۔

ا غیر اللہ کی عبادت کوئی بھی ہو۔ سب شرک ہے۔ عبادت صرف اسی کی ہو سکتی ہے جو خالق و رازق ہو۔ مالک و قادر ہو' حی و قیوم ہو' محی و ممیت ہو۔ چونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسی صفات کا مالک نہیں اس لیے عبادت کا مستحق بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔ بندگی بندے کے مالک کا ہی حق ہے۔ نوکر کسی کا ہو چاکری کسی کی کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ شیطان نے چونکہ انسان کو گمراہ کرنا ہے اس لیے وہ خدا کی مخلوق میں خدائی صفات کا تصور دلاتا ہے' تاکہ شرک ہو۔ وہ کہتا ہے: انبیا اور اولیا مرتے نہیں وہ صرف پردہ کرتے ہیں۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ وہ سب کچھ سنتے ہیں' دیکھتے ہیں۔ جب یہ عقیدہ شرک راسخ ہو جاتا ہے تو پھر ان کی عبادت شروع ہو جاتی ہے اور غائب کو حاجت روا سمجھ کر پکارنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ عبادت بدنی ہو یا مالی' قولی ہو یا فعلی' کسی قسم کی بھی ہو جبھی ہوتی ہے جب ان میں خدائی صفات مان لی جاتی ہیں۔ اگر عقیدہ یہ ہو کہ وہ مر گیا ہے اور اب کچھ نہیں کر سکتا' حتی کہ سن تک نہیں سکتا تو شرک کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے موت رکھی ہی اس لیے ہے کہ سب کی بے بسی اور عاجزی ظاہر ہو جائے اور شرک نہ ہو۔ یہ عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں موت کی تاثیر کو ختم کر دیتا ہے۔ پھر شرک پیدا ہوتا ہے۔ اللہ انبیا اور اولیا کو موت دے کر شرک کو مٹاتا ہے۔ مشرکین ان کو زندہ ثابت کر کے کہ وہ سنتے ہیں' دیکھتے ہیں' فیض پہنچاتے ہیں' شرک پھیلاتے ہیں۔ اگر یہ شیطانی مفروضات نہ ہوں تو شرک کا کاروبار چل ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین اس عقیدے کا دفاع کرتے ہیں اور قرآن اس کا بہت رد کرتا ہے۔ قرآن مردوں کے بولنے' چلنے' پھرنے کھانے پینے یا کسی اور فعل کی نفی پر اتنا زور نہیں دیتا جتنا سننے کی نفی پر زور دیتا ہے۔ کیوں کہ دوسرے تمام افعال نظر آتے

ہیں ان کا جھوٹ چل نہیں سکتا' سننے کا جھوٹ چل سکتا ہے۔ کیوں کہ اس کا پتا نہیں لگتا۔ اس لیے قرآن سننے کی تردید بہت کرتا ہے۔ زندہ اور مردے کا فرق تو کئی لحاظ سے ہے لیکن قرآن سننے کے فرق کو ہی نمایاں کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَ مَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴾ [35:الفاطر:22]

زندے اور مردے برابر نہیں۔ ان میں بڑا فرق ہے۔ فرق یہ ہے کہ زندہ سنتا ہے' مردہ سنتا نہیں' زندہ کو ہر کوئی سنا سکتا ہے' مردے کو اللہ سنائے تو سنائے اور کوئی نہیں سنا سکتا۔ حتیٰ کہ اے نبیؐ! آپ بھی مردے کو نہیں سنا سکتے۔

اگر کوئی سمجھے تو موت ہے ہی شرک کی کمر توڑنے کے لیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی ولی پر موت وارد کی تاکہ لوگ ان کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے مرے اور دفن ہوئے۔ اس طرح اللہ نے ان کی بے بسی اور عاجزی کو خوب ظاہر کر دیا کہ جو خود مر گئے وہ کسی کو کیا بچا یا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ وہ تو اب سننے بولنے سے بھی عاجز ہیں۔ فائدہ کیا پہنچائیں گے۔ لہٰذا ان کو سہارا سمجھنا اور مشکل کشا جاننا حماقت ہے۔ پکارنے اور سہارا بنانے کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ جس کو موت نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾[40:الغافر:65]

"وہ زندہ ہے' وہی الٰہ ہے' اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ عقیدہ درست کر کے اسی کو پکارو۔"

یعنی پکارے جانے کے لائق وہ ذات ہے جو زندہ ہے' جسے موت نہیں۔ پھر فرمایا:

﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ ﴾[25:الفرقان:58]

"بھروسہ بھی اسی زندہ پر کرو جسے موت نہیں"

جس کے لیے موت ہو اس پہ کیا بھروسہ؟ شرک کروانے کے لیے شیطان کی

کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ نبیوں ولیوں کو مردہ نہ ہونے دے بلکہ ان کو زندہ ثابت کرے۔اس لیے کبھی وہ کہتا ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ

"اولیا مرتے ہی نہیں' بلکہ دنیا سے پردہ کر لیتے ہیں۔ کبھی وہ کہتا ہے:"بزرگ مرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں دنیا کی طرح زندہ ہوتے ہیں اور سب کچھ کرتے ہیں۔ کبھی وہ کہتا ہے: "مردے سارے ہی سنتے ہیں۔جب سارے ہی سنتے ہیں تو انبیا اور اولیا تو بطریق اولیٰ سنتے ہوں گے۔جب وہ سنتے ہیں تو ان کو پکارنے میں کیا حرج۔ان کو تو دنیا میں بھی اللہ کا قرب حاصل تھا۔مرنے کے بعد تو اور قرب حاصل ہو جاتا ہے۔اس لیے ان کی طاقتوں میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔جو کام پہلے دنیوی زندگی میں وہ نہیں کر سکتے تھے اب کر سکتے ہیں۔وہ خود بہت کچھ کر سکتے ہیں۔اللہ سے بھی بذریعہ سفارش بہت کچھ کروا سکتے ہیں۔لہذا ان کو پکارنا چاہیے۔

مشرکوں کو مردوں کے سننے کے عقیدہ کی اصل میں ضرورت تو انبیا اور اولیا کے لیے تھی تاکہ ان کو خدا کا شریک بنایا جا سکے۔لیکن چونکہ ان کے لیے کوئی خاص دلیل نہ تھی' انھیں عام نصوص سے کام لینا پڑتا ہے جو بطور اعجاز خداوندی عام مردوں کے لیے تھیں اس لیے مسئلہ یہ بنایا کہ مردے سنتے ہیں ورنہ عام مردوں کے سننے سے مشرکوں کو کوئی دلچسپی نہیں۔چونکہ عام مردوں کے سننے سے خواص کا سننا بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے اور علیحدہ ان کے سننے کی کوئی دلیل نہیں اس لیے عام مردوں کے سننے پر زور دیا جانے لگا اور استدلال ان نصوص سے کیا جانے لگا جو اللہ کی قدرت پر دال ہیں نہ کہ مردوں کے سننے پر۔ اگرچہ شیطان اپنی ان چالوں میں بہت کامیاب ہے۔اس نے مسلمانوں کی اکثریت کو گمراہ کر لیا ہے' کیونکہ یہ عیقدہ بہت عام ہے' لیکن عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ عقیدہ بالکل بے بنیاد ہے۔ایک طرف مردہ کہنا' دوسری طرف یہ کہنا کہ وہ سنتا ہے' صریح تضاد ہے۔وہ مردہ ہی کیا ہو گا جو سنے۔سننا زندوں کا کام ہے' نہ کہ مردوں کا۔

ب یہ عقیدہ بے بنیاد کیسے ہے؟ قبرستان میں جا کر جب سلام کیا جاتا ہے تو مردے سنتے ہیں۔

ا کہاں سنتے ہیں؟

ب اگر نہیں سنتے تو قبرستان جا کر السلام علیکم کیوں کہا جاتا ہے؟

ا جب آپ کسی کو خط لکھتے ہیں تو اسلام علیکم خطاب کے صیغے سے کیوں لکھتے ہیں' کیا وہ اس وقت سنتا ہے؟

ب سنتا تو نہیں لیکن ہم خط میں اس سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کو حاضر سمجھ لیتے ہیں۔

ا ایسے ہی دعا میں ہم مردوں کو سمجھ لیتے ہیں اگرچہ وہ سنتے نہیں۔

ب لیکن خط تو اس کو پہنچنا ہی ہوتا ہے۔

ا ہمارا سلام بھی مردوں کو بذریعہ خدائی ڈاک پہنچنا ہی ہوتا ہے۔

ب کیا مردے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے۔

ا صحیح تو یہ ہے کہ جواب نہیں دیتے۔ کیونکہ ہمارا اسلام سلام تحیہ نہیں ہوتا جس کے جواب کی ضرورت ہو بلکہ سلام دعا ہوتا ہے' جو بطور دعا کے ان کو پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر مان لیا جائے کہ وہ جواب دیتے ہیں تو اس کی صورت وہی ہوتی ہے جو خط کے سلام اور اس کے جواب کی ہوتی ہے جس میں سننا سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں بلکہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ مردے کا سلام و جواب بھی کلام کی قسم سے نہیں ہوتا کہ مردہ زندے کا سلام سنے او زندہ مردے کا' کیونکہ ان میں بہت بعد ہوتا ہے۔ ایک اس جہان میں ہوتا ہے دوسرا اگلے جہان میں سوائے خدائی ذریعے کے ارسال و ترسیل کی صورت نہیں ہوتی۔ جب خدائی ڈاک سے زندے کا سلام مردے کو پہنچتا ہے۔ جیسے اور دعائیں پہنچتی ہیں تو وہ جواباً دعا دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ زندے کا السلام علیکم سن کر وعلیکم السلام کہتا ہے۔ (جیسا کہ کلام کیا جاتا ہے)

ب کیا مردے سلام خود نہیں سنتے ؟

ا اللہ کے بندے وہ مردے ہیں' وہ کیا سنیں گے ؟

ب ہم نے تو یہی سنا ہے کہ وہ سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

ا کبھی آپ نے ان کا جواب سنا ہے۔

ب سنا تو کبھی نہیں۔

ا پھر اس جواب کا فائدہ کیا جو آپ کو سنائی نہ دے۔

ب ہم ان کا جواب کیسے سن سکتے ہیں ؟

ا جیسے وہ ہمارا سن لیتے ہیں' وہ مرے ہوئے سن لیں آپ زندہ نہیں سن سکتے۔

ب موت کے بعد تو مردے میں بہت طاقت آجاتی ہے۔اس لیے وہ سن سکتا ہے ہم نہیں سن سکتے۔

ا جب ان میں بہت طاقت آجاتی ہے تو پھر وہ ہمیں کیوں نہیں سنا دیتے یا تو سلام کا جواب نہ دیں اور اگر جواب دیتے ہیں تو پھر ہمیں سنائیں۔وہ جواب ہی کیا ہوا جو سنائی نہ دے۔

ب انھیں ہمیں سنانے کی کیا ضرورت ہے ؟

ا جو ضرورت انھیں سننے کی ہے۔اگر مردوں کو سلام کا جواب سنانے کی ضرورت نہیں تو ہمارا سلام سننے کی بھی ضرورت نہیں۔ہمارا سلام دعا ہے جو اللہ خود بخود پہنچا دیتا ہے۔اس میں سننے سنانے کے تکلف کی کیا ضرورت ؟

ب مردوں کا تو حق ہے کہ ہم ان کو سلام بھیجیں اور مختلف عمل کر کے ان کو ثواب پہنچائیں

ا جب وہ زندہ ہیں تو ان کو ثواب پہنچانے کی ضرورت ؟ ایصال ثواب تو مردوں کو کیا جاتا ہے نہ کہ زندوں کو۔زندہ تو خود عمل کر لیتا ہے' عمل تو مردہ نہیں کر سکتا۔حدیث میں ہے :

((اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ)) [1]

---

[1] (مسلم : كتاب الوصية' باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته' رقم : 1631-14 ... نسائي ' كتاب الوصية ' باب فضل الصدقة على الميت' رقم : 3681 ... ابي داؤد' كتاب الفرائض ' باب ماجاء في الصدقة على الميت ' رقم : 2880 ... ارواء الغليل 28/6 كتاب الوقف)

"مرنے کے بعد آدمی کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔"

وہ کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ بھی ایک عمل ہے جس کا ثواب مرتب ہوتا ہے۔

ب آپ کہتے ہیں مردہ کوئی عمل نہیں کر سکتا' حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

ا حدیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو لبیک لبیک پکارتے ٹیلے سے اترتے ہوئے حج کو جاتے دیکھا ہے۔ اسی طرح یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر لبیک لبیک پکارتے ہوئے دیکھا ہے۔

ب جب موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فوت شدگان کا عمل کرنا تو ثابت ہو گیا۔

ا جب تلبیہ پکارتے ہوئے حج کو جاتے دیکھا تو حج کرنا ثابت نہ ہوا؟

ب حضور ﷺ نے دیکھا تو حج کرنا بھی ثابت ہو گیا۔

ا اگر وہ حج بھی کرتے ہیں تو حج کرتے ہوئے لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتے؟

ب جب وہ اس جہان سے چلے گئے ہیں تو اب نظر کیسے آ سکتے ہیں؟

ا یہی تو ہم کہتے ہیں کہ جب وہ اس جہان سے چلے گئے ہیں اور برزخ میں پہنچ چکے ہیں تو اب وہ حج کیسے کر سکتے ہیں۔ حج تو زندوں پر ہے جو اس جہان کے باشندے ہیں نہ کہ مردوں پر جو کہ برزخی زندگی گزار رہے ہیں۔

ب جب حضور ﷺ نے ان کو حج کرتے دیکھا تو وہ حج کرتے ہیں۔

ا اگر وہ حج کرتے ہیں تو صحابہ جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے ان کو وہ نظر کیوں نہ آئے؟

ب ممکن ہے اس وقت صحابہ ساتھ نہ ہوں۔

ا حج بھی کبھی اکیلے ہوتا ہے؟ حج تو نویں تاریخ کو دن میں ہوتا ہے اور سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلم شریف کی حدیث میں صراحت ہے کہ صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کونسی پہاڑی ہے' صحابہؓ نے بتایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا

گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پکارتے ہوئے ٹیلے سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس طرح سرخ اونٹنی پر یونس علیہ السلام کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا۔ جب حضور ﷺ نے ہی دیکھا اور صحابہؓ کو نظر نہ آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا جو اللہ نے ان کو ان نبیوں کی دنیوی زندگی کی ایک جھلک دکھادی۔ یہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام حقیقتاً اس وقت قبر میں نماز پڑھ رہے تھے یا لبیک لبیک پکارتے حج کو جارہے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے کہا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں:

((كَأَنِّيْ أَنْظُرُ)) ❶

یعنی فی الواقع وہ اس وقت نماز نہیں پڑھ رہے تھے۔ وہ مثالی صورت تھی۔

ب جب آپؐ نے دیکھا تو یہ ضرور حقیقت ہوگی۔

ا حقیقت تو تھی، لیکن حقیقت دنیوی زندگی کی تھی جو اللہ نے اس وقت دکھائی۔

ب حضور ﷺ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے۔

ا تھے تو وہ موسیٰ علیہ السلام ہی، لیکن وہ منظر ان کی دنیوی زندگی کا تھا۔ وہ اس وقت موجود نہ تھے بلکہ عالم مثال تھا۔ جیسے حضرت بلالؓ کو آپؐ نے معراج کی رات جوتوں سمیت جنت میں چلتے پھرتے دیکھا۔ حالانکہ وہ اس وقت دنیا میں زندہ موجود تھے۔ ابھی فوت بھی نہیں ہوئے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کا عالم آخرت کا نقشہ حضور علیہ السلام کو دکھادیا ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی دنیوی زندگی کا نقشہ دکھادیا۔
ایسے واقعات سے یہ استدلال کرنا کہ فوت شدگان زندہ ہیں اور عمل کرتے ہیں، صحیح

---

❶ (مسلم، كتاب الايمان، باب الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السموات و فرض الصلوٰت، رقم :268 .. ابن ماجة، كتاب المناسك، باب الحج على الرحل، رقم :2891)

نہیں کیونکہ یہ برزخی زندگی کے معاملات ہیں جو کہ خرق عادات ہیں۔ ان سے کوئی عموم کشید کرنا زیادتی ہے۔ مردے مردے ہیں' نہ سنتے ہیں' نہ بولتے ہیں' نہ نماز پڑھتے ہیں' نہ حج کرتے ہیں۔ اللہ جس حالت میں چاہے ان کو دکھادے یا جو چاہے کروا دے' لیکن جو وہ کریں گے وہ ان کا فعل نہ ہوگا' بلکہ اللہ کا فعل ہوگا۔ جیسے اگر کوئی کسی کو اتفاق سے کہیں مل جائے تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ وہاں رہتا ہے۔ اگر کسی کو راستے میں کوئی روپیہ پیسہ مل جائے تو یہ نہیں کہیں گے کہ فلاں جگہ پیسے ملتے ہیں۔ یہ تو اتفاق ہے جس کے لیے عموم نہیں ہو سکتا۔ آپ جو کہتے ہیں کہ مردے سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ پھر اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں تو آپ یہ بتائیں کہ اگر ان سے کچھ اور پوچھا جائے تو کیا وہ سنیں گے اور جواب دیں گے۔

ب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔

ا پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ اگر مردے سنتے ہوں اور جواب دیتے ہوں تو سب کچھ سنیں اور جواب دیں۔ یہ تو نہیں کہ صرف سلام سنیں اور سلام کا ہی جواب دیں۔ نہ اور کچھ سنیں اور نہ کسی بات کا جواب دیں۔ اگر وہ اپنی طاقت سے سلام سنتے اور جواب دیتے ہوں تو وہ سب کچھ سنیں اور جواب دیں' لیکن اگر وہ صرف سلام ہی سن سکتے ہوں اور صرف اس کا ہی جواب دے سکتے ہوں تو پھر ظاہر ہے کہ وہ زندہ نہیں اور سلام سننا اور جواب دینا ان کا فعل نہیں بلکہ اللہ کا فعل ہے۔ جسے خرق عادت کہیں گے۔ خرق عادت یا معجزہ اسی جزئی یا خاص واقعہ پر بند رہتا ہے۔ اس سے عام استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

ب مردہ جوتیوں کی آہٹ تو سنتا ہے۔ جب اسے قبر میں بند کر کے جاتے ہیں یا وہ بھی نہیں سنتا۔

ا وہ تو سنتا ہے۔

ب پھر مردوں کا سننا تو ثابت ہو گیا۔

ا مردوں کا سننا ثابت نہ ہوا اللہ کا سنا دینا ثابت ہوا' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور خاص

موقع کا ذکر ہے۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مردے سنتے ہیں۔ اس سے تو بلکہ یہ ثابت ہوا کہ مردہ نہیں سنتا۔ اگر مردہ سنتا ہوتا تو حدیث میں یہ ذکر نہ ہوتا کہ جب مردے کو دفن کر کے جاتے ہیں تو وہ جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے بلکہ عام بات ہوتی کہ انسان مرنے کے بعد بھی ہر آواز ہر وقت سنتا ہے۔ اس میں جانے والوں کے جوتوں کی آواز بھی آجاتی اور آنے والوں کی بھی اور عام باتیں بھی۔ کیونکہ خاص سے عام ثابت نہیں ہوتا بلکہ عام سے خاص ثابت ہو جاتا ہے۔ جب حدیث میں عام ذکر نہیں بلکہ خاص ذکر ہے کہ وہ جانے والوں کے صرف جوتوں کی آواز سنتا ہے تو ان کی باتیں نہیں سنتا۔

ب جب سنتا ہے تو سب کچھ ہی سنتا ہو گا۔

ا بھئی! حدیث کو تو دیکھو جو آپ نے پیش کی ہے۔ اس میں تو صرف جانے والوں کی آہٹ کے سننے کا ذکر ہے اگر وہ سب کچھ ہی سنتا ہوتا تو پھر اس کو خاص کرنے کا فائدہ

ب یہ خاص موقع کی بات نہیں بلکہ حدیث کا مطلب ہے کہ مردہ جوتیوں کی آہٹ تک سنتا ہے۔ جس سے دلالتاً ثابت ہو گیا کہ وہ سب کچھ اور ہر وقت سنتا ہے۔

ا جوتیوں کی آہٹ تو آنے والوں اور جانے والوں کی برابر ہے' پھر جانے والوں کو خاص کرنے کا کیا فائدہ؟

ب اس فائدہ کا مجھے پتا نہیں' لیکن فی الجملہ یہ تو ثابت ہو گیا کہ وہ سنتا ہے۔ مقید کے ضمن میں مطلق آ ہی جاتا ہے۔

ا حدیث کا مقصود یہ بتانا نہیں کہ مردے سنتے ہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے جاتے ہیں تو اسے احساس دلایا جاتا ہے کہ دیکھ جن کی وجہ سے تو مارا مارا پھرتا تھا' حلال حرام' جائز ناجائز کی بھی کوئی تمیز نہیں رکھتا تھا۔ اب تجھے تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کوئی تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس لیے چھوڑ کر جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنائی جاتی ہے' نہ آنے والوں کی آہٹ' نہ جانے والوں کی باتیں کیونکہ اکیلے رہ جانے اور چھوڑ جانے کا احساس اسی سے ہو سکتا ہے۔

ب حدیث کا مقصود کچھ بھی ہو سننا تو ثابت ہو گیا۔ کسی وقت سننے سے ہر وقت سننے کی نفی تو نہیں ہوتی۔

ا اس سے ہر وقت سننا بھی تو ثابت نہیں ہوتا۔

ب جب ایک دفعہ سننا ثابت ہو گیا تو ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ آپ جب اب سنتے ہیں تو پھر بھی سن سکیں گے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پھر آپ نہیں سنیں گے۔ جو ایک وقت سن سکتا ہے وہ ہر وقت سن سکتا ہے۔

ا ارے میں تو زندہ ہوں اور سننا میرا فعل ہے' اس لیے میں تو ہر وقت سن سکتا ہوں' لیکن بات تو مردے کی ہو رہی ہے۔ آپ مردے کو زندے پر قیاس کرتے ہیں۔ سوتے اور جاگتے میں بہت فرق ہے۔ جاگتا سنتا ہے اور سویا ہوا نہیں سن سکتا۔ زندہ اور مردہ میں تو اس سے بھی زیادہ فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَ مَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴾ [35 الفاطر:22]

زندے اور مردے برابر نہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ زندہ سنتا ہے' مردہ نہیں سنتا۔ اللہ تو جسے چاہے سنا دے' وہ تو مردے کو بھی سنا سکتا ہے' لیکن اے نبی! تو مردے کو نہیں سنا سکتا۔ تو صرف زندے کو ہی سنا سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ زندہ تو خود سنتا ہے' لیکن مردہ نہیں سن سکتا۔ مردے کو تو جب سنائے اللہ ہی سنائے۔

ب جب اللہ سناتا ہے پھر تو سنتا ہے؟

ا ہاں پھر تو سنتا ہے۔

ب سننا تو پھر بھی ثابت ہو گیا۔

ا اللہ اگر پتھر کو سنائے تو وہ نہیں سنے گا؟

ب تو پھر' پتھر کے لیے بھی سننا ثابت ہو گیا۔

ا کیا آپ کہیں گے کہ پتھر بھی سنتے ہیں؟

ب پتھر اور بندے میں تو بہت فرق ہے۔

ا پتھر اور بندے میں تو بہت فرق ہے، لیکن پتھر اور مردے میں تو سننے اور دیکھنے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ جیسے پتھر میں سننے کی طاقت نہیں ایسے ہی مردے میں بھی سننے کی صلاحیت نہیں۔

ب جب مردے میں سننے کی صلاحیت نہیں تو پھر مردہ جوتیوں کی آہٹ کیسے سن لیتا ہے۔

ا وہ تو اللہ سناتا ہے۔ اس کو مردے کا سننا نہیں کہتے۔

ب سنتا تو مردہ ہی ہے۔ مردے کا سننا کیوں نہیں کہتے؟

ا یہ نسبت مجازی ہے۔ حقیقت میں یہ فعل مردے کا نہیں ہوتا، اللہ کا ہوتا ہے۔ چونکہ مردہ اللہ کے اس فعل کے لیے محل ہوتا ہے اس لیے مجازاً نسبت مردے کی طرف کر دیتے ہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں اسٹیشن آ گیا، حالانکہ آنے کا کام گاڑی کرتی ہے۔ نسبت اسٹیشن کی طرف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، اور گراموفون ہیں۔ ہم کہتے ہیں ریڈیو بولتا ہے حالانکہ بولنا اس کا فعل نہیں۔ مجازاً اس کی نسبت اس کی طرف کر دیتے ہیں۔ کیونکہ بظاہر فعل کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔ کوئی فعل کسی کا اس وقت کہلاتا ہے جب وہ اس کو اپنے شعور اور ارادے اور اپنی طاقت سے کرے جو اللہ نے اس میں مستقل طور پر ودیعت کر رکھی ہے۔ مردہ چونکہ مردہ ہے اس میں احساس اور ارادہ نہیں ہوتا اس لیے اس کے کسی فعل کو اس کا فعل نہیں کہتے۔ وہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ جسے اعجاز کہتے ہیں اور اعجاز میں عموم نہیں ہوتا کہ آپ اس پر قیاس کریں۔ موسیٰ کا عصا جب اللہ چاہتا تھا سانپ بن جاتا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لاٹھیاں سانپ بن جاتی ہیں۔ حضور ﷺ معراج میں آسمانوں پر گئے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ انسان آسمانوں پر جا سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ جب مردہ جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے تو وہ سب کچھ سنتا ہوگا۔ جیسا کہ ہم سب کچھ سنتے ہیں ہم زندہ ہیں، وہ مردہ ہیں۔ زندے اور مردے میں یہی فرق ہے کہ زندہ اپنی طاقت سے سنتا

ہے اور مردے میں وہ طاقت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ نہیں سن سکتا۔ زندہ بھی اس وقت تک سن سکتا ہے جب تک اس میں وہ طاقت رہتی ہے۔ آپ بتائیں کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو پھر بھی سنتا ہے؟

ب پھر تو وہ نہیں سنتا۔

ا جب سویا ہوا آدمی نہیں سن سکتا تو مردہ کیسے سنے گا؟

ب شہداء تو سنتے ہوں گے' وہ تو زندہ ہیں۔

ا شہید کہتے کسے ہیں؟

ب جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے۔

ا قتل ہونے کے بعد شہید بنتا ہے یا پہلے؟

ب بنتا تو قتل ہونے کے بعد ہی ہے۔

ا جان نکلنے سے پہلے تو کوئی شہید نہیں ہو سکتا۔

ب نہیں۔

ا پھر شہید زندہ کیسے ہوا؟ زندہ تو غازی ہوتا ہے' شہید نہیں ہوتا۔

ب سنا ہے کہ شہید تو مرتے ہی نہیں۔

ا اگر مرتے نہیں تو شہید کیسے ہو جاتے ہیں؟ شہید تو ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں مر جائے' یعنی شہادت ملتی ہی موت کے بعد ہے۔

ب کیا قرآن مجید نہیں کہتا کہ شہید زندہ ہیں۔

ا قرآن مجید کہاں کہتا ہے کہ شہید زندہ ہیں۔ قرآن مجید تو پہلے شہداء کے لیے موت ثابت کرتا ہے' پھر برزخی زندگی کی خبر دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾

[3:آل عمران:169]

"جو جہاد میں مارے جاتے ہیں' ان کو مردہ نہ خیال کرو۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ رزق دیے جاتے ہیں۔"

قرآن شہید کو دنیا کے اعتبار سے مردہ اور اگلے جہان کے اعتبار سے زندہ بتاتا ہے۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ شہید دنیا میں زندہ ہیں سنتے ہیں دیکھتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں۔

ب اگلے جہان میں تو سارے ہی زندہ ہیں پھر شہیدوں کی کیا خصوصیت ؟

ا کیا شہیدوں کی خصوصیت اسی میں ہے کہ وہ دنیا میں واپس آجائیں گے ؟

ب آخر یہ خصوصیت تو ہے کہ وہ مر کر بھی زندہ ہیں۔

ا کہاں ؟ دنیا میں یا برزخ میں۔

ب دونوں جگہ۔ دنیا میں بھی اور برزخ میں بھی۔

ا دونوں جگہ کیسے ہو سکتے ہیں' آپ جانتے ہیں برزخی زندگی کب شروع ہوتی ہے ؟

ب جب آدمی مر جاتا ہے۔

ا یعنی دنیوی زندگی ختم ہونے پر۔

ب ہاں۔

ا جب برزخی زندگی دنیوی زندگی کے ختم ہونے پر شروع ہوتی ہے تو دونوں جمع کیسے ہو سکتی ہیں۔ کیا دن رات جمع ہو سکتے ہیں ؟ کیا جوانی اور بڑھاپا جمع ہو سکتے ہیں۔ جب ایک چیز کی ابتدا دوسری کی انتہا ہو تو ایسی چیزیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ جیسے دن رات جمع نہیں ہو سکتے۔ دن ختم ہو گا تو رات آئے گی' جیسے بچپن' جوانی' بڑھاپا جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ ایک ختم ہو گا تو دوسرا آئے گا۔ اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص دنیا میں بھی زندہ ہو اور برزخ میں بھی۔ اگر دنیا میں زندہ ہے تو برزخ میں نہیں' اگر برزخ میں زندہ ہے تو دنیا میں نہیں- کیونکہ دنیوی زندگی ختم ہونے کے بعد برزخی زندگی شروع ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کا سفر پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے بچپن' پھر جوانی' پھر بڑھاپا۔ پھر موت کے دروازے سے برزخ۔ پھر آخرت' پھر اصلی ٹھکانا: جنت یا دوزخ۔ اس پر یہ سفر ختم ہو جاتا ہے۔ جب سے یہ سفر شروع ہوتا ہے آدمی کا رخ آگے کی طرف ہی رہتا ہے۔ آگے کی طرف قدم سست یا تیز ہو سکتا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹ

سکتا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ بچپن میں ہی موت آجائے' جوانی اور بڑھاپے کی نوبت ہی نہ آئے' لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جوان پھر بچہ بن جائے' یا بوڑھا پھر جوان ہو جائے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ برزخ میں ہی اخروی لذتیں حاصل ہونے لگ جائیں۔ جیسا کہ شہداء کو حاصل ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شہید برزخ سے واپس دنیا میں آجائے۔ کیونکہ یہ دنیا قید خانہ ہے اور موت اس سے نکلنے کا دروازہ ہے۔ چونکہ موت سے ہی آدمی اس قید خانے سے نکلتا ہے اس لیے موت سے ہی مومن کی ترقی ہے۔ اس لیے نبی' ولی' خاص' عام سب پر موت آتی ہے اور وہ اس دروازے سے نکل کر جو مدارج اللہ نے ان کے لیے تیار کیے ہیں ان کے حصول کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ شہید اور نبی تو درکنار کوئی مومن بھی نہیں چاہتا کہ ایک دفعہ اس قید خانے سے نکل کر پھر اس قید خانے میں واپس آجائے اور اپنی منزل مقصود سے دور رہو۔

ب سنا ہے شہید تو اس دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرتے ہیں۔

ا دنیا میں آنے کی آرزو نہیں کرتے دوبارہ شہید ہونے کی آرزو کرتے ہیں۔

ب آخر شہید تو اس دنیا میں آکر ہی ہو سکتے ہیں۔

ا تو پھر کیا اللہ ان کو بھیج دیتا ہے؟

ب آخر بھیجتا ہی ہو گا۔ اللہ ان کی بات رد تو نہیں کرتا ہو گا۔

ا تو پھر کیا آپ نے کسی شہید کو دنیا میں آکر رہتے اور دوبارہ شہید ہوتے دیکھا ہے؟

ب دیکھا تو نہیں۔

ا آپ نے دیکھا بھی نہیں اور آتا بھی کوئی نہیں۔ اللہ ان کی اس خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے۔ اس لیے کہ یہ فعل عبث ہے' اللہ کی حکمت کے خلاف ہے مر کر پھر دنیا میں آنا تنزل ہے' ترقی نہیں۔ ترقی آگے جانے میں ہے کیونکہ جنت آگے ہے اور جنت کا مل جانا فوزِ عظیم ہے اس لیے مومن آگے ہی جاتا ہے دنیا میں واپس نہیں آتا۔

ب عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ تو دنیا میں واپس آئے۔

ا اس کو واپس آنا نہیں کہتے۔ واپس آنا تو وہ ہے جو اپنی مرضی سے ہو اور ایسے کوئی واپس نہیں آیا۔

ب مرضی سے آیا یا اللہ لایا' دنیا میں آ تو گیا۔ دنیوی زندگی تو مل گئی۔

ا اس کو دنیوی زندگی نہیں کہتے۔ دنیوی زندگی تو اس وقت تک ہے جب تک موت نہ آئے۔ جب موت آجاتی ہے تو دنیوی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر معجزانہ طور پر اللہ کسی کو زندہ بھی کر دے تو وہ دنیوی زندگی نہیں کہلائے گی۔ کیونکہ دنیوی زندگی ایک خاص زمانے کا نام ہے جو پیدائش سے شروع ہو کر موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے زمانہ لوٹ کر نہیں آتا ایسے ہی یہ زندگی بھی لوٹ کر نہیں آتی۔ اللہ کسی مردے کو زندہ بھی کر دے تو وہ برزخی زندگی ہی کہلائے گی۔ کیونکہ اس پر دنیا کی زندگی کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ ایسے ہی اللہ کسی زندے کو جس کی عمر ابھی باقی ہو معجزانہ طور پر مار دے اور جتنی دیر چاہے مردہ رکھے اور پھر زندہ کر کے چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی عمر پوری کرے تو یہ دنیوی زندگی ہی کہلائے گی۔ جب تک اس کی عمر پوری نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ یا بنی اسرائیل میں کئی مرتبہ ہوا۔ اس کو یوں سمجھیں قرآن میں کچھ سورتیں مکی ہیں کچھ مدنی۔ مکی وہ کہلاتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی وہ جو ہجرت کے بعد۔ اگر ہجرت کے بعد کوئی سورت یا آیت مکے میں نازل ہوئی تو اس کو مدنی ہی کہتے ہیں کیونکہ یہ اس زمانے سے تعلق رکھتی ہے جو ہجرت کے بعد کا ہے۔ یہی حساب دنیوی اور برزخی زندگیوں کا ہے۔ موت سے پہلے کی زندگی دنیوی ہے اور موت کے بعد کی برزخی۔ اگرچہ عارضی طور پر اللہ دنیوی زندگی میں کچھ عرصہ مردہ رکھے یا برزخی زندگی میں کچھ عرصہ زندہ رکھے۔ اس کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ یہ نہیں کہ زندہ ہی رہتے تھے۔ وہ تو معجزہ ہوتا تھا۔ جتنی دیر اللہ کو منظور ہوتا اللہ ان کو زندہ رکھتا۔ پھر ان کو مردہ کر دیا جاتا' بغیر موت کی تکلیف کے۔ معجزات کا یہی حال ہوتا ہے' ان کو دکھانے کے بعد اشیاء کو اصلی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بنے

کے بعد پھر عصا بن جاتا تھا۔

﴿سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ﴾[20:طه:21]

عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا ان کا معجزہ تھا جو اللہ کا فعل تھا۔ معجزہ نبی کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کر کے دکھایا کہ میں جو عدم سے وجود میں لا سکتا ہوں تو میں مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہوں۔ میرے لیے ایک جہان سے دوسرے جہان میں لانا' لے جانا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن معجزہ ایک خاص چیز ہوتی ہے اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اس سے نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ بچے بغیر باپ کے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ مردے زندہ بھی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کئی مردے زندہ ہوئے' یا مردے کلام بھی کر لیتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے بدر کے مقتولین سے کلام کیا تھا یا مردہ جب اس کو قبر میں رکھ کر جاتے ہیں تو وہ جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں' وہ جو چاہے کر دے اس کو ایک کلیہ نہیں بنا سکتے۔

ب انبیا بھی نہیں سنتے ؟

ا انبیا کیسے سن سکتے ہیں' کیا ان پر موت نہیں آتی ؟

ب موت تو آتی ہے۔

ا جب موت آتی ہے تو پھر وہ کیسے سن سکتے ہیں ؟ موت تو موت ہے جس پر بھی آتی ہے مردہ کر دیتی ہے۔ مرنے والا کوئی بھی کیوں نہ ہو' نہ سن سکتا ہے' نہ بول سکتا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے' نہ کچھ کر سکتا ہے۔

ب نبیوں اور انسانوں میں تو بہت فرق ہے۔

ا فرق تو بہت ہے' لیکن موت تو ایک ہے۔ موت میں تو کوئی فرق نہیں۔

ب نبی کی ذات تو بہت بڑی ہوتی ہے۔

ا کتنی بڑی ہو' موت سے مفر نہیں' موت تو لازمی ہے۔ موت تو صرف اللہ کے لیے

نہیں۔باقی سب کے لیے ہے۔

ب لیکن انبیا اور غیر انبیا میں فرق تو ضرور ہونا چاہیے۔

ا موت میں کیا فرق ہو سکتا ہے' یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان کی جان اوروں کی نسبت آسانی سے نکلے' لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ان پر موت نہ آئے یا ان کی جان پوری نہ نکلے' آدھی نکلے۔ موت تو کہتے ہی پوری جان نکلنے کو ہیں۔ جس پر موت آتی ہے وہ مر جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ احساس ادراک سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ مرنے والا خواہ کوئی ہو اس جہان یعنی برزخ میں چلا جاتا ہے۔

ب نبیوں اور انسانوں میں کیا فرق ہوا؟

ا آپ بتایئے کہ نبی جب دنیا میں رہتے ہیں تو ان کی زندگی میں اور انسانوں کی زندگی میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ب انبیا پر فرشتے اترتے ہیں اور اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

ا یہ فرق تو نبوت کا ہے' زندگی کا تو کوئی فرق نہیں ہوتا۔ نبی بھی زندہ کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے ہیں اور عام آدمی بھی زندہ کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے ہیں۔ وہ بھی روح مع الجسم' وہ بھی روح مع الجسم۔ فرق نبوت کا ہوتا ہے۔ انبیا کو نبوت کی وجہ سے جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ غیر انبیا کو نہیں ہوتا۔ یہی حال مرنے کے بعد ہوتا ہے۔ برزخی زندگی سب کی یکساں ہوتی ہے' فرق صرف درجے کا ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں انبیا کا درجہ سب سے زیادہ اور اس کی وجہ سے اللہ کا قرب زیادہ۔ اس طرح سے برزخی زندگی میں ان کا درجہ بھی سب سے زیادہ اور قرب بھی زیادہ۔ زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ زندگی سب کی ایک ہی طرح کی ہوتی ہے۔

ب انبیا دنیا میں رہتے ہوئے عالم بالا کی روحانی اور جسمانی سیریں نہیں کرتے؟

ا کیوں نہیں' اللہ جب چاہتا ہے سیر کروا دیتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کو معراج ہوئی۔

ب جس طرح وہ دنیا میں رہتے ہوئے عالم بالا کی سیر کر لیتے ہیں' اسی طرح وہ برزخ میں

ہوتے ہوئے دنیا کی سیر کریں تو کیا بعید ہے ؟

ا دنیا میں رہتے ہوئے عالم بالا کی سیر تو ترقی ہے۔ عالم برزخ سے دنیا میں آنا تنزل ہے۔ اس لیے معراج تو ہو سکتا ہے تنزل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ دنیا قید خانہ ہے۔ یہاں آنا سزا ہے۔ آدم علیہ السلام کو بطور سزا کے ہی یہاں بھیجا گیا تھا۔ آگے جانا یا عالم بالا کی سیر عروج ہے۔ لہذا یہ ہو سکتا ہے' وہ نہیں ہو سکتا۔ انبیا برزخ میں ہوتے ہوئے عالم آخرت کے نظارے تو کر سکتے ہیں' واپس دنیا میں نہیں آسکتے۔

ب ہم نے سنا ہے کہ انبیا کو قبروں میں بھی دنیوی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

ا دنیوی زندگی موت کے بعد کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ موت کے بعد تو برزخی زندگی ہوتی ہے' نہ کہ دنیوی۔

ب مطلب یہ ہے کہ وہ قبروں میں ایسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔

ا دنیا کی طرح سے قبر میں وہ کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ دنیا میں تو وہ کھاتے پیتے تھے' حوائج ضروریہ ان کے ساتھ تھیں۔ کیا قبر میں بھی وہ یہ سب کچھ کرتے ہیں ؟

ب کھانے تو ان کو جنتوں کے ملتے ہیں' جن کے کھانے سے بول و براز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ا یہی تو ہم کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انبیا کی زندگی برزخی ہوتی ہے' دنیوی نہیں ہوتی۔ وہ برزخ میں آخرت کی نعمتوں سے محظوظ ہوتے ہیں' نہ کہ دنیا کی۔ آپ سوچیں دنیوی زندگی قبر میں ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ آپ کسی زندے کو قبر میں دفن کر کے دیکھ لیں کیا وہ زندہ رہ سکتا ہے ؟ اصل میں دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ موت اس سے رہائی دلانے والی ہے۔ مار کر قبر میں لے جا کر پھر دنیوی زندگی' دنیا ۔۔۔ یہ ڈبل سزا ہے جو نیکوں کے لیے خصوصاً انبیا کے لیے نہیں ہو سکتی۔ جب ایک عام مومن مرنے کے بعد کہتا ہے۔ قَدِّمُوْنِيْ' قَدِّمُوْنِيْ [1] (مجھے جلدی لے چلو' مجھے جلدی لے چلو) تو

---

[1] (بخاری: کتاب الجنائز' باب قول المیت و هو علی الجنازة قدمونی' رقم 1316۔ نسائی: کتاب الجنائز' باب السرعة بالجنازة رقم: 1909)

ایک نبی کو قبر میں دنیوی زندگی کیسے پسند آسکتی ہے۔ جب ایک شہید مرنے کے بعد اپنے رب کے پاس جاکر رزق کھاتا ہے اور اس کی زندگی ﴿ وَلٰکِنْ لاَّ تَشْعُرُوْنَ﴾ والی برزخی ہوتی ہے تو پیغمبر کی زندگی دنیوی کیسے ہو سکتی ہے؟

ب کیا خدا ان کو قبر میں زندہ نہیں رکھ سکتا۔

ا اللہ تو سب کچھ کر سکتا ہے' لیکن وہ لایعنی کام کبھی نہیں کرتا۔ وہ حکیم ہے' اس کے سب کام حکمت کے ہوتے ہیں۔ اگر اللہ نے پیغمبروں کو زندہ ہی رکھنا ہو تو قبروں میں کیوں رکھے۔ باہر دنیا میں زندہ کیوں نہ رکھے' کوئی فائدہ تو ہو۔ آخر نبی کے قبر میں زندہ رکھنے سے فائدہ کیا ہوتا ہے جو اسے وہاں زندہ رکھا جائے۔ نبی دنیا میں تبلیغ کے لیے آتے ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں' قبر میں زندہ ہوں اور کر بھی کچھ نہ سکیں' اس زندگی کا انکو یا ان کی امتوں کو کیا فائدہ؟

ب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو سب کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ قبر میں دنیا کی طرح زندہ ہیں۔

دنیوی زندگی کوئی کمال ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بھی دنیا کی طرح زندہ ہوں۔ مرنے کے بعد تو برزخی زندگی ہی ترقی ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ سب کا یہی عقیدہ ہے۔ صحابہؓ اور ائمہؒ میں سے کوئی اس عقیدے کا قائل نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر صحابہؓ کو اس کا علم ہو جاتا تو وہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں نہ چھوڑتے۔ فوراً نکال لیتے۔ یہ تو آپ لوگ ہیں کہ حضور ﷺ کو قبر میں دنیا کی طرح سے زندہ بھی کہتے ہیں اور نکالتے بھی نہیں۔ آپ جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں تو کیا ان کو زندہ ہی دفن کر دیا گیا تھا۔

ب دفن تو مرنے کے بعد کیا گیا تھا۔

ا پھر وہ زندہ کب اور کیسے ہو گئے؟

ب جب ان کو قبر شریف میں اتار دیا گیا تو وہ زندہ ہو گئے۔

ا اگر ان کو باہر ہی رکھا جاتا' دفن نہ کیا جاتا تو کیا پھر بھی وہ زندہ ہو جاتے۔۔یا اگر اب نکال لیا جائے تو باہر آکر وہ زندہ رہیں گے یا پھر مردہ ہو جائیں گے ؟

ب اس بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں ؟ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ا موت سے لے کر تدفین تک تقریبا 32 گھنٹے حضور ﷺ باہر رہے۔اس عرصے میں آپ زندہ رہے یا مردہ ؟

ب مردہ ہی رہے ہوں گے 'کیونکہ آپ کو جب دفن کیا گیا تو مردہ ہی تھے۔

ا جب آپ اس عرصے میں مردہ ہی رہے تو اب باہر آ کر پھر زندہ کیسے ہو جائیں گے ؟ آپ سوچیں کیا اس زندگی کو دنیوی زندگی کہیں گے کہ باہر ہوں تو مردہ' قبر میں جائیں تو زندہ۔! آپ کا یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ آپ قبر میں جاکر زندہ ہو گئے اور اب بھی زندہ ہیں۔ کیونکہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے جب حجرے کی دیوار گر گئی تو ایک قدم ننگا ہو گیا۔ اکثر کا خیال تھا کہ یہ قدم رسول اللہ ﷺ کا ہے 'لیکن حضرت عروہؒ نے کہا یہ قدم حضرت عمرؓ کا ہے۔اس وقت وہ تینوں پیارے اسی طرح پڑے تھے جیسے دفن کیے گئے تھے۔ دنیوی زندگی کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تھا۔ اگر اس وقت بھی دنیوی زندگی کے کچھ آثار نظر آتے تو پہلی صدی تھی' وہ لوگ ضرور باہر نکال لیتے۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون میں یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔ وہ لوگ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی کے ہی قائل تھے۔ آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں تو آپ کو اتنے عرصے کے بعد کیسے پتا لگ گیا؟

ب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تو حدیث ہے:

((نَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ)) [1]

”نبی زندہ ہوتے ہیں اور رزق کھاتے ہیں“

ا اللہ کے بندے اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ نبی قبر میں جاکر زندہ ہو جاتے ہیں اور زندگی

---

[1] (ابن ماجة' كتاب الجنائز' باب ذكر وفاته و دفنه ﷺ' رقم :1637)

دنیوی ہوتی ہے۔ حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔ زندگی ان کی برزخی ہے' جیسا کہ قرآن مجید شہداء کے بارے میں بتاتا ہے۔ ﴿ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾[3: ال عمران:169] تو جب شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں تو انبیا جو شہید گر ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی دنیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا دنیوی زندگی برزخی زندگی سے اعلیٰ ہوتی ہے یا انبیا شہداء سے ادنیٰ ہوتے ہیں کہ شہداء تو مرنے کے بعد اللہ کے پاس برزخی زندگی میں ہوں اور انبیا دنیوی زندگی میں۔

ب اگر رسول اللہ ﷺ قبر میں زندہ نہیں تو سلام کیسے سن لیتے ہیں؟

ا وہ سلام سنتے نہیں' انھیں فرشتوں کے ذریعے سلام پہنچایا جاتا ہے۔

ب حدیث میں تو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر پر آکر سلام پڑھتا ہے میں اس کا سلام خود سنتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں وہ سنتے نہیں۔ کیا آپ اس حدیث کو نہیں مانتے؟

ا آپ اس حدیث کو مانتے ہیں؟

ب کیوں نہیں..!

ا اس حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ قبر پر سلام سنتے ہیں' دور کا نہیں سنتے۔ پھر آپ اپنے گھروں اور مسجدوں میں ہی بیٹھے "اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" کیوں پکارتے ہیں؟

ب آپ بھی تو تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے ہیں' کیا اس وقت حضور ﷺ آپ کا سلام سنتے ہیں؟

ا ہمارے نزدیک تو وہ کسی وقت بھی نہیں سنتے' نہ سنانے کے لیے ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے ہیں۔ ہم تو اسے بطور حکایت کے پڑھتے ہیں جیسا کہ قرآن پڑھتے ہیں اور اس میں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (یعنی اے ایمان والو!) بھی آجاتا ہے' جس سے ہماری مراد مومنوں کو بلانا یا سنانا نہیں ہوتی بلکہ صرف تلاوت قرآن ہوتی ہے۔ اسی طرح

تشہد ہے اس کو پڑھتے ہوئے بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ آجاتا ہے۔ اس سے ہمارا مقصد حضور ﷺ کو پکار کر سلام کہنا نہیں ہوتا بلکہ صرف تشہد پڑھنا ہوتا ہے' جس میں حکایۃً سلام بھی آجاتا ہے۔

ب اگر آپ سلام خطاب کے طور پر نہیں کہتے تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کیوں کہتے ہیں؟

ا آپ یہ بتائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا یہی تشہد تھا جو آپ پڑھتے ہیں یا کوئی اور تھا؟

ب تشہد تو یہی تھا۔

ا اگر ان کا تشہد بھی یہی تھا اور اس میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ خطاب کے لیے ہے تو رسول اللہ ﷺ جب اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے تو نماز میں کس سے خطاب کرتے تھے اور صحابہؓ جب حضور ﷺ کی موجودگی میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے تھے؟

ب جواب تو نہیں دیتے تھے۔

ا کیا سلام کا جواب دینا فرض نہیں"

ب فرض تو ہے' لیکن نماز میں فرض نہیں؟

ا پھر کیا جائز ہے؟

ب جائز بھی نہیں۔

جب نماز میں رسول اللہ ﷺ سلام کا جواب نہیں دیتے تھے' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سلام کہا اور آپ نے جواب نہیں دیا اور نماز میں سلام کا جواب دینا جائز بھی نہیں' تو پھر نماز میں حضور ﷺ کو سلام کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور آپ کیسے کہتے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ حالانکہ نماز اللہ کی عبادت ہے اور اس میں کسی سے تخاطب جائز نہیں۔ اگر تشہد والے سلام کا جواب حضور ﷺ نماز میں نہیں دیتے تھے تو کیا بعد از نماز دیتے تھے۔

ب سنا پڑھا تو نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز کے بعد کبھی جواب دیا ہو۔

ا جس سلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں نہ سنتے تھے' نہ سن کر جواب دیتے تھے تو اب جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور سن کر جواب دیتے ہیں کس قدر غلط ہے۔ جب صحابہؓ حضور ﷺ کی زندگی اور موجودگی میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ حضور کو سنانے کے لیے نہیں کہتے تھے تو ہم اب جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سنانے کے لیے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جس سلام کا جواب قطعاً دیا ہی نہ جائے' نہ نماز میں' نہ نماز کے بعد' نہ زندگی میں' نہ زندگی کے بعد وہ سلام دعا تو ہو سکتا ہے سلام تخاطب اور سلام تحیہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلام تحیہ کا جواب فرض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ﴾ [4:النساء:86]

یعنی "سلام کا جواب دو۔ اول تو زیادہ ورنہ اتنا تو ضرور ہو"

جب تشہد والے سلام کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دیا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ وہ سلام ہی نہیں کہ حضور سنیں اور جواب دیں۔ اگر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سلام کے لیے ہے تو صحابہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے آخر "التحیات" میں یہ سلام کیوں کہتے تھے۔ ابتدا نماز یعنی ثنا کے ساتھ یہ سلام کیوں نہیں کہتے تھے۔ سلام تو شروع میں بوقت ملاقات کیا جاتا ہے نہ کہ گفتگو کے دوران یا آخر میں۔ جب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ شروع نماز میں نہیں بلکہ آخر نماز میں ہے تو ظاہر ہے یہ حضور ﷺ سے خطاب نہیں بلکہ اللہ کی جناب میں اللہ کے پہلے کسی خطاب کی حکایت ہے جس کو برکت کے لیے ہم بطور دعا پڑھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد درود شریف ہے۔ اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں بلکہ اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت و برکت کی دعا ہے۔ پھر نمازی کی اپنے لیے دعا ہے جس پر نماز کا اختتام ہے اور یہ ترتیب بڑی معقول اور تعلیم نبوی کے عین

مطابق ہے' کیونکہ سب سے پہلے ﴿ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [40:الغافر: 65] کے تحت التحیات پڑھی جاتی ہے' جس کا منشا اظہار اخلاص دین ہے' کہ میری سب عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' میں مشرک بالکل نہیں' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا ہے کیونکہ ان کا حق مقدم ہے۔ وہ بڑے محسن ہیں' پھر نمازی اپنے لیے دعا کرتا ہے اور اس پر نماز کو ختم کر دیتا ہے۔ اس تشریح سے ثابت ہوا کہ ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے کے لیے کہتے ہیں اور نہ وہ سنتے ہیں "اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" کہنے کے لیے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

ب جب عام مردوں کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ کہہ سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِي کیوں نہیں کہہ سکتے؟

ا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ تو قبرستان جا کر کہتے ہیں نہ کہ گھر بیٹھے۔ آپ ہی بتائیں گھر سے ہی مردوں کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ کہنا ٹھیک ہے؟

ب اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ تو قبرستان میں جا کر ہی کہا جاتا ہے۔

ا پھر آپ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ گھر بیٹھے ہی کیوں کہتے ہیں؟

ب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اور عام مردوں میں تو بہت فرق ہے۔ عام مردوں میں تو اتنی طاقت نہیں کہ وہ ہر جگہ سے سن لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر جگہ سے سن لیتے ہیں' بلکہ وہ تو حاضر و ناظر ہیں۔

ا پھر ثابت ہو گیا نا۔ اکہ جس حدیث کو آپ پیش کرتے ہیں اس کو آپ نہیں مانتے۔ اس حدیث میں تو صاف ہے کہ قبر پر سلام تو میں سن لیتا ہوں اور دور کا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی دور کا میں نہیں سنتا۔ جب حضور ﷺ دور کا سلام نہیں سنتے تو گھر بیٹھے اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کہنا یا ان کو حاضر ناظر سمجھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

ب آپ بھی تو اس حدیث کو نہیں مانتے۔ اس میں صاف ہے کہ جو میری قبر پر آ کر سلام کہتا ہے میں اسے سنتا ہوں' آپ کہتے ہیں وہ نہیں سنتے۔

ا ہم تو اس کو حدیث ہی نہیں مانتے کیونکہ یہ صحیح نہیں۔ ہم آپ کی طرح سے نہیں کہ آدھی جو مطلب کی ہے اسے مان لیں اور آدھی جو خلاف پڑتی ہے اسے چھوڑ دیں۔

ب اگر آپ اس حدیث کو نہیں مانتے تو پھر حضور ﷺ کی قبر پر جا کر اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ کیوں کہتے ہیں؟

ا جیسے قبرستان میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَاأَھْلَ الْقُبُوْر عام مردوں کو کہہ سکتے ہیں' اسی طرح حضور ﷺ کی قبر پر جا کر اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سکتے ہیں۔

ب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سنتے ہیں۔ اگر وہ سنتے نہ ہوں تو کیوں اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ کہا جاتا ہے؟

ا اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے کے لیے نہیں کہا جاتا' نہ ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَاأَھْلَ الْقُبُوْر عام مردوں کو سنانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ سنتے نہ عام مردے ہیں' نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ب پھر انھیں پکار کر سلام کیوں کیا جاتا ہے؟

ا پکار کر سلام ان کو سنانے کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ اپنے دل کو متوجہ اور نرم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ہم ان کو زندہ فرض کر کے سلام دعا کہتے ہیں تاکہ دل حاضر ہو۔ فوت شدہ کو مخاطب کر کے سلام کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے فوت شدہ عزیز کی لاش سے باتیں کرے۔ بیٹا مر جاتا ہے تو باپ اسے کہتا ہے: بیٹا! مجھے تم اکیلے چھوڑ گئے ۔۔ اب میں کسے بیٹا کہوں گا؟ ۔۔ تم ہی تو میرے بڑھاپے کا سہارا تھے۔۔ وغیرہ وغیرہ۔! حالانکہ باپ کو یقین ہوتا ہے کہ بیٹا میری کوئی بات نہیں سنتا' لیکن پھر بھی وہ اسے مخاطب کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے۔ اسی لیے حکم ہے کہ ہم بھی فوت شدگان کو مخاطب کے صیغے سے زندوں کی طرح سلام دعا دیں۔ تاکہ دل پر ان کی یاد کا اثر ہو۔ ان کا ادب و احترام بھی زندوں کی طرح کریں۔ ان کو غسل دیں تو آرام سے رکھیں یا اٹھائیں تو احترام سے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا)) ❶
یعنی مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے۔"
مردے اگرچہ مردے ہیں' جیسا کہ مشاہدہ ہے' نہ سنتے ہیں' نہ کچھ اور کر سکتے ہیں' لیکن ان کے ساتھ سلوک ایسا کرنے کا حکم ہے گویا وہ زندہ ہیں۔ اس میں ان کا ادب و احترام بھی ہے اور ہمارے لیے رقت قلب کا سامان بھی۔ مردوں کو زندہ فرض کر لینا ایسے ہی ہے جیسے کسی نیک اور بزرگ شخص کو احتراماً باپ سمجھ لینا اور پھر اس سے باپ والا سلوک کرنا یا کسی شریف لڑکے کو بیٹا سمجھنا اور بیٹا کہنا اگرچہ حقیقت میں نہ وہ باپ ہے نہ یہ بیٹا۔ سمجھ لینا اور فرض کر لینا اور بات ہے اور حقیقت ہونا اور بات ہے۔

ب پھر اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہیں گے ؟ اس میں تو حضور ﷺ نے صاف فرمایا ہے کہ جو میری قبر پر آ کر سلام کہتا ہے میں اسے سنتا ہوں۔

ا اللہ کے بندے ! یہ حدیث نہ صحیح ہے اور نہ کسی کو قابل قبول۔ یہ بریلویوں کو بھی قبول نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریب بعید ہر جگہ سے سنتے ہیں بلکہ وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب تک کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث کہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے سنتے ہیں' دور سے نہیں سنتے۔ اگر بریلوی دوست اسی حدیث کو مانتے ہوتے تو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کا جھگڑا بھی ختم ہوتا اور علم غیب اور حاضر و ناظر کا رگڑا بھی۔ کیوں کہ جب سننے میں قریب و بعید کا فرق ہوا تو نہ حاضر و ناظر رہے' نہ عالم الغیب۔ یہ حدیث اوروں کو بھی قبول نہیں' کیونکہ وہ کہتے ہیں حضور ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ اب نہ قریب سے سنتے ہیں' نہ بعید سے۔ جہاں سے بھی صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے' فرشتے جو اس امر کے لیے مامور ہیں پہنچا دیتے ہیں۔

---

❶ (ابو داؤد : کتاب الجنائز' باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذلك المکان ؟ رقم:3207 ... ابن ماجة: کتاب الجنائز' باب فی النهی عن کسر عظام المیت' رقم :1616 .. ارواء الغلیل 213/3 رقم :763)

ب یہ حدیث صحیح کیوں نہیں؟

ا آپ صحیح کی پوچھتے ہیں' یہ تو ضعیف کے درجے سے بھی گری ہوئی ہے۔ اسے بلکہ جھوٹی اور موضوع کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے۔

ب اس میں خرابی کیا ہے؟

ا ایک تو اس میں راوی العلاء بن عمرو اور محمد بن مروان السدی ضعیف ہیں' خاص کر محمد بن مروان السدی کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا اور جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ کبھی کچھ کہہ دیتا' کبھی کچھ۔ اس سے دو روایتیں مروی ہیں۔ ایک میں کہتا ہے:

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ)) ❶

"قبر کا سلام حضورؐ خود سنتے ہیں"

دوسری میں کہتا ہے کہ قبر کا سلام بھی فرشتے پہنچاتے ہیں:

((مَا مِنْ عَبْدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ اِلاَّ وُکِّلَ بِهٖ مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ)) ❷

یعنی حضور ﷺ خود نہیں سنتے۔

یہ دونوں روایتیں امام بیہقیؒ نے روایت کی ہیں اور ان دونوں کا یہ راوی ہے۔ یہ حدیث اس لیے بھی غلط ہے کہ یہ اور بہت سی صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

1--- چنانچہ ایک حدیث ابو داؤد اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((لاَ تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَّ لاَ تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ

---

❶ (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة' 239/1 رقم: 203... مشكوة: كتاب الصلاة' باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم و فضلها)

❷ (سنن كبرىٰ بيهقى' كتاب الحج' باب زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم بمعناه.. الترغيب والترهيب للمنذرى 499/2' الترغيب فى اكثار الصلوة على النبى ﷺ والترهيب من تركها عند ذكره صلى الله عليه وسلم كثيرا دائما)

صَلٰوتَکُمْ تُبَلِّغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ)) ❶

یعنی "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (ان میں نفل نوافل پڑھا کرو) اور میری قبر پر اکٹھ نہ کرو (نہ صلاۃ و سلام کے لیے 'نہ عرسوں میلوں کے لیے) اور مجھ پر درود پڑھا کرو' کیونکہ تمھارا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے' جہاں کہیں بھی تم ہو۔" (قبر کے قریب ہو یا دور)

2---ایک دوسری حدیث میں جو کہ نسائی' دارمی' مسند احمد' ابن حبان اور حاکم میں ہے' وضاحت ہے کہ جو صلاۃ و سلام حضور ﷺ پر پڑھا جاتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِکَةً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ)) ❷

یعنی "اللہ نے روئے زمین پر فرشتے چھوڑ رکھے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔"

اس حدیث کی تائید اور حدیثیں بھی کرتی ہیں۔

3---چنانچہ حضرت علی بن الحسینؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ سلام کے لیے حجرے میں داخل ہو رہا ہے تو انھوں نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میں تجھے وہ حدیث نہ سناؤں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی 'یعنی "میری قبر پر میلہ نہ کرنا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا' تمھارا سلام مجھے پہنچایا جاتا ہے' جہاں کہیں بھی تم ہو۔"

مطلب یہ کہ سلام کہنے کے لیے قبر کے قریب آنے کی ضرورت نہیں' جہاں سے کہو

---

❶ (ابو داؤد: کتاب المناسک' باب زیارة القبور' رقم: 2042... مشکوة 'کتاب الصلاة' باب الصلاة علی النبی ﷺ و فضلها' رقم: 926)

❷ (ترمذی: کتاب الدعوات' باب ما جاء ان لله و ملائکة سیاحین فی الارض' رقم: 3600 ... نسائی: کتاب السهو' باب التسلیم' علی النبی صلی الله علیه وسلم' رقم: 1283 ... مشکوة: کتاب الصلاة' باب الصلاة علی النبی ﷺ و فضلها' رقم: 294)

گے مجھے پہنچادیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ لَا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا فَاِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ)) ❶

4--- حضرت حسن بن علیؓ سے بھی قریب قریب یہی حدیث مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَ لَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا وَ لَا تَتَّخِذُوْا بَیْتِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ وَ سَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلٰوٰتَکُمْ وَ سَلَامَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ رَوَاهُمَا اَبُوْیَعْلٰی الْمُوْصِلِیْ)) ❷

5--- سنن سعید بن منصور میں حدیث ہے۔ سہل بن سہیل بیان کرتے ہیں کہ مجھے الحسن بن الحسن نے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں شام کا کھانا کھاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا اور آواز دی کہ آیئے کھانا کھایئے۔ میں نے کہا دل نہیں چاہتا۔ پھر مجھ سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کیسے کھڑے تھے۔ میں نے کہا سلام کہہ رہا تھا۔ انھوں نے کہا اذا دخلت المسجد فسلم یعنی "جب تو مسجد میں داخل ہو تو سلام کہہ لیا کر۔" سلام کہنے کے لیے قبر پر آنے کی ضرورت نہیں۔ پھر حضور ﷺ کی حدیث سنائی جس کے الفاظ یہ ہیں:

"لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ لَا تَتَّخِذُوْ بُیُوْتَکُمْ مقابر و صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوٰتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ مَا اَنْتُمْ وَ مَنْ بِالْاَنْدَلُسِ اِلَّا سَوَاءٌ"

یعنی "اکٹھے ہو کر میری قبر کو میلہ نہ بنانا۔ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہنا۔ ان کو قبریں نہ بنانا کہ جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا۔ تمھارا درود جہاں

---

❶ (مسند ابی یعلی الموصلی 246/1 رقم 465 من تحقیق شیخ ارشاد الحق اثری)

❷ (مسند ابویعلیٰ الموصلی 171/6 رقم 6728 من حدیث حسین بن علی بن ابی طالب)

بھی تم ہو گے مجھے پہنچ جائے گا۔ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے' انھوں نے انبیا کی قبروں کو اجتماع کر کے عبادت گاہیں بنالیا۔ صلاۃ و سلام کہنے میں تم جو مدینہ میں ہو اور وہ جو اسپین میں ہیں برابر ہیں۔"

مطلب یہ کہ صلاۃ و سلام کے لیے میری قبر پر جمع نہ ہونا' دور و نزدیک کی کوئی بات نہیں' ہر جگہ سے فرشتے ہی پہنچاتے ہیں۔

6---ابو سعید مولیٰ الحروی سے بھی انہی الفاظ کے ساتھ ایک حدیث مروی ہے۔

ب آپ تو اس حدیث کو غلط قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ حدیث مشہور بہت ہے۔

ا لوگوں میں مشہور ہو جانے سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہو جاتی۔ لوگوں میں تو بہت باتیں مشہور ہوتی ہیں' حالانکہ وہ غلط ہوتی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا سولی پر چڑھایا جانا عیسائیوں میں کتنا مشہور ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح سے کئی احادیث ہیں جو زبان زد عوام ہیں۔ لیکن بالکل موضوع اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ "لولاك" ❶ والی حدیث ہے۔ اس طرح ((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ)) اور ((كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ)) ❷ اور ((وَ اَنَا نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ)) وغیرہ۔

ب ان احادیث کو تو بڑے بڑے مولوی بیان کرتے ہیں۔

ا عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کو بھی عیسائیوں کے پادری اور مولوی ہی بیان کرتے ہیں۔ کیا ان کے بیان کرنے سے یہ بات صحیح ہو جائے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھائے گئے۔ اصل میں جب جہالت کا دور دورہ ہوتا ہے تو عوام کے مولوی بھی ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے عوام ہوتے ہیں۔ جیسے جاہل عیسائی تھے ویسے ان کے

---

❶ (لولاك لما خلقت الافلاك .. سلسلة احاديث ضعيفه البانی 298/1 رقم 282:.. موضوعات كبریٰ' ملا علی قاری ص 94' رقم :754)

❷ (سلسلة احاديث ضعيفه البانی 316/1' رقم :302-303 موضات کبریٰ ملا علی قاری ص 178 رقم :693)

مولوی بن گئے جو عوام کہتے تھے وہی وہ کہنے لگ گئے۔ کسی قوم کو زوال آتا ہی اس وقت ہے جب کہ عوام کے ساتھ ان کے علما بھی جاہل اور مقلد ہو جاتے ہیں۔ تحقیق کا مادہ ان میں نہیں رہتا۔ لکیر کے فقیر بن کر رہ جاتے ہیں۔

ب اس حدیث کو تو آپ نے غلط بتادیا لیکن اس حدیث کو کیا کریں گے جو مشکوۃ شریف میں بایں الفاظ موجود ہے۔

((مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ)) ❶

جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ میری روح مجھ پر لوٹاتا ہے' حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں"

اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام کہنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سن کر ہی جواب دیتے ہوں گے جس سے آپ ﷺ کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں زندہ ہونا یا سلام سننا کیسے ثابت ہو گیا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ آپؐ قبر میں زندہ نہیں ہیں ورنہ جواب کے وقت جسم میں روح لوٹانے کے کیا معنی۔ کیا زندے کے جسم میں بھی روح لوٹائی جاتی ہے ؟

ب سلام تو ہر وقت کوئی نہ کوئی بھیجتا ہی رہتا ہے اور ہر وقت آپؐ جواب دیتے رہتے ہیں۔ اس لیے روح ہر وقت آپؐ کے جسم میں رہتی ہے جس سے زندگی ثابت ہوتی ہے۔ جب زندگی ثابت ہو گئی تو سننا بھی ثابت ہو گیا۔

ا جب روح ہر وقت جسم اطہر میں رہتی ہے تو پھر جواب کے وقت روح لوٹانے کے کیا معنی ؟ حدیث تو روح لوٹائے جانے کی تصریح کر رہی ہے اور آپ کہتے ہیں وہ ہر وقت جسم میں رہتی ہے اور اس سے دنیوی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ یہ تو آپ بتائیے کہ فوت ہونے کے بعد آپ ﷺ کا جسم اطہر جو بتیس گھنٹے تک باہر رہا اس اثنا کے سلاموں کا

---

❶ (ابو داؤد: کتاب المناسک' باب زیارۃ القبور' رقم: 2041)

جواب دینے کے لیے روح آپ کے جسم میں لوٹائی گئی اور آپ زندہ ہوئے یا اس عرصے میں صلاۃ و سلام ہی کسی نے نہیں پڑھا کہ جواب دینے کی نوبت آتی اور روح لوٹائی جاتی اور اس عرصے میں بھی آپ کو دنیاوالی کوئی مصروفیت نہ تھی' کیا اس عرصے میں آپؐ نے لوگوں کے سلاموں کو سن کر جواب دیا؟ اگر جواب دیا تو کیا آپؐ کی روح لوٹائی گئی تھی اور آپ زندہ ہو گئے تھے اور آپؐ نے زندوں کی طرح سلام سن کر جواب دیے۔ تو صحابہؓ نے آپؐ کو زندہ دیکھ کر پھر دفن کیسے کر دیا؟ اور اگر آپؐ اس اثنا میں زندہ ہی نہیں ہوتے تھے تو اس کی کیا وجہ ؟ کیا اس وقت روئے زمین پر کوئی سلام کہنے والا ہی نہیں تھا یا ان کو سلام کہنے سے روک دیا گیا تھا یا اس عرصے کے سلاموں کے جواب دینے کے لیے روح نہیں لوٹائی گئی اور آپؐ زندہ نہیں ہوئے۔ تو یہی ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد برزخ میں روح لوٹانے سے آدمی زندہ نہیں ہوتا اور اگر روح لوٹائی نہیں گئی' حالانکہ اس اثنا میں یقیناً بہت سے سلام پڑھے گئے ہوں گے تو پھر ان سلاموں کا کیا بنا؟ کیا ان کا جواب دیا ہی نہیں گیا اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اور اگر دیا گیا' لیکن کسی وقت بعد میں تو یہی ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پر جتنے سلام پڑھے جاتے ہیں وہ سب سلام دعا ہوتے ہیں۔ ان کا سننا اور اسی وقت جواب دینا ضروری نہیں' بلکہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے ان تمام سلاموں کو جمع کر کے کسی خاص وقت میں جب اللہ کو منظور ہوتا ہے حضور ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور پھر آپؐ سب کے حق میں جوابی دعا دے دیتے ہیں اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ اس حدیث سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ جونہی کسی نے سلام پڑھا' آپؐ نے سن کر فوراً جواب دیا۔ گویا کہ آپ ہر وقت سلاموں کے جواب کے انتظار میں ہی رہتے ہیں اور سلاموں کے جواب دینے کے سوا آپؐ کو کوئی کام نہیں' نہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں اور نہ حدیث کی یہ مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بہت سی صحیح احادیث میں صراحتاً یہ آچکا ہے کہ سلام فرشتے پہنچاتے ہیں خواہ کوئی دور پڑھے یا قریب۔ آپ کو سننے اور فوراً جواب دینے کی تکلیف نہیں دی جاتی۔

ب اگر آپ سلام نہیں سنتے تو روح کس لیے لوٹائی جاتی ہے؟

ا روح تو جواب دینے کے لیے لوٹائی جاتی ہے نہ کہ سلام سننے کے لیے اور جواب کبھی بھی دیا جاسکتا ہے کیوں کہ وہ سلام سلام تحیہ نہیں ہوتا کہ جس کا سن کر فوراً جواب دیا جائے۔ وہ تو سلام دعا ہوتا ہے جیسا کہ خط میں اپنے کسی دوست کو السلام علیکم لکھا جاتا ہے اور پھر جب اسے خط پہنچتا ہے تو وہ سلام کا جواب دے دیتا ہے۔

ب روح تو لوٹائی جاتی ہے خواہ جواب دینے کے لیے ہی سہی۔ اس کو تو آپ مانتے ہیں۔

ا اس کو تو ہم مانتے ہیں، جو آ گیا اس کو کیسے نہ مانیں، لیکن اس کی کیفیت اور تاثیر کو ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ عالم برزخ کا معاملہ ہے، عالم دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ کی کیفیات اور حالات کو جاننا اور سمجھنا انسانی ادراک سے باہر ہے۔

ب جب روح لوٹائی گئی تو زندگی تو آگئی، کیونکہ زندگی عبارت ہے روح اور جسم کے اتصال سے۔ جب روح آگئی تو زندہ تو ہو گئے۔

ا بھئی! یہ اتصال و انفصال برزخی ہے۔ جس کی کیفیت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ برزخ میں روح لوٹائے جانے سے مردہ زندہ نہیں ہوتا بلکہ مردہ ہی رہتا ہے اور زندگی برزخی رہتی ہے۔ برزخ میں بھی دنیا کی طرح سے روح کا تعلق جسم سے بڑھتا گھٹتا رہتا ہے جیسے دنیوی زندگی میں سونے اور جاگنے میں اس تعلق کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ اسی طرح برزخی زندگی میں بھی تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ بیداری کی حالت میں روح پوری طرح سے جسم میں ہوتی ہے اور آدمی کے پورے ہوش و حواس قائم ہوتے ہیں۔ نیند کی حالت میں روح بہت حد تک جسم سے نکل جاتی ہے، لیکن مضبوط تعلق باقی رہتا ہے جس سے نبض چلتی اور انسانی مشینری کام کرتی رہتی ہے اور آدمی زندہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کے ہوش و حواس قائم نہیں ہوتے۔ نیند کی حالت میں آدمی موت یعنی برزخی زندگی کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اگرچہ مرتا نہیں، رہتا زندہ ہی ہے۔ اسی طرح برزخ میں بھی جب روح لوٹائی جاتی ہے تو آدمی زندہ ہونے کے قریب ہوتا ہے، لیکن زندہ نہیں ہوتا، مردہ ہی رہتا ہے اور اس عالم دنیا

سے بالکل بے خبر اور زندگی برزخی رہتی ہے۔

روح بدن میں ایک دفعہ داخل ہو جانے کے بعد لا تعلق کبھی نہیں ہوتی۔ زندگی میں یہ روح بدن کے اندر رہتی ہے' مرنے کے بعد اگرچہ بالکل نکل جاتی ہے' لیکن تعلق ضرور رہتا ہے۔ کبھی کم کبھی زیادہ' برزخ میں روح کا لوٹایا جانا بھی اسی تعلق کی زیادتی کی ہی ایک صورت ہے لیکن اس سے دنیوی زندگی نہیں آتی کہ عالم دنیا کا شعور ہو۔ برزخی زندگی کے واردات کے ادراک و شعور میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ روح علیین میں رہے یا سجین میں بدن سے اس کا تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ اگرچہ دنیا میں رہتے ہوئے ہم اس تعلق کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسی تعلق کے تحت ہی عذاب قبر ہوتا ہے جس کا انکار مکابرہ ہے۔ قرآن و حدیث اس پر شاہد عدل ہیں اور عقل سلیم بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ جب عمل کرنے میں دونوں شریک تو مرنے کے بعد جب جزا و سزا کا عمل فوراً شروع ہو جاتا ہے تو ایک کو چھٹی کیوں؟ برزخ اور آخرت دونوں میں روح اور جسم دونوں شریک رہتے ہیں۔ اگرچہ جسم ذرات کی شکل میں ہو جائے۔

ب عذاب قبر کی بھی آپ نے خوب کہی یہ مسئلہ بڑا نازک ہے' کوئی اسے مانتا ہے کوئی نہیں۔

ا نہ ماننا تو بہت خطرناک ہے کیونکہ یہ عقیدے کی بات ہے اور عقیدہ بھی اجماعی جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے' نہ ماننے والے یا تو وہ ہیں جن کا اپنی عقل پر ایمان زیادہ ہے اور قرآن و حدیث پر کم' یا وہ جو عقیدے "مردے سنتے ہیں" کے رد عمل کا شکار ہیں۔ ایک فریق نے اتنا غلو کیا کہ مردوں کو قبروں میں زندہ کر دیا۔ دوسرے نے ضد میں آ کر عذاب قبر کا بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح سے دونوں گمراہ ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب تک زندہ ہے عالم دنیا میں ہے جب مر جاتا ہے تو عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ جہاں وہ دنیا کے واقعات سے بالکل بے خبر اور مردہ اور برزخ کے واردات سے بالکل باخبر اور زندہ۔

ب بات تو ٹھیک ہے جب جہان ہی دوسرا ہو گیا تو ادھر سے سب کچھ ختم اور ادھر کا کام شروع۔

ا اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ مردے سنتے نہیں۔

ب میری سمجھ میں تو بالکل آگیا ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں' لیکن میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد اس غلطی کا شکار ہے۔

ا دین کے معاملہ میں اکثریت اور اقلیت کو نہیں دیکھا کرتے۔ حق کو دیکھا کرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید نے ہوشیار اور خبردار کیا ہے ﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾[6:الانعام:116] اگر تو اکثریت کے پیچھے جائے گا تو وہ راہ حق پر کبھی نہیں رہنے دیں گے۔ اکثریت دنیا کی ایسی ہے جو نہ سوچتے ہیں' نہ سمجھتے ہیں۔ لکیر کے فقیر ہیں۔ انکل پچو سے کام لیتے ہیں۔

ب یہ بالکل ٹھیک ہے۔ دنیا میں جہالت زیادہ' علم کم' بے انصافی زیادہ' انصاف کم ہے' جھوٹے زیادہ' سچے کم' بے ایمان زیادہ' ایمان دار کم' بدی زیادہ' نیکی کم' غرضیکہ ہر بری چیز زیادہ ہے اور اچھی کم۔ مجھے سب سے زیادہ جس بات نے متاثر کیا وہ ہے آپ کا انداز گفتگو۔ آپ لوگ ہر بات دلیل سے کرتے ہیں اور خوب سمجھاتے ہیں۔ ہمارے مولوی ایسا نہیں کرتے۔

ا بھئی! وہ کر بھی نہیں سکتے۔ ان کے پاس حق نہیں۔ یہ تو لکیر کے فقیر ہیں۔ اللہ انھیں ہدایت دے۔

ب آپ کی یہ بات بھی بڑی معقول ہے کہ مزاروں اور خانقاہوں پر آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی عقیدے کے تحت ہو رہا ہے کہ بزرگ مرتے نہیں۔ پردہ کر لیتے ہیں اور اپنی قبروں میں زندہ اور سب کچھ سنتے ہیں۔

ا یہ حقیقت ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو مزاروں پر یہ ہجوم کبھی نہ ہو اور نہ یہ خرابیاں ہوں جو آج وہاں ہو رہی ہیں۔ حتیٰ کہ سوائے نیکی کے سب کچھ وہاں ہوتا ہے۔

ب یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا میں اب اجازت چاہتا ہوں' میں نے آپ کا بہت وقت لیا' اللہ

آپ کو جزائے خیر دے' آپ نے تو میری کایا پلٹ دی۔ میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میں پھر کبھی حاضر ہوں گا اور مزید استفادہ کروں گا۔

ا بہت اچھا۔

ب اچھا السلام علیکم

ا وعلیکم السلام! فی امان اللہ۔!

ختم شد

☆☆☆☆☆☆

ہم نماز میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نماز میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟

اس لیے کہ ہم اللہ کے فضل سے اہل حدیث ہیں اور قرآن وحدیث پر عمل کرنا اہل حدیث کا مذہبی شعار ہے۔ جب رفع یدین سنت ہے جو صحیح ترین احادیث سے ثابت ہے تو ہم اس سنت پر عمل کیوں نہ کریں۔ رفع یدین کی احادیث مختلف صحابہؓ سے تمام کتب احادیث میں مروی ہیں۔ سب سے صحیح حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے جو صحاح ستہ اور دیگر تمام کتب حدیث میں مذکور ہے۔ وھو ہذا:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ)) (1)

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے اور سجدہ میں آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔

ماننے والوں کے لیے رفع یدین کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یہی حدیث کافی ہے کیونکہ یہ سب سے صحیح ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی ایک حدیث صحیح تو در کنار اس کے پاسنگ بھی نہیں۔ امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی اس

---

(1) (بخاری، کتاب الاذان، باب الی این یرفع یدیه، رقم :736... مسلم: کتاب الصلٰوة، باب استحباب رفع الیدین حذوالمنکبین مع تکبیرہ الاحرام والرکوع و فی الرفع من الرکوع و انه لا یفعله اذا رفع من السجود، رقم :211... ابوداؤد: کتاب الصلوٰة، باب رفع الیدین فی الصلوٰة، رقم:721... ترمذی: کتاب الصلٰوة، باب رفع الیدین عند الرکوع، رقم :255... نسائی: کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین حذوا المنکبین، رقم:879... ابن ماجة: کتاب ابواب اقامة الصلوات و السنة فیها ص2548، رقم :858)

حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔ رَفْعُ الْيَدَيْنِ حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حُجَّةٌ عَلَى الْخَلْقِ كُلُّ مَنْ سَمِعَه فَعَلَيْهِ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ. ❶ یعنی اس حدیث کی رو سے رفع یدین کرنا ہر مسلمان پر حق ہے۔ یہ حدیث اتنی صحیح ہے کہ مخلوق پر حجت ہے جو اس کو سنے اس کو چاہیے کہ اس پر عمل کرے۔ مولانا انور شاہ کشمیری حنفی دیوبندی جو حنفیوں میں بہت بڑے محدث ہو گزرے ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں حدیث کے استاد رہے ہیں۔ ان کو بھی اپنے رسالہ "نیل الفرقدین" صفحہ 26 میں یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: " اَمَّا حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ فَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الْخَلْقِ كَمَا ذَكَرَه عَنِ ابْنِ الْمَدِيْنِي" ❷ یعنی امام علی ابن مدینی نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ یہ حدیث ہر لحاظ سے اتنی صحیح ہے کہ سچ مچ ہی مسلمانوں پر رفع الیدین کو لازم کرتی ہے۔ کتاب الام میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں: " لَا يَجُوْزُ لِاَحَدٍ عَلِمَه مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدِيْ اَنْ يَّتْرُكَه" ❸ امام ابن جوزی بھی اپنی کتاب "نزہۃ الناظر" میں امام شافعیؒ کا ایک ایسا ہی قول نقل کرتے ہیں: " لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ سَمِعَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ اَنْ يَّتْرُكَ الْاِقْتِدَاءَ بِفِعْلِهِ وَ هٰذَا صَرِيْحٌ اِنَّه يُوْجِبُ ذٰلِكَ یعنی کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صحیح حدیث سنے اور پھر رفع یدین نہ کرے۔ ایسی صحیح حدیث ہو تو اس پر عمل کرنا خود بخود واجب ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض ائمہ نماز میں رفع یدین کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ایسی صحیح اور صریح حدیث کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہ تھی لیکن حنفیوں کے مزید اطمینان کے لیے ترمذی شریف سے ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ ❹

امام ترمذی فرماتے ہیں رفع الیدین کی حدیث کے راوی صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی نہیں بلکہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت وائل بن حجرؓ حضرت کعب بن مالک بن

---

❶ (جزء رفع الیدین رقم :2) ❷ (نیل الفرقدین ص :26)

❸ (کتاب الام' باب رفع الیدین فی التکبیر فی الصلوہ ج 1 ص 91)

❹ (ترمذی :ابواب الصلوہ' باب رفع الیدین عند الرکوع' رقم:256)

الحویرثؓ' حضرت انسؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت ابو حمید ساعدیؓ' حضرت ابو اسیدؓ' حضرت سہل بن سعدؓ' حضرت محمد بن مسلمہؓ' حضرت ابو قتادہؓ' حضرت ابو موسیٰؓ اشعری' حضرت جابرؓ حضرت عمیر اللیثی ؓ --- یہ صحابہؓ کرام بھی رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں۔ دیگر کتابوں میں اور بہت سے صحابہؓ سے رفع یدین کی روایات آتی ہیں' لیکن سب کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مسئلے کے ثبوت کے لیے تو ایک ہی صحیح حدیث کافی ہے

رفع یدین منسوخ بھی نہیں

حنفی علما یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ حدیث تو صحیح ہے' لیکن رفع یدین شروع میں تھی' پھر منسوخ ہو گئی' کیوں کہ:

1- جن صحابہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا مروی ہے' ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ترک کر دی تھی۔

2- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو رفع یدین کی صحیح ترین روایت کے راوی ہیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ❶ بلکہ جو رفع یدین نہ کرتا تو وہ اس کو کنکر مارتے ❷

3- حضرت مالک بن الحویرث 9ھ میں گرمی میں مسلمان ہوئے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو متنازعہ رفع یدین کرتے دیکھا۔ ❸

4- حضرت وائل بن حجرؓ 9ھ میں سردی میں مسلمان ہوئے انھوں نے اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ پھر جب اگلے سال 10ھ میں وہ سردیوں میں دوبارہ مدینہ آئے تو انھوں نے اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ

---

❶ (بخاری: کتاب الاذان' باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین' رقم :739)

❷ (جزء رفع الیدین رقم :15)

❸ (بخاری : کتاب الاذان ' باب رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع' رقم 737... مسلم: کتاب الصلوۃ ' باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام والرکوع و فی الرفع من الرکوع و انہ لا یفعلہ اذا رفع من السجود' عن مالک بن حویرث 'رقم :23)

کرام کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ ❶

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ 10ھ یعنی اپنی آخری زندگی میں رفع الیدین کرتے تھے۔

5- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ کا رفع یدین کرنا۔ چنانچہ امام حسن بصری اور امام حمید بن ہلال بیان کرتے ہیں: ((کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَرْفَعُوْنَ)) ❷ قریباً تمام صحابہؓ رفع یدین کرتے تھے۔

6- حضرت سعید بن جبیر جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ❸

7- حضرت ابو حمید ساعدی ❹ کا دس صحابہؓ کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھانا اور اس میں رفع یدین کرنا اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری کا رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھنا اور پھر کہنا کہ اس طرح نماز پڑھا کرو اور خاص کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رفع یدین کر کے نماز پڑھنا (تلخیص اور بیہقی) ❺

یہ سب ایسے دلائل ہیں جن سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے مولانا انور شاہ کشمیری کو ماننا پڑا۔

"لَمْ یُنْسَخْ وَ لَا حَرْفٌ مِنْهُ" ❻ رفع یدین کی سنت کا منسوخ ہونا تو در کنار، رفع یدین کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ یعنی ان کو بھی تسلیم ہے کہ رفع یدین رسول اللہ ﷺ کی دائمی اور مستقل سنت ہے۔

---

❶ (نسائی: کتاب التطبیق، باب مکان الیدین من السجود، رقم: 1103.. ابوداؤد: ابواب تفریع استفتاح الصلوۃ، باب رفع الیدین فی الصلوۃ، رقم: 726)

❷ (جزء رفع الیدین رقم: 30) ❸ (جزء رفع الیدین رقم: 39)

❹ (ابوداؤد: ابواب تفریع استفتاح الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ، رقم: 73...صحیح ابن خزیمہ کتاب الصلوۃ، باب الاعتدال فی الرکوع والتجانی و وضع الیدین علی الرکبتین 297/1رقم: 587 عن ابی حمید الساعدی) ❺ (بیہقی کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع و عند رفع الراس منہ ج 2ص 73) ❻ (نیل الفرقدین ص: 22)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب رفع یدین رسول اللہ ﷺ کی مستقل اور دائمی سنت ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور منسوخ بھی قطعاً نہیں تو پھر حنفی نماز میں رفع یدین کیوں نہیں کرتے 'کیا حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نہیں مانتے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفی' حنفی مذہب کا پابند ہوتا ہے۔ چونکہ حنفی مذہب میں رفع یدین نہیں اس لیے حنفی رفع یدین نہیں کرتے۔ رہ گیا احادیث کے ماننے کا سوال تو حنفی صرف ان حدیثوں کو مانتے ہیں جو ان کے مذہب کے مطابق ہوں' جو احادیث ان کے مذہب کے خلاف ہوں خواہ وہ کتنی بھی صحیح کیوں نہ ہوں حنفی ان کو نہیں مانتے۔ اگر حنفی احادیث کو مانیں تو وہ حنفی نہیں رہ سکتے۔ اگر انھوں نے احادیث کو ماننا ہو تو وہ حنفی کیوں بنیں ؟ یہی وجہ ہے حنفیوں کے بہت سے مسائل حدیث کے خلاف ہیں۔ حنفیوں کا اصل مذہب حنفی ہے' وہ فقہ حنفی پر ہی چلتے ہیں خواہ وہ حدیث کے موافق ہو یا مخالف۔ حنفی اہل حدیث نہیں جو وہ حدیث پر چلیں۔ حدیث پر چلنا تو اہل حدیث کا کام ہے۔ اہل حدیث کسی کی تقلید نہیں کرتے کہ کسی کی فقہ ان کا مذہب ہو۔ ان کا مذہب تو حدیث ہے' جب حدیث صحیح ثابت ہو گئی تو وہ اس پر عمل کریں گے۔

انتباہ

بعض حنفی مولوی یہ کہہ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ رفع یدین شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہو گئی۔ اب ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ 10ھ تک بلکہ وفات تک رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت وائل اور دیگر صحابہ کرامؓ خاص کر عبداللہ بن عمرؓ کے عمل اور بیان سے واضح ہے۔ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُه' حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ (1) یعنی "رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہونے تک رفع یدین کرتے رہے"۔۔۔ ملاحظہ ہو حنفیوں کی مشہور کتاب "نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ" اب جس مولوی یا مفتی کا یہ دعویٰ ہو کہ رفع یدین منسوخ ہے تو اس کا فرض ہے کہ 10ھ کے بعد کی کوئی ایسی صحیح حدیث دکھائے جس میں یہ صراحت ہو کہ 10ھ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(1) (تلخیص الحبیر 218/1'کتاب الصلوۃ ' باب صفۃ الصلوۃ رقم :328' نصب الرایۃ 'کتاب الصلوٰۃ' باب صفۃ الصلوٰۃ' ج 1ص 483)

نے رفع یدین بالکل ترک کر دی تھی۔ رہ گئی عبداللہ بن مسعودؓ اور براء بن عازبؓ کی روایات جن کو اکثر حنفی مولوی پیش کرتے ہیں تو اولا تو وہ سخت ضعیف ہیں' بڑے بڑے ائمہ محدثین مثلاً امام بخاری' امام احمد' امام ابوداوٗد' امام دار قطنی' وغیرھم ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ ثانیاً ان ضعیف احادیث کی تاریخ کا کوئی پتا نہیں کہ وہ 10ھ سے پہلے کی ہیں یا بعد کی۔ رفع یدین کو منسوخ ثابت کرنے کے لیے 10ھ کے بعد کی کوئی صحیح حدیث ہونی چاہیے۔ پہلے کی کسی حدیث کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر حنفی مولوی یہ ثابت نہ کر سکیں کہ یہ حدیث 10ھ کے بعد کی ہے اور صحیح ہے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ ہر گز ثابت نہیں کر سکتے ﴿لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ [17/الاسراء:88] تو ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے۔ انھیں رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت رفع یدین کی مخالفت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ترک بہت بڑا جرم ہے تو اس کی مخالفت کرنا کتنا بڑا جرم ہو گا۔

ترک سنت کی سزا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سِتَّةٌ لَعَنْتُهُم وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ كُلُّ نَبِيٍّ كَانَ الزائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ وَ يُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِن عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ)) 1

یعنی چھ شخصوں پر اللہ کا رسولؐ بھی لعنت کرتا ہے اور اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور ان چھ شخصوں میں سے ایک وہ شخص ہے جو سنت رسولؐ کا تارک ہو۔

کیا ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے ڈر نہیں لگتا جو رفع یدین جیسی اہم اور دائمی سنت کے صرف تارک ہی نہیں بلکہ مخالف بھی ہیں۔ جو اس سنت پر عمل کرتا ہے وہ اس کو برا جانتے ہیں۔ انجام بخیر چاہنے والے ہر حنفی کو چاہیے کہ وہ تعصب کو

---

1 (ترمذی' کتاب القدر' باب اعظام امر الایمان بالقدر' ص 1868' رقم الحدیث:2154 .. مشکوۃ المصابیح' کتاب الایمان' باب الایمان بالقدر' 38/1 رقم الحدیث:109)

چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے اس رسالہ کو پڑھے اور اپنے مولوی اور مفتی کو بھی پڑھائے پھر ان سے قرآن پر ہاتھ رکھوا کر قسم دے کر پوچھے کہ کیا رفع یدین سنت نبویؐ نہیں؟ کیا واقعی یہ منسوخ ہے جس مولوی یا مفتی کے دل میں ذرا بھی آخرت کا خوف ہو گا وہ یہ رسالہ پڑھ کر کبھی بھی قرآن پر ہاتھ کر قسم نہیں کھائے گا کہ رفع یدین سنت نبویؐ نہیں۔ یا یہ منسوخ ہے۔ برعکس اس کے کہ ہم اہل حدیث ہر وقت قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا سکتے ہیں اور بڑے دعوے سے کہ سکتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث اللہ اور رسول کا مذہب ہے جو یقیناً حق ہے۔ رفع یدین سنت رسولؐ ہے صحیح ترین احادیث سے ثابت ہے جس پر آپؐ آخر تک عمل کرتے رہے۔ یہ سنت ہر گز منسوخ نہیں جو جھوٹ پر قسم کھائے گا اس پر یقیناً خدا کی لعنت ہو گی۔

اللہ ہر مسلمان کو حق پر چلنے اور رفع یدین جیسی سنت نبویؐ پر عمل کرنے کی توفیق دے تاکہ وہ ترک سنت کی وجہ سے اللہ اور سول کی لعنت سے بچ جائے۔

والهداية بيدالله ولا حول و لا قوة الا بالله

☆☆☆☆☆

مسنون تراویح

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مسنون تراویح

ح تراویح میں سنت رسولؐ کیا ہے؟

م تراویح میں سنت رسولؐ آٹھ رکعت ہے۔

ح کیا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

م جی ہاں۔ بخاری اور مسلم میں ہے:

((عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ ؓ کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً)) ❶

”ابو سلمہ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان کتنا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، رمضان ہو یا غیر رمضان حضور ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

ح اس میں تراویح کا تو نام بھی نہیں؟

م تراویح کا نام تو کسی حدیث میں بھی نہیں۔

ح پھر تراویح لیتے کہاں سے ہیں؟

م لیتے تو حدیثوں سے ہی ہیں، لیکن حدیثوں میں تراویح کا لفظ نہیں آتا بلکہ صلوٰۃ رمضان یا قیام رمضان کا لفظ آتا ہے جس سے مراد تراویح ہی ہوتی ہے۔ ابو سلمہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کا ہی سوال کیا تھا جس کا جواب حضرت عائشہؓ نے یہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح اور تہجد ایک ہی تھیں اور وہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہ تھیں۔

ح حضرت عائشہؓ نے تو اس نماز کا ذکر کیا ہے جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی

---

❶ (بخاری، کتاب صلوة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم:2008.. مسلم: کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی، رقم:121)

جاتی ہے' یعنی تہجد کا۔ اگر ان کی مراد تراویح ہوتی تو غیر رمضان کا ذکر نہ کرتیں۔ کیونکہ تراویح غیر رمضان میں نہیں ہوتیں۔

م حضرت عائشہؓ تہجد کا ذکر کیسے کر سکتی تھیں جب سوال رمضان کا تھا۔ کیا تہجد صلوٰۃ رمضان ہے؟

ح اگرچہ تہجد رمضان کی نماز نہیں' لیکن رمضان میں تو تہجد ہو سکتی ہے' ممکن ہے حضرت ابو سلمہؓ نے یہ سوال کیا ہو کہ حضور ﷺ کی رمضان کی تہجد کتنی تھی؟

م اول تو صلوٰۃ رمضان سے تہجد مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ صلوٰۃ جو کہ عام ہے اور تہجد اور تراویح دونوں کو شامل ہے رمضان کی قید سے خاص ہو گئی جس سے رمضان کی خاص نماز یعنی تراویح ہی مراد ہو سکتی ہے' لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ "ما کان یزید" کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی تہجد ہی بیان کی ہے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ رمضان میں تراویح بھی پڑھتے تھے یا صرف تہجد پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ اگر تہجد پر ہی اکتفا کرتے تھے تو یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کی تراویح اور تہجد ایک ہی تھیں اور وہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہ تھیں۔ اگر تہجد کے علاوہ تراویح بھی پڑھتے تھے تو ثابت کریں کہ رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ تھیں اور ثابت ہو نہیں سکتا' بلکہ ثابت یہ ہے کہ رمضان میں حضور ﷺ کی تہجد ہی تراویح تھیں۔ مولانا انور شاہ حنفی فرماتے ہیں:

"لَا مَنَاصَ مِنْ تَسْلِيمِ اَنَّ تَرَاوِيحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ ثَمَانِيَةَ رَكْعَاتٍ وَّ لَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى التَّرَاوِيحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِيحَ وَ بَيْنَ التَّرَاوِيحِ وَالتَّهَجُّدِ فِي عَهْدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ فَرْقٌ فِي الرَّكْعَاتِ بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ" ❶

"یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ حضور کی تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں۔ کسی بھی روایت سے یہ

---

❶ (عرف الشذی ص :309)

ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھی ہوں۔ آپ تراویح کو ہی لمبا کر دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تراویح اور تہجد میں رکعتوں میں فرق نہیں تھا۔ صفت ادائیگی اور وقت میں فرق تھا۔"

تمام محدثین بھی حضور ﷺ کے قیام رمضان کو اسی حدیث حضرت عائشہؓ سے ثابت کرتے ہیں اور تو اور امام محمدؒ جو کہ حنفی مذہب کے بانیوں میں سے ہیں' مؤطا امام محمد میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ کی تراویح کے بارے میں ہے۔ ایسے ہی امام ابن ہمام' ابن نجیم' طحاوی' علامہ عینی' ملا علی قاری' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' علامہ ابوالحسن شرنبلالی وغیرہ سب اجلہ احناف تسلیم کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں اور یہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فَتَحَصَّلَ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ اَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةً اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ فَعَلَه' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" [1]

"یعنی اوپر کی ساری بحث سے نتیجہ نکلا کہ سنت قیام رمضان گیارہ رکعت ہی ہے جو کہ آپ نے خود کیا ہے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

" لٰكِنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ قَالُوْا اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ ضَعِيْفٌ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَتْهُ عَائِشَةُ اَنَّه' صَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَمَا هُوَ عَادَتُه' فِيْ قِيَامِ الَّيْلِ وَ رُوِىَ اَنَّه' كَانَ بَعْضُ السَّلَفِ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ يُصَلُّوْنَ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً لِلتَّشَبُّهِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ)

"یعنی محدثین کے نزدیک صحیح حدیث تو حضرت عائشہؓ والی ہے کہ حضور ﷺ عادت کے مطابق رمضان میں بھی وتر سمیت گیارہ رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔ عمر بن

---

[1] (فتح القدیر ج 1/ 334 ' کتاب الصلوۃ ' باب النوافل' فصل فی قیام شهر رمضان)

عبدالعزیز کے زمانہ میں بعض سلف اتباع سنت کے خیال سے آٹھ تراویح ہی پڑھتے تھے۔ بیس رکعت والی روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔"

ح اگر یہ حدیث تہجد کے بارے میں نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غیر رمضان کا ذکر کیوں کیا؟

م ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں نہیں، ہم تو کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان ہو حضور ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور تراویح ایک ہی نماز تھی۔ حضرت ابو سلمہؓ نے "کیف" کے ساتھ سوال کیا تھا جس سے ان کی مراد یہ تھی کہ رمضان میں حضور ﷺ کی نماز اور مہینوں جتنی تھی یا زیادہ؟ اگر اور مہینوں جتنی تھی، یعنی آٹھ رکعت تو پھر رمضان کی کیا خصوصیت، اگر زیادہ تھی تو اس کی کیفیت بتایئے۔ کیا رکعتیں زیادہ ہوتی تھیں یا آٹھ کو ہی لمبا کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکعتیں تو زیادہ نہیں کرتے تھے البتہ رکعتوں کو طویل کر دیتے تھے۔ یعنی حضور رمضان میں بھی پڑھتے تو آٹھ ہی تھے لیکن یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی اچھی ہوتی تھیں۔ حنفیوں کے مشہور علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں:

"يُحْمَلُ عَلَى الطَّوِيْلِ دُوْنَ الْكَثْرَةِ"

"یعنی رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکعتیں زیادہ نہیں کرتے تھے، صفت ادائیگی کو بہتر بنا دیتے تھے۔"

مولانا انور شاہ صاحب بھی فرماتے ہیں:

"وَبَيْنَ التَّرَاوِيْحِ وَالتَّهَجُّدِ فِيْ عَهْدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ فَرْقٌ فِي الرَّكْعَاتِ بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ"

"یعنی حضور ﷺ کے عہد میں تراویح اور تہجد میں رکعتوں میں فرق نہیں تھا، صفت ادائیگی اور وقت میں فرق تھا"

ح آپ کی بات تو ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔

م علاوہ ازیں یہ حدیث تراویح کے بارے میں نص ہے جس سے نہ صرف سنت تراویح آٹھ ثابت ہوتی ہیں بلکہ بیس اجماعی بھی نہیں رہتیں

ح اجماعی کا کیا مطلب ؟

م احناف کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیس تراویح کا حکم دیا تھا اور تمام صحابہؓ بیس پڑھنے لگ گئے تھے۔ یعنی بیس پر اجماع ہو گیا تھا۔

ح حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث اجماع صحابہؓ کے دعویٰ کو کیسے رد کر سکتی تھی۔

م حضرت عائشہؓ جو آٹھ سے زیادہ کی نفی کرتی ہیں اگر اجماع ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نفی نہ کرتیں۔ حضرت عائشہؓ کا " مَاكَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ "والا اعلان خلافت راشدہ کے آخری ایام کا ہے کیونکہ حضرت ابو سلمہ جنھوں نے یہ سوال کیا تھا' حضرت عمرؓ کی شہادت کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ شہادت علیؓ کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال کے قریب تھی۔ حضرت عائشہؓ کا اس وقت آٹھ تراویح کا اعلان فرمانا صاف بتاتا ہے کہ صحابہؓ بیس رکعت پر متفق نہیں تھے۔ اول تو یہ بات غلط ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا' کیونکہ حضرت عمرؓ کو جب یہ معلوم تھا کہ حضور کی سنت آٹھ ہی ہے تو وہ بیس کا حکم کس طرح دے سکتے تھے۔ اس کے علاوہ موطا امام مالک میں جو کہ درجہ اول کی کتاب ہے صراحۃً موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ عبارت یہ ہے:

"اَمَرَ عُمَرُ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ وَ تَمِيْمًا الدَّارِیَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِاِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً" [1]

اور یہی وہ تعداد ہے جو حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔ امام جوزی حضرت

---

[1] (مؤطا ' كتاب الصلوٰة فی رمضان ' باب ما جاء فی قيام رمضان ... مشكوٰة المصابيح ' كتاب الصلوٰة ' باب قيام شهر رمضان ' 405/1 ' رقم: 1302)

امام مالکؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

" اَنَّه' قَالَ الَّذِیْ جَمَعَ عَلَیْهِ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَحَبُّ اِلَیَّ وَ هُوَ اِحْدٰی عَشْرَةَ رَکْعَةً وَ هِیَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلاَ اَدْرِیْ مِنْ اَیْنَ اَحْدَثَ هٰذَا الرُّکُوْعَ الْکَثِیْرَ " ❶

امام مالک نے فرمایا' مجھے تو گیارہ رکعت ہی زیادہ پسند ہیں۔ کیونکہ گیارہ پر ہی حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ گیارہ ہی حضور ﷺ خود پڑھتے تھے۔ اس کے بعد امام مالک نے فرمایا: پتا نہیں لوگوں نے یہ بیس اور چالیس وغیرہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں۔ یعنی رسول کریمؐ سے تو ان کا کوئی ثبوت نہیں۔"

ح مولانا مودودی صاحب نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تو بیس کا حکم دیا تھا اور اس پر تمام صحابہؓ نے اجماع کر لیا تھا۔

م یہ بالکل غلط ہے۔ بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع کبھی بھی نہیں ہوا۔ اگر شک ہو تو ترمذی شریف اٹھا کر دیکھ لیں۔ امام احمد سے تراویح کی تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: "رُوِیَ فِیْ هٰذَا اَلْوَانٌ لَمْ یُقْضَ فِیْهِ بِشَیْءٍ" ❷ "اس بارے میں کافی اختلاف ہے' کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

اس کے علاوہ حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جو تین رات جماعت کروائی ہے وہ آٹھ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر تھے۔ چنانچہ ابن خزیمہ' ابن حبان' طبرانی' قیام اللیل اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

((صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ)) ❸

---

❶ (المصابیح مع اردو ترجمہ مسنون تراویح ص :15 طبع مکتبہ سلفیہ لاهور)

❷ (ترمذی' ابواب الصوم' ما جاء فی قیام شهر رمضان' رقم:806)

❸ (ابن خزیمة' کتاب جماع' ابواب ذکر قیام شهر رمضان' باب ذکره عدد صلوة النبیؐ باللیل فی رمضان والدلیل علی انه لم یکن یزید فی رمضان علی عدد الرکعات فی الصلوة باللیل ما کان یصلی من غیر رمضان 341/3... مجمع الزوائد 74/2 قیام اللیل مروزی ص :90)

"رسول کریم نے رمضان شریف میں ہمیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھائے"۔

ایک اور حدیث بھی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات اپنی سمجھ سے ہی میں نے ایک کام کر لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کیا؟ حضرت ابی نے کہا: گھر میں عورتیں کہنے لگیں کہ ہمیں قرآن یاد نہیں۔ آج ہمیں تراویح ہی پڑھا دو۔ سو میں نے ان کو آٹھ رکعت پڑھا کر وتر پڑھا دیے۔ آپ خاموش رہے گویا آپ نے پسند فرمایا۔ یہ روایت ابو یعلی' طبرانی اور قیام اللیل میں ہے: ❶

ح بات تو بڑی صاف ہے' پتا نہیں پھر یہ اختلاف کیوں ہے؟

م صرف فرقہ پرستی کی وجہ سے۔

ح یہ تو بڑی بری بات ہے' مسئلے میں ضد کیسی؟ اچھا' بیس کا ذکر بھی آتا ہے یا نہیں؟

م بیہقی' اور ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان شریف میں بیس تراویح اور وتر پڑھتے تھے' لیکن یہ روایت بالکل ضعیف ہے۔

ح حنفی بھی اسے ضعیف مانتے ہیں؟

م ہاں' تمام حنفی علما بھی اسے ضعیف مانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا انور شاہ عرف الشذی میں لکھتے ہیں:

" وَ اَمَّا النَّبِیُّ ﷺ فَصَحَّ عَنْهُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّ اَمَّا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً فَهُوَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ وَ عَلٰى ضُعْفِهٖ اِتِّفَاقٌ " ❷

"حضور ﷺ سے تو آٹھ رکعت تراویح ہی ثابت ہیں۔ بیس رکعت والی حدیث تو ایسی ضعیف ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔"

ح پھر یہ مقلد علما بیس لیتے کہاں سے ہیں؟

م وہ کہتے ہیں رسول اللہ کی سنت تو آٹھ ہی ہے' لیکن خلفاء کی سنت بیس ہے۔

ح کیا یہ صحیح ہے؟

---

❶ (مجمع الزوائد ج 2ص 74 قیام اللیل ص 90)

❷ (عرف الشذی ص :309)

م صحیح کیسے؟ آپ خود ہی سوچیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلفاء رسولؐ کی سنت کے مقابل اپنی سنت جاری کرتے۔

ح یہ تو نہیں ہو سکتا کہ رسول کریم ﷺ کی سنت اور ہو اور صحابہؓ کی سنت اور۔ لیکن آخر وہ کیسے کہتے ہیں کہ بیس خلفاء کی سنت ہے؟

م صرف ضعیف روایتوں کی بنا پر۔ گروہ بندی اسی لیے تو بری ہے کہ ایک اعلیٰ چیز چھوڑ کر ایک گھٹیا چیز لینی پڑتی ہے۔ مؤطا امام مالکؒ میں جو کہ درجہ اول کی کتاب ہے حضرت عمرؓ کا گیارہ تراویح کا حکم موجود ہے' لیکن ہمارے بھائی اپنا مطلب نکالنے کے لیے مؤطا امام مالک کی روایت تو نہیں لیتے' حالانکہ وہ صحیح بھی ہے اور سنت نبوی کے مطابق بھی۔ بیہقی وغیرہ تیسرے درجے کی ضعیف روایات کو لیتے ہیں تاکہ اپنا مذہب ثابت ہو جائے۔

ح بیس تراویح پڑھنے کی کوئی صحیح روایت ہے ہی نہیں؟

م ایک بھی نہیں۔

ح تو پھر یہ بات ہی ختم۔ پھر تو بیس پڑھنی ہی نہیں چاہئیں۔

م بیس پڑھنا منع نہیں' کیونکہ نفل ہیں جتنے کوئی چاہے پڑھے' بات سنت ہونے کی ہے کہ آیا بیس سنت ہیں یا نہیں؟

ح کیا بیس سنت نہیں؟

م سنت تو وہ تعداد ہو سکتی ہے جو حضور ﷺ نے خود پڑھی ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس پڑھنا کسی صحیح روایت سے ثابت ہی نہیں تو بیس سنت کیسے؟ اس بات کو تو محقق حنفی علما بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے:

"اِنَّ الدَّلِیْلَ یَقْتَضِیْ اَنْ تَکُوْنَ السُّنَّةُ مِنَ الْعِشْرِیْنَ مَا فَعَلَه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا ثُمَّ تَرَکَه' خَشْیَةَ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْنَا وَالْبَاقِیْ مُسْتَحَبٌّ وَقَدْ ثَبَتَ اِنَّ ذٰلِكَ وَ کَانَ اِحْدٰی عَشْرَةَ رَکْعَةً بِالْوِتْرِ کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ فَاِذَنْ یَکُوْنُ الْمَسْنُوْنُ مِنْهَا عَلٰی اُصُوْلِ مَشَائِخِنَا ثَمَانِیَةً

وَالْمُسْتَحَبُّ اِثْنَاعَشَرَ" ❶

دلیل کا تقاضا تو یہی ہے کہ بیس رکعات تراویح میں سے سنت اسی قدر ہوں جس قدر رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھی ہوں۔ باقی رکعات مستحب ہوں اور یہ صحیحین کی حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ نے تراویح مع وتر گیارہ رکعت ہی پڑھی ہیں۔ اس تحقیق کے بعد یہ کہنا پڑے گا کہ آٹھ رکعت تو سنت ہیں' باقی بارہ رکعتیں مستحب"

ح اگر سنت آٹھ ہی ہے تو پھر آٹھ سے زیادہ کیوں پڑھی جائیں؟

م سنت تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھیں' لیکن جیسے عشاء کی دو سنتوں کے بعد نفل پڑھنا منع نہیں' ایسے ہی آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا منع نہیں۔ بعض صحابہؓ بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور مابعد زمانوں میں بھی پڑھی جاتی رہی ہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں لکھتے ہیں:

" فَاِنَّ الزِّيَادَةَ عَلٰى مَقَادِيْرِ السُّنَنِ جَائِزَةٌ اِتِّفَاقًا لٰكِنْ لاَ عَلٰى سَبِيْلِ السُّنَّةِ بَلْ عَلٰى سَبِيْلِ التَّطَوُّعِ"

سنتوں پر زیادتی بالاتفاق جائز ہے' لیکن سنت کے طور پر نہیں بلکہ نفل کے طور پر"

احناف پر اگر اعتراض ہے تو یہ کہ وہ بیس کو سنت کہتے ہیں اور مقرر کر دیتے ہیں حالانکہ صحیح چیز یہ ہے کہ بیس نہ سنت نبوی ہے نہ سنت خلفاء۔ بیس رکعت یا اس سے کم وبیش پڑھنے میں کوئی اعتراض نہیں' اعتراض صرف سنت سمجھنے اور سنت کہنے پر ہے۔

ح یہ تو میں نے بھی سنا ہے کہ بیس خلفاء کی سنت ہے۔

م آپ سوچیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بیس تراویح خلفاء کی سنت ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تراویح میں سنت رسولؐ کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ یہی سنت رسولؐ بھی ہے تو پھر سوال ہو گا کہ جب بیس رکعت سنت رسولؐ ہے تو پھر اسے خلفاء کی سنت

---

❶ (بحر الرائق ج ۱ ص 72)

کیوں کہتے ہیں' سنت رسولؐ کیوں نہیں کہتے ؟ کیا خلفاء کی سنت' سنت رسولؐ سے اہم ہے ؟ کیا مسلمان سنت رسولؐ کو ہلکا سمجھتے ہیں اور خلفاء کی سنت کو زیادہ جو بیس کو سنت خلفاء کہہ کر پڑھوایا جاتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ نہیں تو پھر خلفاء نے یہ تراویح کی بدعت کیوں جاری کی۔ انھوں نے بیس کی تعداد کہاں سے لے لی۔ اگر کہا جائے کہ حضور ﷺ نے تراویح تو پڑھی تھیں' ہم کہیں گے پھر وہ کیوں نہیں پیش کی جاتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں تھیں۔ بیس کو کیوں پیش کیا جاتا ہے ؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتے ہوئے پھر کسی اور کی سنت کی کیا ضرورت ؟

ح تراویح کو خلفاء کی سنت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمرؓ نے جاری کروائی تھی۔

م کون کہتا ہے کہ تراویح حضرت عمرؓ نے جاری کروائی ہے۔ تراویح خود حضور ﷺ پڑھتے تھے اور لوگوں کو پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ بلکہ آپؐ نے تین رات تراویح کی جماعت بھی کروائی۔

ح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین رات جماعت کرائی۔ حضرت عمرؓ نے سارا مہینہ کرانے کا حکم دیا۔

م اگرچہ حضور ﷺ نے تین رات جماعت کرائی' لیکن آپ سارا ماہ جماعت کرانے کے خلاف نہ تھے بلکہ چاہتے تھے کہ سارا ماہ جماعت ہو۔ صرف فرضیت کے خوف سے آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر کہ اب فرضیت کا خطرہ نہیں رہا باقاعدہ جماعت شروع کروادی۔ یہ حضرت عمرؓ کا اپنا اجتہاد نہیں بلکہ حضور ﷺ کی خواہش کی تکمیل تھی۔ لہذا سارا ماہ تراویح باجماعت بھی ہو سکتی ہے۔ پھر جماعت چھوڑ کر یہ بھی بتادیا تھا کہ جماعت کوئی ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہؓ حضرت عمرؓ وغیرہ تراویح گھر پڑھتے تھے۔

ح حضرت عمرؓ نے جب جماعت باقاعدہ شروع کروائی تو شاید رکعتیں بڑھادی ہوں۔

م حضرت عمرؓ رکعتیں کیسے بڑھا سکتے تھے' جب کہ ان کو حضور ﷺ کی سنت کا علم تھا۔ بلکہ مؤطا امام مالک میں صراحتاً موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم

دار یؓ کو رمضان شریف میں گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا اور یہ وہی تعداد ہے جو حضور علیہ السلام خود پڑھتے تھے۔

ن اگر بیس رکعت منع نہیں تو پھر بیس کا ثواب آٹھ سے زیادہ ہو گا جو بیس پڑھتے ہیں وہ تو پھر اچھے ہوئے۔

م ثواب تو سنت کی پیروی میں ہے۔ جب سنت آٹھ رکعت ہے تو آٹھ کو ہی اچھی طرح سے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے۔ بیس پڑھنے والے اچھے کیسے ؟ وقت تو وہ بھی اتنا ہی لگاتے ہیں جتنا آٹھ میں لگتا ہے بلکہ اس سے بھی کم۔ رکعتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں' نماز کا درجہ اتنا ہی گرتا جاتا ہے کیونکہ اعتدال و اطمینان کم ہوتا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

نماز روزہ کے بعض اہم اور ضروری مسائل

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز روزہ کے بعض اہم اور ضروری مسائل

یہ رمضان المبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے کو اس لیے نازل فرماتے ہیں کہ مسلمان اس میں زیادہ سے زیادہ کمائی کر سکیں۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ ثواب کا ریٹ بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اور مہینوں میں اگر ثواب دس گنا ہو تو رمضان شریف میں کم از کم ستر گنا کر دیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس برکت والے مہینے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ثواب صرف اسی عمل کا ملتا ہے جو قبول ہو جائے' جو عمل قبول نہ ہو اس کا ثواب ملنا تو درکنار وہ عمل وبال جان بن جاتا ہے۔ نماز اگر قبول ہو جائے تو اس کا بدلہ جنت ہے' اگر قبول نہ ہو تو اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور نماز بھی بد دعا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ [107: الماعون: 4-5]

"ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں کے معاملے میں غافل ہیں"

حدیث شریف میں ہے اگر نماز ٹھیک طور پر ادا نہ کی جائے تو نماز لوٹا کر منہ پر ماری جاتی ہے' بلکہ نماز بد دعا کرتی ہے:

((ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ)) [1]

اے نمازی! اللہ تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا۔

اس لیے عمل سے زیادہ عمل کے قبول ہونے کی فکر ہونی چاہیے۔ شرک کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ بلکہ شرک کرنے سے پچھلے سب عمل برباد ہو جاتے ہیں۔

---

[1] (مجمع الزوائد للهيثمى 122/2 باب من لا يتم صلاته و نسى ركوعها و سجودها... الترغيب الترهيب للمنذرى 339/1 رقم 16 'باب الترهيب من عدم اتمام الركوع والسجود واقامة الصلب بينهما و ما جآء فى الخشوع)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نبیوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

﴿وَ لَو اَشْرَ كُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[6:الانعام:88]

اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے عمل بھی برباد ہو جاتے۔ حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [39:الزمر:65]

اے نبی! اگر تو شرک کرے تو تیرے بھی سب عمل برباد ہو جائیں اور تیرے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ اس لیے شرک سے پرہیز بہت ضروری ہے۔ آج کل عام طور پر مسلمان شرک کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ قرآن و حدیث میں شرک سے بہت ڈرایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلاَّ وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ﴾[12:یوسف:106]

اکثر لوگ اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ وہ شرک کو شرک ہی نہیں سمجھتے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا مِنَ الشِّرْكِ فَاِنَّه' اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ)) ❶

اے لوگو! شرک سے بچو' شرک کی چال چیونٹی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اس کا پتا نہیں چلتا اس لیے شرک سے بہت ہوشیار رہو۔ سب سے پہلا اور بنیادی عمل کلمہ شہادت ہے' اس کے پڑھنے سے ہی آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ جب مسلمان کسی قسم کا کفر اور شرک کرتا ہے تو اس کے کلمہ پر چوٹ پڑتی ہے جس کا کلمہ ہی ٹھیک نہ رہا تو اس کا اسلام کہاں رہا۔ جس کا اسلام نہ رہا تو اس کا کوئی عمل کیسے قبول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کلمہ تمام اعمال کے لیے بنیاد ہے۔ اگر کوئی کلمہ کے تقاضے پورے نہ کرتا ہو تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

---

❶ (مسند احمد بن حنبل 403/4 'رقم الحدیث:19109... مسند ابی یعلی الموصلی 61/1)

کلمہ کے بعد سب سے پہلا اور بنیادی عمل نماز ہے اگر نماز قبول ہو تو باقی اعمال فائدہ دیتے ہیں ورنہ نہیں۔ جیسے لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ سب اعمال کے لیے بنیاد ہے اسی طرح نماز دیگر تمام اعمال کے لیے بنیاد ہے۔ اگر نماز نہ پڑھی جائے یا نماز قبول نہ ہو تو پھر سب عمل بے کار ہو جاتے ہیں۔ بے نماز کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے:

((مَا يَنْظُرُ فِيْهِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ نُظِرَ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عَمَلِهِ وَ اِنْ لَّمْ تُقْبَلْ مِنْهُ لَمْ يَنْظُرْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ عَمَلِهِ)) [1]

یعنی آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی اعمال دیکھے جائیں گے ورنہ کوئی عمل دیکھا ہی نہیں جائے گا۔ لہٰذا قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں، لیکن نماز نہیں پڑھتے ان کے روزے کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ جو صرف عید کی نماز پڑھتے ہیں اور فرض نماز نہیں پڑھتے ان کو عید کی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر عید میں ہی آدمی توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے پکا نمازی بننے کا عزم کر لے تو پھر اللہ اسے محروم نہیں رکھتا، اسے بھی عید کی برکتوں سے بہرہ ور کر دیتا ہے ورنہ وہ محروم ہی رہتا ہے۔

آج کل لوگ نماز پڑھتے ہیں، لیکن یہ فکر نہیں کرتے کہ یہ قبول ہو گی یا نہیں۔ کسی عمل کی قبولیت کے لیے پہلی شرط تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہے کہ عمل کرنے والا کلمہ کے تقاضے پورے کرتا ہو۔

دوسری شرط اخلاص نیت ہے۔ اخلاص نیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل صرف اللہ کے لیے ہو، کسی غیر کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ نہ ریاکاری ہو نہ کوئی اور دنیاوی مقصد۔ وہ عمل غفلت اور لاپرواہی سے بھی نہ کیا جائے۔ بادل ناخواستہ بھی نہ ہو کہ طبیعت بوجھ محسوس کرے بلکہ محبت سے ہو۔ مقصد صرف یہ ہو کہ اللہ راضی ہو جائے۔

تیسری شرط اتباع سنت ہے۔ اتباع سنت کے معنی یہ ہیں کہ وہ عمل حتی المقدور

---

[1] (مؤطا، کتاب الصلوة، باب جامع الصلوة)

اسی طریقے سے کیا جائے جس طریقے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا کرنے کی اجازت دی۔ اس کی حیثیت اور کیفیت کو بدلہ نہ جائے' اپنی طرف سے نہ کوئی اضافہ کیا جائے نہ کچھ گھٹایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' ہر نماز کی رکعتیں مقرر کی ہیں' ہر نماز کے ساتھ کچھ سنتیں ہیں' کچھ نفل ہیں' سنن ونوافل کو فرض کا درجہ دینا اور لازمی قرار دینا ہی زیادتی ہے۔ جس نماز کو شریعت نے جو درجہ دیا ہے وہی برقرار رکھنا چاہیے' اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کرنی چاہیے۔ آج کل بہت سے غلط قسم کے مسئلے مشہور ہو گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ عشاء کی سترہ رکعتیں ہیں۔ تراویح کے بغیر روزہ نہیں ہوتا۔ تراویح بیس رکعت ہیں' نہ کم نہ زیادہ۔ وتر صرف تین ہی ہیں' نہ کم نہ زیادہ۔

☆۔۔۔ سب سے پہلی نماز فجر ہے جس کے دو فرض ہیں۔ فرضوں سے پہلے دو سنتیں ہیں جن کی بہت تاکید ہے۔ آپ نے یہ سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں' نہ سفر میں' نہ حضر میں' نہ صحت میں' نہ بیماری میں۔ ان سنتوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ اسی میں زیادہ ثواب ہے' لیکن اگر لیٹ ہو جائے تو ان سنتوں کی خاطر فرضوں کی جماعت کو ضائع نہ کرے کہ ادھر فرضوں کی جماعت ہو رہی ہو ادھر یہ سنتوں میں لگا رہے۔ اگر فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تو فوراً فرضوں میں شامل ہو جائے۔ فرضوں کے بعد پھر سنتیں پڑھ لے۔ یہ جو مشہور ہے کہ فرضوں کے بعد پھر سنتیں سورج نکلنے کے بعد ہی پڑھی جا سکتی ہیں اس سے پہلے نہیں' یہ صحیح نہیں۔ احادیث میں فرضوں کے فوراً بعد سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ ترمذی' مسند احمد' دارقطنی' مستدرک حاکم' ابن ابی شیبہ' محلی ابن حزم' تمہید ابن عبدالبر وغیرہ کتب احادیث میں میں مختلف صحابہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک آدمی سے جس نے کہ فجر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھی تھی پوچھا:

((مَاهَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ)) ❶ "یہ دو رکعت کیسی ہیں ؟"

اس نے جواب دیا:

---

❶ (مسند حمیدی' ص 247 رقم:868.. ابوداؤد' کتاب التطوع ' باب اذا ادرك الامام و لم یصل رکعتی الفجر ص :1318 رقم الحدیث :1265)

((لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُهَا قَبْلَ الْفَجْرِ فَسَكَتَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا)) ❶

میں نے فجر کی پہلی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں اب وہ پڑھی ہیں' آپ خاموش ہو گئے اور منع نہیں فرمایا۔۔۔ لوگ اس مسئلے کو نہ جاننے کی وجہ سے فرضوں کو بھی خراب کرتے ہیں اور سنتوں کو بھی۔ سو عام طور پر مسجدوں میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک طرف لوگ سنتوں کی ٹھونگیں مار رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف فرضوں کی جماعت ہو رہی ہوتی ہے۔ لوگ فرضوں کی جماعت کو ضائع کر کے سنتوں کی ٹھونگیں اس لیے مارتے ہیں کہ انھیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر سنتیں پہلے نہ پڑھ سکے تو پھر سورج نکلنے تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اور یہ بہت مشکل ہے۔ اس لیے وہ ہر صورت میں سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ سنتوں کی خاطر فرضوں کو ضائع کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

☆۔۔۔ دوسری نماز ظہر ہے جس کے چار فرض اور فرضوں سے پہلے چار سنتیں اور بعد میں دو سنتیں ہیں۔ فرضوں سے پہلے دو سنتیں بھی ثابت ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو پڑھیں' کبھی چار۔ اس لیے اگر جلدی ہو تو دو پڑھ لے ورنہ چار پڑھے۔ ظہر کی یہ چھے سنتیں مؤکدہ ہیں' لیکن سفر میں آنحضرت نے ان سنتوں کو چھوڑا ہے۔ اس لیے سفر میں یہ سنتیں چھوڑی جا سکتی ہیں۔ ان کی وہ اہمیت نہیں جو صبح کی دو سنتوں کی ہے۔ اگر آدمی جماعت سے پہلے سنتیں نہ پڑھ سکے تو جماعت کے بعد آخری سنتیں پڑھ لے' پھر پہلی سنتیں بعد میں پڑھ لے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی ابن ماجہ ❷ کی حدیث سے واضح ہے۔

☆۔۔۔ تیسری نماز عصر ہے۔ اس کے چار فرض ہیں۔ فرضوں سے پہلے دو یا چار رکعت نفل پڑھنا ثابت ہے جو موجب ثواب ہے' لیکن بعد میں ہمارے لیے کوئی سنت یا نفل پڑھنا ثابت نہیں۔ حضور ﷺ سے جو عصر کے بعد نفل پڑھنا ثابت ہے وہ آپ کا خاصہ ہے' وہ ہمارے لیے نہیں۔

---

❶ (مسند حمیدی ص 247 رقم :868.. ابو داؤد' كتاب التطوع' باب اذا ادرك الامام و لم يصل ركعتي الفجر' رقم :1265)

❷ (ابن ماجة' ابواب اقامة الصلوات' باب من فاتته اربع قبل الظهر رقم :1158)

☆۔۔۔چوتھی نماز مغرب ہے۔اس کے تین فرض ہیں۔فرضوں سے پہلے اور اذان کے بعد دو نفل پڑھنا سنت ہے۔ حضورؐ نے خود پڑھے ہیں اور صحابہؓ نے بھی پڑھے ہیں۔ آپ نے ان کے پڑھنے کی ترغیب بھی دی ہے۔یہ ہمیں بھی پڑھنے چاہئیں اور نہیں تو رمضان شریف میں تو یہ ضرور پڑھ لینے چاہئیں۔ایک عمل کا ستر گنا ثواب' دوسرا احیائے سنت۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کو ترک کر دیا ہے' بلکہ بعض ہمارے بھائی تو اس سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔حالانکہ یہ بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے جیساکہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ایک ثابت شدہ سنت کی یوں مخالفت کرنا بڑی جسارت ہے۔ایسی جسارت سے مسلمانوں کو ڈرنا چاہیے۔اگر ہم کسی سنت نبویؐ پر عمل نہ کر سکیں تو شاید اللہ معاف کر دے' لیکن اگر ہم اس کا انکار کریں یا اس کی مخالفت کریں تو یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ مغرب کے تین فرضوں کے بعد دو سنت مؤکدہ ہیں۔ صبح کی دو سنتوں کے بعد اہمیت میں ان دو سنتوں کا ہی نمبر ہے۔ان دو سنتوں کے بعد پھر جتنے چاہے نفل پڑھ لے۔بیس تک نفل ثابت ہیں' لیکن جتنے پڑھے کھڑا ہو کر پڑھے بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ہے۔

☆۔۔۔پانچویں نماز عشاء ہے۔اس کے چار فرض ہیں اور فرضوں کے بعد دو سنت مؤکدہ ہیں۔عشاء کی نماز سے پہلے یا پیچھے جتنے چاہے نفل پڑھ سکتا ہے' لیکن ان کو عشاء کی نماز کا حصہ نہ سمجھے' عشاء کی نماز صرف چار فرض اور دو سنت ہی ہے' رہ گئے وتر بعض کے نزدیک عشاء کی نماز کے تابع ہیں اور بعض کے نزدیک ایک علیحدہ نماز ہے۔وتر اگر عشاء کی ساتھ پڑھے تو عشاء کی نماز کا حصہ سمجھے۔بہر کیف وتروں کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور طلوع فجر تک ہے۔وتروں کی تعداد جو صحیح احادیث سے ثابت ہے وہ ایک سے لے کر گیارہ بلکہ تیرہ تک ہے۔اگر پچھلی رات اٹھنے کی عادت ہو تو وتر پچھلی رات پڑھے ورنہ پہلی رات عشاء کی نماز کے ساتھ متصل ہی پڑھ لے۔وتر اگر عشاء کے ساتھ ہی پڑھے جائیں تو پھر ایک بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

لوگ ایک وتر پر بڑے متعجب ہوتے ہیں حالانکہ وتر ہوتا ہی ایک ہے۔اس لیے حدیث میں ہے:((اِنَّ اللہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ)) [1] اللہ کی ذات وتر ہے' یعنی ایک ہے۔اسے

---

[1] (ابو داؤد ' کتاب الوتر' باب استحباب الوتر' ص :1328 رقم :1316' ترمذی ' کتاب ابواب الوتر' باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم ص :1688' رقم :453)

وتروں کی نماز زیادہ پسند ہے اگر نمازی کو معلوم ہو کہ ہر نماز کی کتنی رکعتیں ہیں اور کیا ان کی حیثیت ہے' کتنی لازمی اور فرض ہیں' کتنی اس کی مرضی پر منحصر ہیں؟ تو کم از کم نمازوں کا یہ حال نہ ہو۔ فرض نمازوں کو تو آدمی کم از کم ٹھیک طرح پڑھے۔ رمضان شریف میں جس نمازی کو سترہ رکعتیں عشاء کی اور بیس تراویح پڑھنی پڑیں گی۔ وہ نماز کا خون نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ وہ بجائے ثواب کمانے کے عذاب کا مستحق ہو گا۔ اللہ ہمیں ایسے مغالطوں سے بچائے۔

ایک اور غلطی جو آج کل مسلمان کرتے ہیں وہ یہ کہ مغرب اور عشاء کے بعد دو دو نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور ان نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا سنت سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ قیام نماز میں فرض ہے بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ فرض تو بیٹھ کر ویسے ہی نہیں ہوتے۔ نفل اگرچہ ہو جاتے ہیں' لیکن ثواب آدھا ملتا ہے۔ تندرست آدمی جو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے وہ بیٹھ کر کیوں پڑھے؟ بیٹھ کر نفل پڑھنے کی رسم کو ترک کرنا چاہیے۔ یہ ایک بدعت سی بن گئی ہے۔

☆۔۔۔ اگر رمضان ہو تو عشاء کی نماز کے بعد رمضان شریف کی مخصوص نماز پڑھنی چاہیے' جس کو آج کل عرف عام میں تراویح کہتے ہیں۔ تراویح کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایجاد نہیں ہوا تھا' یہ نام بعد میں اس وقت پڑا جب لوگوں نے قیام رمضان کی رکعتوں کی تعداد بڑھا دی۔ حضور اکرم ﷺ کا عمل تو آٹھ رکعت ہی تھا' جس پر تراویح کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا تھا کیوں کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ ہر چہار رکعت کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ آٹھ رکعت میں چوں کہ ترویحہ ایک ہی ہو سکتا ہے' زیادہ ہو ہی نہیں سکتے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تراویح کا نام ایجاد نہ ہو سکا۔ بعد میں جب رکعتوں کی تعداد آٹھ سے بڑھ گئی اور کئی ترویحے ہونے لگے تو تراویح نام پڑ گیا۔ امام مالک نے اسی لیے فرمایا" لَا اَدْرِیْ مِنْ اَیْنَ اَحْدَثَ هٰذَا الرُّکُوْعَ الْکَثِیْرَ " میں نہیں جانتا اتنی رکعتیں لوگوں نے کہاں سے بنا لیں" یعنی حضور ﷺ کی تو اتنی تھی نہیں۔ یہ کہاں سے بن گئیں۔ بہرکیف یہ نفلی نماز ہے۔ اس لیے آپ نے اس کی تعداد مقرر نہیں فرمائی۔ جتنی کسی کی مرضی پڑھ لے' لیکن نماز کا خون نہ کرے۔ جتنی پڑھے دل لگا کر پڑھے۔ اگرچہ حضور

ﷺ کا عمل آٹھ ہی کا تھا لیکن آٹھ سے کم یا زائد پڑھنا منع نہیں ہے کیوں کہ یہ نفلی عبادت ہے۔ اور طلوع فجر تک اس کا وقت رہتا ہے۔ جتنی کوئی پڑھ سکے پڑھ لے۔ کوئی چار پڑھے یا آٹھ، کوئی بیس پڑھے یا چالیس اعتراض کی کوئی بات نہیں۔ کسی تعداد کو لوگوں کے لیے مذہب قرار دے دینا کہ اس سے کم و بیش نہیں، یہ جائز نہیں۔ ہمارے ملک میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تراویح بیس ہی ہیں، نہ کم، نہ زیادہ۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ جب اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تعداد مقرر نہیں کی تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مقرر کرے۔ اگر کوئی تعداد مقرر ہوتی تو آٹھ ہوتی، کیوں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا۔ جب حضور ﷺ نے اپنے معمول کو مقرر نہیں فرمایا، نفل سمجھ کر لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ جتنی کسی کی مرضی پڑھ لے تو آج جو بیس کو مقرر کرتے ہیں یہ شریعت کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں جو بہت بڑا جرم ہے۔ یہ نفلی عبادت ہے، کوئی آٹھ پڑھ کر چلا جائے تو اس کی مرضی، کوئی بارہ یا سولہ پڑھ کر چلا جائے تو اس کی مرضی۔ کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح کی مقررہ تعداد بیس ہے اس لیے وہ بیس ہی پڑھے۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ کی تراویح تو آٹھ ہی تھیں لیکن صحابہؓ نے بعد میں بیس پر اجماع کر لیا یہ بھی غلط ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی سنت آٹھ ہو اور صحابہؓ بیس پر اجماع کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے تو خود اپنے مقرر کردہ اماموں کو حکم کیا تھا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت وتروں سمیت پڑھا دیا کریں۔ لیکن صحابہؓ آٹھ بھی پڑھتے، اور زیادہ بھی پڑھ لیتے۔ کبھی کسی تعداد پر اجماع ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ اولاً تو تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں، لیکن اگر کوئی اپنا معمول بنانا چاہے تو پھر بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معمول آٹھ کو اپنائے۔ یہ تعداد سنت ہے۔ لیکن آٹھ کے پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت لگائے۔ اگر اہل حدیث آٹھ رکعت اس لیے پڑھتے ہیں کہ آٹھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں تو انھیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آٹھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے پڑھی ہیں۔ جیسے حضور کی آٹھ کی تعداد مسنون ہے ویسے حضور ﷺ کی کیفیت ادائیگی بھی تو مسنون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ میں ہی اتنا وقت لگا دیتے تھے جتنا کوئی اور بڑی سے بڑی تعداد میں لگائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتی ہوئی فرماتی

ہیں: "یُصَلِّیْ اَرْبَعًا لاَ تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ" ❶ یعنی آپ چار چار کر کے آٹھ رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ وہ کتنی عمدہ اور لمبی ہوتیں۔ اہل حدیث کو صرف آٹھ کی تعداد ہی سنت کہہ کر نہیں لے لینی چاہیے' آٹھ کی کیفیت ادائیگی بھی جو حضرت عائشہؓ بیان فرماتے ہیں ساتھ ہی لینی چاہیے۔ وہ بھی آٹھ کے ساتھ مسنون ہے۔ ایک پہلو کو دیکھنا اور دوسرے کو نظر انداز کر دینا انصاف نہیں۔ آج کل اہل حدیث میں یہ تعداد ایک رسم بن گئی ہے۔ وہ روح نہیں۔ یعنی رمضان شریف آتا ہے پہلے تو اہل حدیث عشاء کی نماز کا وقت بدلتے ہیں۔ اگر پہلے نو بجے پڑھتے ہوں تو رمضان شریف کے احترام میں ساڑھے آٹھ بجے کر لیتے ہیں تاکہ جلدی فارغ ہوں۔ پھر لوگوں کی طرح جتنی جلدی ہو سکے آٹھ کی گنتی پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تراویح سے قریباً اس وقت فارغ ہو جاتے ہیں جس وقت وہ عام طور پر پہلے عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ بمشکل پندرہ بیس منٹ رمضان کے نام پر اللہ کو دیتے ہیں۔ ظاہر ہے اس عمل سے کیا اللہ راضی ہو گا۔ اور کیا اتباع سنت ہو گی اور کیا رمضان کا احترام۔ اللہ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع کی توفیق دے۔

رمضان شریف کا مہینہ کمائی کا مہینہ ہے۔ اس لیے دن میں روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا چاہیے۔ اگر رات سو کر گزار دی جائے اور قیام نہ کیا جائے تو کتنا نقصان ہے۔ گویا آدھا مہینہ ضائع ہو گیا۔ اس لیے کمائی کے لیے رات میں قیام رمضان بہت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ تراویح کے بغیر روزہ نہیں ہوتا' کیوں کہ روزہ اور چیز ہے اور تراویح اور چیز ہے۔ روزہ دن میں ہوتا ہے اور تراویح رات کو۔ روزہ تراویح پر موقوف نہیں۔ اگر تراویح روزے کے لیے شرط ہوتی تو جیسے روزہ فرض ہے تراویح بھی فرض ہوتی۔ کیوں کہ فرض کی شرط بھی فرض ہوتی ہے۔ وضو جب نماز کے لیے شرط ہے تو نماز کی طرح فرض بھی ہے۔ اسی لیے وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی' لیکن روزہ تراویح کے بغیر ہو جاتا ہے۔

تراویح کی نماز تھی تو ہماری کمائی کے لیے' لیکن اب یہ ایک بے روح سی رسم بن گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ تراویح کو اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا اور محبت و شوق سے ادا کی جاتی آج مسلمان اسے بوجھ سمجھتے ہیں اور اس سے جلدی سے جلدی جان چھڑانے کی

❶ (بخاری' کتاب صلوۃ التراویح' باب فضل من قام رمضان رقم: 2013)

کوشش کرتے ہیں۔ تراویح پڑھانے کے لیے قاری اکثر وہ رکھے جاتے ہیں جو پیشہ ور ہوتے ہیں اور تراویح کو کمائی کا سیزن سمجھتے ہیں۔ سارا سال داڑھی منڈاتے ہیں اور نمازوں سے سبکدوش رہتے ہیں' تراویح کا سیزن آنے پر وقتی داڑھی رکھ لیتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں اور پھر وہ تراویح کیا پڑھاتے ہیں۔ تراویح کی سپیشلیں چلاتے ہیں۔ ہر قاری چاہتا ہے کہ وہ سب سے پہلے فارغ ہو۔ جب نماز سوائے اٹھک بیٹھک کے کچھ نہ ہو اور ائمہ و قراء کا یہ حال ہو تو پھر جو نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر ہے۔ حضور اکرم نے سچ فرمایا:

((كَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلاَّ السَّهْرُ)) ❶

کتنے تراویح پڑھنے والے ایسے ہوں گے جن کے پلے انیندہ مرنے کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ پہلے لوگ جو آٹھ سے زیادہ پڑھتے تھے' ہماری طرح رکعتیں گننا ان کا مقصود نہ تھا۔ ان کو عبادت میں مزہ آتا تھا۔ وہ رات کا اکثر و بیشتر حصہ قیام میں صرف کرتے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے صحابی حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں " وَ مَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلاَّ فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ " ❷ ہم فجر کے قریب گھروں کو لوٹتے۔ ہم صرف لکیر کے فقیر ہیں کہ تقلیداً پڑھتے بیس ہیں' لیکن وقت آٹھ سے بھی کم لگاتے ہیں۔ ہمیں بیس کی گنتی کی فکر رہتی ہے کہ کب پوری ہوتی ہے' یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہم اللہ کے پاس آئے ہیں' کچھ لے کر جائیں۔ صرف گنتی نہ گنیں۔ تراویح کے لیے ہم آتے تو خود ہیں' اللہ ہمیں بلاتا تو نہیں کہ تراویح کی اذان و اقامت ہو۔ اگر ہم خود آ کر بھی اللہ کو راضی نہ کریں' صرف اٹھک بیٹھک کر کے خالی چلے جائیں تو کیا فائدہ۔

تراویح جتنی بھی پڑھی جائیں' خشوع و خضوع کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جائیں' لیکن اگر بیس رکعتوں میں یہ اہتمام نہ ہو سکے تو کم از کم آٹھ تراویح میں تو یہ اہتمام ضرور کرنا چاہیے' کیوں کہ قیام رمضان کی اصل تعداد جو مسنون ہے وہ آٹھ ہی ہے۔ اگر آٹھ سے

---

❶ (مسند احمد 441/2 رقم الحديث 9392 .. ابن ماجة ' كتاب الصيام ' باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم ' رقم :1690)

❷ (مؤطا ' كتاب الصلوٰة في رمضان ' باب ماجاء في قيام رمضان)

زائد پڑھنی ہوں تو بڑی خوشی سے پڑھے' لیکن کم از کم آٹھ رکعت ٹھیک کر کے پڑھے۔ بیس کی خاطر آٹھ کو خراب نہ کرے۔ آخر جلدی کی کیا ضرورت ہے؟ اگر بیس سکون سے نہ پڑھ سکے تو کم پڑھ لے۔ بیس پڑھنے کے لیے کسی نے کہا تو نہیں کہ ضرور بیس ہی پڑھے۔ نفلی عبادت ہے جتنی دل لگا کر کر سکتا ہے کرے۔

رمضان شریف میں وتر تراویح کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ وتروں کے آخر میں قنوت کی جاتی ہے۔ قنوت رکوع سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے اور رکوع کے بعد قومہ کی حالت میں بھی۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہو۔ خلفاء کا عمل اسی کا مؤید ہے۔ وتروں میں قنوت کوئی ضروری نہیں' یہ وتروں کی ہیئت ترکیبی میں داخل نہیں۔ اگر رہ جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ حضور نے نہیں فرمایا کہ اگر قنوت رہ جائے تو سجدہ سہو کرنا ضروری آتا ہے۔ قنوت صرف دعا ہے' وہ کسی حالت میں کی جاسکتی ہے۔ صحابہؓ قنوت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ابی بن کعبؓ جو قاری تھے' جن کو عمرؓ نے تراویح کا امام مقرر کیا تھا وہ بیس رات مسجد میں تراویح پڑھتے' آخری عشرہ گھر میں اکیلے تراویح پڑھتے' وہ باقاعدگی سے قنوت نہ کرتے۔ صرف نصف باقی میں قنوت کرتے۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے:۔

"كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ... الخ" [1]

رمضان کا قرآن شریف سے بڑا گہرا تعلق ہے' کیوں کہ قرآن شریف اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف میں بکثرت قرآن شریف پڑھنا چاہیے۔ رمضان شریف میں اپنے روز مرہ کے دنیاوی معمولات کو بدل کر زیادہ زور قرآن مجید اور نفل نوافل پر دینا چاہیے۔ وہ لوگ کتنے بے نصیب ہیں جو رمضان شریف میں بھی راتیں ناولوں کے پڑھنے' ٹیلی ویژن دیکھنے' اور تاش جیسی کھیلیں کھیلنے میں کھو دیتے ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو رمضان شریف کی برکتیں حاصل کرنے کی توفیق دے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو بدعات اور رسمی اور رواجی کاموں سے بچنا چاہیے۔ خاص کر رمضان شریف میں تو بدعات سے بہت

---

[1] (ابو داؤد' کتاب الوتر' باب القنوت فی الوتر ص :1329 رقم الحدیث :1429)

پرہیز کرنا چاہیے۔ رمضان شریف میں وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو دوری نہ ہو۔ بدعت کر کے آدمی اللہ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی نہیں دیتا۔ حالانکہ رمضان شریف مہینہ ہی توبہ استغفار کا ہے۔ چنانچہ بدعت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ رمضان شریف میں وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو دوری نہ ہو۔ بدعت کر کے آدمی اللہ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حدیث شریف میں ہے:

((إِنَّ اللهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَه‘)) ❶

بدعتی جب تک بدعت نہ چھوڑے اللہ اس کو توبہ سے روک دیتا ہے یعنی اس وقت تک اسے توبہ کی توفیق ہی نہیں دیتا جب تک وہ بدعت نہیں چھوڑتا۔ یعنی بدعتی رمضان کی تمام برکتوں سے محروم رہتا ہے۔ بدعت سے اللہ بہت ناراض ہوتا ہے اور شیطان بہت خوش ہوتا ہے' کیوں کہ بدعت کی گمراہی عام گمراہیوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان نے کہا' میں انسانوں کو گناہوں مثلاً زنا' چوری وغیرہ سے ہلاک کرتا تھا' لیکن وہ توبہ استغفار کر کے بچ جاتے اور میں ناکام رہتا۔ میں نے پھر بدعتوں کے ذریعے ان کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ اب وہ بدعتیں کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ اس لیے توبہ استغفار نہیں کرتے اور ہلاک ہوتے ہیں۔ اب میں کامیاب ہوں۔

اَهْلَكْتُهُمْ بِالذُّنُوْبِ فَاهْلَكُوْنِیْ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَتُ ذٰلِكَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَاءِ فَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اِنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ فَلَا يَسْتَغْفِرُوْنَ

ہمارے بعض بھائی رمضان شریف میں شبینے کرتے ہیں حالانکہ یہ شبینے بہت بڑی بدعت ہیں۔ یہ شبینے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تو درکنار کبھی کسی امام نے بھی نہ کیے' نہ کروائے۔ یہ دین میں بالکل نیا کام ہے اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے جس کا انجام دوزخ ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

---

❶ (سلسلة الاحاديث الصحيحة 154/4 رقم :1620)

((شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ کُلَّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ)) ❶

امتی کا کام دین بنانا نہیں بلکہ نبی کے لائے ہوئے دین پر عمل کرنا ہے۔ اس سے بڑی بے ادبی نبی کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمان مسئلے خود گھڑنے لگ جائیں اور شریعت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ﴾

[49:الحجرات:1]

اے ایمان والو! اللہ کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو' اللہ سے ڈرو' یہ کام نہ کرو۔

یہودی اور عیسائی جو ازلی ابدی ملعون ٹھہرے تو اسی وجہ سے کہ انھوں نے دین میں اسی قسم کی بدعات شروع کر دی تھیں۔ ہم مسلمانوں کو ایسے کاموں سے بہت دور رہنا چاہیے۔ جس کا انجام نبی سے دوری ہو اور بدعت سے دوری لازمی ہوتی ہے۔ وہ کتنے بدبخت لوگ ہوں گے جن کو حضور اکرم اپنے حوض کوثر سے ((سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ)) ❷ کہہ کر دھتکار دیں گے۔ اور وہ حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ جرم ان کا یہی ہو گا کہ انھوں نے نئے نئے کام کر کے اللہ کے دین کو بگاڑا ہو گا۔ حضور اکرم ان سے فرمائیں گے' دور ہو جاؤ۔ تم میرے امتی کیسے ہو' جنھوں نے میرے دین کو بگاڑا' بدعت کے علاوہ ان شیبنوں میں سوائے نمائش اور تکلف کے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ شیینے عبادت نہیں بنتے' عبادت عابد اور معبود کے اس تعلق کو کہتے ہیں جس کے تحت بندہ اللہ کے سامنے اپنے عجز و نیاز پیش کرتا ہے۔

عبادت کا یہ عمل جتنا تنہائی میں ہو اس میں اتنا ہی اخلاص ہوتا ہے۔ اسی لیے نفل نوافل اور

---

❶ (بخاری: کتاب الاعتصام' باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ' رقم: 7277 ... مسلم' کتاب الجمعة' باب تخفیف الصلوٰة والخطبة' ص: 813 رقم: 43 ... ابن ماجة ' کتاب السنة' باب اجتناب البدع والجدل ص: 2479 رقم: 45)

❷ (بخاری: کتاب الفتن ' باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ و اتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا فیکم خاصة: رقم: 7051 ... مسلم: کتاب الفضائل' باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته 'رقم: 25 ... ابن ماجة: ابواب الزهد' باب ذکر الحوض ص 2738 رقم الحدیث: 430)

سنتیں گھر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهٖ اِلاَّ الْمَكْتُوْبَةَ)) ❶ سوائے فرض نمازوں کے کہ جن میں اجتماعیت مقصود ہوتی ہے۔ بہترین نماز وہی ہے جو گھر پڑھی جائے۔ اسی طرح صدقہ و خیرات بھی وہی بہتر ہے جو چھپا کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾[2: البقرة:271]

اگر تم محتاجوں کو خفیہ طور پر دو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔

قرآن مجید کو بھی تنہائی میں سمجھ سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے:

((اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ)) ❷

قرآن مجید لوگوں کو سنا کر پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے دکھلاوے کا صدقہ۔ قرآن مجید کو تنہائی میں پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے چھپا کر صدقہ دینا۔ شبینوں میں جس طرح سے قرآن پڑھا جاتا ہے اس سے نہ تو قرآن کا حق ادا ہوتا ہے' نہ قاری کو کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ ایک بے روح رسم ہے جو خلاف سنت بھی ہے اور آداب قرآنی کے خلاف بھی۔ اس لیے اس رسم کو بالکل ترک کر دینا چاہیے۔ شبینہ کی رسم اسلام اور ایمان کی پیداوار نہیں بلکہ لاؤڈ سپیکروں کی پیداوار ہے۔ اگر آج لاؤڈ سپیکروں کا سلسلہ ختم ہو جائے تو یہ رسم اپنی موت آپ مر جائے۔ شبیوں میں صرف ختم قرآن مقصود ہوتا ہے' ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور غور و فکر کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن مجید کا اصل مقصد تدبر و تفکر اور اصلاح نفس ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

[38:ص :29]

---

❶ (احمد' 239/6 رقم :21113)

❷ (مشکوۃ: کتاب فضائل القرآن ' باب آداب التلاوۃ و دروس القرآن ' 678/1 رقم الحدیث:2202... ابن ماجۃ 'کتاب فضائل القرآن ' باب من قرأ القرآن'رقم :2919 ... نسائی : کتاب الزکوۃ' باب المسر بالصدقۃ ' رقم :2562)

یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری اس لیے ہے کہ اس کی آیات میں لوگ غور وفکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت پکڑیں۔

﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

[6:الانعام:155]

ہم نے یہ برکت والی کتاب اتاری ہے' لہٰذا اس کے پیچھے لگو اور تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ تاکہ تم پر رحم ہو۔

شبینوں میں نہ پڑھنے والا پڑھنے کا حق ادا کرتا ہے' نہ سننے والا سننے کا' پڑھنے والا گھاس کاٹتا ہے' سننے والا نہ سنتا ہے' نہ سن سکتا ہے۔ اس طرح سے یہ فعل بے مقصد ہو جاتا ہے اور قرآن مجید کی بے قدری ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ہمارے آج کل کے مسلمان عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ ہر آدمی کچھ عرصے کے بعد اپنے کام کا جائزہ لیتا ہے کہ میں نے جو کیا اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ بدعتیں کرنے والے بدعتیں تو کرتے جاتے ہیں' لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس کا اثر کیا ہوتا ہے۔ کیا اس سے مسلمانوں کی اخلاقی اور دینی حالت بہتر ہوتی ہے۔ کیا اس سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور برائیاں کم ہوتی ہیں' کیا اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور مسلمانوں پر اللہ کی رحمتیں برستی ہیں۔ حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ جوں جوں بدعات بڑھتی جاتی ہیں قوم مریض ہوتی جارہی ہے۔ ریاکاری اور منافقت زوروں پر ہے۔ اخلاص ناپید ہے۔ مسلمان مجموعی طور پر پست سے پست تر اور ذلیل سے ذلیل تر ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ کی سب سے بڑی رحمت جو مسلمانوں پر من حیث الجماعت ہوسکتی ہے وہ مسلمانوں کا کافروں پر غلبہ ہے اور وہ عرصے سے مفقود ہے جیسے ہم اسلام سے منافقت کرتے ہیں کہ نام اسلام کا اور دین اپنا بناتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ ہمارے ساتھ کرتا ہے کہ ملک مسلمانوں کا ہوتا ہے غلبہ کافروں کا ہوتا ہے اور یہ خدا کے غیظ وغضب کی دلیل ہے اور اس کا واحد سبب دین اسلام کا بگاڑ ہے جو بدعات سے ہوتا ہے۔

رمضان شریف میں کمائی کا ایک اور بڑا موقع اعتکاف ہے۔ اعتکاف عام طور پر رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہوتا ہے۔ احادیث میں اس کی بہت فضیلت اور

اہمیت آئی ہے' کیوں کہ اعتکاف میں فرمان خداوندی ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴾ [73المزمل:8] کی صحیح تعمیل ہوتی ہے۔ اعتکاف ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ [96:العلق:19] کا بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب سب کو توڑ کر گھر بار چھوڑ کر اللہ کے گھر میں اللہ سے لو لگانے کے لیے آن ڈیرے لگاتا ہے اور اعتکاف کی راتوں میں خاص کر لیلۃ القدر کی قیمتی گھڑیوں میں اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اس کو اپنے قرب خاص سے نوازتا ہے جس سے بندے کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے جو اللہ پر اعتماد اور توکل کا سبب بنتی ہے۔ اور یہ توکل ہی اصل ایمان کی جان ہے جس ایمان میں توکل نہیں وہ ایمان ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ﴿ وَ عَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [5:المائدۃ:23] اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ یعنی ایمان کے لیے توکل شرط ہے جس کی اعتکاف کی تنہائیوں میں اللہ سے دوستی لگ گئی اس کا تو سمجھو اعتکاف ہو گیا اور جو اعتکاف کے بعد کسی کا چیلہ بن کر چلے کرنے کی فکر میں رہا اس کا اعتکاف کچھ نہ ہوا۔ اعتکاف اصل میں ہوتا ہی اللہ سے دوستی لگانے کے لیے ہے۔ جس کی اللہ سے دوستی ہو جاتی ہے پھر وہ کسی کو دوست نہیں بناتا۔ اس کو جب اللہ سے راز و نیاز کرنا ہوتا ہے وہ اللہ کے گھر یعنی مسجد میں ہی جاتا ہے وہ مزاروں اور غاروں کے چلے نہیں کرتا۔ مسلمانوں کا چلہ اعتکاف ہے جو اعتکاف کے علاوہ چلے کرتے ہیں وہ شیطان کے ہی چیلے بنتے ہیں' اللہ کے پیارے نہیں بنتے۔

رمضان شریف کا ایک حق مسلمانوں پر صدقہ فطر بھی ہے جو عید کی نماز سے پہلے ادا کیا جانا چاہیے۔ عید کی نماز کے بعد صدقہ فطر نہیں رہتا۔ بلکہ ایک عام صدقہ بن جاتا ہے۔ صدقہ فطر روزے کو پاک کرنے کے لیے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: ((طُهْرَةً لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ)) [1] یہ نفسانی آلائشوں سے روزے کو پاک کرتا ہے۔ یہ ہر امیر غریب کو دینا چاہیے۔ اس میں صاحب نصاب ہونا شرط نہیں جیسا کہ لوگوں میں عام طور

---

[1] (ابن ماجة : كتاب الزكوٰة' باب صدقة الفطر ' رقم :1828 ... ابوداؤد : كتاب الزكوٰة' باب زكوٰة الفطر ' رقم :1609)

پر مشہور ہے۔ اس کی مقدار ایک مدنی صاع ہے جو کوفی صاع کے حساب سے آدھا صاع یعنی پونے دو سیر ادا کرتے ہیں۔ ان کا عمل صحیح نہیں۔ صاع مدنی ہی معتبر ہے کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ مدنی تھے' کوفی نہ تھے۔ اس لیے ہمیں مدینہ کے صاع کو ہی معیار بنانا چاہیے۔ کوفے کو نہیں۔ اس لیے ایک مدنی صاع جس کا وزن قریباً پونے تین سیر بنتا ہے فی کس ادا ہونا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟

1---((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَ اَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ)) ❶

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مشرق کی طرف سے سیاہی نمودار ہو جائے اور مغرب کی طرف سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھل گیا۔

2---((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَ هُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَوْ اَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ)) ❷

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور آپؐ روزے سے تھے' آپ نے ایک ساتھی سے کہا: اٹھ 'ستو تیار کر۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ابھی تو دیر ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اترا اور ستو پانی میں ڈال۔ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ابھی تو دن ہے' آپ نے فرمایا: اترا اور ستو گھو۔ پھر اس نے ستو بھگوئے آپؐ نے نوش فرمائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا جب مشرق کی طرف سے سیاہی نظر آنے لگے تو روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

---

❶ (بخاری: کتاب الصوم' باب متی یحل فطر الصائم؟' رقم: 1954 .. مسلم: کتاب الصوم' باب بیان وقت انقضاء الصوم و خروج النہار' ص 853 رقم: 51)

❷ (بخاری: کتاب الصوم' باب یفطر بما تیسر من الماء او غیرہ' رقم: 1955 .. مسلم کتاب الصوم' باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النہار' رقم: 52)

3---وَاَفْطَرَ اَبُوْسَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ ❶

حضرت ابو سعید خدریؓ نے سورج کی ٹکیا کے غروب ہونے پر روزہ افطار کر دیا۔

مندرجہ بالا صحیح صریح احادیث نبوی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ افطار کا وقت غروب شمس ہے۔جب سورج غروب ہو جائے یعنی اس کا قرص غائب ہو جائے تو روزہ کھل جاتا ہے۔سرخی یا روشنی کو دیکھتے رہنا سنت نبوی کے خلاف ہے اور غلط ہے۔

4--((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الفِطْرَ)) ❷

مسلمانوں کی حالت اس وقت تک اچھی رہے گی جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔

5---((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا)) ❸

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے وہ بندے زیادہ پیارے ہیں جو روزہ جلدی افطار کرتے ہیں۔

6---عَنْ اَبِي عطيةؒ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ مَسْرُوْقٌ علٰى عَائِشَةَؓ فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ كِلَاهُمَا لَا يَاْلُوْ عَنِ الْخَيْرِ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالاِفْطَارَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاَفْطَارَ. فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالاِفْطَار قَالَ عَبدُاللهِ فَقَالَتْ هٰكَذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ)) ❹

حضرت ابی عطیہ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت مسروق حضرت عائشہؓ کی

---

❶ (بخاری: كتاب الصوم، باب متى يحل الفطر الصائم، رقم :1954)

❷ (بخاری: كتاب الصوم، باب تعجيل الافطار، رقم 1957... مسلم: كتاب الصوم، باب فضل السحور و تاكيد استحبابه و استحباب تاخيره و تعجيل الفطر، رقم:48)

❸ (ترمذی: كتاب الصوم، باب ما جاء في تعجيل الافطار، رقم :701)

❹ (مسلم: كتاب الصيام، باب فضل السحور و تاكيدا ستحبابه و استحباب تاخيره و تعجيل الفطر، رقم:50)

خدمت میں حاضر ہوئے۔ مسروق نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کے دو صحابی ہیں جو نیکی کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے 'ایک مغرب کی نماز اور افطاری میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا تاخیر۔ دونوں میں سے صحیح کون ہے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا جلدی کرنے والا کون ہے؟ اس نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ وہ فرمانے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ افطاری جلدی کرتے تھے اور مغرب کی نماز بھی جلدی پڑھتے تھے۔"

7---((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُّعَجِّلَ اِفْطَارَنَا وَ نُؤَخِّرَ سُحُوْرَنَا وَ نَضَعَ اَيْمَانَنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا)) ❶

"تمام انبیا کو یہ حکم ہے کہ وہ روزہ جلدی افطار کریں اور سحری دیر سے کھائیں اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھیں۔

8--- ((عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الاودى قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَسْرَعُ النَّاسِ اِفْطَارًا وَ اَبْطَأُهُمْ سَحُوْرًا)) ❷

عمرو بن میمون الاودی کا بیان ہے کہ اصحاب رسولؐ روزہ کھولنے میں بہت تیز تھے اور سحری کھانے میں بہت لیٹ

9---((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ فِيْ دِيْنِهٖ تَعْجِيْلُ فِطْرِهٖ وَ تَاْخِيْرُ سُحُوْرِهٖ وَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةٌ)) ❸

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ روزہ جلدی افطار کرنا اور سحری دیر سے کھانا دین میں سمجھ دار ہونے کی دلیل ہے" آپ نے یہ بھی فرمایا سحری ضرور کھایا کرو۔ یہ کھانا بہت

---

❶ (سلسلة الاحاديث الصحيحة البانى 376/4 من اداب الافطار' والسحور من حديث ابن عباس مرفوعاً صحيح الجامع الصغير و زيادته رقم :2282... سنن دارقطنى 283/1 باب فى اخذ الشمال باليمين فى الصلوة عن ابن عباسؓ)

❷ (فتح البارى 199/4 رقم الحديث 1957 كتاب الصوم باب تعجيل الافطار)

❸ (مصنف ابن ابى شيبة كتاب الصيام 8/3 المعجم الصغيرطبرانى 94/1 رقم الحديث:243)

برکت والا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ جلدی افطار کرنا نہ صرف یہ کہ سنت رسولؐ اور اسوہ صحابہؓ ہے' بلکہ اس میں اپنی خیریت اور دین کی حفاظت ہے۔ جو لوگ روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں وہ ذاتی نقصان کے علاوہ دین کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ خواہ انھیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ آپ نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا:

((لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ)) ❶

دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک مسلمان روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے۔ جب مسلمانوں میں روزہ دیر سے افطار کرنے کی عادت پڑ جائے گی تو دین کمزور ہو جائے گا۔ روزہ دیر سے افطار کرنا یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے۔ غیروں کے فضائل کو اپنانا اور سنت رسول کو چھوڑ دینا دین کی بربادی ہے۔

اے مسلمان بھائیو! پھر سوچیں کہ افطاری میں سنت رسول کیا ہے؟ افطاری میں سنت رسولؐ سورج کا غروب ہونا ہے' نہ کہ سرخی یا روشنی کا انتظار کرنا۔ دیکھیں سورج کب غروب ہوتا ہے۔ جب سورج غروب ہو جائے فوراً روزہ افطار کر دیں۔ نہ گولے کا انتظار کریں' نہ اذان کا۔ سورج ڈوب جانے کی تسلی خود کرنی چاہیے۔ گولہ یا سائرن پر نہیں رہنا چاہیے۔ یہ تو سورج غروب ہونے کے کئی منٹ بعد بجتے ہیں۔ اخباروں میں طلوع و غروب دیا ہوا ہوتا ہے' اس کے مطابق غروب کی تسلی کر کے روزہ چھوڑ دیں۔ سحری دیر سے کھائیں اور روزہ جلدی افطار کریں۔ یہی مسنون طریقہ ہے۔

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

---

❶ (ابوداؤد' کتاب الصیام' باب ما یستحب من تعجیل الفطر' رقم :2353.. ابن ماجة ' کتاب الصیام ' باب ما جاء فی تعجیل الافطار ' رقم :1698 ... ابن خزیمة : کتاب جماع ابواب وقت الافطار' و ما یستحب ان یفطر علیه 275/3باب ذکر ظهور الدین ما عجل الناس ' رقم 2060)

نماز عید
اور
مسائل قربانی

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

نمازعید و مسائل قربانی

عشرہ ذوالحجہ میں عبادت کی فضیلت

ماہ ذوالحجہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے۔اس کے پہلے عشرہ کے لیل و نہار کی عبادات رمضان المبارک کی عبادات کے برابر ہیں۔ اس کی نو تاریخ کو خالق کائنات اللہ عزوجل کے مہمان حجاج کرام عرفات و مزدلفہ کے وسیع میدانوں میں اپنے رب اعلیٰ کے حضور حاضر ہو کر سعادت حج سے مشرف ہوتے ہیں اور اس کی دس تاریخ کو جملہ مسلمانان عالم اپنے آقا و مالک کی جناب میں حاضر ہو کر دوگانہ عید الاضحیٰ ادا کر کے اس کے حضور بطور تشکر و احسان جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اس مہینے کے پہلے دس دنوں کی فضیلت و بزرگی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”ذوالحجہ کے (پہلے) دس دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے۔ان ایام میں ہر روزے کا ثواب پورے ایک سال کے روزوں کے برابر اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے برابر ہے۔“ ❶

ترجمہ: ”ذوالحجہ کے (پہلے) دس دنوں کے اعمال صالحہ خداوند کو جس قدر محبوب ہیں اتنے دیگر دنوں کے اعمال محبوب نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! دیگر ایام کا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا؟ آپ نے فرمایا: ہاں دیگر ایام کا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا ہے البتہ ایسا جہاد فی سبیل اللہ برابری کر سکتا ہے جس میں کوئی آدمی اپنی جان و مال سمیت شریک ہوا اور ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ ❷

---

❶ (ترمذی: کتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی ایام العسر، رقم :758.. ابن ماجة: کتاب الصیام، باب صیام العسر، رقم :1727)

❷ (بخاری: کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق رقم:969...ترمذی : کتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی ایام العسر، رقم:757... ابن ماجة : کتاب الصیام، باب صیام العسر، رقم :1728)

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "عرفہ کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ دو سالوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ سابقہ سال اور آئندہ سال۔" ❶ البتہ حاجی کو عرفات میں عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے، نیز عام مسلمانوں کو 10-11-12-13 ذوالحجہ کا روزہ رکھنا منع ہے۔ کیونکہ یہ دن کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ ❷

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت و بزرگی والے ہیں، ان میں تہلیل و تکبیر بکثرت بیان کرو۔

ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر تکبیریں شروع کرنی چاہئیں اور تیرہ تاریخ کی عصر تک برابر صبح و شام نمازوں سے پہلے اور بعد میں گھر کے اندر اور گھر سے باہر اٹھتے بیٹھتے اور راستوں میں چلتے پھرتے باآواز بلند کہنی چاہئیں۔ (بعض حضرات عید والے دن سے تکبیریں کہنی شروع کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ ❸

تکبیر کے الفاظ

الله اکبر الله اکبر لاالٰہ الا الله والله اکبر الله اکبر و لله الحمد ❹

احادیث مقدسہ میں تکبیرات مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہیں۔

الله اکبر الله اکبر الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا و سبحان الله بکرة و اصیلا

---

❶ (ترمذی: کتاب الصوم، باب ما جاء فی فضل الصوم یوم عرفہ، رقم :739... ابن ماجة: کتاب الصیام، باب صیام عرفہ، رقم :1730)

❷ (ترمذی: کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراھیة صوم ایام التشریق، رقم :773 ... ابن ماجة : کتاب الصیام، باب ما جاء فی النھی عن صیام ایام التشریق، رقم :1719-1720)

❸ (بخاری: کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منی و اذا غدا الی عرفة، رقم :970)

❹ (فتح الباری 462/2 کتاب العیدین باب التکبیر ایام منی و اذا غدی الی عرفة، رقم :971 ... سنن دارقطنی: 51/2 کتاب العیدین)

عید کا دن

عید اس خوشی کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹتی ہے' مسلمان اس خوشی کے شکرانے میں جو نماز پڑھتے ہیں اسے نماز عید کہا جاتا ہے۔ اسلام میں عیدیں صرف دو ہی ہیں جو سال میں دو مرتبہ آتی ہیں: ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ ہے۔ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو صبح سویرے عورتیں اور بچے بوڑھے نہا دھو کر اور شریعت کے مطابق اچھے کپڑے پہن کر مرد باآواز تکبیریں کہتے ہوئے میدان عید کی طرف نکلیں' عورتیں روزمرہ کے معمولی سادہ لباس میں جائیں۔ نماز عید کے لیے پیدل جانا سنت ہے اور دوری عذر ہو تو علیحدہ بات ہے۔ نماز عیدالاضحیٰ کے لیے کچھ کھائے پیے بغیر نکلنا سنت ہے۔

نماز عید کہاں ادا ہو؟

عیدین کی نماز جنگل اور کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے۔ البتہ بارش آندھی یا دیگر شرعی عذر کے وقت مسجد میں یا کسی اور جگہ پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہو گئی تو آپؐ نے نماز عید مسجد میں پڑھائی [1] شاہ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں' نماز عید کھلے میدان میں پڑھنی چاہیے۔ جامع مسجد میں بلاعذر عید پڑھنی مکروہ ہے۔

راستہ بدلنا مسنون ہے

میدان عید سے واپسی کے وقت راستہ تبدیل کرنا سنت ہے۔ آپؐ عید کے دن آنے جانے کا راستہ علیحدہ اختیار کرتے تھے اور راستے میں واپسی پر تکبیریں بلند آواز سے کہتے ہوئے آتے۔ [2]

---

[1] (ابوداؤد: کتاب الصلوۃ' باب یصلی بالناس العید فی المسجد اذا کان یوم مطر' رقم: 1160 ... ابن ماجۃ: کتاب الصلوۃ' باب ما جاء فی صلوۃ العید فی المسجد اذا کان مطر رقم: 1313)

[2] (بخاری: کتاب العیدین' باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید' رقم: 986... جامع ترمذی: ابواب العیدین' باب ما جاء فی خروج النبیؐ الی العید فی طریق ورجوعہ من طریق آخر رقم: 541)

عورتوں کو عید گاہ جانے کا حکم

آپ نے عورتوں کو نماز عید عید گاہ میں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ عورتیں روزمرہ کے معمولی سادہ لباس میں عید گاہ جائیں۔ اسی طرح بغیر زیب و زینت کے خوشبو اور میک اپ(Make Up) سے سخت پرہیز کریں۔ نماز عید کے لیے سب عورتیں آئیں۔ پردہ داری کا خاص خیال رکھتے ہوئے ادھیڑ عمر اور بڑھیا اور حائضہ عورتیں بھی ضرور آئیں۔ البتہ حائضہ نماز نہ پڑھے اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔

چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ آپؐ نے حضرت ام عطیہؓ کو حکم دیا کہ وہ حیض والی عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو بھی عیدین میں نکالیں' لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ صرف دعا میں شریک ہو جائیں۔ ایک عورت نے پوچھا بعض دفعہ ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو آپؐ نے فرمایا اس کی سہیلی یا پڑوسن اپنی چادر میں لے آئے۔ یعنی دونوں ایک ہی چادر میں آجائیں۔ ❶

وعظ و خطبہ نماز عید کے بعد ہو

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں باہر نکلتے' سب سے پہلے نماز عید ادا کرتے اور پھر لوگوں کی طرف وعظ و نصیحت کرنے کے لیے متوجہ ہو جاتے۔ ❷ لوگ اپنی اپنی نماز کی جگہ بیٹھے رہتے۔ آپ انھیں اوامر و نواہی کرتے اگر کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو بھیج دیتے یا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم کرتے اور فرماتے صدقہ کرو' صدقہ کرو' صدقہ کرو۔ زیادہ صدقہ کرنے والی عورتیں ہی ہوتیں۔ پھر آپ عید سے فارغ ہو جاتے۔

نماز عیدین کی تکبیرات

ہر مرد اور ہر عورت باوضو ہو کر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے اور تکبیر کہہ کر

---

❶ (ترمذی: کتاب الصلوۃ ' باب فی خروج النساء یوم العیدین ' رقم :539... بخاری : کتاب العیدین ' باب خروج النساء والحیض الی المصلی 'رقم :947)

❷ (بخاری: کتاب العیدین ' باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ' رقم :956.. ⇐

دونوں ہاتھ کاندھوں یا کانوں تک اٹھا کر (سینہ پر) باندھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے۔ تمام لوگ دعائے استفتاح پڑھ کر امام کے ساتھ سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائیں اور سورہ فاتحہ سے فارغ ہو کر خاموش ہو جائیں۔ امام پہلی رکعت میں سورہ "ق" یا سورہ "اعلیٰ" پڑھے اور دوسری رکعت میں امام سورہ قمر یا سورہ غاشیہ پڑھے۔ ❶

قربانی کیا ہے؟

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دسویں ذوالحجہ کو قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں ہے۔ زمین پر خون گرنے سے پہلے ہی جانور مکان قبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ قربانی کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔ قیامت کے روز جانور سینگ' کھر اور بال وغیرہ سمیت آئے گا۔ ❷ قربانی کے جانور کو ستر گنا کر کے قربانی والے کی میزان میں رکھا جائے گا۔ قربانی کی مشروعیت پر امت مسلمہ کے تمام علما فقہا کا اجماع ہے۔ قربانی صاحب استطاعت پر ہے خواہ کوئی سارا سال غریب رہا ہو اگر قربانی کے دنوں میں مال دار ہو گیا تو اس پر قربانی ہے۔ یہ قربانی اس وقت قبولیت کے درجہ پر پہنچتی ہے جب مسلمان قربانی سے قبل اسلام کے بنیادی ارکان کو پورا کرے۔ اگر ان بنیادی فرائض نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ میں استطاعت کے باوجود کوتاہی کرتا ہو تو نہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق ہے اور

⇐ مسلم: کتاب صلوۃ العیدین' رقم: 9 ... ابوداؤد: کتاب الصلوۃ' صلوۃ العیدین' باب خروج النساء الی العیدین رقم: 1141)

❶ (ابوداؤد: کتاب الصلوۃ' باب بالقراۃ فی الجمعۃ' رقم 1122 و باب التکبیر فی العیدین رقم: 1149 ... جامع الترمذی: ابواب العیدین' باب ما جاء فی القراۃ فی العیدین' رقم 533 وباب ما جاء فی التکبیر فی العیدین' رقم: 536)

❷ (ترمذی: ابواب الاضاحی' باب ما جاء فی فضل الاضحیۃ' رقم: 1493 ... ابن ماجۃ: ابواب الاضاحی' باب ثواب الاضحیۃ' رقم: 3126)

نہ قربانی سے۔ اگر توبہ کر لے اور فرائض کی طرف لوٹ آئے تو پھر ٹھیک ہے۔

قربانی کی اہمیت

حدیث نبوی ہے:

((مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا)) ❶

یعنی جو شخص وسعت مال کے (یعنی قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو) باوجود قربانی نہیں کرتا تو اس کو ہماری عید گاہ کی طرف نہیں آنا چاہیے۔ (گویا وہ مسلم معاشرے کا فرد ہی گردانا نہیں جائے گا)

قربانی کی استطاعت نہ رکھنا

جس شخص میں قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر اپنی حجامت نہ بنوائے' بدن کے کسی بھی حصے کے بال نہ لے اور نہ ہی ناخن ترشوائے۔ نماز عید کے بعد حجامت بنوائے' بال کاٹے اور ناخن ترشوائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قربانی کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

قربانی کرنے والے کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ نماز عید سے پہلے دس دن حجامت نہ بنوائے ❷

قربانی کا وقت

قربانی نماز عید پڑھ کر کرنی چاہیے۔ جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کرے گا اس کی قربانی نہیں ہوگی' وہ دوبارہ عید کے بعد قربانی کرے۔ ❸

---

❶ (ابن ماجة : ابواب الاضاحي ' باب الاضاحي و اجبة ام لا؟ رقم :3122 .. مسند احمد: 321/2 عن ابی هريرة' رقم :8074)

❷ (ابو داؤد : كتاب الضحايا ' باب الرجل ياخذ من شعره في العشر و هو يريد ان يضحي رقم :2791.. مسلم :كتاب الاضاحي ' باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة و هو يريد التضحية ان ياخذ من شعره و اظفاره شيئا ' رقم :39)

❸ (بخاری: كتاب الاضاحي' باب سنة الاضحية رقم :554... ⇐

قربانی کے دن

شریعت محمدیہ کی رو سے ذوالحجہ کی دس تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک قربانی کرنی جائز درست ہے۔ یعنی چار دن لیکن تیرہ تاریخ کی قربانی آج کل متروک ہے اور اہل بدعت اس دن قربانی جائز نہیں کہتے۔ اس نیت سے کہ سنت زندہ ہو اور بدعت کا ازالہ ہو تیرہ ذوالحجہ کی قربانی کی جائے تو قربانی کے ساتھ سو شہیدوں کا ثواب بھی ملے گا' کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذِبْحٌ " ❶ اور ایام تشریق 10-11-12-13 تاریخ ہیں۔ جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہیے ؟

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جانور عیب دار نہ ہو' ایسے جانور کی قربانی نہیں ہوتی۔ مثلاً دانت نہ ہونا' لنگڑا لولا' اندھا کانا' آگے سے یا پیچھے سے یا درمیان سے کان کٹا یا چرا ہوا۔ سوراخ دار بوڑھا' کمزور غرضیکہ ہر قسم کی بیماریوں اور عیبوں سے پاک' صحیح سالم جانور ہونا چاہیے۔ ❷ ہاں خریدنے کے بعد اگر کوئی عیب پیدا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ بھیڑ بکری اور دنبہ ایک سال کے اور گائے ڈھائی سال کی ہو تو قربانی ہو جاتی ہے۔ سالوں والا عمر کا مسئلہ بالکل غلط ہے' کیوں کہ آپ نے فرمایا: ((لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً)) ❸ یعنی قربانی کے جانور کا دو دانت ہونا ضروری ہے ورنہ ذبح نہ کیا

⇐ مسلم کتاب الاضاحی باب وقتها' رقم :1960)

❶ (مسند احمد: 38/5 رقم /16309 عن جبير بن مطعم ... تفسير ابن كثير 238/3 سورہ الحج :36... دارقطنی 5/2 رقم 31 کتاب العیدین)

❷ (ابن ماجة: ابواب الاضاحی ' باب ما یکرہ ان یضحی به 'رقم:3144... نسائی: کتاب الضحایا ' باب ما نهی عنه من الاضاحی' رقم :4374-4382... ترمذی :ابواب الاضاحی ' باب ما لا یجوز من الاضاحی' رقم :1497-1498 . ابوداؤد: کتاب الضحایا ' باب ما یکرہ من الضحایا' رقم :2802-2803)

❸ (مسلم: کتاب الاضاحی باب سنّ الاضحیة رقم 13 .. ابن ماجة' ابواب الاضاحی' رقم 3138 'باب ما یجزی من الاضاحی .. نسائی :کتاب الضحایا ' باب المسنة والجذعة' رقم 4383... ابوداؤد: کتاب الضحایا' باب مایجوز فی الضحایا من السن' رقم :1797)

جائے۔ مجمع البحار میں ہے کہ مسنہ کا لفظ گائے اور بکری دونوں پر بولا جاتا ہے جب کہ دو دانت ہو جائیں۔ گائے اونٹ تقریباً تیسرے سال میں دو دانت ہو جاتی ہیں لیکن اصل میں مسنہ کہتے ہی اس کو ہیں جو دو دانت ہو جائے خواہ کتنے ہی سال میں دو دانت ہوں۔

قربانی میں حصے

ایک گائے میں سات اور ایک اونٹ میں دس گھر شریک ہو سکتے ہیں۔ اور ایک گھر والوں کی طرف سے ایک بکرا یا ایک بکری یا ایک حصہ کافی ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی ہیں۔ ❶ مرنے والے کی طرف سے بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

قربانی میں سب حصہ داروں کا اہل توحید ہونا ضروری ہے

گائے، بکری، دنبہ، اونٹ کی جان چونکہ ایک ہی ہے اس لیے شریک بھی ایک ہی قسم کے ہونے ضروری ہیں۔ ایک گائے کے سات (حصے) قائمقام ہونا اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے۔ اس لیے تمام حصے داروں کا توحید پرست ہونا ضروری ہے۔ مشرک نہ ہوں۔ بے نماز بھی نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ مشرک کی کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ حرام کمائی والے کی بھی اللہ تعالیٰ قربانی قبول نہیں کرتا۔ کیوں کہ رزق حلال اسلام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ عقیدے کے صحیح ہونے کے بعد عبادت قبول ہونے کا دارومدار رزق حلال پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی حرام کما کر صدقہ اور خرچ نہ کرے اور نہ ہی اپنے پیچھے مال چھوڑے ایسا کرنے سے وہ اپنے لیے آگ کی زیادتی کر رہا ہے۔ کیوں کہ برائی برائی کو نہیں مٹاتی اور گندگی گندگی کو ختم نہیں کرتی۔ اس لیے حرام کمائی سے لی گئی قربانی حرام ہو جائے گی۔

---

❶ (سنن ابی داؤد: کتاب الضحایا' باب البقر والجزور عن کم تجزی ؟ رقم :2807..
جامع ترمذی: ابواب الاضاحی' باب ما جاء فی الاشتراک فی الاضحیة' رقم :1501)

بھینس کی قربانی

قرآن مجید میں ''بهيمة الانعام'' کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ دنبہ بکری' اونٹ گائے لیکن بھینس ان چاروں میں شامل نہیں اور قربانی کا حکم ''بهيمة الانعام'' میں سے ہے۔ آپؐ اور صحابہ کرامؓ سے بھی صرف اِن ہی چاروں قسم کے جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔ لہذا اختلاف سے بچنا چاہیے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے حلال جانوروں کی قربانی ثابت نہیں۔

خود ذبح کرنا افضل ہے (1)

جانور اپنے ہاتھ سے خود ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا ناممکن ہو تو پھر اس کے پاس بوقت ذبح حاضر ضرور رہے۔ بے نماز مشرک کو کوئی حق نہیں کہ جانور کی گردن پر اپنے ہاتھ سے چھری پھیرے۔ ہاں عورتیں بھی اپنے ہاتھ سے ذبح کر سکتی ہیں۔ چھری کا تیز رکھنا سنت ہے اور جانور پر احسان کرنا ہے۔ جانور کو قبلہ رخ لٹائے اور یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَامِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ۔ ۔۔۔یہاں پر اپنا نام یا جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہے اس کا نام لے۔ اور بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ کہہ کر چھری پھیر دے۔ (2)

قربانی کا گوشت کسے دیا جائے؟

قربانی کا گوشت مشرک' بدعتی' بے نماز اور غیر مذہب والوں کو دینا درست نہیں

---

(1) (مسلم كتاب الاضاحی ' باب استحباب استحسان الضحية ص 1028 رقم 17-19'ارواه الغليل: 293/7 ' رقم :2231) (2) (مشكوة : كتاب الصلوٰة ' باب فی الاضحية رقم :1461.. ترمذی : كتاب الاضاحی ' باب ما يقول اذا ذبح رقم :1521.. ابن ماجة: كتاب الاضاحی باب الاضاحی رسول الله ﷺ رقم :3121)

کیوں کہ یہ خدا کا حق ہے اور صرف اہل حق کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

((لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ)) ❶

اے مسلمان تیرا کھانا پرہیز گار ہی کھا سکتا ہے۔ قصاب کو گوشت اور چمڑا بطور اجرت دینا ناجائز ہے۔

تنبیہ

مسلمان بھائیو! قربانی کوئی رسم نہیں بلکہ ایک عبادت ہے جسے صحیح طور پر پوری شرائط سے بجا لانا ضروری ہے' کیوں کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس نہ تو قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

لمحہ فکریہ

اللہ کی راہ میں قربانی والے کیا اپنے اندر یہ جذبہ پاتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اولاد اور مال کی محبت ثانوی چیز ہے اور اولاد و مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کی حدود نہیں توڑنی چاہئیں۔

اس قربانی سے نہایت عظیم درس عبرت بھی حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح دوسری مخلوق اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اور اس کی راہ میں قربان ہو گئی۔ اسی طرح مجھے بھی اپنے آپ کو اس طور پر تیار رکھنا چاہیے کہ اگر کبھی جہاد یا دوسری صورتوں میں باطل قوتوں کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگانی پڑ جائے تو دریغ نہ کروں گا' بلکہ میدان کارزار میں کود پڑوں گا۔ صرف یہ سوچے کہ یہ محض رسم ہی نہیں بلکہ مشق ہے جو کروائی جا رہی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

---

❶ (جامع الترمذی : کتاب الزھد' باب ما جاء فی صحبة المؤمن ' رقم 2396 ..
مسند احمد: 38/3 رقم :10944)

مسائل قربانی رسول عربیؐ کی زبانی

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مسائل قربانی رسول عربیؐ کی زبانی

برادران اسلام! عشرہ ذی الحجہ دوڑا جارہا ہے اور سنت ابراہیمی کا دن آرہا ہے جو ہمارے اخلاص وایثار کا امتحان ہے۔ جب ہم سب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہیں تو ہم سب کا مذہب بھی ایک ہونا چاہیے۔ یہ فرقہ بندی' حنفی شافعی کوئی چیز نہیں' یہ حنفی' وہ شافعی' یہ ہماری حدیث' وہ ان کی یہ جھگڑے ہمارے پیدا کردہ ہیں۔ نماز اللہ کی' حدیث رسولؐ کی۔ اگر حدیث صحیح ہے تو سب کی ورنہ کسی کی بھی نہیں۔ پہلے مذہب بنالینا پھر صحیح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف احادیث سے اس کی تشبیہ کرنا دین اسلام کے ساتھ کوئی انصاف نہیں۔ خدارا ان تقسیموں کو چھوڑو اور متحد ہو کر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کرو۔ اللہ ہم سب کو رسولؐ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

قربانی کا تصور ہر آسمانی مذہب میں پایا جاتا ہے۔ جذبہ ایثار کا یہ ایک بہترین محرک ہے۔ اس کی ابتدا قابیل کے واقعہ سے ہوتی ہے' لیکن جس کی یادگار کو ہم مناتے ہیں اس کا اجرا ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا تھا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

قربانی کی اہمیت

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ یُضَحِّ فَلاَ یَقْرَبَنَّ مُصَلاَّنَا)) ❶

یعنی جو طاقت رکھتے ہوئے قربانی نہ کرے' وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

((عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّی بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا قَالَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّی عَنْهُ)) ❷

---

❶ (ابن ماجۃ : ابواب الاضاحی ' باب الأضاحی و اجبة ام لا؟ ' رقم :3122 .. مسند احمد: 321/2 عن ابی هریرة ' رقم :8074)

❷ (مشکوٰۃ : کتاب الصلوٰۃ' باب في الاضحیة 'رقم :1641 .. جامع ترمذی : ابواب الاضاحی ' باب ما جاء فی الاضحیة عن المیت' رقم :1495.. ابوداؤد : کتاب الضحایا ' باب الاضحیة عن المیت' رقم :2890)

حنش ؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھے قربان کرتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: حضرت یہ کیا؟ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں چنانچہ اب یہ میں ان کی طرف سے کر رہا ہوں۔

قربانی کی فضیلت

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا عَمِلَ ابْنُ ادَمَ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَ اِنَّه' لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ اَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَ اِنَّ الدَّمَ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا)) ❶

یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا قربانی کے دن اللہ کے ہاں خون بہانے سے کوئی عمل زیادہ محبوب نہیں۔ قربانی کے جانور کے سینگ، بال کھر قیامت کے روز سب اجر و ثواب بن جائیں گے۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجہ پالیتا ہے۔ لہذا ایسی قربانیوں سے اپنے دل خوش کرو۔

دوسری حدیث میں ہے:

((قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ مَا هٰذَا الاضَاحِي قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهِ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصوفِ حَسَنَةٌ)) ❷

یعنی صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا حضرت!

---

❶ (ترمذی : ابواب الاضاحی، باب ما جاء فی فضل الاضحیة، رقم :1493 .. ابن ماجة ابواب الاضاحی، باب ثواب الاضحیة، رقم :3126)

❷ (مشکوٰة : کتاب الصلوٰة، باب فی الاضحیة، 464/1، رقم :1468.. ابن ماجة : ابواب الاضاحی، باب ثواب الاضحیة، رقم :3126)

ہمیں اس میں کیا ملے گا۔ فرمایا جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ سوال کیا گیا اگر اون ہو تو فرمایا اگر اون ہو تو اون کے ہر بال کے عوض بھی نیکی ملے گی۔

عشرہ ذی الحجہ میں حجامت

جب عید قربان کا چاند نظر آجائے تو اس کے بعد حجامت وغیرہ نہیں بنوانا چاہیے' عید کے دن قربانی کے بعد حجامت بنوائے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ رَاٰی هِلَالَ ذِی الْحَجَّةِ وَ اَرَادَ اَنْ يُّضَحِّیَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَ لَا مِنْ اَظْفَارِهٖ)) ❶

یعنی جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو' وہ چاند دیکھ کر نہ بال کٹوائے' نہ ناخن۔ جو قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اسے بھی چاہیے کہ حجامت نہ بنوائے تاکہ وہ بھی ثواب سے محروم نہ رہے۔

قربانی کا جانور دو دانت ہونا ضروری ہے

سوائے دنبہ کے جو گائے' بکری' اونٹ دو دانت نہ ہوں وہ قربانی میں ٹھیک نہیں۔

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ ضَحّٰی خَالٌ لِّیْ يُقَالُ اَبُوْبُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِیْ دَاجِنًا جَذَعَةً مِّنَ الْمَعْزِ فَقَالَ اِذْبَحْهَا وَ لَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ ثُمَّ قَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَ اَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ)) ❷

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ میرے خالو ابوبردہ نے نماز سے پہلے قربانی کر دی آپ نے فرمایا تیری بکری تو صرف گوشت کی ہوئی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ

---

❶ (مسلم' کتاب الاضاحی باب نهی من دخل علیه عشرة ذی الحجة و هو یرید التضحیة ان یاخذ من شعره و اظفاره شیئا' رقم 39 ..نسائی: کتاب الضحایا' باب من اراد ان یضحی فلا یاخذ شعره' رقم :4366...ابن ماجة: ابواب الاضاحی' باب من اراد ان یضحی فلا یاخذ من شعره' رقم :3150) ❷ (مسلم : کتاب الاضاحی' رقم: 4 ... ابو داؤد: کتاب الضحایا' باب ما یجوز فی الضحایا من السن' رقم 4400... ابن ماجة : ابواب الاضاحی' باب النهی عن ذبح الاضحیة قبل الصلوٰة' رقم :3152)

ﷺ میرے پاس گھر کی پلی ہوئی چھ ماہ کی بکری ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو ذبح کر دے لیکن یہ تیرے سوا کسی کو کافی نہ ہو گی۔ پھر آپ نے فرمایا جو نماز عید سے پہلے قربانی کر دیتا ہے اس نے تو اپنے جانور کو ذبح کیا' قربانی نہیں کی۔ جو نماز عید کے بعد ذبح کرے اس کی قربانی پوری ہوئی اور مسلمانوں کا طریقہ بھی یہی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

((لاَ تَذْبَحُوْا اِلاَّ مُسِنَّةً اِلاَّ اَنْ یَعْسُرَ عَلَیْکُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِنَ الضَّاْنِ)) ❶

یعنی قربانی دو دانت والے جانور کی کرو' مگر جب میسر نہ آئے تو چھ ماہ کا دنبہ ذبح کر سکتے ہیں۔ اگر گائے' بکری دو دانت نہ ہوں تو قربانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ خطرہ ہے کہ قربانی قبول نہ ہو جیسے کہ عیوب والی قبول نہ ہو۔

قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہیے

جانور جتنا پلا ہوا اور پیارا ہو گا اتنا ہی ثواب زیادہ ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قربانی کا جانور ایسا نہ ہو جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو' جس کا بھینگا پن واضح ہو' جس کا مرض نمایاں ہو اور جو اتنا کمزور ہو کہ ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔

اونٹ اور گائے کی قربانی

اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات حصے دار ہو سکتے ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ حصے دار نیک ہونے چاہئیں۔ بے نمازی کو حصہ دار نہ بنایا جائے کیوں کہ اس کی قربانی مشکوک ہے۔ اس طرح جس کی کمائی رشوت کی ہو یا سود کی ہو اس کو بھی حصہ دار نہ بنایا جائے۔ جو لوگ گائے میں سات حصے بنا کر عقیقہ کر لیتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ جو عیب تعیین کے بعد پیدا ہو جائے اس کا کوئی حرج نہیں۔

---

❶ (مسلم' کتاب الاضاحی' باب سن الاضحیة ' رقم :13.. ابن ماجة: ابواب الاضاحی' رقم :3141' باب ما یجزی من الاضاحی .. نسائی: کتاب الضحایا ' باب المسنة والجذعة رقم :4383... ابی داؤد: کتاب الضحایا' باب مایجوز فی الضحایا من السن' رقم :2797)

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اِشْتَرَیْتُ کَبْشًا اُضَحِّی بِہٖ فعدا الذِئْبُ فاخذ اِلْیَتَہٗ قَالَ فَسَئَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِہٖ)) ❶

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مینڈھا خریدا' قربانی کے لیے' بھیڑیے نے حملہ کر کے اس کو پیچھے سے زخمی کر دیا' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا قربانی کر دے' ایک قربانی ایک گھر کی طرف سے کافی ہے۔ خواہ گھر کے افراد کتنے ہی ہوں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

((عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیَّ کَیْفَ کَانَتِ الضَّحَایَا فِیْکُمْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ یُضَحِّیْ بِالشَّاۃِ عَنْہُ وَ عَنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ فَیَاْکُلُوْنَ وَ یُطْعِمُوْنَ حَتّٰی تَبَاھَی النَّاسُ فَصَارَ کَمَا تَرٰی)) ❷

حضرت عطاء نے ابو ایوب سے پوچھا کہ آنحضور ﷺ کے عہد میں قربانیوں کا کیا حال تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ عہد نبوی میں ایک آدمی ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیتا تھا۔۔۔ کبھی کھاتے اور کبھی اوروں کو کھلاتے۔ یہاں تک کہ فخر و مباہات شروع ہو گیا' جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

((عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ اِشْتَرٰی کَبْشَیْنِ عَظِیْمَیْنِ سَمِیْنَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ فَذَبَحَ اَحَدَھُمَا عَنْ اُمَّتِہٖ لِمَنْ شَھِدَ لِلّٰہِ بِالتَّوْحِیْدِ وَ شَھِدَ لَہٗ بِالْبَلَاغِ وَ ذَبَحَ الْاٰخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ عَنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ)) ❸

---

❶ (مسند احمد: 32/3 رقم 10881 ' ابن ماجہ ' ابواب الاضاحی' باب من اشتری أضحیۃ صحیحۃ فاصابھا عندہ شیء ' رقم :3146)

❷ (ابن ماجہ : ابواب الاضاحی ' باب من ضحی بشاۃ عن اھلہ' رقم :3147 .. ترمذی : ابواب الاضاحی' باب ما جاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت ' رقم :1505)

❸ (ابن ماجۃ : ابواب الاضاحی ' باب الاضاحی رسول اللہ ﷺ رقم :3122)

جب حضور قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے مینڈھے خریدتے جو کہ موٹے سینگوں والے عمدہ رنگ والے اور خصی ہوتے۔ ایک کو اہل توحید کی طرف سے ذبح کرتے اور دوسرے کو اپنی آل کی طرف سے۔

ذبح کا طریقہ

جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رو لٹانا چاہیے۔ بہتر ہے کہ قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ ذبح کرتے وقت چھری کو خوب تیز کرے۔ ایک جانور کو دوسرے کے پاس ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ ذبح کرتے وقت ایک قدم اس کے پہلو پر رکھے اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ پڑھے۔ اور کچھ نہیں کم از کم بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ پڑھے۔ دعا بھی کرے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلاَنٍ یا اللہ اس کو فلاں کی جانب سے قبول فرما۔

ایام قربانی

ایام تشریق ایام قربانی ہیں۔ یعنی دسویں سے لے کر تیرھویں کی عصر تک درست ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے۔ آنحضرت نے فرمایا:

((هٰذِهِ الْاَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ)) [1]

یہ دن کھانے اور پینے کے ہیں۔

قربانی کا گوشت تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے اور حسب ضرورت رکھا بھی جا سکتا ہے۔ کوئی پابندی نہیں۔ ہاں اگر تنگی ہو تو پھر گوشت تقسیم کرنا چاہیے۔ تاکہ سارے مسلمان خوشی میں شریک ہو سکیں۔

تکبیرات

اگر تکبیریں ذی الحج کا چاند دیکھ کر شروع کر دی جائیں تو بھی ٹھیک ہے۔ ایک

---

[1] (ابن ماجة : کتاب الصیام ' باب ما جاء فی النهی عن صیام التشریق' رقم :1720.. جامع الترمذی : کتاب الصوم ' باب ما جاء فی کراهية صوم ایام التشریق ' رقم 773 ... ابوداؤد : کتاب الصیام ' باب صیام ایام التشریق 'رقم : 2419)

روایت میں ہے کہ نویں تاریخ کی نماز صبح سے شروع کر سکتا ہے اور تیرھویں کی عصر تک جب موقع ملے باآواز بلند تکبیریں کہنی چاہئیں۔ خاص طور پر نمازوں کے بعد اور عید پڑھنے جائیں تو بھی آتے جاتے بلند آواز سے تکبیریں پڑھیں۔ عید گاہ کو جائیں تو ایک راستے سے اور آئیں تو دوسرے راستے۔ عید کے لیے عورتوں کا ساتھ لے کر جانا ضروری ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم کی حدیث ہے

((عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَ اَمَرَنَا اَنْ نَخْرُجَ الْمحِيْضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَ تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتْ اِمْرَاةٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) [1]

حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم تھا کہ عیدین کے دن عید گاہ میں حائضہ اور نوجوان لڑکیوں تک کو نکالیں تاکہ وہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور عبادات میں شامل ہو سکیں اور نماز کے وقت حائضہ الگ ہو جائیں۔ کسی عورت نے دریافت کیا اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو فرمایا اس کی بہن سہیلی اس کو چادر دے۔

عید قربان میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے' عید پڑھ کر قربانی کا گوشت کھائے۔

نماز عید کی تکبیریں

((عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَ فِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ قَالَ التِّرْمَذِيُّ هُوَ اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ)) [2]

---

[1] (ترمذی: کتاب الصلوٰۃ' باب فی خروج النساء یوم العیدین ' رقم 539... بخاری: کتاب العیدین ' باب خروج النساء والحیض الی المصلی 'رقم 974... نسائی: کتاب صلوۃ العیدین ' باب اعتزال الحیض مصلی الناس ' رقم :1560)

[2] (ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ ' باب بالقراۃ فی الجمعۃ ' رقم 1122 و باب التکبیر فی العیدین رقم 1149 ... جامع الترمذی : ابواب العیدین' باب ما جاء فی القراۃ فی العیدین' رقم 533 وباب ما جاء فی التکبیر فی العیدین ' رقم :536)

یعنی رسول کریمؐ نے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراۃ سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔ امام ترمذی اور امام بخاری کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اس حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں۔ لہذا یہی طریقہ صحیح ہے۔ اختلاف ضرور ہے لیکن بہتر پر عمل ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے صحابہؓ کا عمل اسی طریقے پر ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں تحریمہ کے علاوہ۔

☆☆☆☆☆

کہاں مقلد اور کہاں اتباع رسولؐ

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقلد سے اتباع رسولؐ نہیں ہو سکتی۔!

تقلید بھی ایک ایسی آفت ہے کہ اگر بندہ ایک دفعہ اس کے چنگل میں پھنس جائے تو پھر سنت رسول ﷺ پر عمل کے قابل نہیں رہتا۔ وہ پھر اندھا اور بہرہ ہو کر اپنے تقلیدی مذہب پر ہی چلتا ہے۔ خواہ وہ سنت رسولؐ کے مطابق ہو یا مخالف۔ رفع یدین سنت نبویؐ ہے اس میں کوئی شک نہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور یقیناً منسوخ نہیں' لیکن چونکہ یہ مقلدوں کے تقلیدی مذہب کے مخالف ہے۔ اس لیے مقلدین اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ ضعیف سے ضعیف احادیث کا سہارا لے کر اعلیٰ درجے کی صحیح حدیثوں کا انکار کر جاتے ہیں۔ اپنے غلط مذہب کی حمایت میں اگر انھیں احادیث میں توڑ مروڑ بھی کرنا پڑے تو اس سے بھی نہیں چوکتے۔ مہتمم مدرسہ غوثیہ کروڑ پکا حافظ عبدالستار صاحب نے اپنے رسالہ میں اسی کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جو حنفیوں کی نماز کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی نماز کے مطابق ثابت کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ مہتمم صاحب کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مقلد کی نماز کبھی آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق نہیں ہو سکتی کیوں کہ مقلد کبھی متبع رسولؐ نہیں ہو سکتا۔ اگر مقلد کو اتباع رسولؐ کرنا ہو تو وہ کسی کا مقلد ہی کیوں بنے۔ جب وہ کسی کا مقلد بن گیا تو وہ اتباع رسولؐ کیسے کر سکتا ہے؟ تقلید مقلد کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی اور کا اتباع کرے۔ تقلید تو طوق اور بیڑی ہے جو مقلد کو اپنے امام کی تقلید سے آزاد نہیں ہونے دیتی۔ مقلد جس امام کی تقلید کرتا ہے' آنکھیں بند کر کے اسی امام کے پیچھے جاتا ہے مقلد اندھا ہوتا ہے اور اتباع کرنے والا بینا۔ جو فرق بینا اور نابینا میں ہے وہی فرق متبع اور مقلد میں ہے۔ جیسے مشرک موحد نہیں ہو سکتا' بدعتی اہل سنت نہیں ہو سکتا' ایسے ہی مقلد متبع رسولؐ نہیں ہو سکتا۔ مقلد کی بے بسی کا یہ حال ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تو اپنے امام کی تقلید کیوں کرتا ہے؟ اس کی تقلید کے لیے تجھے کس نے کہا ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تو حنفی بن یا اس کے رسولؐ نے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو کچھ پتا نہیں۔ لوگ جس کی

تقلید کرتے ہیں' میں بھی اس کی تقلید کرتا ہوں۔ برعکس اس کے متبع رسولؐ یا اہل حدیث سے کوئی اگر پوچھے کہ تو اہل حدیث کیوں ہے؟ تو حدیث پر عمل کیوں کرتا ہے تو وہ فوراً کہے گا کہ اتباع رسولؐ کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا ہے اور اتباع رسولؐ رسول، ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں حدیث پر عمل کرتا ہوں اور اہل حدیث کہلاتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا نہ کوئی ہمارا امام ہے اور نہ ہم کسی کے مقلد۔ ہمارے امام صرف حضرت محمد ﷺ ہیں۔ جو رسولؐ ہیں اور رسول کی تقلید نہیں ہوتی اور مسلم الثبوت میں ہے جو حنفیوں کی معتبر کتاب ہے۔

☆.. لَيْسَ الرَّجُوْعُ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوْ إِلَى الْاِجْمَاعِ لَيْسَ مِنْهُ لِاَنَّ الْاَخْذَ عَنِ الْمُؤَيِّدِ لَيْسَ تَقْلِيْدٌ بَلْ عِلْمٌ نظرِیٌّ

نبی ﷺ کی حدیث پر عمل کرنا تقلید نہیں۔ تقلید ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو لوگوں نے امام بنایا ہوتا ہے' اللہ کی طرف سے ان کے پاس امامت کا کوئی سرٹیفیکیٹ نہیں ہوتا اور یہی قرآن کہتا ہے۔

﴿إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾

[النجم:53:23]

تحریر مصنفہ ابن ہمام حنفی میں ہے۔

" اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُ اِحْدٰى الْحُجَّةِ بِلَا حُجَّةٍ مِّنْهَا"

تقلید اس آدمی کی بات پر بلا دلیل عمل کرنے کو کہتے ہیں جس کی بات کی شریعت محمدیہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ یعنی تقلید خود ساختہ اماموں کی ہوتی ہے۔ اللہ کے بنائے ہوئے امام یعنی نبی ﷺ کی تقلید نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کی اتباع اور اطاعت ہی ہوتی ہے۔

حنفیوں نے اپنا ایک امام بنا لیا اور دوسرے مقلدوں نے اپنے امام بنا لیے۔ اس طرح سب مقلد اپنے اپنے امام کی تقلید کرنے لگ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا جو مٹنے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک امام بنایا تھا۔ حضرت محمد ﷺ اور اس کے اتباع کا حکم دیا تھا تاکہ مسلمانوں میں فرقے پیدا نہ ہوں' لیکن

مقلدین نہ ٹلے اور اپنے اماموں کی تقلید شروع کر دی۔

مہتمم صاحب کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ

-----رفع یدین-----

رفع یدین کے سلسلے میں مہتمم صاحب نے پہلی دلیل یہ پیش کی۔

1---((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِیَ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ)) [1]

مہتمم صاحب کو تقلید کے اندھیرے میں نظر نہ آیا جو انھوں نے یہ روایت پیش کر دی ورنہ اس روایت کا متنازع رفع یدین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ روایت متنازع رفع یدین کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی' کیوں کہ

1- دعویٰ اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں' دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ رکوع والی رفع یدین منع ہے اور دلیل میں نہ رکوع کا ذکر ہے' نہ کندھوں تک اٹھانے کا' نہ یہ وضاحت ہے کہ ایسی تشبیہ کس رفع یدین کی ہے۔

2- اس روایت میں کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ کی جو تشبیہ ہے وہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی رفع یدین پر کسی طرح فٹ نہیں آتی۔

3- حضرت جابر بن سمرہؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام والی رفع یدین کے لیے دی تھی۔ کیوں کہ ہم لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر دائیں بائیں اشارے کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے یہ تشبیہ دے کر ہمیں سلام والی رفع یدین سے جس میں ہاتھ دائیں بائیں مارے جاتے تھے منع فرمادیا۔

---

[1] (صحیح مسلم ' کتاب الصلوٰۃ ' باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ' ص 737 رقم 119.. ابن خزیمہ ' کتاب الصلوٰۃ ' باب الزجر عن الاشارۃ بالید یمینا و شمالا عند السلام من الصلوٰۃ ' 361/1 رقم 733)

4- حضرت جابرؓ بن سمرہ والی روایت خواہ تمیم بن طرفہ کے طریق سے ہو یا عبید اللہ بن القطبیہ کے طریق سے' ایک حدیث ہے کیوں کہ ان دونوں روایتوں میں تشبیہ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ ایک ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جابر بن سمرہؓ کی دونوں سندوں والی حدیث میں فعل بھی ایک جیسا ہی ہو گا جو گھوڑوں کی دمیں ہلانے کے مانند ہو گا اور وہ ہاتھوں کو اٹھا کر دائیں بائیں مارنا ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گھوڑے دم مارتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک حدیث میں تو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی رفع یدین مراد ہو اور دوسری میں سلام پھیرتے وقت رفع یدین مراد ہو اور پھر تشبیہ دونوں کی ایک ہو۔ جب فعل مختلف ہو تو تشبیہ ایک کیسے؟ جب دونوں روایتوں میں تشبیہ ایک ہے تو مشبہ بھی ضرور ایک ہی ہو گا۔ یعنی دونوں حدیثوں میں رفع یدین ایک ہی طرح کی ہو گی اور وہ وہی ہو سکتی ہے جو حضرت جابر بن سمرہؓ نے بیان کی ہے کہ ہم سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو دائیں بائیں مارا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے یہ تشبیہ دی اور منع فرمایا۔

5- مہتمم صاحب! اس حدیث سے رکوع والی رفع یدین نہ کرنے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ کوئی محدث اس حدیث کو رکوع والی رفع یدین کے باب میں نہیں لایا بلکہ سب محدث اس کو سلام کی رفع یدین کی ممانعت کے باب میں لائے ہیں حتی کہ امام طحاوی جو سخت قسم کے حنفی تھے وہ بھی اس کو سلام کے باب میں ہی لائے ہیں۔ وہ بھی اس کو متنازع رفع یدین کے باب میں نہیں لائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث متنازع رفع یدین کے بارے میں نہیں۔ مہتمم صاحب اور دیگر مقلدوں کی یہ فوجداری ہے جو وہ اس حدیث سے غلط مطلب نکالتے ہیں اور متنازع رفع یدین کی ممانعت پر اس سے استدلال کرتے ہیں۔

6- کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع والی رفع یدین سے صراحتاً منع فرمایا ہو۔ برعکس اس کے سلام والی رفع یدین سے آپ نے صراحتاً منع فرمایا ہے جو قوی قرینہ ہے۔ اس بات کا کہ جس حدیث میں رفع یدین سے ممانعت ہے۔ وہ حدیث سلام والی رفع یدین کے بارے میں ہے۔ رکوع والی رفع الیدین

وہاں قطعاً مراد نہیں لی جا سکتی۔

-7 ائمہ مذاہب مثلاً امام ابو حنیفہؒ 'امام مالکؒ 'امام شافعیؒ 'امام احمد بن حنبلؒ وغیرھم میں سے کوئی بھی اس حدیث سے عدم رفع یدین پر استدلال نہیں کرتا اور تو اور امام ابو حنیفہؒ جو رفع یدین کے قائل نہ تھے ان کی دلیل بھی یہ حدیث نہیں۔ کیا امام صاحب کو اس حدیث کا علم نہ تھا؟ اگر تھا تو ان کو یہ استدلال جو آج ہر حنفی کو سوجھتا ہے کیوں نہ سوجھا۔ صاحب ہدایہ جو حنفی مذہب کی تائید میں بہت دور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں' اس حدیث سے وہ بھی استدلال نہیں کرتے۔ کیا ائمہ احناف کو حدیث کا علم کم تھا جو ان کو یہ حدیث نہ ملی یا ان کی قوت استنباط و اجتہاد وہ نہ تھی جو آج کل کے ہر گئے گزرے اور بے علم مقلد کو حاصل ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ائمہ احناف میں سے کوئی بھی اس حدیث سے ایسا استدلال نہیں کرتا جیسا کہ آج کل کے حنفی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پہلے حنفی کیسے بھی ہوں' ان کے دلوں میں خدا کا خوف تھا' وہ قرآن و حدیث میں تحریف کرنے سے ڈرتے تھے۔ آج کل کے حنفی متعصب بھی ہیں اور بے خوف بھی اور یہ ساری ایمان کی بات ہے۔

-8 اس حدیث میں اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ کا لفظ بھی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس رفع یدین کے بارے میں ہے جو منافی سکون ہے اور وہ سلام والی رفع یدین ہی ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ ممنوع وہی ہوئی متنازع رفع یدین ممنوع نہ ہوئی' حنفی اب بھی یہ رفع یدین کرتے ہیں۔ چنانچہ احناف کے ہاں افتتاحی رفع یدین عیدین کی تکبیروں کی رفع یدین اور وتر کی قنوت کی رفع یدین اب بھی مشروع ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ منافی سکون نہیں کیوں کہ جو چیز منافی سکون ہو وہ نماز میں مشروع نہیں رہ سکتی جیسے کہ سلام والی رفع یدین مشروع نہ رہی۔

-9 نماز ایک عبادت ہے جو تعبدی امور پر مشتمل ہے اور متنازع رفع یدین چونکہ نماز کا جزو ہے جو بالاتفاق اہل حدیث اور احناف نماز میں کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ بھی ایک تعبدی فعل ہے۔ وہ نماز کی زینت ہے' اس میں خشوع و خضوع ہے جو نماز میں مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ اب بھی نماز میں مشروع ہے۔ سلام کا جواب دینا یا تشہد کے بعد کا سلام کرنا جو دائیں بائیں ہاتھ اٹھا کر کیا جاتا تھا اور اسی طرح نماز

میں کلام کرنا نماز سے خارج ہو گئے کیوں کہ یہ تعبدی فعل نہ تھے۔ چونکہ نماز ہے ہی مجموعہ مختلف حرکات و سکنات کا۔ اس لیے ہاتھوں کی حرکت کی وجہ سے اس کو منافی سکون نہیں کہہ سکتے۔ نماز کا جزو ہونے کی وجہ سے اس کو تعبدی فعل ہی کہیں گے اور جو تعبدی فعل ہو اور نماز کی تدریجی تکمیل کے بعد بھی مشروع ہو وہ منافی سکون نہیں ہو سکتا اور جب یہ رفع یدین منافی سکون نہ ہوئی تو حدیث زیر بحث متنازع رفع یدین کے بارے میں بھی نہ ہوئی۔ یہ اسی رفع یدین کے بارے میں ہو گی جو منافی سکون ہے اور وہ سلام والی رفع یدین ہی ہے۔

10- اگر متنازع رفع یدین سکون کے منافی ہوتی جیسا کہ احناف کہتے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے ﴿ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾ [23:المومنون:2] کے نزول کے بعد کیوں کہ عند البعض اس آیت میں نماز میں سکون کا حکم دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ جابر بن سمرہؓ والی اس روایت کے بعد کہ جس میں ((اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ)) کا حکم ہے نماز میں رفع یدین نہ کرتے لیکن مالک بن حویرث اور وائل بن حجرؓ کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ متنازع رفع یدین آخر عمر تک کرتے رہے کیوں کہ یہ دونوں صحابی ۹ ھ میں مسلمان ہوئے اور انھوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ وائل بن حجرؓ کا جو 10ھ میں مدینہ منورہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع الیدین کرتے دیکھنا جو مہتمم صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ پانچویں حدیث جو مہتمم صاحب نے نقل کی اس میں موجود ہے کہ وائل بن حجرؓ نے آنحضرت ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا تو اب مہتمم صاحب ہی بتائیں کہ اگر یہ رفع یدین سکون کے منافی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ رفع یدین آخر عمر تک کیوں کرتے رہتے۔ اب مہتمم صاحب یا تو یہ تسلیم کریں کہ رفع الیدین منافی سکون نہیں یا تسلیم کریں کہ آنحضرت ﷺ آخر عمر تک نماز میں منافی سکون کام کرتے رہے ہیں۔ یہ تو مہتمم صاحب کہہ نہیں سکتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں منافی سکون کام کرتے رہے۔ لازماً ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ رفع یدین منافی سکون نہیں۔ جب متنازع رفع یدین منافی سکون نہیں تو ثابت ہو گیا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ والی حدیث زیر بحث متنازع رفع یدین کے بارے میں نہیں مہتمم

صاحب کا اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بنانا بالکل غلط ہے۔

11- سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دینا ہی بتا رہا ہے کہ یہ حدیث رکوع والی رفع یدین کے بارے میں نہیں، کیوں کہ یہ رفع یدین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور نہیں تو افتتاحی رفع یدین تو حنفیوں کو بھی تسلیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر جس فعل کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوں اس فعل کی ایسی تشبیہ دینا حضور ﷺ کی شان سے بہت بعید ہے۔

مہتمم صاحب! آپ مقلدوں کا حال بھی عجیب ہے۔ آپ لوگ مقلد بھی بنتے ہیں اور اپنے امام سے آگے بھی بڑھتے ہیں جو آپ کے امام کو کبھی نہ سوجھی آج وہ آپ کو سوجھتی ہے۔ یہ تقلید کی کون سی قسم ہے کہ آپ کا امام تو اس حدیث کو عدم رفع یدین کی دلیل نہیں بناتا، لیکن آپ بنا رہے ہیں۔ مہتمم صاحب اس حدیث سے آپ کا رفع یدین پر استدلال کرنا سراسر زیادتی ہے۔ ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ نے جو اس حدیث سے عدم رفع یدین پر استدلال نہیں کیا تو آخر اس کی کوئی وجہ تھی۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ لَا يَحْتَجُّ بِهٰذَا مَنْ لَّهٗ حَظٌّ فِي الْعِلْمِ ❶ جس کو تھوڑا سا بھی علم ہو گا وہ بھی اس حدیث سے عدم رفع یدین پر استدلال نہیں کرے گا۔ مہتمم صاحب کیا آپ لوگوں کو ڈر نہیں لگتا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر وہ بات لگاتے ہیں جو آپ ﷺ نے نہیں کہی۔ امام بخاری کہتے ہیں: فَلْيَحْذَرْ اَمْرَهٗ اَنْ يَّتَقَوَّلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ ❷ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے جو اللہ کے رسول ﷺ کے سر وہ بات تھوپتے ہیں جو انھوں نے نہیں فرمائی۔ اس حدیث کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں اَلْاِسْتِدْلَالُ بِهٖ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الرَّفْعِ وَ عِنْدَ الرَّكُوْعِ مِنْهُ قَبِيْحٌ اس بات سے

❶ (جزء رفع الیدین" رقم: 37) ❷ (جزء رفع الیدین رقم: 38)

رکوع والی رفع یدین نہ کرنے پر استدلال کرنا زبردست جہالت ہے۔ مہتمم صاحب یہی وجہ ہے کہ ائمہ میں سے کسی امام نے بھی ایسا استدلال نہیں کیا جیسا آپ اور آپ کے ہم مذہب کرتے ہیں۔

مہتمم صاحب کی رفع یدین نہ کرنے پر دوسری دلیل

((عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلاَ اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلاَّ فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ))۔ ❶

مہتمم صاحب نے اس حدیث کے لیے ترمذی اور ابو داؤد کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ان دونوں کتابوں میں اس حدیث کی حقیقت خوب واضح کی گئی ہے لیکن مہتمم صاحب اس کو پی گئے ہیں۔ ابو داؤد میں ہے: "هذا الحديث ليس بصحيح على هذا المعنى" یہ حدیث اس معنی میں صحیح نہیں۔ حقیقت میں یہ حدیث کچھ اور تھی۔ راوی نے غلطی سے بیان کچھ اور کر دیا ہے اور ترمذی شریف میں اس حدیث کے بارے میں عبداللہ ابن المبارک کا یہ قول موجود ہے: "حديث ابن مسعود لم يثبت" یعنی عبداللہ بن مسعود والی یہ حدیث ثابت ہی نہیں۔ حنفیوں کے پاس رفع یدین کی مخالفت میں سب سے بہتر یہی حدیث ہے لیکن یہ بھی ضعیف ہے چنانچہ ابن حبان نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس حدیث کو بڑے بڑے امام مثلاً امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام ابو داؤدؒ وغیرھم سب ضعیف کہتے ہیں۔

تیسری دلیل

((عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَبَّرَ لِلْاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یَکُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِیْبًا مِنْ شَحْمَتَیْ اُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) ❷

---

❶ (ابوداؤد: کتاب الصلوة ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ، رقم 748 ... ترمذی : کتاب الصلوة ، باب ما جاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرة ، رقم :257)

❷ (جلاء العینین بتخریج روایات البخاری فی جزء رفع الیدین ، ص 94/92 رقم 34 و تمھید ابن عبدالبر 64/5 ... الموضوعات الکبری: ملا علی قاری ص 355 رقم 1352)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ امام احمدؒ جیسے بڑے محدث اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ھذا حدیث واہ یہ حدیث بالکل کمزور ہے۔ اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد پر ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے' بڑی عمر میں اس کا دماغ چل گیا تھا۔ وہ جب تک مکہ میں تھا اس حدیث کو بیان کرتے وقت ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا لفظ بیان نہیں کرتا تھا۔ جب کوفہ چلا گیا اور حافظہ متغیر ہو گیا تو جو کوئی حنفی سکھاتے' بیان کر دیتا. قریباً تمام محدثین متفق ہیں کہ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا لفظ جس سے حنفی رفع یدین نہ کرنے پر استدلال کرتے ہیں اس حدیث میں اضافہ ہے جو کوفے میں کیا گیا۔ اسی وجہ سے تمام بڑے بڑے ائمہ حدیث اس حدیث کو بالکل ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام یحیٰی بن معینؒ 'امام دارمیؒ امام بخاریؒ 'امام بیہقیؒ وغیرھم سب اسے ضعیف کہتے ہیں۔

مہتمم صاحب کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بھی بہت کمزور ہے۔ امام یحیٰی بن معین اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں لا اصل له اس حدیث کی کوئی جڑ بنیاد ہی نہیں۔ یہ بالکل بے اصل ہے۔ اس میں ابو بکر بن عیاش ایک راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ وہ کچھ کا کچھ بیان کر دیتا تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ تو جو رفع یدین نہ کرتا اسے کنکر مارتے کہ یہ رفع یدین کیوں نہیں کرتا۔ ابو بکر بن عیاش کا یہ روایت کرنا کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے اور شاگرد سبھی یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ امام بخاریؒ جزء رفع یدین۔ [1]

مہتمم صاحب کی پانچویں دلیل

جو مہتمم صاحب نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے پیش کی ہے۔ وہ خود حنفیوں کے خلاف ہے۔ اس حدیث سے تو بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی آخری عمر میں بھی رفع یدین کیا کرتے تھے کیوں کہ وائل بن حجر جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع

---

[1] (جلاء العینین بتخریج روایات البخاری فی جزء رفع الیدین ص 56,54 رقم 16)

والی رفع یدین کرتے دیکھا ہے وہ 9ھ کی سردیوں میں شوال کے لگ بھگ مسلمان ہوئے۔ اس وقت بھی انھوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا اور پھر اگلے سال 10ھ میں بھی سردیوں میں جب وہ دوبارہ آئے تو انھوں نے پھر بھی سب کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ (1) رہ گیا ابراہیم نخعی کا یہ کہنا کہ اگر وائلؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ایک دفعہ دیکھا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ نہ کرتے دیکھا ہے تو یہ بات بالکل جذباتی اور بغیر ثبوت کے ہے کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو پچاس مرتبہ بغیر رفع یدین نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نخعی نے جو کہا ہے وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ ابراہیم نخعی نے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا تک نہیں لہٰذا ان کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کو بغیر رفع یدین کے نماز پڑھتے دیکھا ہے تو کب؟ کیا حضرت وائل بن حجرؓ کے اسلام لانے سے پہلے یا بعد میں؟ اگر پہلے دیکھا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اعتبار آخری فعل کا ہوتا ہے' پہلا منسوخ سمجھا جاتا ہے۔ اگر بعد میں دیکھا ہے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ساری حنفی دنیا کو چیلنج ہے کہ وہ ایک حدیث صحیح یا ضعیف ایسی پیش کر دیں جس میں یہ صراحت موجود ہو کہ حضور ﷺ نے وائل بن حجرؓ کے دیکھنے کے بعد رفع یدین چھوڑ دیا تھا تو اس حدیث کے ہر ہر حرف کے بدلے ایک ہزار روپیہ ہم سے انعام لے لیں۔ دنیا کا جو حنفی چاہے قسمت آزمائی کر سکتا ہے۔ مہتمم صاحب سے تو خاص طور پر درخواست ہے کہ اگر ان میں ہمت و جرأت ہو تو وہ ہمارے انعامی چیلنج کو ضرور قبول فرمائیں۔ اگر مہتمم صاحب میں ہمت نہ ہو تو پھر دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تسلیم کریں کہ ان کو اپنی پیش کردہ دلیل کی رو سے ہی رسول اللہ ﷺ کا آخری عمر میں رفع یدین کرنا ثابت ہو گیا ہے۔ وہ حنفیت سے توبہ کر کے رفع یدین شروع کر دیں۔ دیکھتے ہیں کہ اب مہتمم صاحب کا ایمان کیا فیصلہ کرتا ہے۔ مہتمم صاحب! آپ ایمان لائیں یا نہ یہ حقیقت ہے کہ رفع یدین نبی ﷺ کی آخری اور دائمی سنت ہے اور اس حدیث سے جو آپ نے پیش کی ہے یہ بات بالکل واضح ہے۔

---

(1) (جلاء العینین بتخریج روایات البخاری فی جزء رفع الیدین 'ص 82 رقم 31 معانی الآثار 116/1 نصب الرایۃ 310/1)

مہتمم صاحب نے رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں کل پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث کا اس رفع یدین سے کوئی تعلق ہی نہیں' مہتمم صاحب کی فوج داری ہے جو وہ اس حدیث کو خواہ مخواہ گھسیٹ لائے ہیں۔ مہتمم صاحب کی آخری حدیث خود ان کے خلاف ہے جو ان کے گلے پڑ گئی ہے۔ رہ گئیں باقی تین تو وہ تینوں ضعیف ہیں۔ ایسی ضعیف کہ ان کی صحت مہتمم صاحب کبھی ثابت کر ہی نہیں سکتے۔ تو کیا ایسی ضعیف روایات کی بنیاد پر مہتمم صاحب کو یہ کہنا زیب دیتا ہے کہ حنفیوں کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حنفیوں کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے مطابق نہیں۔ اگر حنفیوں کو یہ فکر ہو کہ ان کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہو تو یہ کبھی حنفی نہ رہیں فوراً اہل حدیث ہو جائیں۔ کیوں کہ جب تک وہ حنفی رہیں گے وہ فقہ حنفی ہی کی طرف دوڑیں گے۔ صحیح احادیث کی طرف ان کا رخ کبھی نہ ہو گا اور صحیح احادیث کے بغیر نبی ﷺ کی سنت کا ملنا محال ہے۔ سنت کا گھر احادیث ہیں' فقہ حنفی نہیں۔ فقہ حنفی میں تو حنفیوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر اللہ' رسول ﷺ کی باتیں لینی ہوں تو صحیح حدیثوں سے ہی ملتی ہیں۔ اور یہ کام بغیر حنفیت کو چھٹی دیے نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ رفع یدین نہ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ ذیل میں ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ جن سے رفع یدین کرنے کا مسئلہ بالکل مبرہن ہو جاتا ہے۔

1- بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے' رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

((كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَ إِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ)) (1)

---

(1) بخاری: کتاب الاذان' باب رفع الیدین فی التکبیرة الاولیٰ مع الافتتاح سواء' رقم: 736...
مسند الحمیدی: ص 176 رقم 614)

2- بخاری شریف میں ہی مالک بن حویرثؓ کی روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام تینوں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ❶ مالک بن حویرثؓ 9ھ رجب میں مسلمان ہوئے۔ جب کہ جنگ تبوک کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین آپ کی آخری زندگی کا فعل ہے۔ یہ منسوخ نہیں جیسا کہ بعض جاہل مولوی کہہ دیا کرتے ہیں۔

3- مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تینوں رفع یدین کیا کرتے تھے' ❷ یہ وائل بن حجرؓ وہ صحابی ہیں جو یمن سے آکر مسلمان ہوئے۔ یہ 9ھ میں شوال' ذی قعد کے لگ بھگ سردی کے موسم میں مدینہ منورہ آئے' انھوں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ اگلے سال انہی دنوں میں وہ پھر آئے' انھوں نے آکر پھر سب کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ یہ دیکھنا 10ھ کے آخر میں ہے۔ اس کے قریباً چھ ماہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین کرنا بالکل آپ کی آخری زندگی کا فعل ہے۔ کوئی ایسی روایت نہیں جو حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت کے بعد کی ہو۔ جس میں صراحت ہو کر حضور علیہ السلام نے کبھی نماز بغیر رفع یدین کے پڑھی ہے۔

4- ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس سلسلے میں بہت وزن رکھتی ہے' یہ روایت مختصراً تفصیلاً' قریباً حدیث کی ہر کتاب میں ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا

---

❶ (بخاری ' کتاب الاذان' باب رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع ' رقم :737... مسلم: کتاب الصلوة ' باب استحباب رفع الیدین حذو منکبین مع تکبیرة الاحرام والرکوع و فی الرفع بعد الرکوع و انه لا یرفعه اذا رفع بعد السجود ' رقم :24.. ابن خزیمه :کتاب الصلوة ' باب الدلیل علی ان النبی ﷺ امر برفع الیدین عند ارادة الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع' 295/1 رقم 585)

❷ (نسائی : کتاب التطبیق ' باب مکان الیدین من السجود ' رقم 1103.. ابوداؤد : ابواب تصریح استفتاح الصلوة' باب رفع الیدین فی الصلوة و باب افتتاح الصلوة ' رقم :723,725-729)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین آخر تک کرتے رہے اور صحابہ کرامؓ بھی آنحضرت کے بعد رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ❶ چنانچہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ دس صحابہ کی موجودگی میں فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پیش کریں، ہم دیکھ لیتے ہیں کہ آپ کا کہنا کس حد تک صحیح ہے۔ چنانچہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پیش کی جس میں انھوں نے تینوں رفع یدین کیے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا آپ کا کہنا بجا ہے۔ آنحضرت ﷺ ایسی ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

5- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بیہقی میں بھی ان کی یہ روایت موجود ہے۔ ❷

6- بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔ ❸

7- ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اتنی صحیح اور صریح روایات کے بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مطابق وہی نماز ہے جو رفع یدین کے ساتھ ہو۔ ❹

---

❶ (ابو داؤد ' ابواب تفريع استفتاح الصلوة ' استفتاح الصلوة باب 'رقم :730... صحيح ابن خزيمه : كتاب الصلوة ' باب لاعتدال في الركوع والتجا في ووضع اليدين على الركبتين' 1/297-298 رقم :587-588)

❷ (سنن الكبرى بيهقي 73/2) ❸ (سنن الكبرى بيهقي 25/2)

❹ (ابو داؤد: كتاب الصلوة ' باب من ذكر انه يرفع يديه اذا قام من الثنتين ' رقم :744... جامع الترمذى : كتاب الصلوة ' باب رفع اليدين عند الركوع قال ابوعيسىٰ و في الباب عن عمرو على ' رقم :256 .. نصب الراية زيلعى 406/1)

حنفیوں کی نماز جس میں رفع یدین نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بہت سی سنتیں غائب ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نہیں ہو سکتی' یہ بات بڑے دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں، حنفیوں کے پاس کوئی ایک بھی صحیح حدیث نہیں' وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر ضعیف اور موضوع احادیث سے ہی اپنے حنفی بھائیوں کو تسلی دیتے ہیں' ورنہ ہیں وہ بالکل تہی دست۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔

---آمین---

مہتمم صاحب نے آمین پر بھی خامہ فرسائی کی ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے پہلی حدیث طحاوی سے نقل کی ہے جو صحیح نہیں۔ اس میں ابو سعد ایک راوی ہے جو حد درجہ کا ضعیف ہے اس کے بارے میں میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

"تَرَكَهُ الفَلاَّسُ وَ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لاَ يُكْتَبُ حَدِيْثُه' وَ قَالَ الْبُخَارِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ"

فلاس نے اس کے ضعف کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا' وہ اس کی روایت نہیں لیتے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے۔ امام بخاریؒ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں' یہ ابو سعد ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہے جو بہت بڑا عیب ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: "سعید بن المرزبان ابوسعدالبقال من اتباع التابعین مشهور بالتدلیس" [1] ابو سعد مشہور مدلس ہے اور طحاوی میں اس کی روایت عنعنہ کے ساتھ ہے جو ہر گز قابل قبول نہیں۔ جب یہ حدیث صحیح

---

[1] (ابوسعد البقال اسمه سعد بن المرزبان قال احمد منكر الحديث ' الكاشف للذهبى 374/1 رقم 1974... خلاصة تهذيب الكمال فى اسماء الرجال ص 134قال النسائى ' ضعيف و قال الذهبى مات سنة بضع و اربعين مائة و ما علمت احدا وثقه ... ميزان الاعتدال ص 158 رقم 3371 تركه الافلاس و قال ابن معين لا يكتب حديثه و قال ابوزرعه صدوق مدلس و قال البخارى منكر الحديث)

ہی نہیں تو مہتمم صاحب کا اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال بے کار ہے۔ جیسی حدیث ضعیف اور کمزور' ویسا حنفی مذہب کمزور۔ ایسی احادیث کی مدد سے حنفی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ثابت کرنا مہتمم صاحب کا ہی کام ہے' کوئی حق پسند اور مصنف ایسا کام نہیں کر سکتا۔

آمین کے سلسلے میں دوسری روایت مہتمم صاحب نے ترمذی شریف سے نقل کی ہے۔ مہتمم صاحب نے اپنے مطلب کے لیے روایت تو ترمذی سے نقل کر دی' لیکن امام ترمذی نے جو اس حدیث کے بارے میں جرح کی ہے وہ نقل نہیں کی۔ پتا نہیں مہتمم صاحب نے اسے پڑھا ہی نہیں' یا صفائی سے کام لیا ہے۔ اگر مہتمم صاحب اسے بھی نقل کر دیتے تو کیا اچھا ہوتا' بے خبر حنفی عوام کو بھی پتا تو چل جاتا کہ حنفی مذہب کتنا کمزور ہے اور حنفی علما کیسے منہ زور ہیں۔ اس حدیث کو نقل کر کے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: صحیح مَدَّ بِهَا صَوْتَه' ہے۔ خَفَضَ بِهَا صَوْتَه' صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں' میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے استاد امام بخاریؒ سے پوچھا انھوں نے بھی یہی کہا۔ پھر میں نے امام ابوزرعہ سے پوچھا انھوں نے بھی یہی کہا کہ پہلی حدیث جس میں مَدَّ بِهَا صَوْتَه' کا لفظ ہے وہی صحیح ہے۔ (1) خَفَضَ بِهَا صَوْتَه' کا لفظ صحیح نہیں۔ یعنی اونچی آواز سے آمین کہنے والی روایت درست ہے۔ آہستہ آواز سے آمین کہنے والی روایت درست نہیں۔ آمین کے بارے میں امام ترمذی نے دو روایتیں نقل کیں۔ پہلے صحیح روایت نقل کی' بعد میں وہ نقل کی جس میں تین غلطیاں ہیں۔ پھر ان غلطیوں کی نشاندہی کر کے اپنے دو استادوں کی تصدیق نقل کی کہ یہ دوسری حدیث صحیح نہیں۔

مہتمم صاحب نے ان دو حدیثوں میں سے جو امام ترمذی نے نقل کیں صحیح کو چھوڑ دیا اور جس میں تین غلطیاں تھیں اس کو لے کر حنفی مذہب کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اب کوئی مہتمم صاحب سے پوچھے جناب آپ نے اتنا تکلف کیوں کیا؟ صحیح کو چھوڑ کر غلط کی

(1) (ترمذی' کتاب الصلوۃ' باب ماجاء فی التامین' ص 1662 رقم 248)

طرف کیوں لپکے ؟ کیا حنفی مذہب غلط حدیثوں کے سہارے ہی زندہ ہے ؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحیح کو چھوڑ کر غلط کو لینا اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو لینا اچھے لوگوں کا کام نہیں۔ جب آپ نے ترمذی شریف کو ہاتھ لگا ہی لیا تھا تو آپ کو چاہیے تھا کہ غلط کو چھوڑ کر صحیح کو لیتے۔

مہتمم صاحب افسوس ہے کہ رفع یدین کے بارے میں امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ کی روایات کو حسن اور صحیح کہا اور وہ آپ کو پسند نہ آئیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ محدثین کے استاد عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث ثابت نہیں۔ وہ آپ کو پسند آئی۔ آمین کے بارے میں امام ترمذی نے کہا سفیان کی روایت جس میں آمین اونچی آواز سے کہنے کا ذکر ہے وہ صحیح ہے اور شعبہ کی روایت جس میں آمین آہستہ کہنے کا ذکر ہے وہ غلط ہے۔ آپ نے صحیح کو ناپسند کیا اور غلط کو پسند کیا۔ مہتمم صاحب ایسا ذوق کوئی اچھی علامت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کو گئے تو آپ ﷺ کو کچھ ایسے دوزخی بھی دکھائے گئے جن کا ذوق ایسا ہی تھا۔ وہ بھی اعلیٰ چیزوں کو چھوڑ کر گھٹیا چیزوں کی طرف لپکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے گندے ذوق کی بہت مذمت کی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴾[2: البقرة :16] ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴾[2: البقرة :175]

اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو لینا خسارے کا ہی سودا ہے۔ یہ ہدایت کے بھی منافی ہے۔ اور اس کا انجام بھی برا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ﴾[2:البقرة :61]

اے بنی اسرائیل ! تم اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو لینا چاہتے ہو۔ تمھارا کیسا ذوق ہے۔ پھر ان کا انجام ذکر کیا۔ ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ﴾[2:البقرة:61] جس سے ثابت ہوا کہ ایسے ذوق کے لوگ بالآخر ذلیل ہی ہوتے ہیں۔ اللہ کے بندے جن کی قسمت سیدھی ہوتی ہے اور انجام بخیر ہوتا ہے ان کا ایسا ذوق نہیں ہوتا۔ ان کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه‘ ط اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [39:الزمر:17-18]

اے نبیؐ! میرے ان نیک بندوں کو خوش خبری دے دیں جو سنتے تو ساری بات ہیں، لیکن اپنے عمل کے لیے منتخب بہت بہتر کو ہی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہدایت والے ہیں اور یہی عقل والے ہیں۔

مقلد بے چارے کو ہدایت اور عقل کہاں؟ جو وہ اپنے تقلیدی مذہب کی دھن میں اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کے پیچھے ہی اپنی جان گنواتا ہے۔ اونچی آواز سے آمین کہنے کی کتنی صحیح روایات ہیں، لیکن مقلدوں کو اپنے تقلیدی مذہب کی پاسداری میں اچھی نہیں لگتیں۔ ضعیف اور موضوع روایتیں ہی ان کو اچھی لگتی ہیں۔ مہتمم صاحب نے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے آمین کے سلسلے میں دو روایتیں نقل کیں۔ ایک پرلے درجے کی ضعیف اور دوسری میں تین غلطیاں۔ آخری روایت غلط ہونے کے باوجود مہتمم صاحب کے مفید مطلب نہیں۔ کیوں کہ حنفی مذہب آمین منہ میں کہنے کا قائل ہے۔ ایسے کہ دوسرا کوئی نہ سن سکے اور خفض کے معنی منہ میں کہنا نہیں خفض رفع کے مقابلے میں ہے جس کے معنی ہلکے جہر کے ہیں۔ اس لیے حنفیوں کے آخری مجتہد ابن ہمام نے کہا ہے: ''وَلَوْ كَانَ اِلٰى شَيْءٍ لَوَفَّقْتُ بِاَنْ رِوَايَةَ الْخَفْضِ يُرَادُ بِهَا عَدَمُ الْقَرْعِ الْعَنِيْفِ'' خفض سے مراد منہ میں کہنا نہیں بلکہ ایسی ہلکی اونچی آواز سے کہنا ہے جو کانوں کو بری نہ لگے۔

اونچی آواز سے آمین کہنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1---((اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّه‘ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُه‘ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَه‘ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) ❶

---

❶ (صحیح البخاری: کتاب الاذان، باب جهر الامام بالتامین، رقم :111... مسلم :کتاب الصلوة، باب التسمیع والتحمید، والتامین، رقم :72... صحیح ابن خزیمه: کتاب الصلوة، باب الدلیل علی ان الامام اذا جهل فلم یقل آمین، 288/1 رقم :575... جامع ترمذی : کتاب الصلوة باب ما جاء فی فضل التامین، رقم :250)

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہوئی اسکے تمام پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

2--- ((اِذَا قَرَاءَ وَلاَ الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ وَ رَفَعَ بِھَا صَوْتَه‘)) ❶

جب آنحضرت ﷺ نے وَلا الضَّالِّیْنَ پڑھا تو بلند آواز سے آمین کہا۔

3--- ابو داؤد میں ہی دوسری روایت میں فَجَھَرَ بِآمِیْنَ کے لفظ ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت نے آمین بالجہر کی۔ لہذا تینوں لفظ ترمذی اور ابو داؤد میں آگئے۔ مَدَّبِھَا صَوْتَه‘ ، رَفَعَ بِھَا صَوْتَه‘ جَھْرَ بِآمِیْنَ تینوں لفظ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اونچی آواز سے آمین کہتے تھے۔

4--- ابن ماجہ میں حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ ((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اٰمِیْن)) یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد شریف ختم کی تو میں نے آپ کی آمین سنی۔ ❷

5--- ابن ماجہ میں ہی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ ((قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِیْنَ وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ حَتّٰی یَسْمَعَھَا ، اَھْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَیَرْتَجُّ بِھَا الْمَسْجِدُ)) ❸ لوگوں نے آمین کہنا ترک کر دیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھ لیتے تو آمین کہتے اونچی آواز سے کہ پہلی صف والے سن لیتے۔ اس طرح آمین کی آواز سے مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی۔

6--- ابن ماجہ میں ہی حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جتنا یہود تمھارے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں اور جلتے ہیں

---

❶ (ابو داؤد: کتاب الصلوۃ ' باب التامین وراء الامام ' رقم :932-933.. جامع ترمذی : کتاب الصلوۃ ' باب ما جاء فی التامین ' رقم :248) ❷ (ابن ماجہ: ابواب اقامۃ الصلوات ' باب الجھر بآمین ' رقم :854)

❸ (ابن ماجۃ: ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیھا ' باب الجھر بامین ' رقم :853)

اتنا اور کسی چیز پر نہیں۔ لہذا تم کثرت سے آمین کہا کرو۔ ❶ (آمین پر جلنے والے حنفیوں کے لیے عبرت کا مقام ہے)

7---((عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ قَالَ اَدْرَكْتُ مِائَتَیْنِ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِآمِیْنَ)) ❷

حضرت عطا جو امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسجد حرام میں دو سو صحابہ کرام کو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے پایا۔

مقتدی کی قرأت

مہتمم صاحب نے قرأت مقتدی پر بھی زور آزمائی کی ہے اور ایک عام مغالطے کے تحت جس کا حنفی علما عام طور پر شکار ہیں وہی آیت ﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ [7:الاعراف:204] پیش کی ہے جس کو حنفی علما پیش کرتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ کو پیش کر کے حنفی علما کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں جو قطعی ہے اور اہل حدیث ' حدیث پیش کرتے ہیں جو ظنی ہے۔ پھر جاہلوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ حنفی لوگ قرآن کو زیادہ مانتے ہیں اور اہلحدیث ، حدیث کو اور یوں احناف اور اہل حدیث میں فرق ہے۔ بظاہر یہ بات بہت پر فریب ہے لیکن حقیقت میں یہ زخرف القول غرورا کے سوا کچھ نہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ حنفی حنفیت کو مانتے ہیں وہ نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ حدیث۔ حنفی قرآن و حدیث کو صرف وہاں مانتے ہیں جہاں وہ حنفیت کے موافق ہوں ' جہاں قرآن و حدیث حنفیت کے موافق نہ ہو وہاں وہ حنفیت کو ہی مانتے ہیں۔ قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ رہ گئے اہل حدیث تو وہ اہل حدیث ہیں وہ حدیث کو مانتے ہیں۔ وہ حدیث اللہ کی ہو یا اس کے رسول ﷺ کی۔ حدیث قرآن کو بھی کہتے ہیں اور حدیث ' حدیث رسولؐ کو بھی۔ قرآن خود کئی

---

❶ (ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوة ' باب الجهر بآمين ' رقم :857 ' مسند احمد ' 135/6 عن عائشةؓ ' ابن خزيمة ' كتاب الصلوة ' باب ذكر حسد اليهود المؤمنين على التامين 282/1 رقم 574)

❷ (سنن الكبرى ' بيهقى 59/2 كتاب الصلوة)

جگہ اپنے آپ کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ مثلاً:۔

﴿ فَذَرْنِي وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ﴾ [68:القلم: 44] ﴿ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴾ [56:الواقعة:81] ﴿ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [18:الكهف:6] وغیرھم آیات قرآنی۔

اہل حدیث اللہ رسول ﷺ کی بات کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے۔ اسی لیے ان کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث ایک حقیقت کے دو رخ ہیں۔ ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔ حدیث رسولؐ کے بغیر اللہ کی حدیث یعنی قرآن کو نہ مانا جاسکتا ہے' نہ سمجھا۔ حدیث رسولؐ قرآن کی تشریح و تفسیر بھی ہے اور احکام میں مثل قرآن بھی۔ حدیث رسولؐ ہی قرآن کے منشا و مطلب کا تعین کرتی ہے۔ دنیا میں جتنے فرقے بھی گمراہ ہوئے وہ قرآن و حدیث میں فرق کر کے وہ ہی گمراہ ہوئے۔ ان کی تکنیک بھی یہی تھی۔ جو آج کل کے حنفی علما و عوام کی ہے۔ حدیثوں کا انکار وہ اسی تکنیک کے تحت کرتے تھے۔ کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث کبھی قرآن کے خلاف نہیں ہوتی۔ قرآن کی مراد ہی ہوتی ہے جو صحیح حدیث بیان کرتی ہے۔ قرآنی آیت کا معنی وہ کرنا جو صحیح حدیث کے خلاف ہو یہ گمراہ فرقوں کا ہی شیوہ ہے۔ اہل حق کا یہ شیوہ نہیں جو حنفی علما اس آیت کو پیش کر کے فخر کرتے ہیں کہ ہم قرأت خلف الامام کے مسئلے پر قطعی دلیل یعنی قرآن پیش کرتے ہیں۔ وہ حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ان کو اپنے گھر کا پتا ہے کہ ہمارے حنفی اصول کیا کہتے ہیں۔ نہ ان کو یہ پتا کہ علم و عقل کا تقاضا کیا ہے؟ حنفیوں کے اصولی علما تو آیت ﴿وَ اِذَا قُرِىءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ ﴾ مقتدی کی عدم قرأت پر استدلال کرتے ہیں' کیوں کہ ان کے نزدیک یہ آیت سورہ مزمل کی قرأت سے متعارض ہے ان کے نزدیک سورہ مزمل کی آیت مقتدی پر قرأت کو فرض کرتی ہے اور آیت ﴿وَ اِذَا قُرِىءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ ﴾ مقتدی کو قرأت سے روکتی ہے اور جب ان کے نزدیک ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے تو دونوں معرض استدلال میں پیش نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے ان کے نزدیک دونوں ساقط ہیں۔ وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ حنفی۔۔۔ لیکن جو حنفی عالم بے علم ہیں' اصول حنفیہ سے ابلد ہیں' جو ہیں مقلد لیکن بنتے مجتہد ہیں وہ بے

سوچ سمجھے اس آیت کو پیش کر دیتے ہیں۔ وہ آیت تو لکھتے ہیں قرآن کی لیکن اس سے استدلال کے لیے موقوف اور مقطوع ضعیف آثار پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ مہتمم صاحب نے کیا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر ان کی دلیل قرآنی آیت ہے تو پھر وہ ضعیف آثار ساتھ کیوں پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کا فقط اس آیت سے ہی استدلال ہو تو وہ ضعیف آثار ساتھ کیوں پیش کریں۔ ان کا آیت ﴿وَ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ کے ساتھ ضعیف آثار پیش کرنا ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان کو بھی معلوم ہے کہ آیت ﴿وَ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ اکیلی عدم قراۃ مقتدی پر دلالت نہیں کرتی۔ یعنی ان کی یہ دلیل قطعی نہیں۔ کیوں کہ قطعی دلیل وہ ہوتی ہے جو قطع الاثبات بھی ہو۔ اور قطعی الثبوت بھی۔ اگر قطعی الاثبات ہو قطعی الثبوت نہ ہو تو بھی دلیل ظنی اور اگر قطعی الثبوت ہو قطعی الاثبات نہ ہو وہ بھی دلیل ظنی۔ دلیل کی قطعیت کے لیے اثبات اور ثبوت کی قطعیت بھی ضروری ہے۔ آیت ﴿وَ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ قطعی الثبوت ضرور ہے، لیکن مقتدی کی عدم قرأت کے لیے قطعی الاثبات نہیں کیوں کہ آیت کا صیغہ اس معنی پر قطعاً دلالت نہیں کرتا کہ مقتدی امام کے پیچھے سرا بھی قرأت نہ کرے۔ یہ حنفیوں کی کھینچا تانی ہے جو ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ضعیف اقوال کی مدد سے یہ معنی پیدا کرتے ہیں ورنہ آیت اس معانی کے بالکل متحمل نہیں۔ آیت میں نماز کا کوئی لفظ ہے اور نہ نماز کا کوئی قرینہ۔ پھر امام یا مقتدی اور قرأت خلف الامام کے معنی کہاں سے پیدا ہو گئے۔ مہتمم صاحب! آپ ہی بتائیں آپ نے جو آیت ﴿وَ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ پیش کی ہے تو کیا آپ کا استدلال اس آیت سے ہے یا تین تفسیری حوالوں سے جو آپ نے نقل کیے ہیں یا دونوں کے مجموعہ سے اگر آپ کا استدلال صرف آیت سے ہے تو کیا آیت کی عبارت مقتدی کی عدم قرأت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کرتی ہے تو بتائیے دلالت کی یہ کون سی قسم ہے جس کے تحت آپ کا دعویٰ کہ مقتدی سرا بھی الحمد شریف کی قرأت نہ کرے ثابت ہوتا ہے۔ ثانیاً پھر آپ نے تین تفسیری حوالے کیوں پیش کیے۔ اگر آپ کا استدلال ان تین تفسیری حوالوں سے ہے تو پھر اولاً تو آپ کی دلیل قطعی نہیں رہتی بلکہ ظنی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ تینوں حوالے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ خبر واحد سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ثانیاً تفسیروں میں اس آیت کے نزول کے اور بھی کئی اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ پھر یہ اختلاف کیوں ہے۔ یہ اختلاف ہی دلیل ہے اس بات کی کہ

قرأت خلف الامام اس آیت کا قطعی شان نزول نہیں۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا اجتہاد ہے جو وہ آیت کو مختلف محامل پر محمول کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ میرا استدلال آیت اور تین تفسیری حوالوں کے مجموعہ سے ہے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا آپ کی دلیل قطعی اور ظنی مقدمات سے مرکب ہے۔ آیت قطعی اور شان نزول کے بارے میں تفسیری حوالے ظنی جو دلیل قطعی اور ظنی مقدمات سے مرکب ہو وہ ظنی ہوتی ہے۔ کیوں کہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے۔ لہٰذا احناف کا یہ کہنا غلط ہے کہ ﴿وَ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ... الخ﴾ ہماری قطعی دلیل ہے۔ مہتمم صاحب! اصل میں اس مسئلے میں آپ کا سہارا یہ تفسیری حوالے ہیں جن میں سے ایک بھی سنداً صحیح نہیں، سب مخدوش ہیں اور پھر مرفوع بھی کوئی نہیں، سب موقوف یا مقطوع ہیں۔ مہتمم صاحب! آپ اس آیت کے عموم سے استدلال نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں، ہر ایک ہی اس کو مَخْصُوْصٌ مِنْهُ الْبَعْضُ مانتا ہے اور مَخْصُوْصٌ مِنْهُ الْبَعْضُ ظنی ہوتا ہے۔ تخصیص ہو جانے سے اس کی قطعیت جاتی رہتی ہے، اس لیے متین وفطین حنفی اس آیت سے استدلال نہیں کرتے۔ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے تحت مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرْأَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرْأَةٌ ❶ کو ہی ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جو سنداً اور معناً اتنی کمزور ہے کہ وہ حنفی مذہب کے ناجائز بوجھ کو اٹھا ہی نہیں سکتی۔ حنفی مذہب تو یہ ہے کہ مقتدی کو ہر طرح کی قرأت منع ہے۔ اونچی آواز سے ہو یا آہستہ، دل میں فاتحہ ہو یا ماز اد علی الفاتحہ ہو، سب منع ہے اور یہ بات اس حدیث سے کہاں ثابت ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حنفی مذہب کسی دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا نہ قرآن و حدیث سے، نہ کسی صحابی کے قول و عمل سے۔ مہتمم صاحب نے اس موضوع پر جتنی دلیلیں بھی نقل کی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ان کے حق میں یا ہمارے خلاف نہیں۔ پہلے تین تفسیری حوالے اس لیے ہمارے خلاف نہیں کہ ان میں سراً الحمد شریف کی قرأت سے کوئی ممانعت نہیں بلکہ تیسری دلیل میں تو جہر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حوالہ جات جہری قرأت کی ممانعت میں ہیں جس کے ہم قائل نہیں۔ ہم تو مقتدی کے لیے سری قرأت فاتحہ کے قائل

---

❶ ابن ماجة 'كتاب الصلوة 'باب اذا قرء الامام فانصتوا' رقم :850' ارواء الغليل 268/2 رقم 500' قال الزيلعي في نصب الراية 7/2 مجروح 'روى عن ابى حنيفة انه قال ما رايت اكذب من جابر الجعفي

ہیں' جس سے ان حوالوں کا کوئی واسطہ نہیں۔

رہ گئیں احادیث تو پہلی حدیث جو مہتمم صاحب نے نقل کی ہے وہ ہمیں اس لیے مضر نہیں کہ ہمارا دعویٰ خاص قرأت کا ہے اور حدیث میں قرأت عام ہے۔ عام اور خاص میں کوئی تعارض نہیں ہوتا۔ عام سے خاص نکلتا رہتا ہے۔ ((و اذا قراء فانصتوا)) قرأت عام ہے جس سے تکبیر تحریمہ اور الحمد شریف خاص ہیں۔ تکبیر تحریمہ کو حنفی بھی خاص مانتے ہیں جب تکبیر تحریمہ خاص ہو سکتی ہے۔ ((و اذا قرء فانصتوا)) ❶ اس کے منافی نہیں تو الحمد شریف بھی خاص ہو سکتی ہے۔ یہ حدیث الحمد شریف کے منافی بھی نہیں ہو سکتی۔

دوسری حدیث

حضرت جابر کا قول ہے. وہ مرفوع حدیث نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہو۔ مہتمم صاحب نے فوجداری کی جو اس کو مرفوع بنا کر آنحضرتؐ کا فرمان بنا دیا۔ ❷ مہتمم صاحب نے ترمذی' مؤطا امام مالک' اور مؤطا امام محمد کا حوالہ دیا کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ میں پوچھتا ہوں مہتمم صاحب کیا آپ نے ترمذی اور دونوں مؤطا خود دیکھے ہیں؟ اگر دیکھے ہیں تو دیانت داری سے بتایئے! کہ ان میں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لفظ ہے؟ کیا ان کتابوں میں یہ ہے کہ "حضور ﷺ نے یوں فرمایا"؟ اگر یہ لفظ وہاں نہیں تو آپ نے یہ غلط حوالہ کیوں دیا۔ اگر یہ لفظ وہاں موجود ہے اور آپ نے خود دیکھا ہے تو ہمیں دکھا کہ منہ مانگا انعام لیں۔ اور اگر آپ نہ دکھا سکیں تو پھر کم از کم سزا جو اس جرم کی ہو سکتی ہے یہ ہے کہ آپ نماز عصر کے بعد اپنے مقتدیوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے حنفیت سے توبہ کریں کیوں کہ یہ حنفیت ہی ہے جو آپ سے ایسی حرکتیں

---

❶ (نسائی: کتاب الافتتاح' باب قراءۃ ام القرآن خلف الامام فیما جھر بہ الامام' رقم: 923..... مسلم: کتاب الصلوۃ' باب التشھد فی الصلوۃ' رقم: 63.. ارواہ الغلیل: 267/2 رقم 394,499)

❷ (ترمذی: کتاب الصلوۃ' باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جھر الامام بالقراءۃ' رقم 313... مؤطا کتاب الصلوۃ' باب ما جاء فی ام القرآن)

کرواتی ہے۔ مہتمم صاحب یہ سب حنفیت کی برکات ہیں کہ آپ کو کبھی حدیثوں میں گڑبڑ کرنی پڑتی ہے اور کبھی توڑ مروڑ۔ صحیح حدیثوں سے آپ کو نفرت ہے کیوں کہ یہ آپ کے خلاف ہیں۔ ضعیف حدیثوں سے آپ کو محبت ہے کیوں کہ یہ آپ کا سہارا ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی ضرور مرفوع لائے ہیں لیکن انھوں نے ساتھ ہی یہ نشان دہی بھی کر دی ہے کہ یہ مرفوع صحیح نہیں۔ موقوف ہی صحیح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسماعیل سدی نے جب اپنے استاد امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا میں اس حدیث کو مرفوع بیان کروں تو امام مالکؒ نے غضب میں آکر فرمایا کہ پکڑو اس کی ٹانگ یہ کیسی غلط بات کہتا ہے۔ جب یہ حضرت جابرؓ کا قول ہے تو اس کو حضور ﷺ کی حدیث کیسے کہہ دیا جائے۔ جب اس حدیث کا مدار حضرت امام مالکؒ پر ہے اور وہ اس کو مرفوع نہیں مانتے بلکہ اپنے مؤطا میں بھی وہ اس کو موقوف ہی بیان کرتے ہیں تو یہ حدیث مرفوع کیسے ہو سکتی ہے۔ مہتمم صاحب نے اپنے تقلیدی مذہب کے جوش میں آکر آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اس کو مرفوع بنا دیا۔ حالانکہ یہ موقوف ہے۔ اگرچہ حضرت جابرؓ کا قول ہے جس کی مرفوع حدیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں، لیکن حنفی مذہب کے یہ بھی خلاف ہے۔ اس میں صاف وضاحت ہے کہ ایک خاص صورت کے سوا الحمد شریف کے بغیر کوئی رکعت نہیں ہوتی، لیکن حنفی کہتے ہیں ہو جاتی ہے۔ صرف سجدہ کرنا پڑتا ہے۔

تیسری حدیث

جو مہتمم صاحب نے نقل کی ہے اولاً تو وہ صحیح نہیں جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں امام بخاریؒ نے جزء القراۃ میں اور حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مختلف تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ثانیاً ہمیں مضر نہیں کیوں کہ اس میں قرأت سے ممانعت نہیں۔ اس حدیث کا مفاد صرف اتنا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کو کفایت کر جاتی ہے۔ یعنی اگر مقتدی خود نہ پڑھے امام کی ہی سن لے تو اس کو بھی کافی ہے لیکن اگر پڑھے تو منع نہیں اور یہ حکم اس قرأت کے لیے ہو سکتا ہے جو مقتدی کے ذمے فرض نہ ہو۔ جو مقتدی کے ذمے فرض ہو اس کا حکم یہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مقتدی کے فرض کا امام متحمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً تکبیر تحریمہ مقتدی کو اپنی

کہنی پڑتی ہے۔امام کی کہی ہوئی تکبیر تحریمہ مقتدی کو کفایت نہیں کرتی۔چونکہ ((لَا صَلٰوۃَ اِلاَّ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ)) کے تحت الحمد شریف بھی فرض ہے۔اس لیے یہ بھی مقتدی کو اپنی پڑھنی پڑھے گی۔امام کی پڑھی ہوئی مقتدی کو کفایت نہیں کرتی۔امام کی جو قرأت مقتدی کو کفایت کر سکتی ہے وہ **مازاد علی الفاتحہ** ہی ہو سکتی ہے۔فاتحہ نہیں ہو سکتی کیوں کہ فاتحہ کے بغیر تو نماز ہی نہیں۔جیسے تکبیر تحریمہ فرض ہے ایسے ہی الحمد شریف فرض ہے۔مقتدی تکبیر تحریمہ بھی اپنی کہے اور الحمد شریف بھی اپنی پڑھے۔اس کے بعد والی قرأت سنے۔وہ کیوں کہ مقتدی کے ذمے فرض نہیں اللہ مقتدی کو بھی اس کے پڑھنے کا ثواب دے دے گا۔

چوتھی حدیث

جو مہتمم صاحب نے نقل کی ہے پتا نہیں کہاں سے نقل کی ہے۔اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔اگر وہ سند نقل کرتے یا کم از کم کتاب کا حوالہ ہی لکھ دیتے تو پتا چلتا کہ یہ روایت کیسی ہے۔حضرت علیؓ سے اس قسم کی کوئی روایت اولاً تو صحیح نہیں ہو سکتی کیوں کہ حضرت علیؓ خود قرأت خلف الامام کے قائل ہیں۔جیسا کہ امام بخاریؒ امام دارقطنی اور امام بیہقی وغیرھم نے نقل کیا ہے ❶ لیکن اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس قرأت سے وہی قرأت مراد ہوتی ہے جو اونچی آواز سے پڑھی جائے جس سے دوسروں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو۔ اپنے منہ میں آہستہ آہستہ امام کے پیچھے پڑھنا خلاف فطرت نہیں ہو سکتا کیوں کہ صحابہ کرامؓ پڑھتے تھے اور تکبیر تحریمہ پڑھنے کے تو حنفی بھی قائل ہیں۔خلاف فطرت وہی قرأت ہو سکتی ہے جس سے طبیعت ابائی کرے۔جو ہر کس و ناکس کو بری لگے اور وہ اونچی قرأت ہی ہو سکتی ہے۔ سری کا تو کسی کو پتا بھی نہیں لگتا اور اس سے خلل بھی کوئی واقع نہیں ہوتا۔لہذا منہ میں امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنا اس حدیث کے منافی نہیں۔صحابہ کرامؓ پڑھا کرتے تھے کیوں کہ حضور ﷺ کا حکم تھا ملاحظہ ہوں چند روایات۔

((عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

---

❶ بیہقی 68/2 کتاب الصلوۃ ' عن علی ابن ابی طالب)

صَلاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ)) ❶

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو نماز میں الحمد شریف نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہوتی یعنی ہر نماز کی ہر رکعت میں الحمد شریف ضروری ہے۔ امام ہو یا مقتدی۔

((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلاۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَیْرُ تَمَامٍ قَالَ اَبُوالسَّائِبِ فَقُلْتُ یَااَبَاھُرَیْرَۃَ اِنِّیْ اَکُوْنُ اَحْیَانًا وَرَاءَ الْاِمَامِ فَغَمَزَ ذِرَاعِیْ وَ قَالَ اِقْرَأْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلَاۃَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ فَنِصْفُھَا لِیْ وَ نِصْفُھَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ)) ❷

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور دیگر بہت سی کتب احادیث میں ہے۔ اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ جو نماز میں الحمد شریف نہیں پڑھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی' ابو السائب شاگرد ابو ہریرہؓ نے کہا میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔ انھوں نے کہا مقتدی بن کر بھی الحمد پڑھا کر۔ حضور ﷺ کا یہی حکم ہے جو کہ اگلی حدیث سے مستفاد ہے چنانچہ انھوں نے پوری حدیث سنائی۔

3--- ((عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاصَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ خَلْفَ الْاِمَامِ)) ❸

---

❶ (بخاری: کتاب الاذان ' باب وجوب القرأۃ للامام والماموم... مسلم: کتاب الصلوۃ ' باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص 740 رقم :36 ... نسائی : کتاب الافتتاح ' باب ایجاب قراء ۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوۃ' رقم :911-912 ... ترمذی : کتاب الصلوۃ ' باب ما جاء فی قراء ۃ خلف الامام' رقم :311)

❷ (مسلم ' کتاب الصلوۃ ' باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ' ... ابوداؤد ' کتاب الصلوۃ ' باب من ترک القراء ۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب رقم :831' ابن ماجۃ' کتاب اقامۃ الصلاۃ ' باب القراۃ خلف الامام رقم 838' ترمذی ' باب ما جاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جھر الامام رقم 312)

❸ (بیھقی: 168/2 کتاب الصلوۃ ' کتاب القراۃ خلف الامام ' باب ذکر اخبار خاصۃ دالۃ علی وجوب فاتحۃ علی الماموم رقم :120)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

4--- ((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَقْرَءُ وْنَ خَلْفِيْ قَالُوْا نَعَمْ اِنَّا لَنَهُذُّ هَذَا قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ)) ❶

آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم میرے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں، ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے الحمد شریف کے کچھ نہ پڑھا کرو۔ (جزء القرأة)

5--- ((عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ اَتَقْرَءُ وْنَ فِيْ صَلٰوتِكُمْ وَالْاِمَامُ يَقْرَءُ فَسَكَتُوْا فَقَالَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ قَائِلُوْنَ اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا وَلْيَقْرَاْ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فِيْ نَفْسِهٖ)) ❷

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی پھر ان کی طرف منہ کر کے پوچھنے لگے کیا تم قرأت خلف الامام کرتے ہو تو کسی نے کہا ہاں ہم پڑھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو البتہ تم میں سے ہر ایک کو الحمد شریف ضرور آہستہ پڑھنی چاہیے۔

نماز تراویح

رکعات تراویح پر مہتمم صاحب نے دو حوالے نقل کیے ہیں ایک مؤطا امام مالکؒ سے دوسرا ترمذی شریف سے مؤطا امام مالکؒ سے جو یزید بن رومان کا اثر نقل کیا ہے وہ منقطع ہے ❸ وہ صحیح نہیں کیوں کہ یزید بن رومان حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیدا بھی نہیں ہوئے

---

❶ (کتاب القراءة خلف الامام، بیهقی: رقم 167 باب ذکر الشواهد اللتی لروایة عبادة بن الصامت رضی الله عنه)

❷ (کتاب القراءة خلف الامام . بیهقی، رقم :144 باب ما یستدل علی ان النبی ﷺ انما نهی المأموم عن الجهر بالقراءة لاعن اصل القراءة)

❸ (مؤطا امام مالك، کتاب الصلوة فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان)

تھے ملاحظہ ہو نصب الرایہ مہتمم صاحب کا کمال یہ ہے کہ مؤطا امام مالک سے یزید بن رومان والا اثر تو لے لیا جو صحیح نہ تھا اور وہ صحیح حدیث چھوڑ دی جس میں صراحت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تراویح باجماعت کا اہتمام کیا تو قاریوں کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت پڑھائیں آٹھ تراویح اور تین وتر مہتمم صاحب نے دوسرا حوالہ جو ترمذی سے نقل کیا ہے وہ بھی پورا نہیں کیا ہے۔ یہ چوری بھی مہتمم صاحب نے اپنے تقلیدی مذہب کو بچانے کیلیے کی ہے اگر پورا حوالہ نقل کر دیا جاتا تو مہتمم صاحب کے معتقدین کو معلوم ہو جاتا کہ تراویح کے بارے میں بھی حنفی مذہب صحیح نہیں۔ حنفی مذہب میں بیس تراویح مقرر ہیں نہ کم ہو سکتی ہیں۔ نہ زیادہ حالانکہ تراویح نفلی عبادت ہے۔ اس کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ جس سے کم و بیش جائز نہ ہو۔ مسنون تعداد آٹھ رکعت ہی ہے کیوں کہ حضور ﷺ سے آٹھ ہی ثابت ہیں لیکن زائد منع نہیں اور زائد کی کوئی حد نہیں۔ ترمذی شریف میں امام احمدؒ کا قول منقول ہے۔ رُوِیَ فِیْ ھٰذَا اَلْوَانٌ لَمْ یُقْضَ فِیْہِ بِشَیْءٍ (1) تراویح کی رکعات کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی۔ یہ نفلی نماز ہے جتنی کسی کی مرضی پڑھ لے۔ حنفیوں نے یہ ظلم کیا جو فرض نماز کی طرح بیس مقرر کر دیں۔ حالانکہ تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ مہتمم صاحب کا ایک اور کمال یہ ہے

کہ اپنے رسالہ کے عنوان میں تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ حنفیوں کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہے لیکن تراویح کے مسئلے میں حضرت ﷺ کی تراویح کا نام تک نہیں لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی پڑھتے تھے۔ مہتمم صاحب! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تراویح نہیں پڑھتے تھے، جو آپ نے ان کا نام نہیں لیا۔ اگر پڑھتے تھے تو کتنی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین دن جماعت کرائی اس میں کتنی رکعات تراویح پڑھائی تھیں۔ آپ اس کا نام کیوں نہیں لیتے۔ جب کہ آپ کا دعویٰ حنفیوں کی نماز کو حضرت ﷺ کی نماز کے مطابق دکھانے کا ہے۔ تو آپ دکھائیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ کی تراویح ہیں۔ کیا کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیس تراویح پڑھیں یا

---

(1) (ترمذی: کتاب الصوم، باب ما جاء فی قیام شهر رمضان، رقم: 806)

پڑھائیں؟ اگر نہیں تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حنفیوں کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آپ کی تراویح صحابہ کرامؓ کی تراویح کے مطابق ہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ کبھی کسی صحابی نے تراویح کی تعداد بیس مقرر نہیں کی۔ اگر آپ ایک حوالہ ایسا دکھا دیں جس سے حنفی مذہب ثابت ہو جائے یعنی کہ تراویح بیس ہیں' نہ کم' نہ زیادہ تو منہ مانگا انعام لیں۔

مہتمم صاحب! آپ لوگوں نے تو دین کو ایسا مسخ کیا ہے کہ اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ تراویح کی تعداد بیس مقرر کر دی حالانکہ بیس کی تعداد نہ اللہ نے مقرر کی ہے' نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' نہ کسی خلیفہ نے' نہ کسی صحابی نے۔ جب اللہ رسولؐ نے مقرر نہیں کی تو بیس کی تعداد مقرر کرنا شریعت سازی نہیں تو اور کیا ہے؟ جب آٹھ رکعت کو مقرر نہیں کر سکتے حالانکہ یہ سنت تعداد ہے تو بیس رکعت کیسے مقرر ہو سکتی ہے۔ اللہ اس دین سازی سے بچائے۔

تراویح کی مسنون تعداد

1--- حضرت ابو سلمہؒ نے حضرت عائشہؓ سے حضرت ﷺ کی تراویح کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَ لاَ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً [1] کہ حضور ﷺ کی تراویح کی تعداد وہی تھی جو آپؐ اور دنوں میں بطور تہجد پڑھتے تھے یعنی رمضان شریف میں آپ رکعتوں کی تعداد نہیں بڑھاتے تھے' رکعتیں اتنی ہی ہوتی تھیں' البتہ ان کو لمبا زیادہ کرتے تھے۔ قرآن کی تلاوت زیادہ کرتے تھے' قیام زیادہ طویل ہوتا تھا۔ چنانچہ حدیث کے لفظ ہیں: ((لاَ تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ)) نہ پوچھ کہ وہ کتنی عمدہ اور طویل ہوتی تھیں۔ یہ حدیث نص ہے اس بارے میں کہ آپؐ کی تراویح کی تعداد آٹھ تھی' حنفی کہا کرتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور یہ ان کی حدیث کو ٹالنے والی بات ہے۔ اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حنفیوں کے مسلمہ امام' امام محمدؒ اس حدیث کو قیام رمضان یعنی تراویح کے سلسلے میں لائے ہیں۔ یعنی ان کے

---

[1] (بخاری: کتاب التهجد' باب قيام النبی ﷺ فی رمضان وغيره' رقم:1137)

نزدیک بھی حضور ﷺ نے تراویح کی جماعت کرائی اس میں تعداد آٹھ رکعت تھی۔

حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو تین دن تراویح کی جماعت کرائی اس میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی تھیں۔ ملاحظہ ہو "قیام اللیل فتح الباری عمدۃ القاری شرح بخاری" جو حنفیوں کی مشہور کتاب ہے۔ ❶

3--- حضرت عمرؓ نے جب تراویح باجماعت کا انتظام کیا تو ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ بیہقی کی حضرت عمرؓ کی بیس رکعت والی روایت قطعاً صحیح نہیں۔ اس کے مقابلے میں مؤطا امام مالک کی یہ حدیث جو سائب بن یزید سے مروی ہے اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اس صحیح روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم آٹھ تراویح پڑھنے پڑھانے کا تھا۔ بیس رکعت والی روایت جو عام طور پر حنفی پیش کرتے ہیں بالکل ضعیف ہے۔

دعائے قنوت

مہتمم صاحب نے دعائے قنوت کے بارے میں بھی اپنے مذہب کی تائید میں ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہے جہاں تک قنوت کا تعلق ہے قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح ثابت ہے۔ مہتمم صاحب نے صرف ایک حدیث دیکھی ہے باقی احادیث پر ان کی نظر نہیں گئی اور مقلد کی نظر اتنی رجاتی بھی نہیں۔

((عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ بَعْدَالرَّكْعَةِ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عمرُ حَتّٰى كَانَ عُثْمَانُ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ لِيُدْرِكَ النَّاسُ)) ❷ (قیام اللیل) قال العراقی اسنادہ جید .

---

❶ (قیام اللیل محمد بن نصر المروزی ص 200 باب عدد رکعات اللتی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان)

❷ (قیام اللیل، محمد بن نصر المروزی ص 294 باب القنوت بعد الرکوع)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ رکوع کے بعد قنوت کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے آکر رکوع سے پہلے قنوت شروع کی تا کہ لوگ رکعت پالیں۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اِذَا اَرَادَ اِنْ یَّدْعُوَ عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرَّکُوْعِ)) [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا یا بد دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے۔ اسی طرح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قنوت کے بارے میں اکثر عمل رکوع کے بعد کا ہی ہے۔ اگرچہ جائز رکوع سے پہلے بھی ہے' لیکن ترجیح رکوع کے بعد کو ہے۔ البتہ جائز دونوں صورتیں ہیں۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے' لیکن حنفی مذہب چوں کہ ایک تقلیدی مذہب ہے وہ جائز کو ناجائز بنا دیتا ہے اور ناجائز کو جائز۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں جو سہولت اور وسعت رکھی ہے حنفی مذہب اسے ویسا نہیں رہنے دیتا۔ وہ اسے مشکل اور تنگ کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ کے عمل سے تو قنوت دونوں طرح جائز ہے' لیکن حنفی مقلد کے لیے دونوں طرح جائز نہیں۔ اس کے لیے ایک طرح ہی جائز ہے۔ جیسے حنفی مذہب میں ہے۔ اگر کوئی حنفی رکوع کے بعد قنوت کرنا شروع کر دے تو اس کی حنفیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ حنفی مقلد کائیں کائیں کرنے لگ جائیں گے کہ ہمارا ایک مقلد بھائی غیر مقلد اور لامذہب ہو گیا کیوں کہ وہ رکوع کے بعد قنوت کرنے لگ گیا۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ مقلد پورے طور پر کبھی سنت رسولؐ پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ وہ یا سنت رسول ﷺ کو چھوڑے گا یا اس میں ردوبدل کرے گا۔ ورنہ اس کی مقلدیت جاتی رہے گی۔

رکوع کے بعد کی قنوت۔۔۔ وجوہ ترجیح

1۔۔۔ رکوع کے بعد قنوت کرنے کی روایات زیادہ ہیں جیسا کہ اوپر مذکور

---

[1] (بخاری: کتاب التفسیر' باب ﴿لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾ (آل عمران 128/3) رقم: 4560)

ہوئیں۔قَالَ الْبَیْھَقِیُّ رُوَّاۃُ الْقُنُوْتِ بَعْدَالرُّکُوْعِ اَکْثَرُ وَ احْفَظُ فَھُوَ اَوْلٰی وَ عَلٰی ھٰذَا دَرَجَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ (1) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ رکوع کے بعد کی قنوت کے راوی تعداد میں زیادہ ہیں اور حافظہ کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں۔اور خلفاء راشدین کا عمل بھی رکوع کے بعد کا ہی تھا۔

2--- ((قَالَ الْعِرَاقِیُّ وَ یَعْضُدُ کَوْنُہٗ بَعْدَ الرُّکُوْعِ اَوْلٰی فِعْلُ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَۃِ وَالْاَحَادِیْثُ الْوَارِدَۃُ فِی الصُّبْحِ))

عراقی کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد والی قنوت کو ترجیح اس لیے بھی ہے کہ خلفاء راشدین کا معمول یہی تھا اور صبح کی نماز میں قنوت کی احادیث بھی اس کو ترجیح دیتی ہیں۔

3--- سُئِلَ اَحْمَدُ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَمْ بَعْدَہٗ وَ ھَلْ تُرْفَعُ الْاَیْدِی فِی الدُّعَاءِ الْوِتْرِ فَقَالَ الْقُنُوْتُ بَعْدَالرُّکُوْعِ وَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ عَلٰی قِیَاسِ فِعْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فِی الْقُنُوْتِ بَعْدَ الْغَدَاۃِ

امام احمدؒ سے پوچھا گیا کیا وتروں کی قنوت رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں اور کیا وتروں کی قنوت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہ تو انھوں نے فرمایا قنوت رکوع کے بعد ہے اور قنوت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں جیسا کہ حضور ﷺ صبح کی نماز کے قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

4---ترمذی شریف میں ہے: وَ قَدْ رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّہٗ کَانَ لَا یَقْنُتُ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمْضَانَ وَ کَانَ یَقْنُتُ بَعْدَ الرُّکُوْعِ (2)

کہ حضرت علیؓ سارا رمضان قنوت نہ کرتے بلکہ پچھلے نصف حصے میں قنوت کرتے اور قنوت بھی رکوع کے بعد کرتے۔

ان روایتی دلائل کے علاوہ ایک وجہ ترجیح کی یہ بھی ہے کہ رکوع سے پہلے کا قیام قرأت کے لیے خاص ہے۔اس قیام کے علاوہ قرأت اور کسی حالت میں نہیں کی جاتی البتہ

---

(1) (السنن الکبری: کتاب الصلاۃ ' باب الدلیل علی انه یقنت بعد الرکوع)

(2) (جامع الترمذی: ابواب الوتر' باب ما جاء فی القنوت الوتر ' رقم :464)

دعا ہر حالت میں کی جا سکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّمَا الصَّلَاۃُ لِقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِ اللہِ)) ❶

یعنی نماز قرأت قرآن اور اللہ کے ذکر کے لیے ہے جب پہلا قیام قرأت کے لیے مخصوص ہو گیا تو دوسرا قیام ہی جس کو قومہ بھی کہتے ہیں قنوت کے لیے موزوں ہو سکتا تھا۔ اس لیے قنوت کا قومہ میں ہونا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔

☆☆☆☆☆

---

❶ (ابوداؤد ' کتاب الصلوۃ' باب تشمیت العاطس فی الصلوۃ ' رقم :930 و لفظه ان هذه الصلوۃ لا یحل فیها شیء من کلام الناس هذا انما هو التسبیح والتکبیر و قراء ۃ القران ... مصنف ابن ابی شیبة کتاب الصلوۃ 432/2)

تقلید کے
خوفناک نتائج

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

تقلید کے خوفناک نتائج

ناظرین! جب سے فقیر والی کے علاقہ میں اہل حدیث کی تبلیغ شروع ہوئی۔ بحمداللہ لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں' انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ اصل دین محمدی کونسا ہے اور اس کے مقابلے میں نقلی اور ملاوٹی کونسا۔ جوں جوں قرآن و حدیث کی روشنی بڑھتی اور تقلید ناسدید کی ظلمت چھٹتی جا رہی ہے' مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کے مالکان مولوی فضل محمد و اولادہ اپنے اصلی روپ میں نظر آنے لگے ہیں۔ یہ وہ خاندان ہے جو اس علاقہ میں دین کا واحد اجارہ دار بن کر مدرسہ کے نام پر عرصہ سے ملک و قوم کو لوٹتا رہا ہے' بھولے بھالے حنفی عوام کو دھوکا دینے کے لیے مدرسہ کا نام قاسم العلوم رکھا ہوا ہے تاکہ دیوبندی یہ سمجھیں کہ یہ مدرسہ مولانا قاسم نانوتوی کی یادگار ہے اور خوب دل کھول کر چندہ دیں۔ لیکن در حقیقت اپنے لڑکے کا نام محمد قاسم رکھا ہوا ہے اور اس مدرسے کو اپنی خاندانی جاگیر بنا رکھا ہے۔ عرصہ سے یہ خاندان حنفیوں کو بھی لوٹتا رہا ہے اور اہل حدیثوں کو بھی۔ حنفیوں کو حنفی قادری قاسمی بن کر اور اہل حدیثوں کو یہ کہہ کر کہ یہ اہل توحید ہیں۔ ان میں اور ہم میں کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں' معمولی فروعی اختلاف ہے۔

اب جب کہ اس علاقہ میں اہل حدیث کا سورج طلوع ہو چکا ہے' ہدایت و ضلالت کی راہیں واضح ہو گئی ہیں۔ ﴿ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾[2:البقرة:256] تو قادریوں اور قاسمیوں کو اپنی فکر پڑ گئی ہے کہ اب ہمارا کیا بنے گا؟ دھوکا تو اب چلے گا نہیں کیوں کہ لوگ دن بدن ماشاء اللہ اہل حدیث ہوتے جا رہے ہیں' یہ قاسمیان پہلے مدرسہ کے نام پر کھاتے تھے' اب امام ابو حنیفہ کے نام نامی اور اسم گرامی کو بیچ کر اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب انھوں نے ایک امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی ہے تاکہ اس کی اوٹ میں دور دراز کے بے خبر حنفیوں کو لوٹ سکیں۔

ناظرین! سوچنے کا مقام ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اکیڈمی انھوں نے اب کیوں بنائی ہے' اس سے پہلے کبھی کیوں نہ بنائی۔ کیا اس سے قبل یہ جاہل تھے۔ ان میں کوئی قادری اور قاسمی

جیسا عالم نہ تھا جو امام ابو حنیفہ اکیڈمی بنا کر حنفی دین کی خدمت کرتا یا اب کوئی نئے امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے ہیں اور یہ ان کے نئے مقلد بنے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو انھوں نے اب یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ اور پھر دیکھنے کی بات ہے کہ اب اس اکیڈمی کے تحت کام کیا ہو رہا ہے؟ کیا اس میں امام ابو حنیفہ پر ریسرچ ہو رہی ہے' ان کی تصنیفات تلاش کی جا رہی ہیں۔ حاشا و کلا جو دو چار رسالے اس اکیڈمی نے شائع کیے ہیں ان کو دیکھ لیں صرف اہل حدیث کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے اور کوئی تعمیری کام نہیں ہو رہا۔

ان قادری اور قاسمی بھائیوں کو آخر اہل حدیث سے یہ بغض کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اہل حدیث نے اس علاقے میں حدیث کی تبلیغ کیوں شروع کر دی اور ان کا پردہ کیوں چاک کر دیا۔ ان کے بنے بنائے روٹی کے کھیل کو کیوں خراب کر دیا۔ لوگوں کو اندھا مقلد کیوں نہ رہنے دیا کہ یہ ان کو لوٹ کر داد عیش دیتے رہتے۔ یہی فضل اینڈ کو (کمپنی) پہلے جب اہل حدیثوں سے چندے لیتے تھے تو ان کی تعریفیں کرتے تھے' ان کے گن گاتے تھے۔ اب جب کہ چندے کی توقع نہیں رہی تو اپنے خبث باطن کو ان رسالوں کی صورت میں ظاہر کر رہے ہیں۔ اب کہتے ہیں کہ اہل حدیث ایک نیا فرقہ ہے' انگریز نے اس کا بیج بویا' انگریز کی آمد سے ہی اس کا ظہور ہوا ہے۔

ہم تو ہمیشہ اہل حدیثوں سے کہتے رہے ہیں کہ ان مقلدوں کے دھوکے میں نہ آنا۔ یہ اہل حدیث کے ازلی ابدی دشمن ہیں۔ اہل حدیث سے ان کا وہی سلوک ہے جو عبداللہ بن ابی اور اس کی جماعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ سے تھا۔ جب انھوں نے اماموں کی تقلید کر کے اللہ کے رسول سے غداری کی' ان سے وفا نہ کی تو کسی اور کے وفادار کیسے ہو سکتے ہیں؟ امام کا نام لے کر انھوں نے اللہ کے رسول کو چھوڑا' پھر وفا اپنے امام سے بھی نہ کی۔ کوئی قادری بن گیا' کوئی چشتی بن گیا' کوئی سہروردی۔ ان مقلدوں کا حال اس آوارہ عورت کا سا ہے جو نام خاوند کا لیتی ہے اور فیض ہر ایک سے حاصل کر لیتی ہے اور پھر رنگ رنگ کی اولاد جنتی ہے۔ اسی طرح یہ حنفی مقلدین حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے کئی کئی روحانی باپ ہیں۔

قادری اینڈ برادرز لمیٹڈ نے جو اکیڈمی بنائی ہے تو صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل میں رسول کا احترام' نہ امام کا' ان کی رسول دشمنی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ یہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے کے بعد حنفی بن گئے اور حدیث رسولؐ کے منکر ہو گئے۔ ان کی امام دشمنی کا حال یہ ہے کہ گندے سے گندا جو مسئلہ ہوتا ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کے سر تھوپتے ہیں۔ مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"حَلَّ لِلرَّجُلِ وَطْؤُهَا" ❶

کسی مرد نے کسی عورت پر اپنی زوجہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور جھوٹے گواہوں کی بنا پر جج سے فیصلہ اپنے حق میں کرا لیا تو امام صاحب کے نزدیک وہ عورت اس کی ہو جائے گی۔ اب جو مرضی اس سے کرے' کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح کوئی ماں سے جان بوجھ کر نکاح کر کے صحبت کرے تو امام صاحب کہتے ہیں اس پر کوئی حد نہیں کیوں کہ اس نے نکاح کر کے یہ کام کیا ہے۔ ❷ امام صاحب کہتے ہیں نماز کو سلام کی بجائے پاد مار کر ختم کرے تو بھی نماز صحیح ہے۔ ❸ اب قادری صاحب خود ہی سوچ لیں کہ ایسے مسائل سے امام صاحب کی نیک نامی ہوتی ہے یا رسوائی اور آپ جیسے مقلد جنھوں نے یہ مسئلے امام صاحب کے ذمے لگائے ہیں' امام صاحب کے دوست ہیں یا دشمن۔

جیسے یہ حنفی ہوتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کے وفادار نہیں ایسے یہ باوجود محمد رسول اللہ کہنے کے رسول اللہ ﷺ کے وفادار نہیں۔ ان کی حدیث دشمنی کا یہ حال ہے کہ اگر امام صاحب کا کوئی مسئلہ حدیث کے مطابق ہو تو اسے نہیں مانیں گے' جو حدیث کے خلاف ہوگا اس کو مانیں گے۔ مثال کے طور پر صحیح حدیث میں ہے کہ میت اگر مرد ہے تو امام سر کے

---

❶ (فتاویٰ عالمگیری: کتاب الادب القاضی' باب اذا وقع القضاء شهادة الزور 350/3)

❷ (هدایه : کتاب الحدود' باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه 512/1)

❸ (هدایه : کتاب الصلوة ' باب الحدث فی الصلاة ' ص 130 . درمختار ' کتاب الصلاة ' باب الاستخلاف 448/1)

قریب کھڑا ہو کر جنازہ پڑھائے گا اگر عورت ہو تو درمیان میں کھڑا ہو۔ حضور علیہ السلام کا بھی یہی عمل تھا ❶ اور سنت طریقہ بھی یہی ہے۔ امام صاحب کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہے، لیکن حنفیوں کو حدیث سے ایسی دشمنی ہے کہ امام صاحب کی بھی پرواہ نہ کی اور اس مسئلے کو رد کر دیا۔ حدیث کے خلاف یہ مسئلہ بنایا کہ امام درمیان میں کھڑا ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔

بچے کو گودی اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ اپنی نواسی کو گودی میں اٹھا کر جماعت کرائی۔ ❷ حنفی مذہب اس کو نہیں مانتا، وہ کہتے ہیں یہ جائز نہیں، لیکن کتے کے بچے کو گودی اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل پر شروع ہوتا ہے، امام صاحب کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے اور تعامل صحابہ کے بھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں جو سرکلر جاری کیا تھا وہ یہی تھا کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے دیگر تمام ائمہ بھی حتی کہ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے خلاف ہیں، لیکن حنفیوں نے نہ حدیث کی پرواہ کی، نہ خلیفہ حضرت عمرؓ کے حکم کی، نہ دیگر ائمہ کی۔ امام صاحب کا مسئلہ لے لیا جو حدیث کے خلاف ہے، یعنی دو مثل کا، پھر کمال یہ ہے کہ امام صاحب کے اس مسئلے میں دو قول ہیں۔ ایک تو ایک مثل کا جو حدیث کے مطابق ہے اور ایک دو مثل کا جو حدیث کے خلاف ہے۔ معلوم ہوتا ہے، امام صاحب نے اپنے غلط قول سے رجوع کر لیا تھا لیکن حنفی امام صاحب کے اسی قول پر عمل کرتے ہیں جو حدیث کے خلاف ہے اور غلط ہے۔ ان کے اس قول کو نہیں مانتے جو حدیث کے مطابق ہے اور صحیح ہے اس سے زیادہ حدیث دشمنی اور کیا ہو

---

❶ (ابوداؤ: کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت اذا صلی علیه، رقم: 3193... ترمذی: ابواب الجنائز، باب ما جاء این یقوم الامام من الرجل والمرأة رقم: 1034)

❷ (بخاری: کتاب الصلاة، باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فى الصلاة، رقم: 516. مسلم: کتاب المساجد، باب جواز حمل الصبيان فى الصلاة، رقم: 41)

سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلے منکرین حدیث یہ مقلد ہی ہیں۔ اگر حدیث ان کے مطلب کی ہو گی تو لے لیں گے ورنہ پھینک دیں گے۔ عبداللہ چکڑالوی اور پرویز وغیرہ منکرین حدیث نے انکار حدیث دراصل سیکھا ان مقلدین سے ہی ہے۔ جو حدیث سے یوں کھیلتے ہیں اور یہ سب تقلید کی برکات ہیں۔

ناظرین! یہ رسالہ جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں فقیر والی کے حنفی مدرسے قاسم العلوم کے مولوی بشیر احمد قادری حنفی کے "ترک تقلید کے بھیانک نتائج" کا جواب ہے۔ کوئی بھی عقل و انصاف والا جو قادری صاحب کے رسالہ کے بعد ہمارے اس رسالہ کو پڑھے گا ان شاء اللہ العزیز بخوبی جان لے گا کہ تقلید کتنی بری چیز ہے اور مقلد کا علم کتنا سطحی ہوتا ہے اور اس کے بلند بانگ دعاوی کتنے کھوکھلے ہوتے ہیں۔

قادری صاحب نے اس رسالہ میں جس جہالت کا ثبوت دیا ہے ان سے اسی کی توقع تھی حالانکہ وہ اپنے مدرسہ اور اپنے حلقہ میں بڑے معقولی اور منقولی بڑے شیخ اور بزرگ سمجھے جاتے ہیں' لیکن ان کا یہ رسالہ بتاتا ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا علامہ وفلامہ کیوں نہ ہو جب وہ مقلد ہو جاتا ہے تو علم و عقل کھو بیٹھتا ہے۔ اسے پتا نہیں ہوتا کہ اس کی زبان و قلم سے کیا نکلتا ہے۔ وہ شیخ چلی کی طرح جس ٹہنے پر بیٹھا ہوتا ہے اسی کو کاٹنے لگ جاتا ہے۔

قادری صاحب نے یہ رسالہ کیا لکھا اپنے علم و فہم کا بھی دیوالیہ پن ظاہر کیا اور اپنے دعوے کی بھی تردید کی۔ انھوں نے دعویٰ یہ کیا کہ ترک تقلید کے نتائج بہت برے ہیں' لیکن دکھایا یہ کہ قادری صاحب جیسا عالم بھی جب مقلد بن جاتا ہے تو جاہلوں والی باتیں کرتا ہے۔ قادری صاحب تقلیداً غیر مقلد لکھتے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ غیر مقلد کہتے کسے ہیں۔ وہ گندے گندے مسئلے لکھ کر تقلیداً غیر مقلد کے نام لگاتے جاتے ہیں' لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ مسئلے کن کے ہیں اور ان کی زد کہاں پڑے گی۔

قادری صاحب بنتے تو عالم ہیں' لیکن جہالت کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف وہ کہتے ہیں ہندوستان میں انگریز کی آمد کے بعد غیر مقلدین کا ظہور ہوا' لیکن جب ان کے ذمے

چھوٹے چھوٹے مسائل لگاتے ہیں تو حوالہ "محلی ابن حزم" کا دیتے ہیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ جب فرقہ غیر مقلدین کا ظہور ہندوستان میں انگریز کی آمد کے بعد ہوا اور بقول ان کے ابھی اس فرقے کی عمر بمشکل سو سال ہے تو محلی ابن حزم اس فرقے کی کتاب کیسے ہو گی۔ وہ کتاب کس صدی کی ہے اور یہ فرقہ اس صدی کا۔ تف ہے ایسے علم و عقل پر۔

قادری صاحب کو حنفی ہونے کی وجہ سے بغض تو ہے امام شافعیؒ' امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے رد تو کرنا چاہتے ہیں' ان ائمہ کا جو حنفیت کے خلاف ہیں' لیکن اس ڈر سے کہ تقلید کا منہ کالا ہو گا اس کی بدنامی ہو گی اماموں کا نام نہیں لیتے' ان کے مسئلوں کو غیر مقلدوں کے سر لگا کر اپنا بغض نکال رہے ہیں۔ اگر قادری صاحب کو گھوڑا ضب اور بجو وغیرہ کے حلال ہونے پر اعتراض ہے تو یہ الزام دیں امام شافعیؒ کو جو ان کو حلال کہتے ہیں' غیر مقلدوں نے تو ان کو حلال نہیں کیا۔ مقلد کی جرأت تو ملاحظہ ہو کہ اصل ملزم کا نام نہیں لیتا اور جس کا کوئی تعلق نہیں اسے طعن دیتا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ مقلد بڑا بزدل اور منافق ہوتا ہے۔

قادری صاحب اپنے رسالہ کے آخر میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کو بہت ضروری قرار دیتے ہیں۔ پھر ان ہی ائمہ مجتہدین کے مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔ قادری صاحب کو اگر دیگر ائمہ مجتہدین کے مسائل قبول نہیں تو حنفی ائمہ کے مسائل تو مانیں' ان پر تو اعتراض نہ کریں۔ الو چمگادڑ' کوا' کو تو حنفی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ ❶ حقیقت یہ ہے کہ قادری صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ مسئلے حنفیوں کے ہیں یا کسی اور کے۔ خواہ مخواہ ان کو اہل حدیث کے سر لگا رہے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث کے نزدیک یہ حلال نہیں۔

قادری صاحب کے اندھا پن کا یہ حال ہے کہ ان کو متعہ کے سلسلہ میں ہدایہ المھدی ایک غیر معروف سی کتاب نظر آئی' ہدایہ کالقرآن نظر نہیں آیا جس میں صاف لکھا ہے کہ متعہ امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے۔ قادری صاحب اب بتائیں کہ امام مالکؒ مجتہد ہیں یا

---

❶ (فتاوی عالمگیری: کتاب الذبائح ' باب في بیان ما یوکل من الحیوان 289/5)

نہیں۔ایک طرف ائمہ مجتہدین کی تقلید ضروری قرار دیتے ہیں' دوسری طرف وہ ان کے مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔ جب بقول صاحب ہدایہ امام مالک نے متعہ کو جائز کہا ہے تو متعہ کاالزام وہ اپنے چچاامام مالک پر لگائیں یا صاحب ہدایہ پر جس نے جھوٹ امام مالک کے ذمے لگایا ہے نہ کہ غیر مقلدین پر۔ کیا غیر مقلد امام یا صاحب ہدایہ سے پہلے ہیں جو وہ ان کو موردالزام ٹھہراتے ہیں۔

قادری صاحب نے اہل حدیث پر متعہ کاالزام لگایا حالانکہ ان کے نزدیک متعہ قطعاً حرام ہے اور قیامت تک کے لیے حرام ہے' لیکن اپنے مارکہ کو نہ دیکھا جن کے نزدیک متعہ تو کیا متعہ سے بڑھ کر زنا کی قسمیں جائز ہیں۔ حنفی جو حلالہ کرتے' کرواتے ہیں وہ کیا متعہ سے کم ہے جیسے متعہ زنا ہے ویسے ہی حلالہ بھی زنا ہے۔بلکہ قادری صاحب کے مذہب میں تو اس سے بھی زیادہ چھٹی ہے۔ چنانچہ درمختار ص 256 کنزالدقائق ص168 اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے لَوِاسْتَأجَرَ اِمرَأۃً لِیَزْنِيَ فَزَنٰی لاَ تُحَدُّ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِیْفَۃَ یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کو اجرت پر لے اس لیے کہ اس سے زنا کرے' پھر اس سے زنا کرے تو امام صاحب کہتے ہیں کہ اس پر زنا کی کوئی حد نہیں اور جو رقم اس عورت نے بطور زنا کی اجرت لی ہے وہ حلال ہے۔ وَاِنِ اسْتَأْجَرَھَا لِیَزْنِيْ بِھَا ثُمَّ اَعْطَاھَا مَھْرَھَا اَوْ مَا شَرَطَ بِھَا لاَ بَأْسَ بِاَخْذِہٖ ❶ قادری صاحب ہی بتائیں ملک میں جتنے چکلے اور جتنے فحاشی اور زنا کے اڈے کھلے ہیں حنفی مذہب کی پوری تائید ان کو حاصل ہے یا نہیں' اسی لیے کسی کنجری کو دیکھ لیں۔ ۔۔یا حنفی یا شیعہ۔ جیسے شیعہ کا متعہ زنا کو فروغ دیتا ہے ایسے ہی مقلدین کے یہ مسئلے زنا کو ترقی دیتے ہیں اور یہ قادری صاحب کے لیے شرم کا مقام ہے۔

قادری صاحب کہتے ہیں تقلید ایک نکیل اور لگام ہے جو انسان کو بے راہ روی سے روکتی ہے۔ میں کہتا ہوں قادری صاحب اگر تقلید بے راہ روی سے روکتی ہے تو بریلوی مقلد ہوتے ہوئے بے راہ کیوں ہو گئے۔اب قادری صاحب ہی بتائیں کیا بریلوی مقلد نہیں یا

---

❶ (فتاوی عالمگیری' کتاب الحدود' باب في الوطی الذی یوجب والذی لایوجبہ 147/2)

بے راہ نہیں' اگر وہ مقلد بھی ہیں اور بے راہ بھی تو قادری صاحب کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان کی بسم اللہ ہی غلط ہے (کہ تقلید بے راہ روی سے روکتی ہے) قادری صاحب آپ خود ہی سوچیں تقلید جب خود گمراہی ہے تو گمراہی سے کیسے روک سکتی ہے۔

وَ هرُب عنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلاَلَةٌ

اِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

قادری صاحب فرماتے ہیں تقلید خود مختاری' خودسری' شوخ چشمی اور آزادی سے باز رکھتی ہے' میں کہتا ہوں قادری صاحب آپ نے ٹھیک فرمایا جب تقلید انسان کو جانور بنا دیتی ہے' اس کے گلے میں رسی ڈال لیتی ہے تو خود مختاری اور آزادی جیسی صفات کیسے رہ سکتی ہیں۔ خودسری اور شوخ چشمی تو درکنار آدمی بالکل اندھا غلام ہو جاتا ہے۔ جو چیز جانور بنا دے اس کی آزادی کی رائے و فکر کو سلب کرے اس سے بڑی لعنتی چیز اور کیا ہو سکتی ہے ؟

قادری صاحب فرماتے ہیں تقلید نفس کی بے لگام خواہشات اور بے قابو جذبات کو کنٹرول کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں قادری صاحب تکلیف کیوں کرتے ہیں صاف کیوں نہیں کہتے تقلید آدمی کو خصی کر دیتی ہے۔ نفس کو بالکل مار دیتی ہے۔ جس سے دینی غیرت بالکل جاتی رہتی ہے جیسا کہ حنفی عوام کا آج کل حال ہے۔

قادری صاحب فرماتے ہیں تقلید انتشار و خلفشار کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔ میں کہتا ہوں قادری صاحب یہ بالکل جھوٹ ہے۔ آپ ہی بتائیں کیا تقلید نے دیوبندیوں اور بریلویوں کا انتشار ختم کر دیا ہے۔ حالانکہ بریلوی اور دیوبندی دونوں امام ابو حنیفہؒ کے پکے مقلد ہیں۔ اس کے باوجود ان میں کیسی لڑائی ہے کہ کتے کا کتا بیری والی مثال ان پر پوری صادق آتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں قرآن و سنت کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ تقلید ہے۔ قادری صاحب میں پوچھتا ہوں بریلوی جو قرآن و سنت سے رسول اللہ ﷺ کا عالم الغیب' مختار کل' حاضر و ناظر وغیرہ ہونا ثابت کرتے ہیں تو کیا تحریف معنوی کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کیا تقلید تحریف معنوی سے روکتی ہے' اب یا تو آپ یہ کہیں کہ بریلوی مقلد نہیں' غیر مقلد ہیں یا کہیں کہ وہ تحریف نہیں

کرتے۔ ان کے شرکیہ عقائد آپ کے نزدیک نصوص سے ثابت ہیں تو پھر آپ بریلوی کیوں نہیں ہو جاتے' دیوبندی کیوں بنے پھرتے ہیں؟

پھر فرماتے ہیں دوسری صدی کے آخر تک تقلید رائج نہ تھی' میں کہتا ہوں جب خیر القرون کے اس بہترین دور میں رائج نہ تھی تو اس کے بدعت اور لعنت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اگر آپ کہیں وجوباً نہ تھی استحباباً تھی تو میں کہوں گا دو سو سال کے بعد مقلدوں میں کونسا ایسا رسول پیدا ہو گیا جس نے اس کے استحباب کو وجوب میں تبدیل کر دیا۔ اگر آپ کہیں فرقوں کی کثرت کا داعیہ ایسا تھا جس نے تقلید شخصی کو واجب کر دیا تو میں کہوں گا حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' دیوبندی' بریلوی' اس وجوب کے بعد کی پیدوار ہیں یا پہلے کی۔ اگر بعد کی پیداوار ہیں اور یقیناً بعد کی پیداوار ہیں تو تقلید شخصی کے وجوب کا کیا فائدہ ہوا۔ فرقے تو پھر بھی بہت پیدا ہو گئے۔

پھر فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر جیلانی نے تہتر فرقوں کی تعداد گنائی ہے' میں پوچھتا ہوں قادری صاحب آپ کو ان میں اپنا فرقہ نظر آیا یا نہیں' اگر نظر نہیں آیا۔ کیوں کہ آپ مقلد ہیں اور مقلد اندھا ہوتا ہے اور اسے نظر نہیں آتا تو آیئے میں آپ کو دکھاتا ہوں' شاہ صاحب نے آپ کے حنفی فرقے کو عین دوزخ کے وسط میں دکھایا ہے۔ وہ دوزخی فرقوں کی نشان دہی کرتے کرتے ان کے وسط میں حنفیوں کو دکھاتے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کے صفحہ 90 پر ہے:

اَلْجَهْمِيَّةُ وَالصَّالِحِيَّةُ وَالشَّمْوِيَةُ وَالْيُوْنِسِيَّةُ وَلْيُوْنَانِيَّةُ وَالنَّجَارِيَةُ وَالْغَيْلاَنِيَةُ وَالشَّبِيْبِيَةُ وَالْحَنَفِيَةُ وَالْمُعَاذِيَةُ وَالْمُرِيْسِيَةَ وَالْكَرَامِيَة

پھر وہ صفحہ 91 پر فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا الْحَنَفِيَة فَهُمْ بَعْضُ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ نُعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ

یعنی مرجیہ کے بارہ فرقے ہیں جن میں حنفی بھی شامل ہیں جو ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت کے پیروکاروں میں سے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ حضرت جیلانی نے فرقوں کی تعداد گنا کر ان کی خصوصیات بھی

بیان کی ہیں، میں کہتا ہوں انھوں نے آپ کے فرقے کی کیا خصوصیت بیان کی ہے۔ آپ کی سمجھ میں بھی کچھ آیا۔ اگر آپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو مجھ سے سنیے۔ وہ فرماتے ہیں:

فَاَصْلُ ثَلَاثٌ وَ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً عَشَرَةٌ ... وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِیَةُ فَهِیَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.. وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ وَ اعْلَمْ اَنَّ لِاَهْلِ الْبِدْعِ عَلَامَاتٌ یُعْرَفُوْنَ بِهَا فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِیْعَةُ فِیْ اَهْلِ الْاَثَرِ ... وَكُلُّ ذٰلِكَ عَصَبِیَّةٌ وَ غِیَاظٌ لِاَهْلِ السُّنَّةِ [1]

حدیث رسولؐ کی رو سے کل فرقے تہتر ہیں جن کی اصل دس فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ ناجیہ ہے جس کی نجات ہوگی، باقی دوزخی ہیں۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے۔ اور وہ صرف اہل حدیث ہے، باقی فرقوں کی جو کہ بدعتی اور دوزخی ہیں کئی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ان کی بڑی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں اور ان کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ان کے دلوں میں اہل حدیث کے بارے میں تعصب اور بغض ہے۔ لہذا بدعتی اور دوزخی فرقے کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے اور ان کو برا بھلا کہتا ہے۔ قادری صاحب آپ کا بھی یہی حال ہے اور یہ رسائل اس کا اظہار ہیں۔ حضرت جیلانی کا حوالہ بھی آپ نے ہی دیا ہے۔ قادری بھی آپ ہی بنے پھرتے ہیں لہذا اب اپنا انجام سوچ لیں یا تو اہل حدیث دشمنی سے توبہ کر کے اہل حدیث ہو جائیں ورنہ خدا کی پکڑ کے لیے تیار رہیں جو بہت جلد ان شاء اللہ العزیز آپ پر آنے والی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ لَّمْ یَتُبْ فَخُذْهُ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ

پھر قادری صاحب فرماتے ہیں فرقوں کی یہ کثرت اور بہتات ترک تقلید کا نتیجہ تھی، میں کہتا ہوں قادری صاحب ہوش کے ناخن لیں ترک تقلید سے بھی کبھی فرقہ بنا ہے؟ فرقہ تو عمل تقلید سے بنتا ہے۔ کسی ایک کی آزادی اور بے راہ روی سے فرقہ نہیں بن جاتا

---

[1] (غنیة الطالبین عبدالقادر جیلانی 1/213,200,190 باب معرفة الٰهی)

'فرقہ اس وقت بنتا ہے جب لوگ تقلید کرتے ہیں' اندھا دھند کسی کے پیچھے لگتے ہیں۔ قادری صاحب تقلید تو تولید ہے جو فرقوں کو جنم دیتی ہے۔ سب فرقوں کی ماں تقلید ہے۔ مقلد بڑا غبی ہوتا ہے' اگر آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو بتایئے حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' بریلوی' دیوبندی ترک تقلید سے پیدا ہوئے ہیں یا عمل تقلید سے۔ جن فرق کے آپ نے حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے نام گنائے ہیں وہ بھی مقلد تھے۔ جیسے آپ اپنے امام کی تقلید سے حنفی بن گئے ایسے ہی ابو عبداللہ بن کرام' جہم بن صفوان' ابوالحسین بن صالح' ابو شمر' یونس البری اور غیلان وغیرہ کی تقلید سے وہ کرامیہ' جہمیہ' صالحیہ' شمریہ' یونسیہ' غیلانیہ وغیرہ بن گئے۔

قادری صاحب فرماتے ہیں تقلید شخصی کی برکت سے تھوڑی سی مدت میں تمام فرقے ناپید ہو گئے۔ میں کہتا ہوں ناپید نہیں ہو گئے بلکہ حنفی ہو گئے۔ چنانچہ پہلے فرقوں کی گمراہی میں سے کونسی گمراہی ہے جو آج حنفیت میں نہ پائی جاتی ہو۔ آج حنفی معتزلہ' حنفی جبریہ' حنفی قدریہ' حنفی مرجیہ' حنفی شیعہ' حنفی سب کچھ۔ اگر میری اس بات میں شبہ ہو تو مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی کی "الرفع والتکمیل" صفحہ 27 پڑھ کر دیکھ لیں۔ وہ لکھتے ہیں:

كَمْ مِنْ حَنَفِيٍّ فَرْعًا مُرْجِئٌ ' أَوْ زَيْدِيٌّ أَصْلًا وَ بِالْجُمْلَةِ فَالْحَنَفِيَّةُ لَهَا فُرُوْعٌ بِاعْتِبَارِ اِخْتِلَافِ الْعَقِيْدَةِ فَمِنْهُمُ الشِّيْعَةُ وَ مِنْهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَ مِنْهُمُ الْمُرْجِئَةُ

خلاصہ یہ ہے کہ آج حنفیت تمام گمراہیوں کا معجون مرکب ہے اور یہ سب تقلید کی برکت ہے۔ قادری صاحب آپ حیران نہ ہوں کہ یہ فرقے حنفیت میں ضم کیسے ہو گئے۔ چنانچہ یہ تمام فرقے حنفیت کی طرح عمل تقلید سے پیدا ہوئے تھے۔ تقلید ان کی ماں تھی' اس کا ان سب نے دودھ پیا تھا۔ اس لیے یہ سب جمع ہو گئے۔ ان سب میں ایک چیز اب مشترک ہے' وہ ہے حدیث کو ٹھکرا دینا اور اہل حدیث کو برا کہنا۔ جیسا کہ شاہ عبدالقادر جیلانی کے حوالہ سے اوپر واضح ہوا کہ تمام بدعتی اور گمراہ فرقوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو برا سمجھتے ہیں اور برا کہتے ہیں۔

پھر قادری صاحب فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے مقلدین اور روافض کے علاوہ کوئی بھی اہم اور نمایاں فرقہ باقی نہ رہا۔ میں کہتا ہوں قادری صاحب جب آپ کی تقلید کی

برکت نے ستر اکہتر فرقوں کو نیست و نابود کر دیا تو روافض کیسے بچ گئے۔ کیا آپ نے روافض کو نیست و نابود کرنا نہیں چاہا کیوں کہ ان سے قارورہ مل گیا یا وہ نیست و نابود ہوئے نہیں۔ کیوں کہ ان کے رفض کی برکت آپ کی برکت سے زیادہ تھی۔ اگر روافض کی برکت زیادہ تھی تو آپ کو بھی رافضی ہو جانا چاہیے تھا۔ کیوں کہ انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ قادری صاحب اب یا تو آپ یہ تسلیم کریں کہ آپ کا اور روافض کا قارورہ ملتا ہے یعنی آپ اور وہ ایک ہی ہیں یا یہ تسلیم کریں کہ آپ ان سے ہار گئے ہیں اور اب وہ آپ پر سوار ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ہر حنفی تقریبا آدھا رافضی ضرور ہوتا ہے۔ الا ما شاء اللہ!

پھر قادری صاحب فرماتے ہیں۔ اب انگریز کی آمد سے فرقہ غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔ قادری صاحب میں کہتا ہوں فرقہ غیر مقلدین تو انگریز کی آمد سے ظہور پذیر ہوا وہ پہلے ستر اکہتر فرقے جن کو آپ کی تقلید نے موت کی نیند سلا دیا کون تھے؟ اگر وہ بھی غیر مقلد تھے تو پھر آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ فرقہ غیر مقلدین اب ظہور پذیر ہوا۔ اگر وہ مقلد تھے تو پھر آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کثرت فرق ترک تقلید کا نتیجہ ہے۔ اب آپ سوچ لیں اس میں سے کون سی بات صحیح ہے' قادری صاحب حقیقت یہ ہے کہ میں نے آپ جیسا کند ذہن اور غبی کوئی مقلد نہیں دیکھا۔ کوئی بات بھی عقل کی نہیں کرتے۔

قادری صاحب آپ کہتے ہیں فرقہ غیر مقلد اب ظہور پذیر ہوا ہے' میں پوچھتا ہوں آپ کی تقلید کی برکت اب کہاں گئی جو یہ فرقہ پیدا ہو گیا' کیا وہ بوڑھی ہو گئی یا مر گئی۔ اب اگر آپ کی تقلید بے برکت ہو گئی ہے۔ اس میں جان نہیں رہی تو پھینکیے اس مردے کو' اس کی لاش کو کیوں اٹھائے پھر رہے ہیں۔ اس سے توبہ کر کے اہل حدیث ہو جائیں۔ دین محمدی کو قبول کر لیں۔ اس میں بڑی برکتیں ہیں۔ تقلید میں نہ تو پہلے کوئی برکت تھی نہ اب۔ یہ آپ کا مغالطہ تھا کہ تقلید میں برکت ہوتی ہے بھلا گمراہی میں بھی کبھی برکت ہو سکتی ہے۔ تقلید بہت بڑی گمراہی ہے۔

پھر آپ کہتے ہیں فرقہ غیر مقلدین پر بمشکل ایک صدی گزری ہے' لیکن یہ فرقہ مختلف گروہوں اور پارٹیوں میں بٹ چکا ہے' قادری صاحب میں پوچھتا ہوں اس سے اہلحدیث

پر کیا حرف آتا ہے۔ آپ خود لکھتے ہیں اس تھوڑی سی مدت میں مسلمانوں میں کثرت سے فرقے پیدا ہوئے کہ پناہ بخدا رسالہ مذکور صفحہ 5 جب اتنے فرقے پیدا ہو جانے سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا تو اہل حدیث پر کیا حرف آ سکتا ہے' آپ ہی بتائیں جب حنفیت' دیوبندیت اور بریلویت میں اس بری طرح بٹ گئی کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں تو آپ حنفیت کے بارے میں کیا کہیں گے۔ آپ نے عبث کئی صفحات سیاہ کیے کہ فلاں اہل حدیث نے فلاں کے بارے میں یہ کہا' فلاں کے بارے میں یہ کہا۔ اگر آپ اپنے گھر کو دیکھ لیتے کہ آپ کی آپس میں اور بریلویوں سے کیسی گزرتی ہے تو کبھی اہل حدیث کو طعن نہ دیتے۔ سچ ہے' اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسروں کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے' اس کے علاوہ اگر مذہب حق ہے تو اختلاف رجال سے اس مذہب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیا مسلمانوں کے افتراق سے اسلام غلط ہو جائے گا۔ مسلمان ہزار فرقے بنائیں' ہزار بار لڑیں' اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا۔

پھر قادری صاحب نے سارا زور یہ ثابت کرنے میں صرف کیا کہ مرزا غلام احمد' عبداللہ چکڑالوی' نیاز فتح پوری' اسلم جیراج پوری' نور دین بھیروی اور پرویز وغیرہ سب غیر مقلد تھے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مرتد ہونے سے پہلے یہ لوگ اہل حدیث تھے تو اس سے اہل حدیث پر کیا حرف آتا ہے۔ قادری صاحب آپ مقلد ہیں جو ایسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں۔ اگر تقلید نے آپ کی مت مار نہ دی ہوتی تو ایسی احمقانہ باتیں کبھی نہ کرتے۔ آپ بتائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے جو مرتد ہوئے ان سے حضور ﷺ پر یا جماعت صحابہ پر کوئی حرف آیا۔ شیطان کے راندہ درگاہ ہونے سے جماعت ملائکہ پر کوئی اثر پڑا؟ اگر اسلام سے کوئی منحرف ہو جائے تو اسلام پر کوئی دھبہ آ سکتا ہے؟ قادری صاحب کسی کے راہ حق سے ہٹ جانے سے راہ حق خراب نہیں ہوتا' بلکہ صاف ہو جاتا ہے۔ جب ایک مسلمان اقالہ بیعت کر کے مدینہ چھوڑ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا تھا مدینہ بھٹی ہے' یہ منافق اور گندے کو برداشت نہیں کرتا۔ جس کے اندر گند ہوتا ہے وہ حق کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ اس سے حق پر طعن نہیں آتا۔ اگر لوگ سچ بولنا ترک کریں اور

جھوٹ کو اپنا شعار بنالیں تو کیا سچ پر کوئی حرف آئے گا۔ قادری صاحب آپ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو کیا سمجھتے ہیں کیا وہ آپ کے نزدیک امام الضالین والمضلین نہ تھے 'ان کا ظہور حنفیت میں ہی ہوا اور حنفیت میں ہی وہ پروان چڑھے 'حنفیت کو ہی انھوں نے چار چاند لگائے۔ آپ بتایئے ان کی وجہ سے کیا حنفیت پلید ہو گئی ؟ اگر احمد رضا خاں صاحب کے ظہور سے حنفیت کو کچھ نہیں ہوا تو مرزائی یا کسی کے خروج سے اہل حدیث کو کیا ہو جائے گا ؟

آپ نے مرزا غلام احمد کو اہل حدیث ثابت کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ اگر چہ آپ کی یہ کوشش عبث ہے کیوں کہ ان کے اہل حدیث یا حنفی ثابت ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ اوپر ثابت ہوا۔ لیکن اگر آپ اسے ہی معیار بناتے ہیں تو یہ آپ کے ہی خلاف ہے کیوں کہ مرزا صاحب کو اہل حدیث سے ہمیشہ نفرت رہی۔ قبل از دعویٰ نبوت بھی اور بعد از دعویٰ نبوت بھی۔ ملاحظہ ہو اخبار البدر 20 شعبان 1320ھ جس میں ان کا بیان ہے کہ ''میں وہابیوں سے ہمیشہ متنفر رہا ہوں'' عبد اللہ سنوری مرزائی کہتے ہیں مرزا صاحب نہ رفع یدین کرتے 'نہ آمین بالجہر اور بسم اللہ بھی اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ ملاحظہ ہو سیرت المہدی بلکہ ان کے خیال میں مرزا صاحب کٹر حنفیوں میں سے تھے جو چالیسواں وغیرہ کے بھی قائل ہیں۔ مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت کے بعد حنفیت ہی سچی نظر آتی تھی۔ اس لیے حنفیت ہی انھیں عزیز تھی۔ چنانچہ وہ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قران پر وہ مقدم ۔۔۔'' پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ''اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیوں کہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادے پر دلالت کرتی ہے۔'' ریویو پر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ 910 الفاظ پر غور کریں۔ مرزا صاحب کس طرح اس زمانے کے اہل حدیثوں کے خلاف ہیں اور کس طرح احناف کے حق میں ہیں۔

آپ کہتے ہیں مرزا صاحب ابتدأ غیر مقلد تھے 'میں کہتا ہوں ابتداوہ کچھ بھی ہوں نبوت کے بعد ان کو حنفیت ہی پسند تھی اور یہ آپ کی حنفیت کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے

کہ چودھویں صدی کا ایک نبی ان کی تصدیق کرتا ہے' اور اس سے محبت کرتا ہے لیجیے! قادری صاحب لینے کے دینے پڑ گئے نا۔۔۔ ڈالتے تھے مرزا صاحب کو ہمارے پلے' پڑ گیا آپ کے گلے۔ کیوں کہ مرزا صاحب کو اہل حدیث کے اصول پسند نہ تھے بلکہ حنفیت پسند تھی جبھی وہ اپنی امت کو فقہ حنفی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب سینے پر ہاتھ باندھتے تھے اور امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھتے تھے' تو میں کہتا ہوں ہلدی کی گٹھی سے جیسے کوئی پنساری نہیں بن جاتا ایسے ہی ایک آدھ فعل سے کوئی اہل حدیث نہیں بن جاتا۔ سینے پر ہاتھ باندھنے اور الحمد شریف پڑھنے سے اگر ان کو اہل حدیث کہا جا سکتا ہے تو آمین بالجہر تو اہل حدیث کی خاص علامات ہیں۔ امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کے قائل تو بڑے بڑے احناف بھی ہیں جیسا کہ امام محمد وغیرہ۔ کیا آپ ان کو بھی اہل حدیث کہیں گے۔ اہل حدیث کا مذہب تو ہر صحیح اور محکم حدیث پر عمل کرنا ہے۔ جس کے مرزا صاحب بھی منکر ہیں اور آپ بھی اور یہ قدر آپ میں اور مرزائیوں بلکہ تمام فرق باطلہ میں مشترک ہے۔

اس کے بعد قادری صاحب نے ایک نئے باب کا افتتاح کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ہم اتباع حدیث کے جذبہ کے تحت تقلید نہیں کرتے۔ بالکل غلط ہے۔ ان کے ترک تقلید کا اصل باعث ان کی سہولت پسندی اور آرام طلبی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مسائل کا سلسلہ چھیڑا ہے' جن کی وجہ سے وہ اہل حدیث کو مطعون کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے مسائل کا سلسلہ تو چھیڑ دیا' لیکن یہ نہ سوچا کہ ان میں ان کی اپنی ہی ذلت ہے' کیوں کہ ان ہی کے مسائل گندے ہیں اور یہ ان کے مسئلے ہیں' اہل حدیث کا تو کوئی مسئلہ گندہ نہیں۔ کیوں کہ ان کا مذہب صرف صحیح حدیث ہے' کسی چھوٹے بڑے عالم کا مسئلہ ان کا مذہب نہیں۔ اگر اہل حدیث بھی عالموں کے مسئلوں کے پابند ہو جائیں تو پھر ان میں اور مقلدوں میں کیا فرق؟ ایک مقلد اور ایک اہل حدیث میں یہی فرق ہے کہ ایک مقلد کو اپنے امام اور اپنے عالموں کی ہر بات کو ماننا ہوتا ہے خواہ غلط ہو یا صحیح۔ کیوں کہ تقلید کی وجہ سے وہ مجبور ہے' لیکن ایک اہل حدیث صرف صحیح بات کو ہی مانتا ہے' کیوں کہ وہ کسی کا مقلد نہیں حتی

کہ وہ حدیث بھی صحیح کو مانتا ہے جو صحیح نہ ہو اس کو رد کر دیتا ہے۔ قادری صاحب میں آپ کی عقل کو کیا کہوں، آپ کی کوئی بات سیدھی نہیں، ہر بات الٹی ہے۔ آپ یہ بتائیں جن کتابوں اور عالموں کا نام لے کر آپ ہمیں الزام دیتے ہیں، کیا ہم ان کے مقلد ہیں؟ اگر مقلد ہیں تو آپ ہمیں غیر مقلد کیوں کہتے ہیں۔ اگر مقلد نہیں تو ہمیں کسی کے غلط مسئلے کا الزام کیوں دیتے ہیں۔

قادری صاحب ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ فلاں امام یا عالم کا یہ مسئلہ غلط ہے کیوں کہ قرآن و حدیث کے مطابق نہیں، لیکن آپ میں یہ جرأت نہیں، آپ کا ایمان اللہ رسول پر کم اور اماموں اور حنفی مولویوں پر زیادہ۔ اس لیے آپ قرآن و حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور اماموں کو نہیں چھوڑتے۔ ہم قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

اب آیئے! مسائل کی طرف۔ آپ فرماتے ہیں چونکہ بیس تراویح پڑھنا اہلحدیث کے نفوس پر شاق ہے، اس لیے انھوں نے آٹھ رکعت تراویح کو اپنا معمول بنا لیا، میں کہتا ہوں آٹھ کو ہم نے معمول نہیں بنایا، آٹھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے۔ اور ہم چونکہ اہل سنت ہیں اس لیے ہم سنت رسولؐ پر ہی کاربند ہیں خواہ وہ مقدار میں کم ہو یا زیادہ۔ یہ آپ کی بد قسمتی ہے کہ آپ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول پسند نہیں، اپنا بنایا ہوا معمول پسند ہے۔ رہ گیا بیس تراویح کا اہل حدیث کے نفوس پر شاق ہونا تو یہ آپ کی اختراع ہے۔ اہل حدیث کے نفوس پر کوئی بھی سنت رسولؐ شاق نہیں، مشکل ہو یا آسان، کم ہو یا زیادہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں بارہ تکبیریں کہیں، ہم بارہ کہتے ہیں۔۔۔ لیکن آپ بد قسمت ہیں جو چھ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پونے تین سیر صدقہ دیا، ہم وہی دیتے ہیں، لیکن آپ پونے دو سیر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ روزے شوال کے رکھے، ہم رکھتے ہیں، لیکن آپ کے امام نے پسند نہ کیا۔ اس لیے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے صلوٰۃ استسقاء پڑھی، ہم پڑھتے ہیں۔ لیکن آپ کے امام کو پسند نہ آئی اس لیے رد کر دیا۔ اصل میں آپ کے نفوس پر نبی کی پیروی شاق ہے۔ اس لیے آپ کمی بیشی کرتے ہیں، دین کو دین

سمجھ کر نہیں لیتے۔ بے دینی بنا کر لیتے ہیں۔

تراویح تطوع ہے، جس میں کوئی تحدید نہیں، لیکن آپ نے دین محمدی پر ظلم کیا کہ اس کو اپنی طرف سے محدود کر دیا۔ یہ احناف کی سہولت پسندی ہے کہ ایک غیر محدود تعداد کو جو چالیس اور چھپن اور زیادہ بھی ہو سکتی ہے اپنے مطلب کے لیے بیس پر محدود کر دیا۔ اب بتائیے! دین کو آپ نے گھٹایا یا ہم نے۔ ہم کہتے ہیں تراویح چالیس اور چھپن بھی ہو سکتی ہے آپ کہتے ہیں بیس سے زائد نہیں، آپ بیس کی شیخی تو تب ماریں جب آپ ہم سے زیادہ وقت لگاتے ہوں، جتنی دیر میں ہم آٹھ پڑھتے ہیں، اس سے تھوڑی دیر میں آپ بیس پڑھ لیتے ہیں پھر آپ کس بات پر فخر کرتے ہیں، بلکہ آپ تو خسارے میں رہتے ہیں۔ بیس مقرر کر کے ایک تو آپ نے دین بگاڑا، دوسرے ٹھونگے مارے، نماز کا ستیاناس کیا۔ تیسرے اہل حدیث پر طعن کیا اور اپنی آخرت کو برباد کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث آپ جیسے مخالفین سنت کے لیے ہی تو ہے:

((كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلاَّ الظَّمَأُ وَ كَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلاَّ السَّهَرُ)) [1]

کتنے روزے دار ہیں کہ سوائے بھوکے پیاسے مرنے کے ان کے نصیب میں کچھ نہیں، کتنے تراویح پڑھنے والے ہیں کہ سوائے بے خوابی کے ان کی قسمت میں کچھ نہیں۔ حنفیوں کی بیس سے تو بہتر ہے کہ دو رکعت اہل حدیث کے پیچھے پڑھ لے، کچھ ثواب تو مل جائے۔ اول تو بیس کی تعداد نہ مسنون ہے نہ مقرر، لیکن اگر تنزلاً مان بھی لیا جائے تو آپ کی مثال اس بے نماز کی ہے جو نماز کا تارک بھی ہے اور منکر بھی کیوں کہ آپ بیس سے زائد کے منکر بھی ہیں اور پڑھتے بھی نہیں اور ہم اگرچہ ہمارا اکثریہ عمل آٹھ ہی ہے کیوں کہ یہی مسنون تعداد ہے، لیکن ہم زیادہ کے منکر نہیں۔ ہم دین کو اصلی حالت پر رہنے دیتے ہیں، بڑھاتے گھٹاتے نہیں۔

آپ فرماتے ہیں تین وتر پڑھنا چوں کہ ان کی طبیعتوں پر گراں تھا اس لیے انھوں

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصوم، باب تنزیه الصوم 626/1 رقم: 2014، مسند احمد 441/2 رقم: 939

نے ایک رکعت وتر پر اکتفا کیا' قادری صاحب ہم ایک وتر اس لیے نہیں پڑھتے کہ تین ہم پڑھ نہیں سکتے ہیں' ہم ایک وتر اس لیے پڑھتے ہیں کہ ایک وتر کا آپ لوگ انکار کرتے ہیں۔ آپ ایک وتر کا انکار کرتے رہیں اور ہم بھی ایک نہ پڑھیں تو دین تو گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا یَاَھْلَ الْقُرْاٰنِ)) ❶

یعنی وتر ایک رکعت ہی ہے' اگر رکعتیں تین' پانچ' سات' نو گیارہ بھی پڑھی جائیں تو وتر ایک ہی رکعت ہوگا۔ مجازاً اس ساری تعداد کو وتر کہہ دیتے ہیں ورنہ حقیقت میں وتر ایک ہی ہے' لیکن آپ لوگ اس کے منکر ہیں۔ اب اگر ہم بھی اس پر عمل نہ کریں تو حضور کی یہ سنت تو گئی' بخاری وغیرہ میں حضرت معاویہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا صرف ایک وتر پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ممکن ہے صحابہ کا معمول عام طور پر ایک رکعت وتر سے زیادہ ہو' لیکن اس زمانے میں ایک کو معمول بنانا اشد ضروری ہے جب کہ آپ جیسے دشمنان سنت بکثرت موجود ہیں اور اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اس سنت کو مٹا دیں۔

قادری صاحب' یہ تو آپ کو آگے چل کر پتا چلے گا کہ کس طرح آپ دین کو مٹا رہے ہیں اور کس طرح ہم بچا رہے ہیں۔ آپ یقین جانیں اگر اہل حدیث نہ ہوتے تو آپ لوگوں کی کرم فرمائیوں سے جو آپ دین پر کرتے آئے ہیں دین کا حلیہ بگڑ جاتا' پہلی شریعتیں اسی لیے تو برباد ہوئیں کہ ان میں آپ جیسے کرم فرما تو پیدا ہوتے رہے۔ لیکن (فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ) ❷ ہمارے جیسے مصلحین سنت پیدا نہ ہوئے۔ یہ شریعت محمدی چونکہ آخری شریعت ہے' اس لیے اللہ

---

❶ (ابوداؤد: کتاب الوتر' باب استحاب الوتر' ماجاء ان الوتر لین کتم رقم :453)

❷ (مسلم: کتاب الایمان' باب بیان ان الاسلام بدا غریبا و سیعود غریبا' رقم :232-233 مشکوۃ 60/1` کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنۃ'.. ابن ماجۃ :کتاب الفتن' باب بدا الاسلام غریبا' ص 2716' رقم :3878-3986 .. مسند احمد 398/1' رقم 3775 389/2 رقم :8812` 73/4 رقم 16249)

تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے اہل حدیث کو باقی رکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہیں۔

((لاَ يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي طَائِفَةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَ لاَ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَ هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ)) ❶

امت محمدیہ میں ایک جماعت ایسی ضرور رہے گی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نگران ہو گی اور کوئی مخالف ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور وہ جماعت قیامت تک رہے گی۔

قادری صاحب اگر آپ کہیں کہ حنفی تین وتر پڑھتے ہیں اور اہل حدیث ایک۔ اس لیے ثواب زیادہ حنفیوں کو ملے گا تو میں کہوں گا ثواب عقیدے کے صحیح 'نیت اور سنت پر عمل کرنے میں ہے' ثواب قلت اور کثرت میں نہیں۔ آپ ثواب زیادہ کی بات کرتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ آپ پکڑے نہ جائیں۔ آپ کا ایک جرم یہ کہ آپ ایک اور تین سے زائد وتروں کا انکار کرتے ہیں جو صریحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے دوسرے آپ جو تین پڑھتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین پڑھے بلکہ اس لیے کہ آپ کے خانہ ساز مذہب میں وتر تین ہیں۔ اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر تین پڑھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھی پڑھا ہے اور پانچ' سات' نو وغیرہ۔ لیکن آپ ان کے منکر ہیں۔ اصل میں مقلدوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں۔ وہ ان کے ہاتھ سے کچھ لے لینا چاہتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں تو ہمارے امام کے گھر سے جو ملے گا ہم وہ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہم کچھ نہیں لیتے۔ حالانکہ مزہ اور ثواب حضور ﷺ کے ہاتھ سے لینے میں ہے۔ بلکہ اسلام ہی یہی ہے۔ تیسرا جرم آپ کا یہ کہ جو تین وتر آپ پڑھتے ہیں وہ بھی خلاف طریقہ محمدی پڑھتے ہیں۔ حضور وتروں میں تشہد نہیں بیٹھتے تھے' آپ بیٹھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایسے تین وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے جو مغرب کے مشابہ ہوں' یعنی جن میں دو کے بعد تشہد ہو۔ لیکن آپ نہیں مانتے۔ آپ نے خلاف منشا

---

❶ (سلسلة الاحاديث الصحيحة 487/1 رقم 270... 688/2 رقم 963)

رسول قنوت کو وتروں کا لازمہ بنایا تاکہ مغرب میں اور وتروں میں فرق ہو جائے آپ نے قنوت کو واجب قرار دیا پھر تارک پر سجدہ سہو لازم کیا۔ یہ سب کچھ اپنی طرف سے کیا اور خلاف منشاء رسول کیا۔ اس لیے آپ ثواب کی امید کی بجائے عذاب سے ڈریں۔ رہ گیا ہمارا ایک پڑھنا تو اگرچہ یہ تعداد میں تین سے کم ہے لیکن ثواب اسی میں ہے۔ کیوں کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ہندوستان میں گائے کی قربانی ہندو نہیں چاہتا کہ گائے ذبح ہو' اگر مسلمان بھی ان کی خاطر گائے کی قربانی چھوڑ دیں تو پھر یہ سنت تو گئی' دین کا یہ حصہ تو مٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ((مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ)) ❶ یہی تو بتاتی ہے کہ جب حنفی ایک وتر کا انکار کریں تو تم ایک ہی پڑھنا۔ تاکہ میری سنت نہ مٹے ثواب کی پرواہ نہ کرنا' وہ ہے ہی سنت کی حفاظت کرنے والوں کے لیے۔

پھر فرماتے ہیں اڑتالیس میل سفر کر کے قصر کرنا چونکہ ان کے لیے مشکل تھا۔ اس لیے انھوں نے تین میل پر قصر کرنا شروع کر دیا۔

قادری صاحب! میں کہتا ہوں اڑتالیس میل مسافت قصر کس نے مقرر کی؟ کیا یہ مسافت رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی؟ اگر یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کی تو کوئی مسلمان اس کا پابند کیوں ہو' آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ مسافت بتائیں' پھر دیکھیں اہل حدیث تو زندہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ہمیں اپنا تابع مجہول بناتے ہیں۔

تین میل پر قصر کرنا ہمارا مذہب نہیں' ہمارا مذہب تین فرسخ ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ ❷

قادری صاحب! آپ نے تین مسئلے ذکر کیے اور تینوں میں آپ چور نکلے اور الزام ہمیں دیتے ہیں۔

---

❶ (سلسلة الاحاديث الضعيفة 333/1 رقم :326)

❷ (مسلم : كتاب صلاة المسافرين' باب صلاة المسافرين وقصرها رقم :12)

1۔۔۔تراویح بیس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں‘لیکن آپ اس کے منکر ہیں۔

2۔۔۔ وتر گیارہ بلکہ تیرہ تک ہیں۔ آپ نے سب کا انکار کر دیا اور گھٹا کر تین کر دیے۔

مدت قصر بھی آپ نے اپنی سہولت کے لیے چودہ دن بنالی‘ حالانکہ مدت قصر تین چار روز سے زیادہ نہیں‘ جیسا کہ احادیث میں ہے۔ آپ چودہ دن نماز کا خون کرتے ہیں‘ آپ لوگ فقاہت کے تو بہت دعوے کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ مدت قصر ہے کس لیے؟ مسافر جب کسی جگہ آکر ٹھہرتا ہے تو تین چار روز میں اس کی تھکن بھی دور ہو جاتی ہے اور روانگی کی تیاری بھی مکمل ہو جاتی ہے‘ چودہ دن تک وہ قصر کرتا رہے‘ اس کی کیا تک ہے؟ آخر نماز کا معاملہ ہے‘ اگر یہ حضور ﷺ کا فرمان ہوتا تو اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا لیکن یہ آپ لوگوں نے خود گھڑا ہے‘ اس سے بڑی سہولت پسندی‘ سہل انگاری ہوائے نفس اور کیا ہو سکتی ہے‘ لیکن بے شرمی کے ساتھ سہولت پسندی کا الزام ہمیں دیتے ہیں۔ ہم تو پابند ہیں سنت رسولؐ کے اس میں کوئی چیز کم ہو یا زیادہ جہاں صحیح سنت نہ ہو ہم کسی کے مقلد کیوں بنیں۔ پھر آپ نے تین طلاق کا مسئلہ چھیڑا ہے۔ شرم والے حنفی تو تین طلاق کے دفعتاً واقع ہونے کا مارے شرم کے نام ہی نہیں لیتے‘ کیوں کہ اس کے پیچھے حنفیوں کے گھناؤنے حلالے کی ایک طویل اور شرمناک تاریخ موجود ہے۔ جس میں حنفیوں نے مذہب کے نام پر پتا نہیں کتنی عصمتیں لوٹی ہیں اور کتنے زنا کرا کر ان پر مذہبی تقدس کا پردہ چڑھایا ہے۔

قادری صاحب! آپ کہتے ہیں تین طلاق کا وقوع اہل حدیث کے نفوس کو پسند نہیں‘ میں کہتا ہوں ہمیں یہ اس لیے پسند نہیں کہ اس سے حلالے جیسی قبیح اور ننگ انسانیت چیز جنم لیتی ہے اور آپ کو یہ اس لیے پسند ہے کہ اس کے بعد آپ کو حلالے کے مزے ملتے ہیں ہمیں تین طلاق کا یکایک وقوع اس لیے پسند نہیں کہ یہ خلاف سنت ہے اور طلاق بدعی آپ بھی اسے کہتے ہیں۔

قادری اینڈ کمپنی نے اسی پر ایک رسالہ لکھ مارا کہ ایک غیر مقلد عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں۔

قادری صاحب! آپ کو غیر مقلد عالم تو نظر آ گیا لیکن اپنے گھر کی خبر ہی نہیں کہ ہندوستان کے کتنے حنفی علما نے جب اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو فتویٰ اہل حدیثوں کے مطابق دیا۔ حال ہی میں ہندوستان میں جو اس سلسلے میں کانفرنس ہوئی اس میں بھی حنفی علما نے اہل حدیثوں سے اتفاق کیا اور ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک تسلیم کیا۔ قادری صاحب کبھی سونٹا اپنی چارپائی کے نیچے بھی پھیر لیا کریں۔ کبھی اپنے گھر کی بھی خبر لے لیا کریں کہ وہاں اندر کیا ہوتا ہے۔ اندھے مقلد ہی نہ بنے رہیں کہ کچھ دیکھیں ہی نہ۔

رہ گیا مرغ اور انڈے کی قربانی کا مسئلہ تو یہ نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ یہ اہل حدیث کا مذہب ہے' جو اس کا فتویٰ دیتا ہو وہ اس کا ذمے دار ہے۔ لوگوں کے فتوے اہل حدیث کا مذہب نہیں' اہل حدیث کا مذہب صحیح حدیث ہے آپ جانتے بھی ہیں کہ اہل حدیث کسی کے فتوے کے پابند نہیں' پھر ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

قادری صاحب! اس کے بعد آپ نے جو مسائل بیان کیے ہیں' میں پوچھتا ہوں وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں؟ اگر وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو وہ ہمارے مسئلے نہیں کیوں کہ ہم اہل حدیث ہیں۔ ہمارا مذہب صحیح حدیث ہے اور اگر وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں تو بتائیے آپ صحیح حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں مانتے تو آپ تسلیم کریں کہ آپ منکر حدیث ہیں اور اگر صحیح احادیث کو مانتے ہیں تو پھر وہ مسئلے آپ کے بھی ہیں' ہم پر اعتراض کیسا؟ لہٰذا آپ سوچ لیں کہ آپ کون ہیں؟

قادری صاحب! یہ تو تھا آپ کے تمام مسائل کا اصولی جواب لیکن مقلد کو اصول سے کیا تعلق' اصول تو عقل والے کے لیے ہوتا ہے۔ مقلد عقل سے عاری ہوتا ہے۔ اگر وہ عقل والا ہو تو تقلید کیوں کرے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه﴾' [39:الزمر:18] انسانوں کی طرح اپنی سمجھ سے کام لے کر اچھی چیز کو نہ اپنائے۔ اصل میں مقلد تو پاگل ہوتا ہے اور پاگل کی یہ خصلت ہے کہ اگر اسے کوئی نہ چھیڑے تو وہ خود چھیڑتا ہے' تاکہ لوگ اسے چھیڑیں' اس میں اس کو مزا آتا ہے۔

قادری صاحب! نے بھی مزا لینے کے لیے ان مسائل کو چھیڑا ہے' اصل میں جو

جس کے لائق ہو' جب تک اسے وہ نہ ملے اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم قادری صاحب کو وہی دیتے ہیں جس کے وہ لائق ہیں۔ لیجیے قادری صاحب اپنی تصویر خود اپنی فقہ میں دیکھیے مقلد کی پاکی پلیدی کے معیار کو دیکھو' کتا وغیرہ حرام جانوروں کو اگر ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت اور کھال سب کچھ پاک ہے۔ کتے کی کھال کا ڈول بنالو' کتے کی کھال کا لباس بنالو' کتے کی کھال کا جانماز بنالو' کتے کا گوشت جیب میں ڈال کر نماز پڑھ لو حنفی مذہب میں یہ سب جائز ہے۔ ❶

کپڑے کو ساڑھے چار ماشہ پاخانہ یا کوئی اور نجاست غلیظہ لگی ہوئی ہو تو حنفی مذہب میں نماز ہو جاتی ہے۔ ❷

انگلی کو پاخانہ یا کوئی نجاست غلیظہ لگی ہوئی ہو تو تین دفعہ چاٹ لینے سے پاک ہو جائے گی۔ ❸

مقلد کی نماز کو دیکھو! بچے کو گودی میں اٹھا کر نماز جائز نہیں' لیکن کتے کے بچے کو گودی اٹھا کر نماز جائز ہے۔ ❹

نماز میں ٹھہر ٹھہر کر جوئیں مارتا رہے تو نماز خراب نہیں ہوتی۔ ❺

پنکھا جھولتا رہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ❻

مرد نماز پڑھ رہا ہو اور عورت بوسہ لے لے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ❼

سلام کی جگہ پاد مار کر نماز ختم کرے تو نماز صحیح ہے۔ ❽

---

❶ (درمختار: کتاب الطهارة' باب المياه ج 1 ص 153) ❷ (بهشتی زیور حصه دوم نجاست کے پاك کرنے کا بیان مسئله (6) ص 98.. هدایه کتاب الطهارة ' باب الانجاس و تطهیرها ص 74/1)

❸ (بهشتی زیور: حصه دوم مسئله نمبر 26ص 5 ..فتاوٰی عالمگیری ج 1ص 61)

❹ (درمختار: کتاب الطهارة ' باب المياه' ج 1 ص153) ❺ (منية المصلي ص 100)

❻ (منية المصلي ص 100) ❼ (درمختار: ص 293 ..عالمگيری: ص 143)

❽ (هدایه: کتاب الصلاة ' باب الحدث في الصلاة ص130 ..درمختار ج 1ص 245)

امامت کا مستحق وہ ہے جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو۔ ❶

امامت کا مستحق وہ ہے جس کا سر بڑا ہو اور عضو چھوٹا ہو۔ ❷

نماز فارسی کیا بلکہ ہر زبان میں جائز ہے۔ ❸

مقلد کا وضو دیکھو کیسا پکا ہے جو ٹوٹتا ہی نہیں۔

مرد عورت ننگے ہوں اور ان کی شرم گاہیں مل جائیں' پھر بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ شرم گاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضو دوبارہ کرے۔ ❹

زندہ یا مردہ جانور مثلاً گدی' گھوڑی' گائے' بھینس' بھیڑ' بکری یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❺

مقلد اپنی مقعد میں انگلی داخل کرے اگر خشک نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❻

مرد اپنی دبر میں یا عورت اپنی شرمگاہ میں کسی مردہ کا آلہ تناسل کسی زندہ جانور مثلاً گدھا' گھوڑا' کتا' وغیرہ کا آلہ تناسل داخل کرے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ ❼

قادری صاحب! دیکھو یہ ہیں تقلید کی برکات۔

مقلد کا روزہ دیکھو!

اگر عورت کی شرم گاہ کو دیکھتا رہا اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں۔ ❽

مری ہوئی عورت سے صحبت کی یا نابالغہ سے صحبت کی یا جانور' گدھی' گھوڑی' بکری وغیرہ سے صحبت کی تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ❾

ہاتھ وغیرہ سے منی نکال لے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ❿

---

❶ (در مختار: کتاب الصلاۃ' باب الامامۃ 290/1) ❷ (ایضاً)

❸ (در مختار: کتاب الصلاۃ' باب صفۃ الصلاۃ ج 1 ص: 246' ہدایہ: کتاب الصلوۃ' باب صفۃ الصلاۃ 101/1) ❹ (در مختار ج 1 ص 96' عالمگیری کتاب الطہارۃ' باب نواقض وضو 18/1)

❺ (در مختار ص 83) ❻ (درمختار: کتاب الطھارۃ ج 1 ص 83) ❼ (ایضا ص 95) ❽

(در مختار کتاب الطہارۃ' باب مایفسد الصوم ومالا یفسد ص 563' عالمگیری کتاب الصیام) ❾

(در مختار: کتاب الصوم' باب مایفسد الصوم ومالا یفسد ج 1 ص 567) ❿ (ایضا)

مرد عورت اپنی شرم گاہیں ملائیں تو روزہ خراب نہیں ہوتا۔ ❶

اگر سوئی ہوئی عورت یا پاگل عورت سے کوئی مقلد جماع کرے تو اس پر روزہ کا کوئی کفارہ نہیں۔ ❷

اگر عورت خاوند کی منی ہاتھ سے نکالنے میں اس کی مدد کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ❸

اغلام بازی سے اپنی خواہش کی تسکین کرے تو روزہ کا کوئی کفارہ نہیں۔ ❹

زنا کے ڈر سے ہاتھ سے منی نکالے تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا (بلکہ ثواب کی امید ہے)۔ ❺

اس کے علاوہ شراب پینے اور چوری کرنے کی جتنی گنجائش حنفی تقلیدی مذہب میں ہے اتنی اور کسی مذہب میں نہیں۔ اسی طرح زنا اور لواطت کی بھی چھٹی ہے۔ بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن میں کوئی حد نہیں۔ تفصیل کسی آئندہ جواب میں ہوگی۔

مقلد کا حج دیکھو!

دبر میں صحبت کرنے سے حج خراب نہیں ہوتا۔ ❻

حنفیوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان' آسمان اور زمین والوں کا برابر ہے۔ یعنی قادری جیسے کا ایمان اور جبرائیل علیہ السلام کا ایمان برابر ہے۔ ❼

مقلد کا قرآن پر ایمان ملاحظہ ہو۔ اگر نکسیر پھوٹ پڑے تو پیشانی پر خون اور پیشاب سے الحمد شریف لکھنا جائز ہے۔ ❽

---

❶ (درمختار کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد 567/1) ❷ ایضاً
❸ ایضاً ❹ (ھدایہ ج 1 ص 200) ❺ (ھدایہ : کتاب الصوم' باب ما یوجب قضاء 219/1) ❻ (فتاویٰ قاضی خان ص :137) ❼ (فقہ اکبر مع شرح ص 105) ❽ (شامی شریف :کتاب الطھارۃ' باب المیاہ مطلب فی التداوی ج 1 ص 154.. فتاویٰ قاضی خان نمبر حاشیہ فتاویٰ 404/3)

قادری صاحب! ہمیں تو آپ اور آپ کے علوی صاحب غلامی کی باقیات میں سے بتاتے ہیں' لیکن جن کے یہ عقائد واعمال ہوں جو اوپر مذکور ہوئے وہ کس کی ذریت ہوں گے آپ خود ہی فیصلہ کرلیں۔

مقلد کی عقل کا حال دیکھیں کیسی بے عقلی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج2 صفحہ 139 ہدایہ ص289 میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگادیا یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس عورت کی ماں بیٹی اس ہاتھ لگانے یا دیکھنے والے مرد پر حرام' لیکن اگر ہاتھ لگانے والا اتنی دیر تک ہاتھ لگاتا رہا کہ انزال ہوگیا یا اس عورت سے دبر میں صحبت کرلی یا اس بے چاری سے ایسے زور سے صحبت کی کہ اس کا اگلا پچھلا حصہ پھاڑ کر ایک کردیا تو نہ ماں حرام' نہ بیٹی۔

قادری صاحب! اسے فقاہت کا کمال کہیں یا تقلید کی برکت کہ چھونے یا دیکھنے سے جو حرمت ثابت ہوئی تھی انزال اور صحبت سے ختم ہوگئی۔ حالانکہ حرمت پہلے ثابت ہوگی۔ انزال اور صحبت بعد میں ہوئی اس عورت کی ماں بیٹی تو ہاتھ لگتے ہی حرام ہوگئیں۔ اب اس عورت سے صحبت کرکے وہ کیسے حلال ہو جائیں گی۔ جب ہاتھ لگنے سے بیوی کے حکم میں ہوگی اور اس کی ماں بیٹی مصارف کی وجہ سے حرام ہوگئیں۔ تو مزید مساس اور صحبت سے وہ کیسے حلال ہو جائیں گی۔ جب ہاتھ لگنے سے وہ بیوی کے حکم میں ہوگی اور اس کی ماں بیٹی مصارف کی وجہ سے حرام ہوگئیں تو مزید مساس اور صحبت سے وہ حرمت پکی ہونی چاہیے یا ختم۔ ؟ ہائے تقلید جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے۔!

پھر تقویٰ کی بھی انتہا ہے کہ صرف ہاتھ لگنے سے تو حرمت ثابت لیکن اگر رگڑتا رہے یہاں تک کہ انزال ہو جائے تو حرمت ختم' شرمگاہ کو صرف دیکھ لینے سے تو حرمت موجود لیکن اگر ایسی صحبت کرے کہ اگلا پچھلا حصہ پھاڑ کر ایک کردے تو حرمت مفقود۔

قادری صاحب! آپ جیسے کیوں نہ قربان ہوں ایسی فقہ پر کہ جس میں مزے لینے کے لیے ایسے ایسے داؤ بتائے جاتے ہوں۔ کون احمق ہوگا جو اس مسئلے کو جان لینے کے بعد کچھ صرف ہاتھ لگا کر یا دیکھ کر چلا جائے وہ کیوں نہ اگلی کارروائی کرے گا کہ حرمت بھی ختم ہو اور

مزے بھی آئیں۔

آخر میں قادری صاحب !امام صاحب کی تقلید پر سختی سے کاربند رہنے کی اپیل کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ قادری صاحب !اپنے امام کی تقلید پر سختی سے کاربند رہنے سے آپ کی کیا مراد ہے ؟کیا یہ مراد ہے کہ امام صاحب کا نام لیتے رہو۔ حنفی کہلواتے رہو' لیکن ان کے مسئلے نہ مانو یا یہ مراد ہے کہ امام صاحب کے مسائل پر پابندی سے عمل کرو' اگر آپ منافق نہیں بلکہ پکے سچے اور مخلص حنفی ہیں تو یقیناً آپ کی مراد یہی ہو گی کہ امام صاحب کی فقہ پر عمل کرو۔ اگر آپ کی یہی مراد ہے تو سنیے امام صاحب کا ایک خاص مسئلہ یہ ہے جو در مختار صفحہ 142 'ہدایہ صفحہ 293 اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ اگر ایک آدمی کسی اجنبی اور غیر عورت پر جھوٹا دعویٰ کر دے کہ وہ میری بیوی ہے حالانکہ وہ اس کی بیوی نہیں اور جھوٹے گواہ گزار کر عدالت سے ڈگری لے لے تو وہ آدمی اس عورت کو بغیر نکاح کے بطور بیوی استعمال کر سکتا ہے اور وہ عنداللہ بھی مجرم نہیں۔

قادری صاحب! اگر ایک خالص حنفی جو بقول آپ کے امام ابو حنیفہ صاحب کی تقلید پر سختی سے کاربند ہو اور آپ کی اپیل پر امام کے مسائل پر عمل کرنے کو جزو ایمان سمجھتا ہو امام صاحب کے اسی مسئلے پر آپ کے گھر پر عمل شروع کر دے تو آپ اسے پسند فرمائیں گے۔ خصوصاً جب کہ وہ اس سے بغیر نکاح کے بیوی والے مزے لے رہا ہو تو آپ بھی خوش ہوں گے کہ یااللہ تیرا شکر ہے حنفیت کی مردہ سنت میرے گھر سے زندہ ہوئی یا حنفیت کو روئیں گے کہ ہائے میں لٹ گیا۔ میری عزت برباد ہو گئی۔

قادری صاحب! آپ نے حنفیت پر پکے رہنے کی اپیل تو کر دی لیکن یہ نہ سوچا کہ حنفیت اس قابل ہے کہ اس کو معاشرے پر نافذ کیا جا سکے' ایک مسئلہ تو آپ نے اوپر دیکھ لیا اب دوسرا سنیے۔!

بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ 17,16 شرح البدایہ صفحہ 338 اور در مختار ج 1 ص 217 وغیرہ اکثر کتب فقہ حنفیہ میں ہے کہ زبردستی طلاق ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی کو مار پیٹ کر ڈرا دھمکا کر طلاق لکھوالی جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

قادری صاحب دیانت داری سے بتائیں اگر آپ سے کوئی ایسے ہی زبردستی طلاق لکھوا کر بیوی چھین لے تو آپ کا دل کیا کہے گا؟ آپ اسے اپنی سعادت سمجھیں گے یا شقاوت۔ ایسی حنفیت کو آپ دعائیں دیں گے یا لعنتیں بھیجیں گے۔ قادری صاحب ایسی اپیل کرنے سے پہلے اگر آپ اپنے گھر بھی مشورہ کر لیتے تو وہ بھی آپ کو منع کر دیتے بلکہ سنا ہے فضل صاحب نے آپ کو منع بھی کیا تھا کہ بیٹا قادری! اپنی چادر سے باہر نہ نکل۔ ہماری فقہ ٹھیک نہیں۔ اس میں بڑے خراب خراب مسئلے ہیں اور اہل حدیثوں سے زور آزمائی نہ کر' ان کو ہمارے گھر کا سب پتا ہے خواہ مخواہ مٹی پلید ہو گی' تیری شامت آئی ہے جو تو ان کے منہ آتا ہے۔ ان سے کبھی کوئی نہیں جیتا۔ ان کو حضور ﷺ کی دعا ہے' لیکن قادری صاحب آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ باز نہ آئے اور خواہ مخواہ اپنی اتروالی۔ قادری صاحب یہ تو شکر کریں کہ اکثر حنفی نام کے حنفی ہیں۔ نہ فقہ حنفی کو جانتے ہیں' نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر آپ کی اس اپیل پر انھوں نے عمل شروع کر دیا تو کسی حنفی اور حنفن کی عزت محفوظ نہیں رہے گی۔

قادری صاحب! آپ کو ترکی کی تاریخ یاد نہیں آپ کی اس فقہ کے رد عمل ہی نے تو مصطفیٰ کمال پاشا کا ذہن پیدا کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر فقہ پر عمل کرنے والے مولوی جنت میں چلے گئے تو دوزخ میں کوئی نہیں جائے گا۔ ایسی فقہ ہی تو لوگوں کو اسلام سے متنفر کرتی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں یہ بھی اسلام ہے حالانکہ کہاں اسلام اور کہاں گندے مسئلے جن سے حنفی فقہ بھری پڑی ہے۔

قادری صاحب! آپ نے اپنے رسالہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ غیر مقلدوں کی ایک مبسوط تاریخ لکھ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں تاریخ لکھنی ہے تو حنفیوں کی لکھیں جن کی کوئی تاریخ تو ہے' غیر مقلدوں کی کیا تاریخ لکھیں گے' نہ ان کی عمر' نہ ان کی تاریخ' نہ انھوں نے آپ کی نگاہ میں کوئی ترقی کی' ادھر انگریز کی آمد پر ظہور میں آئے' ادھر ہٹ گئے۔ ترقی تو حنفیوں نے کی ہے اور ایسی کی ہے کہ نہ پہلے کوئی کر سکا نہ آئندہ کوئی کرے گا۔ انگریز لاکھوں میل دور اوپر تک چلے گئے حتی کہ چاند پر کمندیں ڈالنا شروع کر دیں' ہزاروں میل اندر زمین میں گھس گئے اور بہت کچھ نکال لائے' لیکن قادری صاحب آپ جیسی پیچھے کی طرف کسی نے

ترقی نہ کی کہ اپنے آلہ تناسل کو اپنی ہی دبر میں داخل کرنے کی سوچ لی۔

قادری صاحب! آپ جیسے مولویوں نے حجروں میں اپنے طالب علموں کے ساتھ مل کر ایسے ایسے تجربے کیے کہ اللہ کے ناممکن کو ممکن کر دیا۔ اللہ نے تو مرد کے آلہ تناسل اور اس کی دبر کو ایسے ڈھب سے پیدا کیا کہ یہ کبھی نہ مل سکیں' کیوں کہ حجرہ نشین مقلدوں سے جو جنت میں بھی لواطت کے خواب دیکھتے ہیں سخت خطرہ تھا کہ اگر اور کچھ نہ ملے تو حجرے میں اپنی دبر کو ہی استعمال کرنا شروع کر دیں۔ قادری صاحب کیا کہنے ہیں آپ کے تجربات اور ترقی کے کہ ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ آپ کے بزرگوں کو تجربہ کرتے کرتے یہ ضرورت پیش آگئی کہ وہ یہ مسئلہ بنائیں۔ اگر کوئی اپنے آلہ تناسل کو اپنی ہی دبر میں داخل کرے تو غسل نہ کرے [1] کیوں کہ ابھی کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ ہاں! جب وہ اتنا عمل کرے کہ اسے انزال ہو جائے تو پھر اپنی اس کامیابی پر غسل کرے اور نئے کپڑے پہن کر خوش ہو کہ اس نے ایسا معرکہ سر کیا اور وہاں پہنچا جہاں آج تک کوئی انگریز بھی اپنی پوری اٹھانوں اور اڑانوں کے باوجود نہ پہنچ سکا۔

قادری صاحب اگر تاریخ لکھنی ہے تو اس قوم کی لکھیں جن کے ایسے کارنامے ہیں' جنھوں نے اتنی ترقی کی ہے' آپ کیسے خلف ہیں کہ اپنے ایسے دور مار' دور اندیش بزرگوں کو بھلا دیا' جنھوں نے دین میں آپ کو اتنی چھٹیاں اور چھوٹیں دیں۔ اگر آپ نالائق نکل گئے کہ اپنے ایسے بزرگوں کو چھوڑ کر غیر مقلدوں کی مبسوط اور ضخیم تاریخ لکھنے لگ گئے۔ تو ہم تو نالائق نہیں کہ آپ کے ایسے بزرگوں کو چھوڑ دیں۔ ان کی اگلی پچھلی تاریخ نہ لکھیں۔ وہ دین میں ایسے ایسے کام کریں اور ہم ان کو چھوڑ دیں۔ ہم کیوں نہ ان کو سب کے سامنے لائیں تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ وہ کیسے فقیہ تھے جن کی سوچ یوں پیچھے کو جاتی تھی اور وہ جب سوچتے تھے نرالہ سوچتے تھے۔

[1] (در مختار: کتاب الطہارۃ 93/1)

قادری صاحب! ہماری روشن تاریخ لکھیں یا اپنی سیاہ۔ یہ کبھی نہ بھولیں کہ آپ ان شاء اللہ اہل حدیث کو ہرا نہیں سکتے۔ ﴿ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ﴾[9:التوبة:3] کیوں کہ ان کا مذہب اصلی اسلام ہے۔ جو اللہ کا دین ہے۔ کسی کی فقہ نہیں۔ ہم دین حق کی تبلیغ کرتے ہیں آپ کی طرح شرارتیں کر کے اس کو بگاڑتے نہیں۔ آپ نے ابتدا کی ہے۔ اب ذرا سینہ تھام کر جواب پڑھیے اور توبہ کیجیے ورنہ گوش ہوش سے سنیے۔

﴿وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[8:الانفال:19]

قاسمی صاحب کے رسالہ طلاق ثلاثہ پر ایک نظر

اس رسالہ میں قاسمی برادر قادری نے ڈرتے ڈرتے ''طلاق ثلاثہ'' پر طبع آزمائی کی ہے اور فتاویٰ ثنائیہ سے صرف ایک اہل حدیث عالم کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ اپنی طرف سے مسئلے کے اثبات و نفی میں کوئی دلیل نہیں دی اور نہ ہی بے چارہ وہ اس قابل ہے کہ دلائل دے سکے۔ قاسمی تو دلائل کیا دیتا کیوں کہ وہ ابھی کچا بروزن بچہ ہے۔ اس کا بڑا بھائی قادری جو کہ اپنے حلقے میں بہت پختہ سمجھا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ بے چارہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مار لیتا ہے اور اپنی دلیل اپنے خلاف دینے لگ جاتا ہے۔

دونوں بھائیوں نے اس سلسلے میں سعید الرحمٰن علوی ایڈیٹر ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور سے بھی مدد لی تاکہ کچھ سہارا مل جائے' لیکن ڈوبنے والا ڈوبتے کو کیا سہارا دے سکتا ہے۔ اندھا اندھے کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ قاسمی اور قادری مقلد ہونے کی وجہ سے بے بس علوی بے چارہ ان سے بھی زیادہ بے بس۔

ایک مقلد دوسرے خدام الدین کا ایڈیٹر۔ اس لیے تینوں اس رسالہ میں غوطے کھاتے اور صاف ڈوبتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قاسمی برادران نے تو سرے سے کوئی دلیل دی نہیں' علوی بے چارے نے ضرور ٹانگ اڑائی ہے۔ لیکن منہ کی کھائی ہے۔ کیوں کہ اس بے چارے کو اتنا بھی پتا نہیں کہ دلیل کسے کہتے ہیں اور دعویٰ کیسے ثابت ہوتا ہے۔ ادھر

ادھر سے کاٹ چھانٹ کر تین چار عبارتیں نقل کر دی ہیں اور بس۔ یہ نہیں دیکھا کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا۔ اس رسالے میں ان اصحاب ثلاثہ نے مل کر جو تیر مارا ہے وہ شرف الدین صاحب کا فتویٰ ہے جس کے بارے میں قاسمی صاحب فرماتے ہیں۔ شرف الدین صاحب نے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کی خدمت میں پیش کردہ حدیث پر دس وجوہ سے کلام کیا ہے میں کہتا ہوں قاسمی صاحب اگر وہ وجوہ آپ کو سب سے زیادہ پسند ہیں اور تو آپ کے خانے میں بیٹھ گئی ہیں تو ایک وجہ جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو اور آپ کے خانے میں نیچے چلی گئی ہو۔ ہمارے سامنے پیش کر کے دیکھ لیں تاکہ آپ کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔

قاسمی صاحب آپ جو کہتے ہیں شرف الدین صاحب نے طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بادلائل ثابت کیا ہے میں پوچھتا ہوں شرف الدین صاحب کا یہی مسئلہ آپ کے نزدیک ثابت ہے یا ان کے بادلائل ثابت کیے ہوئے اور مسئلے بھی آپ کے نزدیک ثابت ہیں تو آپ تقلید پر لعنت بھیجیں اور ان کے ثابت کردہ مسائل کو ہی مان لیں اور کم از کم ان جیسے اہل حدیث تو بن جائیں اور اگر ان کے بادلائل ثابت کئے ہوئے اور مسئلے ان کے نزدیک ثابت نہیں تو پھر یہ طلاق ثلاثہ والا آپ کے نزدیک کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا صرف اس لیے کہ یہ آپ کے مطلب کا ہے۔ مقلد بھی کیسا مطلبی اور پھر اپنے مطلب کے لیے کیسا ذلیل ہوتا ہے اللہ ایسی مطلب پرستی اور ذلت سے بچائے۔ قادری صاحب کوئی مسئلہ کسی کے بادلائل لکھ دینے سے ثابت نہیں ہو جاتا۔ لکھنے کو تو موافق مخالف سب کچھ لکھتے ہیں، لیکن ثابت وہی ہوتا ہے جس کے دلائل صحیح اور دعویٰ کے مطابق ہوں اور یہاں یہ بات نہیں، شبہ ہو تو تقریری یا تحریری مناظرہ کر کے دیکھ لیں، آپ کو ہوش آجائے گی۔

آپ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے سے تین ہی واقع ہوں گی، میں کہتا ہوں قاسمی صاحب اگر آپ کا یہ مسئلہ صحیح ہے اور اہل حدیث کا غلط ہے تو جب آپ حماقت سے ہی عورتوں کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں تو پھر مارے مارے اہل حدیثوں کے پیچھے کیوں پھرتے ہیں؟ کیا اس وقت اہل حدیث کا یہ مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے۔ اور

آپ کے لیے حرام حلال ہو جاتا ہے آپ دگوں کو یاد ہو گا' آپ خود یہ مسئلہ اہل حدیث سے جامعہ محمدیہ فقیر والی سے لکھوا کر لے گئے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ مولانا عبیداللہ مرحوم سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور خود' دو دفعہ اہل حدیث سے یہی فتویٰ لکھوا کر لے گئے۔ مولانا قادر بخش مرحوم نے مولانا عبیداللہ صاحب سے پوچھا بھی مولانا اہل حدیث کا یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا غلط تو وہ فرمانے لگے کہ بھئی غلط کیسے کہہ سکتا ہوں جب حدیث سے ثابت ہے۔ مولانا قادر بخش نے فرمایا اگر اہل حدیث کا یہ مسئلہ صحیح ہے تو پھر آپ خود فتویٰ کیوں نہیں لکھ دیتے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہے' انھوں نے فرمایا حنفی ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں۔ ایک اہل حدیث دیہاتی پاس ہی بیٹھا تھا وہ بول پڑا" مولوی جی اے تاں ٹھیک نہیں اگے پیچھے ساڈے خلاف فتوے پھڈی نوں ساڈے کولوں فتوے" ---بات اگرچہ ان پڑھ کی تھی لیکن تھی معقول مولانا خاموش ہو گئے اور یہی حال قاسمی صاحب کا ہے۔ جب پھنس جاتے ہیں تو فتوے ہم سے لیتے ہیں۔ قاسمی صاحب ایک طرف تو آپ کہتے ہیں اہل حدیث کا یہ مسئلہ غلط ہے اللہ اور اس کے رسولؐ اس پر سخت ناراض ہیں دوسری طرف آپ اور آپ کے علما حلالہ سے بچنے کے لیے اہل حدیث سے یہی فتویٰ لے کر اپنا کام چلاتے ہیں بلکہ آپ کے علما ہمیشہ سے یہ فتویٰ دیتے آئے ہیں کہ ضرورت کے وقت میں ایسے مسائل میں اہل حدیث عالم سے فتویٰ لیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں فتاویٰ مفتی کفایت اللہ۔ مفتی حبیب المرسلین اور مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہم بلکہ فتویٰ حکیم محمد قائم الدین حنفی نقشبندی اور خادم العلما عطاء محمد وغیرہما کا حق و صداقت کی عظیم الشان فتح میں چھپا ہے۔ اس میں انھوں نے صاف تسلیم کیا ہے کہ بعض احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور فرقہ اہل حدیث اہل ظاہر اور ایک جماعت حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور امام جعفر صادق اور محمد باقر اور دیگر اہل بیت تین کے وقوع کے قائل نہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور علیؓ سے مروی ہے۔

قاسمی صاحب! اب لیجیے زبان میری ہے بات ان کی' آپ کے عالموں نے ہی آپ کا یہ کہنا غلط ثابت کر دیا کہ آٹھویں صدی ہجری تک بالاتفاق تین طلاق سے تین ہی مراد لی گئی

ہیں۔

قادری و قاسمی صاحبان آپ طلاق ثلاثہ کی شرعی حیثیت پر رسالے لکھتے ہیں' آپ رسالے لکھیں' آمین' رفع الیدین پر جن پر آپ ضد کر سکتے ہیں' جس مسئلے کے سامنے آپ کل کو گھٹنے ٹیک دیں آپ اس کی شرعی حیثیتیں کیوں بیان کرتے ہیں؟

عاقل چرا کارے کند کہ باز آید پشیمانی

قاسمی صاحب آپ اس وقت سے ڈریں جب کہ آپ خود اس مسئلے کا شکار ہوں اور کسی کو کوئی پتا نہیں کب کوئی حنفی اس مسئلے کی زد میں آجائے۔ سنت طریقے سے تو آپ لوگوں نے کوئی کام کرنا نہیں۔ کرتے تو آپ لوگ بدعتیں ہی ہیں۔ طلاق بھی آپ لوگوں نے بدعتی ہی دینی ہے پھر رونا پچھتانا بھی ضروری ہے۔ جب آپ اپنی بیوی کو ایسی طلاق دے بیٹھتے ہوں کہ پھر یا تو کسی سے اپنی بیوی کو حلال کروائیں یا مولوی یونس کے پیچھے مارے مارے پھریں۔ ارے مولوی یونس خدارا کسی اہل حدیث عالم سے فتویٰ ہی لے دو ورنہ اگر میں نے حلالہ کروایا تو میری بیوی تو گئی۔ اگر آپ اس وقت کہیں کہ اہل حدیث کا یہ مسئلہ غلط ہے تو اب جب کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں' مزے سے حنفیوں کی عورتوں کو حلال کرتے ہیں تو یہ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا آپ کا یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ اس وقت بھی تین طلاق کے تین واقع ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔

اس مسئلے پر اجماع کبھی اور کسی زمانے میں نہیں ہوا' نہ خیر القرون میں' نہ بعد میں' ہر زمانے میں علما حق کی ایک معتدبہ جماعت اس کے خلاف فتویٰ دیتی رہی ہے۔ حال ہی میں مصر کے حنفی علما نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ پچھلے دنوں ہندوستان کے حنفی اور اہل حدیث علما کی کانفرنس ہوئی اس میں بھی اس کو ترجیح دی گئی کہ تین طلاق کو ایک ہی قرار دیا جائے۔ اس لیے قادری صاحب و قاسمی صاحب! آپ بھی ہوش سے کام لیں' وہ کام نہ کریں جس سے آپ کو دنیا و آخرت میں پچھتانا پڑے۔

قاسمی کے رسالہ "ننگے سر نماز" پر ایک نظر

قاسمی صاحب کے رسالہ کے شروع میں ہی لکھا ہے کہ اہل حدیث ننگے سر نماز نہ

پڑھنے والے کو تارک سنت کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں قاسمی صاحب یہ بالکل جھوٹ ہے' نہ اہل حدیث کا یہ مذہب ہے' نہ کوئی اہل حدیث یہ بات کہتا ہے' اس کے بعد قاسمی صاحب کہتے ہیں ننگے سر نماز تہذیب کے بھی خلاف ہے اور دربار خداوندی میں حاضری کے آداب کے بھی منافی۔ میں پوچھتا ہوں حج کے موقع پر دربار خداوندی کی آن بان زیادہ ہوتی ہے یا یہاں۔ جب وہاں ننگے سر حاضری گستاخی نہیں تو یہاں کیسے؟ قاسمی صاحب اگر رسالے میں ایسے جھوٹ بولنے تھے اور ایسی جہالت کی باتیں لکھنا تھیں توامام اعظم اکیڈمی کی بجائے اپنے والد کے نام پر فضل اکیڈمی بنا کر یہ کام کرتے۔ ایک تو آپ کے والد بزرگوار کو ثواب پہنچتا دوسرے امام صاحب کے نام کی یہ رسوائی نہ ہوتی۔ سچ ہے اگر اولاد گندی نکل جائے تو والدین کو بھی بدنام کردیتی ہے۔

اس کے بعد قاسمی صاحب نے اہل حدیث عالموں کے کچھ فتاویٰ نقل کیے ہیں۔

میں کہتا ہوں قاسمی صاحب وہ فتاویٰ غلط ہوں یا صحیح آپ کی حماقتوں کی تائید کوئی نہیں کرتا' بلکہ آپ کی تردید تو آپ کے گھر والے ہی کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے ابا سے پوچھ لیں کہ کیا فتاویٰ عالمگیری میں یہ نہیں" وَلَاَ بَاْسَ بِهٖ اِذَا فَعَلَهٗ تَذَلُّلاً وَّ خُشُوعًا بَلْ حَسَنٌ "یعنی اگر عاجزی اور ذلت کے اظہار کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ یہ اچھا ہے گستاخی ہو تو خدا حاجی سے یہ گستاخی کیوں کروائے۔ قاسمی صاحب آپ کے امام کی مسند میں یہ حدیث ہے۔ ((اِنَّ جَابِرًا اَمَّهُمْ فِیْ قَمِیْصٍ وَّاحِدٍ وَ عِنْدَهٗ فَضْلُ ثِیَابٍ یُعَرِّفُنَا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ)) حضرت جابر نے صرف ایک قمیص میں نماز پڑھائی حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے بھی موجود تھے یہ بتانے کے لیے کہ یہ سنت رسولؐ ہے قاسمی صاحب اب آپ سنت رسولؐ سے دشمنی کر کے اپنی آخرت برباد کریں تو آپ کی مرضی توبہ کر کے اہل حدیث ہو جائیں تو آپ کی مرضی۔

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

دوبارہ
حضرت علامہ شمس الحق افغانی
کی خدمت میں

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ اپنے دروس میں وقتاً فوقتاً حسب عادت مسلک اہل حدیث پر کرم فرمائی کرتے رہتے ہیں جس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔ پہلے ایک درس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اہل حدیث کی اذان جو ترجیع سے ہوتی ہے صحیح نہیں آنحضرت ﷺ نے تو شہادتین کو کسی خاص مقصد کے تحت دہرایا تھا۔ انھوں نے اس تکرار کو اذان بنا لیا۔ اپنے حالیہ دروس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اہل حدیث منسوخ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ رفع الیدین پہلے تو جائز تھی پھر منسوخ ہو گئی۔ جیسے شراب شروع اسلام میں جائز تھی پھر حرام ہو گئی۔ پہلے بھی آپ کو ایک تحریر بھیجی گئی تھی جس کا آپ نے جواب نہ دیا۔ اس میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ جو فرماتے ہیں ترجیع والی اذان غلط ہے تو بتائیں کہ یہ غلطی صحابی رسولؐ حضرت محذورہؓ کو لگی یا جماعت اہل حدیث کو۔ آخر آپ کو کیسے معلوم ہو گیا یا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نیت اذان کی نہ تھی۔ اب آپ نے فرمایا رفع الیدین منسوخ ہے غیر مقلدین منسوخ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں لہذا بذریعہ تحریر ہذا آپ سے مطالبہ ہے کہ یا تو اپنے دعویٰ کا کماحقہ ثبوت دیں تاکہ اہل حدیث غلطی میں نہ رہیں' اپنی اصلاح کر لیں یا آپ ان کے سنت ہونے کا اقرار کریں تاکہ عوام آپ کی شخصیت کی وجہ سے سنت نبوی کا انکار کر کے گمراہ نہ ہوں اور آپ کو گناہ گار نہ بنائیں۔

جہاں تک رفع الیدین کے ثبوت کا سوال ہے تو یہ ایک ایسی سنت ہے جو بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' نسائی ابن ماجہ کے علاوہ حدیث کی ہر کتاب سے ثابت ہے۔ یہی ایک سنت ہے جس کو عشرہ مبشرہ یعنی دس جنتی صحابہ نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہید اپنی کتاب "تنویر العینین" ❶ میں لکھتے ہیں۔

" وَنحنُ نذكرُ اسماءَ بَعْضِهِم فَمِنْهُمُ الْعَشَرةُ الْمُبَشَّرَةُ كما قال الْحَاكِمُ لَيسَ بِسُنَّةٍ مِنَ السُّنَنِ رَوَاهُ الْعَشَرَةُ الْمُبَشَّرَةُ غَيرَ رَفعِ الْيَدَينِ "

---

❶ (تنویر العینین ص 14)

یعنی سینکڑوں صحابہ میں سے جو رفع الیدین کے راوی ہیں، ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں، دس تو ان میں سے وہ ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں جیسا کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت سوائے رفع الیدین کے ایسی نہیں جن کو عشرہ مبشرہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت زید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہو۔ اس کے علاوہ حضرت حسنؓ، حضرت سہلؓ، حضرت زیدؓ، حضرت عقبہؓ حضرت ابو مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت سلمانؓ حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابو سعیدؓ حضرت عائشہؓ حضرت ام الدرداء، حضرت بریدہ، حضرت عمارؓ حضرت وائل بن حجرؓ حضرت مالک بن الحویرثؓ حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابو حمید الساعدیؓ حضرت اسید ساعدیؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ حضرت ابو قتادہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عمیر اللیثی حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہم کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہ سنت رفع الیدین مروی ہے۔

صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات سے چند ماہ قبل بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں جیسا کہ مسلم اور ابو داؤد میں وائل بن حجرؓ کی احادیث سے واضح ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں یہ لفظ بھی صاف ہیں۔ ((فما زالتْ تِلْكَ صلوتُه)) (بحواله نصب الراية) ❶ یعنی حضور وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا دعویٰ النسخ بالکل باطل ہے۔ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رفع الیدین کو نماز میں شامل کرتے ہیں۔ ❷ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں طریقہ نماز بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: وَالَّذِي يَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّنْ لَا يَرْفَعُ لِاَنَّ اَحَادِيْثَ الرَّفْعِ اَكْثَرُ وَ اَثْبَتُ ❸۔ یعنی رفع الیدین کرنے والے مجھے زیادہ پسند ہیں کیوں کہ رفع الیدین کی حدیثیں بہت ہیں

---

❶ (تلخیص الحبیر 218/1 کتاب الصلوۃ باب صفة الصلوۃ رقم 327)

❷ (ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین صفحہ 10) ❸ (حجۃ اللہ البالغۃ جلد 2 ص 10)

اور زیادہ صحیح ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید جیسے مجاہد اور عالم جلیل نے رفع الیدین کے مسنون ہونے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے' جس کا نام تنویر العینین فی مسئلہ رفع الیدین'' ہے۔ وہ اس کے صفحہ 9 پر رفع الیدین کو سنت ہدیٰ لکھتے ہیں اور پھر سنت ہدیٰ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَمْ يُنْسَخْ وَ لَمْ يُتْرَكْ بالاجماع یعنی رفع الیدین ایسی سنت ہے جو نہ منسوخ ہے اور نہ متروک۔ اس پر اجماع ہے اس صدی کے دیوبندی علما میں مولانا انور شاہ صاحب مرحوم کشمیری کا بہت اونچا مقام ہے وہ دیوبند کے فارغ اکثر علما کے استاد ہیں۔ آپ بھی یقیناً ان سے فیض یاب ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنی کتاب نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع الیدین میں بڑے زور سے لکھتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''وَ لِيُعْلَمَ اَنَّ الرَّفْعَ مُتَوَاتِرٌ اِسْنَادًا وَّ عَمَلاً لاَّ يُشَكُّ فِيْهِ وَ لَمْ يُنْسَخْ فِيْهِ وَ لاَ حَرْفٌ مِنْهُ'' ❶

یعنی رفع الیدین سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ رفع الیدین منسوخ تو حرف تک نہیں۔ ایسے بین شواہد کے بعد ایک عام آدمی بھی جو اپنے دل میں ایمان رکھتا ہو ایسی جرأت نہیں کر سکتا کہ ایسی ثابت اور محکم سنت رسول کو منسوخ کہہ کر مٹانے کی کوشش کرے۔ چہ جائیکہ آپ جیسا علامہ ایسی غلطی کا ارتکاب کرے۔ اگر آپ نے یہ دعویٰ بغیر تحقیق کے کر دیا ہے تو خدارا تحقیق کریں۔ نبی ﷺ کی سنت ہے معاملہ بڑا نازک ہے اور اگر آپ نے تحقیق کی ہے اور کسی صحیح حدیث کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے تو وہ صحیح حدیث ہمیں بھی دکھائیں۔ اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ناسخ منسوخ کے بعد ہوتا ہے۔ اور درجے میں بھی کم از کم منسوخ کے برابر ضرور ہوتا ہے۔ جب رفع الیدین کرنا سنت ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ آپ کو بھی تسلیم ہے۔ تو اس کو منسوخ کرنے والی حدیث بھی لازماً صریح یا صحیح ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ کرنے والی حدیث تو صحیح اور صریح ہو اور منسوخ کرنے والی ضعیف بلکہ موضوع اور مبہم ہو۔ اسی طرح منسوخ کرنے والی حدیث وہی ہو سکتی ہے جو مالک بن حویرثؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت کردہ احادیث کے بعد ہو یعنی تقریباً

---

❶ (نیل الفرقدین ص 24)

شوال سن 10 ہجری کے بعد۔ کیوں کہ ہمیشہ ناسخ منسوخ کے بعد ہوتا ہے۔ رہ گئی ترک کی حدیث اول تو کوئی صحیح ہے ہی نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی تو اس سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ ترک عدم وجوب کے اظہار کے لیے ہو۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہید "تنویر العینین" میں لکھتے ہیں:

"وَ قَدْ تَقَرَّرَ فِي الْأُصُوْلِ اَنَّ الْاِتِيَانَ بِفِعْلٍ بِغَيْرِ تَرْكِهٖ مَرَّةً دَلِيْلُ وُجُوْبِهٖ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقَوْلِ بِتَرْكِ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ اَيْضًا لِئَلَّا يَلْزَمَ الْوُجُوْبُ فَلَا تَعَارُضَ مِنْ بَيْنِ الْاَحَادِيْثِ الرَّفْعِ وَالتَّرْكِ" ❶

نسخ کے لیے تو صریح عبارت چاہیے لہٰذا اگر آپ کے پاس کوئی ایسی صحیح صریح حدیث ہو جو سن 10 ہجری کے بعد کی ہو۔ اور اس میں صاف ہو کہ حضور علیہ ﷺ نے مختلف فیہ یعنی رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت کی رفع الیدین سے منع فرمایا ہے۔ تو پیش کریں۔ ایسی حدیث کے بعد نہ یہ کہ ہم رفع الیدین کرنا چھوڑ دیں گے بلکہ آپ کو اس حدیث کے ہر ہر لفظ کے عوض سو سو روپیہ حق محنت و تحقیق ادا کریں گے۔ امانت و ضمانت کے لیے آپ کے معتمد خصوصی جناب ڈاکٹر نیاز احمد صاحب ریٹائرڈ میڈیکل آفیسر سنٹرل جیل بہاول پور کا نام نامی اسم گرامی پیش کیا جاتا ہے۔ جب آپ کو حدیث مل جائے اور آپ تیار ہو جائیں تو کمترین کو مندرجہ ذیل پتا پر اطلاع کریں۔

رقم فوراً ڈاکٹر صاحب کے نام بہاول پور بینک میں جمع کرادی جائے گی جو مقررہ ثالثوں کے فیصلے کے بعد آپ کو مل جائے گی اور اگر پوری تلاش و تحقیق کے بعد بھی آپ کو کوئی ایسی صحیح اور صریح حدیث نہ ملے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ نہیں ملے گی کیوں کہ ہے ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو اہل حدیث سب سے پہلے اس پر عمل کرتے۔ وہ اہل حدیث ہی کیا ہوئے جو ناسخ کو چھوڑ کر منسوخ پر عمل کرے۔

آپ فرقہ بندی کے چکر میں پڑ کر خواہ مخواہ ﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ

---

❶ (تنویر العینین ص 16)

مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ۝[4 النساء :115] کی زد میں نہ آئیں۔ رفع الیدین اور ترجیع والی اذان کے سنت ہونے کا صاف اعلان کر دیں۔ اللہ پاک ہم سب کو سنت نبوی کی محبت عطا فرمائے اور ان تقلیدی جھگڑ بندیوں سے بچائے' آمین۔!

☆☆☆☆☆

حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی خدمت میں

پروفیسر حافظ محمد عبد اللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے۔ کوئی کتنا ہی اونچا اڑے آپ ﷺ کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب وہ مقام صرف آپؐ کی سنت کو حاصل ہے۔ سنت کی قدر آپ کی قدر ہے۔ سنت کی بے قدری آپؐ کی بے قدری ہے۔

جناب علامہ صاحب! ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو اپنے حلقے میں بہت عزت و شہرت حاصل ہے۔ آپ کے معتقدین آپ کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ہم بھی آپ کے اس درجے کو تسلیم کرتے ہیں' لیکن فرق یہ ہے کہ آپ کے مرید مقلد ہیں اور ہم غیر مقلد۔ مقلد کو صرف وہی نظر آتا ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے۔ اس کو اس سے آگے نظر نہیں آتا۔ اس کا امام اس کے لیے آڑ بن جاتا ہے۔ ہم عالم کی قدر کرتے ہیں لیکن مقلد بن کر نہیں کہ تقلید کے پردے میں رسولؐ اور اس کی سنت بھی نظر نہ آئے۔ ہم رفع الیدین کو سنت رسولؐ کہتے ہیں۔ اس لیے اس کی اشاعت وترویج کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ اسے منسوخ کہہ کر مٹاتے ہیں۔ چونکہ معاملہ سنت رسولؐ کا ہے اس لیے اس کا فیصلہ ضروری ہے۔ اگر یہ سنت محکمہ ہے تو اسے منسوخ کہہ کر مٹانا بہت بڑا جرم ہے اور اگر یہ منسوخ ہے تو اس پر عمل کرنا بہت بڑی نافرمانی ہے۔ لہٰذا یا تو اسے سنت تسلیم کریں یا اسے منسوخ ثابت کریں۔ یہی وہ مطالبہ ہے جو کئی مرتبہ اشتہار اور خطوط کے ذریعے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اب دوبارہ کیا جا رہا ہے۔ آپ شاید ناراض ہوں۔ یقین جانیے ہمیں آپ کی ناراضگی کا بہت خیال ہے' لیکن کیا کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا آپ سے بہت زیادہ خیال ہے۔ قیامت کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آخر معاملہ ان کی سنت کا ہے۔ ایک طرف آپ کی عزت' ادب تقدس کا سوال ہے اور دوسری طرف حضور ﷺ کی سنت کا۔ آپ کی عزت آپ کی بات اونچا رہنے اور آپ کے مقابل نہ آنے میں ہے اور حضور ﷺ کی عزت ان کی سنت کو زندہ رکھنے میں ہے۔ آپ کے مریدین کہتے ہیں ہمارے حضرت کے مقابلے میں آنے والا یہ قادر بخش کون؟ اور سنت کے شیدائی کہتے ہیں کہ زندہ سنت کو مردہ کر کے دکھانے والا یہ افغانی

کون ؟ کوئی کتنا ہی بڑا عالم' فاضل' شیخ یا پیر کیوں نہ ہو' یہ حق کسی کو نہیں پہنچتا کہ حضور ﷺ کی سنت کو مٹائے۔ آپؒ ہی خیال فرمائیں جو عمل حضور ﷺ' صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ کرام سے مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہو وہ منسوخ کیسے ہو سکتا ہے۔ امام شافعیؒ 'امام احمدؒ اور امام مالکؒ جو رفع الیدین کے قائل تھے تو کیا ان کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ آخر وہ ساری عمر اس کے قائل و عامل رہے تو کیوں ؟ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اہل سنت کے چار اماموں میں سے تین امام جس سنت کے قائل و عامل ہوں آپ اسے منسوخ کہتے ہیں اور پھر کمال یہ ہے کہ چوتھے امام 'امام ابو حنیفہؒ صاحب بھی جن کے آپ مقلد ہیں اس کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں۔ اب پتا نہیں آپ مقلد کیسے ہیں جو اپنے امام سے آگے نکل گئے۔ مرفوع حدیث تو درکنار اگر آپ امام ابو حنیفہؒ صاحب سے بھی رفع الیدین کا منسوخ ہونا بسند صحیح ثابت کر دیں تو اپنی شان کے مطابق جو چاہیں ہم سے انعام حاصل کریں۔ اگر انعام کو جو ایا سٹہ سمجھا جائے جیسا کہ آپ کے متفقہ فی الدین مریدین کہتے ہیں یا بے نیازی کا اظہار کیا جائے تو ہم سونے میں تول کر سونا صدقہ کر دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔ آپ کے مریدین کہتے ہیں کہ قادر بخش ہمارے حضرت علامہ صاحب سے کوئی بڑا عالم ہے جو اس کی بات صحیح ہو؟ وہ یہ نہیں سوچتے کہ کیا افغانی صاحب اماموں سے عبدالقادر جیلانی شاہ اسماعیل شہید' قاضی ثناء اللہ پانی پتی' مولانا عبدالحی لکھنوی' مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا انور شاہ صاحب کشمیری جیسے مسلم اور جلیل القدر علماء سے جو کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں بڑے عالم ہیں کہ وہ افغانی صاحب کی مانتے ہیں اور ان ائمہ اور علماء کی نہیں مانتے۔ آخر ان کو ڈر کیوں نہیں لگتا جو معمولی سے دھوکا سے رفع الیدین جیسی سنت متواترہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں چھوڑ کر صرف ثواب سے ہی محروم نہیں ہوتے بلکہ منسوخ کہہ کر مٹانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ کی سنت کو مٹانے کا جو گناہ ہے اس کا اندازہ قیامت کو ہی ہو گا۔ آپ کے حلقے میں یہ بہت مشہور کیا گیا ہے کہ افغانی صاحب نے اس اشتہار کا جواب دے دیا ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ کب اور کیا دیا ہے تو جواب ندارد۔ اصل میں عوام نہیں جانتے کہ ہمارے سوال کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ افغانی صاحب

کبھی کوئی ایک آدھ پمفلٹ نکال دیں گے' جواب ہو جائے گا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اشتہار کا جواب اشتہار یا کوئی کتابچہ نہیں ایک صحیح اور صریح حدیث رسولؐ ہی ہو سکتی ہے جو سن 10 ہجری کے بعد کی ہو۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ حضور علیہ ﷺ نے رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہمارے اشتہار کا جواب حضرت جابر بن سمرہؓ والی روایت بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اولاً اس کی تاریخ کا پتا نہیں کہ کب کی ہے؟ ثانیاً اس میں صراحت نہیں کی کہ یہ سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح مارنے والی رفع الیدین کونسی ہے؟ متنازع فیہ تو یہ ہو نہیں سکتی کیوں کہ افغانی صاحب خود بھی وتروں اور عیدین میں ایسی رفع الیدین کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ والی روایات بھی جواب میں پیش نہیں کی جا سکتیں کیوں کہ اولاً وہ نسخ میں صریح نہیں' ثانیاً ان کی تاریخ کا کوئی پتا نہیں کہ آیا یہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت مالک بن حویرث کی احادیث کے بعد کی ہیں یا پہلے کی۔

کوئی لمبا چوڑا اشتہار نکال کر یا کوئی کتاب چھپوا کر عوام کو مغالطہ دینا اور بات ہے اور ہمارے سوال کا جواب دینا اور بات ہے۔ ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ ہمارا سوال کیا ہے' ہمارا سوال یہ ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے تو منسوخ کس نے کی' یہ شروع کب اور کس حدیث سے ہوئی اور منسوخ کب اور کس حدیث سے ہوئی؟ چاروں اماموں میں سے کونسا امام اسے منسوخ کہتا ہے' کیا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ اور دیگر علماے احناف جو کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' ان کا کہنا غلط ہے یا صحیح؟

جناب علامہ صاحب! جہاں تک النصح لکل مسلم کی ذمہ داری تھی ہم نے پوری کر دی۔ اصل حقیقت آپ کے بھی سامنے رکھ دی اور آپ کے مریدوں کے بھی۔ اب فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے ویسے سوچ لیجیے معاملہ سنت رسول کا ہے۔ میرا اور آپ کا نہیں۔ اپنی عزت و ارادت کو نہ دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھیں۔ سنت کو مٹانا کوئی معمولی بات نہیں۔ ایک طرف آپ کے عقیدت مند آپ کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کہ آپ کی زبان و قلم سے کیا نکلتا ہے۔ اب اگر آپ اپنی عزت کو دیکھتے ہوئے اسی پر مصر

رہے جو آپ کی زبان سے ایک دفعہ غلط نکل چکا ہے۔ تو مجھے ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ ﴾ [2:البقرۃ 206] سے ڈر لگتا ہے کہ آخر اتنے ارادت مندوں کا بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔ وہ تو آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں' اب اللہ کرے آپ وہی فرمائیں جو حق ہے۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆

مسئلہ رفع الیدین

اور

قطب الاحناف حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی
شیخ الاحناف حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

یہ رسالہ افغانی صاحب اور نعمانی صاحب کے رسالہ "مسئلہ رفع الیدین اور اہل حدیث" کا جواب ہے۔ اہل حدیث اور حنفی کا اختلاف کوئی وقتی یا فروعی اختلاف نہیں بلکہ بنیادی اختلاف ہے۔ اور یہ اس وقت سے چلا آ رہا ہے جب سے حنفیت نے موجودہ تقلیدی جمود کی صورت اختیار کی ہے۔ احناف کو جو بغض اہل حدیث سے ہے وہ کسی اور سے نہیں۔ باقی سارے فرقے چونکہ تقلید میں ان کے ہمنوا ہیں اس لیے ان کی ملی بھگت ہو جاتی ہے لیکن اہل حدیث سے جو فرقہ بندی کے سخت خلاف ہیں ان کا نبھاؤ بہت مشکل ہے۔ فرقہ بندی کی اصل روح تقلید ہے ۔ فرقہ بندی سے جو اسلام کو نقصان پہنچا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری تقلید اور اہل تقلید پر عائد ہوتی ہے۔ حنفی مذہب تقلید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث کی سیدھی سادھی قرآن و حدیث کی تبلیغ کو حنفی برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس سے اس کی تقلید حرام ہوتی ہے حنفی علما نے جب دیکھا کہ اہل حدیث کی تبلیغ تو گھر کرتی جا رہی ہے تو وہ بوکھلا گئے۔ بعض نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ یہ غیر مقلد ہیں' یہ ایک نیا فرقہ ہے۔ یہ منسوخ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ رفع الیدین شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہو گئی اذان ان کی غلط ہے' آمین اور الحمد کے مسئلے ان کے غلط ہیں' الغرض اہل حدیث کے خلاف جو کہہ سکتے تھے کہا۔ ہمیں اس بات پر افسوس نہیں کہ حنفی علما ہمارے خلاف کیا کہتے ہیں۔ افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ جب ہم پوچھتے ہیں تو پھر بولتے نہیں۔ پھر چھپتے ہیں۔ اوچھے ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ نکلواؤ عبداللہ کو ساری شرارتیں یہ کرتا ہے۔ نعرے لگاتے ہیں' سکیمیں تیار کرتے ہیں۔ اب کوئی پوچھے قرآن و حدیث کی بات سنانا تو شرارت ہو جائے قرآن و حدیث کے خلاف مسائل بیان کرنا' دین کو بگاڑنا اور اقوال الناس اور آرائے رجال پر مذہب تعمیر کرنا شرارت نہ ہو۔ اس کے علاوہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حنفی حضرات پروفیسر عبداللہ پر دوڑ کر کیوں پڑتے ہیں' کیا اس وجہ سے کہ وہ عالم بڑا ہے یا اس وجہ

سے کہ وہ ملازم آدمی ہے اور اس سے اپنی شکست کا انتقام با آسانی لیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ بالکل نو آموز ہے۔ ہمارے سامنے پڑھا ہے اور وہ بھی گزارے کے لائق' نہ عالم نہ فاضل نہ تجربہ کار۔ شیخ التفسیر وہ نہیں' شیخ الحدیث وہ نہیں۔ مفتی وہ نہیں' معمولی استعداد کا سکولوں کالجوں میں پڑھنے پڑھانے والا آدمی ہے۔ اس میں کیا جرأت اور اسے کیا ضرورت کہ افغانی اور نعمانی صاحبان جیسے پہاڑوں سے ٹکرائے۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ یہ کیا تمھاری صداقت کا ثبوت ہے جو تم جواب تو نہیں دے سکتے اور "پکڑ لو' نکال دو" کی تیاریاں شروع کر دیتے ہو۔ انسان جب اصل موضوع سے ہٹ کر کوئی کارروائی کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ اب اس کے پلے کچھ نہیں جو وہ اس بات پر اتر آیا ہے۔ اکثریت تمھاری' زور تمھارا۔ اپنے مذہب کو اگر سچا ہے تو دلائل سے بچاؤ نہ کہ ﴿وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾ [21:الانبیاء :68] کہہ کر انتقامی کارروائیوں پر اتر آؤ۔ اس سے عوام پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث سچے ہیں اور یہ جھوٹے۔ جبھی یہ اوچھے ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ افغانی صاحب والا اشتہار کیا نکلا؟ سارے حنفیوں میں کھلبلی مچ گئی' حالانکہ اس میں کوئی قابل اعتراض یا دل آزاری کی بات نہ تھی۔ ادھر محمد معاذ خط لکھ رہا ہے کہ ہم یوں کر دیں گے' ادھر سے مولوی لطافت الرحمٰن' کبھی سلیم دھمکی دے رہا ہے اور کبھی رشید کہ ایسا ہو جائے گا۔

اللہ کے بندو! اگر طاقت ہے تو جواب دو۔ نہیں تو چپ رہو۔ ان حرکتوں سے حق نہیں دبا کرتا۔ اللہ کے دین خالص قرآن و حدیث کی تبلیغ ہوتی ہے' ہونے دو۔ تمھارا بھی بھلا ہوگا' ہمارا بھی۔ ہم کوئی امام ابوحنیفہؒ صاحب کے مخالف تو نہیں' جو آپ کو تکلیف ہو۔ وہ آپ سے زیادہ ہمارے قریب ہیں۔ اگر شبہ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھ لو۔

مخالفت تو غلط مذہب کی ہوتی ہے اور وہ ہر مسلمان کو کرنی چاہیے۔ ذاتیات پر آنا اور لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں۔ ہماری جو بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس کو غلط ثابت کرو ہم چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ جو تمھاری غلطی ہو' اس کو غلط مانو اور چھوڑ دو۔ بلکہ ہم تو اخلاص کے ساتھ آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ چھوڑیے اس فرقہ بندی کو آیئے قرآن و حدیث پر

اتحاد کر لیں۔ امام ابو حنیفہ صاحب نے کہاں کہا تھا کہ میرے نام پر مذہب بنا کر حنفی بن جانا۔ ہم اس فالتو اور غیر ضروری چیز کو پھوٹ کا سبب کیوں بنائیں۔

کہا ابو حنیفہؒ نے کب یہ بھلا
کہ تقلید میری کرو تم سدا
کہی بات ایسی انھوں نے نہیں
نہ ملتی ہے ان کی کتب میں کہیں

اگر ہم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کے نام پر دعوت دیں تو آپ بڑی خوشی سے روکیں گے، لیکن جب آپ کسی کا نام لے کر دین میں پھوٹ ڈالیں تو ہم کیوں نہ ٹوکیں۔؟

پہلے تو افغانی صاحب نے اپنے رسالہ میں رفع الیدین، آمین، اور الحمد شریف پر تحقیق کے دریا بہا دیے۔ جب پوچھا کہ حضرت ثبوت۔۔۔! تو چپ۔ فرمانے لگے میری قیمت پر اہل حدیث کے قادر بخش کی شہرت کیوں ہو؟ اگر میں نے اہل حدیث کو جواب دیا تو اہل حدیث کی شہرت ہو جائے گی۔ کوئی پوچھے خاں صاحب جب فتح ہی آپ کی ہو گی، فاتح اہل حدیث آپ کا خطاب ہو گا تو شہرت اہل حدیث کی کیسے ہو جائے گی۔ وہ تو آپ کے ایک ہی وار سے مر جائیں گے۔ اس لیے جواب ضرور دیں۔ لیکن پھر بھی خاں صاحب کو جرأت نہ ہوئی۔ نعمانی صاحب کو اپنے ساتھ ملایا۔ ان سے کہا کہ چل بیٹا چڑھ سولی۔ رام بھلی کرے گا۔ تو ہی جواب لکھ۔ ہماری ساری جمعیت احناف تیری پشت پر ہے۔ نعمانی صاحب نے بادل نخواستہ ہاں تو کر دی لیکن ڈرتے رہے۔ آخر کسی نے کہا، ڈرتے کیوں ہو؟ نام بدل لو، جو پڑے گی اس نام پر پڑے گی۔ آپ تو بچے رہیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنا نام بدل کر محمد بن ابی عائشہ رکھا۔ اور سب کی مدد سے یہ رسالہ "رفع الیدین اور اہل حدیث" لکھا۔ اب اس رسالے میں کیا لکھا ہے۔ یہ تو ان کا دل جانتا ہے یا افغانی صاحب کا۔ بہر حال علمائے احناف کی طرف سے اتنا جواب ہے غنیمت۔! اس سے زائد وہ بے چارے کر بھی کیا سکتے تھے۔ کوئی کیسا ہی چالاک کیوں نہ ہو، سچ کو جھوٹ کر دکھانا، جھوٹ کو سچ بنا دینا، یہ کسی کے بس کا کام نہیں۔ قلب ماہیت

تو اللہ ہی کر سکتا ہے ویسے نعمانی صاحب نے کام بڑا کیا۔ احناف کی وکالت کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ ہمارے اعتبار سے ان کی یہ کوشش طفلانہ حرکت سے زیادہ نہیں۔ نہ اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے' نہ ہمارے دعویٰ کو توڑ سکے۔ الٹے رکوع اور سجدے دونوں کی رفع الیدین کا قائل ہونا پڑا۔ بچوں کی طرح غلطیاں اس کے علاوہ اور کیں۔

اب یہ رسالہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ ان کو چاہیے کہ احناف کے رسالے کو سامنے رکھ کر اس کا مطالعہ کریں' تاکہ اندازہ کر سکیں کہ سچ کدھر ہے اور جھوٹ کدھر۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ رفع الیدین منسوخ یا نہیں۔ چونکہ افغانی صاحب نے دعویٰ کیا تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ یا تو اسے کسی صحیح حدیث سے ثابت کرتے ورنہ صاف اقرار کرتے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' ہماری غلطی ہے۔

برخوردار محمد معاذ کی زبانی معلوم ہوا کہ افغانی صاحب اب نسخ سے انکار کرتے ہیں۔ ہمیں افغانی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ورنہ ان کا اور ہمارا کوئی ذاتی جھگڑا یا اختلاف ہے تو مذہب کا ہے۔ جھگڑا تو حق و باطل کا ہے۔ اگر ان کی اب یہ تحقیق ہو گئی ہے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں تو اس امر کا اعلان کر دیں' بات ختم ہو جائے گی۔

اصل میں بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب ابتلا میں ڈال دیا ہے کہ وہ سنت رسولؐ کو دیکھتے ہیں' یا اپنی عزت کو۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں یا آخرت کو دنیا پر۔ افغانی صاحب نے بڑا تکلف کیا جو یہ بتیس صفحے کا رسالہ لکھوایا۔ جواب تو صرف "اتنا" سا کافی تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے۔ یا رفع الیدین منسوخ نہیں۔ اب یہ رسالہ بتیس صفحے کا لکھا' لیکن نسخ کی ایک حدیث بھی نہیں لکھی۔ پھر ادھر ادھر کی غیر ضروری باتوں کی بھر مار کی۔ تطویل لاطائل کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں بھی اپنے رسالے کو طول دینا پڑا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین کرام اکتائیں گے نہیں۔ بلکہ دلچسپی سے پڑھیں گے۔ آخر دین کا مسئلہ ہے' حق اور باطل کا معرکہ ہے۔ اصل جھگڑا رفع الیدین کا نہیں۔ اصل جھگڑا حنفیت اور اہل حدیثیت کا ہے۔ رفع الیدین اس جھگڑے میں ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے افغانی صاحب نے اس مسئلہ کو لیا ہے۔

آپ کو شکایت ہے کہ مسجد اہل حدیث بہاول پور کا خطیب مسلک احناف پر تنقید کرتا ہے میں پوچھتا ہوں کیا مسلک احناف تنقید سے بالاتر ہے۔ جو اس پر تنقید کرنا جرم ہے۔ تنقید سے بالاتر تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے' ان پر یا ان کے مسلک پر تو تنقید کرنا جرم ہے۔

مسلک احناف یا کسی اور مسلک پر جو اس سے ٹکرائے' تنقید کرنا جرم نہیں۔ اب جو جرم نہیں اس کو آپ جرم کہتے ہیں۔ اور جو جرم ہے اس کا خود ارتکاب کرتے ہیں۔ آپ پر کتنا افسوس ہے کہ ہم پر تو اعتراض کرتے ہیں مسلک احناف پر تنقید کرنے کا اور خود مسلک محمدی کو مٹائے چلے جاتے ہیں۔ جب آپ مسلک محمدی کو مٹاتے ہوئے نہیں شرماتے' نہیں ڈرتے تو ہم کسی غلط مسلک پر تنقید کرتے ہوئے کیوں ڈریں۔ ابراہیم علیہ السلام نے باطل کے پجاریوں سے یہی تو کہا تھا:

﴿ وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ﴾[6:الانعام :81]

"جب تم حق سے نہیں ڈرتے تو میں باطل سے کیوں ڈروں۔"

آپ نے قرآنی آیت ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾[2:البقرة:44] لکھ کر ہم پر فٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو آپ کی طرح حق کو چھپاتے تھے۔ مسئلے خود بناتے تھے اور لگاتے تھے اللہ کے ذمے۔ آپ آیت کا الزام ہمیں دیتے ہیں' حالانکہ یہ فٹ آپ پر آتی ہے۔ اپنے لیے تو آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے غلط مسئلوں پر بھی کوئی تنقید نہ کرے اور خود حق کو مٹانے کے درپے ہیں۔ آپ مقلد ہی تھے جو آپ کو یہ آیت نظر آئی اور اس سے پہلی آیت جس میں اصل جرم بیان کیا گیا ہے' نظر نہ آئی۔ اگر نظر آجاتی تو شاید شرم بھی آجاتی۔ ہم پر چسپاں کرنے کی بجائے خود کو دیکھ لیتے۔

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

[2:البقرة:42]

آیت یہی تو کہتی ہے کہ خود تو تم حق کو چھپاتے ہو اور باطل سے ملاتے ہو' یعنی اتنے بڑے بڑے جرم کرتے ہو' اور دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو۔ اب آپ سوچیے کہ یہ جرم کون کرتا ہے۔ کتنے شریعت محمدی کے مسئلے ہیں جن پر آپ نے مٹی ڈالی ہے' کتنے مسئلے ہیں جو آپ لوگوں نے خود بنا کر کھوٹے سکوں کی طرح کھرے سکوں کے ساتھ ملا کر چلائے ہیں۔ آپ اپنی پرائیویٹ مجلسوں میں صاف اقرار کرتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' لیکن پبلک میں کہتے ہیں منسوخ ہے۔ یہ کتمان حق نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کی یہ تلبیس بھی کوئی کم تلبیس نہیں جو حنفی مذہب کو عین اسلام بنائے پھرتے ہیں۔ اسلام کی طرح سے معصوم ظاہر کرتے ہیں۔ تنقید سے بالا قرار دیتے ہیں اور جو کوئی اس پر تنقید کرتا ہے اس کو مجرم اور لائق گردن زدنی گردانتے ہیں۔

آپ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اہل حدیث کا خطیب احناف کے خلاف تلقین کرتا رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں جناب! اہل حدیث کا خطیب مذہب احناف کے خلاف ہی تلقین کرتا ہے' مذہب اسلام کے خلاف وہ کچھ نہیں کہتا۔ جرم تو عند اللہ اسلام کے خلاف بولنا ہے۔ نہ کہ کسی اور مذہب کے خلاف۔ اگر مذہب احناف اسلام ہی ہے تو آپ مذہب اسلام کو مذہب احناف کیوں کہتے ہیں؟ سیدھا مذہب اسلام یا مذہب محمدی کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے جو اسلام یا مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب احناف نام رکھا ہے تو کچھ تو دال میں کالا ہے۔ آپ کو دیکھ کر دوسروں نے بھی اپنے اپنے مذہب بنا لیے ہیں۔ مذہب شافعیہ' مذہب مالکیہ' مذہب حنبلیہ۔ اگر وہ بھی آپ کی طرح اپنے اپنے مذاہب کو عین اسلام کہیں اور پھر آپ چاروں آپس میں لڑیں بھی تو پھر اسلام کس کے مذہب کو کہیں گے۔ اسی لیے قرآن نے یہ اعلان کیا ہے۔ ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ [3:آل عمران :85] اسلام کے علاوہ ہر مذہب مردود ہے' کوئی بھی مقبول نہیں۔ اسلام صرف محمد ﷺ کے مذہب کو کہیں گے۔ مذہب احناف یا کسی اور کے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔ جناب اب یا تو یہ کہیں کہ مذہب احناف عین مذہب اسلام ہے' کوئی فرق نہیں۔ پھر خطیب اہل حدیث کو مجرم قرار دیں' یا پھر تسلیم کریں کہ عین تو نہیں کچھ فرق ہے۔ اگر کچھ بھی فرق ہے' کم یا زیادہ تو خالص اور پورا اسلام تو نہ ہوا۔ اب جو پورا اسلام نہ ہوا تو ادھورا ہوا۔ پھر ادھورے کے خلاف تنقید کرنا کیسے جرم ہوگا۔ اگر مذہب احناف کو عین مذہب اسلام کہیں گے تو پھر آپ

سے اختلاف رکھنے والے فرقے شافعی، مالکی، حنبلی، وغیرہ کہاں جائیں گے۔ ان کا کیا مذہب ہو گا؟ اگر آپ کہیں کہ ان کا مذہب بھی عین اسلام ہے تو اختلاف کی صورت میں مذہب احناف عین اسلام کیسے ہوا؟ اب یا تو کل اسلام کے دعوے دار بن کر باقی فرقوں کو اسلام سے محروم کر دیں یا حصہ رسدی اسلام لے کر اقرار کریں کہ کچھ اسلام ہمارے پاس ہے اور کچھ اوروں کے پاس ہے۔ کچھ مسئلے ہمارے ٹھیک ہیں اور کچھ اوروں کے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں:

حنفیت = کچھ اسلام + خانہ ساز مذہب یا حنفی مذہب

=(1/2 یا 2/3 یا 3/4) اسلام + (1/2 یا 1/3 یا 1/4) خانہ ساز مذہب بہر کیف ماننا پڑے گا۔ کہ حنفی مذہب خالص اسلام نہیں۔ اس میں بھرتی ضرور ہے۔ اگر آپ کو اب بھی اصرار ہو کہ نہیں، ہمارا مذہب احناف خالص اسلام ہے تو پھر بتایئے کہ مندرجہ ذیل مسائل کس مذہب کے ہیں؟ مذہب اسلام کے یا مذہب احناف کے؟

1۔ ۔"لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلٰى جَبْهَتِهٖ وَ اَنْفِهٖ جَازَ لِلْاِسْتِشْفَاءِ وَ بِالْبَوْلِ اَيْضًا" ❶

"اگر نکسیر پھوٹتی ہو تو علاج کے لیے سورۃ فاتحہ کو اپنی پیشانی اور ناک پر خون اور پیشاب کے ساتھ لکھنا جائز ہے۔"

2---امامت کے لیے اگر کئی امیدوار ہوں اور دیگر اوصاف مثلاً علم، تقویٰ، عمر وغیرہ میں برابر ہوں تو پھر امام وہ ہو گا:

"ثُمَّ الْاَحْسَنُ زَوْجَةً ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَاْسَهٗ وَ الْاَصْغَرُ عُضْوًا" ❷

"جس کی بیوی سب سے زیادہ خوب صورت ہو، پھر جس کا سر بڑا اور عضو [illegible] آلہ

---

❶ (شامی شریف، کتاب الطهارة، باب المیاه مطلب فی التداوی بالمحرم ج 1 ص 54 فتاوی قاضی خان بر حاشیہ عالمگیری 404/1) ❷ (درمختار: کتاب الصلوۃ، باب الامامة ج 1 ص: 290)

تناسل چھوٹا ہو۔" یہ امامت کا معیار مذہب اسلام نے مقرر کیا ہے یا مذہب احناف نے؟

3---وَ بِالزِّنَا بِالْمُسْتَاجِرَةِ" ❶

"اور اجرت پر لی ہوئی عورت ہو تو اس سے زنا کرنے پر کوئی حد نہیں۔

جیسے دوسرے زانی کو رجم یا سو دُرّے کی سزا دی جائے گی اس کو نہیں دی جائے گی۔

4---کسی مرد کو پکڑ کر ڈرا دھمکا کر زبردستی طلاق لکھوائی جائے یا زبانی ہی لے لی جائے تو طلاق ہو جاتی ہے' عورت آزاد ہو جاتی ہے' پھر جو چاہے اس سے نکاح کر لے۔ ❷

5---اگر کوئی سلام کی جگہ قصداً گوز یا پاد مار دے' یا کوئی ایسی حرکت کرے جو نماز کے منافی ہو تو نماز پوری ہو جائے گی' لیکن اگر پاد خود بخود نکل جائے' پیشاب نکل جائے تو پوری نہ ہو گی۔ ❸

مطلب یہ ہے کہ حنفی مذہب میں سلام کی جگہ پاد کام دے سکتا ہے۔

6---نماز میں مرد ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور عورت سینے پر' مرد رفع الیدین کانوں تک کرے اور عورتیں کاندھوں تک یہ فرق کس نے رکھا ہے؟ مذہب احناف نے یا مذہب اسلام نے۔

نمونے کے لیے یہ پانچ چھ مسئلے پیش کیے جاتے ہیں' علما بھی غور کریں اور عوام بھی کہ یہ مسئلے مذہب اسلام کے ہیں یا صرف مذہب احناف کے؟ اس کے بعد فیصلہ کریں کہ مذہب حنفی کیا خالص اسلام ہے یا ملاوٹی۔ اگر ملاوٹی ہے اور یقیناً ملاوٹی ہے تو اس کے خلاف تنقید کرنے پر اہل حدیث خطیب پر ناراضگی کیسی؟ آپ کہتے ہیں کہ افغانی صاحب ہمیں درخور اعتنا نہیں سمجھتے میں کہتا ہوں ہمیں تو درخور اعتنا نہ سمجھیں' نہ ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن مذہب حنفی کے حال پر رحم کریں اس کا دفاع کریں۔ آخر سب کچھ اسی کا کھاتے

---

❶ (رد المختار 29/4 'کتاب الحدود' باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه)

❷ (بہشتی زیور حصہ چہارم مسئلہ نمبر 3) ❸ (هدایه: کتاب الصلوة' باب الحدث فی الصلاة 130/1)

ہیں۔ ہاں اگر ان کا دل مانتا ہے کہ مذہب احناف کوئی مذہب اسلام تو ہے نہیں جو بچا ہو جس کا میں دفاع کروں تو مجھے ثواب ملے' پھر بڑی خوشی سے خاموش رہیں' لیکن لوگوں کو تو دھوکے میں نہ رکھیں۔ ان کو تو بتا دیں کہ بھائی حقیقت یہ ہے' اس لیے میں خاموش ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم حنفی عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ ارے بھئی! ہم گمراہ نہیں کرتے۔ ہم تو ان کو حنفیت سے نکال کر قرآن و حدیث کی طرف لاتے ہیں۔ ہم ان کو یہ صاف کہتے ہیں کہ حق کا کوئی جواب نہیں۔ تمھارے مولوی رفع الیدین کو منسوخ ثابت نہیں کر سکتے۔ خواہ مخواہ دھوکے میں نہ رہو۔ سنت رسول ﷺ کو نہ چھوڑو' اس کو چھوڑے رکھنے میں بڑا خطرہ ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے آپ حنفی مذہب کے خلاف عوام کو ورغلانا چھوڑ دیں پھر مولانا افغانی سے شکوہ کریں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کس انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ آپ سنت رسول ﷺ کو مٹائیں اور ہم خاموش رہیں۔ اللہ کا انصاف تو یہ کہتا ہے کہ: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾[2:البقرة:140] ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾[2:البقرة:283] ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴾ [2:البقرة:159] جو حق چھپائے وہ ظالم ہے' پاپی ہے' ملعون ہے۔ حق کو چھپانا جرم ہے۔ آپ کہتے ہیں حق کہنا جرم ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے۔ ہم کہتے ہیں رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت متواترہ ہے' آپ اسے ورغلانا کہتے ہیں۔ اگر حنفیت میں کچھ پول ہے تو اس کا کھولنا ورغلانا نہیں اور اگر حنفیت ٹھوس ہے تو اس کے خلاف بولنا یقیناً ورغلانا ہے۔ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ حنفیت ٹھوس نہیں' اس میں ضرور کچھ پول ہے۔ اس کے خلاف ہم بولتے ہیں۔ ہم حنفیت کے صرف اس حصے کی مخالفت کرتے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ نہ ہم حق کو برا کہتے ہیں نہ کسی امام کو۔ آپ اس کو ورغلانا کہیں یا کچھ اور یہ آپ کی زبان ہے۔ ان مقلدوں پر تو افسوس یہ ہے کہ ان کے مولوی سنت رسول ﷺ کو ایک ایک کر کے مٹاتے جائیں اور ان کو عبرت نہ آئے۔ اگر مولوی سے کوئی پوچھ لے اجی! حضرت آپ یہ کیا ظلم کر رہے ہیں جو سنتوں پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ یہ کپڑوں سے باہر ہو جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقلد

رسول ﷺ کو کماحقہ مان ہی نہیں سکتا۔ آخر دو کی وفاداری کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر یہ ممکن ہوتا تو شرک بھی جائز ہوتا۔ بیوی کو بھی دو خاوندوں کی اجازت ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے تو اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾ [39:الزمر :29]

اللہ مشرک کی مثال بیان کرتا ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جس کے کئی آقا ہیں، کوئی کچھ حکم دیتا ہے، کوئی کچھ۔ اور ایک اور شخص ہے جس کا آقا صرف ایک ہے۔ اس کو ایک ہی وفاداری کرنا ہوتی ہے۔ کیا ایسے دو شخص کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بالکل یہی مثال مقلد اور اہل حدیث کی ہے۔ اہل حدیث صرف ایک رسول کا وفادار، رسول کی خاطر ہر ایک کو ٹھکرانے کے لیے تیار۔ مقلد بے چارہ دو بیڑیوں میں سوار۔ رسول کی مانیں تو حنفیت گئی، حنفیت کی مانیں تو محمدیت گئی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ دونوں کی بات ایک ہو۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو قرآن میں جہاں یہ آیت ہے: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ وہاں یہ بھی ہوتا۔ مَنْ يُّطِعِ الْاِمَامَ فَقَدْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ یعنی امام کی وفاداری میں رسول کی وفاداری ہے۔ جب یہ قرآن میں نہیں تو یہ ممکن بھی نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ مولانا افغانی صاحب نے ذرا سی بحث کی، میں کہتا ہوں کہ ذرا سی کیوں؟ آخر کیا ڈر تھا جو ذرا سی کی۔ اگر حق تھا تو کھل کر کرتے۔ اگر باطل تھا تو زبان نہ کھولتے۔ کرتے بھی ہیں اور ڈرتے بھی ہیں اور پھر آپ کہتے ہیں کہ انھوں نے اذان میں ترجیع اور مسئلہ رفع الیدین پر روشنی ڈالی۔ پہلے کہتے ہیں ذرا سی بحث کی، پھر کہتے ہیں روشنی ڈالی۔ اگر روشنی حقیقتاً روشنی تھی تو ذرا سی کیا معنی۔؟ کیا حق کی روشنی بھی ذرا سی ڈالی جاتی ہے؟ اللہ تو کہتا ہے ﴿وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ [81:التکویر:24] میرا رسول حق کی روشنی ڈالنے والا۔ بخل نہیں کرتا۔ خوب دل کھول کر روشنی ڈالتا ہے۔ وہ تو سورج ہے، پتا نہیں یہ آپ کی روشنی کیسی ہے جو ذرا سی ڈالتے ہیں۔ اسلام کی تو یہ ہے نہیں۔ اگر اسلام کی ہوتی تو کبھی کبھار اور ذرا سی نہ ہوتی۔ آپ کہتے ہیں احناف کے صبر کو دیکھیے کہ جمعیت اہل حدیث بہاول پور نے ہمارے خلاف رسالہ نکالا تو ہم نے اتنا لمبا صبر کیا۔ آپ کے

تفقہ فی الدین کے بھی کیا کہنے ؟ کہ غلطیات پر چپ رہنے کو صبر کہتے ہیں۔ یہ مذہب اسلام کا مسئلہ ہے یا مذہب احناف کا ؟ طاقت ہوتے ہوئے بھی باطل کے مقابلہ میں چپ رہنا صبر ہے ؟اگر یہ اسلام کا مسئلہ ہے تو نبی تو ہمیشہ اس کے خلاف چلتے رہے ہیں۔ وہ تو بس لگتے۔ کبھی چپ نہیں رہے۔ اجی! جناب' اگر آپ سچے تھے اور آپ کے مخالف جھوٹے تو آپ کا یہ صبر ایمان کی کمزوری اور بے دینی کی دلیل تھا۔ اہل حق ایسا صبر نہیں کیا کرتے۔ اور اگر آپ جھوٹے تھے اور آپ کے مخالف سچے تو آپ کا یہ صبر نہیں تھا' بلکہ احساس کم تری اور بزدلی تھا۔ اب بھی آپ نے جو جواب لکھا ہے وہ لوگوں کے عار دلانے پر' اور صرف ان کا منہ بند کرنے کے لیے لکھا ہے۔ ورنہ آپ کبھی جواب نہ دیتے' ہمیشہ صبر ہی کرتے رہے۔ آپ کو تو اپنے کھوکھلا پن اور کمزوری کا پورا پتا ہے۔ اگرچہ عوام بے چارے نہیں مانتے۔ آپ جو کہتے ہیں کہ آپ نے کئی سال صبر کیا۔ میں پوچھتا ہوں اگر آپ کا یہ صبر نیکی تھا تو اب صبر کو چھوڑ کر گناہ گار کیوں بنے ؟اب بھی صبر کرتے رہتے اور اگر یہ صبر نیکی نہیں تھا' بلکہ بزدلی اور بے دینی تھا تو صاف کہیں کہ ہمیں لوگوں نے تنگ کر دیا ہے' وہ چپ نہیں رہنے دیتے۔ اس لیے ہم نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے اس صبر کو چھوڑا ہے۔ آپ نے مسئلہ تراویح نامی رسالہ کے مکالمہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایسے جھوٹے مکالموں کا قرآن و سنت سے کیا جواز ؟ میں کہتا ہوں ایسے مکالموں کا جواز تو قرآن و سنت سے ہے۔ جواز تو آپ کے مذہب کے بیشتر مسائل کا نہیں جو خلاف عقل بھی ہیں' اور خلاف قرآن و حدیث بھی وہ تو مکالمہ ہے' ہر ایک جانتا ہے کہ یہ سمجھانے اور پڑھانے کا ایک طریقہ ہے۔ ایسے مکالموں میں مقصود واقعہ نہیں ہوتا کہ صدق اور کذب کا سوال پیدا ہو۔ نہ ہی ذہن ادھر جاتا ہے' اس کی نظیر قرآن و سنت میں بکثرت موجود ہے۔ قرآنی تمثیلات اکثر و بیشتر اسی قبیل سے ہیں۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ [38 ص:23] کیا یہ واقعی دو بھائی تھے ؟ اور ان کا جھگڑا دنبیوں کا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے بت خانے میں جو نقشہ بنایا تھا' جیسا کہ بت آپس میں لڑے ہیں' تو کیا یہ واقعہ تھا؟ یا صرف سمجھانے کے لیے تھا؟ استفتاء میں کیا ہوتا ہے ؟ نام فرضی' مثال فرضی' طلاق کوئی دینے والا ہوتا ہے' ملتی کسی کو ہے' فرض کر لیتے ہیں'

سمجھانے کے لیے۔ زید نے ہندہ کو طلاق دی۔ ہمیں تو مذہب احناف کے تقویٰ پر حیرت ہوتی ہے۔ ہم افغانی صاحب کو ایک حدیث دکھانے پر انعام پیش کریں تو احناف کہیں کہ یہ جواہے' سٹہ ہے' قمار بازی ہے۔ ہم مکالمہ لکھیں تو یہ کہیں کہ جھوٹ ہے' جائز نہیں اور خود فتویٰ دینے پر آئیں تو حلال کو حرام کر ڈالیں اور حرام کو حلال۔

آپ اپنے جواز کے فتوے دیکھیے۔۔!

لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلٰى جَبْهَتِهٖ وَ اَنْفِهٖ جَازَ لِلاِسْتِشْفَاءِ وَ بِالْبَوْلِ ❶

دوسرے کی بیوی کو لینے کا جواز دیکھیے:

وَ طَلَاقُ الْمُكْرَهِ وَاقِعٌ ❷ کسی کو مار پیٹ کر زبردستی طلاق لی جا سکتی ہے۔

بغیر نکاح کے عورت کو حلال کرنے کا فتویٰ:

وَ مَنِ ادَّعَتْ عَلَيْهِ امْرَأَةٌ اَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا وَ اَقَامَتْ بَيِّنَةً فَجَعَلَهَا الْقَاضِیُّ اِمْرَأَتَهٗ' وَ لَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسِعَهَا الْمُقَامُ مَعَهٗ' وَ اَنْ تَدَعَهٗ يُجَامِعُهَا ❸

"اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ فلاں مرد سے میرا نکاح ہے حالانکہ نکاح وغیرہ کچھ نہیں ہوا تھا' وہ جھوٹی تھی' لیکن قاضی نے فیصلہ اس کے حق میں دے دیا۔ اب وہ مرد اگر اس سے صحبت کرے تو جائز ہے۔"

تقویٰ آتا بھی دیکھو اور جاتا بھی:۔

مَنْ مَسَّ اِمْرَأَةً بِشَهْوَةٍ ❹ کسی مرد نے کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگا دیا۔ اب اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام (قربان اس تقویٰ کے) لیکن اگر ہاتھ لگانے سے انزال ہو گیا یا اسی عورت سے فعل لواطت کر لیا یا اس سے ایسے زور سے کیا کہ اس

---

❶ (شامی شریف: کتاب الطهارة' باب المياه مطلب فی التداوی بالمحرم ج 1 ص 154..
فتاویٰ قاضی خان برحاشیه عالمگیری 404/1) ❷ (بهشتی زیور حصه چهارم مسئله
نمبر3) ❸ (هدایه: کتاب النکاح' فصل فی المحرمات 313/1) ❹ (فتاوی عالمگیری ج
2ص 139' هدایه: کتاب النکاح' فصل فی المحرمات ج 1 ص :309)

کی اگلی اور پچھلی جگہ کو پھاڑ کر ایک کر دیا تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔ نہ ماں حرام' نہ بیٹی حرام۔ یعنی آپ کا سارا تقویٰ نکل گیا۔

آپ کہتے ہیں اہل حدیث کے لیے اس قسم کی افترا پردازی کیوں کر جائز ہے؟ میں کہتا ہوں اہل حدیث کے لیے تو بالکل جائز نہیں کیوں کہ ان کو ضرورت نہیں' لیکن آپ کے لیے تو بہت ضروری ہے کیوں کہ آپ کو بڑے بڑے کام کرنے ہوتے ہیں۔ آخر حرام کو حلال کرنا ہوتا ہے اور حلال کو حرام کرنا بغیر افترا پردازی کے کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کہتے ہیں رسالہ تراویح کے مکالمہ میں کون حنفی جاہل تھا؟ میں کہتا ہوں مقلد کوئی بھی ہو جاہل ہی ہوتا ہے۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے ہی جاہلوں کے لیے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے۔ جو علم و عقل والا ہو وہ تقلید کیوں کرے۔ اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ اس مکالمے میں حنفیوں کی طرف سے جواب ٹھیک نہیں دیے گئے تو آپ خود جواب دے کر دیکھ لیں' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جاہل تھا یا عالم۔! ویسے آپ کے علم و خرد کا نمونہ تو ہم نے اس رسالے میں دیکھ ہی لیا ہے۔ جانتے تو ہم پہلے بھی تھے کہ مقلد کوئی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جب وہ تقلیدی رنگ میں سامنے آتا ہے تو بالکل ایسے جیسے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہو اس کے گلے میں رسہ ڈال کر کوئی گھسیٹے لیے جا رہا ہو۔ لیکن اس رسالے کے بعد تو یقین ہو گیا کہ حقیقتاً مقلد کا حال تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ نہ وہ دیکھے اور نہ وہ سوچے۔ اب یہ افغانی اور نعمانی صاحبان حنفیت کے کتنے بڑے بڑے پہاڑ ہیں' لیکن وہ بھی جب مقلد بن جاتے ہیں تو ان میں اور ایک جاہل سے جاہل آدمی کی بات میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہ رسالہ اس کا بین ثبوت ہے۔

ایسے مکالموں کے لیے محل وقوع تلاش کرنا' گواہ اور کاتب جمع کرنا' مقلد کے دماغ ہی کی اختراع ہے۔ عقل والا آدمی ایسا سوچ نہیں سکتا۔ وہ جانتا ہوتا ہے کہ ایسے مکالمات واقعات نہیں ہوتے کہ ان میں جگہ اور حاضرین کی ضرورت ہو' ان میں تو صرف دلائل کا تقابل ہوتا ہے۔ اشخاص کا مقابلہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف مکالمہ تھا جس کی حنفی اور محمدی میں فرق بنانے کے لیے ضرورت تھی۔ اب آپ بتایئے آپ کا مذہب جو مسئلے بناتا ہے ان کا کیا موقع ہوتا ہے اور کیا ضرورت---! --- اور کیا ان میں صداقت اور واقعیت ہوتی ہے---

مذہب حنفی کا چوتھا پایہ در مختار صفحہ 16 جلد 1 میں یہ مسئلہ ہے 'یعنی اگر کوئی اپنی شرم گاہ کو اپنی دبر یعنی مقعد میں داخل کرے تو حنفیوں کا مذہب صحیح یہ ہے کہ غسل واجب نہیں ہوتا' جب تک کہ انزال نہ ہو۔ ❶ اب آپ بتائیے کہ ایسا واقعہ کبھی ہوا تھا یا یہ صرف خیالی پرواز ہے۔ اگر کبھی واقعہ ہوا تھا تو کس زمانے میں اور کس ملک میں۔ وہ شخص کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟ ولدیت کیا تھی' قوم اور پیشہ کیا تھا؟ مذہب اور مشرب کیا تھا؟ ایسے عجیب و غریب واقعہ کے گواہ کون کون تھے؟ یہ واقعہ کس سائل کو پیش آیا تھا؟ یا کسی حنفی مفتی کو؟

اگر یہ واقعہ پیش نہیں آیا تھا' بلکہ کسی فقیہ کی خیالی پرواز ہی ہے تو ان کا نام بھی لکھیں۔ وہ تو بہت بڑے بزرگ ہوں گے۔ آخر انھوں نے ایسی اونچی بات کیسے سوچ لی کہ اپنا آلہ اپنی مقعد میں بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔ وہ کتنے عالی دماغ فقیہ ہوں گے۔ حنفی مذہب میں ان کا کتنا اونچا مقام ہوگا۔ ایسے ہی بہشتی زیور کا یہ مسئلہ کہ کہیں پاخانہ لگا ہوا ہو تو تین دفعہ چاٹ لو تو پاک ہو جائے گا۔ ❷ بتائیے اس مسئلے کا شان نزول اور محل نزول کیا ہے؟ یہ ہے آپ کا علم و عقل۔ ہم سے تو مکالمہ کا موقع و محل اور اس کا ثبوت پوچھتے ہیں اور خود ایسے مسئلوں کو قبول کیے ہوئے ہیں جو اسلام تو اسلام اور خود مذہب احناف کے لیے باعث ننگ و عار ہیں۔ آپ ایسے مسائل کی تو تحقیق نہیں کرتے' ہمارے مکالمے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کو کس نے قلم بند کیا؟ آپ پہلے ان مسئلے بنانے والوں کو تلاش کر لائیں پھر ہم آپ کو مکالمہ کے گواہ لا دیں گے۔ اجی! حضرات' آپ اپنے گھر میں' مقلدوں میں بیٹھ کر جو مرضی کر لیا کریں' اہل حدیث سے ایسی سوال بازی نہ کیا کریں۔ اہل حدیث اور مقلد کا کیا مقابلہ؟ کہاں اہل حدیث اور کہاں بے چارہ مقلد۔ !وہ مذہب محمدی کے مضبوط و بلند و بالا محلوں میں بسنے والا' یہ ظن و تخمین اور ہوائے نفس کے بیت عنکبوت میں رہنے والا۔ اُس کے ہاتھ میں قال اللہ و قال الرسول کے عروۃ وثقی۔۔۔ جو کبھی ٹوٹے ہی نہ اور اِس کے گلے میں "ہمارے حضرت یوں فرماتے ہیں" کا پھندا جس سے وہ کبھی چھوٹے ہی نہ۔۔۔ وہ صرف حق حق لینے

---

❶ (درمختار' كتاب الطهارة مسائل غسل 93/1) ❷ (بہشتی زیور حصه دوم مسئله نمبر26ص 5)

والا اور یہ کوڑا کرکٹ ساتھ سمیٹنے والا۔۔ وہ صرف قرآن و حدیث کا پابند اور یہ پابند ہر دیوبند۔!

آپ کہتے ہیں ہم نے اس پر اب تک کچھ نہیں کہا۔ میں کہتا ہوں بتایئے آپ کہتے کیا؟ جواب اس رسالہ میں کہا ہے وہی کچھ کہتے۔ اگر کہنے کے قابل ہوتے تو کبھی چپ نہ رہتے۔ چپ رہے تو بے بسی میں کہ جواب نہ تھا۔ اب بولے تو بے بسی میں کہ لوگوں نے چین نہ لینے دیا۔۔۔ دو جواب' دو جواب۔۔۔ سے تنگ کر دیا۔

آپ کہتے ہیں کہ یہ وقت ان فروعی مسائل میں الجھنے کا نہیں۔ میں پوچھتا ہوں یہ صرف آپ کی زبان کہتی ہے یا دل بھی کہتا ہے کہ رفع الیدین فروعی مسئلہ ہے' اگر دل کہتا ہے تو پھر شروع کر دیں۔ سنت پر بھی عمل ہو جائے گا اور فرق بھی کوئی نہیں پڑے گا۔ بقول آپ کے کہ ہے تو مسئلہ فروعی۔

لیکن آپ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ کیوں کہ دل آپ کا جانتا ہے کہ اگر میں نے رفع الیدین شروع کر دی تو میں اہل حدیث ہو جاؤں گا۔ پیری مریدی ختم ہو جائے گی۔ سب خطابات اڑ جائیں گے۔ صرف غیر مقلد اور وہابی کا نام رہ جائے گا۔ مقلد بھی کیا چالاک ہوتا ہے' سنت کو مٹانے کے لیے کیا کیا حربے استعمال کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ یہ فروعی مسئلہ ہے' یعنی کوئی اہم مسئلہ نہیں' معمولی مسئلہ ہے۔ تاکہ لوگ ہلکا سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ دیں۔ اگر توجہ کر لی تو ہمارا پول کھل جائے گا۔ سارا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ کبھی کہتا ہے کہ یہ وقت ان مسائل میں الجھنے کا نہیں۔ یعنی لڑائی جھگڑے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ کوئی پوچھے مسائل اور پھر خاص کر فروعی۔۔۔ ان میں الجھنا کیسا؟ مسائل سمجھنے سمجھانے کی چیز ہیں نہ کہ لڑنے جھگڑنے کی۔ نہیں اسے بس ایک ہی خطرہ ہے کہ اگر لوگوں تک اہل حدیث کی آواز پہنچ گئی تو ہمارا بنا بنایا کام خراب ہو جائے گا۔ اصل میں ان کے دل میں چور ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ زبان سے ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں جن سے فراخ دلی ظاہر ہو۔ لیکن چونکہ دل میں عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اس لیے عمل ان کا ان کی تکذیب کرتا ہے۔ اصل میں تقلید چلتی ہی عصبیت کے ساتھ ہے۔ اگر مقلدین عصبیت کو چھوڑ دیں تو انصاف سے کام لیں اور فراخ دلی دکھانے لگ جائیں تو تقلید تو گئی جہاں سے آئی تھی۔ ایسی صورت میں تقلید کہاں رہتی ہے۔؟

آپ کہتے ہیں: اہل حدیث عوام کو توڑ کر اپنے مذہب میں شامل کر لیتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر عوام کو توڑ کر اپنے مذہب میں شامل کرتے ہیں تو کوئی گناہ تو نہیں کرتے۔ ان کا مذہب بھی تو آخر اسلام ہے۔ اگر ان کا مذہب بھی اسلام ہے اور وہ حنفی عوام کو بھی اس اسلام میں داخل کرتے ہیں تو آپ کو تکلیف کیوں۔؟ یا پھر صاف یہ کہیں کہ ان کا مذہب اسلام نہیں۔ اگر ان کا مذہب اسلام نہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا یہ مسائل جن کی ہم تبلیغ کرتے ہیں فروعی ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ جن کی ہم تبلیغ کرتے ہیں فروعی ہیں اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث حنفی عوام کو توڑ کر اپنے مذہب میں شامل کرتے ہیں۔ اب جن مسائل کے بدلنے سے مذہب بدل جائے وہ فروعی کیسے ہیں تو آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اہل حدیث عوام کو توڑ کر اپنے مذہب میں شامل کرتے ہیں۔ فروعی مسائل سے آخر مذہب کیسے بدل جاتا ہے۔ مذہب تو بدلتا ہے اصولوں کے بدلنے سے 'لہٰذا مقلد کا یہ کہنا کہ یہ فروعی مسائل ہیں' یا ان مسائل میں الجھنے کا یہ وقت نہیں' سب منافقت کی باتیں ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث خاموش نہیں بیٹھتے۔ میں پوچھتا ہوں اہل حدیث خاموش کیوں بیٹھیں؟ آپ سنتوں کو مٹائیں۔ تلبیس حق کریں 'اور ہم خاموش بیٹھیں۔ کیا اس حالت میں خاموش بیٹھنا جائز ہے؟ حضور ﷺ نے تو فرمایا: فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِىْ... (1) "ان غربا کو مبارک ہو کہ لوگ میری سنتوں کو بگاڑیں گے اور وہ درست کریں گے۔ بتایئے اس بشارت کے بعد ہم خاموش کیسے بیٹھیں۔ اس خاموشی سے تو باطل ابھرتا ہے 'اہل حق کی اسی سستی سے تو آپ کی قوم پیدا ہوئی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ ہمیں اختلافی مسائل اٹھانے سے دلچسپی ہے۔ میں کہتا ہوں اختلافی مسائل ہی سے تو پتا چلتا ہے کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا۔! تبلیغ کہتے ہی اس بات کو ہیں کہ جس میں جو غلطی ہو اس کا ازالہ کیا جائے۔ ہم یہی کام کرتے ہیں لیکن آپ اس پر لڑتے

---

(1) (مشکوٰۃ ' کتاب الایمان 'باب الاعتصام بالکتاب والسنة ' رقم 170..مسلم' کتاب الایمان' باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً و سیعود غریبا و انه یارز المسجدین ص 702 رقم 233/232)

ہیں اور یہ آپ کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔

آپ پوچھتے ہیں کہ ہم فروع میں غیر مقلد ہیں یا اصول میں۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ تو اصول میں کسی کے مقلد ہیں نہ فروع میں۔ ہمیں تو مقلد کا لفظ ہی برا لگتا ہے۔ نہ جانے آپ کو اس سے کیوں عشق ہے۔ کیا تقلید کا لفظ کوئی اچھا لفظ ہے؟ کیا یہ انسان کے لائق ہے؟ کیا قرآن و حدیث نے اس لفظ کو کہیں انسانوں کے لیے استعمال کیا؟ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی زبان میں یہ لفظ جانوروں کے لیے ہے انسانوں کے لیے نہیں تو آپ مقلد کہلانے میں کیا فخر محسوس کرتے ہیں۔ مقلد بنا تو انسانیت کی تذلیل ہے' لیکن مقلد ہونے کی وجہ سے یہ بات آپ کی سمجھ میں آتی ہی نہیں۔ جو چیز انسان کے لیے ذلت تھی اس کو آپ نے عزت سمجھ لیا۔ خیر آپ کی قسمت۔ اصل میں جب کوئی بدبو میں عرصہ تک رہ لیتا ہے اور عادی ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی حس ختم ہو جاتی ہے۔ آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ ہم کوئی جانور ہیں جو کسی کے مقلد بنیں۔ ہم تو انسان ہیں' انسانوں کی طرح اللہ کے بتایے ہوئے طریقے کے مطابق علما کے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قرآن نے کہا: ﴿ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[16:النحل 43] ''اگر تمھیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔ پھر فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ﴾[39:الزمر:18] یعنی اہل خرد کے علم لینے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے توجہ سے سنتے ہیں' پھر بہتر کو اپنے لیے منتخب کر لیتے ہیں۔ یہی ہمارا طریقہ ہے۔ ہم کسی ایک کے پابند نہیں۔ کیوں کہ کوئی ایسا کامل نہیں کہ ہم اسی ایک کے ہو کر رہ جائیں اور کسی سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مقلد اسی لیے تو تنگ رہتا ہے کہ وہ صرف ایک دکان سے سودا خریدتا ہے۔ بعض دفعہ اسے ملتا ہے اور بعض دفعہ نہیں۔ دکان پر مال نہیں ہوتا تو مقلد بے چارہ محروم رہ جاتا ہے۔ کبھی اس کو سودا گھٹیا اور ردی ملتا ہے کیوں کہ اس کی دکان پر وہ چیز ردی ہوتی ہے۔ مقلد کو وہی قبول کرنا ہوتی ہے۔ اسی پر گزارا کرنا پڑتا ہے۔ اہل حدیث جس کو آپ لوگ غیر مقلد کہتے ہیں ہر دکان پر مال دیکھتا ہے' جس دکان پر اچھا مال ہو وہاں سے لے لیتا ہے۔ ہم تمام ائمہ کے اصول دیکھتے ہیں جو بہتر ہو وہ لے لیتے ہیں' کسی ایک کے مقلد نہیں بنتے۔

آپ پوچھتے ہیں ہمارا اصول استنباط کیا ہے؟ میں کہتا ہوں جو اہل علم و خرد کے ہوتے

ہیں۔ آخر صحابہؓ کے اصول استنباط کیا تھے؟ کیا وہ پہلے کسی کے اصول دیکھتے تھے پھر استنباط مسائل کرتے تھے۔ جہاں کسی کو مسئلے کی ضرورت پڑی' اگر اس میں قرآن و سنت سے صحیح نص مل گئی تو مسئلہ طے ہو گیا۔ اگر صحیح نص نہیں ملتی تو غور و فکر کر کے قرآن و حدیث سے اس کی نظیر تلاش کرتے۔ جو حکم اس کا ہوتا اس پر لگا دیتے۔ ایسا بھی نہ ہوتا کہ نص بھی موجود ہو اور قیاس بھی چلے۔ جیسا کہ مذہب احناف میں ہے۔ یعنی تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ۔۔۔ حضور ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ اللہ اکبر سے نماز کو شروع کرتے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ختم کرتے' لیکن حنفیوں نے نص ہوتے ہوئے یہ مسئلہ بنا لیا کہ نماز اللہ اجل اور اللہ اعظم وغیرہ سے بھی شروع کی جا سکتی ہے ❶ اور سلام کی جگہ پاد مارنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ ❷ اب بتائیے کہ اس مسئلے کے بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

عَنِ الْاَوْزَاعِیْ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ اَنَّهٗ لَا رَاْیَ لِاَحَدٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ وَ اِنَّمَا رَاْیُ الْاَئِمَّةِ فِیْمَا لَمْ یُنْزَلْ فِیْهِ کِتٰبٌ وَّ لَمْ تَمْضِ فِیْهِ سُنَّةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَا رَاْیَ لِاَحَدٍ فِیْ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ❸

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ قرآن و حدیث میں قیاس اس وقت کیا جائے جب کہ کوئی حکم واضح موجود نہ ہو۔ سو یہی طریقہ صحابہؓ کا تھا۔ یہی مجموعی طور پر تابعین اور تبع تابعین کا تھا اور یہی اہل حدیث کا ہے۔

آپ نے کہا ہے کسی روایت کے جانچنے پرکھنے کے ہمارے کیا قواعد ہیں۔ میں کہتا ہوں وہی قواعد ہیں جو ائمہ محدثین کے تھے۔ وہ ہمارے سلف اور ہم ان کے خلف اور وہ کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ پوچھتے ہیں سنت کی کیا تعریف ہے؟ میں کہتا ہوں وہی جو امام اعظم کیا کرتے تھے۔ آپ کہتے ہیں اس کا ثبوت کیسے ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں جیسے امام صاحب کرتے تھے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ نسخ کے کیا اصول ہیں اور ناسخ اور منسوخ کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نسخ کے وہی اصول ہیں جو امام صاحب کے تھے اور ناسخ

---

❶ (ہدایہ: کتاب الصلاۃ' باب صفۃ الصلوۃ 101/1) ❷ (ہدایہ: کتاب الصلاۃ' باب الحدث فی الصلوۃ 130/1) ❸ (حجۃ اللہ البالغۃ 150/1 باب الفرق بین اھل الحدیث و اھل الرائے)

ومنسوخ کی معرفت ویسے ہی حاصل ہوتی ہے جیسے امام صاحب کو حاصل ہوئی تھی۔

آپ پوچھتے ہیں کہ ہم حنفی اصول فقہ کو تسلیم کرتے ہیں' میں کہتا ہوں آپ حنفی اصول فقہ کو تسلیم نہیں کرتے' کیوں کہ وہ سارے امام صاحب کے بنائے ہوئے نہیں۔ بہت سے گمراہ لوگوں نے اس میں کام کیا ہے۔ اگر اعتبار نہ آئے تو مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محل جو کہ احناف کے امام ہیں ان کی کتاب الرفع والتکمیل دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

وَ بِالْجُمْلَةِ فَالْحَنَفِيَّةُ لَهَا فُرُوْعٌ بِاخْتِلَافِ الْعَقِيْدَةِ فَمِنْهُمُ الشِّيْعَةُ وَ مِنْهُمُ الْمُرْجِئَةُ وَ مِنْهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ

حنفیہ کی باعتبار اختلاف عقیدہ کئی شاخیں ہیں' ان میں شیعہ بھی' معتزلی بھی ہیں اور مرجیہ بھی۔ اور یہ بات ہے بھی صحیح۔ اب عوام کو دیکھ لیں قبریں پوجتے ہیں تو حنفی۔ تعزیے نکالتے ہیں تو حنفی' بھنگ رگڑتے ہیں تو حنفی' بدعات پر بدعات ایجاد کرتے ہیں تو حنفی۔ اور پھر کمال یہ ہے کہ حنفی ہونے پر ہی اکتفا نہیں کرتے۔ سنی ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ کہاں حنفی' کہاں سنی۔۔۔! حنفی پورا سنی ہو ہی نہیں سکتا؟ اگر تسلی نہ ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ دیکھ لیں۔

وَ بَعْضُهُمْ يَزْعَمُ اِنَّ بِنَاءَ الْمَذْهَبِ عَلٰى هٰذِهِ الْمُحَاوَرَاتِ الْجَدَلِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ مَبْسُوْطِ السُّرْخُسِّيْ وَالْهِدَايَةِ وَالتَّبِيْنِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ لَا يَعْلَمُ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَظْهَرَ ذٰلِكَ فِيْهِمْ مُعْتَزِلَةٌ [1]

اور بعض حنفی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مبسوط سرخی' ہدایہ اور تبیین وغیرہ کتب احناف میں جو جدلی مباحثات اصول فقہ کے متعلق پائے جاتے ہیں حنفی مذہب کی بنیاد ہیں۔ حالانکہ واقع یہ ہے کہ ان کے موجد معتزلہ ہیں۔ مزید تسلی کے لیے امام ابن تیمیہ کا فیصلہ سنتے جائیں۔ آپ نے بھی ان کا ایک حوالہ پیش کیا ہے' اس لیے ہم بھی پیش کر دیتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ الْحَنَفِيُّ يُخَلِّطُ بِمَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ شَيْئًا مِنْ اُصُوْلِ الْمُعْتَزِلَةِ وَ

---

[1] (حجۃ اللہ البالغۃ 160/1 بحث الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة)

الْكَرَامِيَةِ وَالْكَلَابِيَّةِ وَ يُضِيفُهُ إِلَى مَذْهَبِ ❶

حنفیوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں معتزلہ، کرامیہ، کلابیہ جیسے گمراہ فرقوں کے اصول بھی ملا دیے ہیں اور حنفی مذہب کو معجون مرکب بنا چھوڑا ہے۔

آپ کہتے ہیں ہم حنفی اصول فقہ پر نسخ رفع الیدین ثابت کر دیں گے، میں کہتا ہوں آپ کسی امام کے اصول پر نسخ رفع الیدین ثابت کریں گے تو اس امام سے ہی ثابت کیوں نہیں کروا دیتے۔ کس امام نے کہا ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ جب کسی امام نے منسوخ نہیں کہا تو اس امام کے اصول پر منسوخ کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ جو حنفی اصول فقہ پر رفع الیدین منسوخ کر کے دکھائیں گے تو آپ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ امام صاحب نے کہا ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ جب امام صاحب نے ہی رفع الیدین کو منسوخ نہیں کیا تو آپ ان کے اصولوں پر نسخ ثابت کر دینے والے عالم کہاں سے آئے؟

آپ لوگ نبیؐ کے بے وفا تو تھے اپنے امام کے بھی وفادار نہ نکلے۔ جو حنفی ہو کر ایسی بات کہتے ہیں جو امام صاحب نے نہیں کہی۔ آپ جو کسی امام کے اصول پر نسخ رفع الیدین ثابت کریں گے تو سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ ہمارے پاس رفع الیدین کو منسوخ کرنے والی صحیح حدیث نہیں۔ پھر ہیر پھیر سے کام لیتے ہیں۔ نماز میں جو اور چیزیں منع ہوئیں مثلاً تطبیق یا باتیں کرنا، یا سلام کا زبان سے جواب دینا۔ سلام پھیرتے وقت سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح سے ہاتھ مارنا یہ سب کچھ امام کے اصول پر ہے۔ آخر آپ کو ڈر کیوں نہیں لگتا جو سنت رسول کو مٹانے کے لیے یہ چالیں چلتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ جب تک اصول متعین نہ ہوں اس مسئلے میں گفتگو بے کار ہے۔ میں کہتا ہوں اصول متعین ہوں یا نہ، سوال یہ ہے کہ رفع الیدین کے بارے میں حضور ﷺ کا طریقہ کیا تھا۔ یہ تو آپ مانتے ہیں کہ آپ نے رفع الیدین کی اب سوال ہے کہ پھر آپ نے چھوڑ دی یا کرتے رہے۔ اگر چھوڑ دی تو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی یا کبھی کی اور کبھی چھوڑ دی۔

---

❶ (منہاج السنۃ ج 3 ص 66)

اب اس بات کا اماموں کے اصول سے کیا تعلق۔ اس کا تعلق تو نقل سے ہے۔ یعنی حدیث میں ہے کہ آپ وہ صحیح حدیث پیش کریں جس سے آپ کا دعویٰ ثابت ہو اور آپ کی جان چھوٹے۔ بے کار ٹال مٹول سے کیا فائدہ؟ ہزار چالیں چلیں، کبھی اصول کی آڑ میں، کبھی فروع کی، کبھی تحقیق کی اور کبھی تقلید کی۔ ظاہر ہے کہ پلے آپ کے کچھ نہیں۔

آپ نے پوچھا ہے کہ اتنے سارے صحابہؓ کے نام، ہم نے شاہ شہید کی تقلید میں لکھے ہیں یا خود بھی تحقیق کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تقلید تو آپ ہی کو مبارک ہو اللہ کا شکر ہے ہم تو اس گندی چیز کے قریب نہیں جاتے۔ آئندہ بھی اللہ بچائے۔ ہم نے یہ نام تحقیق کر کے لکھے ہیں۔ ہم نے شاہ اسماعیل کی کتاب میں دیکھا کہ رفع الیدین کے کتنے راوی ہیں۔ ہم نے اس کی تحقیق شروع کی کہ کوئی اور بھی عالم یہ بات کہتا ہے یا صرف شاہ شہید ہی۔ ہم نے دیکھا کہ امام حاکم کہتے ہیں۔

اِتَّفَقَ عَلٰی رِوَایَتِهَا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ ❶

کہ رفع الیدین پر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ و علیؓ کا اتفاق ہے۔ پھر بھی ہمیں اطمینان نہ ہوا۔ ہم نے مزید تحقیق کی، ہم نے دیکھا کہ امام بیہقی بھی یہی فرماتے ہیں

اِتَّفَقَ عَلٰی رِوَایَتِهَا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ ثُمَّ الْعَشْرَةُ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَکَابِرِ الصَّحَابَةِ

کہ رفع الیدین کی روایت پر چاروں خلیفوں عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہؓ کا اتفاق ہے۔ پھر حافظ الحدیث، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے پوچھا جو روایت کے سب سے بڑے ناقد ہیں۔ اصول حدیث کے بہت بڑے عالم ہیں تو انھوں نے بھی فرمایا

اِتَّفَقَ عَلٰی رِوَایَةِ هٰذِهِ السُّنَّةِ الْعَشْرَةُ الْمَشْهُوْدَةُ بِالْجَنَّةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَکَابِرِ الصَّحَابَةِ ❷

---

❶ (تعلیق المغنی ص 111) ❷ (تلخیص ص 13)

کہ روایت رفع الیدین پر عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہؓ کا اتفاق ہے۔

پھر ابو قاسم بن مندہ سے تحقیق کی تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ رفع الیدین کی روایت ایسی ہے کہ اس کو عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

مِمَّنْ رَوَاهُ الْعَشْرَةُ الْمُبَشَّرَةُ ❶

پھر علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب صاحب القاموس سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا ❷ علامہ سبکی نے بھی اس کی تصدیق کی۔ ❸

یا معشر المقلدین! اب بتائیں کہ اس کو تقلید کہتے ہیں یا تحقیق؟ یہ لوگ اتنے بڑے بڑے محدث ہیں۔ ان کی نقل پر سب کو اعتماد ہے۔ یہ کوئی حنفی تو نہیں کہ جن پر اعتماد نہ کیا جائے۔ یہ تو محدثین ہیں۔ سرتاج احناف ملا علی قاری اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں فرماتے ہیں:

لاَ عِبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَ بَقِيَّةُ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ فَإِنَّهُمْ لَيْسُوْا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ ❹

ہدایہ کے شارحین کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ کوئی محدث نہ تھے۔ یعنی حوالہ محدث سے ہی لینا چاہیے۔ چنانچہ ان محدثین سے ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً اتنے سارے صحابہ اس روایت کے راوی ہیں آپ کہتے ہیں کہ اگر شاہ صاحب موصوف کی تقلید میں لکھتے ہیں تو پھر حنفی حضرات امام صاحب کی تقلید کو خیر باد کہہ کر شاہ اسماعیل کی تقلید کیوں کریں۔ میں کہتا ہوں آپ لوگ امام صاحب کی تقلید بھی کہاں کرتے ہیں؟ اگر ان کی بھی تقلید کرتے تو اتنے گمراہ نہ ہوتے آج کل حنفی جو کچھ کر رہے ہیں کیا امام صاحب کی تقلید میں کر رہے ہیں۔ افغانی صاحب سے بھی پوچھ لیں تو وہ رفع الیدین کو منسوخ کہتے ہیں۔ کیا امام صاحب کی تقلید میں کہتے ہیں' پیری مریدی جو کرتے ہیں کیا امام صاحب کی تقلید میں کرتے ہیں۔ قبروں سے فیض لیتے دیتے ہیں تو کیا امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں؟ خیر باد

---

❶ (تحفة الاحوذی ص 219) ❷ (سفر السعادة ص :15)

❸ (جزء رفع الیدین سبکی ص:10) ❹ (موضوعات کبیر ص 74)

تو آپ نے امام صاحب کو اسی روز کہہ دیا جب رفع الیدین کو اپنی طرف سے منسوخ کر دیا۔ جب اور باتوں میں اوروں کی مانتے ہیں تو اگر اس مسئلے میں شاہ اسماعیل شہید کی مان لیں تو کیا حرج ہے؟ شاید بچ ہی جائیں' ورنہ ان المقلد فی سبیل الھالك تو ہے ہی۔ اس کے بعد آپ کہتے ہیں اگر خود تحقیق کر کے ان صحابہؓ کے نام دریافت کیے ہیں تو براہ کرم اپنی اسناد ان صحابہؓ تک بیان کر کے ان کی صحت کا ثبوت دیجیے۔ میں کہتا ہوں' ثبوت کی کس لیے ضرورت ہے۔ اگر مسئلے کی تحقیق کے لیے تو مسئلہ اظہر من الشمس ہے۔ بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی' ترمذی' ابن ماجہ' مسند احمد۔۔۔ غرض حدیث کی کوئی کتاب نہیں جس سے یہ مسئلہ ثابت نہ ہو۔ اگر صرف بحث کے لیے ہی یہ مطالبہ ہے تو آپ امام ابو حنیفہ صاحب کی چار ہزار احادیث گنوائیں۔ ہم ان میں آپ کو تمام صحابہؓ کی روایات مع صحت دکھا دیں گے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی اپنی کتاب "ماتمس الیہ الحاجۃ" میں لکھتے ہیں کہ اِنْتَخَبَ اَبُوْحَنِیْفَۃُ الْاٰثَارَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ اَلْفِ حَدِیْثٍ آگے لکھتے ہیں قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃُ عِنْدِیْ صَنَادِیْقُ مِنَ الْحَدِیْثِ مَا اَخْرَجْتُ مِنْهَا اِلَّا الْیَسِیْرَ الَّذِیْ یَنْتَفِعُ بِهٖ ❶ امام ابو حنیفہ صاحب نے اپنی چالیس ہزار احادیث میں سے الآثار منتخب کی اور امام صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس احادیث کا صندوق ہے میں صرف بقدر ضرورت نکالتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر کسی مشہور و متواتر کتاب میں آپ نے ان سب روایات کو پایا ہے تو ان کی اسانید و متون نقل کر کے حوالہ دیجیے اور ہر روایت کی صحت کو ثابت کیجیے۔ میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کچھ کو ہم نے اعلیٰ درجہ کی کتابوں مثلاً مؤطا امام مالک' بخاری و مسلم میں پایا ہے' کچھ کو درمیانے درجے کی کتب میں اور بعض کو تیسرے اور چوتھے درجے کی کتب میں۔ لیکن مجموعی طور پر یہ تمام روایات صحت سند امام صاحب کی کتاب الجامع الصحیح للامام ابی حنیفہ میں ملتی ہیں۔ وہ آپ کے پاس ہو گی آپ وہاں دیکھ لیں۔

آپ پوچھتے ہیں کہ ہمیں مسئلہ تراویح کی پیش کردہ عبارت تسلیم ہے' میں کہتا ہوں کہ ہمیں تسلیم ہے۔ آپ فرمائیے کہ آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ یہ اصول ہم نے نہیں بنایا' آپ

---

❶ ("ماتمس الیہ الحاجۃ" صفحہ 10)

کے بہت بڑے عالم شاہ ولی اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ آپ کو تسلیم نہیں تو بتایئے کہ اس میں کیا غلطی ہے۔ اگر تسلیم ہے تو ہم پر اعتراض کیسا؟ اور پھر آپ اس کے خلاف کیوں کرتے ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے مسئلہ تراویح شائع کر کے عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دھوکا نہیں دیا' بلکہ آپ پر حجت قائم کی ہے تاکہ قیامت کو آپ کو عذر نہ ہو کہ ہم کو کسی نے متنبہ نہیں کیا۔ آپ پوچھتے ہیں کہ رفع الیدین کی پیش کردہ روایات کس درجے کی ہیں؟ میں کہتا ہوں ہر درجے کی ہیں۔ جو بخاری مسلم اور موطا میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ' مالک بن حویرث اور وائل بن حجرؓ کی ہیں وہ اعلیٰ درجے کی ہیں۔ جو باقی صحاح ستہ میں ہیں وہ دوسرے درجے کی ہیں اور جو دیگر کتب حدیث میں ہیں وہ تیسرے اور چوتھے درجے کی ہیں۔ ہماری رفع الیدین کی روایت کوئی کتنی ہی گھٹیا کیوں نہ ہو آپ کی نسخ کی روایت سے اچھی ہے۔ آپ پیش کر کے دکھیں لیں کس قدر شرم کی بات ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ' مالک بن حویرث' وائل بن حجرؓ' حضرت علی' حضرت ابو حمید الساعدی' ابن زبیر' انس' جابر' عمیر اللیثی رضوان اللہ علیہم اجمعین اتنے صحابہ کی روایات کے بعد بھی جو کہ صحاح ستہ میں ہیں' آپ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اور دکھاؤ اور خود منسوخ کی ایک بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اس سے بڑی ڈھٹائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد۔

آپ کہتے ہیں ہمیں بڑی خوشی ہو جو رفع الیدین کی یہ سب روایتیں اعلیٰ درجے کی نکلیں۔ میں کہتا ہوں آپ کو رفع الیدین کی روایتوں کے ملنے پر تو خوشی ہوتی ہے نسخ کی کوئی نہ ملنے پر غم کیوں نہیں ہوتا۔ اگر آپ میں غیرت ہوتی کہ رفع الیدین کی تو اتنی اور نسخ کی ایک بھی نہیں تو شرم کے مارے مر جاتے یا توبہ کر لیتے لیکن خیر اب آپ خوشیاں ہی کر لیں۔ ہم آپ کو تمام روایات بشمول عشرہ مبشرہ آپ کے امام کی کتاب ہی سے دکھاتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر عشرہ مبشرہ کی تمام روایات صحیح بخاری' مسلم' موطا امام مالک میں سے نکل آئیں تو سبحان اللہ میں کہتا ہوں اگر عشرہ مبشرہ کی روایات صحیح بخاری' مسلم' موطا کی بجائے شیخ ابی حنیفہ سے دکھا دی جائیں تو پھر الحمد اللہ پڑھو گے یا نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کے نزدیک جو درجہ امام اعظم کا ہے وہ امام بخاری یا کسی اور امام کا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم آپ کو

عشرہ مبشرہ کی روایات صحیح ابی حنیفہ سے ہی دکھائیں گے۔ بخاری، مسلم سے نہیں کیوں کہ جب وہ صحیح ابی حنیفہ میں مل جائیں گی تو پھر کسی اور کتاب میں دکھانے کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب کی سند سب سے صحیح ہے۔ لہٰذا آپ ان کی کتاب نکالیں تاکہ ہم اس سے ہی دکھائیں۔

آپ نے یہ بھی ایک بے کار سا اعتراض کیا ہے کہ ہم نے ضعیف روایتوں کو الگ کر کے بیان کیوں نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ جب کوئی روایت حد تواتر کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹ چھٹائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رویت ہلال کے معاملے کو دیکھیں ایک دو دیکھیں تو شہادت لی جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کی عدالت و ثقاہت دیکھی جاتی ہے۔ اگر جم غفیر دیکھیں تو پھر جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب رفع الیدین کی روایات صحاح ستہ میں بکثرت موجود ہیں اور مفید علم بھی ہیں تو اب علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مقلد کو سوائے اس کے کیا کہا جائے۔ تقلیدی خمر نے کیا باؤلا۔ نہ شرم پیغمبر نہ خوف خدا۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے اور ہمیں تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے شاہ اسماعیل کی تقلید میں محض بے سند غلط اور بے اصل روایات کو بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں فرمایا۔ ہائے تقلید تیرا ستیاناس ہو کہ تو بھی کتنی ظالم اور متعصب ہے کہ تو نے بے چارے شاہ شہید کو بھی نہ بخشا۔ مقلد جب دیکھتا ہے کہ کسی نے میرے مطلب کے خلاف بات کہہ دی تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس پر پڑ جاتا ہے۔ اجی ! مقلد صاحب آپ کا کیا خیال ہے کہ شاہ صاحب کو آپ جتنی بھی عقل نہ تھی کہ انھوں نے محض بے سند، غلط اور بے اصل جوبات لکھ دی جس کو پیچھے ائمہ کہتے آئے ہوں وہ بے اصل کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ کا مذہب بے اصل، مسئلے بے اصل، تقلید بے اصل۔ سارا سلسلہ بے اصل۔ تو آپ کو شرم نہ آئے اور جو شاہ صاحب رفع الیدین کے بارے میں ایک بات کہہ دیں جو تواتر سے ثابت ہو تو آپ اسے بے اصل کہنا شروع کر دیں۔

آپ نے لکھا ہے 'برا نہ مانیے۔ اگر اس تنبیہ کے باوجود بھی آپ کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اصرار ہے تو ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ براہ کرم حضرات عشرہ مبشرہ میں سے

سات کی کوئی ایک سی روایت مختلف فیہ رفع الیدین کے بارے میں پیش تو کریں اور بتائیں کہ حدیث کی کس کتاب میں ان حضرات کی روایات مع سند بیان کی گئیں ہیں- میں کہتا ہوں کہ آپ بھی برا نہ مانیے اگر آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی اور ابھی تک اصرار ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب محدث تھے اور ان کے پاس چند حدیثوں سے زائد حدیثیں تھیں تو ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ براہ کرم ان کی کوئی کتاب جو انھوں نے خود جمع کی ہو دکھادیں۔ آپ کی حنفیت کی لاج بھی رہ جائے گی اور ہماری عشرہ مبشرہ کی روایات بھی مل جائیں گی۔ اور اگر آپ کوئی کتاب نہ دکھا سکے تو آپ کی حنفیت گئی اور ہماری عشرہ مبشرہ کی روایات گئیں۔ عشرہ مبشرہ کی روایات نہ ملیں تو ہمارا کوئی نقصان نہیں کیوں کہ ہمارا مسئلہ پھر بھی اعلیٰ درجہ کی روایات کثیرہ سے ثابت ہے۔ لیکن آپ کا بڑا نقصان ہے۔ امام بھی گیا' عظمیت بھی گئی۔ مذہب تو پہلے ہی صاف تھا' مزید صفائی ہو گئی۔ پہلے آپ عشرہ مبشرہ روایات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں یہاں آپ نے صرف سات کی روایات کا مطالبہ کیا ہے۔ تین کم کر دیئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ان کی روایات مل گئی ہیں۔ آپ یہ بتائیں آپ نے جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علی ؓ کی روایات رفع الیدین کے بارے میں دیکھیں تو آپ پر کیا اثر ہوا۔ کیا آپ نے مان لیا؟ اب آپ سوچیے کہ شرم والے کے لیے تو ایک بھی کافی ہے۔ آپ نے پتا نہیں کتنی دیکھ لی ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ مطالبہ کرتے ہیں کہ فلاں کی دکھاؤ' فلاں کی دکھاؤ۔ یہ آپ کے ایمان اور اہلیت کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ٹھیک کہا ہے

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ [10/ یونس: 96-97]

جن پر ٹھپہ لگ جائے وہ کبھی نہ مانیں گے اگرچہ ان کا ہر مطالبہ پورا ہو جائے۔ اب بتایئے کسی سنت کے ثابت ہونے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ اس کو عشرہ مبشرہ روایت کریں۔ جب دین کے مسائل ایک ایک حدیث سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں تو جس کی روایت تواتر کے درجے کو پہنچ جائے' وہ نہ ثابت ہو آپ اس کے لیے عشرہ مبشرہ کی شرط لگائیں یہ کیا عجیب بات ہے؟ رفع الیدین کی روایت کا متواتر ہونا اور تو اور مولانا انور شاہ تک نے بھی تسلیم

کیا ہے۔ جس کا حوالہ ہم پہلے اشتہار میں دے چکے ہیں۔ اور جس کی روایت متواتر ہو اور اس پر آپ طرح طرح کے لغو اعتراض کریں۔ یہ کہاں کی دیانت ہے؟ مکے والے بہت سے نشانات دیکھنے کے باوجود کہتے تھے کہ یہ معجزہ دکھاؤ' یہ معجزہ دکھاؤ۔ آپ بھی اسی طرح بہت سی روایات دیکھنے کے باوجود مطالبہ کرتے ہیں کہ فلاں کی روایت دکھاؤ' فلاں کی روایت دکھاؤ۔ اللہ ان کو معجزہ دکھا سکتا تھا' لیکن اللہ نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ صورت اللہ نے آپ کے ساتھ کر دی۔ جہاں اللہ نے موجودہ روایات محفوظ کر دیں وہاں اوروں کو بھی کر سکتا تھا۔ اللہ نے جیسے اس کی عادت ہے آپ کے فتنے کے لیے یہ نہیں کیا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾[22:الحج:53]﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ﴾[37:الصافات:63]..﴿وَ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلاَّ فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾[74:المدثر:31]

آپ نے عشرہ مبشرہ سے سات کی روایتوں کا مع سند مطالبہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں امام بیہقیؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

فَقَدْ رُوِیَ هٰذِهِ السُّنَّةُ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ وَ طَلْحَةَ وَ زُبَيْرٍ وَّ سَعْدٍ وَّ سَعِيْدٍ وَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ

یہ سنت' رفع الیدین ان دس صحابہ سے بھی مروی ہے جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ نشان تو امام بیہقیؒ نے دے دیا ہے۔ چونکہ بیہقی تیسرے درجے کی کتاب ہے' اتنی معتبر نہیں جتنی مسند ابی حنیفہ اصلی۔ اس لیے انھوں نے مسند ابی حنیفہ پر اعتماد کرتے ہوئے کہ اس میں ساری سندیں موجود ہیں۔ خود سندیں نہیں لکھیں۔ اگر آپ کو مزید شوق سندبازی کا ہو تو سندیں وہاں دیکھ لیں۔ حضرت حسن کی ایک مرفوع حدیث ابو نعیم اور عبدالرزاق میں ہے لیکن یہ اتنی صحیح نہیں جتنی کہ وہ جو صحیح ابی حنیفہ صفحہ 420 پر ہے۔ وہ سند سنہری سند ہے۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ حضرت ابو مسعودؓ حضرت بریدہؓ حضرت عمار کی روایات بیہقی کے

علاوہ مسند ابی حنیفہ اصلی صفحہ 420 پر بسندات صحیح موجود ہے۔

آپ نے ہماری اس بات پر جو اعتراض کیا ہے کہ رفع الیدین کا ثبوت ہر کتاب میں موجود ہے۔ بتایئے کس کتاب میں ثبوت نہیں- آپ اپنے گھر کی حدیث کی کوئی کتاب لے آئیں اگر اس کتاب میں متنازع فیہ کا ثبوت نہ ملے تو آپ اعتراض کریں۔ آج تک حدیث کی کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی جو کسی محدث نے لکھی ہو اور جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت موجود نہ ہوں۔ جہاں تک ثبوت کا تعلق ہے وہ تو حدیث کی ہر کتاب سے مل سکتا ہے۔ رہ گئیں ان اصحاب سے روایات رفع الیدین دربارہ تو وہ یقیناً کسی ایک کتاب میں سوائے کتاب ابی حنیفہ کے نہیں مل سکتیں۔ اصل میں محدثین میں سے کسی کے پاس فرداً فرداً اتنا ذخیرہ احادیث نہ تھا جتنا امام ابو حنیفہ کے پاس تھا۔ ان کو اسی لیے امام اعظم کہتے ہیں۔ انھوں نے تمام ائمہ کی روایات کو ایک جگہ جمع کر لیا تھا۔ وہ اپنے ذخیرے کو بہت حفاظت سے صندوق میں بند رکھتے تھے۔ جیسا کہ ان کے روحانی فرزند حضرت مولانا نعمانی صاحب بیان کرتے ہیں۔ وہ تمام ذخیرہ وراثت میں حضرت نعمانی صاحب کو ہی منتقل ہو گیا۔ متعدد بار میں زیارت کے لیے حاضر بھی ہوا، لیکن حضرت نعمانی صاحب کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ امام صاحب کی کسی کتاب کا درشن ہی نہیں کراتے۔

آپ ہمیں کہتے ہیں کہ ذرا تو شرمائیں آخر اس قدر غلط بیانی اور دیدہ دلیری کی جرأت آپ میں کیسے ہوئی ؟ میں کہتا ہوں کہ آپ کو دیکھ کر آپ ہمیں کہتے ہیں کہ ذرا تو شرمایئے، میں کہتا ہوں کہ آپ گلے میں تقلید کا طوق ڈالتے ہوئے نہ شرمائیں، ہم اتباع رسول کرتے ہوئے شرمائیں۔ غلط بیانی اور دیدہ دلیری مقلد کا کام ہے۔ امام اعظم بھی کہیں اور کتاب ایک نہ دکھائیں۔

منسوخ بھی کہیں اور حدیث ایک نہ دکھائیں۔ چوری اور سینہ زوری۔ آپ جو جھنجھلا رہے ہیں۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارا دعویٰ کیا ہے اور آپ کا کیا ؟ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ثابتہ ہے اور آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سنت منسوخ ہے۔ اگر ہم اپنا دعویٰ نہ ثابت کریں تو ہم جھوٹے، بے شرم، غلط بیان دیدہ دلیر اور جو کچھ آپ

کہیں اگر آپ اپنا دعویٰ ثابت نہ کریں تو پھر آپ یہ سب کچھ۔ ہم نے ثبوت کے لیے بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی ابن ماجہ کا نام لیا ہے اور اس کے بعد یہ بھی کہا کہ یہ حدیث کی ہر کتاب سے ثابت ہے۔ اگر ہم حدیث کی ان کتابوں سے رفع الیدین ثابت نہ کر سکیں تو ہم جھوٹے۔ اب آپ اس طرف تو منہ کرتے ہی نہیں کہ ہم سے رفع الیدین کا ثبوت مانگیں اور خود نسخ کا ثبوت دیں۔ کیوں کہ آپ کو یہ یقین ہے کہ ہمارا دعویٰ ثابت اور آپ جھوٹے ہیں۔ ان صحابہؓ کی مرویات کا بصحت سند مطالبہ کرتے ہیں جن کے ثبوت کا نہ ہم نے دعویٰ کیا ہے نہ ضرورت ہے۔ ہم رفع الیدین کے اثبات کے دعویٰ دار ہیں نہ کہ تمام روایات کے دکھانے کے۔ یہ بات تو صرف تائید تھی اور وہ ثابت ہے۔ آپ اصل دعوے کو چھوڑ کر ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ چور اپنی ہیری پھیری سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ نہ سیدھی بات' نہ سیدھی چال۔ سارے رسالے میں آپ نے نہ ہم سے رفع الیدین کا ثبوت مانگا نہ خود نسخ کا ثبوت دیا۔ روایتوں کے مطالبے میں ہی تقریباً آدھا رسالہ بھر دیا حالانکہ اگر یہ ساری روایات ثابت نہ بھی ہوں تو بھی نفس ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ تو صحاح ستہ کی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ پھر کمال یہ ہے کہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اتنی جرأت تمھیں کیسے ہوگئی۔ ہم کہتے ہیں کہ تمھیں دیکھ کر۔ تم نے جو کہا کہ امام صاحب کے پاس اتنا ذخیرہ تھا کہ چالیس ہزار میں سے آثار چھانٹی اور صندوق بھرے رہتے۔

آپ نے لکھا ہے اچھا ان بارہ حضرات کو تو چھوڑیئے کہ انکی روایت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کی کس قدر غلط بیانی اور دیدہ دلیری ہے۔ آخر کچھ تو شرمایئے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ ان بارہ حضرات کی روایت صحیح ابوحنیفہ اور مسند اہل حنفیہ اصلی میں موجود ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ آخر امام صاحب کی کسی حدیث کی کتاب کا وجود ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر آپ کی تو لٹیا ڈوب گئی۔ اگر ہے تو آخر ان کتابوں میں حدیثیں ہی تو ہیں۔ نکالیے۔! ہم آپ کو ان بارہ کی کیا سب کی روایات دکھا دیں گے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ان حضرات کے اسماء گرامی تو آپ نے شاہ اسماعیل شہید کی اندھی تقلید میں جکڑبند ہو کر لکھے ہیں۔ شکر ہے آپ کو بھی پتا لگ گیا کہ تقلید اندھی ہوتی ہے

اگر صرف تقلید اندھی ہو تو اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ امام اندھا ہو تو خطرہ ہوتا ہے۔ اگر تقلید بھی اندھی ہو اور امام بھی اندھا ہو تو بیڑا ہی غرق۔ بقول آپ کے ہم نے شاہ شہید کی اندھی تقلید کی ہے۔ لیکن کم از کم سنت رسولؐ سے تو نہیں ہٹے۔ لیکن آپ نے اندھے اماموں کی اندھی تقلید کی اور سنت کے دشمن اور اس کے مٹانے والے بن گئے۔ اسی لیے تو ہم بار بار کہتے ہیں کہ اگر موجودہ حنفی امام صاحب کے ہی مقلد رہتے تو اتنے گمراہ نہ ہوتے۔ کیوں کہ اگر تقلید اندھی تھی تو امام صاحب تو اندھے نہ تھے۔ وہ تو بہت دوربین تھے۔ اب جو حنفیوں نے معتزلیوں کلابیوں اور کرامیوں کی تقلید کی' ان کو اپنا امام بنایا تو یہاں تک نوبت آگئی کہ سنتوں کے دشمن اور بدعتوں کے عاشق بن گئے۔ اور اتنے دلیر ہو گئے کہ شرماتے ہی نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک روایت تواتر کے درجے کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹنے اور علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی' کیوں کہ اس وقت ضعیف روایت بھی کام دیتی ہے۔ جب چاند کو بہت سے لوگ دیکھ لیں تو پھر یہ فرق کرنا بے کار ہوتا ہے کہ کتنے مسلمان تھے' کتنے ہندو ان پڑھ تھے۔ کتنے عالم۔ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ پچاس آدمیوں نے چاند دیکھا قطع نظر اس کے کہ وہ کیسے کیسے تھے۔

آپ کہتے ہیں' آپ کے اہل حدیث ہونے کا ثبوت بھی جب ہی فراہم ہوگا جب آپ دیانت داری سے احادیث کی تحقیق میں مصروف ہوں گے۔ میں کہتا ہوں' دیانت داری تو غیر مسلم بھی برت لیتے ہیں۔ فقط دیانت داری سے اہل حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اہل حدیث ہونا تو دیانت داری کے ساتھ اتباع سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ حنفی اور اہل حدیث میں یہی تو فرق ہے۔ اہل حدیث رسولؐ کی سنت کا شیدائی۔۔۔ اور حنفی جو "حضرات کہیں" اس کا شیفتہ۔

آپ کہتے ہیں کہ ان میں سجدہ کی رفع الیدین کی روایت بھی ہے۔ میں کہتا ہوں جن روایات میں سجدہ کی رفع الیدین کا ذکر ہے ایک تو وہ صحیح نہیں دوسرے صحیح احادیث یعنی بخاری مسلم' مؤطا کی احادیث کے خلاف ہے۔ اس لیے قابل عمل نہیں۔

آپ کہتے ہیں بعض روایتوں میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کا ذکر ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ابن ماجہ صفحہ 63 سے پیش کی ہے حالانکہ یہ بالکل

جھوٹ ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ بالکل نہیں۔ یہ تو صرف آپ کے ذہن کی پیداوار ہے۔ اگر آپ یہ روایت ابن ماجہ میں نہ دکھا سکیں تو دیانت داری سے تسلیم کریں کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ رہ گئی ابن عباسؓ کی روایت تو اس سے وہ معروف رفع الیدین مراد ہے جس کو علامہ سندھی حنفی نے ابن ماجہ کے حاشیہ میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ کی قدرت ہے کہ بنتے مقلد ہیں' چھلانگیں اماموں سے بھی آگے لگاتے ہیں۔ آپ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ آپ ہمیں مزید سنتوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں' میں کہتا ہوں رہنمائی مقلد بے چارہ کیا کرے گا وہ تو خود اندھا ہے اور اندھا بھی دل کا۔ اس کی اپنی نیت سنت پر عمل کرنے کی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کی طرف سے سنت کی رہنمائی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ سنت کی رہنمائی کی ڈھینگ مارتے ہیں اور اہل نظر یہ کہہ گئے ہیں:

فَاهْرِبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَاِنَّه' ضَلَالَةٌ
اِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيلِ الْهَالِكِ

آپ کہتے ہیں کہ ان تین جگہوں کے علاوہ باقی مقامات پر ہمیں حنفیہ سے اتفاق ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیوں سے اہل حدیث کو اتفاق کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تقلید کی وادیوں میں بھٹکنے والے' کبھی کوفے کا رخ کریں' کبھی ماوراء النہر کا' کبھی ادھر کا' کبھی ادھر کا اور اہل حدیث صرف مدینہ کی راہ جاننے والے۔ نہ وہ ادھر دیکھیں' نہ ادھر۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

حنفی صرف ایک رفع الیدین کے قائل ہیں اور وہ بھی کسی کی تقلید میں۔ اہل حدیث چار کے قائل اور صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں۔ حنفی حدیث کو صحیح بھی کہیں اور عمل نہ کریں۔ اہل حدیث کو حدیثِ صحیح مل جائے تو جان دے دیں۔ آپ دیکھیں آپ نے سجدہ کی رفع الیدین کی کتنی حدیثیں لکھیں ہیں اور ان کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے' لیکن عمل کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں۔ تعجب ہے آپ کے کہنے پر کہ حنفی اہل حدیث کو بھولی بسری سنت بتلائے' سوائے مقلد کے اس کو کون مان سکتا ہے۔ آپ سوچیے اہل حدیث

کے پاس سوائے سنت کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟ ہمارے تو صرف ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ وہی امام' وہی پیر' وہی مرشد' وہی ہادی۔ ہم نے تو اور کوئی کیا ہی نہیں' تاکہ ان کی اطاعت میں قصور نہ ہو۔ آپ نے تو کئی کر رکھے ہیں۔ نام لینے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ' آگے کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ' مذہب کے لیے معجون مرکب حنفی فقہ جس میں معتزلہ' مرجیہ' کرامیہ' کلابیہ' شیعہ سب کی کارستانیاں ہیں۔ سلوک کے لیے کہیں چشتیہ' کہیں سہروردیہ' کہیں قادریہ' کہیں نقشبندیہ۔۔۔ عقائد کے لیے ماتریدیہ۔۔۔ اب بتایئے جس کے اتنے ہوں سنتیں اس کو بھولیں گی یا اہل حدیث کو جن کا ہے ہی ایک۔

راہے است از ایں غم کدہ تا روضہ رضواں

ما غیر رہنما را نشا سیم

ما فرقہ اسلام بہ توفیق الٰہی

جز ہدی نبی غیر ہدی راہ انشاسیم

آپ کہتے ہیں ہمارا احسان مانیں' ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کا مانیں یا آپ ہمارا۔ خدارا کوئی بات تو سیدھی کیا کریں۔ دین اہل حدیث لائے یا حنفی۔ حنفی بے چارے تو کہیں دو تین سو سال بعد جا کر پیدا ہوئے ہیں۔ بتلایئے امام ابو حنیفہ صاحب سے پہلے بھی حنفی تھے' اگر نہیں اور یقیناً نہیں' کیوں کہ بیٹا باپ سے پہلے نہیں ہوتا تو بتایئے امام ابو حنیفہ سے پہلے کون لوگ تھے؟ حنفی' شافعی وہ نہ تھے۔ مالکی' حنبلی وہ نہ تھے۔ چشتی قادری وغیرہ۔۔۔ وہ نہ تھے۔ آخر وہ کیا تھے؟ کچھ تو خیال کریں۔ ہمیں کہتے ہیں کہ شرمایئے اور خود شرم کی چادر اتار کر امام ابو حنیفہ صاحب کے صندوق میں بند کر کے رکھ دی ہے۔ کتابیں ویسے ضائع کر دیں' شرم ایسی اتار دی۔۔۔ وہ اولاد بھی کیسی نااہل ہوتی ہے جو اپنے باپ کے قیمتی اثاثے کو ضائع کر دے۔ کتابوں کے ضیاع سے علم بھی گیا۔ اب شرم بھی گئی۔

آپ کہتے ہیں جو جواب آپ سجدے میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرنے کی روایت کا دیں وہی جواب ہماری طرف سے رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کا قبول فرمائیں۔ میں کہتا ہوں کہ

آپ کا جواب وہی کیسے ہو سکتا ہے ؟ ہم سجدوں میں رفع الیدین کے مشروع ہونے کے ہی قائل نہیں' کیوں کہ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں' بلکہ صحیح حدیثوں میں اس کی سخت نفی ہے۔ لہٰذا سجدوں کی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ منسوخ تو تب ہو جب مشروعیت ثابت ہو۔ جب مشروعیت ہی نہیں تو نسخ کیسا؟ نسخ کا سوال تو رکوع کی رفع الیدین کا ہے۔ جس کا مسنون ہونا آپ کو بھی تسلیم ہے' اور ہمیں بھی۔ لہٰذا آپ اس کا نسخ دکھائیں۔ ہماری اوٹ میں جان نہ بچائیں۔ ہمارا اور آپ کا معاملہ ایک نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ رفع الیدین جو ایک تعبدی فعل ہے' اس کے نسخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت مشروع ہونے والی چیز ہے' نہ کہ منسوخ۔ نماز میں جتنے ممنوعات ہوئے وہ سب عادی تھے۔ ان میں سے عبادی کوئی نہ تھا۔ مسنون رفع الیدین پہلے ہی سے عبادی امور میں سے ہے اس لیے یہ منسوخ نہ ہوئی۔ جو رفع الیدین عبادی نہ تھی بلکہ عادی تھی وہ ختم کر دی گئی۔ جیسے سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ اٹھانا۔ سجدہ کے رفع الیدین کے سلسلہ میں جو روایت آتی ہے' اولاً تو وہ صحیح نہیں۔ اگر کھینچا تانی سے کسی کو صحیح بنایا بھی جائے تو اس میں وہ رفع الیدین مراد ہے جو ضد جر الیدین ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سجدہ سے سر اٹھائے تو ہاتھوں کو گھسیٹ کر رانوں پر نہ لائے بلکہ اٹھا کر لائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ چہرے کے ساتھ ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں۔ جب پیشانی کا سجدہ کرو تو ہاتھوں کا بھی سجدہ ساتھ کرو۔ جب چہرہ اٹھے تو ہاتھ بھی اٹھائیں۔۔۔ یعنی اٹھا کر رانوں پر رکھے جائیں۔ گھسیٹ کر نہیں۔ اس روایت کو بعض راویوں نے سجدے کی رفع الیدین سے تعبیر کیا ہے' لیکن حقیقت میں یہ ویسی رفع الیدین نہیں جو تکبیر تحریمہ یا رکوع کے وقت کی جاتی ہے۔ اس طرح سے احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور زیادہ احادیثوں کا اہمال بھی لازم نہیں آتا۔ ان حنفی مقلدوں کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ آٹھ دس حدیثیں سجدے کی رفع الیدین کی صحیح بنا دیں۔ اب نہ ان کو منسوخ ثابت کر سکتے ہیں' نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ صرف دس فیصدی سچا ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارا دعویٰ سو فیصدی سچا ہے۔ ہمارا دعویٰ تھا کہ رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ہے۔ جو صحاح ستہ کی بہترین سے بہترین روایت سے ثابت ہے۔ ہم نے اس کی تائید میں تنویر

العینین کا حوالہ پیش کیا۔ ہمارے دعویٰ کا ثبوت صحاح ستہ کی احادیث ہیں نہ کہ تنویر العینین کا حوالہ۔ تنویر العینین کا حوالہ تو صرف تائید کے لیے ہے۔ یہ آپ کی کم فہمی ہے جو اس کو دعویٰ کی دلیل بنا کر اس پر بحث کر رہے ہیں۔ حوالہ ہمارا وہ بھی ٹھیک ہے جو تنویر العینین میں موجود ہے۔ یہ تنویر العینین والے نے آگے جن کا حوالہ دیا ہے' وہ حوالے بھی موجود ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ ہمارے دعوے کے ثبوت میں کیا کمی رہی۔ آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کی روایات پیش کریں۔ میں کہتا ہوں جب ہمارا دعویٰ صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے تو ہمیں ان تمام روایتوں کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ؟ خصوصاً جب کہ امام حاکم اور امام بیہقی جیسے ائمہ دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ یا دیگر اتنے صحابہ سے یہ بات مروی ہے۔ آپ ان کی نقل اور شہادت کو نہیں مانتے۔ اس وجہ سے نہیں کہ آپ کو شک ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ حمیت جاہلیہ آپ کو مجبور کرتی ہے ورنہ یہ وہ امام ہیں جن کے بارے میں مشکوۃ شریف کے مقدمہ میں ہے اِنِّیْ اِذَا نَسَبْتُ الْحَدِیْثَ اِلَیْھِمْ کَاَنِّیْ اَسَنَدْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ۔ "یعنی یہ لوگ غلط نسبت کبھی نہیں کرتے۔ حدیث ہوتی ہے تو کرتے ہیں ورنہ نہیں"

اس کے علاوہ امام بخاریؒ اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں لکھتے ہیں: "قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُمَیْدُ بْنُ ھِلَالٍ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھِمْ وَ لَمْ یَسْتَثْنِ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ دُوْنَ اَحَدٍ" حضرت حسن اور حمید بن ہلال نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی صحابیؓ کو مستثنیٰ نہیں کیا کہ وہ کبھی رفع الیدین نہ کرتا اور رفع الیدین بھی متنازع فیہ۔ چنانچہ امام بخاریؒ اپنے رسالہ میں آگے صراحت سے فرماتے ہیں۔ اِذَا رَکَعُوْا وَ اِذَا رَفَعُوْا رُؤُوْسَھُمْ ❶ یعنی رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع الیدین کا ذکر ہے۔ اسی طرح وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں 10 ھجری میں سردیوں میں آیا تو میں نے صحابہؓ کو رفع الیدین

---

❶ (جز رفع الیدین ص 134' تحفۃ الاحوذی 219/1'کتاب الصلوۃ' باب رفع الیدین' محلی ابن حزم 79/4)

کرتے دیکھا۔ حضرت وائل بن حجرؓ صحابی رسولؐ نے کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اب آپ سوچیے کہ کیا یہ صحابہؓ جن کی شہادت ملی ہے سینکڑوں نہ تھے؟

آپ نے ہم پر غلط بیانی کا بھی الزام لگایا ہے۔ غلط بیانی تو تب ہوتی اگر ہمارا حوالہ تنویر العینین میں یا جن کے حوالے سے ہم نے نقل کیا ہے' ان کے ہاں نہ ہوتا۔ جب تنویر العینین میں ہمارا پیش کردہ حوالہ موجود ہے اور دیگر ائمہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو غلط بیانی کیسی' کسی روایت کا نہ ہونا اور نہ ملنا اور بات ہے۔ امام ترمذیؒ جو کہتے ہیں فی الباب عن فلان و فلاں ۔۔۔ تو کیا وہ ساری روایات مل جاتی ہیں؟ اب اتنے بڑے بڑے ذخیرہ حدیث کے کہاں ہیں جو ساری روایات مل جائیں۔ جب چالیس ہزار حدیثیں تو اکیلے نعمانی صاحب نے اپنے روحانی باپ کی گم کر دیں تو اور حنفیوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہو گا۔ احادیث کے ذخیروں کے اتنے بڑے بڑے نقصانات کے بعد آپ کا یہ پوچھنا کہ فلاں کی روایتیں کہاں ہیں۔ ائمہ کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ غلط بیانی کا الزام اصل میں آپ لگا تو ان ائمہ پر رہے ہیں لیکن منافقت کی وجہ سے نام ہمارا لیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں بارہ نام تو یوں خارج ہو گئے کہ ان کی روایت کا سرے سے خارج میں کوئی وجود ہی نہیں۔ صرف آپ کے ذہن میں ہے' میں کہتا ہوں آپ جو اس بات کو یوں کہہ رہے ہیں کہ ان روایتوں کا سرے سے خارج میں کوئی وجود ہی نہیں تو سیدھے ان کو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ امام بیہقیؒ' امام حاکم اور دیگر ائمہ جنھوں نے یہ بات کہی سب جھوٹے ہیں' تاکہ کم از کم آپ منافقت سے تو بچ جائیں اور جو ہو سو ہو۔

آپ یہ بتائیں کہ آپ نے جو امام صاحب کی چالیس ہزار حدیثوں کا دعویٰ کیا ہے کیا وہ خارج میں موجود ہیں' یا صرف اندھی تقلید کی وجہ سے آپ کے ذہن میں ہی ہیں۔ اگر اس وقت ایک بھی روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح سند کے ساتھ نہ ملے تو کیا اس سے آپ کے اصول کے مطابق یہ لازم نہیں آئے گا کہ ان کے پاس کوئی حدیث نہ تھی۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ انھوں نے چالیس ہزار حدیثوں میں سے آثار چھانٹی۔ اگر جھوٹ نہیں تو وہ چالیس ہزار احادیث کہاں ہیں۔ اگر وہ حدیثیں خارج میں نہ ملیں، تو آپ دیانت داری سے تسلیم کریں کہ آپ جھوٹے ہیں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا۔ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیح یاد ہیں اور

دولاکھ غیر صحیح اکمال۔

اب کیا ان کی یہ تمام احادیث اس وقت خارج میں موجود ہیں۔ اگر خارج میں موجود نہ ہوں تو کیا آپ کے اصول کے مطابق وہ جھوٹے ہوں گے۔ آخر کچھ تو اپنے پڑھے کی لاج رکھیں۔ جاہل سے جاہل آدمی بھی ایسی بات نہیں کہتا۔ سنت پر عمل کرنا تو آپ کی قسمت میں نہیں تھا۔ ایسی ہرزہ سرائی کر کے خدا کے غضب کو تو دعوت نہ دیں۔

آپ نے ام درداءؓ کے بارے میں اعتراض کیا ہے کہ وہ صحابیہ ہیں یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ امام بخاریؒ کے رسالہ کو دیکھ لیں آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ آپ کہتے ہیں جب کچی پکی روایتیں چھٹ جائیں تو پھر بتائیں کہ اب کیا باقی بچے؟ میں کہتا ہوں جو بھی باقی بچیں۔ آپ کو منکر حدیث اور سنت ثابت کرنے کے لیے تو کافی ہیں۔ آپ نے صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کا مطلب بھی خوب سمجھا کہ صحاح ستہ کی ہر کتاب کی صحیح احادیث سے ثابت ہو۔ اگر آپ کے علم کو تقلید چاٹ گئی تھی اور سمجھنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو گئی تھی تو افغانی صاحب سے ہی پوچھ لیتے۔ وہ آپ کو بتادیتے کہ برخوردار یہ قضیہ مہملہ ہے کہ جس میں حکم افراد پر ہوتا ہے لیکن یہ بیان نہیں ہوتا کہ بعض کے لیے' یا سب کے لیے' یا کتنوں کے لیے تمھیں اتنی سی بات بھی نہیں آتی۔ کیا پڑھتے ہو گے۔ تم پر تو بچے بھی ہنستے ہوں گے۔ ایک آپ جیسے ہی علامہ تھے جن کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر جنوں میں بھی بہت آئے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ یا علامۃ الدھر آپ جو اتنی قطعیت سے کہہ رہے ہیں آخر اس کا ثبوت کیا ہے؟ تو فوراً انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں۔ ﴿يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ [6:الانعام:130] فرمانے لگے یہ عقیدہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ آپ کا طرز استدلال دیکھ کر مجھے وہ علامہ یاد آگئے کہ وہ بھی آپ کی طرح "منکم" سے یہ استدلال کرتے تھے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں رسول آئے۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر دونوں میں سے ایک میں بھی رسول آئے ہوں تو "منکم" صادق ہو گا۔ میں نے کہا ابھی دنیا میں علامہ بہت ہیں' ابھی دنیا علاموں سے خالی نہیں ہوئی۔ پھر خصوصاً آپ کے مذہب میں تو ایسے بہت سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں ہمیں اس دعوے کی بھی صحت تسلیم نہیں کہ مسلم اور ابو داؤد کی وائل بن حجرؓ کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات سے چند ماہ قبل تک بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو تسلیم ہے کیا؟ جب آدمی لاَ یُؤْمِنُوْنَ کے درجے کو پہنچ جاتا ہے تو پھر یہی ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں حضرت وائل بن حجر کا بیان ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو متنازع فیہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ بتائیں کہ وائل بن حجرؓ کب مسلمان ہوئے؟ علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں۔ "اَسْلَمَ فِي الْمَدِيْنَةِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ" یعنی 9 ہجری میں مدینہ میں مسلمان ہوئے۔ مسلم شریف کی حدیث سے معلوم ہوا کہ موسم سردیوں کا تھا۔ یعنی 9 ہجری کے آخر میں۔ چوں کہ جنگ تبوک رجب میں ہوئی جب کہ سخت گرمی تھی۔ پھر ابو داؤد میں ہے ثُمَّ جِئْتُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ فِيْ بَرْدٍ شَدِيْدٍ۔ نسائی میں ہے: ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ مِنْ قَابِلٍ۔ ❶ طحاوی میں اور صراحت ہے مِنْ عَامٍ قَابِلٍ یعنی وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ اگلے سال سردی کے موسم میں دوبارہ آیا (قریباً شوال 10ھ میں) اور پھر ان کو رفع الیدین کرتے دیکھا۔ حضورؐ ربیع الاول 11 ہجری کو فوت ہوتے ہیں۔ اس حساب سے کل چھ سات مہینے کا وقفہ بنتا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہے کہ حضورؐ اپنی وفات سے چند ماہ قبل تک بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

مقلد بصیرت کا اندھا تو ہوتا ہی ہے اب معلوم ہوا کہ اس کا ذوق بھی گندا ہوتا ہے۔ اچھی چیز اس کے سامنے ہو تو اسے نہیں لے گا۔ ردی بچی کھچی چیز کو دوڑ کر پکڑے گا۔ ابو داؤد میں وائل بن حجرؓ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں سجدوں کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ مقلد نے اسے نہیں لیا' اس کو لیا جس میں سجدوں میں رفع الیدین ہے۔ حالانکہ خود امام ابو داؤد نے اس کے شذوذ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَمَامٌ عَنِ ابْنِ حُجَادَةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ" ❷ ابن حجادہ کا ایک شاگرد

---

❶ (جزء رفع الیدین رقم 31' ابوداؤد' کتاب الصلوۃ ' باب رفع الیدین فی الصلوۃ ص 1276 رقم 727) ❷ (بذل المجهود 12/2 کتاب الصلوۃ ' باب رفع الیدین)

سجدے کی رفع الیدین کا ذکر کرتا ہے' دوسرا نہیں۔ ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس کے بعد وہ وائل بن حجرؓ کی حدیث دوسری سند سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں سجدہ کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اصل میں وائل بن حجرؓ کی حدیث میں سجدہ کی رفع الیدین ہی نہیں۔ اگر کسی طریق میں ہے تو کسی نچلے راوی کی خطا ہے۔ ہمارے معترض نے وائل بن حجرؓ کی وہ روایت نہ لی جو مسلم میں ہے۔ حالانکہ مسلم کا درجہ بخاری کے بعد صحاح ستہ میں سب سے اونچا ہے۔ اس روایت میں بھی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ یعنی مسلم کی اعلیٰ روایت کو چھوڑا' ابوداؤد کی صحیح روایت کو چھوڑا' جو بخاری مسلم کی احادیث کے مطابق تھی۔ ابوداؤد کی اس روایت کو لیا جس کو خود امام ابوداؤد نے مجروح کیا ہے۔ آخر کیوں ؟ صرف اس وجہ سے کہ مقلد مطلبی ہوتا ہے۔ ہمیشہ ردی اور بچی کھچی چیز کو ہی لیتا ہے۔ اہل حدیث اور حنفی میں ہمیشہ یہی فرق ہوتا ہے۔ اول تو حنفی حدیث کو لیتا ہی نہیں' کیوں کہ اسے ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ ضرورت تو اسے ہو جسے نبی کی اطاعت کرنی ہو۔ اسے تو فقہ کو ماننا ہے' خواہ حدیث کچھ کہے اور اگر مقلد حدیث لے بھی لے' تو بچی کھچی۔ جس کو اہل حدیث نے ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ غریب اول تو سبزی یا گوشت لیتا نہیں' سوکھی روٹی کھا لیتا ہے لیکن اگر لے بھی تو بچی کھچی شام کو جا کر۔ اعلیٰ اور تازہ تو کبھی اس کی قسمت میں ہوتی ہی نہیں۔ مقلدوں کا بالکل یہی حال ہے۔ اختلاف میں کبھی اس کو صحیح حدیث نصیب نہ ہو گی' ادھر ادھر گری پڑی کو ہی ہاتھ ماریں گے۔

آپ غصے میں عقل سے باہر کیوں ہو رہے ہیں۔ کچھ سمجھیں تو سہی' بیہقی کی روایت کو ہم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کیا۔ اگر یہ ہمارے دعویٰ کا مستدل ہوتا ہے تو آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ نسخ کی کوئی حدیث دکھاؤ جو 10ھ کے بعد کی ہو۔ ہمارا 10 ہجری کے بعد کی حدیث کا مطالبہ کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ ہم نے بیہقی کی روایت سے عدم نسخ پر استدلال نہیں کیا۔

اگر بیہقی کی روایت سے استدلال ہوتا تو 10 ہجری مقرر کرنا بیکار تھا۔ کیوں کہ بیہقی کی روایت تو وفات تک کی رفع الیدین کو بیان کرتی ہے۔ رہ گیا اس کے پیش کرنے پر

اعتراض تو وہ اس وجہ سے غلط ہے کہ ہم نے اس کو بطور ثبوت کے پیش نہیں کیا بلکہ بطور تائید کے پیش کیا ہے۔ ثبوت اور تائید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تائید میں تو ضعیف روایت بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ آپ نے ہمارے رسالے کی عبارت کو نہیں سمجھا یا سمجھا لیکن تلبیس کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی لکھا ہے: گروہ بندی اس لیے تو بری چیز ہے کہ ایک اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ایک گھٹیا چیز لینی پڑتی ہے۔ ہمارے رسالے کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تیسرے چوتھے درجے کی روایت سے اول درجہ کی روایات کا مقابلہ کرنا یا ایسی ضعیف روایت کو کسی مسئلے کی بنیاد بنانا جس کا اصل صحاح ستہ میں نہ ہو' یہ صرف گمراہ فرقوں کا کام ہے۔

آپ نے یہ کیسی جہالت کی بات کہی ہے کہ بیہقی کا حوالہ دینا ہی نہیں چاہیے تھا۔

ہم نے اپنے رسالہ میں یہ کہاں لکھا ہے' یا پہلے ائمہ نے کہاں کہا ہے کہ تیسرے درجے کی کتابیں تائیدی حوالوں میں بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ تیسرے درجے کی کتابوں میں ہر طرح کی احادیث ہوتی ہیں۔ ایک ماہر فن ان سے تائید کے لیے متابعات اور شواہد کا کام لے سکتا ہے اور محدثین ہمیشہ ایسا کرتے رہے ہیں۔ البتہ ان کے تفردات سے استدلال ٹھیک نہیں۔

ہم نے بیہقی کی روایت کا حوالہ تائید کے لیے دیا ہے۔ اور تائید کے لیے تیسرے درجے کی کتابوں کی احادیث پیش کرنے کی نفی تو ہم نے نہیں کی۔ ہم نے نفی اس بات کی کی ہے کہ ان پر دارومدار اعمال کا نہیں۔ ان کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ جب کسی حدیث کا اصل درجہ اولیٰ و ثانیہ میں پایا جائے تو اس کی وضاحت کے لیے' تائید کے لیے ان کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی تحقیق کرتے تو آپ کا خیال ہے اہل حدیث اور پھر تحقیق نہ کرے۔ تحقیق تو مقلد نہیں کرتا' کیوں کہ تحقیق اور تقلید آپس میں ضد ہے۔ اگر تحقیق کی تو تقلید نہ رہی اگر تقلید کی تو تحقیق نہ رہی۔ لیکن اہل حدیث ہمیشہ تحقیق کرتا ہے کیوں کہ وہ تقلید نہیں کرتا۔ ہم نے اس روایت کی تحقیق کی تو ہم نے دیکھا کہ یہ اس قابل ہے کہ اس سے تائید کا کام لیا جائے۔ اگرچہ اس کا ایک راوی ساقط الاعتبار ہے' لیکن یہ حدیث معنی کے اعتبار سے ساقط نہیں۔ اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ جو متنازع رفع الیدین کے راوی بھی ہیں اور خود عامل بھی۔ اپنی نماز پڑھ کر فرماتے ہیں: "مَا زَالَ

هٰذِهِ صَلٰوتُه حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا" ❶ کہ حضور ﷺ کے فوت ہونے تک ان کی نماز یہی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ نماز رفع الیدین کے ساتھ ہوگی' کیوں کہ وہ رفع الیدین کے عامل تھے۔ یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیہقی کی روایت کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور کے بعد بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے بلکہ جو رفع الیدین نہ کرتا اسے کنکر مارتے تھے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک رفع الیدین منسوخ نہ تھی تو یہ حضور کا معمول تھی۔ یہی بیہقی کی روایت بیان کرتی ہے حضرت وائل بن حجرؓ کا 10 ہجری میں' حضور ﷺ کی وفات سے چند ماہ قبل کی شہادت دینا یہ بھی مؤید ہے اس بات کا کہ رفع الیدین آپ کا آخر تک فعل تھا۔ اس کے علاوہ قریباً تمام صحابہؓ کا حضور ﷺ کے بعد بھی رفع الیدین کرنا دلالت کرتا ہے کہ رفع الیدین منسوخ نہ ہوئی تھی اور آپ آخر تک اسے کرتے رہے۔ یہی بیہقی کی روایت ہے۔ رہ گیا آپ کا ان روایات کے راویوں کو جھوٹا کہنا تو یہ تقلید ناپسندید کا قصور ہے۔ آپ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن قریش هروی جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ کیا آپ دکھا سکتے ہیں کہ کسی معتبر کتاب سے کہ کسی نے اس کو جھوٹا کہا ہو۔ یا یہ کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ سلیمانی نے صرف اس پر وضع کی تہمت لگائی لیکن اس کا وضاع ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اس سے بڑی دلیل مقلد کے اندھا ہونے کی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ ہمیں کہتا ہے کہ انھیں نصب الرایۃ میں اس کی سند نظر نہیں آتی اور خود یہ حال ہے کہ نصب الرایہ میں نیچے خطیب کے حوالہ سے اس عبدالرحمٰن بن قریش کے بارے میں صاف لکھا ہے: "لَمْ اَسْمَعْ فِيْهِ اِلاَّ خَيْرًا" میں نے تو اس کی تعریف ہی سنی ہے۔ اس کا اچھا ذکر ہی سنا ہے۔ اب دیکھیے تقلید ناپسندید کیسے اندھا کر دیتی ہے اور تعصب میں کیا کیا کچھ کرواتی ہے۔ مردے بھائی کا گوشت تک کھلانے سے دریغ نہیں کرتی۔ ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا﴾ [49:الحجرات:12] عبدالرحمٰن بے چارے کو کذاب بھی کہا' اور

---

❶ (نسائی کتاب التطبیق ' باب التکبیر للنھوض ص 2162 رقم 1157... تلخیص الحبیر 218/1 کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ رقم 327)

وضاع بھی۔ اللہ معاف کرے۔! اگر کسی روایت میں کوئی راوی ساقط الاعتبار بھی ہو تو اہل نظر جو کہ اہل حدیث ہی ہو سکتے ہیں دیکھ لیتے ہیں کہ اس کی یہ روایت کیسی ہے۔ آدمی کیسا ہی جھوٹا کیوں نہ ہو وہ بھی کبھی نہ کبھی سچ بول لیتا ہے۔ اس لیے جھوٹے کی بھی وہ بات جو جھوٹی نہ ہو لی جا سکتی ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے سنکھیا سے کوئی فائدہ اٹھا لینا۔ حکیم مضر سے مضر اور موذی سے موذی چیز سے بھی فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ لیکن ایک جاہل اگر اس کو استعمال کرے تو خود بھی مرے گا اور دوسروں کو بھی مارے گا۔ احادیث کے حکیم محدثین ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں' کون سی حدیث کس قابل ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہم احناف کو ضعیف حدیث سے استدلال کی اجازت نہیں دیتے کیوں کہ وہ اس راہ کے راہی نہیں۔ وہ حدیثوں کو جانچ نہیں سکتے۔ تقلید کی وجہ سے ان کی بصارت وبصیرت کام نہیں کرتی۔ اس لیے ہم ان کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ تم حدیث 'اہل حدیث سے لیا کرو۔ خود ٹکریں نہ مارا کرو۔ لیکن یہ خود سر ہو جاتے ہیں اور قلابازیاں کھاتے ہیں۔ دنیا کی رسوائی بھی سر لیتے ہیں اور آخرت کا خطرہ بھی۔ آپ نے لکھا ہے: "آپ کو اگر روایت کا حال معلوم تھا اور باوجود اس کے آپ نے اس کو استدلال میں پیش کیا تو مرتکب حرام ہوئے۔ اس سے علی الاعلان توبہ کیجیے۔ میں پوچھتا ہوں اگر یہ کام نصب الرایہ والے حنفی بزرگ کریں تو ان سے بھی توبہ کرائیں گے یا مجھ سے ہی۔ پہلے آپ ان سے توبہ کرالیں۔ پھر میں کرلوں گا۔ نصب الرایہ والے نے دعویٰ النسخ کے وہم کو زائل کرنے کے لیے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ ص 409 اور اس پر تنقید نہیں کی۔ بلکہ اس سے نسخ کا دعویٰ رد کرنا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیہقی کی روایت حافظ جمال الدین زیلعی کے نزدیک بھی قابل استدلال ہے۔ اب دیکھ لیجیے آپ کے گھر والوں نے آپ کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا یا اس کے علاوہ اس حدیث کو حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس حدیث کے ماله و ما علیه جو جانتے ہوئے بغیر کسی تنقید کے ذکر کیا ہے۔ اب آپ اپنے بزرگ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا فیصلہ بھی سن لیں۔ وہ لکھتے ہیں جو کتب معتبرہ میں مصرح موجود ہے کہ نقل روایت کے بعد سکوت کرنا یعنی روایت پر کسی قسم کا طعن و جرح نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ناقل کے نزدیک وہ روایت

مقبول ہے۔ ورنہ ساکت متہم بہ تقصیر ہوگا جو اس اکابر کی نسبت خیال باطل ہے۔ رسالہ احسن القریٰ ص 13 محمد بن ابی عائشہ۔۔۔ کہیے اب بھی کوئی کسر ہے ؟ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔۔۔ والی بات ہوئی کہ نہ۔

آپ نے 14 پر یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ اہل حدیث چاہتے ہیں کہ حنفی ہماری روایتوں کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیں۔ میں کہتا ہوں بھئی! یہ آپ کے فائدے کے لیے ہے۔ ایک تو آپ سے یہ کام ہوتا نہیں' کیوں کہ آپ اس کام کے قابل نہیں۔ پہلے دن سے ہی حدیث میں یتیم و مسکین رہے ہیں۔ دوسرے تقلید کی وجہ سے آپ کو نظر نہیں آتا۔ حدیث کے لیے بڑی صاف اور تیز نظر کی ضرورت ہے۔ تیسرے آپ کو مسئلے بنانے سے فرصت نہیں ملتی۔ اس کے لیے وقت بہت درکار ہے۔ چوتھے نیت اچھی ہونی چاہیے' جو حدیث کو عمل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے ہاتھ لگاتے ہیں۔ ان کو حدیث نہیں آتی۔ مقلد چونکہ بد نیت بھی ہوتا ہے اور مطلبی بھی۔ اس لیے حدیث کے معاملے میں بے نصیب ہی رہتا ہے۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث
جز طمع نہ بود مراد آں خبیث

صفحہ 15 پر آپ نے یہ شکوہ کیا ہے کہ اہل حدیث ہماری روایتوں پر تنقید بہت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس لیے کہ آپ سے خطرہ بہت ہے۔ آپ لوگوں کو حدیث کی پہچان بالکل نہیں ہوتی۔ آپ کے نزدیک گدھا گھوڑا ایک برابر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث کو جانچنا' آپ کا کام نہیں۔ شاہ ولی اللہ ''انصاف'' میں فرماتے ہیں: وَاشْتِغَالُهُمْ بِعِلْمِ الْحَدِيْثِ قَلِيْلٌ قَدِيْمًا وَ حَدِيْثًا ❶ یعنی حنفیوں کی توجہ حدیث کی طرف ہمیشہ کم رہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے:

''هٰؤُلَاءِ اَصْحَابُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ لَهُمْ بَصَرٌ بِشَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ مَا هُوَ

---

❶ (الانصاف في سبب الاختلاف لشاه ولي الله الدهلوي 'باب حكاية الناس قبل المائة الرابعة)

اِلاَّ الجُرْأۃَ " ❶

یعنی حنفیوں کو علم حدیث میں مہارت نہیں ہوتی خواہ مخواہ جرأت کر لیتے ہیں۔

صفحہ 15 پر آپ نے لکھا ہے: "گویا آپ ترک رفع الیدین کی سب روایتوں کی تحقیق کیے بیٹھے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ مسند احمد' سنن نسائی' سنن ابی داؤد' سنن ترمذی میں جتنی روایات اس باب میں ہیں ان میں کوئی صحیح نہیں۔" جناب ہم ترک رفع الیدین کی تمام روایتوں کی تحقیق کیے بیٹھے ہیں۔ کسی کتاب میں ایک بھی روایت ایسی نہیں جو صحیح ہو اور مجروح نہ ہو۔ اگر ہو تو پیش کیجیے اور اپنی حیثیت کے مطابق ہم سے انعام وصول کیجیے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پہلے صحیح غیر صحیح کا معیار مقرر کر لیں۔ میں کہتا ہوں' ہمیں وہی معیار منظور ہے جس پر امام صاحب نے حدیثوں کو جانچا اور پاس کر کے صندوق میں بند کر دیا۔ اور پھر وہ صندوق نعمانی صاحب کو دے دیا کہ بیٹا سنبھال کے رکھنا۔ اب نعمانی صاحب صندوق کھول کر حدیثیں دکھاتے جائیں اور ہم سے "پڑتال شد" کے دستخط لیتے جائیں۔ میں تو آپ کی جرأت سے حیران ہوں کہ حال یہ ہے اور دعویٰ کیا کرتے ہیں؟

آپ جب سیدھے طریقے سے معروف رفع الیدین کا نسخ نہ دکھا سکے تو آپ نے ہمیں پھانسنے کے لیے سجدہ کی رفع الیدین کی حدیثوں کا جال بچھایا' لیکن جیسے انجان شکاری خود شکار ہو جاتا ہے' اس جال میں خود ہی پھنس گئے۔ اب سوچیے آپ نے جو یہ پانچ چھ حدیثیں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہیں آپ کے خیال میں تو صحیح ہیں کیوں کہ آپ نے ان سے سجدے کی رفع الیدین ثابت کی ہے۔ رکوع کی بھی ان سے خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔ اور یہ ہیں بھی 9 اور 10 ہجری کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ سن 10 ہجری تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ کی رفع الیدین کرتے رہے۔ اب آپ بتائیے کہ سن 10 ہجری کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع الیدین منسوخ ہوئی یا نہیں؟ اگر منسوخ ہوئی تو کس حدیث سے۔ اگر آپ کہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی سے یا کسی اور سے تو

---

❶ (قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص 272 باب ذکر الوتر بثلاث عن الصحابۃ والتابعین)

میں کہوں گا کہ ان کی تاریخ بتایئے کہ وہ کس زمانے کی ہیں۔ سن 10 ہجری کے بعد کی ہیں یا پہلے کی۔ اگر پہلے کی ہیں تو ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ اور اگر بعد کی ہیں تو ثبوت دیجیے اور یہ آپ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ رفع الیدین منسوخ نہیں۔ جب منسوخ نہیں تو آپ کے ذمہ دونوں رفع الیدین رکوع اور سجدے والی لازم ہو گئیں۔ اب اگر انکار کریں تو منکرین حدیث۔ اقرار کریں تو گئی حنفیت۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اٹھے تھے ہمیں شکار کرنے اور خود کس بری طرح سے شکار ہوئے۔ ہم سے تو رکوع والی رفع الیدین نہیں مانتے تھے۔ اب پھنس گئے رکوع اور سجدہ دونوں کی رفع الیدین میں۔ روافض کی طرح آپ بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے سنت ہونے کا اقرار کریں۔ اب خود رافضی بنیں۔ آدھے تو پہلے ہی تھے۔ اب کسر پوری ہو جائے گی۔ بھاگ آپ اس سے سکتے نہیں، کیوں کہ خود آپ کی تسلیم ہے ان حدیثوں کی صحت سے بھی آپ انکار نہیں کر سکتے۔ ان کی تاریخ سن 9 ہجری اور سن 10 ہجری سے بھی آپ انکار نہیں کر سکتے۔ اب اگر نہ کرتے ہیں تو حدیث سے یا حنفیت سے۔ حنفیت سے آپ نے کرنا نہیں۔ حدیث کو آپ نے ماننا نہیں۔ حجت تھی اللہ نے قائم کروا دی۔ ٹھپہ لگنا تھا سو اللہ نے لگا دیا۔ یہ ہمیں پہلے ہی کا تجربہ ہے کہ حدیث کا انکار سب سے پہلے حنفی نے کیا۔ باقی انکار کرنے والے سب اس کے چیلے ہیں۔ حنفی مولوی آپ کا رسالہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اہل حدیثو! یا رفع الیدین بالکل چھوڑ دو یا سجدے کی بھی کیا کرو۔ لیکن ان مولویوں نے یہ کبھی نہیں پوچھا کہ یا حضرت جب سجدہ کی رفع الیدین ان چھ حدیثوں سے ثابت ہو گئی تو رکوع کی بھی خود بخود ثابت ہو گئی۔ کیوں کہ ان روایتوں میں اس کا بھی ذکر ہے۔ جب ان روایتوں سے ہم اہل حدیث پر حجت قائم کرتے ہیں تو کیا ہمارے لیے یہ حدیثیں نہیں، کیا ہم حدیثوں کو نہیں مانتے، لیکن ایسے نصیب کہاں کہ ہمارے مولویوں کو یہ بات سوجھ جائے۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی!

آپ نے ہمیں جواب دینے کے لیے یہ سب سے بڑا تیر امارا ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے: لہٰذا آپ کے پاس کوئی صریح حدیث ہو جو سن 10 ہجری کے بعد کی ہو اور اسی میں یہ صاف تصریح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین

سے منع فرمایا ہے تو براہ کرم اسے پیش کریں۔ ورنہ سجدوں میں رفع الیدین کی سنت نہ ہونے کا اقرار کریں۔ حالانکہ اس سوال کی حقیقت سوائے اس کے اور کیا ہے کہ آپ نے ہماری نقل کی ہے۔ چونکہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ مقلدین میں کہاں؟ اس لیے نقل بھی نہ کر سکے۔ مقلد بے چارہ اہل حدیث کا مقابلہ تو کیا کرے گا اس کو تو نقل کرنی بھی نہ آئی۔ آپ نے ہم سے ہمارے جیسا مطالبہ تو کر دیا۔ لیکن یہ نہ دیکھا کہ بات بنتی بھی ہے یا نہیں۔ ہم نے آپ سے نسخ کے ثبوت کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے کہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رفع الیدین پہلے سنت تھی یعنی ہم نے جو مطالبہ کیا تو آپ سے منسوخ کہلوا کر کیا۔ آپ ویسے ہی لگ گئے۔ آپ کہتے ہیں اب سجدے کی رفع الیدین کو منسوخ ثابت کرو۔ ہم کہتے ہیں منسوخ تو تب ثابت کریں جب مسنون ثابت ہو۔ جب یہ مسنون ہی ثابت نہیں تو منسوخ ثابت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہ گئیں وہ احادیث جو آپ نے پیش کی ہیں۔ اولاً تو وہ صحیح نہیں۔ ثانیاً وہ اس قابل نہیں کہ بخاری' مسلم کی احادیث کا مقابلہ کر سکیں۔ بخاری و مسلم کو متقدمین اور متاخرین نے دیگر تمام کتب پر ترجیح دی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صحت کا بہت التزام کرتے ہیں۔ ایک صحابی کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہوتی ہے۔ بعض طرق اس کے صحیح ہوتے ہیں اور بعض نہیں۔ ان میں راوی ایسے کمزور حافظے کے ہوتے ہیں کہ بات کچھ ہوتی ہے' وہ کچھ بنا دیتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس حدیث کی وہ سند لیں' جو سب سے بہتر ہو۔ دوسرے محدثین یہ التزام نہیں کرتے کہ اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث کو ہی اپنی کتاب میں درج کریں۔ ان کے سامنے ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ حدیثوں کو جمع کر لیں۔ اگرچہ ان میں ضعیف بھی ہو' لیکن یہ دونوں حضرات جمع کرنے کو اتنا مد نظر نہیں رکھتے جتنا صحت حدیث کو۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہے' لیکن امام مسلم نے اس کا وہ طریق لیا جو سب سے بہتر تھا۔ اس میں سجدہ کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ امام ابو داؤد اس کو دوسری سند سے لائے' لیکن ساتھ ہی اشارہ کر دیا کہ یہ شاذ ہے۔ ہمام والی سند میں جو مسلم میں ہے۔ یہ سجدے کی رفع الیدین نہیں۔ جس میں سجدہ کی رفع الیدین نہ تھی ان کو امام مسلم نے اپنی کتاب میں

درج کیا۔ اب مطلبی مقلد مسلم شریف کی حدیث کو جو بہتر ہے، نہیں لے گا اور کتابوں کی روایت لے گا، جن کے بارے میں محدثین کی صراحت ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ ایسے ہی مالک بن حویرثؓ کی حدیث بخاری میں بھی ہے اور مسلم میں بھی لیکن ان دونوں میں سجدہ کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ مقلد مالک بن حویرثؓ کی وہ روایت لے گا جس میں سجدہ کا ذکر ہے، اگرچہ وہ صحیح نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کو عمل تو کرنا نہیں۔ دوسرے کو الزام دینا ہے یا اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔ اہل حدیث کو چونکہ کسی کی پاسداری تو ملحوظ ہوتی نہیں اس لیے وہ ترتیب دے کر جو حدیث سب سے بہتر ہوتی ہے اس کو اپنے عمل کے لیے منتخب کر لیتے ہیں۔ دوسری روایات کو جو کمزور ہوتی ہیں تطبیق دے کر ساتھ ملا لیتے ہیں۔ یا زیادہ ضعیف ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن مقلد اپنا مطلب دیکھتا ہے جہاں پورا ہوتا ہو۔ کبھی اعلیٰ درجے کی اور کبھی ادنیٰ درجے کی۔ اس حقیقت کو مولانا روم نے کیسے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں ؎

نوحہ گر باشد مقلد درحدیث
جز طمع نہ بود مراد آن خبیث

یعنی مقلد حدیث میں روئے ہی روئے گا۔ دھاندلیاں ہی کرے گا۔ اس بے نصیب کی سوائے اپنے مطلب کی حدیث سے اور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں۔ وہ جب حدیث کو ہاتھ لگائے گا تو اپنے مطلب کے لیے، عمل کرنے کی کبھی نہیں سوچے گا۔ اب اس حنفی مقلد نے پانچ چھ حدیثیں پیش کر دیں۔ کوئی پوچھے اگر یہ صحیح ہیں تو خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ اگر صحیح نہیں تو دوسروں پر اس سے الزام کیوں قائم کرتے ہو؟ اصل میں یہ سجدہ والی رفع الیدین نہ حضرت وائل بن حجرؓ والی حدیث میں ہے، نہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی۔ ان کی اصل روایات جو زیادہ صحیح تھیں ان میں سجدہ کی رفع الیدین کا ذکر نہیں اور جو صحیح نہیں۔ ان میں اس کا ذکر ہے۔ مالک بن حویرثؓ کے شاگردوں میں سے اس زیادتی کو نصر بن عاصم بیان کرتا ہے اور وہ بھی تردد کے ساتھ، کبھی کرتا ہے اور کبھی نہیں۔ چنانچہ نصر بن عاصم کی جو روایت مسلم شریف میں ہے اس میں رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں، نسائی شریف میں بھی ان کی دو روایتیں رفع الیدین "حیال الاذنین" کے عنوان کے تحت آئی ہیں، ان میں بھی اس رفع

الیدین کا ذکر اسی طرح سے ابوداوٗد اور ابن ماجہ میں بھی ایک ایک روایت نصر بن عاصم کی ہے۔ اس میں بھی ذکر نہیں' نصر بن عاصم کے بعد اس کو بیان کرنے والا صرف قتادہ ہے۔ وہ بھی اس میں منفرد ہے۔ مسلم اور نسائی کی تین روایتوں میں اس زیادتی کا ذکر نہیں کرتا اور نسائی کی بعض روایتوں میں ذکر ہے۔ پھر قتادہ کے شاگردوں میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی اس زیادتی کو ذکر کرتا ہے' کوئی نہیں اور جو کرتا ہے وہ بھی کبھی کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا۔ اس اضطراب کی وجہ سے امام بخاری نے نصر بن عاصم کی سند کو چھوڑ کر ابو قلابہ کی سند لی۔ ابو قلابہ کی روایت حضرت مالک بن حویرثؓ سے جس سند سے لی ہے اس میں سجدے کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ ظاہر ہے نصر بن عاصم والی سند اتنے اضطراب کے بعد کیسے صحیح ہو سکتی تھی۔ اب ہمارے معترض نے جو پانچ حدیثیں نسائی کی اور دو مسند احمد کی پیش کی ہیں' ان پانچوں میں یہی نصر بن عاصم والی سند اتنے اضطراب کے بعد کیسے صحیح ہو سکتی تھی؟ اب پانچوں میں یہی نصر بن عاصم والی سند ہے۔ جس میں قتادہ راوی ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے اس لیے اس کی حدیث صحیح نہیں۔ نسائی کی روایت جس میں سماع کی تصریح ہے اس میں یہ ذکر نہیں اس کے بعد دو حدیثیں حضرت وائل بن حجرؓ کی پیش کی ہیں۔ ایک ابوداوٗد کی اور دوسری مسند احمد کی۔ ابوداوٗد والی پہلے گزر چکی ہے جس کے بارے میں خود امام ابوداوٗد نے یہ جرح کر دی ہے۔ "رَوَىٰ هٰذَا الْحَدِيْثَ هَمَّامٌ عَنْ ابْنِ جُحَادَةَ وَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ" ❶ کہ ہمام اس زیادتی کو ذکر نہیں کرتا' لہٰذا یہ شاذ ہے۔ اسی لیے امام مسلم نے عبدالوارث کی سند سے یہ حدیث نہیں لی۔ بلکہ ہمام کی سند سے لی' جو محفوظ ہے۔ رہ گئی مسند احمد والی۔ ❷ اس میں اشعث بن سوار الکندی ایک راوی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے۔ وَ هُوَ ضَعِيْفٌ ❸ کہ وہ ضعیف ہے۔

میزان میں ابن حبان کا قول نقل کیا ہے: فَاحِشُ الْخَطَاءِ كَثِيْرُ الْوَهْمِ .

---

❶ (بذل المجهود 12/2 كتاب الصلوة باب رفع اليدين)

❷ (مسند احمد 414/5' رقم :82-183) ❸ (تقريب التهذيب ص 49)

سجدے کی روایت کے سلسلے میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی پیش کی ہے۔ اس میں بھی آپ نے اپنی وہی پرانی خصلت دکھائی ہے جو کہ مقلد کا خاصہ ہے۔ یعنی تمام مشہور و معروف روایتوں کو چھوڑ کر وہ روایت لی جو شاذ ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ جہاں سے حوالہ لکھ رہے ہیں۔ وہیں یہ بھی لکھا ہے۔ محفوظ وہ روایت ہے جس کو حضرت نافع سے پوری ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اپنے رسالہ میں اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

وَالْمَحْفُوْظُ مَا رَوَى عُبَيْدُاللهِ وَ اَيُّوْبُ وَ مَالِكٌ وَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَ اللَّيْثُ وَ عِدَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَ اَهْلِ الْحِجَازِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنْ يُّرْفَعُ الْاَيْدِیْ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ الرُّكُوْعِ [1]

العمری کی روایت نافع سے شاذ ہے۔ محفوظ وہ روایت ہے جس کو عبیداللہ ' ایوب مالک ' ابن جریج ' لیث اور بہت سے عراقی اور حجازی شاگردوں نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری العمری کی روایت اور دیگر روایات میں تطبیق دیتے ہیں۔ العمری نے دو دفعہ رفع الیدین کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ جو رکوع کو جانے کے لیے اور ایک وہ جو سجدہ میں جانے کے لیے اور دیگر صحیح روایات میں بھی دو دفعہ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ ایک رکوع کو جاتے اور ایک رکوع سے اٹھتے وقت۔ رکوع سے اٹھتے وقت جو رفع الیدین کی جاتی ہے وہ دراصل سجدہ کے لیے ہوتی ہے۔ کیوں رکوع سے اٹھنا اصل میں سجدہ کے لیے ہوتا ہے۔ نماز شروع ہوتی ہے قیام سے۔ چڑھتی ہے سجدے تک ' پھر اترتی ہے قعدے کی طرف اور ختم ہو جاتی ہے۔ سجدہ اصل میں نماز کا نقطہ عروج ہوتا ہے۔ اسی لیے سجدے دو رکھے ہیں اور باقی ارکان ایک ایک ' تین رفع الیدین میں سے ایک قیام کے لیے ' ایک رکوع کے لیے اور ایک سجدے کے لیے رکوع کو جاتے وقت جو رفع الیدین کی جاتی ہے وہ رکوع کی ہوتی ہے۔ رکوع سے اٹھتے وقت جو کی جاتی ہے وہ سجدے کی ہوتی ہے۔ قومہ تو اصل میں رکوع اور سجدہ کے درمیان فاصل ہوتا

---

[1] (جزء رفع الیدین رقم: 82)

ہے' تاکہ رکوع اور سجدے کے درمیان فرق ہو جائے اور رکوع کے بعد کمر سیدھی کر کے سجدے کے لیے تیاری بھی ہو جائے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ ص10 ج2 میں لکھتے ہیں: "اَلْقَوْمَةُ شُرِعَتْ فَارِقَةً بَيْنَ الرَّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فَالرَّفْعُ مَعَهَا دَفْعٌ لِلسُّجُوْدِ فَلاَ مَعْنٰى لِلتَّكْرَارِ" ❶ یعنی قومہ' رکوع اور سجدے کے درمیان بطور فاصل کے ہے۔ قومے کے ساتھ رفع الیدین کرنا یہی سجدے کی رفع الیدین ہے۔ رکوع کی دو رفع الیدین نہیں ہیں کہ تکرار کی صورت ہے۔ اسی لیے دوسری رفع الیدین کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ کسی نے في السجود کا لفظ کہا۔ کسی نے حين يسجد' کسی نے اِذَا سَجَدَ اور کسی نے وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَه' لِلسُّجُوْدِ کا لفظ کہا۔ چنانچہ امام بخاری نے تطبیق یوں دی کہ العمری کی روایت میں جو اِذَا سَجَدَ کا لفظ ہے اس سے رکوع سے اٹھنے کی رفع الیدین مراد ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ اس روایت میں رکوع سے اٹھنے کی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ چنانچہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّه' كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا رَكَعَ وَ اِذَا سَجَدَ اب بتایئے اگر یہاں اِذَا سَجَدَ سے وہ رفع الیدین مراد ہو جو آپ کہتے ہیں یعنی سجدے کی تو رکوع سے اٹھنے کی رفع الیدین کہاں گئی۔ حالانکہ وہ تمام حدیثوں سے ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے جو تطبیق دی ہے وہ بالکل صحیح ہے اس کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ اِذَا كَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ اِذَا رَفَعَ لِلسُّجُوْدِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ ❷ یعنی جب سجدے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔ ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ کی روایت یوں ہے۔ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَ حِيْنَ

---

❶ (حجة البالغة 10/2 مبحث الامور التى لاتبعها فى الصلوة و اذكارها و هيئتها

❷ (ابو داؤد' كتاب الصلوة 'باب افتتاح الصلوة' ص 1277 رقم 738)

یَرْکَعُ وَ حِیْنَ یَسْجُدُ۔ ❶ اس روایت پر محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی نوٹ لکھتے ہیں۔ حِیْنَ یَسْجُدُ اِیْ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہ' مِنَ الرُّکُوْعِ لِیُذْھِبَ مِنَ الْقَوْمَۃِ اِلَی السُّجُوْدِ فَوَافَقَ الْحَدِیْثُ الْاَحَادِیْثَ الْمُتَقَدِّمَۃَ وَ ھٰذَا الْمَعْنٰی ھُوَ الَّذِیْ یَقْتَضِیْہِ الْجَوْقَ حِیْنَ یَسْجُدُ کا معنی یہ ہیں کہ جب رکوع سے سجدے میں جانے کے لیے سر اٹھاتے تو بھی رفع الیدین کرتے وہ فرماتے ہیں اس طرح سے یہ حدیث اور صحیح احایث کے مطابق ہو جائے گی اور یہی معنی یہاں موزوں بھی ہے۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث جو دارقطنی میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں' حِیْنَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ وَ اِذَا رَکَعَ وَ اِذَا سَجَدَ اس میں بھی اِذَا سَجَدَ کا لفظ ہے۔ یعنی رفع الیدین تین کا ہی ذکر ہے۔ جو عام صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس اِذَا سَجَدَ سے بھی وہی رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع الیدین مراد ہے۔ اس طرح سے بہت سی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اگرچہ وہ صحیح نہیں لیکن اس کو بھی اہمال سے یونہی بچایا جا سکتا ہے۔ اس کی بھی یہی توجیہ کی جا سکتی ہے۔ اس میں تین رفع الیدین کا ذکر ہے۔ وہاں بھی حِیْنَ یَسْجُدُ کے وہی معنی ہوں گے جو اوپر حضرت ابوہریرہؓ والی روایت کے علامہ سندھی حنفی نے لکھے ہیں۔ اس طرح سے یہ اور صحیح حدیثوں کے مطابق ہو جائے گی۔ اس طرح حدیثوں کا تعارض جاتا رہے گا۔ مقلدین کو اس سے کیا غرض جس کا گھر ہوتا ہے' درد تو اسے ہوتا ہے کہ خراب نہ ہو۔ اختلافات پیدا نہ ہوں اور جو اجنبی اور غیر ہوتا ہے اس کی بلا سے اس کا کام ہی لڑانا اور ٹکرانا ہوتا ہے۔ مقلدین کو حدیث سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس کو اس سے کیا تعلق۔ حدیث تو ہوئی اہل حدیث کی۔ وہ بڑے کی بڑائی بھی برقرار رکھتے ہیں اور اختلافات کو بھی مٹاتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی حدیث کو اعلیٰ درجہ دیتے ہیں۔ اس پر عمل کرتے ہیں ضعیف روایات کے معنی ایسے کرتے

---

❶ (ابن ماجۃ 'ابواب اقامۃ الصلوۃ 'باب رفع الیدین اذا رکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع ص 2527 رقم 860)

ہیں کہ وہ ان اعلیٰ روایات کی مؤید بن جاتی ہیں۔ یہ نہیں کرتے جیسے مقلدین کرتے ہیں کہ صحیح کو پیچھے کر دیا اور ضعیف کو آگے کر دیا۔ مقلدین یہ کھیل اس لیے کھیلتے ہیں کہ ان کو عمل تو کرنا نہیں ہوتا۔ اب سجدے کی رفع الیدین کی آٹھ دس روایتوں کو پیش کر دیا' کوئی پوچھے اگر یہ صحیح ہیں تو تم خود عمل کیوں نہیں کرتے' تو جواب نہیں دیتے۔

اب عبداللہ بن عمرؓ کا عمل بھی صحاح ستہ کو چھوڑ کر محلی ابن حزم سے نقل کرتے ہیں۔ کوئی پوچھے کیوں جناب ابن حزم سے محبت زیادہ ہے یا تمھیں اس پر اعتماد بہت ہے۔ جب ابن حزم بے چارے کی باری آجاتی ہے تو اسے وہ جلی کٹی سناتے ہیں کہ الامان ..!۔۔ اب یہاں عبداللہ بن عمرؓ کا عمل اس سے نقل کرتے ہیں اگر کہا جائے کہ عبداللہ بن عمرؓ کا یہ عمل اگر صحیح ہے تو اسپر عمل کر کے دکھاؤ تو فوراً منہ پھیر لیں گے

آپ نے جو سنن کی عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے ❶ جس سے آپ نے دونوں سجدوں کے درمیان چہرے تک رفع الیدین کا استدلال کیا ہے' میں پوچھتا ہوں اگر یہ صحیح ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ صحیح نہیں تو اسے ہمارے خلاف پیش کرنے کا فائدہ ؟۔۔ ہم تو کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں۔ اس میں نضر بن کثیر ابو سہل الازدی ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں میزان میں ہے کہ : قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ فِيْهِ نَظَرٌ قَالَ ابْنُ حَبَّانٍ يُرْوِي الْمَوْضُوْعَاتِ عَنِ الثِّقَاتِ عَلٰى قِلَّةِ رِوَايَةٍ قَالَ الْبُخَارِيْ عِنْدَهٗ مَنَاكِيْرُ۔ ❷ امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ ابن حبان نے کہا قلیل الروایۃ بھی ہے اور ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس کو دیکھ لینا چاہیے یعنی وہ ٹھیک نہیں۔

آپ نے لکھا ہے "ہمارا احسان مانیں کہ ہم نے اتباع سنت کی راہ سمجھائی۔' اب تک آپ اس سنت سے غافل رہے اور شکر کے طور پر کم از کم سترہ صد روپے ورنہ مزید جتنے

---

❶ (سنن نسائی' کتاب الصلوۃ' باب رفع الیدین بین السجدتین تلقاء الوجہ' ص 2161 رقم 1147) ❷ (تقریب التھذیب ص 523)

چاہیں۔ ڈاکٹر نیاز صاحب کے پاس جمع کرا دیں" جناب! انعام کو کس کا دل نہیں چاہتا۔ انعام کے لیے تو ہر ایک ہی منہ کھولتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے منہ میں مکھیاں پڑتی ہیں اور کسی کے منہ میں تر نوالہ۔ میں نے افغانی صاحب کو دعوت دی تھی کہ آیئے نسخ کی میز پر انعام کی دعوت کھایئے۔ لیکن افغانی صاحب سمجھدار تھے' نہ نسخ کی حدیث ملی نہ دعوت کھانے آئے۔ آپ تو ایسے بھوکے طفیلی نکلے کہ ویسے ہی رالیں ٹپکنے لگیں اور منہ کھول لیا۔ جناب محمد بن ابی عائشہ صاحب! گستاخی معاف' منہ بند کر لیجیے۔ ویسے ہی منہ نہیں کھولا کرتے مکھیاں پڑ جاتی ہیں۔ یہ کوئی جمعرات اور گیارھویں والوں کی دعوت تو نہیں' یہ اہل حدیث کی دعوت ہے۔ اگر کچھ کھانا ہے تو نسخ کی حدیث لایئے۔ انعام کسی کام پر ملتا ہے' ہیری پھیری اور جھوٹ پر انعام نہیں ملتا۔ یہ آپ نے کتنا بڑا جھوٹ بولا کہ مقلدین نے اہل حدیث کو اتباع سنت کی راہ سمجھائی۔ سوائے آپ کے اس بات کو کون مان سکتا ہے۔ سوچیے مقلد بے چارہ سنت کی راہ کیا دکھائے گا۔ وہ تو خود اندھا ہوتا ہے۔ پھندا اس کے گلے میں ہوتا ہے۔ اگر اس کو خود راہ نظر آئے تو وہ تقلید کا پھندا کیوں ڈلوائے۔ جب کسی کی تقلید کا پھندا گلے میں ڈال لیا تو اتباع سنت کیا کرے گا۔ اب تو جس کی تقلید کرتا ہے اسی کے پیچھے مرے گا۔ کسی کی راہنمائی کیا کرے گا؟ آپ ہم سے اتباع سنت کی راہ دکھانے پر انعام مانگتے ہیں' میں کہتا ہوں وہ راہ ہے کونسی؟ آپ کہتے ہیں سجدوں کی رفع الیدین۔ میں کہتا ہوں اگر یہ راہ ہے تو اس پر آپ خود کیوں نہیں چلتے؟ کیا ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾[الصف:61:2] سے ڈر نہیں لگتا؟ حیرانی کی بات ہے رکوع کی رفع الیدین جو شاہراہ ہے وہ تو آپ کو نظر نہیں آتی۔ سجدوں کی رفع الیدین جو راہ ہی نہیں وہ آپ کو نظر آتی ہے۔ آپ مقلد ہی تھے جو آپ کو متفق علیہ والی جرنیلی سڑک نظر نہ آئی۔ ضعف و شذوذ کی وادیوں میں بھٹکتے پھرے۔ بھولے بھالے حنفی عوام کو آپ کی ان چالبازیوں کا کیا علم۔ وہ تو آپ کے تقدس کے دھوکے میں رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو ہمارے بڑے بڑے حضرات کہتے ہیں وہ حرف آخر ہے۔ قول فیصل ہے' فرمان نعمانی ہے' صحیفہ آسمانی ہے۔ حالانکہ وہ ہوتا وسوسہ شیطانی ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں تو یہ سب روپے ناشر رسالہ ہذا کو پیش کر دیں تاکہ آپ حضرات کی مزید تردید میں کام

آئیں۔تردید تو آپ کی دیکھ لی۔تردید تو آپ کیا کریں گے' بات کریں رقم کی۔اس کے لیے تو سارے پاپڑ بیلے جاتے ہیں ورنہ کون سوات وقلات وکراچی سے بہاول پور گرد پھانکنے آتا ہے۔سو بھئی اگر تنگی آجائے اور جمعیت والے تردید کے بہانے سے پیسے نہ دیں تو خطیب جامع اہل حدیث کے پاس آجانا۔وہ امریکی امداد میں سے جو ان کے پاس آئی ہے' کچھ آپ کو بھی دے دیں گے۔یا چندہ کروا دیں گے۔۔۔

آپ لکھتے ہیں: "تو پھر دو چار روایتوں کے علاوہ آپ کے پاس کیا بچے گا؟ میں کہتا ہوں وہ دو چار کونسی ہیں؟ جو ایسی سخت جان ہیں جن کو آپ کی اندھی تقلید کی ظالم چھری بھی نہیں کاٹ سکی۔ فوراً بتادیں وہ کونسی ہیں۔ آپ کا کیا اعتبار ہے کل کو جب حمیۃ جاھلیۃ تیز ہو جائے تو آپ ان چار سے بھی منکر ہو جائیں ویسے آپ ہیں سنت پروف۔ مجال کیا جو ایک قطرہ بھی سنت کی بارش کا آپ کی تقید برانڈی میں سے گزر سکے۔کتنا تعجب ہے کہ آپ کہتے ہیں:"پھر دو چار روایتوں کے علاوہ آپ کے پاس کیا بچے گا؟" میں پوچھتا ہوں کہ سنت نبوی کو ثابت کرنے کے لیے کیا دو چار حدیثیں کافی نہیں ہوتیں۔ایمان اور شرم کے ہوتے ہوئے تو نبی کی ایک بھی صحیح حدیث کافی ہوتی ہے۔ جس نے نہ ماننا ہو اس کے لیے سینکڑوں کیا بلکہ ہزاروں بھی کافی نہیں ہو سکتیں۔﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾[10:یونس:96-97]. ﴿وَ لَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾[2:البقرة:145] جنھوں نے نہیں ماننا وہ نہیں مانیں گے۔ خواہ آپ جتنی چاہیں دلیلیں دکھادیں۔ ہم نے نسخ کی ایک حدیث کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ وہ نہیں دکھا سکتے۔ پھر نسخ پر اڑے ہوئے ہیں۔ ہماری چار سخت جان آپ کے پاس بچی ہوئی موجود ہیں پھر بھی آپ سنت کا انکار کرتے ہیں۔ سوچ لیجیے اس ہٹ دھرمی کا نتیجہ آخر کیا نکلے گا۔ آپ نے یہ بھی غلط لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر' وعمر ؓ وعلی ؓ سے وہ روایات بھی موجود ہیں۔ جو مذہب حنفی کی اس مسئلے میں تائید کرتی ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ کے مذہب کی تائید میں ان تینوں حضرات سے ایک بھی صحیح روایت موجود نہیں۔ اگر جرأت ہے تو لائیے۔ کراچی آنے جانے کا کرایہ مجھ سے لیجیے اسی مسئلے میں کیا' جہاں بھی اختلاف ہو گا ایک صحیح مرفوع حدیث تو درکنار موقوف بھی آپ کے حق میں نہ ملے گی۔ اگر شک ہو تو

مناظرہ کر کے دیکھ لیں۔

آپ نے ایک یہ بھی گپ ماری ہے۔ پھر سب علما کو یہ مسئلہ کیوں نہ معلوم ہوا۔ اس کا اقرار تو امام بخاریؒ کو بھی ہے۔ وَ كَانَ الثَّوْرِیُّ وَ وَكِيْعُ وَ بَعْضُ الْكُوفِيِّيْنَ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيْهِمْ ❶ یہ کیسا صریح جھوٹ ہے کہ ثوری اور وکیع کو متنازع فیہ رفع الیدین کے مسئلہ کا علم نہ تھا امام بخاریؒ نے کہاں لکھا ہے کہ ان کو علم نہ تھا۔ انھوں نے صاف لکھا ہے۔

وَ قَدْ رَوَوا فِيْ ذٰلِكَ اَحَادِيثَ كَثِيْرَةً وَ لَمْ يَعْتَبُوْا عَلٰى مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ لَوْ أَنَّهَا حَقٌّ مَا رَوَوْا ذٰلِكَ الْاَحَادِيْثَ لِاَنَّه‘ لَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ وَ لَمْ يَفْعَلْ

کہ حضرت ثوریؒ اور وکیعؒ نے رفع الیدین کی بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ اگر یہ مسئلہ سچا نہ ہوتا تو وہ یہ روایات لکھ کر نبی پر جھوٹ نہ باندھتے۔ اس کے بعد آپ نے ترمذی کی عبارت لکھی ہے۔ وَ بِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ ان کو رفع یدین کا علم نہ تھا۔ کسی کا سستی سے رفع الیدین نہ کرنا اور بات ہے مسئلہ کا ہی علم نہ ہونا یا انکار کرنا اور بات ہے۔ آپ کا استدلال تو غضب کا ہوتا ہے' میں نے آپ کے بڑے بھائی کو دیکھا وہ بھی استدلال کے فن میں آپ کی طرح طاق تھے۔ فرمانے لگے غیر مقلدین گیارہویں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔ اس کے بعد آیات پڑھیں۔ ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ [الکوثر 108 :1]... ﴿وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [الفجر 89 :1-2] آپ نے ابن حزمؒ کے حوالے سے حضرت علیؓ وابن مسعودؓ کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ پتا نہیں کیا بات ہے۔ آپ کو دور کی چیزیں بہت نظر آتی ہیں۔ قریب کی کوئی نظر نہیں آتی۔ حضرت علیؓ کی رفع الیدین کی روایات صحاح ستہ میں کئی موجود ہیں۔ وہ آپ کو نظر نہیں آتیں' آپ کو محلی ابن حزم نظر آتا ہے۔

آپ نے یہ بھی غلط کہا ہے کہ ہم کسی امام کی رائے کو نہیں مانتے۔ ہم جو غلط ہو اس کو نہیں مانتے' صحیح کو تو مانتے ہیں۔ یہی تو مقلد اور اہل حدیث میں فرق ہے۔ مقلد کو ہر غلط

---

❶ (جزء رفع الیدین رقم 75)

صحیح مانی ہوتی ہے۔ قلادہ جو گلے میں پڑ چکا ہوتا ہے۔ اہل حدیث صرف صحیح کو مانتے ہیں غلط کو نہیں مانتے۔

آپ نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ہم نے آراء رجال کو بھی بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ آپ ثبوت اور تائید میں بھی فرق نہیں کرتے۔ ہم نے آراء رجال کو اپنے لیے بطور تائید کے اور آپ کے لیے بطور حجت کے پیش کیا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے آپ نے ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر ان چاروں بزرگوں کو اپنا امام بنا لیا ہے۔ ائمہ اربعہ کو چھوڑا تو آپ نے ہے جو کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ حالانکہ کسی امام نے یہ نہیں کہا۔ یہ چھوڑنا اور پکڑنا تو آپ کو ہی زیب دیتا ہے۔ نہ ہم نے کسی کو پکڑا ہے کہ چھوڑنے کا سوال پیدا ہو اور نہ چھوڑا ہے کہ پکڑنے کا۔ پکڑتے آپ ہیں کسی کو پیر' کسی کو امام۔ یہ پکڑ دھکڑ ہمارے ہاں نہیں' ہمارے ہاں تو صرف یہ ہے۔

راہے ست ازیں غم کدہ تا روضہ رضوان
ما غیر نبی راہنما انشا سیم

آپ کہتے ہیں حضرت پیران پیر غیر مقلد نہیں حنبلی تھے۔ میں کہتا ہوں وہ حنبلی کیوں بنے۔ حنفی کیوں نہ بنے ؟ کیا حنفیت میں کوئی قصور تھا یا ان میں جو وہ حنفی مذہب پر ایمان نہیں لائے۔ کیا حنفی مذہب سچا ہے یا حنبلی۔ اگر حنفی مذہب سچا ہے اور پیران پیر حنفی نہیں تو ان کا مذہب سچا نہ ہوا۔ پھر آپ لوگوں نے ان کو پیر کیوں پکڑ لیا۔ جس کا مذہب سچا نہ ہو وہ پیران پیر تو درکنار رہبر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ان کا مذہب حنبلی سچا ہے تو تمھارے پیر پکڑنے کا کیا فائدہ ہوا؟ جو تمھارا مذہب تک درست نہ ہو' تم نے حنفی مذہب سے توبہ نہ کی۔

آپ کہتے ہیں وہ غیر مقلد نہ تھے' میں پوچھتا ہوں پھر کیا وہ مقلد تھے ؟ اگر مقلد تھے تو جو کسی کی تقلید کرے وہ پیر کیا ہو گا ؟ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: 16:43] کے تحت تو تقلید کی۔ اس لیے کہ علم نہیں تھا۔ اب جسے علم نہ ہو وہ پیری کیا کرے گا۔ سوچ لیں کہ ہو کیا رہا ہے۔ اتنی گت بننے کے بعد بھی اگر آپ کو احساس نہ ہو تو پھر

آپ زندہ نہیں مردہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیر نے لکھا ہے وَ هِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ میں کہتا ہوں انھوں نے لکھا ہے اَمَّا الْهَيْئَاتُ فَخَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ هَيْئَةً رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاَفْتِتَاحِ وَالرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ 1 متنازع فیہ رفع الیدین ہیئت نماز میں داخل ہے۔ اب دیکھیں مرید پیر کی مانتا ہے یا نہیں۔ ہم تو کسی کو پکڑتے یا چھوڑتے نہیں کہ کسی کے مسئلے کے پابند ہوں۔ آپ نے تو پیر پکڑا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ پکڑ مضبوط رہتی ہے یا ڈھیلی پڑتی ہے۔

آپ نے ہماری تردید میں ترمذی شریف کا وَاَكْثَرُ اَهْلَ الْعِلْمِ مَا رَوٰى کا حوالہ دیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے ہماری تردید کیسے ہو گئی؟ ہم نے ان صحابہؓ سے روایت نہ ہونے کی روایت تو نہیں کی۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ کوئی صحیح نہیں۔ صحیح آٹھ کی ہی ہے۔ امام ترمذی نے یہ کب کہا ہے کہ جو ان سے مروی ہیں وہ صحیح بھی ہیں۔ مقابلہ تو کرتے ہیں اہل حدیث سے اور بات ایک بھی پتے کی نہیں کرتے۔ اگر آپ کے نزدیک فقط امام ترمذی کی نقل ہی سے کوئی چیز ثابت ہو سکتی ہے تو اکتالیس کے بھی قائل ہو جائیں۔ انھوں نے جہاں بیس لکھی ہیں وہاں اکتالیس بھی تو ہیں۔ آپ نے ڈرتے ڈرتے مؤطا امام مالک کا بھی حوالہ دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں آپ اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کہیں حضرت عمرؓ نے بیس کا حکم دیا تو میں کہوں گا کہ عقل کے ناخن لو۔ اس میں کہاں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس کا حکم دیا تھا بلکہ اس میں تو صراحت کے ساتھ ہے کہ انھوں نے آٹھ کا حکم دیا تھا۔ آگے آپ نے شیخ سلام اللہ کا حوالہ بھی دیا ہے آپ کا بھی عجیب حال ہے جو مطلوب ہے وہ دکھا نہیں سکتے اور جو دکھاتے ہیں اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ اس بوتے پر پوچھتے تھے کہ تراویح والے مکالمے میں وہ کون جاہل حنفی تھا، اور کون اہل حدیث عالم تھا؟ اب پتا لگا کہ وہ کون تھا؟ وہ آپ جیسا ہی تھا۔ آپ کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں رفع الیدین کا جھگڑا ہی ختم کر

---

1 (غنیۃ الطالبین مترجم 23/1 پہلا باب : ایمان۔ اسلام)

دیا۔ میں پوچھتا ہوں فیصلہ آپ کے حق میں دیا یا ہمارے۔ اگر انھوں نے فیصلہ آپ کے حق میں دیا ہے تو خوشی میں اس فیصلے کا اشتہار نکال دیں' عنوان لکھ دیں۔ "افغانی صاحب کی فتح" نیچے فیصلہ لکھ دیں۔

"وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّنْ لاَّ یَرْفَعُ" یعنی حنفی بھائیو! سن لو۔ ہمارے محدث دہلوی کی عدالت عالیہ سے فیصلہ یہ ہوا ہے کہ عدالت کو اہل حدیث حنفیوں سے زیادہ پسند ہیں اور پیارے بھی' کیوں کہ وہ رفع الیدین کرتے ہیں اور حنفی نہیں کرتے۔ اہل حدیث سنت پر عمل کرتے ہیں حنفی اس سے محروم ہیں۔ آپ یہ اشتہار نکال کر بل مجھے پہنچا دیں' میں ادائیگی کر دوں گا۔ محمد بن ابی عائشہ صاحب علم تو گیا بھاڑ میں' میں تو آپ کی عقل پر حیران ہوں۔ آپ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ ہمارا اور افغانی صاحب کا جھگڑا تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے کہ نہیں وہ کہتے تھے منسوخ ہے اور ہم کہتے ہیں نہیں۔ افغانی صاحب نے آپ کو وکیل مقرر کیا۔ آپ نے مقدمہ بڑے زور شور سے لڑا۔ مقدمہ کا فیصلہ کرایا۔ افغانی صاحب کو آپ کے اعلان شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حنفی نے تو جھگڑا ہی ختم کر دیا۔" سے بڑی خوشی ہوئی ہو گی۔ جب افغانی صاحب اس اشتہار کو پڑھیں گے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے کہ ہیں۔۔۔ شاہ ولی اللہ نے بھی ہمارے خلاف فیصلہ کر دیا۔ کہ انھیں حنفیوں سے زیادہ اہل حدیث پیارے ہیں۔ کیوں کہ رفع الیدین کرتے ہیں اور حنفی نہیں کرتے۔ سوچیے ان کو کتنا دھکا لگے گا۔ آپ تو خوش ہیں کہ جھگڑا ختم ہو گیا۔ ان کو صدمہ ہے کہ رفع الیدین منسوخ ثابت نہ ہوئی۔ بات تو اہل حدیث کی سچی نکلی۔ جرمنی کی جنگ میں برطانیہ جب پٹ رہا تھا تو وہ ایسے اعلان کیا کرتا تھا کہ ہماری فوجیں بڑی کامیابی کے ساتھ پسپا ہو گئیں۔ آپ سوچ لیں آپ افغانی صاحب کے وکیل ہیں' آپ نے مقدمہ لڑا' خوب داؤ چلائے۔ داؤ چلاتے چلاتے خود پھنس گئے۔ کہاں تو رکوع کی رفع الیدین کا انکار کرتے تھے۔ کہاں سجدہ کی بھی گلے پڑ گئی۔ آخر مقدمے کا فیصلہ شاہ ولی اللہ صاحب سے کروایا۔ دونوں باتوں میں جھوٹے نکلے۔ نہ رکوع کی رفع الیدین کو منسوخ ثابت کر سکے نہ سجدہ کی رفع الیدین کو مسنون ثابت کر سکے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ ان دونوں امور میں سن لیں۔

رفع الیدین منسوخ نہیں بلکہ کرنی چاہیے۔ سجدے کی رفع الیدین ثابت نہیں اس لیے نہیں کرنی چاہیے۔ عبارت یہ ہے:

وَاِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اَوْ اُذُنَيْهِ وَ كَذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكُوْعِ وَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ۔ ❶

شروع میں تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرے۔ جب رکوع کرے تو رفع الیدین کرے۔ جب رکوع سے اٹھے تو رفع الیدین کرے، سجدوں میں نہ کرے۔

آپ کی سمجھ اونچی ہے اور یہ آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب تو آپ جیسے متعصبوں کی مذمت کرتے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے حق میں بولتے ہیں۔ ان کی عبارت دیکھیے، وہ فرماتے ہیں:

فَالَّذِيْ يَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّنْ لَّا يَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِيْثَ الرَّفْعِ اَكْثَرُ وَ اَثْبَتُ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِلْاِنْسَانِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ الصُّوَرِ اَنْ يُّثِيْرَ عَلٰى نَفْسِهٖ فِتْنَةَ عَوَامِ بَلَدِهٖ ❷

یعنی رفع الیدین کرنے والے نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں کیوں کہ رفع الیدین کی حدیثیں بھی زیادہ اور ہیں بھی صحیح لیکن مقلد قوم بڑی ضدی اور متعصب ہے۔ اس لیے کسی انسان کو جو سنتوں پر چلنے والا ہو نہیں چاہیے کہ کسی ایسی سنت پر عمل کر کے اپنی جان کو خطرے میں ڈالے کہ اس کے شہر کے عوام مشتعل ہو کر اس کے درپے آزار ہوں۔ آپ دیکھیے۔ اس میں آپ کی جماعت کی جو رفع الیدین یا دیگر سنتوں پر چلتے ہیں کتنی مذمت ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ رفع الیدین نہیں کرنی چاہیے۔ رفع الیدین کے بارے میں تو وہ اوپر کہہ چکے ہیں کہ کرنی چاہیے۔ وہ کہتے ہیں ان فساد کرنے والے علما سے اور عوام سے ڈرنا چاہیے۔ یہ تو مانیں گے نہیں۔ اس لیے میں جن کو پسند کرتا ہوں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان کے شر سے بچیں۔ اس کے بعد وہ حدیث سے مثال دیتے ہیں:

---

❶ (حجة الله البالغه 10/2)

❷ حجة الله البالغه 10/2 مبحث في اذكار الصلوة وهيئات المندوب اليها)

لَوْ لَاحِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ ❶ کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے عائشہؓ یہ لوگ کچے مسلمان ہیں۔ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔اگر یہ پختہ ہوتے تو میں کعبہ کو گرا کر پھر سے بنا دیتا۔اس سے ثابت ہوا کہ کسی دینی امر پر بگڑنا خواہ وہ مستحب ہی کیوں نہ ہو اس کا کام ہے جس کا زمانہ کفر بہت قریب ہو۔ اب آپ سوچ لیں وہ لوگ تو کفر سے اسلام کی طرف آرہے تھے۔اس لیے حضور ﷺ کو ان سے خطرہ تھا لیکن آپ نسلی مسلمان ہوتے ہوئے کدھر جارہے ہیں۔جو آج سنت کو آپ سے خطرہ ہے۔آپ کا شاہ صاحب کی عبارت پر خوش ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ حنفی مقلدین اس عبارت پر خوش ہوتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ قِيْلَ لِمَالِكٍ هَلْ رَاَيْتَ اَبَاحَنِيْفَةَ قَالَ نَعَمْ رَاَيْتُ رَجُلاً لَوْ كَلَّمَكَ فِيْ هٰذِهِ السَّارِيَةِ اَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهٖ

آپ کہتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب رفع الیدین نہ کرنے کو بھی سنت مانتے ہیں۔میں کہتا ہوں کیا کہنے آپ کی سمجھ کے۔آپ حقیقتاً بہت بڑے فقیہ ہیں اور پہلے فقہا کی جن کے مسئلے آپ دیکھ چکے ہیں یادگار ہیں مجھے بتاتے جایئے پھر آپ جیسا کوئی فقیہ نہ آئے کہ ترک رفع الیدین جو سنت ہے۔وہ کون سی سنت ہے موکدہ یا غیر موکدہ اور اس پر کتنا ثواب ہے اور جو اس پر عمل نہ کرے اسے کتنا گناہ ہے۔اجی! فقیہ صاحب اتنی بھی فقہ نہیں برتا کرتے کہ آدمی دین دنیا کہیں کا نہ رہے۔کبھی عقل سے بھی کام لے لیا کرتے ہیں۔شاہ صاحب نے "جو الکل سُنَّةٌ" کہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ رفع الیدین کرنا بھی سنت ہے اور نہ کرنا بھی۔ دونوں مثاب ہیں۔یہ مطلب تو اندھوں کو مزید اندھا کرنے کے لیے آپ نے لیا ہے۔شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے اور وہ بھی ایک طریقہ ہے۔ان کی مراد ہرگز یہ نہیں کہ ترک رفع الیدین بھی ایک سنت ہے۔جس پر کبھی ثواب ملے' آپ سوچیے سنت ایک وجودی چیز ہو سکتی ہے' نہ کہ عدمی۔عدمی چیز سنت نہیں ہوا

---

❶ (ارواء الغليل 4/305-306 رقم 1106 ...مسند احمد 6/113رقم 24306من حديث السيدة عائشة ص 282 ..صحيح مسلم ' كتاب الحج' باب نقض الكعبة فبنائها' ص 899رقم 399-401)

کرتی۔ ایسے موقعوں پر جو سنت کا لفظ بولا جاتا ہے' اس سے مراد سنت نہیں ہوتی' جس پر ثواب ملتا ہے بلکہ سنت معنی طریقہ ہوتا ہے۔ یعنی اس کام کو کرنے کی ایک یہ صورت بھی ہے۔ اگرچہ اس پر ثواب نہیں۔ ثواب تو فعل کی صورت میں ہو گا' شاہ شہید تنویر میں لکھتے ہیں:

فَمَعْنٰی کَوْنِ الْعَدَمِ سُنَّۃً مَعَ کَوْنِ الْفِعْلِ سُنَّۃً اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَکْتَفِیْ بِعَدَمِہٖ اَیْضًا وَ لَا شَکَّ مِثْلُ ھٰذِہِ السُّنَّۃِ لَا یُثَابُ فَاعِلُہٗ ❶

علامہ سندھی حنفی حاشیہ نسائی پر بھی یہی فرماتے ہیں: ''وَالسُّنَّۃُ ھِیَ الرَّفْعُ لَا التَّرْکُ'' یعنی ثواب کے اعتبار سے تو فعل رفع ہی سنت ہے۔ عدم رفع سنت نہیں۔ ترک رفع جب حضور ﷺ سے صحت سند کے ساتھ ثابت ہی نہیں تو اس کے سنت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے بہتر روایت جو ترک رفع الیدین میں حنفیہ پیش کر سکتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

ھٰذَا اَحْسَنُ خَبَرٍ رُوِیَ لِاَھْلِ الْکُوْفَۃِ فِیْ نَفْیِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنْہُ وَ ھُوَ فِی الْحَقِیْقَۃِ اَضْعَفُ شَیْءٍ یَقُوْلُ عَلَیْہِ لِاَنَّ لَہٗ عِلَلاً تُبْطِلُہٗ ❷

ان حنفیوں کے پاس رفع الیدین نہ کرنے میں سب سے بہتر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت ہے اور در حقیقت یہ سب سے کمزور ہے کیوں کہ اس کے اندر ایسی خرابیاں ہیں جو اس کو باطل قرار دیتی ہیں۔ جس حدیث کو امام بخاری' امام ابو داؤد' امام احمد بن حنبل' امام دار قطنی' اور امام بیہقی جیسے بڑے بڑے ائمہ ضعیف قرار دے دیں۔ اب اس حدیث سے صحیحین کی حدیث کا معارضہ کرنا اور اپنے مذہب کی بنیاد بنانا حنفیوں کا ہی کام ہے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن مبارک اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں قَدْ ثَبَتَ حَدِیْثُ مَنْ یَرْفَعُ وَ لَمْ یَثْبُتْ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ❸ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کی رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث

---

❶ (تنویر العینین از شاہ اسماعیل شہید ص 40) ❷ (تلخیص الحبیر' 222/1 کتاب الصلوۃ' باب صفۃ الصلوۃ) ❸ (الترمذی' کتاب الصلوۃ' باب رفع الیدین عند الرکوع رقم 256)

ثابت نہیں اور عبداللہ بن عمرؓ کی رفع الیدین والی حدیث ثابت ہے۔ بہر کیف حنفیوں کے لیے ہر دو صورت میں خسارہ ہے۔ اول تو تارک سنت ورنہ ثواب سے محروم تو یقیناً۔ لیکن تقلیدی تعصب ہے جو خسارے سے نکلنے ہی نہیں دیتا۔

آپ کہتے ہیں "چلیے! شاہ صاحب ہی کی بات مان لی جائے' ترک رفع الیدین کو بھی سنت کہیے' جھگڑا چھوڑیے۔" میں کہتا ہوں کیا آپ نے نسخ ثابت کر دیا ہے' یا شاہ صاحب کے فیصلے کو مان لیا ہے جو ہم آپ کو چھوڑ دیں۔ جب تک نسخ ثابت نہ کریں' یا غلطی کا اقرار نہ کریں آپ نہیں چھوٹتے' نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ شاہ صاحب ترک رفع الیدین کو سنت کہیں' یا نہ لیکن وہ منسوخ نہیں کہتے۔ بلکہ نماز پڑھنے کا طریقہ رفع الیدین کے ساتھ بتلاتے ہیں۔ افغانی صاحب اور دیگر پھنسے تو اس وجہ سے ہیں کہ منسوخ کہہ بیٹھے۔ اب مانیں تو کیسے ؟ رسوائی کے مارے اب یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ بھائی غلطی ہو گئی جانے دو' ہم تسلیم کرتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں ہے۔ اب بہانے لگا کر کبھی کہتے ہیں شاہ ولی اللہ کی یہی ایک بات مان لو کہ ترک بھی سنت ہے' کبھی کہتے ہیں کہ بندہ خدا! اب چین سے بیٹھو۔ یہ بھی ایک رائے ہے' جو شروع سے چلی آتی ہے۔ ٹھیک ہے دوسرے علما اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ رفع الیدین کو منسوخ نہیں مانتے۔ صاف منہ سے نہیں کہتے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت ہے' یہ کیسے مولوی ہیں کہ سب کچھ کہیں گے لیکن حق ان کے منہ سے نہیں نکلے گا۔ ﴿فَاَبٰى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ان مولویوں کے نامہ اعمال میں سرفہرست یہی گناہ ہوگا کہ انھوں نے غلطی کو غلطی کبھی تسلیم نہیں کیا اور ہمیشہ جھٹلایا۔ ویسے ان مولویوں کی زبان و قلم سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتا ہے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' یہ ہماری غلطی ہے' لیکن کھل کر کبھی تسلیم نہیں کرتے کہ معافی کی صورت ہو جائے۔ پھر آپ نے دبی زبان سے یہ بھی جھوٹ کہا ہے کہ "مسئلہ اختلافی ہے" یہ بھی ایک رائے ہے جو شروع سے چلی آتی ہے' تاکہ کوئی سمجھے کہ نسخ ایک اختلافی مسئلہ ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے' حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کہ نسخ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ نسخ کا اختلاف نہ کبھی صحابہ میں ہوا نہ کبھی اماموں میں۔ یہ اختلاف پیدا کرنا تو اللہ نے افغانی اور نعمانی صاحبان جیسوں کی قسمت

میں ہی رکھا ہے۔

آپ جب لکھتے لکھتے تھک گئے اور نسخ کے اثبات میں کچھ نہ ملا تو جھنجھلا کر کہنے لگے آپ کی ابلہ فریبی کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو آپ ترک رفع الیدین کو سنت نہیں مانتے' ترک کی حدیثوں کی صحت کا انکار کرتے ہیں اور پھر حجۃ اللہ البالغہ اور نیل الفرقدین کے حوالے دینے بیٹھے ہیں' میں کہتا ہوں' ڈھٹائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ہم آپ کی کتابوں سے آپ کے عالموں کے حوالے دکھارہے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں۔ آپ اسے تو نہیں مانتے' ہم سے کہتے ہیں کہ تم ترک رفع الیدین کو سنت کیوں نہیں کہتے؟ ترک کی حدیثوں کو صحیح کیوں نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں اس ترک کا نسخ سے کیا تعلق؟ آپ بات کریں رفع الیدین منسوخ ہے یا نہیں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے سے کیا فائدہ۔ اول تو ترک رفع الیدین سنت نہیں کیوں کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی تو کیا اس سے نسخ ثابت ہو جائے گا۔ ہم نے شاہ ولی اللہ اور مولانا انور شاہ صاحب کی کتابوں کے حوالے آپ کا منہ بند کرنے کے لیے دیئے تھے کیوں کہ وہ آپ کے مسلمہ عالم ہیں۔ یہ حوالے آپ پر حجت ہیں' نہ کہ ہم پر۔ آپ اپنی جہالت سے ان کی رائے کو ہم پر ٹھونستے ہیں جہالت تو مقلد کی مسلم ہوتی ہے لیکن واللہ یہ امید نہ تھی کہ آپ اتنے گر گئے ہوں گے۔ آپ کی سی باتیں تو جاہل سے جاہل بھی نہیں کرتا۔ آخر آپ کے وہ مناظرانہ جدلیات وحدسیات کہاں گئے جو آپ کا سرمایہ حیات ہیں۔ حدیثوں کو تو آپ لوگوں نے صندوقوں میں بند کرنا ہی تھا کیوں کہ آپ کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ ان کو کیوں بند کر دیا۔ یہ تو آپ کے ہتھیار تھے۔ حضرت صاحب اگر میں آپ پر ترس کھا کر ترک رفع الیدین کو سنت مان بھی لوں تو آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟ کیا رفع الیدین منسوخ ثابت ہو جائے گی۔ ترس تو آپ پر مجھے بھی بہت آتا ہے لیکن کیا کریں آپ نے بات ہی ایسی کہہ دی ہے کہ اب آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ آپ کسی کی بھی آڑ لیں' یہی آواز آئے گی: ﴿مَالَهُم مِّنَ اللهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾[10:یونس:27] ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللهُ فَمَالَهُ مِنْ هَادٍ﴾[40:الغافر:33] آپ نے شاہ شہید کے بارے میں تو کہہ دیا" خوب ہوتا اگر یہ رسالہ قلم بند نہ کرتے۔" اب مولانا انور شاہ کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔ اصل کمر توڑ

بلکہ ریڑھ توڑ تو اعلان ان کا ہے۔"وَلْيَعْلَمْ اِنَّ الرَّفْعَ مُتَوَاتِرٌ اِسْنَادًا وَعَمَلاً لاَ شَكَّ فِيْهِ وَ لَمْ يُنْسَخْ وَلاَ حَرْفٌ مِنْهُ"سارے حنفی بھائی کیا مولانا افغانی اور کیا نعمانی سن لیں کہ رفع الیدین کے بارے میں اہل حدیثوں سے نہ الجھنا' مار کھا جاؤ گے۔ یہ ایک ایسی سنت ہے جو سنداً بھی متواتر ہے 'اور عملاً بھی' جس میں کوئی شک نہیں۔ اب بھی اگر جمعیت احناف بہاول پور کی آنکھیں نہ کھلیں تو ان کی قسمت۔ افغانی صاحب اور نعمانی صاحب کو تو خاص طور پر مولانا انور شاہ صاحب کے فیصلے کے بعد چوں تک نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں تو ان مقلدوں کے شرم پروف ہونے پر تعجب ہے۔ کہ سنت ہو نبیؐ کی اور پھر یہ ایسے بے غیرت 'نہ پہلوں کی شرم نہ پچھلوں کی۔ 'نہ اپنوں کی' نہ غیروں کی۔ شرم ہوتی ہے آنکھ کی۔ جب آنکھ ہی نہ ہو تو شرم کیسی ؟ تو مقلد بے چارے کی آنکھ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر شرم کہاں سے آئے۔ مولانا محمد بن ابی عائشہ صاحب اپنی مزید تکذیب بھی مولانا انور شاہ صاحب کی زبان سے ہی سنتے جایئے۔ وَبَقِيَ الْكَلاَمُ فِي الْاَفْضَلِيَّةِ یعنی محمد بن ابی عائشہ کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ نسخ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اختلاف نسخ کا نہیں اختلاف افضلیت کا ہے۔ نسخ کا تو نام تک نہیں یہ صاحبان ہمیں تو کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ اور انور شاہ صاحب کی مان لو۔

اب دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے مذہب : ﴿وَ لاَ تُؤْمِنُوْا اِلاَّ لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ﴾ [3:آل عمران:73] کے تحت اپنے ہم مذہبوں کی مانتے ہیں یا نہیں۔۔۔ آپ کہتے ہیں کہ مولانا انور شاہ صاحب نے ترک رفع الیدین کے سنت ہونے کے اثبات میں اپنا رسالہ لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کسی چیز کے اثبات میں لکھیں۔ آپ کا تو گلا گھونٹ گئے۔ یہ تو صاف کہہ گئے کہ رفع الیدین سنت متواترہ ہے نسخ کا تو نام و نشان تک نہیں۔ رسالہ کے آخر میں آکر ہمارے حضرت بالکل رہ گئے ہیں پتا نہیں دل ٹوٹ گیا۔ دل بھی کیسے نہ ٹوٹتا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مولانا انور شاہ صاحب شاہ اسماعیل شہید اور پیران پیر کے حوالے ایسے ننگے تھے کہ انھوں نے تو پردہ بالکل ہی اٹھا دیا۔ حدیثوں میں تو سو دھوکا فریب چل سکتا تھا لیکن اب ان کا کیا جواب۔ ہر ایک ہی پوچھتا ہے یا حضرت! احدیثیں تو ٹھیک ہے اہل حدیث کو نہیں آتیں۔ آپ ہی

زیادہ سمجھتے ہیں لیکن یہ کیا بات ہوئی مولانا انور شاہ اسماعیل صاحب تو ہمارے اکابر الاکابرین میں سے ہیں۔ وہ کیوں کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ بالکل نہیں۔ کیا ان کی سمجھ میں بھی حدیثیں نہیں آئیں۔ اب بے چارے کیا جواب دیں؟ یہی وجہ ہے کہ سارے رسالے میں ہمارے حضرت اتنے گرم نہیں ہوئے جتنے یہاں ہوئے ہیں۔ آدمی آخر آدمی ہی ہے مرتا کیا نہ کرے۔

آپ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کی ہدایت پر عمل کر کے رفع الیدین کا مسئلہ نہ اٹھایئے' میں کہتا ہوں شاہ صاحب کو رفع الیدین کرنے والوں سے ہمدردی ہے وہ تو آپ جیسے سنت دشمن لوگوں کے فتنے سے ان کو ڈراتے ہیں۔ ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رفع الیدین نہ کی جائے۔ آپ ان کی ہدایت پر چلنے کی ہمیں فہمائش کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ آپ کی مثال ایسے لڑکوں کی ہے کہ جن کی وجہ سے ایک باپ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ بیٹا ان شریروں سے بچنا۔ ان سے میل جول نہ رکھنا۔ اب اگر بیٹا ان شریروں کو نصیحت کرنے کے لیے بھی ان کے پاس جاتا تو وہ شریر کہتے ہیں اجی ناصح صاحب' ہم سے دور رہو۔ تمھارے باپ بیٹا والی نصیحت ہے اس پر عمل کرو۔ بالکل وہی حال آپ کا ہے۔ آپ شاہ صاحب کی نصیحت پر خود تو تائب نہیں ہوتے کہ سنت رسولؐ پر فساد نہ کریں' ہمیں سناتے ہیں کہ تم یہ مسئلہ کھڑا نہ کرو۔ اگر کسی بدنیت لڑکے سے یہ کہہ دیا جائے کہ تم پڑھتے نہیں ہو اس لیے تم پاس نہیں ہو گے۔ وہ فوراً کہتا ہے اچھا جی! پھر میں پڑھنا چھوڑ دوں۔ بے وقوف یہ تو نہیں سمجھتا کہ میں محنت کرنے لگ جاؤں' تاکہ پاس ہو جاؤں۔ وہ الٹا تعلیم ہی کو بند کرنے کا نتیجہ نکالتا ہے۔ ایسا ہی نتیجہ آپ نے نکالا ہے۔ اس کے بعد آپ اپنی مقلدانہ چالاکی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت ابن مسعودؓ کے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے وہ یہی تو ہے کہ حضرت ممدوح نے ترک رفع الیدین کو نبی کی آخری سنت مقررہ سمجھا" یہ وہی نسخ رفع الیدین والی بات ہوئی کہ نہیں؟ جس کے ثابت کرنے کا آپ نے مولانا افغانی کو چیلنج دیا ہے۔ آپ اپنی اس عبارت کو پڑھ کر اپنے مذہب کی کمزوری کا خیال کرلیں کہ کیسے سارا مذہب ہی تخیلات پر مبنی ہے۔ جس کی کوئی بھی حقیقت

نہیں۔ رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ہے۔ یہ آپ کو تسلیم ہے۔ اب اس کا نسخ کیسے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خیال کیا ہو گا کہ یہ سنت متروکہ ہے' کوئی پوچھے کون کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال ہے۔

س۔ شاہ صاحب کو خیال کیوں ہوا؟

ج۔ حنفی یہی کہتے ہیں۔

س۔ حنفی کیوں کہتے ہیں؟

ج۔ یہ ان کا خیال ہے۔

س۔ ان کو ایسے خیال کیوں ہوئے ہیں؟

ج۔ کیوں کہ ان کا مذہب خیالی ہے۔

اگر آپ ذرا عقل سے کام لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا یہ سارا سلسلہ ہی بے بنیاد ہے۔ یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہیں بھی ترک رفع الیدین کو سنت کہا ہو۔ یہ تو شاہ ولی اللہ صاحب کا حنفیوں کے کہنے کی وجہ سے ایک خیال ہے' کہ شاید وہ یہ سمجھتے ہوں اور پھر وہ ان کے اس فرض کیے ہوئے خیال کی تغلیط کر رہے ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ اس کو نسخ کی دلیل بنا کر خوش ہو گئے۔ آپ سوچیں ایسے خیالوں سے بھی نسخ ثابت ہوا کرتے ہیں۔ آپ کیوں ہمیشہ خیالی دنیا میں رہتے ہیں' کبھی تو حقیقت کی دنیا میں آ جایا کریں۔

شاہ صاحب کی عبارت کو دیکھیں کہ وہ کیسے رفع الیدین کو ایک فعل تعظیمی کہہ کر عبادت قرار دے رہے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے اس احتمال کو غلط قرار دے کر اس کی تردید کر رہے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے اگر کبھی ترک رفع الیدین کیا تو اس کی وجہ وہی تھی جو ترک تکبیرات انتقال اور دو سنت قبل از مغرب کی۔ یہ ہرگز نہیں کہ وہ اسے منسوخ سمجھتے تھے یا ترک رفع الیدین کو سنت سمجھتے تھے۔ یہ تو سب کے سب مقلدوں کے اضافات ہیں۔

پھر آپ یہ بھی فرمائیں کہ اتنی چھوٹی سی عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ لما جو کہ "لام تعلیل" اور "ما" سے مرکب ہے۔ آپ نے اس کا ترجمہ "جب سے" یعنی کلمہ واحد سمجھ کر کیا

ہے اور اس کے بعد تلقن کا ترجمہ ''تلقین ہوئی'' سے کیا ہے' جو بالکل غلط ہے۔ آدھی عبارت کو ویسے ہی چھپا گئے تا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خیال کی تردید کی ہے وہ ظاہر نہ ہو۔ یہ ہے آپ کی علمیت اور دیانت۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

وَ لاَ يُبْعِدُ يَكُوْنُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ظَنَّ اِنَّ السُّنَّةَ الْمُتقَرَّرَةَ اخِرًا هُوَ تَرْكُه' لِمَا تَلَقَّنَ مِنْ اَنَّ مَبْنَى الصَّلٰوةِ عَلٰى سُكُوْنِ الْاَطْرَافِ وَ لَمْ يَظْهُرْ لَه' اِنَّ الرَّفْعَ فِعْلٌ تَعْظِيْمِيٌّ وَ لِذٰلِكَ اِبْتَدَا بِهٖ فِي الصَّلٰوةِ اَوْ لَمَّا تَلَقَّنَ مِنْ اَنَّه' فِعْلٌ يُنَبِي عَنِ التَّرْكِ فَلاَ يُنَاسِبُ كَوْنُهٗ فِيْ اَثْنَاءِ الصَّلٰوةِ وَ لَمْ يَظْهُرْ لَه' اَنَّ تَجْدِيْدًا التَّنَبُه' لِتَرْكِ مَا سِوَى اللهِ عِنْدَ كُلِّ فِعْلٍ اَصْلٌ مِنَ الصَّلٰوةِ مَطْلُوْبٌ وَاللهُ اَعْلَمُ [1]

اور کچھ بعید نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ گمان ہو کہ آخر میں جو سنت مقرر ہوئی وہ ترک رفع الیدین ہے' کیوں کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ نماز کا مدار اعضاء کے سکون پر ہے اور وہ یہ نہ سمجھے ہوں کہ رفع الیدین ایک تعظیمی فعل ہے۔ اسی لیے اس سے نماز کی ابتداء ہوتی ہے یا انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ رفع الیدین کا فعل ترک پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس کا نماز میں ہونا مناسب نہیں۔ اور وہ یہ بات نہ سمجھے ہوں کہ ہر فعل کی ادائیگی کے وقت ترک ماسوی اللہ کے احساس کو بار بار تازہ کرنا نماز کا اصل مقصود ہے۔

آپ نے لکھا ہے ''اور شاہ اسماعیل شہید جیسے مجاہد اور بطل جلیل کے بارے میں بھی آپ نے نری ابلہ فریبی سے کام لیا ہے۔ انھوں نے رفع الیدین کے مطلق مسنون ہونے پر کتاب نہیں لکھی بلکہ اس کو سنت غیر مؤکدہ ثابت کرنے کے لیے کتاب لکھی ہے۔''

حضرت مولانا محمد بن ابی عائشہ صاحب! آپ فرمایئے! جو چیز مسنون ہو کیا وہ غیر مؤکدہ نہیں ہو سکتی۔ اگر غیر مؤکدہ نہیں ہو سکتی تو موکدہ بھی نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ یہ اس کا قسیم ہے۔ جب مسنون نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ فرض واجب ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تو پھر مسنون کے افراد کیا ہوں گے؟ کیا مسنون اور سنت مؤکدہ میں تعارض ہے؟ آخر آپ کی منطق کیسی ہے جو آپ کو اتنا اونچا اڑاتی ہے کہ آپ جاہل نظر آنے لگتے ہیں۔ کیا مقید مطلق

---

[1] (حجة الله البالغة 11/2 اذكار الصلوة و هيئتها المندوب اليها)

کے ضمن میں پایا نہیں جاتا؟ کیا سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مسنون کے افراد نہیں؟ آخر یہ ہماری ابلہ فریبی تھی جو آپ ابلہ فریبی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کو یہاں تو سنت غیر مؤکدہ اور مسنون میں فرق نظر آگیا' لیکن ترک رفع الیدین میں مطلق ترک اور دائمی ترک کا فرق نظر نہ آیا۔

سچ کہتے ہیں مقلد مطلبی اندھا ہوتا ہے۔ مطلب کی چیز دیکھتا ہے' جو مطلب کی نہ ہو اسے نہیں دیکھتا۔ مقلد کی تقلید بھی مطلب کی ہوتی ہے جس سے مطلب پورا ہوتا ہو اسی کی تقلید کرتا ہے۔ اگرچہ نام ایک کا ہی لیتا رہے۔ شاہ شہید کی عبارت نقل کرکے آپ کہتے ہیں "کہیے کیا رہی" آپ تو رفع الیدین نہ کرنے والے کو تارک سنت کہہ کر قابل ملامت قرار دیتے ہیں۔ اور زمرہ اہل حدیث سے خارج سمجھتے ہیں اور میں کہتا ہوں رہی تو آپ کی نہیں۔ عزت تو اس لیے نہ رہی کہ انھوں نے رفع الیدین کو سنت ہدی کہا' منسوخ نہیں کہا' کوئی کچھ کہے' آپ کی تب رہتی ہے جب نسخ ثابت ہو جائے ورنہ آپ کی ساری اتر گئی اور اتری بھی چوراہے میں۔ آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ بے عقلی آپ کی یوں ثابت ہوئی کہ آپ اتنا نہیں سمجھتے کہ جو حوالہ جات شاہ ولی اللہ اور مولانا انور شاہ صاحب اور پیران پیر کے ہم نے دیئے ہیں' یہ ہمارے دعوے کا ثبوت نہیں۔ آپ پر حجت قائم کرنے کے لیے ہیں۔ آپ پر یوں حجت قائم ہوئی کہ آپ کے مسلمہ علما آپ کے خلاف عدم نسخ کا اقرار کرتے ہیں۔ آپ کی بے عقلی اس سے بھی ثابت ہوئی کہ آپ یہ نہیں سمجھتے کہ موضوع بحث کیا ہے اور آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ موضوع بحث تو صرف نسخ اور عدم نسخ ہے نہ کہ نسخ کے بعد اس کی حیثیت کہ تارک قابل ملامت ہے یا نہیں ایک معمولی سے معمولی طالب علم بھی اسے خوب سمجھتا ہے' پتا نہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے جو آپ ایسے بوکھلا گئے کہ بات کچھ ہوئی ہے اور کہتے کچھ ہیں۔ شاہ شہید رفع الیدین نہ کرنے والوں کو قابل ملامت قرار دیں یا نہ' اس سے ہمارا کیا تعلق؟ اگر ہماری یہ بحث ہوتی کہ رفع الیدین ضروری ہے یا نہیں' تارک ملام ہے یا نہیں؟ پھر ہم اس حوالے کو پیش کرتے تو آپ کہتے۔ حوالہ تو صرف آپ کو عدم نسخ دکھانے کے لیے ہے۔ کیوں کہ بحث اسی سے ہے۔ رہ گیا تارک ملام ہے یا نہیں تو اس سے ہماری بحث کا کیا

تعلق ؟ الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا کیا نہ کرتا کی طرح آپ کو معمولی سی بات خواہ وہ آپ کے خلاف ہی مل جائے' آپ اس کو بھی ہاتھ ڈالتے ہیں۔ آپ اپنی بے وقوفی سے و لا یلام تارکہ کے شاہ صاحب کے حوالے پر بہت خوش ہوئے۔ کہ چلو کچھ تو ہماری تائید ہوئی' لیکن یہ نہ سوچا یہ ہمارے بارے میں ہے یا نہیں۔ ہائے مقلد تیری حالت بھی کس قدر قابل رحم ہے۔ کیسے کیسے سہارے تکتا ہے۔ خوش ہو گیا ہے کہ شاہ صاحب نے کہہ دیا و لا یلام تارکہ کہ اگر رفع الیدین نہ کرے تو کوئی ملامت نہیں۔ یہ معاملہ تو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ہو گا۔ اگر رسول ﷺ کھڑا ہو گیا کہ اے اللہ! اس نے ساری عمر میری سنت کی پرواہ نہیں کی تو کیا کچھ نہ ہو گا؟ رسول ﷺ کی سنت کا دائی تارک ہو اور ملامت نہ ہو۔ کس اہل سنت کا دل اس بات کو مانتا ہے۔ شاہ شہید کی مراد کچھ بھی ہو آپ اس و لا یلام تارکہ میں نہیں آتے۔ آپ کی قسم تو انھوں نے علیحدہ بتائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَ اَمَّا الطَّاعِنُ الْعَالِمُ بِالْحَدِيْثِ اَیْ مَنْ ثَبَتَ عِنْدَهُ الاحَادِيْثُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَلاَ اِخَالُهٗ اِلاَّ فِیْ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ

یعنی جو جانتے ہوئے کہ رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ہے احادیث سے ثابت ہے طعن کرے اور جلے میرے خیال میں دشمن رسول ہے۔

آپ جیسوں کے لیے یہ ہے' کیوں کہ آپ رفع الیدین کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں' ان پر جلتے ہیں' ان سے ان مسئلوں پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ و لا یلام تارکہ آپ کے لیے نہیں' وہ تو شاہ ولی اللہ صاحب جیسوں کے لیے ہے۔

آپ بار بار کہتے ہیں کہ آپ چوتھی جگہ رفع الیدین کے قائل ہو جایئے میں کہتا ہوں آپ کو اتنا پتا نہیں کہ اہل حدیث قریباً سارے چوتھی جگہ رفع الیدین کے قائل ہیں۔ یہ تو آپ کی جہالت ہے' آپ جانتے نہیں' بار بار یہی کہتے ہیں۔ اہل حدیث کے نزدیک رفع الیدین چار جگہ ہے' شروع میں' رکوع جاتے ہوئے' رکوع سے اٹھتے ہوئے' تیسری رکعت کو اٹھتے وقت۔ آپ فرماتے ہیں "آپ کی عبارت فہمی کا سلیقہ بھی قابل داد ہے۔" مجھے تو تعجب اس پر ہوتا ہے کہ حنفیوں کے چوٹی کے علما کا جب یہ حال ہے' یہ معیار علم و فہم ہے تو ان

کے عام مولویوں اور عوام کا کیا حال ہوگا ؟ یہود کے جہلا کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:
﴿وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾[2 البقرة:78]
اور یہاں مولویوں کا یہ حال ہے۔﴿ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾[4:النساء:78] آپ نے اپنی اس عملی فتح پر تقریباً تین صفحے ضائع کر دیئے۔ اگر کوئی عالم دیکھے تو یہ تین صفحے آپ کی جہالت کی سند ہیں۔ کوئی پوچھے نحوی منطقی صاحب ہم نے کیا غلطی کی ؟ "لم ينسخ و لم يترك " کا مرجع رفع الیدین کو بنایا۔

س۔ کس کو بنانا چاہیے تھا؟

ج۔ فعل کو۔

س۔ فعل سے یہاں کیا مراد ہے؟

ج۔ سنت ہدی

س۔ سنت ہدی سے یہاں کیا مراد ہے ؟

ج۔ رفع الیدین

س۔ تو پھر فرق کیا ہوا؟

ج۔ مقصود تو وہی ہے۔

اگر اب بھی آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھیے کہ رفع الیدین سنت ہدی ہے۔ سنت ہدی وہ فعل ہوتا ہے جو نہ فرض ہو' اور نہ منسوخ و متروک بالاجماع۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفع الیدین وہ فعل ہوتا ہے جو نہ فرض ہوتا ہے اور نہ منسوخ و متروک بالاجماع۔ اب "لَمْ يُنْسَخْ وَ لَمْ يُتْرَكْ" کی تفسیر کا مرجع رفع الیدین کو قرار دیں تو وہی مطلب' فعل کو قرار دیں تو وہی مطلب۔ سنت ہدیٰ کو قرار دیں تو وہی مطلب۔ کیوں کہ مطلب ایک ہی ہے آپ اپنی بے وقوفی کو بار بار دہرا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔ پھر بھی سنت ہدیٰ کی تشریح کی بجائے اس کو رفع الیدین کی تشریح سمجھ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب رفع الیدین ہے ہی سنت ہدیٰ تو سنت ہدی کی تشریح کو رفع الیدین کی تشریح کیوں نہ سمجھا جائے۔ آپ یہ نہیں سمجھتے کہ جب رفع الیدین کو سنت ہدیٰ بتا رہے ہیں اور سنت ہدی کو غیر متروکہ اور غیر منسوخ

بالاجماع کہہ رہے ہیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ اگر ہم سے یہ معمولی سی بات سمجھتے ہوئے شرم آتی ہے تو جامعہ کے کسی مبتدی سے ہی پوچھ لیں۔ ان کو اکثر قیاس اقترانی کی شکل اول یوں رٹتے ہوئے سنا ہے التے کتے اتی کتی کرتے ہیں۔ اتی کتی کرنے والے کم عقل ہوتے ہیں لہذا التے کتے کم عقل ہوتے ہیں کہ میں تو حیران ہوں کہ جمعیت احناف بہاول پور نے اور خاص کر افغانی صاحب نے آپ جیسے کامل عقل والے کو اپنا وکیل کیسے بنالیا۔ آپ خود تو تھے جو تھے آپ نے تو تمام حنفیوں کی ناک کاٹ دی۔ آگے آپ پھر لکھتے ہیں:

"گویا سرے سے اس مسئلے میں کبھی اختلاف ہوا ہی نہیں" ہاں جناب کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہ نسخ کا اختلاف تو اسی وقت پیدا ہوا جب سے آپ جیسے علم و عقل کے پورے پیدا ہو گئے' ورنہ بتایئے صحابہؓ میں نسخ اور عدم نسخ کا اختلاف کس نے کیا؟ ائمہ میں کس نے کیا؟ آپ ایسے خطی واقع ہوئے ہیں کہ مولانا انور شاہ صاحب کی عبارت دیکھ کر بھی آپ کو مت نہ آئی کہ اختلاف نسخ میں کبھی نہیں ہوا۔ "اختلاف ہوا تو فضیلت میں ہوا۔" وجوب و استحباب میں ہوا۔ نسخ' عدم نسخ میں اندھی تقلید سے پہلے کبھی اختلاف نہیں ہوا۔

آپ کہتے ہیں شاہ صاحب نے سجدہ میں رفع الیدین کو جو صحیح احادیث سے ثابت ہے سنن متروکہ میں شمار کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک رکوع کی رفع الیدین کا بھی یہی حکم ہے میں کہتا ہوں شاہ صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ سجدے کی رفع الیدین صحیح احادیث سے ثابت تھی' پھر متروکہ ہوئی۔ یہی تو آپ کی ہوشیاریاں ہیں جن سے آپ عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اسی پر تو حنفی مذہب کی ساری گاڑی چلتی ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں حنفیہ کے نزدیک رکوع کی رفع الیدین کو متروک کہا' آپ نے نتیجہ نکال لیا کہ چلو رکوع کی رفع الیدین بھی متروک ہو گئی۔ آپ کا حال تو ان لڑکوں جیسا ہے کہ ایک نے تو کسی کام سے چھٹی لی' دوسرا ایسے ہی اٹھ کر چل دیا کہ اس کو جو چھٹی ہوئی تو مجھے بھی ہو گئی۔ اب استاد ڈنڈے لگاتا ہے۔ بے وقوف اس کو تو میں نے چھٹی دی تھی تو نے خود ہی کرلی۔ سجدہ کی رفع الیدین اول تو شروع نہیں ہوئی لیکن ہو سکتا ہے لوگ عادتاً جیسے سلام پھیرتے وقت کرتے تھے سجدوں کے وقت بھی کر لیتے ہوں پھر اسی سے منع کر دیا گیا ہو۔ لہذا متروک ہو گئی۔ لیکن رکوع کی رفع الیدین تو

ایک عبادت تھی ہمیشہ ہوتی رہی، کبھی متروک نہیں ہوئی۔ آپ نے اس کو اس پر کیسے قیاس کر لیا۔ اس کو متروک کیسے قرار دے دیا۔

آپ نے لکھا ہے "خوب ہوتا اگر شاہ اسمٰعیل شہید اپنے جد امجد حضرت شاہ ولی اللہ کی رائے سے اتفاق کرتے۔" میں کہتا ہوں انھوں نے تو اتفاق کیا، لیکن آپ تقلید کی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے۔ شاہ ولی اللہ کی رائے یہی تھی: وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مَنْ لاَّ یَرْفَعُ یعنی رفع الیدین کرنے والے مجھے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اسی پر شاہ اسماعیل شہید نے عمل کیا ہے۔ چنانچہ احیائے سنت کا ثواب بھی لیا اور اپنے جد امجد کی رائے سے بھی اتفاق کیا۔ ہم خرما و ہم ثواب۔۔ لیکن آپ بد قسمت ہی رہے کہ کسی سے اتفاق بھی نہ ہوا اور اماتۃ سنت بھی کی۔ خسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرۃ

آپ لکھتے ہیں: خوب ہوتا اگر شاہ شہید یہ رسالہ قلم بند نہ فرماتے۔ میں کہتا ہوں قیامت کو شاہ صاحب کو پکڑ لینا کہ تو نے ہمارے خلاف رفع الیدین کا رسالہ کیوں لکھا تھا۔ کیوں ہماری جڑ پر کلہاڑا مارا تھا۔ اصل میں شاہ شہید کا خاندان حنفی تھا، لیکن اللہ نے ان کو ہدایت دی۔ تقلید سے ان کی جان چھوٹ گئی۔ اسی کا اثر تھا کہ شاہ صاحب نے رفع الیدین پر ایک رسالہ لکھا اور مقلدوں کا رد ان الفاظ میں کیا۔

1---وَقَدْ غَلاَ النَّاسُ فِی التَّقْلِیْدِ وَ قَدْ تَعَصَّبُوْا فِی الْتِزَامِ تَقْلِیْدِ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ حَتّٰی مَنَعُوْا الْاِجْتِہَادَ فِیْ مَسْئَلَۃٍ وَ مَنَعُوْا تَقْلِیْدَ غَیْرِ اِمَامِہٖ فِیْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَ ھٰذَا ھِیَ الدَّاءُ الْعِضَالُ الَّتِیْ اَھْلَکَتِ الشِّیْعَۃَ فَھٰؤُلاَءِ اَیْضًا اَشْرَفُوْا عَلٰی ھِلاَکٍ ۔ (1)

2--- فَعُلِمَ مِنْ ھٰذَا اِنَّ اِتِّبَاعَ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ بِحَیْثُ یَتَمَسَّکُ بِقَوْلِہٖ وَ اِنْ ثَبَتَ عَلٰی خِلاَفِہٖ دَلاَئِلُ مِنَ السُّنَّۃِ وَالْکِتٰبِ وَ یَاَوِّلُ اِلٰی قَوْلِہٖ لَوْنٌ مِنَ النَّصْرَانِیَّۃِ وَ حَظٌّ مِنَ الشِّرْکِ وَالْعَجَبُ مِنَ الْقَوْمِ لاَ یَخافُوْنَ مِنْ مِثْلِ ھٰذَا الْاِتِّبَاعِ بَلْ یُحِیْفُوْنَ تَارِکَہٗ ۔

---

(1) (تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ص 25)

تقلیدیوں کو تقلید کا مرض ایسا لگ گیا ہے جو ان کو شیعہ کی طرح ہلاک کر کے چھوڑے گا۔ مقلدین جو قرآن و سنت کی پرواہ کیے بغیر شخصی تقلید کرتے ہیں تو یہ ان کا نصاری و مشرکین والا رنگ ہے۔ تعجب ہے کہ ان مقلدوں کو ایسی تقلید سے ڈر نہیں لگتا بلکہ جو تقلید نہیں کرتے ان پر جور و جفا کرتے ہیں۔ (جیسا کہ اہل حدیث کو بطور طنز کے غیر مقلد کہتے ہیں)

آپ نے لکھا ہے کہ "بعض علما کوفہ رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔" میں کہتا ہوں جب کوفہ میں بہت سے رفع الیدین کرنے والے بھی تھے تو نہ کرنے والوں سے کیا فرق پڑتا ہے کیوں کہ نہ کرنے والے بھی اسے منسوخ نہیں سمجھتے تھے۔ یہ صرف ان کا تساہل تھا یا بے خبری جو وہ نہیں کرتے تھے۔ جوں جوں اہل کوفہ کو علم ہوتا گیا۔ وہ رفع الیدین کے قائل و فاعل ہوتے گئے۔ چنانچہ دارقطنی میں ہے کہ امام احمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں بھی کوفیوں کی طرح رفع الیدین نہیں کیا کرتا تھا۔ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو میں نے بھی رفع الیدین شروع کر دی (1) اور تو اور امام عصام بن یوسف جو امام صاحب کے پوتا شاگرد ہیں وہ بھی معلوم ہو جانے پر متنازع فیہ رفع الیدین کرنے لگ گئے۔ ملاحظہ ہو مولانا عبدالحی لکھنوی کی الفوائد البہیہ--- حضرت عبداللہ بن مبارک جو کہ امام صاحب کے خاص شاگرد تھے وہ بھی کوفے میں رہتے تھے، رفع الیدین کرتے تھے۔ ان کے شاگرد بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ اب تہجد پڑھنے والے کو نہ دیکھنا اور سوئے ہوئے کو دیکھ کر سوئے رہنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کو رفع الیدین نہ کرنے والے نظر آئے، کرنے والے نظر نہیں آتے۔ یہ آپ کی نگاہ کا قصور ہے۔ اتباع فعل کی ہوتی ہے نہ کہ عدم فعل بلکہ سستی کی۔

آگے آپ لکھتے ہیں: فتاوی عزیزی میں ہے "ترک رفع الیدین مے کنم" میں کہتا ہوں آپ کو شاہ عبدالعزیز نظر آتے ہیں حضور ﷺ اور آپ کے سینکڑوں صحابہؓ نظر نہیں آتے، جو رفع الیدین کرتے تھے۔ پیروی کسی کی نیکی میں کی جاتی ہے، نہ کہ ترک نیکی میں۔

---

(1) دارقطنی کتاب الصلوۃ، باب ذکر التکبیر و رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منه ج 1 ص 292)

ہائے مقلد! تیرے بھی کیا کہنے۔ تو بھی کیسا عقل والا ہے۔ آپ کی نعمانیات بھی کیسی عجیب عجیب ہوتی ہیں۔

اب آپ نے یہ کہہ دیا کہ "نظر بلند تر کیجیے" میں پوچھتا ہوں کہ حضور ﷺ سے بھی کوئی بلند تر ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اہل حدیث نظر کو بلند تر کیا کریں۔ آپ جانتے ہیں ادر یہی ہمارا اور آپ کا جھگڑا ہے کہ ہماری نظر حضور ﷺ سے نیچے کسی پر جمتی ہی نہیں اور آپ کی امام سے اوپر اٹھتی ہی نہیں۔

ہم ہمیشہ حدیث رسولؐ کو دیکھتے ہیں اور آپ ہمیشہ اقوال الناس کو۔ اب سوچیے نظر بلند تر ہمیں کرنی چاہیے یا آپ کو۔ ہم نبیؐ سے بلند کر کے نظر کو کہاں لے جائیں؟ قرآن صاف کہتا ہے: ﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلاَّ الضَّلاَلُ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ﴾[10 یونس:32] یعنی حق کے بعد تو گمراہی ہے۔ لہذا نبیؐ سے بلند تر کہاں لے جاؤ گے۔ کیوں کہ نظر کا بلند اور بلند تر ہونا تو نظر والے کے لیے ہوتا ہے جو بے نظر ہو وہ کیا بلند کرے گا اور کیا بلند تر؟ مقلد بے چارہ اندھا ہوتا ہے' تقلیدی تعصب کی پٹی اس کی آنکھوں پر ہوتی ہے' کسی کے سہارے پر چلتا ہے' اس کے بلند نظر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ بند نظر تو ہو سکتا ہے بلند نظر نہیں ہو سکتا۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ "نظر کو بلند کیجیے" آپ کی بے عقلی کا شاہ کار ہے۔

آپ کہتے ہیں "اقلیم ہند کو جن غازیوں نے فتح کیا اور یہاں اسلام کا بول بالا کیا وہ حضرات حنفیہ ہی تھے" میں کہتا ہوں اگر انھوں نے اسلام کا بول بالا کیا تو وہ حنفیہ کہاں تھے؟ اگر وہ حنفیہ ہوتے تو آپ کی طرح سے حنفی مذہب کا بول بالا کرتے یا پھر یہ نہ کہیں کہ انھوں نے اسلام کا بول بالا کیا۔ صاف کہیں کہ انھوں نے حنفیت کا بول بالا کیا اور وہ حنفی تھے۔ اگر وہ حنفی تھے اور حنفیت کا ہی بول بالا کیا تو ان کو کیا ملے گا؟ ثواب کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو اسلام کا بول بالا کرے۔ اسی کا ڈنکا بجائے۔"

بہر کیف وہ غازی تو اپنی نیت اور اپنے کیے کا پھل پائیں گے۔ اگر اسلام کی اشاعت ان کا مقصد تھا تو اللہ سے اجر پائیں گے اگر کسی اور مذہب کی اشاعت ان کا مقصد تھا تو اس سے انعام پائیں گے۔ ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا

تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[2:البقرة:141] آپ اپنے عقائد واعمال کو دیکھیں کہ آپ کون ہیں۔ ان غازیوں کا اسلام آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ آپ کے لیے پدرم سلطان بود کی شیخی بے کار ہے۔ آپ کو فائدہ تو اپنے اسلام کے خالص رکھنے میں ہے' نہ کہ ملاوٹ کرنے میں۔ اگر آپ نے اسلام میں حنفیت کی ملاوٹ کر دی تو سراسر نقصان میں رہیں گے۔ اس لیے سوچ لیں الٹا فخر نہ کریں۔

آپ کہتے ہیں ملک کے فاتح حنفی تھے تو مذہب حنفی کو یہاں فروغ ہوا' میں کہتا ہوں مذہب حنفی کو فروغ ہوا تو اسلام کے باقی تین فرقوں شافعی' مالکی حنبلی کو زوال ہوا۔ یعنی مجموعی طور پر 3/4 اسلام کو نقصان پہنچا۔ فرقہ بندی زوروں پر ہو گئی جو بالآخر اسلام کی سطوت کو لے ڈوبی۔

تفرقے جو موجودہ آئے ہوئے ہیں
یہ سب حنفی مذہب کے لائے ہوئے ہیں

اس کے علاوہ اس فروغ سے حنفی مذہب ایسا بگڑا کہ وہ درحقیقت امام ابو حنیفہ صاحب کا سیدھا سادہ مذہب نہ رہا بلکہ اوروں کا مذہب بن گیا۔ اہل سنت دشمن لوگوں نے لفظ حنفیت کا نام رکھا لیکن اندر سے اسے اعتزال و تشیع سے بھر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بگاڑ آج حنفیت میں ہے' شافعیت' مالکیت اور حنبلیت میں وہ نہیں۔ مسئلے ایسے ایسے بنے جو اسلام تو درکنار مذہب حنفی کے لیے بھی باعث شرم ہیں۔ حنفی عالم کوئی بھی کیوں نہ ہو اپنے مذہب حنفی کے فروغ کے مسئلے نہ سن سکتا ہے' نہ شریف انسانوں کو سنا سکتا ہے۔ میں حضرت علامہ صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آپ یہ بتائیے کہ اپنی دبر میں اپنے ہی عضو تناسل کو داخل کر کے غسل کے وجوب و عدم وجوب ❶ کا مسئلہ حنفی مذہب کے فروغ کے زمانے کا ہے یا بچپن کا' اگر حنفی مذہب کے بچپن کے زمانے کا ہے تو شیخین اور صاحبین کو اس کا علم تھا یا نہیں اور اگر یہ مسئلہ بچپن کے زمانے کا نہیں بلکہ فروغ کے زمانے کا ہے تو مہربانی فرما کر یہ بتائیے کہ یہ مسئلہ

---

❶ (درمختار' کتاب الطهارة' مسائل غسل ج 1 ص 93)

پہلے پیدا کیوں نہ ہوا۔ فروغ کے زمانے میں کیوں پیدا ہوا۔ کیا یہ ذہنوں کے فروغ کا اثر ہے جو وہ ایسے مسئلے سوچنے لگ گئے یا اعضاء کو ہی ترقی ہو گئی۔ جو وہ اتنی جست لگانے لگ گئے کہ رخ دیکھا نہ حد۔ جہاں دیکھا گھس گئے۔ آخر یہ کیا فروغ تھا جس پر آپ فخر کرتے ہیں۔

آپ نے بڑے فخر سے کہا ہے کہ ملک کے فاتح حنفی تھے۔ اس لیے مذہب حنفی کو فروغ ہوا۔ میں کہتا ہوں جب تک حنفی مذہب کو فروغ حاصل نہیں ہوا تھا ابھی بچہ تھا تو سیدھا سا یہ مسئلہ تھا کہ اگر کوئی حنفی کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ بھی لگا دے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائے گی۔ جب اسے فروغ حاصل ہو گیا۔ وہ پورا جوان ہو گیا اور زوروں پر آ گیا تو مسئلہ یوں ہو گیا کہ اگر کوئی حنفی کسی عورت سے ایسے زور سے کام کرے کہ اس کی اگلی اور پچھلی جگہ کو پھاڑ کر ایک کر دے تو کچھ نہ ہو گا۔ نہ ماں حرام ہو گی نہ بیٹی۔ ❶

حنفی مذہب کے بچپن کا مسئلہ یہ تھا کہ امامت کا مستحق وہ ہے جو علم تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہو۔ جب مذہب کو ترقی ہو گئی تو مسئلہ یہ بن گیا۔ثم الاحسن زوجہ ❷ کہ جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو گی۔ امام وہ بنے گا۔ اب بتایئے مینا بازار لگائے بغیر اس کا فیصلہ کیسے ہو گا۔ کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ حنفی مذہب کے فروغ کے ساتھ ساتھ حسن کے فروغ کے بھی بڑے بڑے امکانات ہیں۔ اس کے بعد ایک معیار یہ مقرر ہوا۔ ”ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا“ ❸ کہ امام وہ ہو گا جس کا سر بڑا ہو اور عضو خاص چھوٹا ہو۔ ”اب عضو کی پیمائش کس حالت میں ہو گی‘ عام حالات میں یا غیر معمولی حالات میں‘ پھر کون کرے گا؟ شخص واحد اس کام کو سر انجام دے گا یا جیوں کا پورا بورڈ بیٹھے گا۔ یہ تحقیقات ایسی ہیں جن کا تعلق یقیناً بہت فروغ کے زمانے سے ہے۔ مغرب نے بہت ترقی کی ہے لیکن وہ ابھی تک حسن کے مقابلے تک ہی پہنچا ہے۔ اعضائے تناسل کے مقابلے تک وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ پھر مار پیٹ کر زبردستی طلاق لکھوانا بھی مذہب حنفی کے فروغ کے زمانے کی پیداوار ہے۔ آپ ناراض نہ ہوں‘ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جب ایسے مسئلے بن گئے تو حنفیت کے فروغ سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ اسلام کا فائدہ تو اس میں ہے کہ سب مذاہب مٹ کر

---

❶ (عالمگیری: کتاب النکاح باب المحرمات ج 2ص 139)

❷ (درمختار: کتاب الصلوۃ‘ باب الامامۃ ج 1ص 290.) ❸ (ایضاً)

صرف ایک مذہب محمد ﷺ کا رہ جائے۔ اسلام کو فائدہ حنفیت' شافعیت یا اور تمام مذاہب کے مٹنے میں ہے۔ نہ کہ اس کے فروغ میں کہ فرقہ بندی زور پر ہو۔ خدارا کچھ تو سوچیں برائی آپ کو خوبی نظر آتی ہے اور خوبی برائی تنزل۔ آپ کو ترقی نظر آتا ہے اور ترقی تنزل۔ آخر یہ الٹا پن کیا ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ فرماتے ہیں کہ "آپ کو حنفیوں کا احسان ماننا چاہیے کہ ان کے طفیل دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔" میں کہتا ہوں حنفیوں کا احسان تو حنفی مانیں۔ اہل حدیث حنفیوں کا احسان کیا مانیں' جنھوں نے ان کے مذہب کو قبول ہی نہیں کیا؟ یقین جانیں ہم تو آپ کو چھوڑ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بے ساختہ ہماری زبانوں سے یہ نکل جاتا ہے۔

اَلحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانَا مِمَّا ابْتَلَاکُمْ بِهٖ وَ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔

اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں مقلد نہیں بنایا۔ اگر تو ہمیں مقلد بنا دیتا تو ہمارا کیا زور تھا یہ تو تیرا ہی فضل ہے جو تو نے ہمیں تقلید سے بچایا' فرقہ بندیوں سے بچایا اور سنت کا راستہ دکھایا۔

آپ کہتے ہیں "اہل حدیث حنفیوں کی بدولت دولت اسلام سے مشرف ہوئے" میں کہتا ہوں اگر اہل حدیث حنفیوں کی بدولت ہوتے تو حنفی ہوتے' ہم جو اہل حدیث ہیں تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ ہم حنفیوں کے طفیل سے نہیں ہوئے۔ اللہ نے ہمیں حنفیوں کا مرہون منت نہیں بنایا' ہم تو سابقین اولین کے احسان مند ہیں جن کے طفیل ہم اہل حدیث ہوئے

اگر آپ سوچیں تو احسان مند آپ کو ہمارا ہونا چاہیے کیوں کہ دین اہل حدیثوں نے حنفیوں کو پہنچایا۔ حنفی امام ابو حنیفہ صاحب سے پہلے کہاں تھے؟ اہل حدیث تو اس وقت بھی موجود تھے جب اور کوئی فرقہ موجود نہ تھا۔ اہل حدیث نے حضور ﷺ سے قرآن و حدیث لیا اور آپ کو پہنچایا۔ لیکن یہ آپ کی بدذوقی ہے کہ آپ نے قرآن و حدیث کو خالص نہ رہنے دیا۔ اس میں حنفیت کی ملاوٹ کر دی۔ وہی دین ہمارے پاس ہے تو خالص۔ آپ کے

پاس ہے تو ملاوٹی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حنفیت اسلام نہیں' ہم مانتے ہیں کہ حنفیت اسلام ہے' لیکن ملاوٹی ہے۔ دودھ میں پانی ملا ہوا بھی ہو تو بھی اسے سفید ہونے کی وجہ سے دودھ ہی کہتے ہیں۔ اور اگر خالص ہو تو بھی اسے دودھ ہی کہتے ہیں۔ ہمت اور سمجھ والا ملاوٹی دودھ کو کبھی قبول نہیں کرے گا۔ وہ خالص ہی تلاش کرے گا خواہ مشکل سے ملے۔ اور مہنگا ہی ملے۔ بے ہمت اور بدذوق کو جیسا مل جائے اسی کو قبول کر لیتا ہے۔ چونکہ آج کل خالص چیز عنقا ہوتی جا رہی ہے۔ اسی طرح سے اہل حدیث کا وجود بھی عزیز اور نادر ہوتا جا رہا ہے' جیسے ملاوٹ اور کھوٹ بڑھتا جا رہا ہے' ایسے ہی حنفیت بریلویت کے رنگ میں بڑھتی جا رہی ہے۔ بے وقوف اس اکثریت کو سواد اعظم سمجھ کر صداقت کا معیار بنا رہے ہیں۔

آپ کہتے ہیں "حنفیوں کی بدولت شرک و کفر سے نجات ملی" میں کہتا ہوں حنفیوں کی بدولت شرک و کفر سے نجات ملی ہوتی تو آج قبروں کے مجاور' تعزیے نکالنے والے' میلادیے اور مولودیے کبھی حنفی نہ ہوتے۔ آپ یہ بتائیے کہ یہ قبوری شریعت کے ماننے والے' اماموں کا رتبہ نبیوں سے بڑھانے والے حنفی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ کا اکثریت پر ناز اور سواد اعظم کا دعویٰ باطل ہے اور اگر حنفی ہیں اور یقیناً حنفی ہیں بلکہ بڑے حنفی ہیں تو آپ کی اس شیخی میں کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں آج کفر و شرک کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جو حنفیوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ آج حنفیت ہر کفر و شرک کے ساتھ چل سکتی ہے۔ اگر نہیں چل سکتی تو سنت کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ آج کسی عمل اور عقیدے سے حنفیت میں فرق نہیں آتا۔ اگر فرق آتا ہے تو رفع الیدین کرنے سے یا آمین بلند آواز سے کہنے سے۔ آپ تو کہتے ہیں حنفیت کفر و شرک سے نجات دیتی ہے۔ میں کہتا ہوں نجات کہاں دیتی ہے۔ یہ تو بلکہ ان سے خوب گلے ملتی ہے۔ لیکن سنت سے بھاگتی ہے۔ موجودہ حنفی مذہب میں اس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ حنفیوں کے ہاں شرک و توحید میں' سنت و بدعت میں' اتباع و تقلید میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا۔ جبھی آپ کہہ رہے ہیں کہ حنفیوں کی بدولت شرک و کفر سے نجات ملی ہے۔ اگر آپ دانائے حقیقت ہوتے تو کبھی یہ بات نہ کہتے' بلکہ اعتراف کرتے کہ شرک و کفر سے نجات تو خالص اسلام یعنی قَالَ اللهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ میں

ہے' حنفیت میں نہیں۔

آپ کہتے ہیں کیا آپ لوگوں کو تبلیغ کے لیے متفق علیہ مسائل نہیں ملتے جو مختلف فیہ مسائل چھیڑتے ہیں" میں کہتا ہوں نسخ رفع الیدین کا مسئلہ تو مختلف فیہ نہیں۔ یہ تو متفق علیہ مسائل میں سے ہے۔ کبھی صحابہؓ نے یا ائمہ نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ یہ تو آپ جیسوں کی بدبختی ہے جو آپ نے اس کو بھی مختلف فیہ بنادیا۔ ویسے بتایئے کہ آج مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ کون سارہ گیا ہے۔ سب میں تو آپ جیسے فرقہ پرستوں نے اختلاف پیدا کرر کھا ہے۔ اسلام کی بنیاد توحید تھی۔ وہ آپ نے خراب کر دی۔ آج توحید کی تبلیغ کر کے دیکھ لیں' سب سے زیادہ حنفیوں کو تکلیف ہو گی۔ وہ کب برداشت کرتے ہیں کہ تقلید اڑے' پیر پرستی جائے' قبر پرستی کا جنازہ نکلے' اگر توحید کی تبلیغ ہوگی تو ان عقائد پر ضرور زد پڑے گی اور یہی عقائد آج حنفی مذہب کی اساس ہیں۔ دوسرا اہم مسئلہ حضور ﷺ کی رسالت کا ہے وہ آپ نے خراب کر دیا۔ اماموں کو رسولوں کا درجہ دے دیا۔ اب اتباع رسولؐ ہو تو کیسے؟ اس کے علاوہ بنیادی چیز نماز تھی۔ وہ آپ نے حنفی بنالی۔ مذہب تک آپ نے حنفی بنالیا۔ یہ سب آپ کی دھوکے کی باتیں ہیں جو کہتے ہیں کہ تبلیغ متفق علیہ مسائل کی کرو۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ مسائل نہ لو جو ہمارے خلاف ہوں۔ جن میں ہماری چوری ظاہر ہو وہ مسائل لو جو بریلویوں یا کسی اور فرقے کے خلاف ہوں پھر بریلوی بھی آپ والا ہی ہاتھ برتتے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ تم پیر پرستی' نور بشر' حاضر و ناظر اختلافی مسائل کیوں چھیڑتے ہو؟ تمھیں متفق علیہ مسائل: چوری نہ کرو' جھوٹ نہ بولو' رشوت نہ لو' نظر نہیں آتے۔ مقصد ان کا بھی یہی ہوتا ہے کہ تم ہمیں ننگا نہ کرو۔ شیعہ' مرزائی' اور جس کے خلاف مرضی بولتے پھرو۔ غرضیکہ آج ہر فرقہ یہی چاہتا ہے کہ ہماری چوریاں چھپی رہیں۔ ہمارے ڈھکے ڈھکے رہیں۔ جب بھی حق کی تبلیغ کی جائے گی جس کے خلاف ہوگی' وہ یہی کہے گا جو آپ کہتے ہیں۔ آپ کے اہل باطل ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ وہی کہتے ہیں جو اہل باطل کہتے آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ [2:البقرة:118] ﴿ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۔ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ﴾ [9:التوبة:30] اگر آپ اہل حق میں سے ہوتے تو یہ بات کبھی آپ کے کام

ودونوں سے نہ نکلتی۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں یہ کہا گیا ہے کہ حق وہی ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ اس کے علاوہ سب گمراہی ہے' خواہ وہ کسی جماعت میں ہو یا کسی فرقے میں۔ تبلیغ اسی کے بلند کرنے کو اور باطل کے مٹانے کو کہتے ہیں۔ آخر آپ سوچیں آپ لوگوں کو جو رفع الیدین کے خلاف بغض ہے تو کیا اس کی وجہ سے ہے کہ یہ سنت رسولﷺ نہیں۔ بدعت ہے' یہ مسئلہ اتفاقی نہیں۔ اختلافی ہے' نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس مسئلہ کے نمایاں ہونے سے آپ ننگے ہوتے ہیں کہ جب حنفی مولویوں نے ایسے متفق علیہ مسئلے کو جو متواتر احادیث سے ثابت ہے ٹھکرا دیا ہے تو اور مسائل میں جو اخبار احاد سے ثابت ہیں کیا کچھ خیانت نہ کرتے ہوں گے۔ بظاہر تو آپ اس مسئلہ کو فروعی کہتے ہیں لیکن دل میں آپ جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ حق وباطل میں فارق ہے۔ جیسے اہل حدیث ہمارے لیے موت ہیں ایسے ہی یہ مسئلہ ساری حنفیت کا جان لیوا ہے۔ یہ تو اللہ نے ہی سبب بنا دیا جو افغانی صاحب نے یہ بحث چھیڑ کر آ میل مجھے مار والی بات کر لی ورنہ شاید یہ موقع نہ ملتا کہ آپ لوگوں پر یوں حجت قائم ہوتی۔ اب اللہ نے موقع دے دیا ہے کہ باطل کا بھی پوسٹ مارٹم ہو جائے اور حق بھی عوام کو دکھا دیا جائے' پھر اس کے بعد جس نے تقلید پر مرنا ہو مرے' جس نے بچنا ہو بچے۔

ہمارا کام ہے کہنا بتا دینا
تمھارا کام ہے مانو یا نہ مانو

آپ کہتے ہیں: "آخر مسلمانوں میں بلاوجہ افتراق واختلاف پیدا کرنے سے سوائے اپنی عاقبت برباد کرنے کے اور کیا ملے گا؟" جناب یہ تو مجھے بھی تسلیم ہے کہ دین محمدی میں افتراق واختلاف پیدا کرنا سوائے اپنی عاقبت برباد کرنے کے اور کچھ نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا تمھیں کیسے پتا لگا کہ یہ جرم آپ کرتے ہیں یا ہم۔۔۔ یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ مطلق اختلاف جرم نہیں۔ جرم وہ اختلاف ہے جو حق سے ہو اور فرقہ بندی پیدا کرے' آپ پہلے حق کو متعین کریں پھر کسی پر جرم فرد لگائیں۔ آپ حنفی بننے کی دعوت دیتے ہیں' ہم محمدی بننے کی۔ آپ سوچیں حنفی بننا اچھا ہے یا محمدی؟ آپ کی دعوت نہ دنیا میں' نہ آخرت میں۔ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ امام ابو حنیفہ صاحب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ لوگو! میری تقلید کرو۔ اگر دنیا کے سارے حنفی مل کر یہ دکھا دیں کہ امام صاحب نے کبھی

حنفی بننے کے لیے کہا ہو یا اپنی تقلید کا حکم دیا ہو تو آپ سچے' لیکن سارے جہاں کے حنفی بھی مل کر نہ دکھا سکیں اور پھر امام صاحب کے نام پر ایک غلط مذہب پھیلا دیں تو پھر آپ سے بڑا مجرم کون ہو سکتا ہے کہ زبردستی امام ابو حنیفہ صاحب کو حضور ﷺ کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دیا اور افتراق پیدا کیا اور دین حق کے چار ٹکڑے کر دیے ؎

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

حنفی دعوت اس لیے بیکار ہے کہ قبر اور آخرت میں اس کے بارے میں پوچھا تک نہیں جائے گا۔ قبر میں تو سوال یہ ہوگا مَنْ نَبِیُّكَ (تیرا نبی کون ہے؟) جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ تو کس کے مذہب پر چلتا تھا ورنہ مَا دِیْنُكَ کے سوال کے بعد مَنْ نَبِیُّكَ کے سوال کے کیا معنی ہیں؟ اب حنفی کے لیے جو حنفی مذہب پر چلتا ہے اور حنفی کہلاتا ہے اس کا جواب بہت مشکل ہوگا جیسے مشرک کو مَنْ رَّبُّكَ کا جواب نہیں آسکتا کیوں کہ وہ اللہ کو برائے نام مانتا ہے۔ حقیقت میں اولیاء ہی کو مانتا ہے۔ وہی اس کے معبود ہیں' ان کی رضا کو اللہ کی رضا سمجھتا ہے۔ اسی طرح حنفی من نبیك کا جواب نہیں دے سکے گا۔ کیوں کہ عملی طور پر وہ نبی کی جگہ امام کو ہی مانتا ہے۔ اسی کے مذہب پر چلتا ہے۔ اسی کے نام پر اپنے کو حنفی کہتا ہے۔ اس کے نزدیک نبی صرف برائے نام ہی ہوتا ہے۔ حقیقت میں فیصلہ کن شخصیت امام کی ہی ہوتی ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ امام بھی تو وہی کہتا ہے جو نبی کہتا تھا تو میں کہوں گا پھر حضور ﷺ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ میرے بعد حنفی بن جانا' شافعی بن جانا' مالکی بن جانا' حنبلی وغیرہ اور کچھ نہ بننا۔ میرا مذہب وہی ہے جو حنفیوں کا ہوگا اگر حنفی مذہب حضورؐ کا ہی مذہب ہے تو پھر اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف نسبت کرنا یعنی محمدی کی بجائے حنفی بننا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اور اگر حنفی مذہب میں اور حضور ﷺ کے مذہب میں کوئی فرق ہے اور یقیناً فرق ہے جب ہی تو نام حنفی رکھا گیا ہے' تو ہمارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ حنفی ایک فرقہ ہے جو اسلام میں افتراق سے پیدا ہوا ہے' جس سے تائب ہونا ازبس ضروری ہے' ورنہ قبر کے امتحان میں پاس ہونا بہت مشکل ہے۔

آپ کہتے ہیں: ''ہم نے مانا کہ رفع الیدین آپ کے نزدیک مستحب ہے' پھر اس کی

دعوت دینا کونسا فرض ہے؟'' میں کہتا ہوں کہ جب حنفی مذہب کی دعوت دینا فرض ہو سکتی ہے تو نبی کی سنت کا احیاء فرض کیوں نہیں ہوگا؟ ہمارے نزدیک نبی کی ہر سنت کا احیاء فرض ہے' خواہ وہ سنت مستحب کے درجے میں ہی کیوں نہ ہو' کیوں کہ وہ بھی دین ہے' لیکن اس کا ظالموں کے ہاتھوں سے بچانا تو فرض عین ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسی فرضیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُمِائَۃِ شَھِیْدٍ ❶ جب میری امت بگڑ جائے گی جیسا کہ اب ہے اس وقت جو میری سنت کو تھامے رکھے گا اس کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔ اب آپ بتایئے کہ جس کام پر سو شہید کا ثواب ملے کیا وہ مستحب ہی ہوگا؟

آپ نے آمین بالجہر اور رفع الیدین کرنے کو جھگڑا کرنا بتایا ہے اور فتنہ انگیزی کہا ہے میں کہتا ہوں آپ سوچ لیں حنفی ہونے کی وجہ سے آپ کی زبان اور قلم سے کیا کیا کچھ نکل رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آپ کا یہ کہنا حضور علیہ السلام کی پیش گوئی کی عین تصدیق ہے۔ آپ نے فرمایا مَنْ اَحْیٰی سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ فَلَہٗ اَجْرُ کَذَا وَ کَذَا ❷ جو میری مردہ سنتوں کو اپنے عمل اور تبلیغ سے زندہ کرے گا اس کو اتنا اتنا اجر ہے۔ اس میں اس بات کی طرف صاف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی امت بگڑے گی جیسا کہ اوپر والی حدیث سے واضح ہے اور ان کی سنتوں کو مٹائے گی۔ ان کے مقابلے میں ایک ایسی جماعت بھی ہوگی جو اپنی کوششوں سے سنتوں کا احیاء کرے گی۔ اب آپ دیکھ لیں کہ آپ کس زمرے میں آتے ہیں اور آپ کا حشر کیا ہوگا؟

آپ نے امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ بندہ تقلید ان کی مراد وہ نہیں جو آپ نے لی ہے۔ اگر ان کی مراد وہ ہوتی جو آپ نے لی ہے تو تمام عمر جیلوں میں کیوں کاٹتے اور جن مسائل پر وہ جیلوں میں گئے تو کیا وہ فرائض و واجبات تھے؟ آپ سلیقہ دانی کے تو امام ہیں' لیکن سمجھتے کچھ نہیں۔ اس عبارت سے ان کا مطلب یہ ہے کہ

---

❶ (سلسلة الاحاديث الضعيفة 333/1) ❷ (ترمذی: ابواب العلم ' باب ما جاء فی الاخذ بالسنة ' رقم :2677 'ابن ماجة: كتاب السنة ' باب احياء سنة قد اميتت رقم 210)

کبھی کسی بڑی مصلحت کے پیش نظر مسلمانوں کو مستحب بھی چھوڑنا پڑ جائے تو چھوڑ دے۔ اس سے یہ کہاں نکل آیا کہ ایک سنت کو کسی کی خاطر ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے۔ اور پھر یہ بھی کہاں سے نکل آیا کہ اہل حدیث سنت نبوی کی تبلیغ نہ کریں' یا اس پر عمل نہ کریں۔ آخر وہ کونسی مصلحت ہے جس کے تحت ہم مسنون کو ترک کرتے جائیں' کیا دشمنان سنت کا زیادہ ہونا ترک رفع الیدین کے لیے مصلحت ہو سکتا ہے؟ جہاں سنت کا استخفاف ہو وہاں سنت پر زور دینا چاہیے تاکہ مخالفین سنت پر اتمام حجت ہو۔

آپ ہمیں یہ کہہ کر ڈراتے ہیں۔ خوب سوچ لیجیے اس ملک میں حنفی مذہب کے خلاف ایک الگ گروہ بندی فساد کے علاوہ اور کیا ہے؟" میں کہتا ہوں جناب! آپ خوب سوچ لیں اللہ کی اس سرزمین پر مذہب اسلام سے (جو کہ اس وقت مذہب محمدی ہی ہے) ہٹ کر کوئی علیحدہ حنفی وغیرہ مذہب بنانا سوائے اپنی عاقبت کی بربادی کے اور کیا ہے؟ دنیا کا برباد ہونا اتنا خطرناک نہیں ہوتا بشرطیکہ مذہب صحیح ہو جتنا کہ آخرت کا برباد ہونا خطرناک ہے۔ آپ اپنی اکثریت کے زعم میں ہمیں فساد کی دھمکیاں نہ سنائیں۔ ہمارا ایمان وہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے: ﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا﴾ [20:طه:72-73] اے اکثریت کے فرعون جو تجھ سے ہو سکتا ہے کر لے تو زیادہ سے زیادہ اپنی اکثریت کے زور سے اور وہ بھی اگر اللہ کو منظور ہو تو وہ دنیا کے ہی فیصلے کر سکتا ہے۔ مجھے تیرے فیصلوں کا کوئی ڈر نہیں۔ اللہ کا شکر ہے ہمارا رب پر ایمان ہے' ہمارا مذہب اسلام ہے جو ہمیں سکھاتا ہے:

﴿ لَنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾[9: التوبه:51]

آپ لکھتے ہیں کہ "اتنا تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ رفع الیدین واجب نہیں۔" میں کہتا ہوں' میں نے کب کہا ہے کہ واجب نہیں؟ جس عبارت سے آپ استدلال کرتے ہیں۔ اس سے یہ کہاں سے نکل آیا کہ میرے نزدیک واجب نہیں ہے۔ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ جو ترک کرتا ہے ممکن ہے وہ اس کو واجب نہ سمجھتا ہو۔ اس لیے ترک کرتا ہو۔ رہ گئے ہم ہمارا مذہب تو حضور ﷺ والا ہے کہ آپ نے اگر کبھی ترک کی ہے تو ترک کرنا جائز ہے

ورنہ ترک کرنا جائز نہیں۔ چونکہ کسی صحیح روایت سے حضور ﷺ کا ترک رفع الیدین ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث میں جو آپ کے آخر کے زمانے کی ہے یہ ثابت ہے کہ آپ نے رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھی اور فرمایا ((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)) ❶ یعنی میری نماز جیسی نماز ہی سب پر واجب ہے۔ یعنی رفع الیدین واجب ہے۔

علما اسی وجہ سے وجوب کے قائل ہیں۔ كَمَا قَالَهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَ بَعْضُ أَهْلِ الظَّاهِرِ امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں لَا يَجُوْزُ لِأَحَدٍ عَلِمَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدِيْ أَنْ يَتْرُكَ إِلَّا نَاسِيًا أَوْ سَاهِيًا. کسی مسلمان کو جسے رفع الیدین کے مسئلہ کا علم ہو جائے جائز نہیں کہ رفع الیدین کو جان بوجھ کر نماز میں ترک کرے۔ ابن جوزی نزہۃ الناظر میں مزی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا ہے: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ سَمِعَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ أَنْ يَتْرُكَ الْإِقْتِدَاءَ بِفِعْلِهٖ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ حضور ﷺ کی رفع الیدین کرنے کی حدیث سن کر آپ کی اقتدا نہ کرے۔ یعنی رفع الیدین نہ کرے۔ یعنی ہر مسلمان کو جو متبع سنت بننا چاہتا ہے چاہیے کہ رفع الیدین ضرور کرے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رفع الیدین امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔ علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں لکھتے ہیں قَالَ ابْنُ خُزَيْمَةَ مَنْ تَرَكَ الرَّفْعَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَرَكَ رُكْنًا مِنْ أَرْكَانِهَا جس نے نماز میں رفع الیدین چھوڑ دی اس نے گویا نماز کا ایک رکن چھوڑ دیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں امام علی بن عبداللہ کا فرمودہ ہے: رَفْعُ الْيَدَيْنِ حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ رفع الیدین بوجہ حدیث نبویؐ کے ہر مسلمان پر لازم ہے۔ طحاوی اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث جو بخاری، مسلم تو کیا بلکہ حدیث کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ قائلین وجوب کا مستدل یہی حدیث ہے۔ فَأَوْجَبُوْا الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ وَ عِنْدَ النُّهُوْضِ إِلَى الْقِيَامِ مِنَ الْقُعُوْدِ إِلَى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے

---

❶ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة والاقامة ص 51 رقم 631... مسند احمد 53/5، رقم 20007.. ارواء الغلیل 291/1 رقم 262-324-328)

تحت ہی علمانے رفع الیدین کو واجب قرار دیا ہے۔

سنت نبوی سے جو بغض آپ لوگوں کو ہے وہ نہ آپ کے علم و عقل کو چھوڑتا ہے' نہ امانت و دیانت کو شاہ صاحب کی ایک ہی عبارت کو سامنے رکھ کر کبھی آپ یہ کہتے ہیں: "آپ کے اصول پر رفع الیدین نہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں" اور کبھی یہ لیجیے اب آپ ہی کی تقریر سے ثابت ہوا کہ ہمیشہ رفع الیدین کرنا صحیح نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی اس کو ترک بھی کرنا چاہیے۔ اب کوئی پوچھے بندہ امام۔ یہ دونوں باتیں اس عبارت سے کیسے ثابت ہو گئیں۔ اس عبارت سے تو یہ باتیں ثابت نہیں ہوتیں۔ البتہ ہوائے نفس سے ضرور ثابت ہوتی ہے۔ عبارت فہمی اور استدلال میں تو آپ نے ائمہ کو بھی مات کر دیا اگر وہ آپ کے اس کمال کو دیکھ لیتے تو یقیناً اپنی دستار آپ کے سر رکھ دیتے' شاہ صاحب کی مراد اس عبارت سے کچھ ہو۔ ہمارے لیے حجت نہیں' آپ کے لیے حجت ہے۔ کیوں کہ وہ آپ کے اصول فقہ سے ثابت ہے۔ آپ بتایئے پہلی رفع الیدین آپ کے نزدیک کیا ہے؟ سنت ہے یا واجب۔ اس کے نہ کرنے میں کوئی قباحت ہے یا کہ نہیں۔ اگر وہ واجب ہے تو کس دلیل سے' اگر وہ سنت ہے تو آپ اس کا ہفتے میں کم از کم دو تین دن ترک کیوں نہیں کرتے۔ اسے کیوں لازمی سمجھتے ہیں۔

یہ آپ کا کیا مذہب ہے کہ سنت حنفیت تو اتنی لازم اور سنت رسول کا یوں استہزا۔

میں سمجھتا ہوں ایمان والے کے لیئے ہمارا یہ رسالہ ان شاء اللہ کافی ہو گا۔ لیکن اگر تسلی نہ ہو تو اتمام حجت کے لیے ہم دعوت دیتے ہیں اگر آپ کو اہل حدیث کے مقابلے میں اپنی صداقت کا بھی خیال ہو تو ہم سے مباحثہ کریں تاکہ خدائی فیصلہ ہو جائے۔ عوام الناس کو سچ جھوٹ کا پتا لگ جائے۔ وہ بھی گمراہ نہ ہوں اور آپ کے تقدس کا پردہ بھی کھل جائے۔

آپ کہتے ہیں بندہ خدا وہ دن بھول گئے جب آپ دھوبیوں کی مسجد کے امام تھے اور حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھایا کرتے تھے' نہ آمین بالجہر کا جھگڑا تھا نہ رفع الیدین کا۔ میں کہتا ہوں بندہ امام مجھے وہ دن نہیں بھولے۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہیں' میں تو ان دنوں کو یاد کر کے روتا ہوں کہ اللہ میرے وہ دن کیسے گزرے۔ جن میں میں نے حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھی اور حنفیوں کی امامت کرائی۔ ایسی امامت سے تو حجامت بہتر ہے' جس میں اتباع رسولؐ نہ

ہو‘ اتباع سواد اعظم ہو۔ آپ یقین جانیں مجھے اس کا سخت صدمہ ہے کہ میں نے پاکستانی چودہویں صدی کے سواد اعظم کو دیکھا۔ حضور علیہ السلام کے زمانے کے سواد اعظم کو نہ دیکھا۔ جب جن کی اکثریت ہو وہی سواد اعظم ہو جائے تو پھر دین تو نہ ہوا۔ دین ملک بہ ملک زمانہ بہ زمانہ تو نہیں بدلا کرتا۔ حق تو اٹل ہوتا ہے‘ وحدت اس کا خاصہ ہوتا ہے۔ مشرق سے مغرب تک وہ ایک ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی انڈونیشیا میں وہاں کا سواد اعظم اسلام ہو‘ افغانستان میں افغانستان کا اور سوات و قلات میں سوات و قلات کا۔ جب نبیؐ ایک‘ اس کا مذہب ایک‘ پھر یہ کیا کہ اس کے چار ٹکڑے کر کے ہر ایک کو نبیؐ کا مذہب کہا جائے۔ کیا جزو بھی کل کے برابر ہوتا ہے ؟ حق کا یہ خاصہ ہے کہ اسمیں تضاد نہیں ہوتا لیکن ان چار مذہبوں میں تو جو مقلدوں نے بنائے ہیں بڑا تضاد ہے۔ ایک کہتا ہے الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی‘ دوسرا کہتا ہے کہ ہو جاتی ہے۔ ایسی متضاد باتیں ایک ہی مذہب کی ہو سکتی ہیں ؟

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

آپ کہتے ہیں: آخیر عمر میں یہ کیا سودا سمایا کہ سواد اعظم سے منحرف ہو گئے“ میں کہتا ہوں حضرت یہ کوئی کہنے کی بات ہے جب بھی اللہ کسی کو ہدایت دے دے‘ یہ اس کا فضل ہے۔ اس کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ہندو پاک کے سواد اعظم یعنی حنفیوں سے بچا کر صحابہؓ کے سواد اعظم کی ہدایت کی۔ یہی حضور علیہ السلام کا منشا تھا کہ کوئی ملک ہو‘ کوئی زمانہ ہو‘ صحابہؓ کا سواد اعظم ہی راہ نجات ہے۔ ((مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ)) کا یہی مفہوم ہے۔ میں نے صحابہؓ کے سواد اعظم کو دیکھا۔ وہ قریباً سارے کے سارے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ سارے کے سارے آمین کہتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے: حَتّٰی اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلُجَّةً ❶ کہ مسجد میں گونج ہوتی تھی۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ((مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَّا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنَ)) ❷ تمھارے آمین کہنے پر یہود بہت جلتے ہیں یعنی آمین کی آواز

❶ (صحیح البخاری ' کتاب الاذان ' باب جهر الامام بالتامین ص 62 رقم 780)

❷ (ابن ماجة ' ابواب الاقامة الصلوٰت 'باب الجهر بآمین' ص 2527رقم 856)

سن کر جلنا یہودیوں کی خصلت ہے۔ حضرت میں نے جب یہ حدیث دیکھی تو کانپ گیا۔ امامت کو وہیں مصلے میں لپیٹ کر کونے میں رکھ دیا اور دوڑ آیا۔ ویسے میں اپنی امامت کے زمانے میں بھی حنفیوں کو سنت کی تبلیغ کیا کرتا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ تقلید کی وجہ سے کوئی اثر نہیں ہوتا تو میں نے سوچا ان کو سنت کی راہ پر لانے کے لیے تو میں نے یہ سنتیں چھوڑیں اب اگر وہ بھی راہ راست پر نہ آئیں تو میں تو بے سنت ہوں گا۔

جناب! اب میری اخیر عمر ہے' اپنے اسی گناہ کی تلافی کر رہا ہوں جو آپ صاحبان کی خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے' آپ بھی آمین فرمائیں۔

آپ نے اپنے رسالہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کو معلوم ہے غلط باتیں آپ نے لکھیں' خیانتیں آپ نے کیں' اب آخر میں آپ ناصح بن گئے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"آخر میں ہم کو جناب علامہ قادر بخش کی خدمت میں یہ گزارش کرنا ہے کہ جناب والا کو اس پیرانہ سالی میں فکر آخرت کرنا چاہیے' نہ کہ گروہ بندی کے چکر میں پھنس کر آمین رفع الیدین کے جھگڑے اٹھانا" جناب فکر آخرت کی وجہ سے ہی تو میں نے حنفیوں کی امامت چھوڑی اور آپ کی خدمت کرنی شروع کی ہے۔ میں نے سوچا جوانی تو گزر گئی ان کی امامتیں کرتے' ترک سنت کا جرم کرتے' چلو اب اس پیرانہ سالی میں ہی کچھ کر لوں۔ عقیدہ تو اللہ کے فضل سے اہل حدیث ہونے کی وجہ سے پہلے ہی ٹھیک تھا۔ قرآن و سنت کے مطابق تھا' صرف حنفیوں کی صحبت کی وجہ سے سنت کی قدر و محبت دل سے نکل گئی تھی۔ بہت سی سنتیں ترک کر بیٹھا تھا۔ خاص کر نماز تو بالکل ہی برباد ہو گئی تھی۔ آخر اللہ نے دل میں ڈال دیا کہ بوڑھا ہو گیا ہے وقت قریب آگیا ہے اب تو سنبھل جا۔ کب تک سنتوں کا یونہی خون کرتا رہے گا۔ اگر یہی حالت رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔ چنانچہ جتنی سنتیں حنفیوں کی امامت کے دوران ترک کی تھیں سب پر عمل شروع کر دیا۔ اب اللہ کا شکر ہے' دل خوش ہے اور مطمئن ہوں کہ کم از کم نماز تو سنت کے مطابق پڑھ لیتا ہوں۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں' کوئی اور آرزو باقی نہیں رہی۔ یہی کوشش ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ حنفیوں کو سنت کی راہ دکھا سکوں دکھاؤں۔ تاکہ ان کو بھی جنت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور مجھے بھی۔ اس سے تو آپ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ سنت کی محبت سے اور اس پر عمل کرنے سے ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ((مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ

اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ)) ❶ لہٰذا آپ بھی سنت' حنفیت کو چھوڑ کر سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے لگ جائیں۔ بچ جائیں گے ورنہ آپ کی مرضی ہے جب میں حنفیوں کی امامت کرواتا تھا تو آپ نے مجھ پر گروہ بندی کا الزام لگایا حالانکہ حنفی ایک گروہ ہے۔ جن کا مذہب قدرے اسلام سے مختلف ہے۔ اسلام صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کو کہتے ہیں۔ اسلام کسی تیسری ذات کو شامل نہیں کرتا۔ آپ نے بظاہر ایک کام کو اور در حقیقت بہت۔۔۔ ؟؟؟؟ کر دیا ہے۔ اب حنفی مذہب تین کے مجموعے کا نام ہے اور اسلام صرف دو کے۔ اس لیے حنفی ایک فرقہ ہے' ایک گروہ ہے' میں نے جب اس حقیقت کو سمجھا کہ اسلام صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے کو کہتے ہیں تو میں نے حنفیت بھی چھوڑ دی اور حنفیوں کی امامت بھی۔ اب میں ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾ [6:الانعام:160] کے تحت حضور کی راہ پر ہوں۔ اور کسی گروہ میں نہیں۔ اللہ کا شکر ہے اہل حدیث ہوں' آپ خبیث مجھ پر گروہ بندی کا الزام لگاتے ہیں۔ آپ سوچیں اہل حدیث کیا کرے گا' گروہ بندی' گروہ بندی کرے دیوبندی' گروہ بندی اور دیوبندی میں مناسبت بھی ہے۔ اہل حدیث اور گروہ بندی میں کیا مناسبت ؟ گروہ بندی ہوتی ہے کسی کے نام پر نئے کام پر' ہمارا نہ کام نیا' نہ نام۔ دو چیزیں حضور ﷺ دے گئے تھے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ وہی ہمارے پاس ہیں۔ نہ ہم نے ان دو کو چھوڑا۔ نہ کسی اور کو ساتھ جوڑا۔ لیکن آپ نے بڑا ظلم کیا جو حنفیت کو ساتھ ملا دیا۔ اب حنفی بننے کے لیے تین کا کلمہ پڑھنا پڑتا ہے۔ اہل حدیث بننے کے لیے صرف دو کا لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔۔۔ لہٰذا آپ ہماری دعوت کو قبول کیجیے اور ٹکٹ لیجیے۔

راہ سنت پر چلا جا تو اے سالک بے دھڑک
جنت الفردوس کو جاتی ہے سیدھی یہ سڑک

و ما علینا الا البلاغ المبین

وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

---

❶ (مشکوۃ 62/1 کتاب الایمان ' باب الاعتصام بالکتب و السنۃ ' رقم 175 ..ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ 'ص 1921' رقم 2678)

صرف ایک حدیث

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ كُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ الزَّائِدُ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ بِذٰلِكَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ وَ يُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ ❶

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چھ شخص ہیں، میں بھی ان پر لعنت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور نبی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ پہلا شخص وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرے، یعنی دین کو بگاڑے، دوسرا وہ ہے جو تقدیر کا منکر ہو، تیسرا وہ ہے جو زبردستی حکومت پر قابض ہو جائے، اس نیت سے کہ میں بد لوگوں کو آگے لاؤں اور نیکوں کو ذلیل کروں، چوتھا وہ جو حرم شریف کی بے حرمتی کرے، یعنی حرم کے اندر ناجائز کام کرے، پانچواں وہ جو سید ہو کر حرام کو حلال بنائے یا وہ جو حضورؐ کی اولاد کی بے حرمتی کرے، چھٹا وہ جو میری سنت کا تارک ہو۔"

میرے بھائی اب دیکھ تو نبی ﷺ کی کتنی سنتوں کا تارک ہے رفع الیدین کی سنت کو ہی لے لے جس کو تو نے مستقل طور پر چھوڑ ہی نہیں رکھا، بلکہ کرنے والوں کو بھی برا جانتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ اہم سنت ہے جس کو نبی کریم ﷺ قریباً تمام صحابہؓ واکثر وبیشتر ائمہ کرتے ہیں۔ اگر تجھے اس کے سنت ہونے میں شبہ ہو تو بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث دیکھ لے جو مشکوٰۃ شریف کے صفحہ 75,76 پر موجود ہیں۔

[1]...عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ اِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَفَعَ يَدَيْهِ وَ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

---

❶ (اخرجه الترمذى ' كتاب القدر' باب اعظام امر الايمان بالقدر' ص 1868 رقم 2154 .. مشكوة : كتاب الايمان باب الايمان بالقدر'381رقم الحديث :109)

رَفَعَ يَدَيْهِ وَ رَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ❶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے اسی طرح رکوع کو جاتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ جب سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے ہوئے رکوع سے اٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعت پڑھ کر تیسری کو اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور فرماتے یہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

[2]... عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ ❷

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ میں تم سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز سے واقف ہوں تو انھوں نے کہا کہ ہمیں پڑھ کر دکھایئے' انھوں نے پڑھ کر دکھائی اور (حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرح) رفع الیدین کی تو دس کے دس صحابہؓ نے کہا تم ٹھیک فرماتے ہو۔ حضور ﷺ ایسے ہی یعنی رفع الیدین والی نماز پڑھا کرتے تھے۔

اب اگر تو اتنی صریح اور صحیح احادیث کے بعد بھی رفع الیدین کو سنت نہیں مانتا تو احادیث رسول کا منکر ٹھہرتا ہے۔ اگر سنت مان کر پرواہ نہیں کرتا تو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے جو تارک سنت پربرستی رہتی ہے۔ اگر تو نے کسی کے کہنے پر افغانی صاحب ہوں یا کوئی اور بڑا سنت رسولؐ کو ترک کر دیا تو کیا وہ تجھے اللہ اور اس کے رسول کی لعنت سے بچالیں گے؟ ہرگز نہیں۔ سورہ یٰس میں ہے: ﴿اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ

---

❶ (بخاری ' کتاب الاذان' باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین رقم 739... مشکوۃ 248/1 کتاب الصلوۃ ' باب صفۃ الصلوۃ رقم 794)

❷ (ابوداؤد ' کتاب الصلوۃ ' باب افتتاح الصلوۃ' ص 1277 رقم 730.. مشکوۃ 250/1 کتاب الصلوۃ ' باب صفۃ الصلوۃ رقم 801)

عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ﴾[36:یٰسٓ:23] اگر اللہ کوئی دینا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا للذا سیدھا ہو جا' فرقہ پرستی چھوڑ دے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت سے ڈر' محمدی نماز پڑھا کر اور محمدؐ کی سنت رفع الیدین کیا کر۔ دل تیرا بھی مانتا ہے اور افغانی صاحب کا بھی کہ یہ سنت تو ضرور ہے منسوخ تو قطعاً نہیں۔

ح۔ کیا رفع الیدین کے بغیر نماز نہیں ہوتی ؟

م۔ کون سی رفع الیدین ؟

ح۔ جس پر تم زور دیتے ہو۔

م۔ پہلی رفع الیدین جو شروع میں ہاتھ باندھتے وقت کی جاتی ہے کیا اس کے بغیر نماز نہیں ہو جاتی۔ ؟

ح۔ اس کے بغیر تو نہیں ہوتی۔

م۔ کیوں ؟ وہ فرض ہے ؟

ح۔ ہاں وہ تو فرض ہے۔

م۔ ارے بھولے بھالے مقلد! کون کہتا ہے کہ فرض ہے' افغانی صاحب سے تو پوچھ کر دیکھ وہ بھی سنت ہی ہے۔

ح۔ پھر کیا بات ہوئی۔ یہ بھی سنت' ہم ایک کو کبھی چھوڑتے نہیں' دوسری کو کبھی کرتے نہیں۔

م۔ یہی تو بدبختی ہے۔ آج کل دین مرضی کا ہو کر رہ گیا جس کا رواج ہو گیا' اس کو ضروری سمجھتے ہیں' جس کا رواج نہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

ح۔ آخر لوگ رفع الیدین کیوں نہیں کرتے ؟

م۔ زیادہ تر شرم کی وجہ سے۔

ح۔ شرم کیسی ؟

م۔ وہی جو داڑھی نہیں رکھنے دیتی' زبان سے تو کہیں گے کہ داڑھی سنت ہے' لیکن رکھیں گے نہیں' ڈرتے ہیں کہ داڑھی منڈوں کی اکثریت سے وہ مدّا کہیں گے '

داڑھی میجر کہیں گے' پرانے ٹائپ کا دقیانوس کہیں گے' ماڈرن اور اپ ٹوڈیت نظر نہیں آئیں گے۔ اس طرح بہت سے نمازی زبان سے تو کہتے ہیں کہ رفع الیدین سنت ہے لیکن کرتے نہیں۔ چونکہ نہ کرنے والوں کی اکثریت ہے اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہابی ہے۔

ح۔ بعض تو رفع الیدین کو سنت ہی نہیں مانتے۔

ط۔ ہاں جب سنت کو چھوڑے رکھنے سے دل سخت ہو جاتا ہے تو سنت کا انکار کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہو جاتی ہے۔ بالکل جیسے داڑھی منڈا کہتا ہے کہ داڑھی نہ رکھے تو کافر تو نہیں ہو جاتا' دین کوئی داڑھی میں تو نہیں' رہتا تو مسلمان ہی ہے۔ حقیقت میں یہ جرأت اس لعنت کا اثر ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے سنت کو ہلکا جان کر چھوڑنے والے پر پڑتی رہتی ہے۔ اللہ ایسی لعنت سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ میرے بھائی دراصل بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان نہیں جانتا کہ اسلام اصل میں ہر زمانے میں اپنے نبی کی اطاعت کا نام ہے۔ اطاعت کامل ہو گی تو اسلام کامل ہو گا۔ اطاعت ناقص ہو گی تو اسلام ناقص ہو گا۔ نبی ﷺ کی اطاعت نبی کی سنت پر چلنے میں ہے۔ جتنی سنتیں چھوٹتی جائیں گی اتنا ہی اسلام گھٹتا جائے گا اور بالآخر بالکل ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے۔

الداعی الی اللہ و رسولہ

☆☆☆☆☆

کیا ہمارے سوال کا جواب ہے ؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا ہمارے سوال کا جواب ہے؟

حق آخر حق ہی ہوتا ہے' کوئی ہزار دبائے وہ نکل کر ہی رہتا ہے۔ زبان تو انبیاء بھی کسی کی بند نہیں کر سکے۔ بولتے تو لوگ نبیوں کے مقابلے میں بھی رہے ہیں' لیکن پتا ضرور چل جاتا ہے کہ سچ کیا ہے؟ اور جھوٹ کیا ہے؟ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ دونوں اشتہار دیکھ کر ہر پڑھے لکھے مصنف مزاج کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ہے منسوخ نہیں۔ لیکن لوگوں کو ابھی یہ انتظار تھا کہ ادھر بھی افغانی صاحب اور نعمانی صاحب جیسے اساطین حنفیت ہیں۔ دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اب جب یہ رسالہ نکل آیا تو ہر ایک نے دیکھ لیا کہ اونچی دکان پھیکا پکوان کے سوا کچھ نہیں۔ یہ سارا سلسلہ بیت عنکبوت ہے۔ بڑے بڑے حضرات نے ڈیڑھ دو ماہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جامعہ اسلامیہ کی ساری لائبریری کھنگال ماری۔ آثار السنن اور کشف الملھم کی بھی خوب ورق گردانی کی لیکن جواب وہی۔ اگرچہ ۔۔۔ چونکہ ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ چنانچہ۔

رفع الیدین کو منسوخ ثابت کرنے والی ایک بھی حدیث نہ ملی۔ پھر یہ جرأت نہ ہوئی کہ رسالہ اپنے نام سے نکالتے' کسی مجہول محمد بن ابی عائشہ کے نام سے نکالا۔ جرأت ہوتی بھی کیسے؟ جواب معقول ہوتا' مطابق سوال ہوتا' نیک نامی اور رقم کی امید ہوتی تو اپنے نام سے نکالتے جب رسالہ نکالنا ہی لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے تھا تو یہی طریقہ بہتر تھا۔ یہ حضرات بچارے کرتے بھی کیا۔ لوگوں نے بھی تنگ کر دیا تھا۔ بار بار پوچھتے تھے کہ حضرت! قادر بخش کا جواب۔؟ اس کا کیا ہوا؟ آخر مجبور ہو کر انھوں نے کسی مجہول شخص کے نام پر یہ رسالہ نکال دیا۔ تاکہ لوگوں کا منہ بھی بند ہو جائے اور پردہ بھی رہ جائے کہ یہ جواب تو حضرت صاحب کے کسی شاگرد کا ہے' ان کا نہیں۔ اسی لیے تو اس میں نسخ کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ اگر حضرت صاحب خود لکھتے تو دلیلوں کے دریا بہا دیتے۔ وہ تو بھئی بہت بڑے عالم ہیں۔ لیکن عوام بچاروں کو کیا معلوم کہ افغانی صاحب اور نعمانی صاحب تو درکنار اگلے اور پچھلے

سارے بھی جمع ہو جائیں تو بھی رفع الیدین کو منسوخ کرنے والی کوئی ایک حدیث بھی نہیں دکھا سکتے۔ افغانی صاحب بات ہی ایسی کہہ بیٹھے ہیں جو نہ ثابت ہو اور نہ جان چھوٹے' مصیبت یہ ہے کہ افغانی صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔اب رجوع کریں تو کیسے۔اللہ نے سچ کہا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾[2:البقرة:206]

بعض بڑے آدمی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔جب کوئی کہے کہ حضرت آپ نے یہ کیا کر دیا' کچھ تو خدا کا خوف کریں تو وہ اپنی دنیاوی بدنامی کے ڈر سے اپنی بات سے رجوع نہیں کرتے۔ان کو اپنی عزت کا خیال ہو جاتا ہے۔آج کل کے بڑے بڑے علما کا حال بھی عجیب ہے۔دل ان کا جانتا اور مانتا ہوتا ہے کہ حق یہ ہے'کسی نہ کسی وقت اس کا اظہار بھی ان کی زبان سے ہو جاتا ہے'لیکن صرف فرقہ پرستی یا اپنی بڑائی کی وجہ سے غلط بات پر اڑے رہتے ہیں۔عام حالت میں ان کا مسئلہ کچھ ہوتا ہے۔جب ضد میں آجائیں تو مسئلہ اور ہوتا ہے۔

بہاول پور میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے افغانی صاحب کی زبان سے سنا ہے کہ رفع الیدین سنت ہے'منسوخ نہیں'لیکن جب افغانی صاحب نے دیکھا کہ لوگ اہل حدیث ہوتے جارہے ہیں تو انھوں نے مخالفت میں رفع الیدین کو منسوخ کہنا شروع کر دیا۔

نعمانی صاحب نے ایک ثقہ آدمی کے سامنے صاف اقرار کیا کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' سنت ہے۔لیکن چونکہ اہل حدیث نے اشتہار نکال دیا ہے'اس لیے ہم مقابلہ کر رہے ہیں۔افغانی صاحب اور نعمانی صاحب جو کچھ کر رہے ہیں اپنی حنفیت کی پاسداری میں کر رہے ہیں اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں سنت کی وفاداری میں۔

یہ بزرگ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے اعلان کر دیا کہ رفع الیدین منسوخ نہیں بلکہ سنت ہے تو حنفی اہل حدیث بننے لگ جائیں گے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم خاموش رہے اور سنت کی حفاظت نہ کی تو لوگ حنفی بن جائیں گے۔اب معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔نیتوں کو بھی وہی جانتا ہے اور دین کا حافظ و ناصر بھی وہی ہے۔ویسے افغانی صاحب اور نعمانی صاحب کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ ضد میں آکر حق کا مقابلہ نہ کریں۔آخر ایک دن اللہ کے پاس جانا ہے۔

﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾[74:المدثر:9] اس دن بڑی مشکل ہو گی۔

قصہ مختصر جمیع احناف بہاول پور نے مل کر ایک رسالہ نکال ہی دیا۔ اس کا فائدہ کیا ہوا؟ صرف یہ کہ حنفی کہہ سکیں دیکھو ہمارے مولویوں نے آخر جواب دے ہی دیا۔ حالانکہ یہ رسالہ ہمارے سوال کا جواب بالکل نہیں۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر رفع الیدین منسوخ ہے تو منسوخ کس نے کی۔ یہ مشروع کب اور کس حدیث سے ہوئی' اور منسوخ کب اور کس حدیث سے؟ چاروں اماموں میں کون سا امام اسے منسوخ کہتا ہے؟ کیا شاہ عبدالقادر جیلانی اور دیگر علمائے احناف جو کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ نہیں' ان کا کہنا غلط ہے یا صحیح۔ رفع الیدین کو منسوخ کہنا حنفی مذہب ہے' یا افغانی و نعمانی صاحبان کی ذاتی رائے۔ ہر صورت میں ثبوت درکار ہے۔

اس رسالے کا جواب ہم ہرگز نہ دیتے اگر یہ شائع کردہ جمیع احناف بہاول پور نہ ہوتا۔ کیوں کہ ہمارے مخاطب صرف افغانی صاحب ہیں۔ اب چونکہ جمیع احناف بہاول پور میں سارے بڑے چھوٹے' حنفی عالم خاص کر افغانی صاحب اور نعمانی صاحب آ جاتے ہیں۔ اس لیے ہم اس کا تفصیلا جواب ان شاء اللہ عنقریب شائع کریں گے۔ لیکن اس جواب سے پہلے بذریعہ تحریر ہذا ہم منصف مزاج حضرات کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے سوال اور جمیع احناف بہاول پور کے رسالہ کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ آیا اس رسالے میں ہمارے کسی سوال کا جواب تھا' یا جیسا کہ ہم کہتے ہیں' صرف حنفی عوام کو دھوکا دینے ہی کی کوشش کی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

الاستفتاء

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

الاستفتاء

مکرمی جناب مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائل پکا حنفی المذہب ہے اور حنفی مذہب ہمارے گھر کا مذہب ہے' والد محترم کو اس سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ ابن ابی حنیفہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے میرا نام ہی حنفی الدین رکھا۔ سنا ہے کہ کسی نے ان سے کہا بھی کہ اس کا نام اسلام الدین رکھو' لیکن انھوں نے کہا کہ نہیں' اسلام میں تو شافعی' مالکی' حنبلی' اہل حدیث وغیرہ سارے آجاتے ہیں' میں اس کو خالص حنفی المذہب بنانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام حنفی الدین ہی ہوگا۔ مجھے بھی اس مذہب سے بڑی شیفتگی تھی' نماز میں اور نماز کے بعد میری دعا ہوتی تھی "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ حَنْفِيًّا اَمِتْنِیْ حَنَفِيًّا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْحَنْفِيَّةِ" اللہ مجھے حنفی زندہ رکھ اور حنفی مار ۔۔۔ لیکن آج کل میں بڑی الجھن میں ہوں' خیرباد کہوں تو مشکل ۔۔۔ اس لیے کہ آبائی مذہب ہے۔ رکھوں تو مشکل ۔۔۔ گھر خراب ہوتا ہے۔ بیوی کی صحت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے مجھے دوسری شادی کرنا پڑ گئی۔ پہلی بیوی سے ایک جوان لڑکا ہے جس کا نام محمد ہے' وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کی ماں پر ماں آئے' وہ کچھ پڑھا ہوا بھی ہے۔ بہشتی زیور اس نے پڑھ رکھا ہے۔ بہشتی زیور میں کہیں اس نے یہ مسئلہ پڑھ لیا۔ مسئلہ نمبر 20 حصہ چہارم ص 47۔۔305 ۔۔ کسی لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ ڈال لیا۔ اب وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہو گئی۔ اب کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سوتیلی ماں نے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تو تب بھی یہی حکم ہے۔ اب جب میں نکاح کر کے بیوی لاتا ہوں تو وہ اس مسئلے سے کام لیتا ہے۔ محبت تو نہیں کرتا' بدنیتی سے رات کو ہاتھ ڈال لیتا ہے اور بیوی کو مجھ پر حرام کر دیتا ہے۔ اسی طرح چار بیویوں کو اس نے حرام کر دیا۔ میں اتنا خرچ کرتا رہا' نہ میرے مطلب کی رہی' نہ اس کے۔ اب میں نے پانچویں عورت سے شادی کی' اسے بہت بچایا' چھے ماہ تک تو میں نے اسے حرام نہ ہونے دیا' لیکن اس کے بعد ایک افتاد آن پڑی' اتفاق سے بیوی

نوعمر اور خوبصورت تھی' میرے رشتے داروں نے جو میرے مخالف تھے کسی حیلے سے اپنے گھر بلالیا۔ ان کو بہشتی زیور سے مسئلہ نمبر 3 صفحہ نمبر 16/ 274 کا علم تھا۔

مسئلہ: کسی نے زبردستی کسی سے طلاق دلوادی' بہت مارا کوٹا' دھمکایا کہ طلاق دے دے' نہیں تو تجھے مار ڈالوں گا' اس مجبوری سے اس نے طلاق دے دی' تب بھی طلاق پڑ گئی۔ انھوں نے مار پیٹ کر' ڈرا دھمکا کر مجھ سے تین طلاقیں لکھوالیں۔ میں اپنے عالموں کے پاس دوڑا بھاگا۔ سب نے یہی کہا کہ طلاق تو ہو گئی اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ حلالہ کو میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا۔ ویسے بھی حلالہ کے بعد بیوی کسی کام کی نہیں رہتی۔ اب مجھے بتایئے کہ بہشتی زیور کے یہ مسئلے جو ہمارے مذہب کے مسئلے ہیں' کیسے مسئلے ہیں۔ ہمارا مذہب آخر بیویوں کے معاملے میں اتنا کچا کیوں ہے' نکاح اتنی جلدی کیوں ٹوٹ جاتا ہے۔ میں ان مسئلوں کے سلسلے میں اہل حدیثوں سے بھی ملا۔ وہ تو کہتے ہیں کہ یہ سب غلط مسئلے ہیں' گھر کے بنے ہوئے ہیں' دین محمدی کے یہ مسئلے نہیں ہیں۔ زبردستی کی طلاق کبھی واقع نہیں ہوتی۔ اگر زبردستی کی طلاق واقع ہونے لگے تو غریب بے چارہ تو کبھی بیوی رکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ سب بادشاہوں کو خوش کرنے کے مسئلے ہیں۔ استبداد کے دور کی پیداوار ہے۔ جو عورت کسی بڑے کی نگاہ میں آ گئی اس کی زبردستی طلاق لے لی۔ میں اپنے ایک عالم کے پاس پہنچا' انھوں نے مجھے ایک اور ہی گر بتایا۔ انھوں نے مجھے شامی شریف کی یہ آیت سنائی۔ يُجَدِّدُ نِكَاحَ اِمْرَاَتِهِ عِنْدَ شَاهِدَيْنِ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اِذَا الْخَطَاءُ وَاِنْ لَمْ يَصْدُرْ مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ مِنَ النِّسَاءِ كَثِيْرٌ ❶ یعنی تجدید کر لیا کرے' اپنی بیوی کے نکاح کی دو گواہوں کی موجودگی میں۔ ہر ماہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیوں کہ خرابیاں اگرچہ مردوں سے صادر نہ ہوں لیکن عورتوں سے تو بہت صادر ہوتی ہیں۔ آپ ماشاء اللہ عالم ہیں اور پکے حنفی ہیں' مجھے بتایئے اس حکم پر عمل کیسے کیا جائے؟ کیا یہ ہمارے مذہب کا مسئلہ ہے؟ کتاب تو ہمارے مذہب کی ہے' ہم حنفی لوگ تو اس کتاب پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی رکھتا ہو یا نہ ہو' یہ مسئلہ ہمارے امام اعظم کا

---

❶ (شامی ج 1 ص 39)

ہے یا بعد میں کسی نے بنایا ہے۔ ہر ماہ دو مرتبہ تجدید نکاح کرنا فرض کے درجے میں ہے یا واجب کے یا صرف مستحب ہی ہے۔ اگر مہینے میں دو مرتبہ تجدید نکاح کی جائے تو مہر نیا ہونا چاہیے یا پرانا ہی کافی ہے۔ یہ نکاح بیوی سے خود ہی پڑھ لیا جائے یا نکاح خواں کو بھی بلانے کی ضرورت ہوگی۔ ایک ماہ میں دو دفعہ نکاح کیا تو ولیمہ ہر دفعہ ہونا چاہیے یا ایک ہی دفعہ کافی ہے۔ ہم لوگ فقہ کے مسائل سے اصل میں ٹھیک طرح واقف نہیں۔ للہٰذا تفصیل سے بتائیں کہ ہر ماہ اپنی بیوی سے دو دفعہ نکاح کیسے کروں؟ آپ ماشاء اللہ عالم ہیں' جزئیات تک سے واقف ہیں' ویسے بھی باعمل آدمی ہیں۔ آج کل اکثر عالم بے عمل ہوتے ہیں' لوگوں کو مسئلے بتادیتے ہیں' خود عمل نہیں کرتے۔ لیکن آپ کی ذات ایسی نہیں۔ آپ ضرور فقہ شریف کے اس مسئلہ پر پورا پورا عمل کرتے ہوں گے۔ للہٰذا اس مسئلے پر بھی آپ تفصیلی رسالہ لکھیں' تاکہ سارے حنفی بھائی اس سے مستفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فقہ پر چلنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

اگر آپ تکلیف محسوس نہ کریں تو ایک عرض کروں۔ آپ نے جو محمد بن ابی عائشہ کے نام سے ایک رسالہ اہل حدیث کے خلاف لکھا ہے اس نے تو کہرام مچادیا ہے۔ آپ نے اس میں اہل حدیثوں سے رفع الیدین کی تمام روایات بشمول عشرہ مبشرہ کا مطالبہ کیا ہے' وہ بھاگے دوڑے پھرتے ہیں' وہ سب اماموں کی حدیثیں تلاش کر رہے ہیں۔ ہر امام کی انھیں کچھ نہ کچھ مل گئی ہیں۔ لیکن ہمارے امام صاحب کی نہیں ملتیں۔ آپ کو کچھ پتا ہو تو بتائیں وہ کہاں ہیں؟ وہ کہتے ہیں نعمانی صاحب کو سارا پتا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "ماتمس الیہ الحاجۃ" صفحہ 10 میں لکھا ہے: قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ عِنْدِیْ صَنَادِیْقُ مِنَ الْحَدِیْثِ مَا اَخْرَجْتُ مِنْهَا اِلاَّ الْیَسِیْرَ الَّذِیْ یُنْتَفَعُ بِهٖ۔۔۔ یعنی امام صاحب فرمایا کرتے تھے – میرے پاس حدیثوں کے صندوقوں کے صندوق بھرے ہوئے ہیں جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنی ہی نکالتا ہوں۔ اِنْتَخَبَ اَبُوْحَنِیْفَةُ الْاٰثَارَ مِنَ الْاَرْبَعِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثٍ یعنی امام صاحب نے کتاب الاثار چالیس ہزار احادیث سے منتخب کی تھی۔ وہ کہتے ہیں جب ہر امام کی کوئی نہ کوئی کتاب ملتی ہے تو امام صاحب کی کیوں نہیں ملتی' حالانکہ وہ امام اعظم تھے۔ ان کا ذخیرہ علم سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔ یہ مسانید' یہ فقہ کی کتابیں جو ہمارے پاس ہیں' یہ تو ان کی ہیں۔ نہیں' یہ تو

سب بعد والوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ پھر ان میں تو علم بہت کم ہے امام صاحب کا علم تو بہت زیادہ تھا۔ کم از کم چالیس ہزار حدیثیں تھیں جو صندوقوں میں بند تھیں۔ امام صاحب تو اتنی حفاظت کرتے تھے' لیکن ان کے مقلدوں نے سب غائب کر دیں۔ سترہ لاکھ مسئلے تھے' جو انھوں نے بنائے تھے۔ اب ساری مسندوں کو جو امام صاحب کے نام سے چلتی ہیں جمع کر لو' کبھی ان کا مجموعہ چالیس ہزار نہیں ہو سکتا۔ ساری فقہ کی کتابوں کو جمع کر لو' کبھی ان کے مسئلے سترہ لاکھ نہیں ہو سکتے۔ آخر یہ سب کچھ کہاں گیا۔ اہل حدیث کا دعویٰ ہے کہ یہ کام نعمانی صاحب اور ان کے بھائیوں نے صرف اہل حدیث دشمنی میں کیا ہے۔ اصل میں امام ابو حنیفہ پکے اہل حدیث تھے۔ وہ حنفی بالکل نہ تھے۔ حنفیوں نے ان کے نام پر حنفی مذہب بنالیا۔ چونکہ وہ سب سے بڑے امام تھے۔ سب سے زیادہ ذخیرہ احادیث ان کے پاس تھا۔ ان کا جو مواد اہل حدیث کے حق میں ہے وہ سارا حنفیوں نے گم کر دیا۔ رفع الیدین کی حدیثیں سینکڑوں تھیں۔ عشرہ مبشرہ کی روایات ہیں۔ چنانچہ امام حاکم' امام بیہقی' امام حافظ ابن حجر اور امام سبکی وغیرہ سب اپنی اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اب جب تلاش کرتے ہیں تو ملتی نہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ امام صاحب کا ذخیرہ احادیث غائب ہے۔ جس میں یہ ساری روایات تھیں۔ وہ سارا الزام آپ پر لگاتے ہیں۔ اب آپ اپنی بریت کی سوچ لیں یا تو امام صاحب کی چالیس ہزار حدیثوں کی گنتی پوری کریں یا تسلیم کریں کہ سب جھوٹ ہے۔

☆☆☆☆☆

مولوی بشیر احمد
کے
آمدہ خط کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قارئین کرام میں آپ کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب پیش کرتا ہوں۔ یہ خط فقیر والی کے حنفی مدرسے قاسم العلوم کے ایک مدرس مولوی بشیر احمد قادری نے میرے اہل حدیث ہونے پر میرے والد محترم کو لکھا تھا اس کا ایک سرسری سا جواب فوراً ہی میں نے قادری اور اس کے والد مولوی فضل محمد صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم کو بصیغہ رجسٹری بھیج دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ بحث چلے گی اور رفع الیدین پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔ پھر ایک رسالے کی شکل میں اس کو شائع کر دیا جائے گا تاکہ بے خبر حنفیوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسے تقلید کی گمراہیوں میں پھنس کر رفع الیدین جیسی اہم سنت نبوی ﷺ کو چھوڑے بیٹھے ہیں لیکن مولوی فضل محمد و اولادہ ایک جواب سے ہی ایسے چپ ہوئے کہ گویا وہ دنیا میں ہی نہیں رہے۔ اصل میں انھوں نے یہ خط میرے والد کو غلط تاثر دینے اور حنفیت کا رعب جمانے کے لیے لکھا تھا۔ انھیں یہ خیال بالکل نہیں تھا کہ کوئی ہمارا تعاقب کرے گا۔ اگر انھیں یہ خیال ہوتا تو وہ یہ خط بھی لکھنے کی جرأت نہ کرتے' یہی وجہ ہے کہ جونہی ادھر سے جواب گیا تو مولوی فضل محمد اینڈ کو بالکل گومگو ہو گئے۔ ان کی حالت " ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ﴾ [34:السبا:49] والی ہو گئی کہ جب حق آیا باطل نہ کرنے کا رہا۔ نہ دھرنے کا۔ جواب دیتے ہیں تو مرتے ہیں نہیں دیتے' تو مرتے ہیں۔ جواب کے لیے ایک خط بھیجا۔ اس دوران میں یہ خبریں بھی آتی رہیں کہ قادری صاحب کو جو بہت بڑے معقولی اور منقولی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس خط کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ ایک طرف وہ چھ لاکھ کی لائبریری کی گرد جھاڑ رہے ہیں دوسری طرف وہ آستینیں چڑھا رہے ہیں کہ وہ جواب ضرور لکھیں گے' لیکن باوجود طویل انتظار کے جواب نہ آیا۔

معلوم ہوا کہ مولوی فضل محمد صاحب نے جو ایک معمر اور جہاں دیدہ بزرگ ہیں اپنے ناعاقبت اندیش بیٹے قادری کو سمجھایا کہ بیٹا نچلا بیٹھ شوخی میں نہ آ۔ یہ تیرے بس کا روگ

نہیں۔اصل میں قادری صاحب ناتجربہ کاری کی وجہ سے شیخی میں آجاتے ہیں اور چھیڑ خانی کر لیتے ہیں لیکن پھر بریک جاتے ہیں۔حالیہ اہل حدیث کے جلسے میں بھی جو فقیر والی میں ہوا۔ قادری صاحب نے ایسی حرکت کر لی تھی۔پہلے اہل حدیث علما کو اپنے چھپے ہوئے پیڈ پر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔جب اہل حدیث علما قادری صاحب کا وہ چیلنج لے کر ان کے مدرسے میں آدھمکے تو مولوی فضل محمد صاحب مہتمم مدرسہ نے اس چیلنج سے صاف انکار کر دیا کہ یہ کسی کی بچگانہ حرکت ہے۔آپ معاف فرمائیں'ہم مناظرہ نہیں کرتے' سننے میں یہی آیا ہے کہ خط کے جواب کے سلسلے میں بھی فضل محمد صاحب نے ہی اپنے بیٹے کو سمجھایا ہے کہ بیٹا پہلے جو حماقت ہو گئی' سو ہو گئی۔اب دوبارہ ایسی حماقت نہ کرنا۔اہل حدیث سے بالکل نہ الجھنا' اولاً ان کا جواب نہیں افغانی اور نعمانی جیسے چھیڑ خانی کر کے اب تک پچھتا رہے ہیں۔دوسرے بیٹا ہمارا مدرسے کا معاملہ ہے۔چندے کا سارا کام ٹھپ ہو جائے گا۔دکانداری بھی جائے گی اور رسوائی بھی ہو گی۔

اب جب قادری صاحب کا جواب باوجود بہت انتظار کے نہ آیا تو مجبوراً اسی ایک خط اور اس کے جواب کو شائع کرنا پڑا۔خط میں ان حضرات نے اہل حدیث کے خلاف جس بغض کا اظہار کیا ہے' وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔خط میں الحمد شریف اور تراویح کی بحثیں بھی چھیڑی ہیں لیکن رفع الیدین نہ کرنے پر بہت زور دیا اور اس کی جھوٹی سچی دلیلیں بھی پیش کی ہیں۔ اصل میں قادری صاحب نے یہ خط میرے والد کو اس لیے لکھا تھا کہ ہمارے خاندان' بلکہ گاؤں میں حنفیت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سنبھالا دیا جائے۔ایک تو حنفی حمیت کی وجہ سے دوسرے چندے کی وجہ سے کہ اگر لوگ اہل حدیث ہو گئے تو چندہ نہیں ملے گا۔اس لیے میرے والد محترم کو خط لکھا تا کہ مجھے سمجھایا جائے کہ میں مذہب تبدیل نہ کروں ورنہ قادری صاحب کو بڑے نقصان کا خطرہ ہے' لیکن اللہ کی قدرت وہی ہوا جس کا قادری صاحب کو خطرہ تھا۔اللہ نے مجھے ہدایت کی توفیق دی اور میں اہل حدیث ہو گیا اور ماشاء اللہ ہمارا خاندان بھی بہت حد تک سدھر گیا ورنہ ہمارا حال کچھ اس قسم کا تھا کہ میں پہلے حنفی تھا اور حنفی بھی پکا۔حنفی ہمارا گھر کا مذہب تھا۔والد محترم کو اس سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ حنفی

کہلوانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ مجھے بھی حنفیت سے بہت عشق تھا۔ میں بھی اسے کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ نماز اور نماز کے بعد میری یہی دعا ہوتی۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ حَنَفِیًّا اَمِتْنِیْ حَنَفِیًّا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْحَنَفِیَّۃَ اللہ مجھے حنفی رکھ، حنفی مار اور حنفیوں میں ہی اٹھا لیکن مَنْ یُرِدِاللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ❶ کے تحت اللہ کو جب میری بھلائی منظور ہوئی تو اس نے مجھے اہل حدیث بنا دیا۔ ہوا یہ کہ میں تعلیم کے سلسلہ میں بہاول پور آگیا ۔ میں نے دیکھا کہ یہاں رنگ ہی اور ہے۔ حنفیت کی بجائے قرآن و حدیث ہے، شخصیت پرستی کی بجائے حق پرستی ہے، تقلید کی بجائے تحقیق ہے۔ میں نے پہلی دفعہ اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کی صورت و سیرت کو حدیثوں میں دیکھا اور پڑھا۔ آخر میں نے اسلام کو پہچانا کہ اسلام تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے نہ کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کا۔ اگر امام ابو حنیفہ کی تقلید اسلام ہے تو کیوں نہ اللہ نے امام ابو حنیفہؒ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ یا ان کے ساتھ قرآن میں ابو حنیفہ رسول اللہ کہا۔ جب اللہ نے کہیں ابو حنیفہ کا نام تک نہیں لیا، ان کی تقلید کا کہیں حکم نہیں دیا تو یہ سب یار لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ حنفیت بھی اسلام ہی ہے۔ حنفی بننے کے لیے نہ اللہ نے کہا، نہ اس کے رسول نے کہا۔ حنفی نہ اسلام کی کوئی قسم ہے اور نہ اسلام کا کوئی ایڈیشن۔ اس لیے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرنا اسلام نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا اسلام ہے، جو کہ اہل حدیث بن کر ہی ہو سکتی ہے۔ میں نے سوچا کہ جب خود امام ابو حنیفہؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے، اور اس کو اسلام سمجھتے تھے تو میں کیوں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کروں۔ میں کیوں حنفی ہوں، اگر میں حنفی مر گیا اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل نہ کیا، جیسا کہ حنفی نہیں کرتے اور اللہ نے مجھے پوچھ لیا کہ تجھے کس نے کہا تھا کہ تو حنفی بن، تو میرا کیا جواب ہوگا۔ تو میں بہت ڈر گیا۔ میں نے صدق دل سے حنفیت سے توبہ کی اور دل و جان سے اہل حدیث ہو گیا۔ میرے اہل

---

❶ (مشکوۃ 80/1، کتاب العلم، فصل اول رقم 200.. مسند احمد 234/2، رقم 7153 من حدیث ابو ھریرۃؓ ایضاً 57/5 16418/16392/16407)

حدیث ہونے پر قادری صاحب وغیرہ کو بہت تکلیف ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے میرے والد صاحب کو خط لکھا کہ تمھارا بیٹا اہل حدیث کے جال میں پھنس کر حنفیوں کو گمراہ اور ان کی نمازوں کو بے کار سمجھتا ہے۔ میں قادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں حنفیوں کو گمراہ سمجھتا ہوں تو آپ اہل حدیث کو کیا سمجھتے ہیں۔ اگر آپ بھی ان کو گمراہ سمجھتے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ خدا اس فرقہ ضالہ کے شرور و آفات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے تو بتائیے مجرم میں ہوں یا آپ۔ میں نے تو گمراہ کو ہی گمراہ کہا ہے؟ یعنی حنفیوں کو آپ اہل حق کو گمراہ کہتے ہیں' یعنی اہل حدیث کو اور اگر آپ اہل حدیث کو گمراہ نہیں سمجھتے بلکہ اہل حق سمجھتے ہیں تو پھر حنفیوں کو گمراہ سمجھنے میں کیا حرج ہے' کیوں کہ وہ اہل حق نہیں۔ جب اختلاف ہوگا تو دونوں اہل حق نہیں ہو سکتے۔ اہل حق تو ایک ہی ہوگا۔ جب اہل حدیث اور حنفیوں میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی اصول و فروع دونوں کا تو دونوں اہل حق کیسے ہو سکتے ہیں۔ یقیناً ایک اہل حق ہوگا اور دوسرا گمراہ۔ اب اہل حق کون ہے؟ اور گمراہ کون۔ اس کے لیے اللہ کے رسول مقبول ﷺ کی ذات معیار ہے۔ ظاہر ہے کہ حنفیت امام ابو حنیفہ کی تقلید کو کہتے اور اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر چلنے کو۔ کیوں کہ مامور من اللہ آنخضرت ہیں' امام ابو حنیفہ نہیں۔ اسی لیے آنخضرت کے پیچھے چلنا اسلام ہے اور امام ابو حنفیہ کے پیچھے چلنا اسلام نہیں۔ یعنی اہل حدیث اسلام ہے' حنفیت اسلام نہیں۔ چونکہ حنفیت خالص اسلام نہیں۔ اس میں کمی بیشی ضرور ہے۔ اس لیے حنفی اہل حق نہیں ہو سکتے۔ اہل حق صرف اہل حدیث ہی ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب آپ اہل حدیث کو جو کہ یقیناً اہل حق ہیں فرقہ ضالہ کہتے ہیں تو اہل حدیث احناف کو جو کہ واقعتاً گمراہ ہیں' ضال بلکہ اضل کیوں نہ سمجھیں۔ آپ منافقت کریں تو اور بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حنفی اہل حدیث کو گمراہ سمجھتے ہیں اور اہل حدیث حنفیوں کو۔ جب اہل حدیث اور احناف میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی زبردست تو ایک دوسرے کو گمراہ سمجھنا قدرتی بات ہے۔ وہ حق ہی کیا ہوگا جو باطل کو باطل نہ سمجھے۔ اگر اہل حدیث اہل حق ہیں تو آپ کا گمراہ ہونا لازم ہے ورنہ اس کے عکس۔ کیوں کہ حق صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ دو نہیں ہو سکتے۔ لیکن چوں کہ حدیث رسول اللہ

ﷺ گمراہی کی بنیاد نہیں ہو سکتی' اس لیے اہل حدیث کے گمراہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ حنفیت ضرور گمراہی ہوگی۔ کیوں کہ اس کی بنیاد حدیث نہیں اقوال و آراء رجال ہے' جو غلط ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی سر پھرا اعتراض کرے کیا پہلے سارے حنفی گمراہ تھے تو میں کہوں گا کہ حنفیت جب تک استادی کی نسبت تھی تقلیدی مذہب نہ تھا۔ کوئی گمراہی نہیں تھی۔ جب سے یہ بطور مذہب اور فرقے کے چلی ہے گمراہی ہے۔ اللہ نے قرآن میں کہا: ﴿وَ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ فرقہ فرقہ نہ ہو۔ فرقہ کب بنتا ہے۔ جب کسی اختلاف کو بنیاد بنا کر جماعت بنالی جائے اور اپنا امام مقرر کر لیا جائے۔ جب فرقہ بن گیا تو ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ کے تحت صراط مستقیم سے ہٹ گیا۔ جب صراط مستقیم سے ہٹ گیا تو گمراہ ہو گیا۔ موجودہ حنفیت ایک فرقہ ہے جو اصل سے کٹ کر دور ہو گیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ علیحدہ کر لیا ہے۔ اس لیے گمراہ ہے۔ حنفیت کا اختلاف کوئی فروعی یا فرد واحد کا اختلاف نہیں بلکہ اصولی اور جماعتی اختلاف ہے۔ اختلاف صحابہؓ میں بھی ہو جاتا تھا اور بعد والوں میں بھی' لیکن وہ اختلاف جماعتی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے جلدی مٹ جاتا تھا۔ یا کم از کم تخریب کی صورت اختیار نہیں کرتا تھا۔ اب جو اختلاف ہے وہ جماعتی ہے' وہ مٹ نہیں سکتا۔ کیوں کہ فرقہ بندی ہو چکی ہے۔ حنفی کسی مسئلے میں ہزار تحقیق کرے اسے کوئی فائدہ نہیں۔ کیوں کہ وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ جوں ہی اس نے اس پر عمل کیا اس کی حنفیت گئی۔ مذہب بدل گیا۔ جماعت بدل گئی۔ رفع الیدین ویسے ایک فروعی مسئلہ ہے لیکن حنفی کے لیے حنفیت کی وجہ سے یہ ایک اصولی مسئلہ ہے۔ جوں ہی اس نے رفع الیدین کی اس کی حنفیت کا مت اس کی بغلوں سے گرا۔ اب یا رفع الیدین نہ کرے یا پورے حنفی مذہب کو چھوڑ دے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث اور حنفی میں بہت بعد ہے۔ جہاں قرآن و حدیث آیا' حنفیت گئی۔ اصل میں حنفیت چلتی ہے تقلید کے ساتھ' اور تقلید چلتی ہے جہالت کے ساتھ اور جہالت ظلمت ہے اور قرآن و حدیث نور ہے۔ نور ظلمت میں تقابل تضاد ہے۔ ایک آیا اور دوسرا گیا۔

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [الاسراء:17:81]

قرآن و حدیث اور حنفیت اس لیے بھی جمع نہیں ہو سکتے کہ حنفیت پیدا ہوتی ہے

تقلید سے اور تقلید گمراہی ہے اور قرآن وحدیث ہدایت ہے۔ جیسے ہدایت و گمراہی جمع نہیں ہو سکتے کیوں کہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی طرح قرآن وحدیث اور تقلید بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ تقلید ناسدید فرقہ پرستی کی جان ہے۔ اس کے بغیر فرقہ پرستی ہو ہی نہیں سکتی اور فرقہ پرستی گمراہی ہے۔ اللہ اس سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ لہٰذا کسی اہل حدیث کا کسی فرقہ پرست جماعت کو گمراہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور نقل بھی اس کی تائید۔ لہٰذا قادری صاحب یا کسی حنفی کو بجائے ناراض ہونے کے اس فرقہ پرستی کو چھوڑنے کی فکر کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اس فرقہ پرستی میں آخرت کی بربادی یقینی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جابجا اس سے منع فرماتے ہیں:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾[3:آل عمران:103]

اے مسلمانو! سب قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑو' اسی پر عمل کرو۔ فرقے فرقے نہ ہو۔ لیکن مقلدوں کی بدبختی 'وہ اپنے اپنے اماموں کی تقلید کرکے فرقے بنانے سے نہ ٹلے۔ انھوں نے دین کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی۔ اب حنفی اپنی بے وقوفی اور جہالت کی وجہ سے چوتھے حصے کو ہی کل سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ دین ویسے برباد کہ صرف ''چونی'' ان کے حصے میں آئی۔ فرقہ بننے کا جرم علیحدہ۔ اللہ تعالیٰ نے غیرت کھاتے ہوئے پہلے سے یہ بتا دیا کہ جو بھی فرقہ بنے گا۔ میرے نبی کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾[6: الانعام:160]

اے نبیؐ! ان فرقوں سے تیرا کوئی تعلق نہیں۔ ان کو میرے سپرد کر' میں ہی ان کی خبر لوں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ انھوں نے کیا حرکت کی۔ اس لیے حنفی بھائیوں سے دیوبندی ہوں یا بریلوی میری یہی اپیل ہے کہ وہ خدارا اپنے حنفی ہونے پر نظر ثانی فرمائیں کہ آخر وہ حنفی کیوں ہیں۔ کس نے کہا کہ وہ حنفی ہوں۔ کیا قرآن کہتا ہے یا حدیث دعوت دیتی ہے کہ تم حنفی ہو۔ اگر آپ کہیں کہ امام ابو حنیفہ بہت بڑے عالم تھے۔ میں کہتا ہوں یہ ٹھیک ہے

کہ وہ بہت بڑے عالم تھے لیکن کیا انھوں نے کہا تھا کہ میری تقلید کر کے حنفی بننا۔ جب حنفی بننے کے لیے نہ اللہ نے کہا' نہ اس کے رسول مقبول ﷺ نے' نہ خود امام نے تو بتایئے آپ حنفی کیوں بنتے ہیں۔ اہل حدیث کیوں نہیں بنتے' جس کے لیے قرآن بھی کہتا ہے اور حدیث بھی اور نجات بھی اسی میں ہے کہ نبی کی حدیث پر عمل کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

مولانا بشیر احمد قادری اور مولانا فضل محمد صاحب کی طرف سے آمدہ خط

حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مولانا بشیر احمد قادری و مولانا فضل محمد صاحب کی طرف سے آمدہ خط

بگرامی خدمت جناب حاجی سید امداد اللہ شاہ صاحب زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ گزارش ایں کہ میرے برادر خورد مولوی حاجی خیر الدین صاحب جالندھری سلمہ تبلیغ اور فراہمی چندہ کے سلسلہ میں آپ کے گاؤں میں حاضر ہوئے تھے۔ مولوی عبدالحمید صاحب اور آپ جس خلوص و محبت سے ان کے ساتھ پیش آئے' جس خندہ پیشانی اور بشاشت سے ان کا استقبال کیا اور مدرسہ کی امداد کے سلسلہ میں ان کے ساتھ جو تعاون فرمایا اس کے لیے بندہ آپ حضرات کا بے حد ممنون ہے اور آپ حضرات کی دینی و دنیوی ترقیات کے لیے ہر وقت دست بہ دعا ہے۔

موصوف کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کا برخوردار جو بھاول پور کالج میں زیر تعلیم ہے وہ عبداللہ نامی غیر مقلد کے دام ہمرنگ زمین میں پھنس کر احناف کو گمراہ سمجھنے لگا ہے اور ان کی نمازوں کو کالعدم اور باطل قرار دیتا ہے۔ خدا اس فرقہ ضالہ کے شرور و آفات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ یہ فرقہ اتنا تنگ نظر متشدد اور غالی ہے کہ صحابہؓ کرام پر اٹیک کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔ بیس تراویح کو جس پر سب صحابہؓ کرام کا اجماع ہے اس کو بدعت قرار دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور مبارک سے لے کر ساڑھے بارہ سو سال تک تمام ممالک اسلامیہ میں مکہ معظمہ میں مدینہ منورہ میں بیس یا بیس سے زائد تراویح پڑھی جاتی رہی ہیں۔ کسی جگہ بھی آٹھ نہیں پڑھی گئی مگر یہ تنگ نظر فرقہ امت کے اس تعامل کو چھوڑ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو صحابہؓ کرام سے بڑھ کر عامل بالحدیث سمجھتا ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ ان لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے کیا نسبت؟ یہ

لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم صحابہؓ کرام سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی جس کی نماز نہیں ہوتی وہ کافر ہے۔ لہٰذا سب احناف کافر ہیں اور ان کی بیویوں سے غیر مقلدین کا نکاح درست ہے۔ حال آنکہ بہت سے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہؓ کرام امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے اور امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم، نعوذ باللہ یہ ساری عمر بے نماز رہے۔ جب یہ صحابہ کرامؓ غیر مقلدوں کے قول کے مطابق بے نماز رہے تو یہ حضرات ان کے دوسرے فتویٰ کی زد میں آئیں گے۔ ان دو مثالوں سے میرا مقصد ان لوگوں کے غلو، تشدد، تعصب اور تخریب کی نشان دہی کرنا ہے۔ ایسا تنگ نظر اور متعصب فرقہ شاید ہی کوئی پیدا ہوا ہو۔ بہر حال یہ لوگ بہت بڑا فتنہ ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ ان کے بہت بڑے عالم اور امام نواب صدیق حسن خان صاحب "الحطه فی ذکر الصحاح السته" میں لکھ گئے ہیں:

نَبتت فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فِرْقَةٌ ذَاتُ سُمْعَةٍ وَ رِيَاءٍ اِلٰى اَنْ قَالَ فَكَيْف يُسَمُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بِالْمُوَحِّدِيْنَ وَ غَيْرَهُمْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَ هُمْ اَشَدُّ النَّاسِ تَعَصُّبًا وَ غُلُوًّا فِي الدِّيْنِ اِنْ هٰذَا اِلَّافِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ

نواب صاحب اس فرقہ کو بارہویں صدی کی پیدائش قرار دیتے ہیں اور اس کو روئے زمین کا سب سے تنگ نظر اور متعصب فرقہ گردانتے ہیں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔۔۔ صحابہؓ کرام اور ائمہ فخام کی شان میں گستاخیاں کر کے ان کے دماغ ماؤف اور اذہان مفلوج ہو جاتے ہیں۔ ان کی بصیرت مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ لوگ دین کے اسرار و رموز سمجھنے کی صلاحیت سے عاری اور خالی ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ان کے ناروا رویہ اور نامناسب وطیرہ اور متعصبانہ طرز عمل کے پیش نظر چند تلخ حقائق نوک قلم سے سطح قرطاس پر مترشح ہو گئے۔

اب میں اپنے مقصد کی طرف راجع ہوتا ہوں۔

آمد بر سر مطلب

سب سے پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ احناف کہتے ہیں کہ افضل اولیٰ، اعلیٰ اور بہتر یہ ہے کہ نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے کیوں کہ بار بار ہاتھ اٹھانا نماز کے خضوع وخشوع اور سکون کے منافی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز میں رفع الیدین کرے گا تو اس کی نماز باطل نہ ہو گی۔ ہمارے نزدیک حلال، حرام اور جائز ناجائز کا جھگڑا نہیں بلکہ صرف افضل و مفضول اور راجح و مرجوح اور اولیٰ و غیر اولیٰ کا نزاع اور جھگڑا ہے۔ احناف کا مسلک ہے کہ رفع الیدین نہ کیا جائے اس کے دلائل اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل اول

حَدِيْثُ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ حَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَ صَحَّحَهُ اِبْنُ حَزْمٍ. ❶

دلیل ثانی

حَدِيْثُ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عِنْدَ الطَّحَاوِيْ فَقَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوَمَّلٌ قَالَهٗ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَبَّرَ لِاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا مِنْ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ ❷

دلیل ثالث

رَوَى الطَّبْرَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ

---

❶ (ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ص 1278رقم 748..ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، ص 663، رقم 257)

❷ (الموضوعات الکبری ملا علی قاری، رقم :1352 ص 355)

لاَ تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلاَّ فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ وَ عَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَ بِعَرَفَاتٍ وَّ بِجَمْعٍ وَ فِی الْمَقَامَیْنِ وَ عِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ ❶

دلیل رابع

اَخْرَجَ الْاِمَامُ الْمُسْلِمُ فِیْ صَحِیْحِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اَبُوکُرَیْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَیَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ طَرْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِیَ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ ❷

دلیل پنجم

عَنْ عَلِیٍّ مَرْفُوْعًا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلَی الَّتِیْ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لاَ یَرْفَعُهُمَا فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ کَذَا نَقَلَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْهِدَایَةِ

دلائل اور بھی بہت زیادہ ہیں لیکن ان کی اس مختصر مکتوب میں گنجائش نہیں۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب دلائل پر قدرے روشنی ڈال دوں۔ دیکھیے ہم نے دو قولی حدیثیں پیش کی ہیں اور باقی فعلی۔ غیر مقلدین کے پاس ایک بھی قولی حدیث نہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ دنیا بھر کے غیر مقلدین یہ مل کر ثابت کر دیں کہ کسی حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ رفع الیدین کیا کرو' بہ خلاف اس کے منع کی قولی حدیثیں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف سات مقامات پر ہاتھ اٹھایا کرو' باقی جگہ ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

---

❶ (اخرجه البخاری فی جزء رفع الیدین رقم 85.. بیهقی 73/5 معلقا.. نصب الرایة زیلعی 390/1 .. الموضات الکبری ملا علی قاری ص 355 رقم 1353)

❷ (صحیح مسلم' کتاب الصلوة' باب الامر بالسکون فی الصلوة ونهی عن الاشارة بالید و رفعها عند السلام .. ابن خزیمة' کتاب الصلوة' باب الزجر عن الاشارة بالید یمینا وشمالا عند السلام من الصلوة 361/1 رقم 733.. نسائی 'کتاب الصلوة' باب السلام با الیدین ص 2174 رقم 1327)

جن جگہ ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے وہاں رفع الیدین عند الرکوع و عند الرفع منه کا ذکر نہیں۔ اگر یہاں بھی ہاتھ اٹھانا ضروری ہوتا تو حضور علیہ السلام یہاں بھی ہاتھ اٹھانے کا امر فرماتے۔ حضور علیہ السلام کلمہ حصر کے ساتھ فرما رہے تھے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں مگر سات جگہ۔ ان ساتھ مقامات پر رفع الیدین کا حصر رفع الیدین عند الرکوع و عند الرفع منه کی نفی کرتا ہے۔ دوسری قولی حدیث:

((مَا لِی اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابَ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ))

ہے۔ اس میں اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ قولی حدیث ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا حکم ہے کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور نماز میں ہاتھ اٹھانے کو حضور علیہ السلام نے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلانے سے، تشبیہ دی ہے۔

اعتراض

غیر مقلدین اعتراض کیا کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سلام کے موقع پر ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

جواب

سلام کے وقت اٹھانے کی ممانعت کی اور حدیث ہے اور رفع الیدین کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ممانعت کی اور حدیث ہے۔ یہ دونوں حدیثیں غرضا و مقصودا و معانی میں مختلف ہیں۔ ایک روایت بطریق شریك بن الاعمش بن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْجِدَ فَرَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ وَ قَدْ رَفَعُوْا اَیْدِیْهِمْ فَقَالَ مَا لِی اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ.

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ تنہا نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور علیہ

السلام کی امامت میں نہیں پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور صحابہؓ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسکنوا فی الصلوۃ۔۔۔ سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ مَا بَالُ هٰؤُلَاءِ يُؤْمُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْ اَحَدَهُمْ اَنْ يَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمْ عَلٰى اَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَ مَنْ عَلٰى شِمَالِهٖ

یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے ممانعت والی ہے۔ اس میں اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ کے الفاظ نہیں ہیں۔ رفع الیدین کے انکار اور امر بالسکون والی حدیث داخل صلوۃ کے ساتھ مقید ہے۔ انکار ایماء والی حدیث حال سلام کے ساتھ مقید ہے اور سلام کے ساتھ آدمی نماز سے خارج ہو جاتا ہے۔ "والمقید بقید لا یندرج" کے تحت مقید بقید آخر حاصل یہ نکلا کہ جس حدیث میں سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے وہ اور حدیث ہے سلام کے ساتھ آدمی نماز سے باہر نکل جاتا ہے۔ نماز میں نہیں رہتا۔ اس لیے یہاں اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ کے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ رفع الیدین کے وقت چوں کہ آدمی نماز میں ہوتا ہے اس لیے وہاں فرمایا کہ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ ۔ سلام کے وقت من وجہ نماز میں داخل ہوتا ہے اور من وجہ خارج ہوتا ہے۔ جب اس موقع پر آپ نے رفع الیدین کو گوارا نہیں فرمایا تو جو حصہ من کل الوجوہ نماز میں داخل ہے وہاں آپ اس کو کیسے گوارا فرما سکتے ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند دلائل پیش خدمت ہیں۔ اپنے خطیب صاحب سے پڑھوا کر سمجھ لیں۔ یہ تحریر اپنے صاحب زادہ کو نہ دیں' اس کی نقل کروا دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصل کو ضائع کر دے۔

حررہ بشیر احمد قادری

تکم مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی

مولانا بشیر احمد قادری اور مولانا فضل محمد صاحبان کے آمدہ خط کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جناب فضل محمد و قادری صاحبان! السلام علیکم

مقلد جاہل ہوتا ہے

آپ نے جو تحریر کسی بشیر احمد قادری صاحب سے لکھوا کر بھجوائی، میں نے پڑھی اور خوب پڑھی۔ پڑھ کر تصدیق ہوگئی کہ مقلد آخر مقلد ہوتا ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا اس کو علم و فہم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ جب فقیر والی کے قدیمی مدرسے کے مہتمم اور مدرسین کا یہ حال ہے تو حنفی عوام کا کیا حال ہوگا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

علما احناف کو چیلنج

آپ نے سب سے پہلے لکھا ہے کہ بیس تراویح پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ اگر سارے حنفی علما مل کر بھی زور لگائیں تو بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔ قادری صاحب کے پاس کوئی ثبوت ہو جو فضل صاحب کے حکم سے ان کے پاس رکھا ہوا ہو کیوں کہ وہ کوئی کام بغیر فضل صاحب کے حکم کے نہیں کرتے، حتی کہ یہ مکتوب بھی انھوں نے فضل صاحب کے حکم ہی سے تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اب جب آپ لوگ چندہ مانگنے ہمارے گاؤں تشریف لائیں تو اجماع والا تھیلا ساتھ لیتے آئیں تاکہ ہم بھی دیکھ لیں کہ وہ کیسا اجماع ہے، پھر آپ انکشاف فرماتے ہیں کہ آٹھ تراویح کسی جگہ بھی پڑھی نہیں گئیں۔ ارے بھئی! جب اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھ لیں تو اب کسی جگہ پڑھائی جائیں یا نہ پڑھائی جائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ شارح اور دین والے تو حضور ﷺ ہیں نہ کہ مقلدین۔ قادری صاحب! قرآن مجید نے بالکل ٹھیک کہا ہے اور شاید آپ جیسے لوگوں کے لیے ہی کہا ہے:

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ [10 یونس:39]

یعنی جس چیز کا ان کو (مقلدین کو) علم نہیں ہوتا اس کا وہ انکار کر دیتے ہیں۔ یہی حال آپ کا ہے، جو کہتے ہیں کہ آٹھ تراویح کسی جگہ بھی نہیں پڑھی گئیں۔ تقلید کی وجہ سے، جہالت اپنی ہوتی ہے انکار حقیقت کا کرتے ہیں۔

مقلد کی مثال

پھر آپ لکھتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ میں مکہ معظّمہ میں، مدینہ منورہ میں بیس یا بیس سے زائد تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ مگر یہ تنگ نظر فرقہ امت کے تعامل کو چھوڑ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

فضل صاحب جب مکہ یا مدینہ میں بیس سے زائد بھی پڑھی جا رہی ہیں تو آپ کا بیس پر اجماع والا دعویٰ تو غلط ہو گیا۔ مقلد کا یہی حال ہوتا ہے۔

﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ﴾[59:الحشر:2]

پہلے اپنی پناہ کے لیے بیت عنکبوت بنا لیتے ہیں۔ پھر اپنے ہاتھوں ہی سے اسے ختم کر دیتے ہیں۔ مکہ میں مشرک مقلدین کی ایک دیوانی عورت ایسے ہی کرتی تھی۔ خود ہی کات لیتی خود ہی توڑ لیتی۔ اس پر اللہ نے اس فعل سے عبرت دلائی اور منع فرمایا:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾[16:النحل:92]

اس عورت جیسے نہ بنو، جو اپنے کاتے کو خود ہی توڑ لیتی ہے۔ یعنی آپ نے عبرت حاصل نہ کی۔ پہلے بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ بیس پر اجماع ہے، پھر خود ہی کہہ دیا کہ مکہ و مدینہ میں بیس سے زائد بھی پڑھی جاتی ہیں۔

یہ کوئی عقل مندی نہیں

فضل صاحب! یہ کیا عقل ہے کہ آپ تقلید کے بیت عنکبوت میں بیٹھ کر ان پر پتھر پھینکنے لگ جاتے ہیں جو حدیث رسولؐ کے مضبوط قلعے میں ہیں۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اہل حدیث کا تو بگڑے گا کچھ نہیں۔ وہ تو حدیثوں کے پکے اور مضبوط مکان میں ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے کوئی پتھر پھینک دیا تو آپ کا کچومر نکل جائے گا۔ آپ بھی گئے اور آپ کا بیت عنکبوت بھی۔

تقلید بھیڑ چال ہے

جب اہل حدیث کا مذہب ہی حدیث رسولؐ اور اتباع رسولؐ ہے تو اہل حدیث پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے مرتے تو وہ ہیں جو حدیث رسولؐ کو چھوڑتے ہیں' جن کا مذہب رسول ﷺ کی پیروی نہیں' بلکہ بھیڑ چال ہے۔ جب ہمارا مذہب ہی اتباع رسولؐ ہے تو آپ ہمیں یہ کیا سناتے ہیں کہ فلاں جگہ یہ ہوتا ہے فلاں جگہ یہ۔ کوئی کچھ کرے' ہمیں اس سے کیا؟ ہمیں تو حدیث رسول مقبول ﷺ سے سروکار ہے۔ شرم کا مقام تو آپ کے لیے ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں مکہ مدینہ میں لوگ رفع الیدین آمین کرتے ہیں جیسا کہ حج پر نظر آتا ہے لیکن آپ لوگ نہیں کرتے۔ امام ترمذیؒ' ترمذی شریف میں عبداللہ بن مبارکؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ساری دنیا کے لوگ قرأت خلف الامام کے قائل ہیں' لیکن کوفی' یعنی حنفی قائل نہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمان رفع الیدین کی سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہیں' لیکن حنفیوں کی قسمت میں یہ سنت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مخالفت اور تمام مسلمانوں کی بھی مخالفت۔ اس سے زیادہ بے نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہم پر آٹھ تراویح کا اعتراض کرتے ہیں' میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا اعتراض ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ تراویح نہیں پڑھتے تھے؟ کیا حضرت عمرؓ نے آٹھ تراویح کا حکم نہیں دیا۔ کیا سلف میں آٹھ نہیں پڑھی جاتی رہیں۔ آپ ہم پر اعتراض نہ کریں۔ ہم تو ماشاء اللہ سنت رسولؐ سے تمسک کرتے ہیں۔ آپ فکر اپنی کریں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کون بناتا ہے؟ آپ ہی بتائیں کہ تنگ نظر ہم ہیں جو سنت رسولؐ پر عمل پیرا ہیں اور پورا دین رکھتے ہیں یا آپ جو دین کے چار ٹکڑے کر کے ایک کونے میں چلے گئے؟ ہم ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے ہیں جو محمدی مسجدوں میں محمدی نماز پڑھتے ہیں یا آپ جو حنفی مسجدوں میں حنفی نماز پڑھتے ہیں۔ اگر محمدی مسجد کو آپ ڈیڑھ اینٹ کی کہتے ہیں تو حنفی مسجد تو تہائی اینٹ سے بھی کم ہوگی کیوں کہ حصہ تو آپ کا چوتھا ہی ہے۔ جب آپ نے چار امام بنا لیے اور دین کے حصے بخرے کر کے حنفی بن گئے تو بتایئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہم نے بنائی یا آپ نے حضور ﷺ

سے علیحدہ آپ ہوئے یا ہم ؟ آپ کو حضور ﷺ سے کیا نہیں ملتا تھا جو آپ حنفی ہوئے۔

کسی کا ہو رہے کوئی نبیؐ کے ہو رہیں گے ہم

اتباع رسولؐ حق ہے یا تقلید ابو حنیفہؒ ؟

آپ نے ہمیں یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں' فضل صاحب آپ ہی بتائیں کہ ہم اہل حدیث ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حق پر نہ سمجھیں ؟ اور آپ حنفی ہو کر اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ بتایئے اتباع رسولؐ حق ہے یا اتباع ابو حنیفہؒ ؟ جب ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے تو ہم اتباع رسولؐ نہ کریں ؟ جب ہم اتباع رسولؐ کرتے ہیں تو اپنے آپ کو حق پر کیوں نہ سمجھیں ؟ کیا اتباع رسولؐ حق نہیں ؟ پھر آیا کیا تقلید حق ہے ؟ جس کی ضلالت مسلم ہے۔ آپ ہی انصاف کریں تقلید کو تو گمراہی ہر ایک ہی کہتا ہے 'اتباع رسولؐ کو بھی گمراہی آپ کے سوا کوئی کہتا ہے ؟ اپنی ڈھٹائی کا کمال دیکھیں کہ تقلید کی وجہ سے ضال و مضل خود ہیں اور فرقہ ضالہ ہمیں بتاتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ''نواب صدیق الحسن مرحوم'' کا ایک حوالہ بھی نقل کیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں آخر آپ کی مت بالکل ہی کیوں ماری گئی ؟ کہیں آپ نے تقلید کی شراب جسے ام الخبائث کہتے ہیں بہت تو نہیں پی لی' جو آپ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ تقلید کے بندو! سوچو تو سہی کہ جب نواب صاحب خود اہل حدیث تھے' تو وہ اہل حدیث کے خلاف کیسے لکھ سکتے تھے ؟ آج تک تو جیسا کہ ہم نے سنا ہے آپ لوگ یہ شور مچاتے رہے کہ نواب صاحب بڑے متعصب ہیں تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ امام صاحب کو ضعیف' قلیل الحدیث اور یتیم فی الحدیث کہہ کر ان کی تنقیص کرتے ہیں۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ نواب صاحب نے ہمارے یعنی اہل حدیث کے خلاف یہ لکھا ہے۔ کیا نواب صاحب حنفی ہو گئے تھے' جو انھوں نے اہل حدیثوں کے خلاف لکھا ہے ؟ بھئی ! یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ آپ نے جام تقلید بہت چڑھا رکھے ہیں جو اس عبارت کو ہم پر چسپاں کرتے ہیں۔ یہ تو انھوں نے آپ کے کسی بھائی کے بارے میں لکھا ہے۔ آپ تقلید کی پٹی کھول کر پھر پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ بے

سمجھی سے ہر کام نہیں کیا کرتے۔ لیکن اگر سمجھ میں نہ آئے تو ہمارے پاس بہاولپور تشریف لائیں' ان شاء اللہ تقلید کا نشہ بھی اتر جائے گا اور سمجھ میں بھی آ جائے گا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل حدیث تھے

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان لوگوں کو صحابہؓ سے کیا نسبت ہے؟ میں پوچھتا ہوں اگر اہل حدیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے نسبت نہیں تو پھر کیا آپ کو ہو گی؟ کیا صحابہؓ بھی آپ کی طرح مقلد یا حنفی تھے جو آپ سے نسبت ہو! عقل کے ناخن لیں' کوئی بات تو سوچ کر کریں۔ صحابہؓ نہ حنفی تھے نہ مقلد' بلکہ وہ تقلید کو گمراہی سمجھتے تھے' وہ عامل بالحدیث تھے۔ اس لیے آپ کو صحابہؓ سے کوئی نسبت نہیں۔ ان سے نسبت ہمیں ہے جو تقلید نہیں کرتے' بلکہ تقلید کو گمراہی سمجھتے ہیں اور عامل بالحدیث ہیں۔ " **ما انا علیه و اصحابی** " کے مصداق بھی ہم ہیں' آپ نہیں۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم صحابہؓ کرام سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں تو یہ آپ کا خبث باطن ہے ورنہ ہم یہ بالکل نہیں کہتے۔ یہ صریح جھوٹ ہے' اور جھوٹے پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ خدا کی قسم ہمارا ایمان ہے کہ:

كَانُوْا اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرُّهَا قُلُوْبًا وَاَعْمَقُهَا عِلْمًا [1]

صحابہؓ کرام تمام امت میں تمام لحاظ سے سب سے افضل تھے۔ آپ ہزار الزام تراشی کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضور ﷺ کے زمانے سے بھی پہلے سے مقلدین کی یہ خصلت چلی آ رہی ہے کہ وہ اہل حق پر الزام تراشی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آپ بھی کر کے دیکھ لیں۔ آپ کو سب آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا' ان شاء اللہ۔!

---

[1] (مشکوۃ 67/1 رقم 193 کتاب الایمان' باب الاعتصام باالکتب والسنة...' اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم وفضله 97/2 .. الهروی 86/1 ف من طریق قتادةؒ)

حنفی مذہب کی صحابہ کرام سے مخالفت

آپ نے الحمد شریف کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "سب سے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔" میں کہتا ہوں اولاً یہ غلط ہے' لیکن اگر صحابہ کرامؓ میں کچھ اختلاف ہو بھی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ صحابہؓ کرام کا بہت سے مسائل میں اختلاف رہا ہے۔ الحمد شریف کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف کچھ بھی ہو' لیکن آپ کے سب خلاف تھے۔ کسی صحابی کا وہ مذہب نہیں جو حنفیوں کا ہے۔ اگر شبہ ہو تو میدان میں آکر دیکھ لیں۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "صحابہؓ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیا نعوذ باللہ یہ سارے بے نماز ہی رہے۔"

میں کہتا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابہؓ جو بغیر انزال کے صرف دخول سے غسل نہیں کرتے تھے کیا معاذ اللہ سب بے نماز ہی رہے جو بغیر غسل کے نماز پڑھتے رہے؟ جو جواب آپ کا وہی ہمارا۔ ایسے سوالوں سے ہی تو آپ کی جہالت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تو آپ کے علم و عقل کا حال ہے۔

رفع الیدین عبادت ہے

آپ نے لکھا کہ بہتر یہ ہے کہ رفع الیدین نہ کی جائے کیوں کہ نماز میں بار بار ہاتھ اٹھانا خشوع و خضوع کے منافی ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر رفع الیدین نماز کے خشوع و خضوع کے منافی ہے تو حضور علیہ السلام نماز کی ابتداء میں اور نماز کے اندر یہ فعل کیوں کرتے تھے۔ اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی سمجھ نہ تھی اور ان کو اتنا علم نہ تھا اور وہ غلطی کرتے رہے۔ تو آپ لوگ جانتے بوجھتے ہوئے کہ یہ منافی خشوع و خضوع ہے' ہر نماز کی ابتدا اور عیدین اور قنوت وتر میں یہ حماقت کیوں کرتے ہیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ آپ رفع الیدین کو منافی خشوع و خضوع بھی کہتے ہیں اور عیدین اور قنوت وتر میں یہ فعل بھی کرتے ہیں۔ جو فعل منافی خشوع و خضوع ہو تو نماز میں کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ سارے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخر تک جو بھی رفع الیدین کرتا ہے وہ اسے عبادت سمجھ کر کرتا

ہے۔ ایسا احمق سوائے آپ کے کوئی نہیں' جو اسے منافی حشوع و خضوع بھی کہے اور پھر یہ فعل بھی کرے۔ بے عقل مقلد ہی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ رفع الیدین کو جو سنت رسولؐ اور عین عبادت ہے۔ اسے منافی خشوع و خضوع قرار دے۔ ایک ایمان والا ایسی جرأت کبھی نہیں کر سکتا۔ فضل صاحب اسی کرتوت پر یہ دعویٰ ہے کہ اہل حدیث کو صحابہؓ سے کوئی نسبت نہیں اور آپ کو ہے۔ قادری صاحب آپ کو کون بتائے کہ رفع الیدین عبادت ہے اور بے کار حرکت نہیں' جو خشوع و خضوع کے منافی ہو۔ ایمان والے ہمیشہ سے یہ سمجھتے چلے آئے ہیں کہ رفع الیدین فعل تعظیمی ہے جو عبادت ہے جس پر ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔

چنانچہ امام ربیع کہتے ہیں میں نے امام شافعیؒ سے پوچھا

مَا مَعْنٰی رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ فقال مِثْلَ مَعْنٰی رَفْعِهِمَا عِنْدَالْاِفْتِتَاحِ تَعْظِیْمًا لِلّٰهِ وَ سُنَّةً مُتَّبِعَةً یُرْجٰی ثَوَابَ اللّٰهِ ۔

رکوع کی رفع الیدین کیوں کی جاتی ہے تو انھوں نے کہا کہ جس لیے پہلی کی جاتی ہے۔ اس میں اللہ کی تعظیم ہے۔ نبیؐ کا اتباع ہے' جس پر اللہ سے ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔

تلخیص میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ہر رفع الیدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

مَنْ رَفَعَ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوةِ لَه' بِکُلِّ اِشَارَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کہتے ہیں:

اِنْ کُنَّا لَنُؤدَّبُ عَلٰی تَرْكِ الرَّفْعِ ❶

صحابہؓ کرام کے زمانے میں رفع الیدین نہ کرنے پر ہماری پٹائی کی جاتی تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الرَّفْعَ فِعْلٌ تَعْظِیْمِیٌّ وَ لِذٰلِكَ اُبْتُدِءَ بِه فِی الصَّلٰوةِ

رفع الیدین فعل تعظیمی ہے۔ اس لیے اس سے نماز کی ابتدا کی گئی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

رَفْعُ الْیَدَیْنِ فِعْلٌ تَعْظِیْمِیٌّ نِیَّةُ النَّفْسِ عَلٰی تَرْكِ الْاِشْتِغَالِ الْمُنَافِیَةِ لِلصَّلٰوةِ

---

❶ (تلخیص الحبیر 220/1 .. کتاب الصلوۃ' باب صفة الصلوۃ)

وَالدُّخُوْلُ فِیْ حِیْنَ الْمُنَاجَاۃِ فَشَرَعَ ابْتِدَاءً کُلُّ فِعْلٍ مِنَ التَّعْظِیْمَاتِ الثُّلُثِ بِہٖ لِتَتَنَبَّہَ النَّفْسُ لِثَمْرَۃِ ذٰلِکَ الْفِعْلِ مُسْتَانِفًا ❶

یعنی رفع الیدین فعل تعظیمی ہے جو اس چیز کے اظہار کے لیے ہے کہ نمازی تمام مشاغل دنیوی سے دست بردار ہو کر اپنے رب سے مناجات کرنے میں لگ رہا ہے۔ اسی لیے نماز کے تعظیمی فعلوں کے اول میں اس کو رکھا گیا ہے' تاکہ اس احساس کی تجدید ہوتی رہے۔ اسی طرح شاہ اسماعیل شہید فرماتے ہیں:

اِنَّ رَفْعَہٗ ﷺ کَانَ قُرْبَۃً وَّ عِبَادَۃً وَ لَمْ یَکُنْ عَادَۃً وَ ھُوَ ظَاھِرٌ لِاَنَّ اَفْعَالَ الصَّلٰوۃِ کُلُّھَا عِبَادَۃٌ لَاسِیَمَا اِذَا لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَادَۃً فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَیْضًا وَّ لَوْ کَانَ عَادَۃً لَمْ یَھْتَمَّ الصَّحَابَۃُ وَ لَا الْفُقْھَاءُ بِرِوَایَتِہٖ وَاِتِّبَاعِہٖ یُفْھِمُ کَوْنَہٗ عِبَادَۃً مِنْ رِوَایَۃِ الْحَاکِمِ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَہٗ بِہٖ وَ مِنْ قَوْلِہٖ ﷺ اِنَّ رَفْعَ الْاَیْدِیْ مِنَ الْاِسْتِکَانَۃِ ❷

حضور ﷺ رفع الیدین کو بطور عادت کے نہیں بلکہ قربت اور عبادت کے طور پر کرتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کیوں کہ نماز کے سارے افعال عبادت ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس فعل کی نماز کے علاوہ عادت بھی نہ ہو۔ اگر رفع الیدین عبادت نہ ہوتی' بلکہ عادت ہوتی تو صحابہ کرامؓ اور فقہاء عظام اس کی روایت اور پیروی کا اتنا اہتمام نہ فرماتے۔ رفع الیدین عبادت ہے اس کی دلیل حاکم کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ دوسرے حضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے کہ رفع الیدین میں عاجزی اور خشوع و خضوع ہے۔

اب بھی اگر آپ کہیں کہ رفع الیدین منافع خشوع و خضوع ہے تو پھر ﴿ فَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

پھر آپ لکھتے ہیں ہمارے نزدیک یہ حلال و حرام' جائز و ناجائز کا جھگڑا نہیں بلکہ افضل و مفضول' اولیٰ و غیر اولیٰ کا جھگڑا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ اولیٰ' غیر اولیٰ کا جھگڑا ہے تو یہ

---

❶ (حجۃ اللہ البالغۃ ج 2 ص 10) ❷ (تنویر العینین)

جو دو قولی حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان کی کیا ضرورت تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" والی مثال آپ پر پوری صادق آتی ہے۔ دعویٰ کچھ تھا' دلیل آپ کچھ دیتے ہیں۔ اس لیے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں۔ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ رفع الیدین کا نزاع اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے اور دلیل میں دو قولی حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی حدیث میں آپ لکھتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا صرف سات مقامات پر ہاتھ اٹھایا کرو' باقی جگہ ہاتھ نہ اٹھایا کرو۔ اب آپ بتائیے اس صریح ممانعت کے بعد رفع الیدین کیسے جائز رہ سکتی ہے؟ دوسری قولی حدیث اس سے بھی سخت ہے۔ اس میں بقول آپ کے حضور ﷺ کا نھا اذناب خیل شمس کی تشبیہ دے کر رفع الیدین کی مذمت کر رہے ہیں اور اس کو في الصلوة کہہ کر اس سے روک رہے ہیں۔ اور قرآن کہتا ہے

﴿وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوْا اللهَ اِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

[59:الحشر:7].

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

[24:النور:63]

یعنی جس سے نبیؐ روکے اس سے باز آجاؤ' نبی کی نافرمانی سے ڈرو' کہیں خدا کا عذاب نہ آجائے وہ سخت عذاب والا ہے۔

اب آپ بتائیے جس سے اللہ کا رسولؐ روکے اور اللہ ڈرائے وہ جائز ہو کیسے سکتا ہے۔ دعویٰ دیکھیے اور دلیل دیکھیے۔ پھر اپنی منافقت کاملہ کی داد دیجیے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ لوگ حنفی ہونے کی وجہ سے رفع الیدین تو کر نہیں سکتے۔ اگر کرتے ہیں تو حنفیت جاتی ہے' اگر نہیں کرتے تو تارک سنت اور منکر حدیث رسولؐ ٹھہرتے ہیں۔ پھر آپ چالیں چلتے ہیں۔ طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ کبھی منسوخ کہتے ہیں' کبھی جائز' کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ﴿فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ اس منافقت اور مرعوبیت کی وجہ سے آپ کے دعویٰ اور دلیل میں کبھی مطابقت نہیں ہوتی۔ اس طرح مسئلہ الحمد شریف میں دعویٰ کچھ ہوتا ہے اور حدیثیں کچھ دکھاتے پھرتے ہیں۔ یہی حال مسئلہ تراویح میں ہوتا ہے۔

جب بھی آپ لوگوں سے بحث و مناظرہ ہوا آپ لوگوں کو بچگانہ اور منافقانہ حرکتیں کرتے ہوئے ہی پایا۔ آپ کی یہ تحریر بھی اسی کا مرقع ہے۔

پہلی دلیل کا جواب

پہلی حدیث آپ نے عبداللہ بن مسعودؓ والی پیش کی ہے' حالانکہ بڑے بڑے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ خود امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رفع الیدین کرنے والوں کی حدیث صحیح ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث ثابت نہیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کی صحیح روایات کو چھوڑ کر اس غیر ثابت کو لیتے ہیں۔ آخر کیوں؟ آپ کو امام ترمذیؒ کی تحسین جو کہ کوئی معیاری چیز نہیں اور ابن حزمؒ کی تصحیح نظر آتی ہے اور ان سے بھی بڑے محدثین کی تضعیف نظر نہیں آتی' آخر کیوں؟ فضل صاحب! آخر مطلبی کسے کہتے ہیں؟ اللہ اس تقلید کی لعنت سے بچائے' یہ آدمی کو مطلبی بنا دیتی ہے۔ اعلیٰ چیزیں چھوڑ کر گھٹیا چیزیں لینی پڑتی ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کے پاس رفع الیدین کی مخالفت میں یہی حدیث سب سے اعلیٰ ہے' لیکن آپ کی بدقسمتی کہ یہ بھی ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان نے اس کی صراحت کی ہے۔

دوسری دلیل کا جواب

دوسری حدیث جو غلط سند کے ساتھ آپ نے نقل کی ہے وہ بھی بالکل ضعیف ہے۔ اجل محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

اس میں یزید بن ابی زیاد راوی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ اس کا دماغ چل گیا تھا۔ وہ جب تک مکہ میں تھا اس حدیث کو بیان کرتے وقت "ثُمَّ لَا يَعُوْدُ" کا لفظ نہیں کہتا تھا۔ جب کوفہ چلا گیا اور دماغ متغیر ہو گیا تو جیسے کوفی سکھاتے' حدیث بیان کر دیتا تھا۔ تقریباً تمام محدثین متفق ہیں کہ "ثُمَّ لَا يَعُوْدُ" کا لفظ جس سے حنفی استدلال کرتے ہیں اس حدیث میں اضافہ کردہ ہے۔ اب بتائیے کہاں بخاری' مسلم کی صحیح روایات اور کہاں یہ ضعیف۔

تیسری دلیل کا جواب

یہی حال حضرت علیؓ والی روایت کا ہے کہ وہ ضعیف بھی ہے اور نچلے درجے کی بھی۔ آپ اسے لیتے ہیں اور ان کی صحاح ستہ کی صحیح روایات کو نہیں لیتے۔ فضل صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے امام ترمذیؒ کا عبداللہ بن مسعودؓ والی ضعیف حدیث کو حسن کہنا تو مان لیا اور حضرت علیؓ والی روایت کو جس کو وہ حسن اور صحیح کہتے ہیں نہیں مانتے۔ آخر یہ کیا مطلب پرستی ہے۔

ہائے تقلید تیرا ستیاناس ہو تو بھی اپنے بندوں کو کیسا ذلیل کرواتی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب

یہ حدیث مجروح بھی ہے اور آپ کے خلاف بھی۔ آپ نے اہل حدیث کی مخالفت میں حدیث تو پیش کر دی لیکن یہ نہ دیکھا کہ یہ تو حنفیوں کی بھی جڑ نکالتی ہے۔ مقلد کو کہاں نظر آتا ہے' وہ تو تعصب میں اندھا ہوتا ہے۔ دوسرے کو گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا گرے نہ گرے خود ضرور گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ آپ بالکل اندھے تھے جو آپ نے یہ حدیث لکھ دی اور بالکل نہ دیکھا۔ ابن ہمام بھی مقلد تھے۔ مگر آپ جیسے اندھے نہ تھے۔ وہ "الفتح القدیر" میں لکھتے ہیں مجال ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ اس لیے کہ رفع الیدین حدیثوں میں سوائے ان سات مقامات کے متواتر وارد ہے۔ جس کی ذرا بھی آنکھ کھلی تھی اس نے دیکھ لیا لیکن آپ نے نہ دیکھا اسی ٹہنی کو کاٹنے لگ گئے جس پر خود بیٹھے تھے۔ چنانچہ دھڑام سے نیچے گر گئے۔

میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں ہماری رفع الیدین نہیں تو تمھاری قنوت وتر اور عیدین کی رفع الیدین ہے؟ اگر آپ کی بھی نہیں تو اس حدیث کو معرض استدلال میں پیش کرنا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کے دماغ ماؤف و ذہن مفلوج ہیں۔ اندھے مقلد ہوتے ہی ایسے ہیں جو نہ سوچتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں۔

پانچویں دلیل اور اس کا جواب

آپ کی اگلی دلیل بھی دماغ کے ماؤف اور ذہن کے مفلوج ہونے کی واضح دلیل

ہے' جو پہلے کسی مقلد نے کہہ دیا آپ نے لکھ دیا' خود نہ سوچا کہ یہ حدیث عدم رفع الیدین کی دلیل بن سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر آپ ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ دونوں حدیثوں میں جب تشبیہ ایک ہے تو شبہ بھی ضرور ایک ہوگا۔ جب ہر دو رفع الیدین میں بین فرق ہے۔ ایک میں دائیں بائیں ہاتھ مارے جاتے ہیں۔ دوسری میں کندھوں کے برابر اوپر کی جانب ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ دونوں فعل کی تشبیہ ایک کیسے ہو سکتی ہے۔ جب تشبیہ ایک ہے تو فعل بھی ضرور ایک ہوگا۔ یعنی دونوں حدیثوں کی رفع الیدین ایک ہی طرح کی ہوگی۔ اب وہ کیسی رفع الیدین ہے جس کی تشبیہ حضور ﷺ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلانے سے دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے وہ ایسی رفع الیدین ہو سکتی ہے جیسے گھوڑے دمیں ہلاتے ہیں۔ گھوڑے دم اوپر نیچے نہیں مارتے بلکہ اطراف میں دائیں بائیں مارتے ہیں اور حدیث میں بھی یہی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم دائیں بائیں ہاتھ ہلاتے تھے خود حضور ﷺ نے ہمیں منع کیا۔ لہٰذا یہ تشبیہ اس رفع الیدین کی نہیں ہے جو دائیں بائیں ہاتھ مار کر کی جاتی ہے۔ متنازع فیہ رفع الیدین کی یہ تشبیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں ہاتھ اوپر کی جانب کندھوں تک اٹھائے جاتے ہیں۔ آپ دونوں حدیثوں میں تشبیہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ ایک ہے اور یہ بین دلیل ہے اس بات کی کہ رفع الیدین بھی دونوں حدیثوں میں ایک ہی ہوگی۔ آپ موقعوں کے اختلاف کو دیکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں صحابہؓ تنہا نماز پڑھ رہے تھے۔ دوسری میں ہے کہ حضور ﷺ کی امامت میں پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ موقعوں کے اختلاف کے باوجود بھی فعل ایک ہو سکتا ہے اور فعل پر حضور ﷺ کی دو دفعہ نہی وارد ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے پہلے منع کیا ہو' جب کچھ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں پھر آپ نے جماعت کے بعد بھی منع کیا ہو جب کہ بعض نے اس وقت بھی وہ فعل کیا ہو۔ مختلف موقعوں پر منع کرنے سے یہ کیسے نکل آیا کہ ایک حدیث کی رفع الیدین اور ہے اور دوسری کی اور' جب کہ تشبیہ آپ دونوں کی ایک ہی دے رہے ہیں۔ رہ گیا۔ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ سے استدلال تو یہ مغالطہ خوری یا مغالطہ دہی کے سوا کچھ نہیں۔ جب سلام نماز کا حصہ ہے تو اس کے فِي الصَّلٰوةِ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ

سلام کو نماز کے فرائض میں داخل کرتے ہیں۔ چنانچہ خروج المصلی بصنعہ ان کے نزدیک فرض ہے۔ ترمذی کی حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

كَافَ مُسَلِّمٌ فِي الصَّلٰوةِ لہٰذا احناف کا اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ سے رفع الیدین نہ کرنے کا استدلال باطل ہے۔ آپ نے اپنے پرچے کے آخر میں خود تسلیم کیا ہے کہ سلام نماز میں داخل ہے۔ چنانچہ آپ کی تحریر میں ہے کہ سلام کے وقت آدمی من وجہ نماز میں داخل ہوتا ہے اور منہ وجہ خارج۔ جب من وجہ داخل ہوا تو اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوة کا حکم سلام والی رفع الیدین پر دینا صحیح ہوا۔ جب صحیح ہوا تو آپ کے بیت عنکبوت کا تانا بانا آپ کے ہاتھ سے ہی تار تار ہو گیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ!۔۔ قادری صاحب میں پوچھتا ہوں اگر اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ سے سلام والی رفع الیدین مراد نہیں بلکہ وہ رفع الیدین مراد ہے جو من کل الوجوہ داخل صلوۃ ہو تو آپ قنوت اور عیدین والی رفع الیدین کیوں کرتے ہیں۔ کیا اسے داخل صلوۃ نہیں سمجھتے یا حضور ﷺ کی مخالفت آپ کا مذہب ہے۔ اب یا تو اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ کو سلام والی رفع الیدین کے بارے میں مانیں یا پھر قنوت و عیدین والی رفع الیدین ترک کر دیں ورنہ تسلیم کریں کہ اصل منکر آپ ہیں۔ منکرین حدیث نے آپ سے ہی انکار حدیث سیکھا ہے' جو حدیث کو حدیث سمجھ کر حکم کو حکم سمجھ کر نہیں مانتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ لوگ جو نقلی حنفی ہیں حدیثوں کے منکر بھی ہیں اور محرف بھی۔ حضرت جابر بن سمرہؓ والی روایت سے عدم رفع الیدین پر استدلال کرنا اول تو تحریف ہے' لیکن اگر کوئی جہالت سے استدلال کرتا بھی ہے کہ تو اس کا وہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے۔

الف: کوئی محدث اس حدیث کو متنازع فیہ رفع الیدین کے ابواب میں نہیں لایا۔

ب: تمام محدثین متفق ہیں کہ جابر بن سمرۃؓ والی روایت خواہ تمیم بن طرفہ کے طریق سے ہو خواہ عبید اللہ بن القبطیہ کے طریق سے حدیث ایک ہے اور سلام کی رفع الیدین کے بارے میں ہے۔

ج: کسی صحابی نے کبھی متنازع فیہ رفع الیدین سے کسی کو یہ حدیث پیش کر کے نہیں روکا۔ حال آنکہ متنازع فیہ رفع الیدین پر عمل قریب قریب سب صحابہؓ کا تھا۔ جیساکہ ترمذی اور جزء رفع الیدین وغیرہ سے واضح ہے۔ حتیٰ کہ خود حضرت جابر بن سمرہؓ سے اس رفع الیدین پر انکار ثابت نہیں۔ اگر یہ رفع الیدین گھوڑوں کی دموں والی ہوتی تو صحابہؓ کا انکار اس پر ضرور ثابت ہوتا۔

د: ائمہ مذاہب میں سے کسی امام نے اس حدیث سے عدم رفع الیدین پر استدلال نہیں کیا اور تو اور امام ابو حنیفہ بھی جو متنازع رفع الیدین کے عامل نہیں تھے۔ امام اوزاعی سے مناظرہ میں آپ کی اس قولی حدیث سے استدلال نہیں کرتے۔ بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ والی ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں جو فعلی ہے۔ کیا ان کو اس حدیث کا علم نہ تھا یا یہ نکتہ جو بعد کے مقلدین نے نکالا ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر کیا وجہ ہے جو آپ کے ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی حضرت جابر بن سمرہؓ والی روایت کو عدم رفع الیدین کی دلیل میں پیش نہیں کرتا۔

صاحب ہدایہ کو ہی لے لیں، وہ اپنی تائید میں ضعیف سے ضعیف بلکہ موضوع اور بے سروپا حدیثیں نقل کر جاتے ہیں، لیکن اس حدیث سے وہ بھی استدلال نہیں کرتے۔ کیا ان لوگوں کا علم کم تھا یا ان میں وہ قوت استنباط نہ تھی جو آپ میں ہے۔ آخر کوئی وجہ تو ہے جو وہ اس حدیث کو عدم رفع الیدین کے لیے پیش نہیں کرتے اور آپ کرتے ہیں۔ یا تو ان کے علم و فہم کا قصور مانیں یا پھر اپنی رسول دشمنی اور تیرہ بختی کو تسلیم کریں۔ اس کے بعد اگر ہم یہ کہیں کہ موجودہ حنفی اصلی حنفی نہیں اور وہ اصلی دین اسلام سے بھی دور اور اپنے اماموں سے بھی دور اور ﴿وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [النور:24:40] کے تحت بالکل صاف ہیں تو قادری صاحب آپ اس کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کیوں کرتے ہیں، بلکہ چیں بہ جبیں کیوں ہوتے ہیں۔ اب یا تو اصلی مسلمان ہو جائیں یا پھر تلخ حقائق کو تسلیم کریں اور ناراض نہ ہوں۔

ر: اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہ حدیث متنازع رفع الیدین کے

بارے میں نہیں کیوں کہ وہ سکون کے منافی نہیں بلکہ اس رفع الیدین کے بارے میں ہے جو سکون کے منافی ہے اور وہ سلام والی رفع الیدین ہے۔ جیسا کہ خود راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ نے بتایا ہے۔ متنازع فیہ میں چونکہ خشوع و خضوع ہے جو نماز میں مطلوب ہے اور یہ ایک تعبدی فعل ہے جو اب تک مشروع ہے۔ اس لیے اسکنوا فی الصلوۃ کا حکم اس کے لیے نہیں ہو سکتا۔ اگر متنازع رفع الیدین تعبدی فعل نہ ہوتا بلکہ منافی سکون ہوتا تو نماز سے خارج ہو جاتا جیسا کہ سلام و کلام خارج کر دیئے گئے۔

س: حضور ﷺ کا سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دینا ہی بتا رہا ہے کہ یہ متنازع فیہ رفع الیدین کے بارے میں نہیں۔ افتتاحی رفع الیدین تو احناف کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کرتے رہے۔ پھر جس فعل کو آپ خود ہی نماز میں متعدد بار کرتے ہوں اس کے لیے ایسی گندی تشبیہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بہت مستبعد ہے، لیکن بدقسمت مقلد اتنا کہاں سوچتا ہے۔ وہ تو مطلبی اور اندھا ہوتا ہے اور اندھوں کی طرح سے لٹھ مارتا ہے خواہ وہ مخالف کی بجائے اس کے باپ کو ہی لگ جائے اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

احناف پر تعجب

مجھے تو احناف پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے حضور ﷺ کی احادیث کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ مقلد بھی بنتے ہیں اور امام کو پیچھے بھی پھینک دیتے ہیں۔ گھوڑوں کی دموں والی حدیث سے رفع الیدین نہ کرنے پر استدلال کرنا جہالت بھی ہے اور مجرمانہ جسارت بھی۔ امام نووی لکھتے ہیں:

اَلْاِسْتِدْلَالُ بِهٖ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الرَّفْعِ عِنْدَالرَّكُوْعِ وَ عِنْدَالرَّفْعِ مِنْهُ جَهْلٌ قَبِيْحٌ [1]

یعنی اس حدیث سے رفع الیدین نہ کرنے پر استدلال کرنا زبردست جہالت ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

---

[1] (شرح مہذب نووی 403/3)

فَلْیَحْذَرْ اَمْرَہٗ اَنْ یَّتَقَوَّلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مَالَمْ یَقُلْ [1]

یعنی حضور ﷺ کی حدیث کا مطلب بگاڑنے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر وہ بات تھوپ رہے ہیں جو انھوں نے نہیں کہی۔

ناصحانہ مشورہ

فضل صاحب و قادری صاحب! آپ لوگوں کا حدیث کے ساتھ یہ سلوک کرنا حدیث پر ظلم ہے اور حدیث پر ظلم درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم ہے اور رسول اللہ ﷺ پر ظلم کرنے والے کی نجات کہاں؟

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ [الاحزاب 33: 57]

اس لیے آپ میری بات مان لیں اور فوراً اس نقلی حنفیت سے توبہ کر لیں۔ بڑھاپا آ گیا ہے، موت کا سگنل ہو گیا ہے۔ جونہی گاڑی سٹیشن پر آئی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر کوئی امام یا حضرت چھڑا نہیں سکے گا۔ اس لیے حدیث رسولؐ کے تابع ہو جائیں۔ حدیثوں کو توڑ مروڑ کر اپنے تابع نہ کریں۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ میری بات مان لیں۔ اگرچہ میں چھوٹا ہوں، لیکن آپ کو نجات کی بات بتا رہا ہوں۔ پھر نہ کہنا کہ کسی نے خبردار نہیں کیا۔ ﴿فَسَتَذْکُرُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَکُمْ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ﴾ [المومن 40: 44]

خاتمہ

رفع الیدین بظاہر نماز کی ایک سنت ہے، لیکن درحقیقت یہ معیار ہے۔ اہل سنت کے جانچنے کا کیوں کہ جس قطعیت کے ساتھ یہ سنت رسولؐ ثابت ہے اور کوئی سنت نہیں۔ اب جو اس یقینی سنت کا بھی منکر ہو وہ اہل سنت کیسا؟ یہ وہ سنت ہے جو صحاح ستہ اور صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی ہر کتاب سے ثابت ہے۔ وہ سنت ہے جس کو چاروں خلیفوں نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے۔ ایک یہی سنت ہے جس کو روایت کرنے والے عشرہ مبشرہ ہیں۔

---

[1] جزء رفع الیدین للبخاری، رقم 38)

اویسی صاحب مسجد سیرانی کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اویسی صاحب مسجد سیرانی کے نام

آپ نے بعنوان ”غیر مقلدین“ ایک اشتہار نکالا ہے۔ ویسے آپ کا غیر مقلدین کے نام اشتہار نکالنا بنتا نہیں تھا کیوں کہ کسی عابد نصیر صاحب نے جو غالباً آپ کی ذات و صفات سے باخبر تھے آپ سے زندہ دلی سے ایک سوال کیا تھا۔ آپ کا فرض تھا کہ آپ اس کا جواب دیتے کیوں کہ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ آپ نے غصہ ہم پر نکالا کہ یہ اہل حدیث ہی ہیں جو ہمارا پول کھولتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہی لوگ ہم پر سوال کرتے ہیں کیوں نہ ان کو ہی دبایا جائے تاکہ ہمارا بیت عنکبوت تار تار نہ ہو۔

آپ نے غیر مقلدین کے نام اشتہار تو نکال دیا لیکن یہ نہ سوچا کہ میں اس میں لکھ کیا رہا ہوں۔ سوائے اس کے کہ اس سے آپ کی سخافت اور بوکھلاہٹ ظاہر ہو اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ نہ اس میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی دلیل دی اور نہ ہمارے حوالوں کو غلط ثابت کیا اور نہ ہی عابد نصیر صاحب کے سوال کا جواب دیا۔ آپ کا اشتہار کیا ہے۔ تضاد بیانی۔۔۔ کذب و زور اور ابلہ فریبی کا ایک مرقع۔۔۔ اس اشتہار سے ایک دیہاتی کو یا اپنے مریدان خاص کو تو دھوکا دے سکتے ہیں کہ دیکھو عابد ولت نے غیر مقلدوں کو دندان شکن جواب دیا ہے 'لہٰذا فوراً چندہ جمع کرو اور ایک سی پریس لگائیں۔ لیکن کسی منصف مزاج پڑھے لکھے آدمی کو آپ چکر نہیں دے سکتے۔ دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ سوال کیا تھا اور جواب کیا ہے۔ نگاہیں تلاش کرتی ہیں کہ اویسی صاحب ان حوالوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا غلط۔ لیکن آپ ہیں کہ گول مول 'نہ یہ' 'نہ ہو' 'نہ ہاں' 'نہ نہ' یہ لکھ دیا کہ غیر مقلدین تحقیق کر لیں۔ اب کوئی پوچھے کہ غیر مقلدین تو ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ [21:الانبیاء:18] کے بم برسا رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ تحقیق کریں۔ جب ایک شخص کھلا اشتہار دے رہا ہے کہ اگر حوالہ میں کوئی گڑبڑ ہے تو عدالت میں چیلنج کر دو۔ میں سارے خرچ کا ذمہ دار ہوں' پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ وہ تحقیق کریں۔ بات تو صرف اتنی

تھی کہ اگر حوالہ صحیح ہے تو ایمان لے آؤ۔ اور اگر غلط ہے تو دعویٰ کر دو۔ ہرگز معاف نہ کرو۔ لیکن آپ ایسے سوتڑ شیر ہیں کہ اٹھتے ہی نہیں۔ ہزار اٹھانے والا دم سے پکڑ پکڑ کر اٹھائے ایسا شیر بھی لوگوں نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ جاگتا ہو تو دم دبا کر بھاگ جائے اور سوتا ہو تو اٹھنے کا نام ہی نہ لے خواہ کوئی کچھ بھی کرے۔

کسی نے شاید آپ جیسے کے بارے میں ہی کہا ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔ پہلے تو آپ نے کہا کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ پر خروج کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی ان کا پہلا امام ہے۔

اب کوئی پوچھے جناب مؤرخ اعظم صاحب۔ جب غیر مقلدین حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی تھے تو شاہ اسماعیل دہلوی جو تیرھویں صدی میں پیدا ہوئے پہلی صدی کے غیر مقلدوں کے امام کیسے ہو گئے ؟ اول تو وہ غیر مقلد کیا جس کا امام ہو پھر کیا غیر مقلد کا بھی کوئی امام ہوتا ہے۔ یہ کس فقہ کا مسئلہ ہے کہ امام اپنے مقلدوں کے بعد ہوتا ہے۔ اویسی صاحب! آپ جیسے کاملین ہی تھے جن سے قرآن نے سوال کیا ہے ﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ﴾ [52:طور :32] خیر اگر آپ کی عقل یہی کہتی ہے کہ امام اپنے مقلدوں کے بعد ہوتا ہے تو بتائیے کہ آپ امام ابو حنیفہ صاحب کے حلالی مقلد ہیں' آپ جیسے فلسفی کو دیکھ کر ہی کسی نے الٹے بانس بریلی کو ضرب المثل بنائی ہے کہ ہر بات الٹی' ہر کام الٹا۔

آپ کی یہی ایک تحقیق نہیں۔ آپ کی اور بھی بہت بڑی بڑی تحقیقات انیقہ ہیں۔ چنانچہ معتزلہ کا پہلا امام شاہ اسماعیل شہید دہلوی کو بنانا آپ کی ایسی نرالی تحقیق ہے کہ جس پر بریلوی دنیا جتنا ناز کرے اتنا ہی کم ہے۔ وہ جماعت' وہ مدرسہ وہ دستار بندیاں کرانے والے کتنے خوش نصیب ہوں گے جن کو آپ جیسا یگانہ روزگار محقق اعظم مل گیا۔ آپ نے تو تمام محققین اولین و آخرین کی قبروں پر لات مار دی۔ وہ اپنی قبروں میں پڑے مارے شرم کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے کہ محقق چودھویں صدی میں اویسی صاحب پیدا ہوئے ہیں ہم تو ساری عمر ویسے ہی گھاس کاٹتے رہے۔ پھر یہی نہیں کہ آپ خاموش محقق ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک تھرتھراتے مناظر بھی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل جبکہ ایک عیسائی مبلغ آپ کی بدقسمتی

سے آپ پر وارد ہو گیا تو آپ نے تھر تھراتے ہوئے اس سے مناظرہ کیا اور آپ کی فتح کا یہ عالم تھا کہ آپ کو آیت تک نظر نہیں آتی تھی۔ آپ کا مقابل آپ کی عظمت و قابلیت کا ایسا لوہا مان گیا کہ اس کو مجبوراً اجہل الجہلا اور احمق الحمقاء کا خطاب آپ کو دینا پڑا۔ بعد میں جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کی جہالت و جاہلیت کی بہت تعریف کی۔ اب ایسے مناظر سے کون مقابلہ کرے اور پھر آپ للکارتے بھی عید گاہ کے لیے ہیں۔ جس جگہ کے لیے آپ کو اطمینان ہے کہ وہاں مناظرہ کبھی نہیں ہو سکتا' نہ حکومت اجازت دے ' نہ مناظرہ ہو۔ نہ آپ کا پردہ پھٹے اور اس پر مستزاد یہ کہ للکارتے بھی ماسٹر عبداللہ کو ہیں جو کبھی مناظرہ نہ کرے۔ مناظر اعظم صاحب آپ اپنا جوڑ تو دیکھیں آپ عالم ہیں۔ عالموں کے استاد ہیں' امام 'اماموں کے امام۔ ہر سال سینکڑوں پگڑیاں باندھنے والے اور سینکڑوں کی اتارنے والے۔ گھنٹے گھنٹے میں محققانہ دو دو سو صفحات لکھ جانے والے۔ تحقیق و تدقیق کے دریا بہانے والے۔ اماموں کے مقلدوں کو پیچھے لا کر الٹے بانس بریلوی کو لے جانے والے۔ عبداللہ بے چارہ صرف ماسٹر۔ نہ عالم' نہ امام۔ نہ پگڑی باندھنا جانے نہ اتارنا۔ نہ آپ جیسا محقق نہ مدقق۔ نہ مناظر۔ وہ آپ کا مقابلہ کرے تو کیسے۔ صحیح مقابلہ تو آپ کا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ ہر ایک ہی ڈرتا ہے کیوں کہ ہر ایک نے آپ کی تحقیقات عجیبہ دیکھ لی ہیں۔ البتہ اگر آپ کو زیادہ ہی شوق ہو تو راقم الحروف حاضر ہے۔ جہاں چاہیں اور جس وقت چاہیں اطلاع کر دیں لیکن انتظامات کرنا آپ کا کام ہے۔ اکثریت آپ کی' حکومت آپ کی اور تحریک بھی آپ ہی کو ہوتی ہے۔

آپ نے اشتہار میں بہادری بھی خوب دکھائی کہ آپ سوتے شیر ہیں' لیکن حکومت سے واویلا اور فریادیں بھی خوب کیں کہ جلدی آؤ کیا اسی وقت آؤ گے جب غیر مقلدوں کا ریلہ میرے سر پر چڑھ جائے گا اور میں ڈوب جاؤں گا۔ شیخی بھی خوب ماری کہ ہم کوئی افغانی ہیں کہ خاموش بیٹھے رہیں' ہم تو شور مچائیں گے کہ خدا کے لیے غیر مقلدوں کو روک دو ورنہ یہ آہستہ آہستہ ہمیں کھا جائیں گے۔ آپ نے شیخی میں نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا کا نعرہ بھی خوب لگایا ہے کیا اویسی رضوی بھی نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا کا نعرہ لگا

سکتا ہے ۔اگر اس کا یہ نعرہ سچا ہو تو فیض قادری' اویسی' رضوی نہ ہو بلکہ فیض محمدی ہو۔ جب محمدی ہونا اس کے نصیب میں نہ ہوا' لیکن اویسی رضوی وغیرہ کچھ کچھ بن گیا تو پھر نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا والی بیعت کہاں رہ گئی۔ بیعت محمدی ٹوٹ گئی جیسے نکاح پر نکاح نہیں ہوتا اس طرح بیعت پر بیعت نہیں ہوتی۔

اویسی صاحب آپ نے آخر میں بہترین حوالہ کا بھی ایک تیر امارا ہے۔ اور اس پر آپ بہت خوش ہیں لیکن یہ آپ کی خوشی ﴿ قُلْ تَمَتَّعْ بِکُفْرِكَ قَلِیْلاً ﴾[39:الزمر:8] والی خوشی ہے۔ اسی وقت تک ہے جب تک ہمارا جواب آپ کے کان میں نہیں پڑتا۔ جب ہمارا جواب آپ کے کان میں پڑ جائے گا تو اسی وقت یہ تمام خوشی کافور ہو جائے گی۔ اویسی صاحب ہم رفع الیدین اس وجہ سے نہیں کرتے کہ شاہ اسماعیل شہید دہلوی کرتے تھے بلکہ ہم تو اس لیے کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کرتے تھے۔ ایک اسماعیل دہلوی کیا اگر پچاس اسماعیل دہلوی بھی رفع الیدین چھوڑ دیں تو بھی ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نہ کسی کی وجہ سے کرتے ہیں نہ کسی کی وجہ سے چھوڑتے ہیں۔ ہمارے رسول' ہمارے امام ہمارے پیر ہمارے مقتدی تو صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارا مذہب تو ﴿وَ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَانَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾[59:الحشر:7] ہم مقلد کی طرح کئی کئی خصم نہیں کرتے۔ ہمارا آقا ایک ہے اور وہ حضور ﷺ ہیں۔ فقط

و ما علینا الا البلاغ

اسے بار بار پڑھیے' سوچیے اور عبرت حاصل کیجیے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ لیکن در خواستیں نہ دیتے پھریئے۔ یہ شیروں کا کام نہیں ہے۔ اگر عبرت حاصل نہ ہو تو اسے پڑھ لیجیے۔ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَ لَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّ لَوْ کَثُرَتْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ [8:الانفال:19]

☆☆☆☆☆

جناب اویسی صاحب بالقابہ و آدابہ کی خدمت میں

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

جناب اویسی صاحب بالقابہ و آدابہ کی خدمت میں

غیر مقلدوں کا اشتہار بخدمت جناب افغانی صاحب دوبارہ رفع الیدین نظر سے گزرا، پڑھ کر تعجب ہوا کہ کیا محبوب سبحانی شاہ جیلانی بھی رفع الیدین کے قائل ہیں ؟ دل میں بڑا غصہ آیا۔ سیدھا غیر مقلدوں کی مسجد میں پہنچا اور حوالہ طلب کیا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ انھوں نے شاہ جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین کے تین نسخے نکالے اور مجھے حوالہ دکھا دیا۔ میں وہ حوالہ جناب کی خدمت میں پیش کر کے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ حوالہ صحیح ہے یا غلط۔۔۔ اگر صحیح ہے تو ہم عمل کیوں نہیں کرتے ؟ پیر تو ہمارے ہیں، ہم کیوں مخالفت کریں۔ اگر غلط ہے تو آپ غیر مقلدوں پر دعویٰ کیوں نہیں کرتے کہ انھوں نے ہمارے پیر پر جھوٹ باندھا ہے۔ جب آپ نے ان کے مولوی وحید الزمان پر جھوٹ باندھا تھا تو انھوں نے دعویٰ کر دیا۔ آپ کو نہیں بخشا۔ آپ بھی معاف نہ کریں آپ بھی ضرور ان پر دعویٰ کریں۔ جو خرچہ ہوگا کمترین ادا کرے گا۔ جواب یہ ہے

وَاَمَّا الْهَيْئَاتُ فَخَمْسٌ وَ عِشْرُوْنَ هَيْئَةً رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَالْاِفْتِتَاحِ وَالرُّكُوْعِ وَ الرَّفْعِ مِنْهُ وَ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ كَفَّاهُ مَعَ مَنْكِبَيْهِ وَ اِبْهَامَاهُ عِنْدَ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ وَ اَطْرَافُ اَصَابِعِهِ مَعَ فُرُوْعِ اُذُنَيْهِ ❶

ترجمہ : نماز کی ہیئتیں پچیس ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اسی طرح رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں اور انگوٹھے اور انگلیوں کے سرے کانوں کی لو اور منہ تک ہوں۔

---

❶ (غنیۃ الطالبین عربی . مصری صفحہ 4 یا غنیۃ الطالبین عربی اردو مطبوعہ کراچی ص 10 غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ بنام تحفہ دستگیر مطبوعہ لاھور ص 21)

جناب اویسی صاحب!
جب
صورت حال
یہ ہے

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

جناب اویسی صاحب! جب صورت حال یہ ہے

جناب اویسی صاحب آپ حنفیہ بریلویہ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ اسی لیے برائے افادہ اصلاح چند ایک معروضات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ضرور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔ بریلویہ کے نزدیک گیارہویں والے پیر سب سے پہلے بڑے پیر ہیں' ان کو پیران پیر کہا جاتا ہے۔ ان کا قدم سب اولیاء کی گردن پر مانا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے وہ کیا کہتے تھے اور آپ کیا ہیں؟ اگر آپ دعویٰ کریں کہ وہ حنفی تھے تو یہ بالکل غلط ہے۔ ان کی کسی معتبر کتاب سے ثابت کریں کہ وہ حنفی تھے۔ اگر وہ حنفی نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے تو کیا حنفیت میں کوئی نقص ہے یا ان کے علم و فہم میں کوئی قصور تھا جو وہ حنفیت پر ایمان نہیں لائے؟ بلکہ اس کے سخت خلاف تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین سے ثابت ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ وہ حنفی نہ ہونے کے باوجود ولایت کے اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے جہاں آج تک کوئی حنفی نہیں پہنچ سکا۔ آپ کے عقیدے کے مطابق وہ ولی کامل و اکمل تھے اور کشف وسلوک کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے۔ علم ما کان و ما یکون کے مالک تھے۔ جو علم کلی رکھتے ہوئے پیران پیر کو حنفیت پسند نہ آئی اور وہ حنفی نہ بنے تو ماننا پڑے گا کہ وہ حنفیت کو جو آپ کا مذہب ہے ٹھیک نہیں سمجھتے تھے۔ اب یا تو پیران پیر کی عظمت کا انکار کریں اور غوث الاعظم کہنا چھوڑ دیں یا حنفیت سے توبہ کریں۔ کہیے بات انصاف کی ہے یا نہیں؟ اعمال میں سب سے بڑا اور اہم عمل نماز ہے۔ اسی کا سب سے پہلے حساب ہوگا۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْظَرُ فِيهِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ نُظِرَ فِيمَا بَقِيَ مِنْ عَمَلِهٖ وَاِنْ لَمْ تُقْبَلْ لَمْ يُنْظَرْ فِي شَيْءٍ مِّنْ عَمَلِهٖ [1]

بندے کے اعمال میں سے پہلے نماز ہی کو دیکھا جائے گا اگر وہ قبول ہوگی تو باقی اعمال پر نظر کی جائے گی ورنہ نہیں۔

جب نماز اتنی اہم ہے تو اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ گیارہویں والے پیر کی نماز

---

[1] (مؤطا: کتاب الصلوۃ' باب جامع الصلوۃ)

کیسی تھی اور آپ کی کیسی ہے ؟ کیا وہ حنفی نماز پڑھتے تھے یا کوئی اور۔ اور دنیا کا کوئی عالم یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ حنفی نماز پڑھتے تھے۔ جب وہ حنفی نماز نہیں پڑھتے تھے تو بتائیے پیر جیلانی کا طریقہ نماز درست تھا یا آپ کا۔ اگر پیر جیلانی کا طریقہ نماز درست ہے تو آپ کی نمازیں ٹھیک نہیں۔ اگر آپ کا طریقہ نماز یعنی حنفی نماز درست ہے تو پھر بڑے پیر کی نمازیں ٹھیک نہیں۔ لیکن چونکہ آپکا عقیدہ ہے کہ پیر جیلانی سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی نمازیں درست نہیں۔ پیر صاحب کی نمازیں تو معیاری تھیں۔ اب یا تو گیارہویں والے پیر کی پیری کا انکار کریں یا پھر اپنی نمازوں کو بدل کر پیر کی نمازوں کے مطابق بنائیں۔ مثال کے لیے یہ پانچ مسئلے ہیں۔ بتائیے ان میں قادری حنفی کس کی مانے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کی یا شاہ عبدالقادر جیلانی پیران پیر دستگیر کی۔

1--شاہ جیلانی فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت ایک مثل سے دو مثل تک ختم ہو جاتا ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔ اب یا پیر صاحب کی نمازیں نہیں ہوئیں کیوں کہ وقت سے پہلے پڑھی گئیں یا حنفیوں کی ساری نمازیں قضا ہوتی ہیں۔ کیوں کہ وقت کے بعد پڑھتے ہیں۔

2--شاہ جیلانی فرماتے ہیں کہ الحمد شریف اور درود نماز کے رکن ہیں ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حنفی مذہب کہتا ہے کہ ہو جاتی ہے۔ نہ الحمد نماز کا رکن ہے اور نہ درود شریف۔ یہ فرض بھی نہیں۔ چہ جائیکہ رکن ہوں۔ یہ صرف واجب ہیں۔ اگر نہ بھی پڑھی جائیں سجدہ سے کام چل جائے گا۔

3--شاہ جیلانی فرماتے ہیں جنازے میں الحمد شریف پڑھی جائے حنفی مذہب کہتا ہے نہ پڑھی جائے۔ کس کی مانی جائے ؟

4--شاہ جیلانی کے نزدیک بارش میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے، حنفی مذہب میں ناجائز ہے۔

5--شاہ جیلانی فرماتے ہیں نماز کے رکن (فرض) پندرہ (15) ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں فرض سات۔ امام صاحب کے شاگرد فرماتے ہیں نہ پندرہ نہ سات صرف چھ۔

پیران پیر کا مرید کس کی مانے؟

یہ تو صرف نمونہ کے لیے پانچ مسئلے عرض ہیں ورنہ اصول و فروع میں عقائد و اعمال میں اتنا اختلاف ہے کہ ایک حنفی مقلد گیارہویں والے پیر کو مان ہی نہیں سکتا۔ اگر پیر مانے تو حنفیت جاتی ہے اور اگر حنفیت کو مانے تو دستگیری جاتی ہے۔

اویسی صاحب! جب صورت حال یہ ہے تو آپ بتائیں پیران پیر کو ماننے والے حنفی کدھر کو جائیں؟ محمدی وہ اس لیے نہ بنے کہ حنفی تھے۔ اب حنفیت بھی پیران پیر کی مخالفت سے خطرے میں پڑ گئی۔ اب تو پلے کچھ نہ رہا۔

اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
خدا ہی ملا نہ وصال صنم

☆☆☆☆☆

عیسٰی اور اویسی کی اشتہار بازی

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناظرین کرام!

متعجب ہوں گے کہ یہ اشتہار بازی کیسی؟ لیکن جو عیسیٰ اور اویسی کے کردار سے واقف ہیں ان کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہیں' وہ جانتے ہیں کہ بے پر کی اڑانا اور ایسے جھوٹے اشتہار نکالنا ان کا پرانا مذہب ہے' یہ کوئی ان کی پہلی اشتہار بازی نہیں' اس سے پہلے بھی وہ 'دوست محمد قریشی کا فرار'۔۔۔ ''عبدالستار تونسوی بھاگ گیا'' کی قسم کے اشتہار نکالتے رہے ہیں۔ جب اس میں ہی ان کی کمائی ہے تو وہ یہ کام کیوں نہ کریں۔ تخریب کاری ان کا مشن ہے' انتشار پیدا کرنا اور منافرت پھیلانا ان کا پیشہ ہے اور کیچڑ اچھالنا ان کا ''محبوب مشغلہ'' ان کی ساری زندگی ایسی حرکتوں میں گزری ہے' وہ لٹریچر جو انھوں نے شائع کیا ہے اس پر شاہد عدل ہے خاص کر عیسیٰ کا رول تو بہت گھناؤنا ہے۔ وہ ایک سے پیسے کھا کر دوسرے کے خلاف لکھتا ہے۔ اسے چند ٹکے دے کر جس کے خلاف مرضی ہو لکھوا لو۔ وہ ایک فرقہ کے خلاف لکھ کر دوسروں سے پیسے بٹورتا ہے۔ کبھی محبّ صحابہ بن کر شیعوں کے خلاف زہر اگلتا ہے اور کبھی حب اہل بیت ظاہر کر کے اہل سنت کے خلاف' کبھی جماعت اسلامی کا رکن رکین بن کر پیسے کماتا ہے۔ کبھی جماعت اسلامی کا مخالف ہو کر پیسے کھاتا ہے۔ آٹھ دس کتابچے جو اس نے لکھے ہیں اس کی سیاہ کاریوں کا بین ثبوت ہیں۔ جب اس نے بریلویوں' خاص کر اویسی کے خلاف کتابچہ لکھا تو ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اویسی کا ماضی و حال اور خاص کر اس کے ''پکا لاڑاں'' کے افعال سے خوب واقف ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اسے فلاں مسجد سے کن حرکات کی وجہ سے نکالا گیا۔ اگر اہل حدیث میری مدد کریں تو میں اس کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں گا۔ چوں کہ ہماری جماعت ایسی کمینی حرکتوں کو پسند نہیں کرتی اس لیے اسے منہ نہ لگایا۔ میں نے خود اسے پیسوں کی خاطر چکر لگاتے اور جامعہ اہل حدیث کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ یہ عیسیٰ پیسوں کی خاطر عبداللہ صاحب کے پیچھے نمازیں پڑھتا اور درسوں میں شریک ہوتا تھا۔ آج وہی اویسی کے منبر سے عبداللہ صاحب کو گالیاں دیتا ہے۔ یہی دیوبندی عیسیٰ اویسی کے خلاف کتابچے لکھتا تھا اور اسے اخلاق سوز حرکات کا مرتکب گردانتا ہے۔ آج وہی دیوبندی عیسیٰ چند ٹکوں کی خاطر بریلوی اویسی کی کفش برداری

کرتا ہے۔

حضور علیہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا

طَئِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَ اِنْ لَّمْ یُوْتَی سَخِطَ ❶

طالب دینار و درہم پر پھٹکار ہو اس کا بھی کیا کردار ہے۔ اگر اسے کچھ دے دیا جائے تو راضی ورنہ ناراض۔

عیسیٰ کو جب اہل حدیث سے کوئی خیرات نہ ملی تو بگڑ گیا اور عبداللہ صاحب اور جماعت کے خلاف زہر آلودہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ ناظرین یہ اشتہار بازی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اب عیسیٰ کا حال یہ ہے کہ وہ عبداللہ صاحب کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ کبھی الٹا سیدھا خط لکھ دیتا ہے، کبھی عبداللہ جواب دو نامی پمفلٹ شائع کرتا ہے۔ کبھی مناظرے اور مقابلے کے لیے للکارتا ہے۔ غرض کہ فساد پر آمادہ ہے اور اب اس نے ایک فرضی مناظرے کا ڈھونگ رچا لیا ہے اور اویسی کی مدد سے اشتہار نکال دیا ہے کہ میں نے عبداللہ کو ہرا دیا اور لاجواب کر دیا۔ حالانکہ کہاں مناظرہ اور کہاں بے چارہ عیسیٰ پینٹر۔! عیسیٰ کو مناظرے سے کیا نسبت؟ ایسا کون عقل مند ہے جو ﴿ فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا﴾ [4:النساء:78] کے صحیح مصداق عیسیٰ سے مناظرہ کرے۔ مناظرے کے لیے صحیح علم و فہم اور درست ہوش و حواس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جو ہو ہی صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ کی قسم سے وہ کیا مناظرہ کرے گا۔ اگرچہ عیسیٰ عرصے سے درپے فساد ہے لیکن ہماری جماعت نے اسے مرفوع القلم سمجھا۔ اس کا کبھی نوٹس نہیں لیا۔ اب جب کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ عیسیٰ نہیں بلکہ اویسی ہے جو عیسیٰ کی زبان سے بول رہا ہے تو ہمیں نوٹس لینا پڑا۔ اس لیے میں بحیثیت ناظم اویسی اور عیسیٰ دونوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ جس فرقہ ورانہ آگ کو مشتعل کر رہے ہیں اس

---

❶ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ص 232 رقم 2886-2887.. و کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال، ص 540 رقم 6435 ... ابن ماجة، ابواب الزهد، باب فی المكثرین، ص 2728 رقم 4135)

میں وہ خود جل جائیں گے۔ لہذا باز آجائیں اور اشتہار بازی کو بند کر کے مہذبانہ طریقے سے اپنے مسلک کی تبلیغ کریں۔ اپنے مذہب اور مسلک کی تبلیغ زبان سے یا قلم سے اس کا ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ اس کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا لیکن الزام تراشی صحیح نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے چیلنج نہیں کیا' میں پوچھتا ہوں کہ اشتہار نکالنے میں پہل کس نے کی؟ "عبداللہ جواب دو" والا پمفلٹ کس نے نکالا اور پانچ سو روپے کا انعامی چیلنج کس نے کیا؟ اب چیلنج سے انکار صریحا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ اصل میں جھوٹ بولنا اویسی صاحب کی عادت مستمرا ہے۔ یہ ان کا کوئی پہلا جھوٹ نہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ عدالت میں جھوٹ بول چکے ہیں۔ جس کو ان کے تمام معتقدین بخوبی جانتے ہیں۔ اویسی صاحب نے پہلے "غیر مقلدین اور ان کے دلچسپ مسئلے" نامی پمفلٹ اپنے نام اور مکتبہ سے شائع کیا۔ جب غیر مقلدین نے بھی دلچسپی لی اور مقدمہ کر دیا اور اویسی صاحب کو اگلا جہان نظر آنے لگا تو صاف جھوٹ بول دیا کہ یہ رسالہ میرا نہیں۔ اویسی صاحب کو مسئلے تو دلچسپ نظر آئے لیکن جب ثبوت دینے کا وقت آیا تو دلچسپی جاتی رہی اور صاف مکر گئے۔ اویسی صاحب نے عبداللہ صاحب پر تکفیر بازی کا الزام بھی لگایا ہے حالانکہ یہ صریحا جھوٹ ہے۔ یہ جھوٹ بھی وہ اس لیے بولتے ہیں کہ ان کے جرم تکفیر بازی پر پردہ پڑا رہے' ورنہ ہم کسی مسلم کی تکفیر کب کرتے ہیں؟ یہ مشغلہ تو اویسی صاحب کا ہے۔ جس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اویسی صاحب نے حال ہی میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ "کافر بریلوی یا دیوبندی" اس میں اس نے ثابت ہی یہ کیا ہے کہ دیوبندی کافر ہے۔ چنانچہ اویسی صاحب پہلے صفحے پر ہی تحریر فرماتے ہیں کہ رسالہ ھذا میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی فرقہ اپنے اقوال سے خود کافر ہے۔ اویسی صاحب کا یہ کہنا کہ امن کو خطرہ ہم سے ہے' بالکل غلط ہے۔ ہماری جماعت کوئی کام ایسا نہیں کرتی جو غیر آئینی ہو۔ یہ عیسٰی اور اویسی ہی ہیں جو امن سوز حرکتیں کرتے ہیں۔ عیسٰی اور اویسی ہزار جھوٹ بولیں۔ انتشار اور بدامنی پھیلانے کے مجرم یہی ٹھہریں گے کیوں کہ ان کا یہ جرم ان کے ریکارڈ سے ثابت ہے۔ میں اویسی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ رسالہ گورنمنٹ نے ہمارا ضبط کیا یا آپ کا۔ جب رسالہ گورنمنٹ نے آپ کا ضبط کیا کہ امن کے لیے آپ

لوگ خطرہ ہیں عبداللہ نہیں۔ اویسی صاحب آپ کا حال بھی عجیب ہے، خود ہی آگ لگاتے ہیں اور خود ہی خطرے کی گھنٹی بجاتے ہیں اور خود ہی چوری کرتے ہیں خود ہی چور چور کی دہائی دیتے ہیں۔ اویسی صاحب لوگ آپ کو مولوی کہتے ہیں۔ آپ کا تعلق مذہب سے ہے سیاست سے نہیں۔ آپ جھوٹ بولتے ہیں اور سیاسی چالیں چلتے ہیں۔ دین کی تبلیغ ایسے نہیں ہوتی اور نہ ہی مولوی کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولے اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرے۔

خداوند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اویسی صاحب آپ خوش نہ ہوں کہ عیسیٰ آپ کے ہتھے چڑھ گیا ہے اور آپ اسے جیسے چاہتے ہیں جائز ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ یہ گٹھ جوڑ ﴿تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيعًا وَّ قُلُوبُهُمۡ شَتّٰى﴾ [الحشر:59: 14] والا گٹھ جوڑ ہے جو کبھی نہ رہے گا۔ کیوں کہ دونوں کے دل ایک نہیں۔ یہ حب علیؓ نہیں، بغض معاویہؓ ہے، جو آپ کا کلک بن گیا ہے۔ آپ کے دل بھی مختلف، قبلے بھی مختلف۔ اگر ایک بریلوی ہے تو دوسرا دیوبندی۔ دل میں آپ اسے کافر ہی کہتے ہیں وہ آپ کو۔ آپ نے حال ہی میں جو رسالہ ''کافر بریلوی یا دیوبندی'' شائع کیا ہے اور جس میں بڑے اخلاص کے ساتھ آپ نے ثابت کیا ہے کہ دیوبندی کافر ہے، عیسیٰ کی نظروں سے اوجھل نہیں۔ ٹھیک ہے کہ اللہ نے اس کے کان لے لیے ہیں اور اسے سنتا نہیں لیکن اس کی آنکھیں تو ہیں۔ آنکھوں پر تو پردہ نہیں آیا۔ اسے نظر تو آتا ہے کہ اویسی نے اپنے رسالے میں دیوبندیوں کو کافر ثابت کیا ہے۔ کیوں نہ وہ دل ہی دل میں خون کے آنسو روتا ہوگا۔ لیکن کیا کرے پلے پیسے نہیں۔ اور پیسے کی خاطر ہی وہ آپ سے ملا ہوا ہے۔ جونہی اسے دیوبندی ایڈ مل گئی، وہ ریڈ کر دے گا اور ایسا ریڈ کرے گا کہ آپ کی ٹیڈ ہو جائے گی۔ پھر وہ فاتحانہ انداز میں کہے گا کہ میں نے اویسی کی ایسی کی تیسی کر دی۔ اگرچہ کسی عالم کی ایسی تیسی کرنا ٹھیک نہیں۔ چہ جائیکہ علامہ اویسی کی ایسی تیسی ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ عیسیٰ ہی ایسا ہے، جس کا اس نے کھایا اس کی اس نے ضرور ایسی تیسی کی۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

سنتا اسے ویسے نہیں۔ دیکھتا وہ خود نہیں۔ اسے نہیں معلوم کہ یہ میرا محسن ہے ' بے عزتی وہ ہر ایک کی کر دیتا ہے۔ اس کے بھوکے بے وفا قلم سے نہ مودودیؒ بچا' نہ ہزاروی' نہ شیعہ بچا نہ سنی۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ نہ ایسا نہ ویسا۔ پھر اویسی کیسے بچ جائے گا۔ وہ جہاں کھائے بقول آپ کے وہیں پاخانہ کرے گا۔ بلی تو پاخانہ کر کے مٹی ڈال دیتی ہے۔ آپ کا یار آپ کی جھولی میں ڈالے گا۔ تیار رہیں۔ آپ خوش نہ ہوں کہ وہ آپ کے داتا ڈالنے سے آج عبداللہ صاحب کو عبداللہ بن ابی اور نور دین کہتا ہے' کل کو اگر اسے کوئی دیوبندی سخی سرور مل گیا تو وہ ضرور آپ کو ابوجہل' اور ابولہب بلکہ ان کا باپ بتائے گا اور آپ سے زیادہ قوی دلائل سے ثابت کرے گا کہ آپ کا کفر ان کے مقابلے میں سہ آتشہ ہے۔ کیوں کہ آپ کا معاملہ ان سے بہت آگے ہے۔ لہٰذا اویسی صاحب جو کچھ کیا کریں سوچ سمجھ کر' انجام کو دیکھ کر کیا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر پچھتانا پڑے کہ ہائے میں نے یہ حماقت کیوں کی۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

☆☆☆☆☆

اہل سنت کی دعوت

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت کی دعوت

میں اہل سنت والجماعت ہوں اور تھا اور اللہ کرے کہ رہوں' لیکن اصلی' نقلی نہیں' جیسے آج کل نقلی سید' اصلی سیدوں پر غالب ہیں۔ ایسے ہی آج نقلی اہل سنت اصلی اہل سنتوں پر چھا گئے ہیں۔ اس لیے اصلی اہل سنت آج کل خال خال نظر آتے ہیں اور نقلی اہل سنت ہر جا۔ اللہ تمام مسلمانوں کو اصلی اہل سنت بنائے اور نقلی اہل سنتوں سے بچائے۔ اجب امام ابو حنیفہؒ جیسے اصلی اور مثالی اہل سنت کو دیکھا جاتا ہے تو آج کل کے بڑے بڑے علامہ بھی نقلی نظر آتے ہیں۔

اویسی صاحب چونکہ آپ بھی بہت بڑے علامہ ہیں' بڑے فخر و مباہات سے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ اویسیہ رضویہ' قادریہ وغیرہ وغیرہ پتا نہیں کتنے سلسلوں سے آپ منسلک ہیں' بیعت دینا آپ کا مذہب ہے' میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا بیعت لینے دینے کا یہ سلسلہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں بھی جاری تھا؟ جب تک امام ابو حنیفہ صاحب کامل نہیں تھے' ان کا پیرو مرشد کون تھا؟ وہ کس سے بیعت تھے۔ جب کامل ہو کر مسند پر جلوہ افروز ہو گئے تو انھوں نے بیعت لے کر کس کس کو مرید بنایا اور کس کو خلیفہ مجاز۔؟

پھر امام صاحب کے بعد ان کے شاگردان رشید امام ابو یوسف' امام محمد وغیرہ بھی مرید بناتے اور بیعت لیتے تھے یا نہیں؟ اصحاب ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ' امام ابو یوسفؒ' امام محمدؒ میں سے کسی نے اگر یہ کام کیا ہو تو اس کا مستند ثبوت دیں اور اگر کسی نے بھی یہ کام نہیں کیا جیسا کہ ظاہر و باہر ہے تو آپ کیوں کرتے ہیں؟ کیا یہ حنفیت ہے؟ یہ کیسا عجیب تضاد ہے کہ حنفی دنیا تو ساری پیری مریدی کے چکر میں ہو اور ان کے اماموں کو اس کا پتا تک نہ ہو۔ کیا ان ائمہ کو اس مسئلہ کا علم نہ تھا یا پیری مریدی اس وقت کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اگر ان کو اتنے بڑے مسئلہ کا علم نہیں تھا تو وہ امام کیسے؟ اور اگر یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا تو ایسی بدعت کرنے والے آپ حنفی کیسے؟ امام ابو حنیفہؒ سے اگر یہ پیری مریدی ثابت نہیں تو کیا اہل سنت کے چاروں

اماموں میں سے کسی سے ثابت ہے؟ اگر چاروں میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں اور یقیناً ثابت نہیں تو پھر پیری مریدی کرنے والے آپ لوگ اماموں کے منکر ہوئے یا نہیں؟ اگر آپ کہیں کہ بیعت تو حضور ﷺ بھی لیتے تھے یہ تو سنت نبوی ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سنت ہے تو کس کس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس سنت پر عمل کیا اور کس کس نے بعد میں؟ اگر یہ سنت ہے تو اماموں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سنت ہو اور صحابہؓ اور ائمہ اس پر عمل نہ کریں۔ اب آپ کو چاہیے کہ یا اصحاب رسول مقبول ﷺ اور ائمہ اربعہ سے اس پیری مریدی کو ثابت کریں ورنہ اہل سنت والجماعت کے پاک نام کو ترک کر دیں تاکہ یہ مقدس نام تو بدنام نہ کرو۔ آپ تو جو ہیں سو ہیں۔

آپ اور آپ کے سلسلے کے تمام علما مسلکاً حنفی ہیں اور مشرباً چشتی' قادری' سہروردی۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کا مسلک حنفی ہے تو مشرب حنفی کیوں نہیں؟ کیا امام صاحب کا مشرب صحیح نہیں تھا یا اس میں کامل نہیں تھے تو وہ امام کیسے بن گئے۔ جس کا مشرب صحیح نہ ہو تو وہ صحیح مسلمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ کہ وہ امام ہو۔ جب عقائد مسلک اور مشرب دین کا لازمی جزو ہیں اگر ان میں سے ایک بھی صحیح نہ ہو تو دین صحیح نہیں ہوتا اور پھر یہ بھی مسلم ہے کہ ان تینوں کا سرچشمہ بھی ایک ہے۔ یعنی مسلک' مشرب اور عقائد میں سب کا ماخذ صرف قرآن و حدیث ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ مشرب اور عقائد میں آپ نے امام ابو حنیفہؒ کو چھوڑ دیا۔ کیا مشرب اور عقائد میں امام صاحب کامل نہ تھے۔ اگر کامل نہ تھے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ قرآن و حدیث میں کامل نہ تھے' کیوں کہ یہ قرآن و حدیث سے ہی تو مستنبط ہیں۔ جب امام صاحب قرآن و حدیث سے اپنے مشرب اور عقائد کو کماحقہ اخذ نہ کر سکے تو انھوں نے فقہی استنباط کیا کیا ہو گا اور اس کا کیا اعتبار ہو گا؟ جب آپ نے امام صاحب کے عقائد اور مشرب کو قبول نہیں کیا بلکہ عقائد میں "ماتریدی" اور مشرب میں قادری چشتی وغیرہ بن گئے تو ان کے مسلک کو کیوں قبول کر لیا۔ حال آنکہ عقائد مشرب و مسلک پر مقدم ہیں۔ عقائد بنیاد ہیں باقی سب اس کی فرع۔ اگر آپ کہیں امام صاحب

مشرب و مسلک پر مقدم ہیں۔ عقائد بنیاد ہیں' باقی سب اس کی فروع۔ اگر آپ کہیں امام صاحب کو مشرب و عقائد میں امامت کا درجہ حاصل تھا تو میں کہوں گا یہ بالکل درست ہے' لیکن پھر آپ مشرب و عقائد میں ان کو چھوڑ کر آدھے تیتر آدھے بٹیر یعنی چشتی' حنفی' قادری حنفی کیوں بن گئے۔ خالص حنفی کیوں نہ رہے' کہ مشرب بھی حنفی ہوتا اور مسلک بھی حنفی اور عقائد بھی حنفی۔ کیا صرف اس لیے کہ خالص حنفیت میں بدعات کی وہ کھل کھیل نہیں جو مختلف ناموں کے تحت مل سکتی ہے۔

آخر یہ وقت آنا تھا حضور ﷺ نے سچ فرمایا کہ:

((وَ اِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي اُمَّتِي اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارٰى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَ لَا مَفْصِلٌ اِلاَّ دَخَلَهُ)) ❶

میری امت میں ایسی جماعتیں ضرور پیدا ہوں گی کہ ان میں بدعات اور خودساختہ دین کا مرض اس طرح سرایت کر جائے گا جیسے پاگل کتے کے کاٹے کا مرض تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے کہ کوئی رگ اور جوڑ اس سے نہیں بچتا۔ یہی حال آج کل کے اہل سنت کا ہے کہ بدعتوں سے ان کا دل بھرتا ہی نہیں۔ نت نئی بدعت گھڑتے ہیں' اول تو یہ تقلید خود بدعت ہے' لیکن اگر خالص حنفیت ہی رہتی تو بھی اتنی بدعات کبھی نہ آتیں جو اب ہیں۔ چونکہ مزاج میں بدعت سرایت کر گئی ہے اس لیے اب سادہ حنفیت پر قناعت نہیں ہوتی بلکہ چشتی قادری' اویسی' رضوی وغیرہ پتا نہیں کیا کچھ بنتے ہیں اور ذکر و سلوک کے نام پر ایسی ایسی بدعتیں کرتے ہیں جو کہ امام صاحب کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔

اویسی صاحب عیسیٰ کو تو چھوڑیں اس کا تو ذکر ہی کیا کرنا ہے وہ بے چارہ تو مرفوع القلم اور طفیلی محض ہے۔ آپ بتائیں یہ ذکر کی ضربیں یہ یا علی کے نعرے' یہ ادرکنی اور اغثنی کے نالے' امام صاحب بھی لگایا کرتے تھے یا آپ کا ہی حصہ ہیں۔ اگر یہ آپ ہی کا حصہ ہیں تو خدارا! اس وقت سے ڈریئے جب آپ کے معتقد ﴿رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا

❶ (مشکوۃ 61/1' کتاب الایمان 'باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ 'رقم 172 .. ابوداؤد 'کتاب السنۃ' باب شرح السنۃ 'ص 1061' رقم 4597)

ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾[7:الاعراف:38] کہ "ر فریادیں کریں گے۔ اور اللہ ﴿ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [7:الاعراف:38] کہ کر داخل کرے گا۔

میں آخر میں اپنے اہل سنت بھائیوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ خدارا! ہر ذکر، ہر فکر، ہر عمل سے پہلے دیکھ لیں کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت بھی ہے کہ نہیں۔ اللہ کے ہاں ثواب نبیؐ کی پیروی میں ہے، عمل میں نہیں۔ عمل تو تھوڑا ہو یا بہت اگر سنت کے مطابق ہے تو اجر ہے ورنہ زجر۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی غلط محبت میں ہی تو مارے گئے۔ نام عیسیٰ کا چومتے رہے اور مرضی اپنی کرتے رہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ﴾[57:الحدید:27] عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے رہبانیت کی بدعت گھڑ لی حالانکہ ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ چنانچہ وہ روسیاہ ہو گئے۔ آج ہمارا حال بھی ایسا ہی ہے، ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، لیکن صرف نام کی حد تک۔ باقی کام اپنے کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ حضور ﷺ کا طریقہ کیا تھا اور ہم کیا کرتے ہیں؟ اگر ہم ذرا بھی غور کریں تو بہت سی بدعات سے بچ جائیں۔ صرف اتنی سی ضرورت ہے کہ اپنے مولوی سے کہیں یا حضرت جو آپ فرماتے ہیں مجھے ذرا دکھا دیں قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے، ہمیں نہ تو فرقوں کے پیچھے جانا ہے، نہ مولویوں کے۔ یہ سب اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ بریلوی فرقہ ہندوستان میں بنا ہے، وہابی عرب میں۔ ہمیں کسی کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ ہمیں قرآن و حدیث کو لینا چاہیے۔ دین تو نہ عبداللہ وہابی کا ہے، نہ اویسی بریلوی کا۔ دین تو اللہ کے رسول ﷺ کا ہے جو عرب سے آیا ہے، جو اللہ کے رسولؐ کہیں وہ دین ہے، جو عبداللہ اور اویسی کہیں وہ دین نہیں۔ ہمیں نہ عبداللہ سے دشمنی، نہ اویسی سے بغض۔ ہمیں تو حق سے سروکار ہے۔ میں تو خدا کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اصلی اہل سنت بننے کی توفیق دی ورنہ پہلے میرا حال بھی ایسا ہی تھا۔ مجھے اویسی صاحب سے عقیدت تھی لیکن عبداللہ صاحب سے بھی نفرت نہ تھی۔ میں اویسی صاحب کا درس بھی سنتا تھا اور عبداللہ صاحب کی مجلس میں بھی چلا جاتا تھا۔ لیکن میرے عقائد وہی تھے جو رسمی طور پر عام اہل سنت کے ہوتے ہیں۔ میں اہل سنت تھا، لیکن اہل سنت کی حقیقت سے واقف نہ تھا۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی مسلمان ہے۔

ایک دفعہ میں عبداللہ صاحب کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی جو غالباً حاصل پور کا تھا اس نے آکر ایک پرچہ نکالا جس پر اویسی صاحب کی کچھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ اس نے سوال کیا آپ تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ بشر تھے' میں اویسی صاحب سے یہ حدیثیں لکھوا کر لایا ہوں' ان میں تو صاف ہے کہ حضور پرنور کا سایہ نہیں تھا۔ لہٰذا وہ بشر بھی نہ تھے۔ عبداللہ صاحب نے کہا کہ آپ اویسی صاحب سے پوچھیں ان حدیثوں کا امام ابو حنیفہؒ کو علم تھا کہ نہیں؟ اگر تھا تو امام صاحب سے تصدیق کروائیں کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ پھر ان سے استدلال کریں۔ اگر علم نہیں تھا تو پھر ان حدیثوں کا کیا اعتبار۔ جس حدیث کو مقلد لیے پھرے اور اس کے امام کو اور پھر امام بھی امام اعظم' اس کا پتا نہ ہو تو وہ بھی کوئی حدیث ہوگی۔ لہٰذا آپ جا کر پہلے تحقیق کریں پھر بات کریں گے۔ وہ شخص پڑھا لکھا تھا۔ اتنی بات سن کر چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے کہا اب کیا خیال ہے' چلنا ہے اویسی صاحب کے پاس۔ اس نے کہا ضرور۔ میں تو ضرور جاؤں گا۔ ہم دونوں اویسی صاحب کے پاس پہنچے اور بات کی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اویسی صاحب بات سنتے ہی کٹ گئے اور پھر فوراً ہی آؤٹ ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ اتنا بڑا علامہ لیکن اتنی جلدی کٹ آؤٹ ہو گیا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کیوں کیسی رہی؟ اس نے کہا خاک بھی نہ رہی۔ اویسی صاحب نے تو کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ الٹے ناراض ہو کر چلے گئے۔ خیر وہ شخص تو چلا گیا لیکن میری سمجھ میں بات آگئی کہ ہم نہ اصلی حنفی ہیں اور نہ اصلی اہل سنت۔ اصلی حنفی تو تب ہوں جب ہر لحاظ سے امام ابو حنیفہ صاحب کے نقش قدم پر چلیں اور اصلی اہل سنت اس وقت ہوں جب ہر قول و فعل میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کریں اور ہم میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اصلی اہل سنت بنیں۔ اس کے بغیر نجات نہیں۔ کیوں کہ یہی اصل اسلام ہے۔ اس لیے میں نے شرک و بدعت سے توبہ کی اور اہل سنت بن گیا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اصلی اہل سنت بنائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔

منجانب

خادم اہل سنت

اہل سنت کا امتحان

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

اہل سنت کا امتحان

1- سنی بھائیو!

محرم کا حرمت والا مہینہ آ گیا۔ صحیح حدیثوں سے صرف اتنا ثابت ہے کہ اس ماہ میں روزے رکھے جائیں' خاص کر عاشورہ کا جس سے ایک سال قبل کے گناہ معاف ہوتے ہیں' دسویں کے ساتھ اگر نویں کا روزہ بھی ملا لیا جائے تو بہت بہتر ہے۔

یہ مہینہ کوئی نیا نہیں' یہ حضور علیہ السلام پر بھی آیا کرتا تھا اور صحابہؓ پر بھی' تابعین پر بھی آیا کرتا تھا اور ائمہ کرام پر بھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اسے کیسے گزارتے ہیں؟ سنت رسول' سنت خلفائے راشدین اور طریقہ ائمہ کرام کے مطابق بکثرت روزے رکھ کر یا شیعہ کی طرح تابوت پیٹ کر۔ تابوت نکالنا اور تابوت پیٹنا شیعہ کے نزدیک جائز ہو تو ہو' لیکن اہل سنت کے نزدیک قطعاً جائز نہیں' بلکہ حرام ہے۔

2- اگر آپ اہل سنت ہیں

اگر آپ اہل سنت ہیں تو سوچیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو آپ نے سید الشہداء کا خطاب دیا تھا' شہید ہوئے آپ کے عم زاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور دیگر بڑے بڑے صحابہؓ بھی آپ کے سامنے شہید ہوئے لیکن کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی خلیفے نے کبھی کسی شہید کی تربت بنائی اور اس کا جلوس نکالا۔ کبھی شاہراہوں پر یوں ماتم کیا اور سینہ کوبی کی۔ کبھی عشرہ محرم میں سیاہ کپڑے پہنے اور حلال چیزوں کو یوں اپنے اوپر حرام کیا۔ کبھی غیر اللہ کی منتیں اور نذریں مانیں۔ کبھی شبیہوں کو سجدے کیے یا کرائے؟ کبھی شہیدوں کے نام کی سبیلیں جاری کیں؟ آخر کون سا کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ میں کیا اور آپ اس کی پیروی کر کے اہل سنت کہلانا چاہتے ہیں۔

3- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت 61ھ میں ہوئی' اس کے انیس سال بعد

80ھ میں امام ابو حنیفہؒ پیدا ہوئے 150ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اس ستر سال کی عمر میں آپ نے نہ کبھی خود تعزیہ داری کی نہ کسی کو حکم دیا۔ آخر کیوں ؟ کیا امام صاحب کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت سے محبت نہ تھی ؟ کیا امام صاحب کو شہید کربلا کی شہادت کا غم نہ تھا' یا کیا امام صاحب کے دل میں آپ جیسی دین کی تڑپ نہ تھی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ امام صاحب نے کبھی عشرہ محرم نہیں منایا اور آپ ہر سال مناتے ہیں۔

4-اے حنفی ہونے کا دعویٰ کرنے والے!

آخر محرم کی ان رسومات میں سے وہ کون سی رسمیں ہیں جو امام صاحب نے کیں اور آپ ان کی تقلید کر کے حنفی کہلانا چاہتے ہیں۔ کیا سنی اور حنفی ہونے کے یہی معنی ہیں کہ نہ رسول کی پرواہ' نہ امام کی اور جو دل میں آیا کرتے گئے۔ کیا اسی بات پر اپنے اہل حدیث بھائیوں کو جو رسول ﷺ کی سنت اور اماموں کے طریقوں پر چلتے ہیں "غیر مقلد" "اہل سنت سے خارج' اماموں کے منکر' کے خطابات سے نوازتے ہو' آخر یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اہل حدیث اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ کی سنت کے مطابق رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے شیعہ کہہ دیں اور خود خواہ سارا محرم ماتم کریں' تعزیے نکالیں تو سنی کے سنی رہیں اور آپ کی سنیت میں ایک انچ کا بھی فرق نہ آئے۔

5-اہل سنت بھائیو!

اگر صحیح معنوں میں اہل سنت ہو تو سنت رسولؐ کو دیکھو۔ سنت کی پیروی کرنا ہی اہل سنت بنتا ہے۔ یہی اماموں کا مسلک تھا اور یہی ان کی تبلیغ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار نہیں' وہ کسی کا بھی وفادار نہیں۔ نبی ﷺ کا اتباع ہی اصل میں ائمہ کا اتباع ہے۔ محرم میں سنت رسولؐ روزے رکھنا ہے' تعزیے بنانا اور نکالنا نہیں۔ لہذا تعزیے کے جلوسوں میں نہ خود جاؤ' نہ اپنے بیوی بچوں کو جانے دو۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اگر سنت رسولؐ کے مطابق عورتیں جمعہ اور عید کے لیے گھر سے باہر نکلیں تو علما ناراض ہو جائیں اور کہیں کہ حنفی فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن اگر وہی عورتیں تعزیے

کی رونق کو دوبالا کریں تو کان پر جوں تک نہ چلے۔

6-اے گروہ علما!

خدارا!! اٹھو' اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرو' اپنے مقام کو پہچانو' یہ منبر اور یہ مصلے جن کی وجہ سے آپ کی عزت ہے' آپ کے نہیں' اللہ کے رسول ﷺ کے ہیں اور آپ نائب رسولؐ ہیں۔ اپنے اندر وہ کردار پیدا کرو جو رسول مقبولؐ کا تھا۔ حق کو حق کہو اور باطل کو باطل ۔ مقتدی خواہ ناراض ہوں یا راضی آپ کا مقصد دین محمدیؐ کی تبلیغ ہے۔ دنیا نہیں' دنیا دنیا داروں کے لیے ہے' آپ کے لیے آخرت ہے۔ قیامت کے دن مقتدی تو جہالت کا عذر کر کے اپنی جان چھڑا لیں گے لیکن آپ کو بہت مشکل ہو گی۔ یہ چپ جو آپ نے سادھ رکھی ہے' آپ کے لیے وہاں وبال جان بن جائے گی۔ دنیا کو صاف طور پر بتا دو کہ نجات صرف سنت رسولؐ کی پیروی میں ہے۔ سنت سے باہر نجات نہیں۔ یہی آپ کا فرض ہے اور یہی آپ کا مقام۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنے مقام اور فرض کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ سنت پر کرے۔

شیعہ سے خطاب

اس وقت پاکستان میں اسلام جس دور سے گزر رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ مذہبی اختلافات کم سے کم ہو جائیں ورنہ خطرہ ہے کہ کہیں اختلافات کی پاداش میں اسلام کو ملک بدر نہ ہونا پڑے۔ اگر خدانخواستہ یہ صورت حال پیش آ گئی تو اللہ کے ہاں مجرم وہ مسلمان ہوں گے جو اختلافات کرتے ہیں' نہ کہ اسلام۔ اسلام کا اختلافات سے کیا تعلق؟ آخر کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام جو امن و سلامتی کا پیغام ہے' اختلافات پیدا کرے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ واحد ہو اور اس کا دین وحدت والا نہ ہو بلکہ اختلافی ہو۔ اسلام تو آیا ہی وحدت قائم کرنے کے لیے ہے اور وحدت بھی ایسی جو ناقابل تقسیم ہو۔ آخر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک اسلام کے اندر دو متصادم اسلام ہوں۔ یہ اختلافات جو نظر آتے ہیں اسلام کے نہیں' مسلمانوں کے ہیں۔ جو اسلام میں غیر اسلام کو داخل کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان اختلافات کو مٹانے کی صرف

ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ ہر فرقہ اسلام کی طرف لوٹے' ان تمام چیزوں کو آہستہ آہستہ ترک کرتا جائے جن کا اصل اسلام پر اضافہ کیا گیا ہے۔ اصل اسلام کے لیے معیار اللہ کے رسول ﷺ کو ٹھہرایا جائے' جیسا کہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ صرف ان چیزوں پر اکتفا کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں یا کروائیں۔ زائد سے بالکل صرف نظر کر لیا جائے۔ کیوں کہ نبی کی سنت سے جو زائد ہو گا وہ غیر ضروری ہو گا۔ اس کے بغیر بھی اسلام مکمل رہے گا۔ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ دنیا سے گئے ہوں اور دین ناقص چھوڑ گئے ہوں تاکہ بعد والے پورا کریں' وہ امتی کیسا جو شریعت بنائے اور وہ شریعت کیسی جو امتیوں نے بنائی ہو۔ امتی کا کام پیروی کرنا ہے' دین بنانا صرف نبی کا کام ہے۔ اگر یہ اصول اپنایا جائے تو ان شاء اللہ العزیز پوری امید ہے کہ ہر فرقہ جوں جوں اصل اسلام کے قریب ہوتا جائے گا' اختلافات کم ہوتے چلے جائیں گے۔ مثال کے طور پر عید میلادوں اور عرسوں کو سنی چھوڑ دیں اور تعزیوں کو شیعہ تو اسلام میں بھی فرق نہیں آئے گا اور اثر بھی صحت مند رہے گا۔ کیا امام زین العابدین تعزیے بنا کر امام بنے تھے یا امام ابو حنیفہؒ عرس اور مولود کر کے؟ جب یہ بزرگ بغیر تعزیے نکالے' بغیر مولود کیے امام الائمہ بن گئے تو ہم ان کے نقش قدم پر چل کر بغیر تعزیوں اور عرسوں کے صحیح مسلمان کیوں نہیں بن سکتے۔ اللہ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے نبی کے سچے امتی بنائے۔! (آمین)

☆☆☆☆☆

جمہوریت اسلامی کیسے؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریت اسلامی کیسے ؟

یہ دور مسلمانوں کے لیے سخت ابتلاء کا دور ہے۔ جو زوال و انحطاط اس دور میں مسلمانوں کو ہوا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ مغربیت اب ذہنوں میں ایسی گھسی ہے کہ اسلامی اقدار بالکل ہی بدل گئی ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک اب اسلام کا معیار قرآن و حدیث نہیں رہا' بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہو گیا ہے۔ آج جس کو مسلمانوں کی اکثریت اسلام کہے وہ اسلام ہے' قرآن و حدیث جسے اسلام کہیں وہ اسلام نہیں۔ آج مسلمان جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ جمہوریت اسلامی کیسے ہے ؟ کیا قرآن و حدیث جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں یا اسلامی تاریخ جمہوریت کو اسلامی مانتی ہے۔ اسلام کا معیار اصل میں قرآن و حدیث ہے۔ اگر قرآن و حدیث ہی جمہوریت کو اسلامی نہ کہیں تو جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر جمہوریت اسلامی چیز ہوتی تو خلفاء اربعہ کے مثالی دور کو دور اسلامی جمہوریت کہتے' خلافت نہ کہتے۔ جب اسلامی تاریخ کے اس بہترین دور کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ دور اسلامی جمہوریت نہیں کہتے تو ثابت ہوا کہ جمہوریت کوئی اسلامی نظام نہیں۔ قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا نظام حکومت خلافت ہے جمہوریت نہیں۔ قرآن و حدیث میں خلافت کا ہی ذکر ہے۔ جمہوریت کا کہیں ذکر نہیں۔ چنانچہ خلافت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾[2:البقرة:30] انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں انسان کو پیدا کر کے زمین میں نظام خلافت قائم کرنے والا ہوں۔

﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾[7:الاعراف:129]

"عنقریب اللہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر کے تمھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا' پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔"

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾[38:ص:26]

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے' پس لوگوں کے درمیان فیصلے (اللہ کے اتارے ہوئے) حق کے ساتھ کرنا' اپنی خواہش کے پیچھے نہ چلنا' اس سے آپ گمراہ ہو جائیں گے۔"

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾[24:النور:55]

تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا' جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا' ان کی خلافت میں اللہ کے دین کو جو اللہ کو پسند ہے' غالب کرے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس دور میں لوگ اللہ کی بندگی کریں گے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پھر جو اس کے بعد کفر کرے وہ فاسق ہے۔"

﴿ وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ﴾[5:المائدہ:49]

"اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ ان میں فیصلے کیا کر' لوگوں کی مرضی پر نہ چل۔"

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[5:المائدہ:44]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ کافر ہے۔

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[5:المائدہ:45]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ ظالم ہے۔

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾[5:المائدہ:47]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ فاسق ہے۔

بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سیاست کا کام انبیا کیا کرتے تھے۔ جب کسی ایک نبیؑ کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبیؑ اس کی جگہ لے لیتا۔ لیکن اب میرے بعد کوئی نبیؑ نہیں ہوگا۔ اب خلفاء ہی کثرت سے ہوں گے' جو سیاست کے فرائض سرانجام دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اس سلسلے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یکے بعد دیگرے ہر خلیفہ کی بیعت کرنا اور ان کے وفادار رہنا۔ ان کا حق ان کو دینا۔ ان کی کسی کوتاہی کو بہانہ بنا کر ان کی اطاعت سے روگردانی نہ کرنا۔ اللہ ان سے پوچھے گا کہ انھوں نے رعیت کا حق ادا کیا یا نہیں۔ تم اپنے کسی حق کو آڑ بنا کر ان سے بغاوت نہ کرنا۔ یعنی جب تک وہ کفر بواح کے مرتکب نہ ہوں ان کے وفادار رہنا' ان کی بیعت سے دست کش نہ ہونا۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام کا آئیڈیل نظام حکومت تو خلافت ہی ہے لیکن اگر مسلمان اس مثالی حکومت کو قائم نہ رکھ سکیں تو پھر دوسرے نمبر پر مسلمانوں کا رائج نظام حکومت ملوکیت ہے۔ مسلمانوں کی تیرہ سو سال کی تاریخ خلافت و ملوکیت کی ہی تاریخ ہے۔ خلافت و ملوکیت کا زمانہ ہی مسلمانوں کی شوکت اور عروج کا زمانہ ہے۔ چودھویں اور پندرھویں صدیاں جو جمہوریت کی صدیاں ہیں' مسلمانوں کی انتہائی زوال کی صدیاں ہیں' ان میں مسلمانوں نے کھویا ہی ہے کمایا کچھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) ❶

اسلام کی ترقی اور غلبہ کے لحاظ سے سب سے بہتر میرا اور پھر اس کے بعد کے دو زمانے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اس امت کی عافیت اس کے پہلے حصے میں ہے' مسلمانوں کی تاریخ کے جس دور کو آپ نے غلبہ اسلام اور عافیت کا دور بتایا ہے اس

---

❶ (مشكوة 1695/3' كتاب المناقب ' باب مناقب الصحابة رقم 6001... سلسلة الاحاديث الصحيحة 319/2... اخرجه احمد في مسنده بالفاظ مختلفة' عن نعمان بن بشير 276/4' رقم: 17960)

دور میں خلافت وملوکیت ہی تھی' جمہوریت نہ تھی۔ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ خلافت اور خلافت کی طرز کے نظام حکومت یعنی ملوکیت میں ہی ہو سکتا ہے۔ جمہوری نظام میں اسلام کا غلبہ تو درکنار' اسلام کی خیر ہی نہیں۔ جمہوریت میں اسلام اور مسلمان دونوں کو خطرہ ہے۔ تجربہ شاہد ہے' تاریخ گواہ ہے کہ جمہوریت اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی لیے جمہوریت آج تک مسلمانوں کے کسی ملک میں کامیاب نہیں ہوئی۔ جب جمہوریت کا نام تک قرآن وحدیث میں نہیں' کسی اسلامی جمہوریہ کا نشان تک مسلمانوں کی بارہ سو سال کی تاریخ میں نہیں' تو اب چودھویں یا پندرھویں صدی میں جب کہ اسلام اور مسلمان اپنے زوال کی آخری حد کو پہنچ چکے ہیں' جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے ؟ مسلمانوں کی بارہ تیرہ سو سال کی تاریخ جو جمہوریت کا نام نہیں لیتی تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے' یا تو پہلے جمہوریت نہ تھی' اگر تھی تو مسلمان جمہوریت کے نام سے واقف نہ تھے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جمہوریت مسلمانوں میں ہو اور مسلمان جمہوریت کے نام سے واقف نہ تھے اور اسلامی جمہوریہ نام نہ رکھیں۔ اصل بات یہی ہے کہ پہلے مسلمانوں میں جمہوریت تھی نہیں یہ پیداوار ہی مغرب کی ہے اور مغرب کی ذہنی غلامی کے صلہ میں مسلمانوں کو ملی۔ برصغیر پاک وہند میں انگریز مرحوم کی آمد سے پہلے لیکشن کہاں تھے ؟ کون جانتا تھا کہ جمہوریت کس بلا کا نام ہے۔ مسلمانوں میں نظام حکومت کے دو ہی تصور تھے۔ ایک خلافت اور دوسرا ملوکیت۔ مغرب کے غلبہ سے پہلے مسلمان کسی تیسرے نظام حکومت کو جانتے ہی نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی پیش گوئیوں میں دو نظاموں کا ہی ذکر فرمایا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلاَفَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مَلِكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ تَعالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ)) ❶

---

❶ (سلسلة الاحاديث الصحيحة 8/1 رقم 5... مسند احمد 273/4 رقم 17939)

آپ نے فرمایا: پہلے نبوت ہو گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ رہے گی۔ پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کا دور ہو گا۔ یہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گا۔ پھر ملوکیت گزندہ کا دور ہو گا۔ یہ دور بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گا۔ پھر جبر واستبداد کی ملوکیت ہو گی۔ جب اللہ چاہے گا یہ ختم ہو جائے گی۔ آخر میں پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کا دور ہو گا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ یعنی اس خلافت پر دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا آئیڈیل نظام حکومت تو خلافت علیٰ منہاج نبوت ہی ہے جو شروع میں بھی تھی اور آخر میں امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ہو گی۔ ملوکیت اگرچہ اسلام کا کوئی آئیڈیل نظام نہیں، لیکن اگر کوئی بادشاہ نیک ہو تو بادشاہت اسلام میں ناقابل برداشت بھی نہیں۔ کیوں کہ جمہوریت کی طرح یہ کوئی مستقل نظریاتی نظام نہیں جو اسلام سے متصادم ہو۔ جیسا کہ جمہوریت متصادم ہے۔ بادشاہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ خلافت راشدہ کے بعد بہت سے مسلمان بادشاہ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔ اس لیے اسلام جس طرح جمہوریت کے خلاف ہے، ملوکیت کے خلاف نہیں۔ ملوکیت خیر بھی ہو سکتی ہے اور شر بھی۔ جمہوریت شر ہی شر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملوکیت کا ذکر خیر قرآن میں بھی ہے، اور حدیث میں بھی، لیکن جمہوریت کا نام تک قرآن و حدیث میں نہیں۔ یہ بالکل برعکس نہند نام زنگی کافور والی بات ہے، جو آج مسلمان ملوکیت کو تو غیر اسلامی کہتے ہیں اور جمہوریت کو اسلامی۔ یہ ان کے مغرب سے متاثر اور اسلام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر بادشاہ نیک اور خوف خدا والا ہو، اسلام کا پابند ہو تو خلیفہ میں اور بادشاہ میں کوئی فرق نہیں۔ جو اللہ کے احکام کو نافذ کرے، وہ منتخب ہو یا غیر منتخب وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ کیوں کہ اس نے زمین میں اللہ کی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اسلام میں خلافت کا مقصد اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے۔ عوام کی نمائندگی کرنا نہیں کہ عوام کا منتخب کردہ شخص ہی خلیفہ ہو اور جو عوام کا منتخب کردہ نہ ہو وہ خلیفہ ہی نہ ہو۔ جو حاکم اللہ کے قانون کا پابند ہو اور اللہ کے قانون کے ساتھ حکومت کرے وہ خلیفہ ہے۔ اگر جمہوریت کی طرح ملوکیت بھی مطلقاً اسلام میں ناقابل برداشت ہوتی تو رسول

اللہ علیہ وسلم اپنے تبلیغی خطوط میں کافر بادشاہوں کو کبھی نہ لکھتے کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمھاری بادشاہت برقرار رہے گی۔ چنانچہ آپ نے ہرقل شاہ روم کے نام جیفر اور عبد شاہان عمان کے نام حارث غسانی شاہ دمشق کے نام ہودہ بن علی گورنر یمامہ کے نام جو خطوط لکھے ان میں لکھا تھا اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمھارے ملک بدستور تمھارے قبضے میں رہیں گے۔ اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف طبقات ابن سعد اور دیگر کتب سیر وتاریخ مواہب لدینہ وغیرہ۔

جب آپ نے اپنے خطوط میں بادشاہتوں کے بحال رکھنے کا وعدہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ ملوکیت اسلام میں قابل برداشت ہے۔ جمہوریت کی طرح ناقابل برداشت نہیں کیوں کہ اس سے اسلام کی نفی نہیں ہوتی۔ جمہوریت سے تو اسلام کی کلی نفی ہوتی ہے۔ اگر اس جمہوری دور کے مسلمانوں کی بصیرت قائم ہو تو وہ ضرور سوچیں کہ مغرب جو خلافت و ملوکیت کا دشمن ہے اور مسلمانوں میں جمہوریت چاہتا ہے تو کیا وہ اسلام یا مسلمانوں کا خیر خواہ ہے۔ کیا کفر کبھی مسلمانوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ کفر مسلمانوں کے لیے وہی چاہے گا جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا نقصان دین کا نقصان ہے۔ جو چیز مسلمانوں کو لادین بنائے وہ چیز مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے جمہوریت یہی کام کرتی ہے۔ جمہوریت خود لادین ہے اور لادین بناتی ہے۔ تجربہ گواہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمان لادین ہو گئے ہیں اور مسلمان جوں جوں لادین ہوتے جاتے ہیں ان کی دینی غیرت وحمیت اور اسلامی اخوت و مودت ختم ہوتی جاتی ہے اور یہ اسلام کو ختم کرنے کا طریقہ ہے اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے کہ جب دینی غیرت گئی تو جذبہ جہاد گیا۔ اسلامی اخوت گئی تو اتحاد گیا اور جب دونوں گئے تو اسلام گیا۔ کفر چاہتا ہی یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں سے نکل جائے اور مسلمان ناکارہ ہو کر رہ جائیں۔ قرآن نے پہلے ہی مسلمانوں کو خبردار کیا تھا۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾[4:النساء:89]

وہ چاہتے ہی یہ ہیں کہ مسلمان بھی کفر کر کے کافروں جیسے بن جائیں تاکہ کفر کو

مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ جمہوریت مغرب کا آزمایا ہوا ہتھیار ہے۔ اس سے وہ مسلمانوں کو لادین بنانے کا کام لیتا ہے۔ مسلمان جب لادین ہو جاتے ہیں تو پھر ان میں قومی اور وطنی عصبیتیں ابھر آتی ہیں۔ جس سے ان میں تفریق پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ کمزور سے کمزور تر ہو کر کفر کے لیے تر نوالہ بن جاتے ہیں۔ پاکستان کو پہلے بھی اس جمہوریت نے دو ٹکڑے کیا تھا۔ اب بھی روس اور بھارت اور اس کی حامی پارٹیاں جو پاکستان میں یہی چاہتی ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت بحال ہو' الیکشن ہوں اور چار قومی نظریے کے تحت چاروں صوبے خود مختار ہوں اور اس طرح پاکستان ختم۔ اسلامی اخوت نے مختلف قوموں کو اکٹھا کر کے پاکستان بنادیا تھا۔ اب جب کہ جمہوریت سے وہ اخوت ختم ہو گئی تو پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے لیے تیار ہے۔ صرف الیکشن کا انتظار ہے۔ یہ تو فوجی حکومت ہے جو جمہوریت کی تباہ کاریوں کے لیے رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور پاکستان بچا ہوا ہے۔ ورنہ جونہی جمہوریت بحال ہو جائے گی ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو جائے گا۔

یہ سمجھنا کہ خلافت راشدہ میں جمہوریت تھی' بہت بڑا دھوکا ہے۔ خلافت راشدہ میں جمہوریت قطعاً نہ تھی۔

1- کیا یہ جمہوریت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ((الائمة من قريش)) ❶ سنائی تو انصار نے خلافت کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور کبھی خلافت کے حصول کی کوشش نہیں کی۔

2- کیا یہ جمہوریت ہے کہ ایک حضرت عمرؓ کی بیعت نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کی بیعت نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنادیا۔

3- کیا یہ جمہوریت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا اور کسی نے کوئی اعتراض کیا بھی تو انھوں نے اس کا مسکت جواب دیا۔

4- کیا یہ جمہوریت ہے کہ عثمانؓ نے اپنی زندگی میں ہی عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ لیکن جب وہ ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تو ان کا ارادہ حضرت زبیر کو

---

❶ (مسند احمد 129/3 رقم 11898' بخاری: کتاب الاحکام' باب الامراء من قریش رقم 7139)

خلیفہ نامزد کرنے کا تھا' جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

5- کیا یہ جمہوریت ہے کہ خلفاء راشدین میں سے ہر خلیفہ زندگی بھر خلیفہ رہا۔ یہ سوال کبھی پیدا ہی نہیں ہوا کہ عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تین یا پانچ سال کے بعد الیکشن ہوں۔

6- مسلمانوں کی ساری تاریخ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر آخر تک نامزدگی اور ولی عہدی کا ہی رواج رہا۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو نامزدگی کا یہ غیر جمہوری فعل کبھی جائز نہ ہوتا۔ صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ ضرور اس کے خلاف آواز اٹھاتے' جب کسی نے کبھی بھی اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی تو ثابت ہوا کہ نامزدگی اسلام کا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ ماوردی تک اس کو اجماعی قرار دیتے ہیں۔

شرح مواقف میں جو عقائد کی مسلمہ ترین کتاب ہے' مرقوم ہے:

وَ اِنَّهَا تَثْبُتُ بِالنَّصِّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَ مِنَ الِامَامِ السَّابِقِ بِالْاِجْمَاعِ وَ تَثْبُتُ بِبَيْعَةِ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

خلافت تین طرح سے منعقد ہوتی ہے:

اولاً: رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے۔

ثانیاً: پہلے خلیفہ کی نامزدگی سے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔

ثالثاً: اہل حل و عقد کی بیعت سے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ نامزدگی مسلمانوں کا ایک اجماعی مسئلہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں' کیوں کہ نامزدگی سے تو جمہوریت کا تصور ہی باطل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یزید کی نامزدگی پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور بعض دیگر صحابہؓ نے اعتراض کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض نامزدگی پر نہ تھا اعتراض یزید کی وجہ سے تھا۔ اگر معاویہؓ یزید کی بجائے کسی اور کو نامزد کر جاتے تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ جب خلافت راشدہ میں جمہوریت کی جڑ کاٹنے والی نامزدگی اور ولی عہدی موجود اور جمہوریت کے لوازمات' مثلاً سیاسی پارٹیاں' الیکشن' حق بالغ

رائے دہی اور کنویسنگ وغیرہ مفقود تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ میں جمہوریت تھی اور جب خلافت راشدہ میں جمہوریت نہ ہو تو جمہوریت کو اسلامی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ کسی نظام کے اسلامی ہونے کے لیے اس کا دور رسالت اور خلافت راشدہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ جو نظام خیر القرون میں نہ پایا جائے' وہ اسلامی نہیں ہو سکتا۔

جمہوریت کو آج کل عام مسلمان اسلامی تو کہتے ہیں' لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کا جمہوریت سے کیا تعلق ہے ؟ آخر ان دونوں میں نسبت کیا ہے ؟ نسبتیں کل چار ہو سکتی ہیں۔ تساوی' تباین' عموم خصوص مطلق عموم خصوص من وجہ دو چیزیں یا ایک دوسرے کا عین ہو سکتی ہیں' یا غیر پھر ان میں عام خاص کی نسبت ہو سکتی ہے۔

1۔۔۔ اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تساوی ہو' یعنی یہ دونوں ایک ہوں' اسلام عین جمہوریت ہو اور جمہوریت عین اسلام تو پھر ماننا پڑے گا کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہے وہاں اسلام ہے' حالانکہ ایسا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہو خواہ وہ ملک مسلمانوں کے ہیں یا کافروں کے' وہاں اسلام نہیں۔ وہاں صرف جمہوریت ہے۔ اس کے علاوہ مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کے دعوے دار بھی اسلام نہیں مانتے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ مغربی جمہوریت اسلام سے متصادم ہے۔ اگر جمہوریت عین اسلام ہوتی اور اسلام عین جمہوریت ہوتا تو مغربی جمہوریت بھی ضرور اسلام ہوتی۔ جب مغربی جمہوریت اسلام نہیں اور یہ مسلم عند الطرفین ہے تو ثابت ہوا کہ جمہوریت اسلام کا عین نہیں بلکہ غیر ہے۔ اگر اسلام اور جمہوریت مترادف ہوں تو اسلامی جمہوریت کی ترکیب بھی صحیح نہ ہو۔ کیوں کہ دو مترادف آپس میں یوں صفت موصوف نہیں ہو سکتے۔ پھر تو اسلامی جمہوریت کا نام ہی غلط ہوا۔

2۔۔۔ اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تباین ہو تو پھر جمہوریت کفر ہے۔ کیوں کہ جن دو چیزوں میں تباین ہوتا ہے وہ ایک نہیں ہوتیں۔ وہ ایک دوسرے کا غیر ہوتی ہیں اور جو چیز اسلام کا غیر ہو گی وہ یقیناً کفر ہو گی۔ اگر جمہوریت اور اسلام میں نسبت تباین ہو تو پھر اسلامی جمہوریت کا معنی اسلامی کفر ہو گا اور چونکہ کفر کبھی اسلامی نہیں ہو سکتا۔ جیسے سوشلزم

کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جمہوریت کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتی۔ پھر اسلامی جمہوریت کی ترکیب ایسے ہی لغو ہو گی جیسے اسلامی شوشلزم کی۔ جیسے شوشلزم کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جمہوریت کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتی۔ پھر جمہوریت کو اسلامی کہنا اور اس کے لیے کوشش کرنا کفر اور اسلام کو جمع کرنا ہے' جو نا ممکن ہے اور سعی لا حاصل ہے۔

3---اگر اسلام اور جمہوریت میں عموم خصوص' مطلق یا عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو تو پھر اسلام اور جمہوریت میں جزو کل کا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر اسلامی جمہوریت پورا اسلام نہیں ہو سکتی بلکہ اسلام کا جزو ہو گی ۔ پھر اسلامی جمہوریت کے لیے کوشش کرنا پورے اسلام کی کوشش نہیں بلکہ ادھورے اسلام کی کوشش ہے جو سخت مذموم ہے۔ اگر جمہوریت اسلام کا جزو ہے جیسا کہ اسلامی جمہوریت کے دعوے دار کہتے ہیں اور اسلامی جمہوریت کے نام سے بھی واضح ہے تو پھر اسلامی جمہوریت کا مطالبہ کرنے والوں کو اگر وہ مسلمان ہیں' تو اسلامی جمہوریت کا مطالبہ چھوڑ کر پورے اسلام کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ جب پورا اسلام آجائے گا تو جو جمہوریت اسلام کے اندر ہو گی وہ خود بخود آجائے گی۔ کیوں کہ جزو کل کے اندر آجاتا ہے۔ کل کے آجانے کے بعد پھر جزو کے لیے علیحدہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تو اسلام میں جمہوریت ہے تو پھر صرف اسلامی جمہوریت کا مطالبہ کرنا اور پورے اسلام کا مطالبہ نہ کرنا' چہ معنی دارد۔ کیا اسلامی جمہوریت والوں کو اسلام میں سے صرف جمہوریت ہی کی ضرورت ہے باقی اسلام کی ان کو ضرورت نہیں جو وہ پورے اسلام کا مطالبہ نہیں کرتے مطلب کا اسلام لینا تو ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب' جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ البقرہ سے ثابت ہے۔ آج مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا واحد سبب بھی یہ ہے کہ وہ پورے مسلمان نہیں۔ اگر وہ پورے مسلمان ہوں تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح دنیا میں بھی حکمران ہوں اور آخرت میں بھی کامران۔ روس اور امریکہ والے جو دنیا کے مزے لیتے ہیں تو وہ اس وجہ سے کہ وہ ہماری طرح مذہب کے نام پر دھوکا نہیں دیتے۔ جو غیرت اور غصہ اللہ کو ایک

منافق پر آتا ہے وہ کافر پر نہیں آتا۔ ہم اسلام کے نام پر اللہ سے منافقت کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ ہم پر زیادہ غضب ناک ہے۔ ادھورا مسلمان دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نامراد۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نہ کل اسلام ہے نہ اسلام کا جزو' بلکہ اسلام کا غیر اور اس کی ضد ہے کیوں کہ اسلام ایک دین ہے اور جمہوریت لادینیت ہے۔ جمہوریت چاہتی ہے کہ اللہ کا کوئی تصور نہ ہو' حاکمیت عوام کی ہو۔ اسلام چاہتا ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہو' اللہ کے سوا کسی کی نہ چلے۔ اگر کوئی کہے کہ جمہوریت کا یہ تصور تو مغرب کا تصور ہے۔ اسلامی جمہوریت کا یہ تصور نہیں تو اس سے کہا جاسکتا ہے کہ جب جمہوریت کوئی اسلامی چیز ہی نہیں تو اس کا کوئی اسلامی تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ جمہوریت مغرب کا نظام ہے اور مغرب کا تصور ہی اس کا اصل تصور ہے۔ رہ گیا آج کل کے مسلمانوں کا جمہوریت کو اسلامی کہنا تو ان کے کہنے سے جمہوریت اسلامی نہیں ہو سکتی۔ کفر کو کوئی کتنا بھی اسلامی کہے کفر اسلامی نہیں ہو سکتا' کفر تو کفر ہی رہتا ہے۔ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے' کفر کبھی اسلام نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کا پیش کردہ تصور اسلامی تصور نہیں کہلا سکتا۔ اسلامی تصور وہی ہوتا ہے جس کو قرآن وحدیث پیش کریں جس کو صرف مسلمان پیش کریں اور قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ اس کا نام تک نہ لیں اس کو مسلمانوں کا تصور تو کہہ سکتے ہیں اسلامی تصور اسے نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تصور کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اصل قرآن وحدیث میں ہو اور اس کا پریکٹیکل خیر القرون میں ہو۔ جس کا پریکٹیکل خیر القرون میں نہ ہو' وہ اسلامی نہیں ہوتا۔ ایسا ہی فرق اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کی تاریخ کا ہے۔ اسلامی تاریخ اس دور کی تاریخ کو کہتے ہیں جس میں اسلام کی حکومت ہو' مسلمان اسلام کے تابع ہوں اور اسلام مسلمانوں کے تابع نہ ہو۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں تھا۔ جب اسلام مسلمانوں کے تابع ہو جائے' اس طرح سے کہ جو مسلمان کہتے یا کرتے جائیں اس کو اسلام سمجھا جائے۔ جب اسلام کا معیار قرآن وحدیث نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہو جیسا کہ آج کل ہے تو اس دور کی تاریخ کو مسلمانوں کی تاریخ تو کہہ سکتے ہیں' اسلامی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تاریخ تو اسلامی اصولوں کی فرمانروائی کی

تاریخ ہے۔ اشخاص کی حکمرانی کی تاریخ کو اسلامی تاریخ نہیں کہتے۔

جمہوریت کا ایک مستقل نظام ہے' جس کی داغ بیل موجودہ شکل وصورت میں انقلاب فرانس کے بعد پڑی۔ یہ مغرب کا نظام ہے' اس کو اسلام میں تلاش کرنا یا اسلام میں داخل کر کے اسے اسلامی کہنا اسلام سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اسلام ایک جامع اور مکمل نظام حیات ہے' اس کے تمام نظام اپنے ہیں۔ اس کو باہر سے کوئی نظام امپورٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بدعت کو جو اسلام میں بہت برا سمجھا جاتا ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اسلام بذات خود ایک جامع نظام ہے جو بالکل کامل اور مکمل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کہ کسی اضافے کی ضرورت ہو۔ اگر اسلام کامل نہ ہوتا' اس میں کسی اضافے کی ضرورت ہوتی تو بدعت کو ممنوع قرار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام کی تکمیل کے لیے ہر زمانے میں بدعات کی اجازت ہوتی۔ جب اسلام بدعت کی بالکل اجازت نہیں دیتا بلکہ ((ایاکم و محدثات الامور)) ❶ کہہ کر بدعات سے خبردار کرتا ہے اور ڈراتا ہے تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام اپنی ذات میں بالکل مکمل ہے۔ اس میں کسی بھرتی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ بدعات خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی' معاشرتی ہوں یا معاشی' سب مذموم ہیں۔ آج مسلمان مذہبی بدعتوں کو بدعت سمجھتے ہیں' سیاسی یا معاشی بدعتوں کو بدعت نہیں سمجھتے کیوں کہ وہ جہالت کی وجہ سے سیاست اور معیشت کو دین نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں اسلام صرف چند عبادات اور مذہبی رسومات کا نام ہے۔ سیاست' معیشت اور معاشرت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ جیسی بھی ہو' سب ٹھیک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل عام مسلمان مذہبی رسومات کی حد تک تو مسلمان ہے' سیاست' معیشت اور معاشرت میں وہ مسلمان نہیں بلکہ انگریز ہے اور یہی اس کی اسلام سے دوری کا اصل سبب ہے۔ اللہ کے نزدیک تو پورا مسلمان ہی وہ ہوتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمان ہو۔ ادھورا مسلمان اللہ کے نزدیک مسلمان

---

❶ (ابو داؤد' کتاب السنة' باب فی لزوم السنة' رقم 4607 .. ابن ماجة' کتاب السنة' باب اجتناب البدع والجدل' رقم 46)

نہیں ہوتا' وہ تو بلکہ منافق ہوتا ہے۔ جس کو اللہ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرتا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ آج کل مسلمان ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ اسلام کا اپنا کوئی سیاسی یا معاشرتی نظام نہیں۔ اسی لیے وہ مغربی نظاموں کو اسلام کا لیبل لگا کر اسلامی بنا لینے کے درپے ہیں۔ جبھی آج اسلامی جمہوریت اور اسلامی سوشلزم جیسے قبیح اور مکروہ نام سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور یہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ اس کا ہر نظام اپنا ہے اور عین فطرت کے مطابق ہے' اور شروع سے ہے۔ اسلام کا کوئی نظام کسی ردعمل کے طور پر پیدا نہیں ہوا' جیسا کہ جمہوریت شخصی حکومتوں کی چیرہ دستیوں کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی ہے۔ اگر اسلام کا سیاسی عمل ٹھیک طور پر جاری ہو تو جمہوریت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جمہوریت کی ضرورت اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب شخصی حکومتیں من مانیاں کرتی ہیں اور عدل و مساوات غائب ہوتا ہے۔ جب حکومت اللہ کے قانون کی ہو' جس کی نگاہ میں حاکم و محکوم سب برابر ہوتے ہیں تو جمہوریت کا وجود میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خلافت راشدہ میں جمہوریت کا تصور تک نہ تھا۔ صرف اسلام کا سیاسی نظام ہی سرگرم عمل تھا جس کی وجہ سے عدل' مساوات اور عوام کی آزادی اور خوشحالی کی وہ ریل پیل تھی کہ جمہوریت بھی اس کے آگے شرمندہ ہے۔ اس دور کی برکات کو دیکھ کر جاہل مسلمان کہہ دیتے ہیں کہ اس دور میں جمہوریت تھی جس کے وہ سارے کرشمے تھے۔ حالانکہ وہ اسلام کے کرشمے تھے وہ جمہوریت کے کرشمے نہ تھے۔ جمہوریت کا تو اس وقت نام و نشان تک نہ تھا۔ جمہوریت سے کبھی وہ برکتیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو اسلامی نظام سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ اسلامی الیکشن صحیح ہو۔

جب اسلام اللہ کا دین ہے تو اسلام کا نظام سیاست بھی اللہ کے دین ہی کا ایک حصہ ہے جس کی غرض و غایت اقامت دین ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام میں ہر ایک کی پوری حق رسی ہوتی ہے۔ اسلام میں حقوق و فرائض اللہ مقرر کرتا ہے کیوں کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ جمہوریت میں حقوق و فرائض لوگ مقرر کرتے ہیں جس

میں بے اعتدالی ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت میں آئے دن حقوق و مطالبات کی یلغاریں ہوتی ہیں اور تحریکیں اٹھتی رہتی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اس میں ایسی شورشیں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جیسی جمہوریت میں پیدا ہوتی ہیں۔ جو لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں' جمہوریت ہی ان کی آنکھوں کا تارا ہے۔ وہ جب نظام اسلام کے فیوض وبرکات' سیر و تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلام پہلے ہے' جمہوریت بعد میں۔ جمہوریت اسلام میں کیسے ہو سکتی ہے۔ اسلام تو اپنی شکل وصورت میں اس وقت بھی موجود تھا جب ابھی جمہوریت پیدا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی پتا نہیں کہ جمہوریت صرف عدل و مساوات اور عوام کی خیر وخواہی اور آزادی کو نہیں کہتے۔ یہ عناصر تو بعض شخصی حکومتوں میں بھی بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ کتنے نیک دل بادشاہ ایسے گزرے ہیں جن کے دور میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ کیا ان کے دور کو جمہوری دور کہیں گے؟ حال آنکہ وہ ملوکیت تھی۔ جمہوریت تو ایک نظام ہے' جس کی باگ ڈور عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جس میں اکثریت جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ اکثریت اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ظلم کرے تو جمہوریت ہے' انصاف کرے تو جمہوریت ہے۔ غیر جمہوری طریقہ سے برسر اقتدار آکر اگر کوئی حکمران عدل و مساوات کے دریا بھی بہادے تو اس کو جمہوریت نہیں کہتے۔ جنرل ضیاء یا کوئی اور اگر اقتدار پر قبضہ کر کے فرشتہ بھی بن جائے اور عوام کو ہر طرح کی آزادی بھی دے دے' لیکن جمہوری الیکشن نہ کروائے تو جمہوریت کبھی بحال نہیں ہو سکتی۔ جمہوریت کی بحالی اسی وقت ہو سکتی ہے جب ملک میں ہر تین یا پانچ سال کے بعد کھلی الیکشن بازی ہو۔

الیکشن بازی ہی حقیقت میں جمہوریت ہے۔ آج کل کے مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہے تو اسلام کے عدل و مساوات اور شخصی آزادی کو جمہوریت کی دلیل بناتے ہیں اور جب اسلامی جمہوریت کے نام پر بحالی جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں تو عوامی الیکشنوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جمہوریوں کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمہوریت عدل و مساوات اور عوامی فلاح و بہبود کا نام نہیں بلکہ الیکشن بازی کا نام ہے'

جب ہی وہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک جمہورت عدل و مساوات اور عوام کی فلاح و بہبود کا نام ہوتا تو اس کا مطالبہ کرتے' الیکشنوں کا مطالبہ نہ کرتے۔

اگر کوئی کہے کہ اسلام اور جمہوریت میں کوئی فرق نہیں اور دلیل یہ دے کہ جمہوریت کی بنیاد یہ پانچ نکات ہیں اسی طرح اسلامی نظام حکومت کی بنیاد بھی یہ پانچ نکات ہیں

1۔ حکومت کسی کی ذاتی یا خاندانی ملکیت نہ ہو۔

2۔ تمام اہل ملک قانون کی نظر میں مساوی ہوں۔

3۔ خزانہ ملکی کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو' بلکہ عوام کی امانت ہو۔

4۔ تمام ملکی امور مشورے سے طے پائیں۔

5۔ رئیس ملک کا تقرر عام انتخاب سے ہو' اس کو دیگر باشندگان ملک پر کوئی ترجیح نہ ہو۔ اس سے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح جمہوریت کے ان پانچ نکات کی روح صرف ایک یہ نکتہ ہے کہ السلطنة للشعب وحدہ۔۔۔ یعنی چلے عوام کی۔ اسی طرح اسلامی نظام حکومت کی رو بھی صرف ایک یہ نکتہ ہے۔ ﴿ ان الحکم الا للہ ﴾[6:الانعام:57] یعنی چلے اللہ کی اور کسی کی نہ چلے۔ ملک میں قانون اللہ تعالیٰ ہی کا ہو۔ عوام اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ ملک کا رئیس وہ ہو جو اللہ کا پسندیدہ ہو' نہ کہ وہ جو عوام کے ووٹ زیادہ حاصل کرے۔ ان دونوں نکتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور جمہوریت میں بڑا فرق ہے۔ اسلام میں اگر کوئی بادشاہ کسی ملک پر مسلط ہو کر وہاں اسلام کی حکومت قائم کر دے تو وہ وہاں کا جائز حاکم ہے۔ اس کی اطاعت فرض ہے۔ جمہوریت کے اصولوں سے بے شک وہ ناجائز ہو' لیکن اسلام کی رو سے وہ بالکل جائز ہے۔ پوری اسلامی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو عوام نے منتخب نہیں کیا تھا۔ آپ نے طاقت پیدا کر کے مکہ کو فتح کیا اور عرب میں اسلام کی حکومت قائم کی۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو عرب میں اسلام کی حکومت کبھی قائم نہ ہوتی۔ عرب عوام کب چاہتے تھے کہ بت پرستی ختم ہو اور وہاں اسلام کی حکومت قائم ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ' حضرت عمر ؓ نے روم اور ایران کی سلطنتوں کو ختم کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ وہاں کے عوام کب چاہتے تھے کہ اسلام کی حکمرانی

ہوں۔ بنو امیہ اور بنو عباس نے اور پھر اس کے بعد ترکوں نے اتنی فتوحات کیں۔ ہر مسلمان کی زبان پر یہ نعرہ تھا ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

یہ نعرہ نظام اسلام کے تحت ہی لگایا جا سکتا ہے' جمہوریت میں ایسا نعرہ نہیں لگ سکتا۔ آج مسلمان کہتے تو ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہے' لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اگر جہاد فرض ہے تو اسلام میں جمہوریت کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا جہاد اور جمہوریت جمع ہو سکتے ہیں۔ جہاد اسلام کی تو روح ہے لیکن جمہوریت کے لیے یہ موت ہے۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو اسلام عرب سے بھی باہر نہ نکلتا۔ یہ تو جہاد کی برکتیں ہیں جو اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اگر جہاد نہ ہوتا تو ہمیں بھی اسلام نصیب نہ ہوتا۔ ہم بھی آج غیر مسلم ہی ہوتے۔ اگر جمہوریت کے ساتھ اسلام چل سکتا تو اللہ تعالیٰ بھی انبیاء کے انتخاب میں جمہورت سے کام لیتے۔ انبیاء عوام کے منتخب کردہ اور اکثریت پارٹی کے ہوتے تو ان کو تبلیغ کرنے میں بھی آسانی ہوتی۔ اتنی اذیتیں بھی نہ پہنچتی' لیکن انبیاء کے انتخاب میں اللہ نے جمہوریت سے کام نہیں لیا بلکہ انبیاء کو نامزد ہی کیا۔ صرف اسی وجہ سے کہ جمہوریت کی سرزمین میں اسلام کا پودا لگ نہیں سکتا۔ اس نامزدگی سے اگرچہ انبیاء کو تکلیفیں تو بہت اٹھانا پڑی' لیکن اسلام خوب پھلا پھولا۔ اگر انبیاء جمہوری طریقہ سے آتے تو اسلام کبھی نہ پھلتا پھولتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے انتخاب انبیا میں جمہوریت کو گوارہ نہیں کیا' کیوں کہ یہ اسلام کے منافی ہے' تو انتخاب خلفاء میں اللہ کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔ آخر خلفاء اسلام کو بھی تو وہی کام کرنے ہوتے ہیں جو انبیاء کرتے ہیں۔ خلفاء کا فرض بھی تو انبیاء کے مشن کو آگے چلانا ہوتا ہے۔ یہی نہیں کہ جمہوریت اسلام میں نہیں' جمہوریت فطرت کے کسی نظام میں بھی نہیں۔

فطرت کے ہر نظام میں سیادت و قیادت قدرتی ہوتی ہے' سیادت و قیادت کے لیے جمہوری انتخاب کہیں بھی نہیں ہوتا۔ کیا خاندان کا نظام' جہاں سے سیاست اور سیادت کا

تصور لیا گیا ہے' جمہوری ہے۔ کیا خاندان کا بڑا آدمی جمہوری انتخاب لڑ کر بڑا بنتا ہے یا کوئی بیوی الیکشن لڑ کر بیوی بنتی ہے۔ جس قدرتی طریقے سے خاوند اور بیوی کا انتخاب ہوتا ہے اسی قدرتی طریقہ سے خلیفہ کا انتخاب ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک خاندان کے اہل حل و عقد صلاح مشورہ کر کے لڑکے لڑکی کے لیے رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر ملک کے اہل حل و عقد جو ہر زمانے میں' ہر معاشرے میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں' صلاح و مشورہ کر کے اپنا امیر منتخب کر سکتے ہیں اور یہ قدرتی طریقہ ہے اور یہی اسلام کا نظام ہے۔ جس طرح موزوں رشتہ تلاش کرنے میں عوامی الیکشنوں کی ضرورت نہیں' کیوں کہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے اسی طرح سربراہ مملکت کے انتخاب کے لیے بھی جمہوری الیکشن کرانا خلاف فطرت ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کوئی فطری نظام نہیں۔ یہ ایک مصنوعی اور غیر فطری نظام ہے جو نظام فطرت میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ جب جمہوریت ایک غیر فطری نظام ہے تو یہ سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا کہ یہ اسلام کا نظام ہو جو دین فطرت ہے۔ لہٰذا جمہوریت کو اسلامی کہنا غیر فطری کو فطری بنانا ہے۔

جمہوریت شرک اور کفر ہے۔ جمہوریت وہ نظام ہے جس میں حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ عوام جس کو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں ملک کا دستور بناتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن و حدیث کا کوئی قانون ملکی قانون نہیں بن سکتا۔ جب تک عوام کی نمائندہ اسمبلی اس کی منظوری نہ دے۔ جمہوریت میں اسمبلی جب تک قانون نہ بنائے نماز جیسا اہم رکن اسلام بھی کسی مسلمان پر فرض نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نماز کا انکار یا اس کا نہ پڑھنا کوئی جرم نہیں۔ غرضیکہ جمہوریت میں ملک کی ساری گاڑی عوام کی مرضی پر چلتی ہے' جس کی وجہ سے یہ شرک و کفر ہے۔ شرک اس لیے کہ حاکمیت اللہ کی خاص صفت ہے۔ زمین اس کی' آسمان اس کا' خالق و رازق وہ' مالک وہ۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں' لیکن جمہوریت اللہ کی اس خاص صفت میں عوام کو شریک ٹھہراتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

1--﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾[7:الاعراف:54]

2--﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾[6:الانعام:57]

3-- ﴿اَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ﴾[6:الانعام:62]

4-- ﴿وَ لاَ يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا﴾[18:الکھف:26]

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ جیسے معبود ہونے میں یکتا ہے۔ اسی طرح حاکمیت میں بھی یکتا ہے۔ جیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے والا مشرک ہے ایسے ہی عوام کی حاکمیت یعنی جمہوریت کا قائل بھی مشرک ہے۔ وہ عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتا ہے۔ یہ حاکمیت میں عوام کو شریک مانتا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل حدیث ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾[42:الشوری:21] کو مقلدوں پر فٹ کر کے ان کو مشرک کہتے ہیں' کیوں کہ وہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے ائمہ کے بنائے ہوئے مسئلوں کو مانتے ہیں۔ لیکن نہیں دیکھتے کہ جمہوریت کے قائل ہو کر وہ مقلدوں سے بھی بڑے مشرک بنتے ہیں۔ کیوں کہ جمہوریت میں عوام کی نمائندہ اسمبلی دستور بھی خود بناتی ہے اور ملکی قانون بھی خود وضع کرتی ہے اور یہ کھلا ہوا شرک و کفر ہے۔ پھر مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کے دستور میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ اس لیے پاکستانی جمہوریت کوئی شرک نہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھ کر شرک کرے تو کیا شرک نہیں ہوتا جیسے شرک کرنے والے کو لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح پاکستانی دستور میں یہ لکھنا کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب جمہوریت کو جو صریحا شرک ہے رواج دیا جاتا ہے تو شرک خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے اور چلانا نظام جمہوریت یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی پڑھے لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اور کرے شرک۔ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنے سے شرک توحید نہیں بن جاتا جیسا کہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حرام حلال نہیں بن جاتا۔ شرک شرک رہتا ہے خواہ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کتنا پڑھے' اور حرام حرام رہتا ہے خواہ بسم اللہ بار بار پڑھے۔ توحید شرک کو مٹانے سے آتی ہے' لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنے سے نہیں آتی۔ جب عملاً عوام کی حاکمیت موجود ہو تو اللہ رب العالمین کو حقیقی حاکم لکھنے سے جمہوریت کی حقیقت نہیں بدلتی۔ جمہوریت شرک

ہی رہتی ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کی حقیقت ان الْحُكْمُ الاَّ لشعبٍ ہے۔ یعنی چلے گی عوام کی اور اسلام کہتا ہے ان الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰہ ۔۔۔ چلے گی صرف اللہ کی۔ اس لیے جمہوریت اسلام کی ضد اور شرک و کفر ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے خاص کر اہل حدیث کو ورنہ اہل حدیثی ختم۔

وَ مَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِيْنُ

☆☆☆☆☆

جمہوریت اسلام کی نظر میں

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریت اسلام کی نظر میں

برادرانِ اسلام! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' جو خالق کائنات نے انسانوں کے لیے تجویز فرمایا ہے: ﴿وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا﴾[5:المائدہ :3] اسلام نظام کائنات کے ساتھ پوری طرح سے ہم آہنگ ہے کیوں کہ کائنات کا بھی یہی نظام ہے، ﴿وَلَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡہًا﴾[3:آل عمران:83] ﴿وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ﴾ [17:الاسراء:44] جس طرح کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے خالق و مالک کا مطیع و منقاد اور اس کا ثناخواں ہے اسی طرح اسلام انسانوں سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے خالق و مالک کے فرمانبردار بن کر زندگی گزاریں۔ نظام فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کی وجہ سے ہی اسلام کو دین فطرت کہتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ﴾[3:آل عمران:19] چوں کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس لیے جس قوم نے بھی اسلام کو اپنایا اللہ نے اس قوم کو بہت اونچا اٹھایا۔ عرب اسلام سے پہلے کیا تھے' اسلام لانے کے بعد وہ کیا سے کیا بن گئے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سال کی تاریخ عروج وزوال بتاتی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اسلام کے ساتھ ہے۔ جتنا انھوں نے اسلام کو بلند کیا اتنے وہ بلند ہوئے۔ جتنا انھوں نے اسلام کو گرایا اتنے وہ ذلیل و پست ہوئے۔ جب تک مسلمان اسلام کو مکمل نظام حیات سمجھ کر اس پر کاربند رہے وہ دنیا میں غالب رہے اور کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ جب سے انھوں نے اسلام کو مکمل نظام حیات سمجھنا چھوڑ دیا' غیر اسلامی نظاموں کو امپورٹ کرنے لگ گئے وہ ذلیل و مرعوب ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام مسلمانوں کی صحت و سلامتی اور عزت و وقار کا ضامن ہے۔ جب تک مسلمان غیر اسلامی نظاموں کو چھوڑ کر خالص اسلام کو ضابطہ حیات نہیں بناتے' وہ کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کے قول و عمل میں تضاد

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ زبان سے تو مسلمان کہتے ہیں اسلام دین فطرت ہے'

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ لیکن طرز عمل ان کا بتاتا ہے کہ اسلام کوئی جامع نظام نہیں' اس کا کوئی اپنا سیاسی یا معاشی نظام نہیں۔ اس لیے انھوں نے جمہوریت اور سوشلزم جیسے مغربی نظاموں کو اپنا رکھا ہے۔ اور اسلامی جمہوریت اور اسلامی سوشلزم کی اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں۔ دیکھنے کی بات ہے کہ جب اسلام دین فطرت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسکا اپنا کوئی سیاسی یا معاشی نظام نہ ہو۔ اگر اسلام کا اپنا کوئی سیاسی یا معاشی نظام نہ ہو تو پھر وہ مکمل نظام حیات اور دین فطرت کیسے ہو سکتا ہے۔ مکمل نظام حیات ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کا ہر نظام اپنا ہے اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ کہیں فیل نہیں ہوتا۔ اور دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا تجویز کردہ ہے۔ کسی انسان کی تخلیق نہیں کہ اس میں کوئی نقص ہو۔ جب اسلام دین فطرت ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کے تمام نظام قدرتی اور فطری ہوں گے۔ مغربی نظاموں کی طرح مصنوعی اور ناقص نہیں ہوں گے۔ لیکن مسلمان بجائے اس کے کہ اسلام کے فطری نظاموں کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت کو کامیاب بناتے مغرب کی پر فریب ترقی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے اور یہ سمجھنے لگ گئے کہ ترقی کا راز مغرب کی تقلید میں ہے۔ اسلام کی پیروی میں نہیں' بلکہ یہاں تک کہ اگر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو ان مغربی نظاموں: جمہوریت' یا کیمونزم کو اپنانا ضروری ہے۔ یہ مرعوب اور شکست خوردہ ذہنیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی معاشرت 'معیشت اور سیاست سب مغربی طرز کی ہو گئی ہیں اور تو اور جماعت اسلامی جو پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی دعوے دار ہے وہ بھی مغربی نظام جمہوریت کی دلدادہ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یہ دور ہی جمہورت کا ہے۔ خلافت کے زمانے لد گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی مغرب سے متاثر اور مرعوب ہونے کی دلیل ہے اور یہ مرعوبیت ہی حقیقت میں مسلمانوں کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے جو باطل سے مرعوب ہو' وہ باطل کا مقابلہ کیا کرے گا؟

اسلام سے محرومی کی وجہ

اسلام اپنی فطرت میں حاکم ہے۔ حکومت اس کا حق ہے۔ یہ احکم الحاکمین کا نظام

ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ یہ آتا ہی ان کے پاس ہے جو اس کے مقام کو پہچانتے اور اس کو حاکم مانتے ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت مغربی ہو، جو مغرب سے متاثر اور مرعوب ہوں، جو اسلام کے دین فطرت اور مکمل نظام حیات ہونے پر کامل ایمان نہ رکھتے ہوں۔ اسلام کا تفوق ان کے دل و دماغ میں رچابسا ہوا نہ ہو اسلام ان کے پاس آتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان عملی طور پر اسلام سے محروم ہیں۔

مغرب کی تقلید کا نقصان

اس میں شک نہیں مغرب نے مادی ترقی بہت کی ہے، لیکن یہ ترقی غبارے کی مانند ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے ۔

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

مغرب کی ترقی ان نظاموں کی پیداوار ہے جو انکار خدا اور مادہ پرستی پر مبنی ہیں۔ جہاں اخلاق و آخرت کا کوئی تصور نہیں، صرف دنیا ہی دنیا ہے اور جو ترقی آخرت کے تصور کے بغیر ہو وہ مادے کی ترقی ہے۔ انسانیت کی وہ ترقی نہیں انسانیت کا تو تنزل ہی ہے جو کسی وقت بھی انسانیت کی ہلاکت پر منتج ہو سکتی ہے۔ ترقی وہی جس میں انسانیت کی بھی ترقی ہو اور وہ اسلام کے نظام فطرت کے تحت ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی مغربی نظام اس کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس دور میں مادی ترقی تو بہت ہوئی ہے، انسانیت کی ترقی بالکل ہی نہیں ہوئی، بلکہ تذلیل ہی ہوئی۔ بلکہ انسانیت کی تذلیل جتنی اس دور میں ہوئی ہے شاید آج تک کبھی نہ ہوئی ہو اور اس کی وجہ یہ غیر فطری اور مصنوعی نظام ہے۔ جو مسلمان ملک اسلام چھوڑ کر مغربیت کی طرف لپکا وہ برباد ہی ہوا۔ ترکی اور مصر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ پاکستان کو بھی جمہوریت کے اس مغربی نظام نے ہی تباہ کیا ہے۔ اسلام کے جذبے نے مختلف قوموں کو جمع کر کے پاکستان بنا دیا تھا، لیکن جب پاکستان میں اسلام نہ آیا، جمہوریت آئی، الیکشن بازی شروع ہو گئی، تعصبیتیں ابھر کھڑی ہوئیں۔ اسلام کا جذبہ باقی نہ رہا۔ پاکستان ٹوٹ گیا۔ اس جمہوریت نے نہ

صرف یہ کہ پاکستان کو دو ٹکڑے کیا' اس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آج ساری دنیا کے مسلمان چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اسلامی جذبہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اتحاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ اسلام خلافت الٰہیہ کے تصور کے تحت ایک مرکز کی دعوت دیتا ہے' دینی اخوت اور مودت کے تحت عصبیتوں کو مٹاتا ہے۔ جمہوریت قوم پرستی کے تصور کے تحت عصبیت اور افتراق پیدا کرتی ہے۔ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے' مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ اس جمہوریت سے یہی نقصان نہیں ہوا کہ مسلمانون کی مرکزیت ختم ہو گئی اور وہ سیاسی طور پر کمزور ہو گئے اس سے یہ نقصان بھی ہوا کہ مسلمان عملی طور پر اسلام کو خیرباد کہہ گئے۔ آج مسلمان صرف رسمی طور پر ہی مسلمان ہے' عملی طور پر وہ اسلام سے بہت دور ہے۔ حتی کہ اب وہ اسلام نہیں چاہتے جمہوریت چاہتے ہیں۔ پاکستان میں جو اسلام نافذ نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ کوئی ہندو یا انگریز نہیں۔ یہ جمہوریت زدہ مسلمان ہی اس کے لیے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان میں اسلام آئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت آئے' اگر پاکستانی مسلمان دل سے اسلام چاہتے ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ پاکستان میں اسلام نافذ نہ ہوتا۔ وہ اسلام چاہتے ہی نہیں وہ جمہوریت چاہتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان کہلاتے مسلمان ہیں' چاہتے جمہوریت ہیں۔ ان کو اسلام پسند ہی نہیں۔ اسلام دینی اور اخلاقی پابندیاں لگاتا ہے۔ حکومت کا سودا دماغ سے نکالتا ہے' جمہوریت چھٹی دیتی ہے اور حکومت کے خواب دکھاتی ہے۔ اسی لیے آج کل کے مسلمان نام کا اسلام چاہتے ہیں کام کا اسلام نہیں چاہتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ نام اسلام کا رہے اور مرضی اپنی کرتے رہیں' تاکہ اسلام بھی ہاتھ سے نہ جائے اور چھٹی بھی ملی رہے۔

اسلامی جمہوریت کا مرکب

اسلام کی پابندیوں سے جان چھڑانے کے لیے ماڈرن مسلمانوں نے اسلام اور جمہوریت کو ملا کر ایک نیا مرکب تیار کیا ہے جس کا نام اسلامی جمہوریت ہے۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام کا حصہ بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ لوگ نسلی طور پر مسلمان ہوتے ہیں اور

تبرک کے لیے جمہوریت سے پہلے اسلام کا نام لگا لیتے ہیں اور ہوتی وہ جمہوریت ہی ہے۔ اسلام صرف نام کا ہوتا ہے۔ نظام جمہوریت کا ہی چلتا ہے۔ جو عوام چاہیں وہی ہوتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ عوام نہ چاہتے ہوں اور اسلام کا کوئی حکم نافذ ہو جائے۔ اسلامی جمہوریت میں کیوں کہ اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے اور دبا رہتا ہے' اس لیے جو کچھ مسلمانوں کی اکثریت کرتی جاتی ہے وہ سب اسلام سمجھا جاتا ہے۔ آج کل مزار بنانا۔۔۔ تعزیے نکالنا۔۔۔ گیارہویں دینا۔۔۔ مزاروں پر پھولوں کی چادریں چڑھانا۔۔۔ عرس اور میلے لگانا۔۔۔ میلاد اور مولود کروانا وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ تمام بدعات اسی اصول کے تحت اسلام سمجھی جاتی ہیں ورنہ کہاں اسلام' کہاں یہ جہالت کی رسمیں۔ اس جمہوری دور میں اسلام مسلمانوں کے لیے معیار نہیں' بلکہ مسلمان اسلام کے لیے معیار ہیں۔ اس جمہوری دور میں مسلمان اسلام سے اتنا بے گانہ ہو چکا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اسلام کہتے کسے ہیں' اس کی پہچان کیا ہے' کسی نے جمہوریت کو اسلام سمجھ لیا ہے' کسی نے سوشلزم کو اسلام بنا لیا' کوئی مسلمان کے رسوم و رواج کو اسلام سمجھتا ہے۔ کوئی اپنی مرضی کو اسلام کہتا ہے۔ یہ سمجھ الا ماشاء اللہ ہی کسی کو ہے کہ اسلام اپنے بنائے ہوئے مذہبوں اور رسم و رواج کو نہیں کہتے۔ اسلام تو اللہ کا دین ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اگر وہ خالص ہے ملاوٹ سے پاک ہے' تو اسلام ہے۔ ذرا بھی ملاوٹ یا ردوبدل ہے تو کفر ہے' اسلام نہیں ہے۔ اسلام تو ملاوٹ کو بالکل برداشت نہیں کرتا۔ جیسے اللہ مشرک کی خالص عبادت کو بھی جو وہ اللہ کے لیے کرتا ہے قبول نہیں کرتا صرف اس وجہ سے کہ وہ مشرک ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ملاوٹ کرنے والے کی خالص چیز کو بھی قبول نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ ملاوٹ کا مجرم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ محمد ﷺ کے لائے ہوئے اسلام کے تابع رہیں تو مسلمان ہیں' اسلام کو اپنے تابع بنانے لگ جائیں تو کافر ہیں۔ اس سے وہ خرابی ہوتی ہے جس کی سزا سارا جہان بھگتتا ہے۔

﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾

[المؤمنون:23:71]

اسلامی جمہوریت کہیں کامیاب نہیں

ماڈرن مسلمانوں نے اسلامی جمہوریت کا مرکب تیار تو کر لیا ہے لیکن یہ نسخہ کامیاب نہیں ہوا۔ آج دنیا کے کسی ملک میں اسلامی جمہوریت نام کی عملاً کوئی چیز موجود نہیں' بلکہ مسلمانوں میں جہاں بھی یہ جمہوریت ہے سیاسی انتشار ہے اور بے راہ روی کی سی کیفیت ہے۔ وہاں نہ اصلی جمہوریت ہے' نہ اصلی اسلام۔ دونوں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے۔ اسلام بھی اپنی مرضی کا' جمہوریت بھی اپنی مرضی کی۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا'' والی مثال ہے۔ مسلمان ملکوں میں جمہوریت کے ناکام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمہوریت مسلمانوں کے مزاج کے خلاف ہے۔ اسلام میں دین اور سیاست ایک اکائی کا حصہ ہے۔ اسلامی اثر کے تحت مسلمانوں کا جو مزاج بن گیا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتا۔ اسلام جو اپنی فطرت میں حاکم ہے' کیوں کہ احکم الحاکمین کا نظام ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر عوام مسلمان ہیں تو حکومت میری ہو۔ عوام ہر شعبہ زندگی میں میرے تابع ہوں' جمہوریت چاہتی ہے ملک کا نظام عوام کے تابع ہو۔ مذہب کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس طرح مسلمان ملکوں میں مذہب اور جمہوریت میں رسہ کشی رہتی ہے۔ استحکام کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ نہ مذہب کو' نہ جمہوریت کو۔ مغربی ممالک میں جمہوریت جو کسی حد تک کامیاب ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں مذہب اور جمہوریت میں رسہ کشی نہیں۔ وہاں سیاست کے میدان میں جمہوریت اکیلی ہوتی ہے' جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ مذہب سے مقابلہ نہیں ہوتا۔ وہاں مذہب اور سیاست کے شعبے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وہاں مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے۔ سیاست میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ مغربی ممالک میں اسلامی جمہوریت والا فراڈ نہیں ہوتا کہ جمہوریت کو مذہب کا لبادہ پہنایا جائے۔ وہاں جمہوریت اپنے اصلی روپ میں ننگی ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی فطری یک رنگی کی وجہ سے وہ کامیاب رہتی ہے۔ مسلمان ملکوں میں جمہوریت کے ناکام ہونے کی دوسری اصل وجہ یہ ہے کہ جب مسلمان اسلام کا وفادار نہیں رہتا تو جمہوریت کی لعنت کے تحت وہ کسی کا بھی وفادار نہیں ہوتا۔ اس سے غداری ہوتی رہتی ہے۔ جب وہ اسلام کا غدار بن گیا تو اللہ سے

جمہوریت کا بھی وفادار نہیں بننے دیتا۔ جب وہ مسلمان ہو کر اپنی آخرت کو برباد کرتا ہے تو اللہ اس کی دنیا کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ جب مسلمان اعلیٰ چیز کو رد کر دیتا ہے تو اللہ اسے ادنیٰ بھی نہیں لینے دیتا۔ اس لیے کافر تو جمہوریت سے فائدہ اٹھاتے ہیں' مسلمان اس سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اسلام وہ نظام ہے جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جب مسلمان اسلام سے منہ پھیرتا ہے تو اللہ اسے جمہوریت سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ جو صرف دنیا کا دھندہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان ملکوں میں نہ اسلام ہے' نہ جمہوریت۔ اسلام مسلمانوں نے نہیں رکھا' جمہوریت اللہ نے نہیں دی۔ یہ اسلامی جمہوریت والا ذہن ہی ہے جو پاکستان کے کرتا دھرتا ایک طرف تو کہتے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے' جو اسلام کے لیے بنی ہے۔ دوسری طرف وہ اسے جمہوری بنانا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ پاکستان اگر اسلامی ملک ہوگا تو جمہوری کیسے ہوگا؟ اگر جمہوری ہوگا تو اسلامی کیسے رہے گا۔ کسی ملک کے اسلامی ہونے کے تو معانی ہی یہ ہیں کہ وہاں صرف اسلام ہو۔ اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب یا ازم نہ ہو' کیوں کہ اسلام تو اپنے سوا سب مذاہب کو باطل کہتا ہے' اور مٹاتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام آیا ہی باطل کو مٹانے کے لیے ہے۔

﴿ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾[17:الاسراء:81]

جونہی حق آیا باطل گیا۔ کسی ملک کے جمہوری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہاں مذہب سے آزادی ہو۔ ہر کوئی جو چاہے نظریہ رکھے' اسلام کے خلاف یا اسلام کے حق میں۔ مذہب ہر ایک کا پرائیویٹ معاملہ ہو جیسا کہ جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے۔ جمہوریت میں سوشلزم اور کیمونزم کے لیے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ ہر قسم کا کفر پھل پھول سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں جوں جوں جمہوریت کے لیے کوشش ہوئی اسلام غائب ہوتا چلا گیا۔ آج حالت یہ ہے کہ جس اسلام نے پاکستان کو جنم دیا تھا وہ اسلام مغلوب ہے اور جمہوریت کی پیدا کردہ خاردار جھاڑیاں از قسم سوشلزم' کیمونزم اور نیشنلزم غالب ہیں اور غالب بھی ایسی کہ اب پاکستان میں اسلام کا گزر مشکل ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہوا کہ اللہ نے بالکل آخری لمحے جنرل ضیاء کے ہاتھوں جمہوریت کو بریک لگوادی اور پاکستان بچ گیا' ورنہ اگر جمہوری عمل

جاری رہتا یا اب بھی جاری ہو جائے تو اسلام اور پاکستان دونوں کا خاتمہ ہے۔اس لیے جمہوریت کو بالکل ختم کر کے اسلام کو نافذ کرنا چاہیے۔ تو شاید پاکستان بچ جائے' ورنہ اگر اسلامی جمہوریت کا یہ فریب کام کرتا رہا تو پاکستان نہیں بچ سکتا۔پاکستان اسلام کے لیے بنا ہے اور اسلام ہی پاکستان کو بچا سکتا ہے۔اگر پاکستان میں اسلام نہ آئے تو پاکستان نہیں بچ سکتا اور جمہوریت کے ہوتے ہوئے اسلام کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا 35 سال کی پاکستان کی تاریخ اس پر شاہد عدل نہیں کہ جوں جوں جمہوریت کے لیے کوشش ہوئی اسلام ختم ہوتا چلا گیا۔جب اسلام اور جمہوریت میں ہے ہی تضاد تو ایک کی موجودگی میں دوسرا کیسے آسکتا ہے؟

جمہوریت کیا چیز ہے؟

جمہوریت کی مسلمہ تعریف یہ ہے:

Government of People by the People for the People

حُكْمُ النَّاسِ عَلَى النَّاسِ لِلنَّاسِ

لوگ اپنے اوپر خود حکومت کریں۔اللہ کی حاکیت کا کوئی تصور نہ ہو۔جمہوریت میں غلبہ ہمیشہ عوام کا ہوتا ہے اور عوام کالانعام ہوتے ہیں۔اکثریت ہمیشہ گندے اور بے دین لوگوں کی ہوتی ہے' جو اسلام کی پابندیوں سے بھاگتے ہیں اور آزادی چاہتے ہیں۔ اور یہ جمہوریت کی آزادی پہلے سرمایہ داری کو جنم دیتی ہے' جس کے رد عمل میں سوشلزم اور کیمونزم پیدا ہوتے ہیں جس سے پھر اسلام کا بھی خاتمہ ہوتا ہے اور جمہوریت کا بھی۔ سمجھ نہیں آتا کہ آج کل کا مسلمان ایسا بے بصیرت کیوں ہو گیا ہے؟ کہ وہ مسلمان ہو کر جمہوریت کا مطالبہ کرتا ہے۔کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ جمہوریت ایک سیاسی نظام ہے جو کافروں نے ایجاد کیا ہے' جس میں خدا کا کوئی تصور نہیں۔ دین اسلام کی اس کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں۔ مذہب اس میں ایک پرائیویٹ معاملہ ہے۔اگر یہ نظام مسلمانوں میں رواج پا جائے تو یہ اسلام نہیں رہتا۔ جمہوریت جب اسلام کی ضد ہے اور کفر ہے تو اس کی تقسیم اسلامی اور

غیر اسلامی بھی نہیں ہو سکتی کہ ایک کو اسلامی جمہوریت کہا جائے دوسری کو غیر اسلامی یا مغربی۔ کفر بھی کبھی اسلامی اور غیر اسلامی ہو سکتا ہے؟ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے 'کفر کبھی اسلام نہیں ہوتا۔ پلیدی کبھی پاک نہیں ہوتی۔ جمہوریت فی نفسہٖ اگر کوئی اچھی چیز ہے تو وہ اچھی ہے۔ پھر اس کے مغربی اور مشرقی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر وہ فی نفسہٖ کوئی بری چیز ہے تو وہ بری ہے۔ پھر اس کے اسلامی ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اچھی چیز جہاں بھی ہو اچھی ہے۔ بری چیز جہاں بھی ہو بری ہے۔ اسلام ہر جگہ اسلام ہے۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ کفر ہر جگہ کفر ہے' مغرب میں ہو یا مشرق میں۔ جمہوریت اس لیے کفر نہیں کہ وہ مغربی ہے' جمہوریت اس لیے کفر ہے کہ وہ جمہوریت ہے' اسلام نہیں۔ اور جو اسلام نہ ہو بلکہ اسلام کی ضد ہو وہ کفر ہے۔ اسلام اور جمہوریت میں صریحاً تضاد ہے۔ اسلام میں حاکم اللہ ہے' جمہوریت میں حاکم عوام ہیں۔ وہ عوام کافر ہوں یا مسلمان۔ عوام کے مسلمان ہونے سے جمہوریت نہیں بدلتی۔ جمہوریت کا اصول وہی رہتا ہے۔ حکومت اللہ کی نہیں بلکہ عوام کی۔ عوام خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں' جمہوریت مسلمانوں میں ہو یا کافروں میں' جیسے زنا ہے کرنے والا کوئی ہو' یہ نہیں کہ کافر کرے تو زنا ہے' مسلمان کرے تو نکاح ہے۔ جب زنا کہتے ہی مرد عورت کے ناجائز اور غیر قانونی تعلق کو ہیں تو یہ فعل جہاں بھی ہو گا زنا ہو گا اور حرام ہو گا۔ ایسے ہی جمہوریت مسلمانوں میں ہو' یا کافروں میں' جب تک جمہوریت ہے' کفر ہے' کیوں کہ اس میں حکومت کا حق عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ ملک میں جو عوام چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ ہمیں اسلامی جمہوریت کو جانچنے کے لیے جمہوریت کو دیکھنا چاہیے کہ جمہوریت کیا چیز ہے نہ کہ عوام کو؟ عوام تو بدلتے رہتے ہیں لیکن جمہوریت نہیں بدلتی۔ کیوں کہ یہ ایک نظام ہے' نظام نہیں بدلا کرتا' جمہوریت اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ اصول ایک ہی ہوتا ہے' کہ چلے گی اکثریت کی خواہ حق کے خلاف ہو یا موافق۔ عملاً حاکمیت عوام کی ہو گی۔ وہ عوام مسلمان ہوں یا کافر۔ جمہوریت جیسا کہ عام طور پر دھوکا لگتا ہے آزادیٔ رائے اور حق گوئی و بے باکی کو نہیں کہتے۔ جمہوریت عدل و مساوات اور عوام کی خیر خواہی کو بھی نہیں کہتے۔ بعض شخصی حکومتوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وہ حکومتیں

جمہوری نہیں کہلاتی۔ جمہوریت الیکشنوں کے نظام کو کہتے ہیں۔ اگر الیکشن ہوتے رہیں۔ عوام اپنا حکومت کا حق ووٹوں کے ذریعے استعمال کرتے رہیں۔ طالع آزماؤں کو طالع آزمائی کا موقع ملتا رہے' تو جمہوریت ہے ورنہ نہیں۔ جمہوریت سوشلزم اور کیمونزم۔۔۔ یہ سب حسد کی پیداوار ہیں۔ جو غلط قسم کی حکومتوں کے رد عمل کے طور پر پیدا ہوئی ہیں کہ ایک ہی آدمی یا ایک ہی خاندان مالک و حاکم بن کر مزے کرے اور ہم محروم رہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسلام کہتا ہے حکومت کسی کا بھی حق نہیں۔ حکومت صرف اللہ کا حق ہے۔ اس لیے حکومت کی آرزو کوئی نہ کرے۔ پھر اللہ جس کو اسلامی اصولوں کے تحت خلیفہ بنادے' جس کا کام صرف اللہ کے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے' اپنے اوپر بھی اور اوروں پر بھی۔ اس کو حکومت کرنے کا حق ہے۔ وہ بھی جیسے اللہ کا حکم ہو۔ اللہ کے حکم سے آزاد حاکم کا تو اسلام میں تصور ہی نہیں۔ یونہی کسی نے اپنی چلائی' وہ اللہ کا باغی ٹھہرا۔

جمہوریت شرک و کفر ہے

عوام کو حاکمیت کا درجہ دینے کی وجہ سے یہ جمہوریت کفر ہے۔ اسلام میں یہ درجہ اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ حاکمیت اور خود مختاری صرف اللہ کا حق ہے۔ اسلام یہ حق کسی کو نہیں دیتا۔ نہ کسی نبی کو' نہ کسی ولی کو' نہ کسی فرشتے کو' نہ کسی جن کو۔ نہ عوام کو' نہ خواص کو' نہ شخص واحد کو جیسا کہ آمریت میں ہوتا ہے' نہ کسی جماعت کو جیسا کہ جمہوریت یا دیگر نظاموں میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[3:آل عمران :79]

یعنی کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ اللہ تو اسے صاحب کتاب و حکم نبی بنائے اور وہ لوگوں کو اپنے بندے بنائے۔ ان پر حکومت کرے۔ نبی تو یہی کہے گا کہ اللہ کے بندے بنو' اس کا حکم مانو' نبی یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ۔ اللہ کے سوا کسی اور کو ایسا درجہ دینا تو کفر ہے۔ کیا پیغمبر مسلمانوں کو ایسے کفر کا حکم دیتا ہے۔

اسلام میں حکومت صرف اللہ کا حق ہے اور حکومت سے مراد صرف حکم اور قانون ہے۔ جس کا حکم اور قانون چلے گا اسی کی حکومت ہوگی۔ اگر اللہ کا حکم بغیر کسی کی منظوری کے جاری ہوتا ہے تو اللہ کی حکومت ہے۔ اگر عوام کا منظور شدہ دستور و قانون نافذ ہو اور عوام کی منظوری کے بغیر اللہ کا حکم بھی جاری نہ ہو تو جمہوریت ہے۔ اقامت صلوٰۃ اللہ کا حکم ہے اور فرض ہے' حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے' لیکن اسلامی جمہوریتوں میں اقامت صلوٰۃ کا حکم اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا' جب تک اسے عوام کی منظوری حاصل نہ ہو' اسمبلی قانون پاس نہ کرے۔

اسلامی جمہوریت اور اسلامی نظام کا فرق

اسلام کا کوئی قانون کتنا بھی اہم اور واضح کیوں نہ ہو جب تک اسے ملک کی مقننہ قانون کا درجہ نہ دے اس وقت تک وہ اسلامی جمہوریہ میں قانون نہیں بن سکتا۔ اسلامی جمہوریہ میں اسلام کے ہر حکم کا یہی حال ہوتا ہے کہ اسے قانون کا درجہ دینے کے لیے عوام کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے' لیکن اگر ملک میں اسلامی جمہوریت کی بجائے' اسلامی نظام ہو تو ایسا نہیں ہوتا۔ اسلامی نظام میں اللہ کا ہر حکم جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو جائے قانون کا درجہ رکھتا ہے اور نافذ العمل ہوتا ہے۔ کسی عوامی یا خصوصی ادارے کی منظوری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلامی نظام میں تصور یہ ہوتا ہے کہ حاکم اللہ ہے۔ حکومت اس کی ہے۔ جو حکم اللہ کے نبی کے ذریعے آچکا ہے وہ نافذ العمل ہے اور ملک کا قانون ہے۔ اس کے لیے کسی قانون سازی یا منظوری کی ضرورت نہیں۔ وہ جیسے ایک عام آدمی پر لاگو ہے ویسے ہی خلیفہ پر لاگو ہے۔ سب اللہ کے محکوم ہیں' اللہ کے حکم سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ اسلامی جمہوریت میں چونکہ حکومت عوام کی ہوتی ہے اس لیے عوام کی منظوری کے بغیر اسلام کا کوئی حکم بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت میں یہی فرق ہے۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں عوام اسلام کے تابع ہوتے ہیں' پاکستان کو اسلامی جمہوریہ بنے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا لیکن آج تک پاکستان میں نماز کا حکم جاری نہیں

ہوا' کیوں کہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت ہے' اسلامی نظام نہیں۔ جہاں اسلام عوام کے تابع ہے' لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلامی جمہوریتوں میں اسلام نہیں ہوتا۔ جمہوریت ہوتی ہے' وہی جمہوریت جو مغرب میں ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہاں عوام مسلمان نہیں ہوتے غیر مسلم ہوتے ہیں۔ یہاں عوام رسمی طور پر مسلمان ہوتے ہیں۔ نظام ایک ہی ہوتا ہے' یعنی حاکمیت عوام کی ۔ عوام جو چاہیں وہی ہو اور یہ کفر ہے۔ کیوں کہ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت ہو نہیں سکتی۔ ہو بھی کیسے ؟ جب مخلوق اللہ کی تو حکم بھی اللہ کا چلنا چاہیے نہ کہ مخلوق کا۔ جب والد زندہ اور قائم ہو تو اولاد پر حکم والد کا چلنا چاہیے نہ کہ اولاد کا۔ جب مالک موجود ہو تو حکم مالک کا چلنا چاہیے' نہ کہ محکوم کا۔ قرآن مجید میں ہے :﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ [7:الاعراف:54] جب مخلوق اللہ کی تو حکم اور قانون بھی اسی کا۔ جو حاکم زمین پر اپنا حکم نہ چلائے بلکہ اللہ کا حکم چلائے وہ منتخب ہو یا غیر منتخب وہ جائز حاکم ہے۔ وہ اللہ کا نائب (وائسرائے) اور خلیفہ ہے اور جو اپنا حکم چلائے خواہ وہ عوام کا منتخب کردہ ہی ہو' وہ ناجائز حاکم ہے۔ وہ اللہ کا شریک اور اس کو منتخب کرنے والے عوام اس کو اللہ کا شریک بنانے والے ہیں' جو صریحاً شرک اور ارتداد ہے۔ روے زمین پر جو اپنا حکم چلاتا ہے' وہ فرد واحد ہو یا جماعت سب باغی ہیں۔ اس طرح اسلام نہ آمریت کو برداشت کرتا ہے' نہ جمہوریت کو۔ ہمارا جمہوریت زدہ طبقہ' آمریت کے تو سخت خلاف ہے' لیکن جمہوریت پر جان دیتا ہے۔ وہ بے دینی اور جہالت کی وجہ سے جمہوریت کو اپنا دین ایمان سمجھتا ہے۔ حال آنکہ اسلام کی رو سے دونوں کفر ہیں۔ کیوں کہ دونوں اپنی اپنی حاکمیت کے قائل ہیں۔ کیوں کہ اپنا اپنا قانون چلاتے ہیں۔ آمریت میں شخص واحد اپنا حکم چلاتا ہے' اور من مانی کرتا ہے۔ جمہوریت میں اکثریت اپنا حکم چلاتی ہے' جب سب انسان ہیں' سب مخلوق ہونے میں برابر ہیں' تو ایک دوسرے پر حکم چلانے کا کیا حق ہے ؟ حکومت کا حق صرف مخلوق کے خالق' مالک اور رازق کو ہی ہو سکتا ہے' یا پھر جس کو اللہ اپنے حکم کے تحت حکومت کرنے کا حق دے اور کسی کو نہیں۔ جب حکومت کرنا صرف اللہ کا حق ہے تو حاکمیت اللہ کی خاص صفت ہوئی اور اللہ کی کسی خاص صفت میں' کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ جمہوریت اللہ کی اس خاص صفت میں

'عوام کو شریک ٹھہراتی ہے' اس لیے جمہوریت ایک واضح شرک ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

1--﴿ اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾[7:الاعراف:54]

سن لو! مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکومت کا حق بھی اسی کو ہے۔

2-- ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ﴾[6:الانعام :57]

حکم صرف اللہ کا چلتا ہے۔

3--﴿ وَلاَ يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهِ اَحَدًا ﴾[18:الکهف:26]

اللہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

4--﴿ اَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ ﴾[6:الانعام:62]

خبردار! حکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے' اور وہ سب سے جلدی حساب لینے والا ہے۔ (خصوصاً اُن سے جو اللہ کا یہ حق غیروں کو دیتے ہیں)

5- ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾

[42:الشوری:21]

کیا ان کے ایسے معبود ہیں جو ان کے لیے ایسی قانون سازی کرتے ہیں جس کی اللہ نے انھیں اجازت نہیں دی۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ جیسے معبود ہونے میں یکتا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں' جیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے والا مشرک ہے' ایسے ہی عوام کی حاکمیت کا قائل و فاعل بھی مشرک ہے۔ وہ عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے' یہ حاکمیت میں۔ چوں کہ جمہوریت عوام کی حاکمیت کی قائل ہے' اس لیے جمہوریت کھلا ہوا شرک ہے۔

جمہوریت مغرب کی کج فکری پر مبنی ہے

جمہوریت کفر و شرک ہونے کے علاوہ ویسے بھی کج فکری پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد ہی صحیح نہیں۔ جمہوریت عوام کی حاکمیت کی قائل ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عوام حاکم ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر محکوم کون ہے؟ اگر عوام محکوم ہیں تو پھر حاکم کون ہے۔ ایک ہی

ذات حاکم و محکوم نہیں ہو سکتی۔ حاکمیت اور محکومیت دو متضاد وصف ہیں' جو ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حیف ہے ان مسلمانوں پر جو بے سوچے سمجھے مغرب کی تقلید میں ایسی جمہوریت کے قائل ہیں۔ جمہوریت کہتی ہے: "عوام خود مختار ہیں' حکومت ان کا حق ہے' وہ جس کو چاہیں حکومت کا اختیار دے کر بے اختیار ہو جائیں" وہ خود مختار کیسا؟ عوام جب ووٹ دے دیتے ہیں تو بے اختیار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ مسلط ہونے والے اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ ان کی حاکمیت و خود مختاری جاتی رہتی ہے۔ جن کو وہ اپنے نمائندے کہتے ہیں' ان کے وہ محکوم ہو جاتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے' حاکم و خود مختار صرف اللہ ہے' جو ہمیشہ حاکم و خود مختار ہوتا ہے۔ کبھی محکوم و بے اختیار نہیں ہوتا۔ اسلام میں کاروبار مملکت چلانے کے لیے خلافت کا منصب ہے۔ خلیفہ اور عوام سب اللہ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ خلیفہ کو اختیارات عوام نہیں دیتے' وہ اختیارات کے لیے عوام کا محتاج نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اسلام میں اختیارات کا سرچشمہ عوام نہیں اللہ ہے۔ خلیفہ اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت بنتا ہے۔ عوام کے انتخابی اصولوں کے تحت نہیں بنتا۔ اس لیے وہ عوام سے اطاعت کروا سکتا ہے' وہ اللہ کے حکم کے تحت عوام پر حکومت کرتا ہے۔ جمہوریت میں عوام ہی حاکم اور عوام ہی محکوم' عوام کے نمائندے عوام پر ہی حکومت کرتے ہیں۔ عوام کی حاکمیت اور پھر عوام کی نمائندگی اور پھر اپنے نمائندوں کی محکومیت ۔۔۔ یہ ایسا غلط اور پر فریب تصور ہے جو جمہوریت کے کافرانہ اور غلط نظام میں ہی چل سکتا ہے۔ اسلام کے فطری نظام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

جمہوریت کسی صورت بھی اسلام کا سیاسی نظام نہیں ہو سکتی

اسلام عقائد اور اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ عقائد کو ہم نظریہ حیات کہہ سکتے ہیں اور اعمال کو نظام حیات۔ جس طرح اعمال عقائد کی فرع ہیں یعنی عقائد سے اعمال پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نظام حیات نظریہ حیات سے تشکیل پاتا ہے۔ جیسا نظریہ حیات ویسا نظام حیات تشکیل پائے گا۔ اگر نظریہ حیات اسلامی ہے تو نظام حیات اسلامی وجود میں آئے گا

اگر نظریہ حیات غیر اسلامی ہے تو نظام حیات غیر اسلامی ظہور پذیر ہوگا۔ اسلام اور کفر کے جب نظریات مختلف ہیں تو ان کے نظاموں کا مختلف ہونا یقینی امر ہے۔ جمہوریت مسلمانوں کا سیاسی نظام کیسے ہو سکتی ہے؟ اسلام کے نظریہ حیات کے تحت مسلمانوں کے سیاسی نظام کی غرض وغایت اور ہے کافروں کے نظریہ حیات کے تحت ان کے سیاسی نظام کی غرض وغایت اور ہے۔ جب اسلام کے نظریہ حیات کے تحت انسان کی تخلیق کی غرض وغایت اللہ کی بندگی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[51:الذاریات:56]

تو اسلام کے نظام حیات کی مجموعی غرض وغایت بھی یہی ہوگی۔ کیوں کہ اسلام کے نظریہ حیات اور اس کے نظام حیات میں مطابقت کلی کا ہونا لازمی ہے۔ جب اسلام کے نظام حیات کی مجموعی غرض و غایت اللہ کی بندگی ہے تو اس کے تینوں نظاموں: نظام معاشرت، معیشت اور سیاست کی فرداً فرداً بھی یہی غایت ہوگی۔ ان تینوں نظاموں میں ربط باہمی ایسا ہے کہ یہ تینوں باہم مدغم ہو کر کسی نظام حیات کی اکائی بناتے ہیں۔ اسلام میں ان تینوں نظاموں میں پوری ہم آہنگی اور یگانگت ہے، کیوں کہ ان تینوں کے احکام ایک مرکز ہے ایک مقصد کے تحت جاری ہوتے ہیں اور وہ مقصد اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ جب اللہ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے تو امتحان کے لیے انسان کو تین چیزیں دی ہیں۔ مال، جان اور قدرت و اختیار۔ اللہ دیکھتا ہے کہ انسان ان کو اپنی مرضی سے آزادانہ استعمال کرتا ہے یا ان تینوں کے استعمال میں اللہ کی رضا اور اس کی بندگی، اس کے ملحوظ خاطر رہتی ہے۔ اگر وہ ان تینوں نعمتوں کو جو بنیاد ہیں، معاشرت، معیشت اور سیاست کی۔ اللہ کے حکم کے تحت اس کی رضا میں استعمال کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد حیات میں کامیاب ورنہ ناکام ہے۔ جب اسلام کے نظام حیات کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کی بندگی ہے تو جمہوریت اسلام کا نظام سیاست نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ جمہوریت کا مقصد اللہ کی بندگی نہیں، بلکہ حکومت کی بندگی ہے۔ جمہوریت تو حکومت چاہتی ہے، وہ کہتی ہے کہ حکومت سب کا حق ہے، اکیلا کوئی کیوں حکومت کرے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ حصول اقتدار کی خاطر الیکشن لڑیں اور حکومت

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہر تین یا پانچ سال بعد الیکشن ہوں کہ حکومت کرنے کا سب کو باری باری موقع ملے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت کسی بھی انسان کا حق نہیں' اس لیے حکومت کی آرزو کوئی نہ کرے۔ یہ ان کے مقصد حیات کے خلاف ہے۔ حکومت حق نہیں' ایک ذمہ داری اور بوجھ ہے۔ اس لیے ہر ایک اس سے گریز کرے۔ جب اسلام اور جمہوریت کے مقاصد و مسالک میں اتنا فرق ہے تو وہ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ جمہوریت اسلام کا نظام سیاست اس لیے بھی نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں نظاموں میں حکومت کے مقاصد مختلف ہیں' اسلامی نظام میں حکومت کا مقصد' اللہ کے قانون کو جاری کر کے اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنا ہے۔ جب واقعتاً اللہ حاکم ہے' اس کے سوا کوئی حاکم نہیں تو اس کی حاکمیت قائم کیوں نہ ہو۔ اسلامی حکومت کا اولین فرض اللہ کی حکومت کا قیام ہے۔ امن و امان کا قیام' اسلامی حکومت کا لازمہ تو ہے مقصد نہیں' کیوں کہ یہ مقصد حیات نہیں۔ بلکہ مقصد حیات کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ دنیا میں امن وامان اس لیے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ امن و سکون کے ساتھ اپنے مقصد حیات کو پورا کر سکیں۔ مقصد حیات کی تحصیل میں ان کو کوئی دقت نہ ہو۔ جب اسلام میں حکومت کا مقصد اللہ کے احکام کی تعمیل کرنا اور کرانا ہے۔ کسی کی حکومت قائم کرنا نہیں تو یہ کام جمہوری نظام کے تحت نہیں ہو سکتا۔ یہ کام عوام نہیں کر سکتے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو اللہ کے احکام کو خوب سمجھتا ہو اور ان پر عمل پیرا ہو اور تعمیل احکام الہیہ کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کا انتخاب بھی عوام کا کام نہیں۔ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو خود اللہ کے احکام کے پابند ہوں اور صاحب الرائے ہوں۔ ان کی رائے معاشرے میں وزن رکھتی ہو۔ جب اسلامی حکومت کے یہ تقاضے ہوں تو ایسی حکومت جمہوری اصولوں سے کیسے قائم کی جا سکتی ہے۔ ایسی حکومت کے قیام کو جمہوریت کے تحت عوام کے ہاتھوں میں دینا ایسے ہی ہے جیسے گھر کا نظام والدین سے چھین کر بچوں کے سپرد کر دینا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اسلامی نظام حیات میں کسی طرح بھی فٹ نہیں آتی' کیوں کہ اسلام کے تقاضے بالکل اور ہیں۔ مسلمانوں نے اسلام کے مزاج کو تو نہ سمجھا' بلکہ اندھا دھند مغرب کی تقلید میں جمہوریت کو اپنا نظام سیاست اپنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ رہا کہ آج مسلمانوں کی معاشرت اور

معیشت دونوں غیر اسلامی ہیں۔ معاشرت 'معیشت اور سیاست ایک ہی جسم کے اعضا ہیں' جن میں روح ایک ہے۔ یہ تینوں نظام باہم ایسے مربوط ہیں کہ ان کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سیاست مغربی اختیار کر لی جائے اور معاشرت اور معیشت کو اسلامی رکھ لیا جائے۔ سیاست معاشرت و معیشت دونوں کی کنٹرولر ہے۔ جیسی سیاست ہو گی ویسی معاشرت و معیشت ہو گی۔ کیوں کہ وہ دونوں سیاست کے تابع ہیں۔ اس کے علاوہ ان تینوں نظاموں میں 'ربط و ضبط باہمی بھی ایسا ہے کہ جب ایک بدلے گا تو منطقی طور پر دوسرا ضرور بدل جائے گا۔ یہ تینوں نظام مل کر کسی نظام حیات کی اکائی بناتے ہیں۔ ان کے ربط باہمی کو کسی صورت بھی توڑا نہیں جا سکتا۔ یہ جب بدلتا ہے پورا سیٹ کا سیٹ بدلتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک بدل جائے اور دوسرا نہ بدلے۔ جب مسلمان انگریز کی غلامی میں آئے ان کا نظام سیاست جمہوریت ہوا تو مسلمانوں کا پورا نظام حیات بدل گیا۔ جب مسلمانوں کی سیاست مغربی ہوئی تو ان کی معاشرت و معیشت بھی مغربی ہو گئی اور جب کسی قوم کے یہ تینوں نظام مغربی ہو جائیں تو اس قوم کا نظام حیات اسلامی کیسے رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان اسلام سے بہت دور ہیں اور نفاذ اسلام ان کے لیے ایک لاینحل مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جتنی وہ جمہوریت کے لیے کوشش کرتے ہیں اتنے وہ اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں۔

بہت بڑا مغالطہ

جمہوریت کی طرف سے مسلمان بہت بڑے مغالطے میں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کوئی اسلامی چیز ہے' حالاں کہ جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جمہوریت کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے خلافت راشدہ سے عدل و مساوات کی مثالیں دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جتنی جمہوریت اسلام میں ہے اتنی اور کسی مذہب میں نہیں۔ بلکہ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جمہوریت مغرب نے اسلام سے سیکھی ہے۔ اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ جس میں تقریباً آج کل کے اکثر مسلمان مبتلا ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں جو آزادی رائے یا عدل و مساوات مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کا عنصر موجود ہے وہ جمہوریت نہیں' نہ اسلام اسے

جمہوریت کہتا ہے' نہ جمہوریت کی تعریف میں یہ آتا ہے۔ اسلام میں اس کو نصح یا نصیحت کہتے ہیں۔ چنانچہ تمیم داریؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلاَ ثًا)) تین دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ دین اسلام نصیحہ کو کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ((لِلّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلاَ ئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) ❶ اللہ کے لیے' اللہ کی کتاب کے لیے' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے' مسلمان حاکموں کے لیے اور مسلمان عوام کے لیے۔ یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرنا اسلام ہے۔ اسی کو عدل و مساوات کہتے ہیں۔ اسی کو دوسروں کی خیر خواہی کہتے ہیں۔ اس کو جمہوریت ہرگز نہیں کہتے۔ جمہوریت ایک سیاسی نظام ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام اپنے اس حق کو الیکشنوں کے ذریعے استعمال کریں۔ جب ہی جمہوری ملکوں میں ہر تین یا پانچ سال کے بعد الیکشن ہوتے ہیں۔ حقیقت میں جسے جمہوریت کہتے ہیں وہ اسلام میں نہیں اور جو عوام کی خیر خواہی وغیرہ اسلام میں ہے وہ جمہوریت نہیں۔ نہ اسلام میں جمہوریت ہے' نہ جمہوریت میں اسلام ہے۔ آج کل کا بے بصیرت مسلمان اس حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ وہ جمہوریت کو ہی اسلام سمجھتا ہے۔

بحالی جمہوریت کو ہی نفاذ اسلام کا نام دیتا ہے۔ وہ نفاذ اسلام کی بجائے بحالی جمہوریت کے لیے کوشاں ہے۔ وہ اس کے لیے جان دینے کو شہادت سمجھتا ہے۔ حال آنکہ حرام کی موت ہے کیوں کہ جمہوریت ایک کافرانہ سیاسی نظام ہے جو اسلام کی ضد ہے اس کی بحالی کے لیے جان دینا جان کو ضائع کرنا ہے۔ اسی نے مسلمانوں کے دین و ایمان کو بگاڑا ہے۔ اسی کی وجہ سے آج مسلمان اسلام سے دور اور اپنے اسلامی کردار سے محروم ہوئے ہیں۔ اسلام مسلمانوں کو توحید سکھاتا ہے' یہ مشرک بناتی ہے۔ اسلام ایک خدا کا مطیع بنا کر وحدت ملی کا

---

❶ (مسلم: کتاب الایمان' باب بیان ان الدین النصیحة' رقم 95...ارواء الغلیل 62/1 رقم 26' ابوداؤد: کتاب الادب' باب فی النصیحة' عن سھیل بن ابی صالح.. مسند احمد 103/4 رقم 16494-16498-16499)

سبق دیتا ہے' جمہوریت عصبیتیں پیدا کر کے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کی موجودگی میں اسلام اپنا کردار ادا کر ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اسلام زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی زندگی جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ دین سے ہے اور جمہوری نظام میں یہ دونوں کام کبھی نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمان پیچھے تو ہٹے ہیں' ایک قدم آگے نہیں بڑھے۔ مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ ہی نکل گیا ہے۔ مسلمان بے غیرت اور بزدل ہو کر رہ گئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام جتنا بھی پھیلا فتوحات جتنی بھی ہوئیں سب خلافت وملوکیت کے دور میں ہوئیں۔ جمہوریت کے دور میں کچھ نہیں ہوا۔ جمہوریت کے دور میں مسلمانوں نے کھویا ہی ہے کمایا کچھ نہیں۔ جمہوریت شرک ہے اور شرک کی یہ تاثیر ہے کہ اس سے مرعوبیت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ ﴾ [3:آل عمران:151] ہم شرک کی وجہ سے کافروں سے مرعوب ہیں' مسلمانوں کی مرعوبیت اور ذلت کا سبب یہ جمہوریت ہے۔ جب سے جمہوریت کا یہ مشرکانہ نظام مسلمانوں میں آیا ہے مسلمان مرعوب اور ذلیل ہو گئے ہیں۔ موحدین اور مجاہدین والی جرأت ان میں نہیں رہی۔ وہ غیروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ جمہوریت ہے شرک وکفر' لیکن جیسے مشرک مانتے نہیں کہ ہم مشرک ہیں اور شرک کرتے ہیں اسی طرح جمہوری مسلمان مانتے نہیں کہ جمہوریت شرک ہے۔ نہ انھیں یہ ڈر ہے کہ ہم جمہوری بن کر مشرک وکافر ہو جائیں گے۔ وہ مشرکوں کی طرح اپنے اس شرک کی تاویلیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مغربی جمہوریت تو شرک وکفر ہو سکتی ہے۔ ہماری پاکستانی اور اسلامی جمہوریت شرک نہیں' کیوں کہ پاکستان کے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ حاکم رب العالمین ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جمہوریت ' جمہوریت ہے اور جب وہ جمہوریت ہے تو کفر ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کہتے ہی عوام کی حاکمیت کو ہیں اور اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت شرک وکفر ہے۔ جمہوریت کے ہوتے ہوئے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین تسلیم کیا گیا ہے وہ بھی عوام کا ہی بنایا ہوا ہے اور عوام کے بنائے ہوئے دستور کا کیا اعتبار اگر آج عوام یہ دستور بنا سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ ہے تو کل کے عوام یہ دستور بنا سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ نہیں عوام ہیں۔ چنانچہ مساوات 14

اکتوبر 1978ء کے اداریے میں یہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ جمہوریت کو آگے بڑھایا جائے اور عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ جب تک کسی ملک میں جمہوری نظام ہے۔ اس وقت تک دستور و قانون کو اسلامی نہیں کہہ سکتے' خواہ اس میں کچھ بھی کیوں نہ تسلیم کیا گیا ہو' کیوں کہ وہ عوام کے تابع ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے عوام ہوں گے ویسا دستور و قانون بنتا اور بدلتا رہے گا۔ جب جمہوریت ہے بالادستی عوام کی ہی رہے گی۔ دستور یا قانون سب کچھ عوام کے رحم و کرم پر ہو گا۔

اس کے علاوہ اگر کسی ملک کا قانون غیر اسلامی ہو تو دستور میں حقیقی حاکم اللہ کو تسلیم کرنے کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں اور پاکستان کا یہی حال ہے۔ دستور میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے اور ملک میں رائج قانون سب غیر اسلامی ہیں۔ اگر کوئی لا الہ الا اللہ پڑھ کر شرک کرے تو کیا مشرک نہیں ہوتا۔ جیسے شرک کرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لینا کوئی فائدہ نہیں دیتا' وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے باوجود شرک کر کے مشرک ہو جاتا ہے' اسی طرح پاکستانی دستور میں یہ لکھ کر بھی کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے' جب جمہوریت کو جو صریحاً شرک ہے رواج دیا جاتا ہے' حکومت کا حق عوام کے لیے تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کے لیے ہر تین یا پانچ سال بعد الیکشن ہوتے ہیں' قانون غیر اسلامی چلائے جاتے ہیں تو شرک خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہنا یہ کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے' اور نظام جمہوری چلانا' ایسا ہی ہے جیسے کوئی پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سجدہ کرے غیر اللہ کو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے شرک' توحید نہیں بن جاتا۔ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حرام حلال نہیں ہو جاتا۔ شرک شرک ہی رہتا ہے اور حرام حرام ہی رہتا ہے۔ توحید تو شرک مٹانے ہی سے آتی ہے۔ صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لینے سے توحید نہیں آجاتی۔

اسلامی جمہوریت ایک بہت بڑی شرکیہ بدعت ہے

اس نے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے بدل دیا ہے' عام بدعتوں کا تو لوگوں کو شاید کچھ نہ کچھ احساس ہو جاتا ہو لیکن جمہوریت جیسی بدعت کا کوئی احساس نہیں ہوتا' کیوں لوگ عام طور پر سیاست کو بدعت نہیں سمجھتے۔ اس لیے وہ سیاسی بدعتوں کو بدعت خیال نہیں کرتے' حال آنکہ یہ دوسری بدعتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے پورا نظام

حیات بدل جاتا ہے۔ اس بدعت کی بدولت آج مسلمان اپنے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ بدعات کی خاصیت جیسا کہ حدیث میں آتا ہے یہ ہے کہ جونہی کوئی بدعت آتی ہے اس قسم کی ایک سنت اٹھ جاتی ہے جو تا قیامت نہیں لوٹتی۔ اس جمہوریت کی وجہ سے ہی آج مسلمانوں سے اسلامی سیاست ایسی گئی ہے کہ اب اسلامی سیاست ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ جمہوریت کو ہی اسلامی سیاست سمجھنے لگ گئے ہیں حالانکہ کہاں جمہوریت اور کہاں اسلام؟ جب تک مسلمانوں میں اسلامی سیاست کا شعور پیدا نہیں ہوتا اسلام کبھی نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر اسلام نافذ نہ ہو تو آدمی مسلمان ہی نہیں ہوتا۔ کوئی انسان مسلمان ہوتا ہی اس وقت ہے جب وہ اسلام کو نافذ کرتا ہے۔ اسلام کے معانی اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے ہیں۔ اگر مقدور بھر اللہ کے حکم پر عمل نہ کیا جائے تو اسلام کہاں؟ آج مسلمان جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں اور اس کے ذریعے ہی اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں' جو قریباً ناممکن ہے۔ کبھی بدعتوں سے بھی اسلام آیا ہے بدعتیں تو اسلام کو مٹاتی ہیں لاتی نہیں۔ جمہوریت سے بھی اسلام کو ٹالا اور نکالا جا سکتا ہے' لایا کبھی نہیں جا سکتا۔ 35 سال سے پاکستان میں یہی تجربہ ہو رہا ہے۔ جمہوریت لاتے لاتے پاکستان بھی کٹ گیا اور اسلام بھی مٹ گیا۔ اسلام کو تو اسلامی طریقوں سے ہی لایا جا سکتا ہے۔ جمہوریت سے اسلام کبھی آیا ہے نہ آسکتا ہے۔ اسلام وہی لوگ لا سکتے ہیں' جن کے ذہن اسلامی ہوں' جمہوری نہ ہوں۔ باطل سے مرعوب اور مغرب سے متاثر نہ ہوں۔ جو باطل سے مرعوب اور مغرب سے متاثر ہوں وہ کبھی اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے۔ اسلامی انقلاب کے داعیوں کا خواہ وہ کسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ آج یہ حال ہے کہ وہ خود مغرب سے متاثر ہیں۔ جس مغرب کے خلاف وہ آواز اٹھاتے ہیں اسی سے وہ مرعوب ہیں ۔ وہ اسلام کیا لائیں گے۔ کسی کے مرعوب ہونے یا نہ ہونے کا پتا اس کی تہذیب سے لگتا ہے۔ تہذیب بہت بڑا انڈکس ہے۔ مغرب جب مسلمانوں سے مرعوب تھا تو وہ مسلمانوں کی تہذیب کو اپناتا تھا۔ اب ہم مرعوب ہیں' تو ہم مغرب کی تہذیب کو اپناتے ہیں۔ زبان سے مغرب کو کتنا ہی برا کیوں نہ کہا جائے۔ جب تک اس کی تہذیب کو نہ چھوڑا جائے اور اپنے آپ کو کلی طور پر اسلامی رنگ میں نہ رنگا جائے اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔ بڑی بنیادی چیز

جس کو آج اسلامی انقلاب کے داعی ذہن میں نہیں رکھتے یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کبھی جزوی نہیں ہوتا۔ وہ پورے نظام حیات کا انقلاب ہوتا ہے جس میں معاشرت، معیشت اور سیاست تینوں آتی ہیں۔ اسلامی انقلاب لانے کے لیے تمام شعبوں میں عمل بیک وقت شروع ہونا چاہیے۔ سب سے زیادہ اہمیت نظام تعلیم کو دینی چاہیے۔ تعلیم کے ذریعے ہی اذہان و قلوب کو مغربیت سے پاک وصاف کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظام لانے کے لیے سب سے پہلے کافرانہ نظام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنا بہت ضروری ہے، خصوصاً جمہوریت کو جس نے ذہنوں کو بہت خراب کر دیا ہے۔ ہر ایک ہی قسمت آزمائی کے لیے الیکشن لڑتا ہے، آج کل کوئی مسلمان یہ برداشت ہی نہیں کرتا کہ کوئی حکومت کرتا رہے اور وہ حکومت سے محروم رہے۔ لوگوں کے ذہنوں کو حکومت کے سودا سے پاک کرنا بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حکومت کسی کا حق نہیں کہ کوئی اس کے لیے کوشاں ہو اور الیکشن لڑتا پھرے۔ حکومت صرف اللہ کا حق ہے، ہمارا فرض تو صرف اللہ کے کام کی تکمیل کرنا ہے۔ حکومت کرنا نہیں۔ حکومت بہت بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برا ہونے ہر ایک کا کام نہیں۔ اللہ کے ہاں اس کی جواب دہی بہت مشکل ہے۔ اس سے آدمی جتنا گریز کرے اتنا ہی اچھا ہے۔ حکومت کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن دیدنی ہوگا۔ جس نے حکومت کی وہ گویا کند چھری سے ذبح ہوا۔ ❶ اگر عہدے کی بھوک نہ ہو تو کسی عہدے دار کا انتخاب کوئی مشکل نہیں۔ انتخاب کے مسئلے کو اس جمہوری ذہن نے پیچیدہ بنایا ہے۔ اگر ذہن سے یہ جمہوری سودا کہ حکومت ہر ایک کا حق ہے نکل جائے تو انتخاب کا مسئلہ بالکل آسان ہو جائے۔ حکومت کے حصول کے لیے تگ ودو کرنا اسلام کی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے۔ اگر صحیح اسلامی تعلیم کو عام کیا جائے اور لوگوں کے ذہنوں کو اسلامی بنایا جائے تو اسلامی طریقے سے

---

❶ (ترمذی: ابواب الاحکام، باب ماجاء عن رسول اللہ فی القاضی، رقم 1322 .. ابو داؤد: کتاب القضاء، باب فی طلب القضاء، رقم 3571 .. ابن ماجة: احکام، باب ذکر القضاة رقم: 2308)

اسلامی حکومت قائم کر کے اسلام کا نفاذ کوئی مشکل کام نہیں۔ اس دور میں نفاذ اسلام کی کوششیں تو کی جارہی ہیں' لیکن یہ کام ان لوگوں کے سپرد ہے جو مغرب سے سند یافتہ ہیں اور مرعوب ذہنیت کے مالک ہیں' حالانکہ یہ کام ان لوگوں کا نہیں۔ ایسے لوگوں سے اسلام کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے فائدے کی امید نہیں۔ یہ کام ایسے لوگوں کے سپرد ہونا چاہیے جو مغرب سے بالکل مرعوب نہ ہوں۔ اسلام کا تفوق ان کے دل و دماغ میں رچا بسا ہوا ہو۔ وہ اسلام کے مکمل نظام حیات ہونے پر کامل ایمان رکھتے ہوں اور اسلام میں بھی وسیع نظر و فکر کے مالک ہوں۔ کسی تقلیدی تنگ نظری کا شکار نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆

اسلام اور جمہوریت میں فرق

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

اسلام اور جمہوریت میں فرق

پاکستان کو بنے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا' کہ مشرقی پاکستان ٹوٹ گیا۔ اب ٹوٹ پھوٹ کا وہی عمل مغربی پاکستان میں شروع ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس رشتہ سے مختلف زبانیں بولنے والے' مختلف قوموں اور مختلف علاقوں کو ایک لڑی میں پرو کر پاکستان بنایا تھا۔ اب وہ رشتہ کمزور ہو گیا ہے۔ یہ اسلامی جذبہ ہی تھا جس نے پاکستان بنا دیا۔ ورنہ مغرب کو مشرق سے' پٹھان کو پنجابی سے' سندھی کو بلوچی سے جوڑنے والی سوائے اسلام کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ جب یہ جذبہ علاقائی اور لسانی عصبیتوں تلے دب گیا' تشتت اور افتراق کا عمل شروع ہو گیا' یہی قومیں تھیں جنھوں نے متحد ہو کر اسلام کے نام پر پاکستان بنایا تھا' اب وہی قومیں ہیں جو مختلف عصبیتوں کا شکار ہو کر پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اس کا واحد سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا اور اس کی جگہ جمہوریت کا رواج پانا ہے۔ یہ جمہوریت جہاں جاتی ہے وہاں کے عوام کو لادین بناتی ہے اور مختلف عصبیتیں پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے اس کا اسلام کے ساتھ تصادم ہے۔ اسلام ایک دین ہے اور یہ ایک لادینیت ہے۔ تجربہ گواہ ہے کہ جب اور جس ملک میں یہ جمہوریت آئی' مسلمان لادین ہو گئے۔ اور ان میں طرح طرح کی عصبیتیں پیدا ہو گئیں۔ اور جب مسلمان لادین ہو جاتا ہے' اس کی دینی غیرت و حمیت اور اسلامی اخوت و مودت ختم ہو جاتی ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب دینی غیرت گئی تو جذبہ جہاد گیا' اور جب دینی اخوت گئی تو اتحاد گیا۔ اور جب دونوں گئے تو اسلام گیا۔

مغربی ممالک چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جمہوریت ہی رہے خواہ اسلامی جمہوریت کے نام سے ہی ہو۔ ان کو خطرہ ہے کہ اگر مسلمان جمہوریت کے چنگل سے نکل گئے تو وہ ضرور اسلام کے نظام خلافت کی طرف دوڑیں گے۔ مسلمانوں کو تو خلافت یاد نہیں رہی' لیکن کفر کو وہ کبھی نہیں بھولتی۔ کفر کے لیے وہ پیغام موت ہے اور اسلام کے لیے وہ آب حیات۔ کفر کو جو نقصان پہنچا ہے وہ خلافت سے ہی پہنچا ہے۔ وہ خلافت راشدہ ہو یا خلافت بنو امیہ' خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ۔ بیت المقدس کو فتح کیا تو خلافت نے' قسطنطنیہ کو سر

کیا تو خلافت نے۔ ہندوستان کو مسلمان کیا تو خلافت نے۔ یورپ کو تاراج کیا تو خلافت نے۔ جمہوریت نے تو خلافت کے فتح کیے ہوئے علاقے دیئے ہیں۔ لیا کچھ نہیں۔ اسلام کے عروج اور فتوحات کا زمانہ یہ خلافتیں ہی ہیں۔ جمہوریت نہیں۔ خلافت کے تصور میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد ہے۔ خلافت اور جہاد دو ایسے لفظ ہیں کہ جن سے کفر بہت خائف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے مسلمانوں کی وہ دینی حس بیدار ہوتی ہے جو جمہوریت کی پیدا کردہ تمام عصبیتوں کو ختم کر کے مسلمان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیتی ہے اور مسلمان اپنے آپ کو ملت واحدہ کے ارکان سمجھنے لگ جاتے ہیں اور سب جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

کفر خلافت کے تصور کو کبھی برداشت نہیں کرتا۔ وہ بہر صورت اسے مسلمانوں کے ذہنوں سے مٹانا چاہتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو جمہوریت کا سبق پڑھاتا ہے تاکہ مسلمان اللہ کی حاکمیت کو بھول کر اپنی حکمرانی میں لگ جائیں۔ مختلف عصبیتیں پیدا کر کے الیکشن لڑیں اور انتشار کا شکار ہو جائیں۔ خلافت کا عالمگیر تصور اور جہاد کا جذبہ ان کے دلوں سے نکل جائے۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں بنا کر آپس میں دست و گریبان رہیں اور کمزور ہو کر کفر کے دست نگر ہو جائیں۔ کفر نے جمہوریت کی اسی تکنیک سے ترکوں کا ستیاناس کیا' اسی تکنیک سے عربوں کو پارہ پارہ کیا۔ اسی جمہوریت سے پاکستان کو دولخت کیا' اسی آزمودہ ہتھیار سے وہ اب بقیہ کو ختم کرنے کی فکر میں ہیں۔ جب ہی دن رات بحالی جمہوریت کے مطالبے کیے جا رہے ہیں۔

مغرب جو جمہوریت کا مطالبہ کرتا ہے وہ کرے' وہ تو مغرب ہے' اسلام دشمنی اسی کا کام ہے۔ پاکستان کے مسلمان مغرب کی آواز میں آواز ملا کر جمہوریت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ کیا انھوں نے جمہوریت کی تباہ کاریاں نہیں دیکھیں یا وہ مغرب اور بھارت کو جو ہمارے لیے جمہوریت چاہتے ہیں پاکستان کا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ اگر جمہوریت مسلمانوں کے لیے ذرا بھی مفید ہوتی تو ہمارے دشمن کبھی اس کا نام نہ لیتے۔ جیسا کہ وہ کبھی خلافت کا نام نہیں لیتے' جو تیرہ سو سال تک مسلمانوں کا نظام رہا ہے۔

وہ جانتے ہیں کہ خلافت کا تصور اسلام اور اتحاد بین المسلمین کے احیا کا تصور ہے۔ اس لیے وہ اس کا کبھی نام نہیں لیں گے۔ وہ جمہوریت کا ہی نام لیں گے۔ جو کافروں کا نظام ہے اور مسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔ قرآن نے کیا خوب کیا ہے۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا وَ فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً ﴾ [4:النساء:89]

کافر تو تمھیں اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں (تاکہ ان کو تم سے کوئی خطرہ نہ رہے)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جمہوریت سے خبردار ہی رہیں۔ یہ مسلمانوں کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ اسے دشمن ہی سمجھیں۔ اسے کبھی اسلام نہ سمجھیں۔ کفر کبھی اسلامی نہیں ہوتا۔ دشمن کبھی خیر خواہ نہیں ہوتا۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ جمہوریت اسلام کی دشمن کیسے ہے ؟ اسلام اور جمہوریت کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی حقیقت کیا ہے اور ان میں فرق کیا ہے ؟ جمہوریت کی لوگوں نے بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ سب سے بہتر اور جامع ابراہیم لنکن کی تعریف مانی جاتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

Government of the people, by the people for the people

جس کا مطلب یہ ہے کہ جمہوری نظام میں عوام ہی سب کچھ ہوتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' وہ اپنے ملک کا خود ہی دستور بناتے ہیں' خود ہی قانون۔ اکثریت جو چاہے قانون بنا دے۔ شراب کو حلال کر لے' یا حرام۔ لواطت (Sodomy) کو جائز کر لے یا ناجائز۔ چنانچہ برطانیہ وغیرہ یورپی ملکوں میں (Sodomy) یعنی لواطت جیسا غیر فطری فعل بھی اگر رضا مندی سے کیا جائے تو جائز ہے' کوئی جرم نہیں۔ جمہوریت میں جو پارٹی بھی اکثریت میں ہوتی ہے وہ رول کرتی ہے اور جو اقلیت میں ہوتی ہے وہ رول ہوتی ہے۔ اس طرح جمہوریت میں انسان انسان پر حکومت کرتا ہے' اللہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ انسانوں کی انسانوں پر' مخلوق کی مخلوق پر حکومت ہوتی ہے۔ جو بالکل غیر فطری عمل ہے۔ برعکس اس کے اسلام ایک دین ہے' جو مکمل نظام حیات ہے' اس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوتی ہے۔ سب انسان اس کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ راعی اور رعایا سب اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اسلام میں قانون اللہ کا ہوتا ہے۔ کوئی انسان کسی انسان پر اپنے قانون کے ذریعے حکومت

نہیں کر سکتا۔ حکومت سب پر اللہ کی ہوتی ہے۔ کاروبار مملکت چلانے کے لیے خلافت کا منصب ہے' جس کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل کرنا اور کرانا ہوتا ہے' حکومت کرنا نہیں۔ وہ کوئی قانون اللہ کی منشا کے خلاف نہیں بنا سکتا۔ اسلام میں حکومت کا مقصد اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنا ہے' تاکہ راعی اور رعایا' حاکم و محکوم سب کی عبودیت اور اللہ کی معبودیت ظاہر ہو اور یہی مقصود تخلیق انسانی ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾[الذاریات:51:56]

امن و امان کا قیام اسلامی حکومت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے' ورنہ یہ نہ مقصود حکومت ہے' نہ مقصد حیات۔ مقصد اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے تاکہ انسان ترقی کر کے آخرت کی ابدی زندگی حاصل کر لے۔ جیسے یہ دنیا خود End نہیں بلکہ آخرت کمانے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح امن و امان کا قیام بھی کوئی End نہیں کہ اس کے قیام پر مقصد زندگی پورا ہو جائے۔ امن و امان کا قیام بھی مقصد زندگی کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ جب مقصد حیات اللہ کی بندگی ہے تو مقصد حکومت بھی اللہ کی بندگی کرنا اور کرانا ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہی مقصد اسلامی حکومت کا ہے۔ جب اللہ نے بندے کو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے' حکومت کے لیے نہیں تو اسلام اور جمہوریت میں تضاد ہوا۔ کیوں کہ حکومت اور بندگی میں تضاد ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ بندہ بندگی کرے' حکومت کا خیال نہ کرے' حکومت اللہ کا حق ہے۔ جمہوریت کہتی ہے کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ اگر تقابل کر کے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ جمہوریت اسلام کی ضد ہے' ند نہیں۔ غیر ہے' عین نہیں۔ ذیل میں ہم اسلام اور جمہوریت کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ سمجھنے والوں کے لیے اس کا بعد واضح ہو جائے۔

اسلام اور جمہوریت میں فرق

1- اسلام کی بنیاد اللہ کے تصور پر ہے۔

جمہوریت کی بنیاد عوام پر ہے' اللہ کا کوئی تصور نہیں۔

2- اسلام اللہ کا نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے' جس کی روح یہ ہے کہ

ہر جگہ اللہ کا حکم چلتا ہے۔ کیا جمادات' کیا نباتات' کیا حیوانات۔

جمہوریت صرف کافروں کا ایک سیاسی نظام ہے۔

3- اسلام انسانوں کا بنایا ہوا نہیں' جمہوریت کافروں کا بنایا ہوا نظام ہے۔

4- اسلام مکمل نظام حیات ہے' سیاست صرف اس کا ایک شعبہ ہے اس لیے اسلامی سیاست کا باقی نظاموں کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اسلامی سیاست اسلام کے اخلاقی اور روحانی ضابطوں کی پابند ہے۔ جمہوریت صرف ایک نظام سیاست ہے' مکمل نظام حیات نہیں۔ اس لیے یہ اخلاقی اور روحانی ضابطوں سے بے نیاز ہے۔

5- عرف میں اسلام اللہ کا حکم ماننے کو کہتے ہیں' جمہوریت اکثریت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو۔

6- اللہ کو تسلیم نہ کرنے سے اسلام کا تصور ختم ہو جاتا ہے' آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ اللہ کو تسلیم کرے یا نہ جمہوریت میں کوئی فرق پڑتا۔

7- اسلام میں اللہ کا ماننے والا مسلمان' نہ ماننے والا کافر۔ جمہوریت میں جب اللہ کا کوئی تصور ہی نہیں تو مسلمان اور کافر کا فرق بھی کوئی چیز نہیں۔

8- اسلام میں مسلمان اور کافر کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جمہوریت میں کوئی فرق نہیں مسلمان اور کافر سب برابر ہیں۔

9- اسلام میں حاکم اعلیٰ اللہ ہے' اصل حاکمیت اسی کی ہے' جمہوریت میں اصل حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ اللہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔

10- اسلام میں حاکمیت اور اطاعت اللہ کا حق ہے' جمہوریت میں یہ عوام کا حق ہوتا ہے۔

11- اسلام میں اقلیت اور اکثریت کوئی چیز نہیں' بالادستی صرف حق کو حاصل ہوتی ہے' جمہوریت میں حق کوئی چیز نہیں' بالادستی اکثریت کو حاصل ہوتی ہے۔

12- اسلام میں اللہ ہی سب کچھ ہے' جمہوریت میں عوام ہی سب کچھ ہے۔ جمہوریت کا خدا عوام ہیں۔

13- اسلام میں حق وہ ہے جو اللہ کہے' باقی سب باطل' خواہ وہ اکثریت کا ہی فیصلہ ہو۔ جمہوریت میں حق وباطل کوئی چیز نہیں' جو اکثریت کہے وہی حق ہے۔

14- اسلام میں امیر و حاکم وہ صحیح ہے جو اللہ کے معیار پر پورا اترے' جو خود اسلام کا پابند ہو اور لوگوں کو اسلام کا پابند بنائے' خواہ منتخب ہو یا نہ۔ جمہوریت میں جو عوام کے ووٹ زیادہ حاصل کرے' خواہ وہ بدترین خلائق ہی ہو۔

15- اسلام میں کافر امیر اور حاکم نہیں بن سکتا' جمہوریت میں ہر کوئی حاکم بن سکتا ہے کافر ہو یا مسلمان۔

16- اسلام میں دستور قانون بنانے کا اصولاً سوائے اللہ کے کسی کو حق نہیں' جمہوریت میں یہ کام عوام کے نمائندوں کا ہے۔

17- اسلام میں حاکم اللہ کی مقرر کردہ حدوں کے اندر ہی قانون بنا سکتا ہے' جمہوریت میں عوام کی منتخب کردہ اسمبلی جیسے چاہے قانون بنا سکتی ہے' اس پر کوئی پابندی نہیں۔

18- اسلام کا نظام ہمیشہ نیک لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں۔

جمہوریت کا نظام ہمیشہ اکثریت کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اکثریت ہمیشہ برے لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس لیے جمہوری طریقوں سے نہ اسلام آ سکتا ہے' نہ اسلام رہ سکتا ہے۔ اسلام صرف اس صورت میں رہ سکتا ہے جب معاشرے کی باگ ڈور نیک لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ جونہی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں آئی اسلام گیا۔ کیوں کہ عوام میں اکثریت بدوں کی ہوتی ہے۔

19- اسلام میں جو ایک دفعہ خلیفہ بن جائے منتخب ہو یا غیر منتخب اس کا ہٹانا جائز نہیں' الا یہ کہ وہ کفر کا ارتکاب کرے۔ ایک خلیفہ کی وفات کے بعد ہی دوسرا خلیفہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی خلافت میں اس کے بعد خیر القرون میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا۔

جمہوریت میں تین یا پانچ سال بعد انتخابات ضروری ہیں۔ منتخب شدہ صدر یا وزیر اعظم کیسا ہی اچھا اور کامیاب کیوں نہ ہو الیکشن ضروری ہیں۔ جمہور یے اپنی لڑکی کو تو خاوند بار بار نہیں کرواتے جمہوریت کو ہر تین یا پانچ سال بعد نیا خاوند ضرور کروا دیتے ہیں۔

-20 اسلام میں حکومت انسانوں کا حق نہیں کہ ہر ووٹر امیدوار بن کر الیکشن لڑنے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اسلام میں حکومت اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کا نام ہے۔ اس ذمہ داری کا اہل ہر کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ اس ذمہ داری کے اہل کا ہر کوئی انتخاب لڑ سکتا ہے۔ اس لیے اسلام میں جمہوری الیکشنوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جمہوریت میں حکومت عوام کا حق ہے۔ اس لیے ہر کوئی ووٹر بن سکتا ہے اور ہر کوئی امیدوار بن کر الیکشن لڑ سکتا ہے۔ اہل ہو یا نا اہل، مسلمان ہو یا کافر۔

-21 اسلام میں سب انسان برابر ہیں، کیوں کہ جب اللہ کی مخلوق ہیں، اسی لیے کسی انسان کو کسی انسان پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔ حکومت کرنے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے جو خالق ہے اور ساری مخلوق کا واحد مالک ہے۔ وہ جس کو جتنا حکومت کا حق دے وہ اس حق کے اندر رہ کر حکومت کر سکتا ہے۔ مثلاً خاوند بیوی پر، راعی رعایا پر، مالک نوکر پر، آقا غلام پر، بڑا چھوٹے پر۔ استاد شاگرد پر۔
جمہوریت میں انسان انسانوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جس کو اکثریت حاصل ہو جائے وہ اکثریت کے زور سے اقلیت پر حکومت کرتا ہے۔

-22 اسلام ایک دین ہے جو اللہ کا ہے، جمہوریت میں مذہب اور دین کوئی چیز نہیں۔ مذہب ہر آدمی کا اپنا ذاتی اور پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ جمہوری ریاست کو مذہب سے کوئی غرض نہیں۔

-23 اسلام باطل کو برداشت نہیں کرتا، بلکہ اسے مختلف طریقوں سے مٹاتا ہے ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ جو اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہو جائے، اسلام اسے قتل کرتا ہے۔

جمہوریت میں مذہب سے آزادی ہے' ہر کوئی جو چاہے مذہب رکھے۔ کوئی پابندی نہیں' جس طرح چاہے مذہب بدلے' کوئی رکاوٹ نہیں' کوئی سزا نہیں۔ اس لیے جمہوریت میں لوگ پارٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔

24- باطل کو مٹانا اسلام کا فرض ہے اور یہی جہاد ہے' جو قیامت تک فرض ہے' جمہوریت میں باطل سے جہاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جمہوریت جہاد کو ختم کرتی ہے۔

25- اسلام کہتا ہے اگر تو اکثریت کی پیروی کرے گا یعنی جمہوری راہ پر چلے گا تو جمہوریت تجھے گمراہ کر دے گی۔ ﴿ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [الانعام 6: 117] جمہوریت اکثریت کی پیروی کرتی ہے اس کے بغیر اس کا گزارا نہیں۔

26- اسلام میں نہ حزب اقتدار کا تصور ہے' نہ حزب اختلاف کا۔ اسلام پارٹیوں کے سخت خلاف ہے۔ خاص طور پر سیاسی پارٹیوں کی تو قطعاً اجازت نہیں۔

جمہوریت پارٹیاں بنانا سکھاتی ہے اور پارٹیوں کے بل بوتے پر چلتی ہے۔ پارٹیوں کے بغیر جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا ہونا لازمی ہے۔

27- اسلام میں عورت حاکم نہیں ہو سکتی' سربراہ مملکت ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جمہوریت میں عورت بھی سربراہ مملکت ہو سکتی ہے' کوئی پابندی نہیں۔

28- اسلام میں طاقت کا سرچشمہ اللہ ہے۔

جمہورت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

29- اسلام میں عالم اور جاہل کی رائے برابر نہیں ہو سکتی۔

جمہوریت میں عالم اور جاہل کا ووٹ برابر کا درجہ رکھتا ہے۔

30- اسلام میں ایک حق والا لاکھوں کی اکثریت پر بھاری ہے۔

جمہوریت میں جدھر زیادہ ووٹ ہوں گے وہی طرف بھاری ہے۔ حق' ناحق کا کوئی

معیار نہیں۔

31- اسلام میں مرد اور عورت کا درجہ برابر نہیں۔

جمہوریت میں عورت کا ووٹ مرد کے برابر ہے۔

32- اسلام اور جمہوریت میں ایک بڑا فرق یہ بھی ہے کہ وطن اور قوم جمہوری دور کے خدا ہیں۔ ان کے بغیر جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اسلام میں ایسے خداؤں کا کوئی تصور نہیں۔ جب اللہ رب العالمین ہے۔ رسول ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ ہے۔ مرکز ملی ﴿هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ ہے۔ جب اللہ نے اپنے رسول کو ﴿كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کی طرف بھیجا ہے۔ قرآن کو ﴿بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ﴾ اور ﴿بَصَائِرُ لِلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کے لیے پیغام ہدایت بنایا ہے۔ بیت اللہ کو ﴿وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کے لیے مرکز ہدایت بنایا ہے۔ امت مسلمہ کو ﴿أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ اور ﴿شُهَدَاءُ عَلَى النَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا پر نگران مقرر کیا ہے تو اسلام اور مسلمان کسی خاص علاقے یا مخصوص وطن میں محدود کیسے رہ سکتے ہیں اور قومیت کا محدود جمہوری تصور اسلام میں کیسے ہو سکتا ہے۔

جو صحیح مسلمان ہوگا جمہوری نہ ہوگا۔ اس کا ایمان تو یہی ہوگا۔

ہر ملک ملک ماست
کہ ملک خدائے ماست

یا دوسرے لفظوں میں

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

☆☆☆☆☆

مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے نام

مولانا پاکستان آپ کی آنکھوں کے سامنے بنا اور ٹوٹا اور اب جو پاکستان کے حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی اس شکست و ریخت کا اصل سبب کیا ہے' اور اس کا ذمہ دار کون ہے ؟ مولانا یہ تو ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کی روح اسلام تھی' اگر اسلام کا تصور نہ ہوتا تو پاکستان کبھی معرض وجود میں نہ آتا۔ آخر مشرق کو مغرب سے ' پٹھان کو سندھی سے 'بلوچ کو پنجابی سے کس نے جوڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بنا تو اسلام کی بنیاد پر 'ٹوٹا تو اس کے انعدام پر۔ اسلام کے جذبے نے پاکستان بنا دیا۔ عصبیتوں کے ابال نے اسے توڑ دیا۔ مولانا جب یہ مسلم ہے کہ پاکستان کی روح اسلام ہے۔ اس سے اس کی زندگی ہے اور اس کے بغیر اس کی موت تو ثابت ہوا کہ پاکستان کی اس شکست و ریخت کا اصل سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا ہے جس کی ذمہ داری ان جماعتوں پر آتی ہے جو پاکستان میں اسلام لانے کی دعوے دار تھیں۔ سرفہرست ان میں آپ کی جماعت ہے اور جماعتوں کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ مخلص نہ تھیں یا اسلام سے ہی بے خبر تھیں یا سیاست سے بے بہرہ تھیں۔ بالغ النظر نہ تھیں۔ ان کا ماضی نہ تھا' ان میں تنظیم نہ تھی' یا کوئی اور خرابی تھی لیکن آپ کی جماعت کے بارے میں کیا کہا جائے جو خود اسلامی اور قائد مفکر اسلام جن کے اسلام میں شک 'نہ اخلاص میں شبہ' جن کا ماضی دارالاسلام جن کا حال دعوت اسلام 'نہ تنظیم کی خرابی' نہ قیادت کی کمیابی جو سیاست میں بھی بام اوج پر۔ لیکن ان تمام فضیلتوں کے باوجود ملک میں اسلام نہ لا سکی۔

مولانا یہ تسلیم ہے کہ آپ کی جماعت نے بھاگ دوڑ کر کے اسلامی دستور منظور کروائے اور ولی خان جیسے سیکولر کو بھی اس مقصد کی خاطر اپنے ساتھ ملایا اور لوگوں کی باتیں سنیں 'لیکن ان دستوروں کا نتیجہ کیا نکلا ؟ اسلام کو تو کوئی فائدہ نہ ہوا ملک میں اسلام تو نہ آیا۔ مولانا اسلامی دستور منظور کروانے سے کیا ہوتا ہے' جب اس کو نافذ کرنے کی طاقت نہ ہو۔

جب اس پر عمل نہ کروایا جا سکے۔ کسی بت کدے میں قرآن رکھ دینے سے یا کسی کافر کے ہاتھ میں قرآن تھما دینے سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا۔ بھٹو نے اسلامی دستور کو بھی مان لیا۔ پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ منظور کر لیا' لیکن اس سے کیا وہ مسلمان ہو گیا' یا پاکستان میں اسلام آ گیا؟ بلکہ بھٹو نے جیسے چاہا اس اسلامی دستور کو مروڑا جیسے چاہا پاکستان کو توڑا۔ مولانا اول تو پاکستان کو دستوروں کی ضرورت ہی نہ تھی کیوں کہ یہ بنا اسلام کے لیے تھا اور اسلام اس کا بنا بنایا دستور تھا' لیکن اگر رسمی طور پہ دستور بنانا ضروری ہی تھا تو پھر الیکشن کروانے اور اسمبلیاں بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ الیکشن ہوتے ہیں اسمبلیوں کے لیے اور اسمبلیاں ہوتی ہیں قانون سازی کے لیے' لیکن اسلام ایک بنا بنایا قانون ہے۔ اس کو ان تکلفات کی کیا ضرورت۔ مولانا ہماری ضرورت قانون بنانا نہ تھی کہ ہم الیکشن کروا کر اسمبلیاں بناتے پھرتے ۔ ہماری ضرورت تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو نافذ کرنا تھا۔ ہمیں اسمبلیاں نہیں بلکہ اسلام کو نافذ کرنے والا مرد مجاہد چاہیے تھا۔ آپ اور آپ کی جماعت آج تک یہی سمجھتے رہے کہ اسمبلیوں کے ذریعے اسلام نافذ ہو جائے گا۔ اس لیے الیکشنوں کے پیچھے پڑے رہے اور تیس سال کا طویل عرصہ ضائع کر دیا۔ حال آنکہ یہ آپ کی ڈبل غلطی تھی جیسا کہ تیس سال کے تجربے نے بتا دیا' الیکشنوں سے بھٹو تو آ گیا جو اسلام کا دشمن تھا' لیکن اسلام نہ آیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بھٹو کے آنے سے آپ کی جماعت والے سمجھ جاتے کہ الیکشنوں کا راستہ کم از کم پاکستان میں اسلام لانے کا راستہ نہیں بلکہ اسلام کو برباد کرنے کا راستہ ہے' لیکن آپ کی جماعت شکست پہ شکست کھانے اور ناکامی پر ناکامی کا منہ دیکھنے کے باوجود آج تک الیکشنوں کے ہی پیچھے لگی ہوئی ہے۔ پہلے الیکشن ہوا جس سے جماعت اسلامی کو بڑی امیدیں تھیں تو بھٹو اور مجیب آئے اور پاکستان ٹوٹا۔ اب الیکشن ہو گا تو پتا نہیں کیا ہو گا؟

مولانا پاکستان کی سیاست میں تقریباً تیس سال سے آپ کا عمل دخل ہے لیکن آج بھی پاکستان اسلام سے اتنا ہی بلکہ اس سے بھی دور ہے جتنا قرارداد مقاصد سے پہلے تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کے دینی لٹریچر نے ملک میں ایک ذہن پیدا کر دیا' لیکن اس سے ملک میں اسلام تو نہ آیا اور نہ آنے کی امید' کیوں کہ وہ ذہن اسلامی کے ساتھ ساتھ جمہوری بھی

ہے۔ خالص اسلامی نہیں۔ اسلام خالص اسلامی ذہن رکھنے والے لوگ ہی لا سکتے ہیں جن کے ذہنوں میں ذرا بھی غیر اسلامی اثر ہو وہ صحیح اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے۔ آج جو اسلام ناکام نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خالص نہیں۔ مذہبی لوگوں نے اپنے مذہبی سلسلوں کو اسلام سمجھ لیا۔ سیاسی لوگوں نے جمہوریت اور سوشلزم کو اسلامی بنا لیا۔ حال آنکہ یہ اسلام کا بگاڑ ہے۔ اسلام اپنا اعجاز دکھاتا ہی اس وقت ہے جب کہ خالص ہو۔ جب یہ خالص تھا' مذہبی اور سیاسی ملاوٹوں سے پاک تھا تو اس نے بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ آئندہ بھی جب خالص ہو گا تو اپنے اعجاز دکھائے گا۔ اسی لیے ضروری ہے کہ اسلامی انقلاب لانے والے ذہن کم از کم مغربی اثر سے بالکل پاک ہوں۔ مولانا آپ کی ناکامی کی بڑی وجہ آپ کا نظریہ جمہوریت ہے' جو حقیقت میں کفر سے مستعار ہے۔ ایک مسلمان کا جمہوریت کو اسلامی کہہ کر اپنانا اصل میں کفر کے آگے Apology ہے جو اس کے ذہن کے مرعوب اور متاثر ہونے کی دلیل ہے۔

مولانا آپ نے اپنے لٹریچر کے ذریعے بہت کام کیا' جس سے ایک طرح کا ذہنی انقلاب آ گیا۔ لیکن وہ ذہنی انقلاب قریباً ایسا ہی ہے جیسے تبلیغی جماعت کا روحانی انقلاب۔ کیوں کہ اس سے پاکستان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پاکستان کافر کا کافر ہی رہا۔ مولانا جب پاکستان بن گیا تھا اور قرار داد مقاصد کے بعد یہ آپ کے لیے حلال ہو گیا تو سب سے بڑا کام پاکستان کو مسلمان بنانا تھا' جس کے لیے اسلامی ریاست کی ضرورت تھی تاکہ ملک میں اسلام آتا۔ آپ جمہوریت کے پیچھے پڑے رہے اور تبلیغی جماعت والے سیاست سے کنارہ کش ہو کر۔ رہبانیت کے پیچھے لگے رہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں کفر کی حکمرانی رہی اور اسلام نہ آیا۔ مولانا اسلام اپنی فطرت ہی میں حاکم ہے۔ حکومت اسلام کا حق ہے۔ جو لوگ معذرت خواہ (Apologetic) ہوں وہ اسلام نہیں لا سکتے کیوں کہ وہ اسلام کا حق اسلام کو نہیں دے سکتے۔ اسلام وہ لا سکتے ہیں جو جمہوریت سے متاثر نہ ہوں' کفر سے مرعوب نہ ہوں' نظریہ خلافت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اسلام کا حق ادا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں۔ خواہ انھیں یہ حق کفر سے چھین کر دینا پڑے۔ خواہ اس حق کے لیے کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت اپنی ان تھک محنتوں کے باوجود کچھ نہ

کر سکے۔ اخلاص بھری گشتیں، مسکین بن کر تبلیغی جماعت والے بھی بہت کرتے رہے۔ آئینی اجتماعات اور مظاہرے یتیم بن کر جماعت اسلامی والے بھی بہت کرتے رہے، لیکن نتیجہ وہی رہا کہ ڈھاک کے تین پات۔ ان کے ذہنوں میں رہبانیت، ان کے ذہنوں میں جمہوریت۔ جب دونوں غیر اسلامی، تو پھر اسلام کیسے آتا۔

مولانا کوشش اسلامی جمہوریت کی کرنا اور توقع اسلام کی رکھنا، جو بو کر گندم کاٹنے والی بات ہے۔ مولانا آپ کوشش خالص جمہوریت کی کرتے تو جمہوریت آتی، کوشش خالص اسلام کی کرتے تو اسلام آتا۔ آپ نے کوشش اسلامی جمہوریت کی، نہ اسلام آیا، نہ جمہوریت۔ اسلام تو اس لیے نہیں آیا کہ کوشش خالص اسلام کی نہ تھی۔ جمہوریت اس لیے نہ آئی کہ یہ کافروں کا نظام ہے، کافروں میں ہی چلتا ہے، مسلمانوں میں نہیں چلتا۔ مولانا کیا مسلمانوں کے کسی ملک میں جمہوریت کامیاب ہے؟ یہ کافروں کا نظام ہے، اللہ اس سے کافروں کو ہی ترقی دیتا ہے۔ مسلمان جو اللہ کے دین کو چھوڑ کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں اللہ ان کی دنیا بھی برباد کر دیتا ہے، انھیں جمہوریت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ مسلمان کافر بن کر جمہوریت کو اپنائیں تو وہ بھی کافروں کی طرح جمہوریت سے ترقی کریں، وہ مسلمان کہلا کر جمہوریت کو اپناتے ہیں اور اسلامی جمہوریت نام رکھتے ہیں۔ اللہ انھیں اسلام سے بھی محروم کر دیتا ہے اور جمہوریت سے بھی۔ مولانا آپ اسلامی جمہوریت کے پیچھے لگے رہے، لیکن جب اسلامی جمہوریت نام کی خارج میں کوئی چیز نہیں تو وہ پاکستان میں کہاں سے آجاتی۔ مولانا یہ جمہوریت ایک خالص کافرانہ نظام ہے، کافروں نے ہی اسے ایجاد کیا ہے، یہ اسلامی کیسے ہو سکتا ہے؟ کفر بھی کبھی مسلمان ہوا ہے؟ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے، کفر مسلمان نہیں ہوتا۔ جیسے پلید پاک نہیں ہوتا، کفر تو باطل ہے اور باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ﴿ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ اسلام باطل کو مٹانے کے لیے آیا ہے، نہ کہ اس سے دوستی لگانے کے لیے کہ جمہوریت کو اسلامی بنالے۔ مولانا یہ تو آپ کا اجتہاد ہے کہ اگر جمہوریت کے ساتھ چپکے سے اسلام کا لفظ لگا لیا جائے تو جمہوریت بھی جماعت اسلامی کی طرح اسلامی بن جاتی ہے، ورنہ جو چیز اسلام کی ضد ہو وہ اسلامی کیسے بن سکتی ہے؟ مولانا آپ کے اس اجتہاد کو دیکھ کر بھٹو جیسے

دشمنان اسلام نے اسلامی سوشلزم اور اسلامی مساوات کے جوڑ جوڑے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مودودی جیسا مجتہد اسلام اور مزاج شناس رسولؐ اسلامی جمہوریت کہہ سکتا ہے تو ہم اسلامی سوشلزم اور اسلامی مساوات کیوں نہ کہیں؟ مولانا جمہوریت مستقل ایک علیحدہ نظام ہے اور اسلام ایک علیحدہ نظام ہے۔ جمہوریت کو کافروں نے ایجاد کیا ہے' اسلام اللہ کا نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری ہے۔ جمہوریت میں عوام ہی سب کچھ ہوتے ہیں' جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' خدا کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ جمہوریت میں عوام ہی طاقت کا سرچشمہ سمجھے جاتے ہیں' ان کی حکمرانی ہوتی ہے' وہ اپنے معاشرے کا خود ہی دستور بناتے ہیں' خود ہی قانون۔ جو پارٹی اکثریت میں ہو حکومت کرتی ہے' جو اقلیت میں ہو وہ محکوم ہوتی ہے۔ اس طرح انسان' انسان پر حکومت کرتا ہے۔ اسلام میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوتی ہے' سب انسان اس کے حکم کے تابع ہوتے ہیں راعی اور رعایا سب اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اسلام میں قانون اللہ کا ہوتا ہے' کوئی انسان کسی انسان پر اپنے قانون کے ذریعے حکومت نہیں کر سکتا۔ حکومت سب پر اللہ کی ہوتی ہے۔ جمہوریت میں اکثریت جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ جمہوریت میں حق ناحق' جائز ناجائز' اچھا برا فی نفسہٖ کوئی چیز نہیں۔ جو اکثریت منظور کرے' وہ حق اور جائز۔ حتیٰ کہ اگر اکثریت لواطت (Sodomy) کو جائز قرار دے دے تو معاشرے میں وہ بھی جائز سمجھی جائے گی۔ جمہوریت میں اکثریت کو بالادستی ہوتی ہے۔ اکثریت اپنی اکثریت کے بل بوتے پر جو چاہے کرے' حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال' جمہوری نظام میں سب کچھ روا ہے۔ اسلام میں اقلیت اور اکثریت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں طاقت حق کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کا قانون ہے۔ حق اقلیت میں ہو یا اکثریت میں۔ بالادستی حق کی ہوتی ہے۔ جو حق نہیں' خواہ وہ اکثریت میں ہو' اسلام میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾ [23:المؤمنون: 71] یعنی اگر حق عوام کے تابع ہو جائے' خواہ وہ اکثریت میں ہی ہوں تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام میں جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔ اسلام میں جوں ہی جمہوریت آئی اسلامی نظام درہم برہم ہوا۔ اسلام حق کی برتری چاہتا ہے۔ جمہوریت جمہور

عوام کی فساد۔

جمہوریت میں مذہب کوئی چیز نہیں' مذہب ہر آدمی کا اپنا ذاتی اور پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ ہر کوئی جو مرضی مذہب رکھے کوئی پابندی نہیں۔ جمہوریت کی نگاہ میں اسلام اور کفر دونوں برابر ہیں۔ جمہوریت لادینیت کا دوسرا نام ہے۔ جمہوریت کا ذہنوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ آدمی سیکولر سا ہو جاتا ہے اور نہیں تو دینی غیرت تو ضرور ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام مستقل ایک مذہب ہے' جس کی بنیاد وہی اللہ کے تصور پر ہے۔ اسلام کی نگاہ میں مذہب صرف اسلام ہے' باقی سب باطل ہے۔ ﴿ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلاَّ الضَّلاَلُ﴾ [10:یونس:32] اسلامی نظام میں باطل کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ باطل کو مٹانا اسلام کا فرض ہے اور یہی جہاد ہے جو قیامت تک جاری ہے۔ مولانا جب جمہوریت اور اسلام میں اتنا تضاد ہے تو جمہوریت اسلام کیسے ہو سکتی ہے۔

اگر کہا جائے وہ جمہوریت اسلام کیوں نہیں کہلا سکتی جس کے عوام مسلمان ہوں اور اسلام چاہتے ہوں تو کہا جائے گا اگر عوام مسلمان ہوں اور اسلام چاہتے ہوں تو اسے جمہوریت کہنا ہی درست نہیں۔ کیوں کہ جہاں صحیح معنوں میں اسلام کی حکمرانی ہے وہاں جمہوریت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر کہا جائے اس اعتبار سے وہ اسلامی ہے کہ اسلامی نظام چلانے والے افراد کا انتخاب جمہور عوام کرتے ہیں۔ کہا جائے گا' اگر یہ صورت ہے کہ تو وہ جمہوریت ہے' اسے اسلامی کہنا ٹھیک نہیں کیوں کہ جب اسلام میں الیکشن کا تصور ہی نہیں تو جو الیکشن چاہتے ہیں وہ اسلامی نظام نہیں چاہتے۔ اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ اسلامی نظام چلانے والوں کا انتخاب عوام کریں۔ اسلامی نظام چلانے والے افراد تو وہی ہو سکتے ہیں جو اسلام اور اس کے تقاضوں کو خوب سمجھتے ہوں۔ چوں کہ عوام میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے اس کا انتخاب عوام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا الیکشنوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ صحیح اسلام کو نافذ کرنے والے افراد نہ پہلے بھی جب کہ اسلام کی گاڑی بہت اچھی چلتی تھی' الیکشنوں سے منتخب ہوئے اور نہ آج ہو سکتے ہیں۔ مولانا آپ اور آپ کی جماعت تقریباً نصف صدی سے پاکستان میں دعوت اسلامی کا کام کر رہے ہیں۔ باہر کی دنیا تک جانتی ہے کہ پاکستانا

میں جماعت اسلامی ہی واحد جماعت ہے جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی ہے' لیکن جب الیکشن ہوتا ہے تو عوام جماعت اسلامی کی بجائے ووٹ بھٹو کو دیتے ہیں' بلکہ جماعت اسلامی کی ضمانتیں ضبط ہوتی ہیں۔ حال آنکہ پاکستان کے عوام مسلمان ہیں اور نظام اسلام اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں' لیکن ان کو یہ تمیز نہیں کہ اسلام کا خیر خواہ بھٹو ہے یا مودودیؒ۔ ووٹ بھٹو کو دیتے ہیں یا مودودی کو۔ مولانا جب بھی الیکشن ہوں گے تو عوام اپنی پسند دیکھیں گے' عوام نے جو بھٹو کو چنا تو اس لیے نہیں کہ بھٹو میں کوئی خوبیاں تھیں بلکہ اس لیے کہ بھٹو عوام جیسا تھا۔ جو خصلتیں عوام میں پائی جاتی ہیں یا عوام چاہتے ہیں وہ سب بھٹو میں موجود تھیں' کوئی برائی ایسی نہیں جو عوام میں پائی جاتی ہو اور بھٹو میں نہ ہو۔ بھٹو عوام کا آئینہ تھا اور عوام اس کا پرتو۔۔۔ بھٹو عوام کا پورا خلاصہ اور نچوڑ تھا بلکہ عوام کی صحیح کاپی (True Copy) تھا۔

نظام اسلام چلانے والوں کا انتخاب عوام کے ہاتھ میں دینا جمہوریت میں تو جائز ہو سکتا ہے' اسلام میں جائز نہیں' کیوں کہ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ ان کو دھونس دھاندلی' دھوکا سے ہر وقت ورغلایا جا سکتا ہے۔ وہ کبھی صحیح انتخاب نہیں کر سکتے۔ یہ کام تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو صاحب کردار ہوں اور خود اسلام میں اجتہادی بصیرت رکھتے ہوں۔ عوام کے سپرد یہ کام کرنا ایسی ہی حماقت ہے جیسے کسی بڑے کارخانے کی تنصیب کا کام دیہاتیوں کے سپرد کر دینا۔ عوام کو یہ حق دینا گویا اسلام کو عوام کے تابع کرنا ہے کہ وہ جیسا اسلام چاہتے ہیں ویسے نمائندے منتخب کر لیں۔ اصغر خاں جیسے پہلے ہی کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کا اسلام لائیں گے' مزدوروں کا اسلام لائیں گے۔ ہم عوام کا اسلام لائیں گے۔ انھیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام ایک ہے۔ اسلام مختلف اور کئی نہیں کہ عوام کا اسلام اور ہو اور مزدور کا اسلام اور ہو اور غریب کا اسلام اور ہو۔ اصل میں یہ لوگ اپنی ذہن کی کجی کو بھی اسلام سمجھتے ہیں کیوں کہ آج کل کے مسلمانوں کا اسلام کے بارے میں نظریہ بڑا عجیب ہے' وہ سمجھتے ہیں جو کچھ مسلمانوں میں چل جائے وہ سب اسلام ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان اسلام سے نہیں بنتے بلکہ اسلام مسلمانوں سے بنتا ہے۔ جو کچھ مسلمان کرتے جائیں وہ سب اسلام بنتا جاتا ہے۔' وہ

یہ نہیں جانتے کہ اسلام اللہ کا دین ہے' انسانوں کا بنایا ہوا نہیں۔ اگر وہ خالص رہے' ملاوٹ بالکل نہ ہو تو اسلام ہے' ذرا بھی ملاوٹ یا ردوبدل ہو جائے تو کفر ہو جاتا ہے۔ لوگ اسلام کے تابع رہیں تو مسلمان ہیں' اسلام کو اپنا تابع بنائیں تو کافر ہیں۔

اگر کہا جائے کہ جس معاشرے کے عوام سلجھے ہوئے مسلمان ہوں ان کو ووٹ کا حق کیوں نہ دیا جائے تو کہا جائے گا کہ جب اسلام میں الیکشن ہی نہیں تو ووٹ کا حق دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صحابہؓ سے بہتر کون سا معاشرہ ہو گا' لیکن عام صحابہ سے رائے نہیں لی جاتی تھی۔ خاص خاص صحابہ سے رائے لی جاتی تھی۔ جمہوری نظام میں ہر بالغ کو حق رائے وہی حاصل ہوتا ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ یہ جمہوریت کی بنیاد ہے۔ اسلام میں ایسا نہیں۔ اسلام میں رائے صاحب الرائے سے ہی لی جاتی ہے اور رائے دینا ہر ایک کا حق نہیں۔ اسلام اپنے افراد کا انتخاب خاص لوگوں میں سے کرتا ہے اور وہ خاص لوگ اسلامی سوسائٹی کی کریم ہوتے ہیں جو کریم کی طرح اپنی صلاحیتوں کی بدولت از خود سوسائٹی کے اوپر آجاتے ہیں۔ جمہوری مصنوعی طریقوں سے نہیں لائے جاتے۔ اس متفق علیہ حدیث میں اسی قدرتی طریقہ انتخاب کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا: "اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ یَارَسُوْلَ اللهِ "یعنی لوگوں میں قابل قدر کون ہوتا ہے' جس کو ہم اپنا قائد بنا سکیں۔ آپؐ نے فرمایا: ((عَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِی قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْاَسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا)) ❶ یعنی انسان کانوں کی مانند ہیں۔ جیسا سونا' چاندی کان میں بھی سونا چاندی ہیں اور باہر آکر بھی سونا چاندی۔ اسی طرح جو لوگ کفر کے معاشرے میں قائد قسم کے ہوتے ہیں وہ جب اسلام میں منجھ جاتے ہیں اور نکھر جاتے ہیں تو اسلامی معاشرے میں بھی وہ قائد ہی بنتے ہیں۔ کام کرنے والے لوگ بغیر الیکشن کے بھی سوسائٹی میں نمایاں ہوتے ہیں۔

---

❶ (بخاری' کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فاتخذاللہ ابراھیم خلیلا﴾ ص 271 رقم 3353... مسلم کتاب الفضائل' باب من فضائل یوسف علیہ السلام ص 1096 رقم 168)

مولانا صحابہؓ میں عشرہ مبشرہ کو کوئی الیکشن اوپر لایا تھا یا وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے خود بخود اوپر آ گئے تھے۔ مسلم لیگ میں جناح صاحب اور ان کے خاص ساتھی کیسے اوپر آئے تھے۔ مولانا آپ اپنی جماعت کو ہی لے لیں۔ آپ کو یہ درجہ اپنی جماعت میں الیکشنوں کی بدولت ملا ہے یا خداداد صلاحیتوں اور اپنی خدمات کی وجہ سے۔ بنی اسرائیل میں اقامت دین کی خاطر جب تنظیم نو ہوئی تو کیا ان کے بارہ نقیب الیکشن کے ذریعے منتخب ہوئے تھے یا وہ قبائلی سردار ہی تھے جن کو نقیب بنا دیا گیا تھا۔

مولانا تاریخ شاہد ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں الیکشن کبھی نہیں ہوئے۔ اگر اسلام میں یوں الیکشن ہوتے تو شاید حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی خلیفہ نہ بن سکتے۔ انصار کے ووٹ بڑھ جاتے' قریش کے کم ہو جاتے۔ اسلام تو عوام کے ووٹوں کو دیکھتا ہی نہیں خواہ وہ عوام صحابہؓ ہی ہوں۔ یہ بیماری تو جمہوریت میں ہی ہے کہ ہر بالغ کا ووٹ' اسلام میں خلیفہ کا انتخاب صرف اصحاب شوریٰ کا کام ہے اور شوریٰ انھیں خاص خاص لوگوں کی ہوتی ہے جو سوسائٹی کی کریم ہوتے ہیں۔ وہ اپنی خوبیوں کی بدولت سوسائٹی میں نظر آتے ہیں۔ اسلام اپنے افراد کے انتخاب میں جو اصول ملحوظ رکھتا ہے وہ قرآنی آیات واحادیث سے واضح ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ متقی ہوں' علم و عمل میں بھی ان کا مقام ہو طاقت و جرأت بھی رکھتے ہوں تاکہ کوئی اقدام کر سکیں۔ صبر و برداشت بھی ہو۔ انتظامی صلاحیتوں کے بھی مالک ہوں۔ انتخاب کے وقت پہلی خدمات کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ جن سے ان کی تجربہ کاری اور ایثار کا بھی پتا لگ جاتا ہے اور کوئی وجہ ترجیح ہو تو اسے بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایک وجہ ترجیح ایسی ہوتی ہے جو سب وجوہات پر غالب ہوتی ہے۔ اسلام میں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں کہ اسلامی جمہوریت کا سوال پیدا ہو۔ اسلام میں تو خلافت ہے جس میں حاکم اعلیٰ اللہ ہوتا ہے اور مسلمان اس کا خلیفہ۔ خلیفہ کا کام اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہوتا ہے' اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔ جو بھی یہ کام کرے وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ اس کو لوگوں نے منتخب کیا ہو یا وہ بعض حالات کے تحت خود آ گیا ہو جیسا کہ پاکستان کی حالت کو دیکھ کر جنرل ضیاء نے کیا۔ اگر ضیاء کی قسمت اچھی ہوتی اور وہ جمہوری نہ ہوتا اور اللہ کے دین کو نافذ کر دیتا تو وہ یقیناً جائز اور شرعی خلیفہ

ہوتا' لیکن ستیاناس ہو اس جمہوریت کا کہ اس نے مسلمانوں کو بے کار بنا دیا ہے۔ ان کے ذہنوں کو ایسا بگاڑا ہے کہ اب وہ صحیح اسلامی سوچ سے بھی عاری ہو گئے ہیں۔ اللہ نے ضیاء کو بہترین موقع دیا تھا۔ اگر اس کا ذہن اسلامی ہوتا تو وہ کبھی بزدلی نہ دکھاتا۔ ضرور اسلام نافذ کر دیتا' لیکن اس کا ذہن جمہوری تھا۔ وہ ڈرتا رہا کہ میں ناجائز طریقے سے آیا ہوں' میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ادھر مفتی محمود صاحب اور جماعت اسلامی وغیرہ بھی جمہوری۔ ان کا مذہب بھی وہی کہ پہلے جمہوریت' پیچھے اسلام۔ پہلے الیکشن پھر کوئی اور بات۔ جمہوریت نے سب کی مت مار دی ہے۔ کیا ضیاء اور کیا اتحاد والے سب جمہوری انداز سے سوچتے ہیں۔ ان کے نزدیک حکومت وہی کر سکتا ہے جو عوام کا نمائندہ ہو' جو عوام کا نمائندہ نہ ہو وہ حکومت نہیں کر سکتا۔ یہ جمہوریت ہی تھی کہ میاں طفیل صاحب امیر جماعت اسلامی نے بھٹو کو تو اپنے غیر مشروط تعاون کا یقین دلایا کہ اگر وہ اسلام نافذ کرے تو وہ اس کے ساتھ ہیں۔ لیکن ضیاء کو یہ یقین نہ دلایا بلکہ ضیاء سے یہی مطالبہ کرتے رہے کہ الیکشن کروا کر جلدی چھٹی کرو۔ اسلام عوام کے نمائندے ہی نافذ کریں گے۔

مولانا مغرب جو جمہوریت پر زور دیتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کیا جائے' ان کو اسلام سے دور ہی نہیں بلکہ متنفر کیا جائے تاکہ وہ اسلام کی طرف نہ لوٹیں۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قریباً ہر تعلیم یافتہ مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کوئی جامع نظام نہیں کیوں کہ اس کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں۔ کچھ کہیں سے مستعار ہے' کچھ کہیں سے۔

مولانا یہ جمہوریت اسلام کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیوں کہ جمہوری نظام میں کسی ملک میں اس وقت تک اسلام نافذ نہیں کیا جا سکتا جب تک وہاں کے عوام نہ چاہیں اور اگر عوام چاہتے بھی ہوں تو عوام کا نمائندہ ہی اسلام نافذ کر سکتا ہے جو عوام کا نمائندہ نہ ہو وہ اسلام نافذ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی غیر نمائندہ شخص حکومت پر قبضہ کر کے اسلام نافذ کرنا چاہے تو جمہوریت میں یہ جائز نہیں بلکہ جو غیر جمہوری طریقے سے مسلط ہو جائے گا وہ غاصب ہے۔ مولانا آپ کے لفظوں میں اس کی مثال اس چوکیدار کی ہے جو چوکیدارہ کرتے کرتے مکان پر ہی قبضہ کر لے۔ جمہوری نظام میں اس طرح اسلامی فتوحات بھی نہیں ہو

سکتیں۔ جب فتوحات ختم تو جہاد بھی ختم۔ مسلمان تو مرزا قادیانی کے پیچھے پڑے رہے کہ وہ جہاد کے خلاف ہے حال آنکہ جمہوریت سب سے زیادہ جہاد کے خلاف ہے۔ نہ جہاد بالقلم جائز' نہ جہاد باللسان جائز۔ جہاد بالسیف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مولانا کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ بالکل نکل گیا ہے۔ مسلمان بے غیرت ہو کر رہ گئے ہیں۔ فتوحات جتنی بھی ہوئیں' خلافت و ملوکیت کے دور میں ہی ہوئیں۔ جمہوریت کے دور میں مسلمان پیچھے تو ہٹے ہیں آگے ایک قدم نہیں بڑے۔ مولانا اب آپ سے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی ملک کو فتح کر کے وہاں کے عوام کی مرضی کے علی الرغم اس ملک میں اسلام نافذ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کر سکتا ہے تو ضیاء یا کوئی اور پاکستانی فوجی پاکستان پر مسلط ہو کر اسلام نافذ کیوں نہیں کر سکتا۔ اگر ضیاء جیسے کے لیے جائز نہیں کہ پاکستان پر قابض ہو کر اسلام کو نافذ کرے تو پہلے مسلمان فاتحین کے لیے یہ کیوں کر جائز تھا کہ وہ وہاں کے عوام کی مرضی کے خلاف قبضہ کر کے اسلام نافذ کریں اور اگر ان کے لیے بھی جائز نہیں تھا بلکہ ان کا یہ فعل غیر جمہوری اور غیر آئینی تھا تو ان مسلمان فاتحین کے بارے میں آپ کیا فتویٰ دیں گے' جو ملک پر ملک فتح کرتے چلے گئے اور اسلامی حکومتیں قائم کرتے گئے۔ کیا وہ اسلام کے ہیرو تھے یا غاصب وڈاکو جیسا کہ مغرب والے کہتے ہیں؟

مولانا مغرب اپنی جمہوریت کے ذریعے یہی تو مسلمانوں کو سکھانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا ماضی بڑا داغ دار ہے۔ مسلمانوں میں ماضی میں آمریت و ملوکیت رہی ہے۔ جمہوریت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان غیر مہذب تھے۔ ان میں وحشی پن اور بربریت پائی جاتی تھی۔ وہ ظالم و غاصب تھے' عوام کے احساسات و جذبات کا خیال نہیں رکھتے تھے وہ لوگوں کو غلام و لونڈی بناتے تھے۔ یہ جمہوریت ہی ہے جس میں عوام کو پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی مرضی کی حکومتیں بناتے ہیں اور اپنے اوپر آپ حکومت کرتے ہیں۔ جمہوریت کی بڑی برکات ہیں۔

مولانا جمہوریت اسلام کے مقابلے میں کافروں کا سیاسی نظام ہے۔ مغربی ممالک

چاہتے ہیں کہ اسلامی ملکوں میں جمہوری نظام ہی ہو تا کہ مسلمانوں کا رخ اسلام کی طرف نہ ہو۔ کفر کو معلوم ہے کہ جب تک مسلمانوں میں یہ جمہوریت ہے' خواہ اسلامی جمہوریت کے نام سے ہی سے ہو' مسلمانوں میں وہ اسلام نہیں آسکتا جس سے کفر کو خطرہ ہو۔ کفر جانتا ہے کہ اگر مسلمان جمہوریت کے چنگل سے نکل گئے تو وہ فوراً اصلی اسلام کی طرف دوڑیں گے۔ جس کا سیاسی نظام خلافت الہیہ ہے۔ جس میں کفر کے لیے پیغام موت ہے اور مسلمانوں کے لیے دعوت اتحاد و جہاد۔ مسلمانوں کو تو خلافت یاد نہیں رہی لیکن کفر کو وہ کبھی نہیں بھولتی۔ کفر کو جو نقصان پہنچا ہے وہ خلافت سے ہی پہنچا ہے۔ خلافت راشدہ ہو یا خلافت بنو امیہ' خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ اسلام کی توسیع ان خلافتوں کے دور ہی میں ہوئی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض خلافتوں میں بے اعتدالیاں بھی ہوئیں' لیکن اسلام کے عروج کا زمانہ خلافتوں کا ہی زمانہ ہے۔ خلافت کے تصور میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد ہے۔ اسی لیے کفر خلافت کے تصور سے بہت خائف ہے۔ کفر خلافت کی تاریخ کو ایسے پیش کرتا ہے کہ مسلمان اس سے متنفر ہوں اور آئندہ کبھی اس کا نام نہ لیں۔ کفر مسلمانوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ اسلام کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں۔ یہ خلافت کا تصور تو ملوکیت کا تصور ہے۔ جو اسلام کے چہرے پر سیاہ داغ ہے۔ کفر نے خلافت کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ عام اردو دان طبقہ تو درکنار مولانا آپ جیسے بھی متاثر ہونے سے نہ رہ سکے۔ حتیٰ کہ آپ نے وہ بدنام کتاب' خلافت و ملوکیت لکھ ماری اور میں سمجھتا ہوں' ملوکیت کو برا سمجھنا اور جمہوریت کو اسلامی کہنا ذہن کے انتہائی مرعوب اور متاثر ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ کہاں جمہوریت اور کہاں ملوکیت؟ ملوکیت کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔

مثلاً موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلاتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

﴿ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ﴾ [5:المائدۃ:20] اے بنی اسرائیل اللہ نے تمھیں بادشاہ بنایا' بنی اسرائیل کے ایک نبی اپنی قوم سے فرماتے ہیں ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ﴾ [2:البقرۃ:247] کہ اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یوسف علیہ السلام آخر عمر میں اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا یوں اعتراف کرتے ہیں ﴿ رَبِّ قَدْ

اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ﴾[12:یوسف:101]اللہ تو نے بادشاہت بھی دی اور علم بھی دیا۔۔۔ مختصر یہ کہ اسلام ملوکیت کو برا نہیں کہتا کیوں کہ اسلام اور ملوکیت میں جمہوریت کی طرح تضاد نہیں۔ بادشاہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ جو اچھا ہے اسے خلیفہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ ملوکیت فی نفسہ بری نہیں' جمہوریت تو نظام ہی کافروں کا ہے۔ ہر لحاظ سے برا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے خیر کہاں ؟

خلافت کا تصور جس سے کفر خائف ہے' یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ اللہ ہے اور انسان جو حقیقت میں ایک صحیح مسلمان ہی ہو سکتا ہے' روئے زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ سب انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ کیوں کہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ فوقیت صرف نیکی اور تقویٰ سے ہے۔ جیسے اللہ کی حاکمیت وسیع ہے' اسی طرح اس کے خلیفے کی خلافت بھی روئے زمین پر وسیع ہے۔ اسلام کے لیے کوئی ملکی حدود نہیں۔ روئے زمین پر اسلام پھیلانا اللہ کے خلیفے کا فرض ہے۔ خلافت کے اس تصور سے مسلمانوں میں وحدت اور ایک مرکز کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جہاد کا جذبہ ابھرتا ہے۔ جب سب مسلمان برابر ہیں' کوئی اونچ نیچ نہیں تو قومی اور علاقائی عصبیتوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ خلافت کا یہ تصور کفر کے لیے الٹی میٹم ہے اور اسلام کے لیے توسیع کا پروگرام جس کے لیے جہاد کی ضرورت ہے اور جہاد کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفر مٹ نہ جائے اسے جاری رکھو۔ ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ﴾[2:البقرة:193] کفر جانتا ہے کہ خلافت الہیہ اور جہاد ایسے لفظ ہیں کہ ان سے مسلمانوں کی وہ دینی حس بیدار ہوتی ہے جو سب عصبیتوں کو ختم کر دیتی ہے اور دنیا کے مسلمان متحد ہو کر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے کفر خلافت کے تصور کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ اسے ہر صورت میں مٹانا چاہتا ہے' وہ جمہوریت کا سبق پڑھاتا ہے تاکہ مسلمان اللہ کو بھول کر اپنی حکمرانی کی دوڑ میں لگ جائے۔ مختلف عصبیتیں پیدا کر کے الیکشن لڑیں اور انتشار کا شکار ہوں۔ اسلام کی توسیع اور جہاد کا جذبہ ان کے دلوں سے نکل جائے' چھوٹی چھوٹی اپنی جمہوریتیں بنا کر آپس میں دست و گریباں رہیں۔ جب کمزور ہو جائیں تو کفر کے دست نگر رہیں۔ کفر نے جمہوریت کی اسی

ٹیکنیک سے ترکوں کا ستیاناس کیا' اسی ٹیکنیک سے عربوں کو پارہ پارہ کیا۔ مولانا اسی جمہوریت نے پاکستان کو دولخت کیا۔ اس حال میں جمہوریت کے نمائندے بھٹو اور مجیب پاکستان کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور جماعت اسلامی کھڑی جمہوریت میڈیم کا منہ تک رہی تھی اور جمہوریت میڈیم جماعت اسلامی کا منہ چڑا رہی تھی۔ مولانا مشرقی پاکستان کو الیکشنوں کی بھینٹ چڑھا کر پھر الیکشنوں کا مطالبہ کرنا بے رحمی کی انتہا ہے۔ حال آنکہ بزنجو اور جی ایم سید جیسے صاف کہہ رہے ہیں کہ اگر اب الیکشن ہوئے تو ہم مجیب بنیں گے۔ مولانا آپ کی جماعت جو الیکشن کا مطالبہ کرتی ہے' تو کیا اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح ملک میں اسلام آجائے گا؟ اگر یہ خیال ہے تو ع

این خیال است و محال است و جنوں

مولانا کیا تیس سال میں آپ کی جماعت کو اس کا تجربہ نہیں ہوا اور اگر یہ امید ہے کہ الیکشنوں سے پاکستان محفوظ ہو جائے گا تو یہ بھی الٹی امید ہے۔ کیوں کہ ان الیکشنوں نے ہی تو پاکستان کو دو ٹکڑے کیا ہے اور مزید کے منصوبے ہیں۔ اور اگر مغرب کے دباؤ سے یہ الیکشن کروائے جا رہے ہیں تو یہ الیکشن پاکستان کو ختم کرنے کے لیے ہیں۔ مغرب کوئی ہمارا دوست ہے جو ہمارے لیے اچھا سوچے گا؟ پاکستان جیسے ملک میں الیکشنوں کے ذریعے اسلام لانے کی توقع رکھنا کسی ناعاقبت اندیش کا فکر تو ہو سکتا ہے کسی مدبر کی رائے نہیں ہو سکتی۔ بنی اسرائیل جیسی بگڑی ہوئی قوم میں دنوں میں کبھی اسلام نہیں لایا جا سکتا۔ کیوں کہ ان میں نہ انتخاب کرنے کی صلاحیت نہ منتخب ہونے کی اہلیت۔ ان میں تو اسلام کو نافذ ہی کرنا ہو گا' وہ چاہتے ہوں یا نہ۔ ایسے لوگوں سے پوچھ کر اسلام نافذ کرنا ایسی ہی غیر حکیمانہ بات ہے جیسے نالائق بچوں سے پوچھ کر ان کو پڑھانا کہ پڑھو گے یا چھٹی کرو گے۔ جو بچوں کی مرضی پر چلے گا وہ کیا خاک پڑھائے گا۔

پاکستانی قوم میں جو عرصہ تک اغیار کے نیچے رہی الیکشن کے کیا معنی۔ جس کو ان عیار اغیار نے اپنے اثر و نفوذ سے پوری طرح بھر دیا۔ جس کو ان عیاروں نے چھوڑا ہی اس وقت جب کہ قوم بالکل ناکارہ ہو گئی۔ ساری صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ قوت مدافعت جواب

دے گئی۔ پوری قوم ان کی تخم ریزی سے ایسی حاملہ ہوئی کہ آج بھی قوم انگریز بچے جن رہی ہے۔ انگریز ظالم تو غیروں پر حکومت کرتا تھا اس لیے وہ ایسے ایسے داؤ چلاتا تھا' لیکن اس کی پاکستانی ذریت اپنوں پر ہی وہ داؤ چلاتی ہے۔ انگریز چلا گیا لیکن اس کی سیاست اس کی اولاد کے ذریعے آج بھی پاکستان میں کار فرما ہے اور اسلام کے لیے رکاوٹ ہے۔ اپنے باپ کے اثر کے تحت یہ غیروں کے وفادار' اپنوں کے غدار جیسے انگریز اسلام اور پاکستان کا دشمن ایسے ہی یہ بھی اسلام اور پاکستان کے دشمن۔ ان کے نام اسلامی اور ان کے کام غیر اسلامی۔ ان کے جسم انسانی ان کی روحیں حیوانی۔ ان کے ذہن شیطانی ان کے دل مجسم بے ایمانی۔ بظاہر مسلمان' لیکن نظام اسلام سے ایسے الرجک کہ نام سنتے ہی چونک پڑتے ہیں۔ مولانا جس قوم کا یہ حال ہو ان میں الیکشن کروا کر اسلام لانے کے خواب دیکھنا کوئی عقل مندی نہیں۔ الیکشن تو ان قوموں میں ہو سکتا ہے جن کا فکر اپنا ہو' رائے اپنی ہو' زبان اپنی ہو' ان میں الیکشن کیسا جن کے نہ دل اپنے' نہ زبان اپنی۔ جو بجائیں بجیں' بلائے بولیں۔ مولانا اول تو الیکشن مسلمانوں کے مزاج ہی کے خلاف ہیں' تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔ دوسرے پاکستانی ذہنی غلامی کی وجہ سے الیکشن کے لائق نہیں۔ تیسرے اب الیکشن کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ اب پاکستان بن چکا ہے۔ الیکشن کی ضرورت اس وقت تھی جب پاکستان بنانا تھا۔ مسلمانوں کو اسلام کے لیے علیحدہ گھر کی ضرورت تھی۔ حکومت انگریز کی تھی۔ مقابلہ کفار سے تھا' الیکشن کے سوا چارہ نہ تھا۔ تعجب ہے جب الیکشن کی ضرورت تھی' پاکستان بنانا تھا تو مولانا آپ نے الیکشن میں حصہ نہ لیا' اس وقت آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ اس لیے نہ دیا کہ وہ بے دین جماعت ہے' پاکستان جیسی اسلامی ریاست قائم کرنے کے اہل نہیں۔ حال آنکہ اس وقت اسلام لانے کا مسئلہ نہ تھا' بلکہ اسلام کے لیے گھر بنانے کا مسئلہ تھا۔ اس وقت لیگیوں سے اتفاق کرنا اور ان کے ساتھ الیکشن میں حصہ لینا اسلام اور مسلمان دونوں کے مفاد میں تھا اور اب جب کہ اسلام نافذ کرنے کا مسئلہ ہے جس کے لیے اول تو الیکشن کی ضرورت نہیں دوسرا لیگی وغیرہ سیاسی جماعتیں جو خود اسلام سے دور ہیں' اسلام لانے کے اہل نہیں۔ ان کے ساتھ مل کر آپ الیکشن کا مطالبہ کرتے ہیں' حال آنکہ اب الیکشن کروانا نفاذ اسلام کو ٹالنا اور ملک کو تباہ کرنا ہے۔

مولانا دعویٰ آپ اقامت دین کا کرتے ہیں اور چاہتے الیکشن ہیں۔ بھلا الیکشنوں سے بھی کبھی اقامت دین ہوئی ہے ؟! الیکشن سے جمہوریت پروری تو ہو سکتی ہے اقامت دین نہیں ہو سکتی' بلکہ الیکشنوں سے تو اماتت دین ہوتی ہے' کیوں کہ الیکشنوں میں صریحاً اسلام کی مخالفت ہے۔

1-- جب الیکشن جمہوری نظام کا ایک عمل ہے تو الیکشن کروانے میں جمہوری نظام کی ترویج ہے۔ چونکہ جمہوری نظام کفر کا نظام ہے لہٰذا الیکشن کروانا گویا کفر کے نظام کو رواج دینا ہے۔

2-- الیکشن ایک جمہوری عمل ہے' اور جمہوریت کفر کا نظام ہے اس نظام کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ اللہ اور اس کی حاکمیت کوئی چیز نہیں۔ خلافت الٰہیہ کا تصور ملوکیت کا استبدالی تصور ہے۔ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام ہی سب کچھ ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ الیکشن کے ذریعے اپنے اس حکومت کے حق کو استعمال کریں۔ لہٰذا الیکشن کروانا گویا جمہوریت کے اس کفریہ عقیدے کو تسلیم کرنا ہے۔

3-- الیکشنوں کی بنیاد یہ عقیدہ کہ حکومت عوام کا حق ہے' اللہ کا حق نہیں' الیکشن کروانا گویا عوام کے اس حق کو تسلیم کرنا ہے' جس سے اللہ کی حاکمیت کی نفی ہوتی ہے۔

4-- اسلام کہتا ہے حکومت اللہ کا حق ہے' کیوں کہ ہر چیز کا خالق و مالک وہی ہے۔ زمین پر بھی حکومت اللہ ہی کی ہے۔ زمین پر اللہ کا نائب خلیفہ ہوتا ہے' اس نائب کا کام اللہ کے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ اس نائب کے لیے عوام کا نمائندہ ہونا ضروری نہیں' وہ چند ایک کا مقرر کردہ بھی ہو سکتا ہے' وہ غیر ملکی بھی ہو سکتا ہے' وہ خود قابض بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کے دین کو نافذ کرے وہ نائب ہے۔ عوام اسے منتخب کر سکتے ہیں نہ معزول۔ اِلّا یہ کہ اللہ کا باغی ہو جائے عوام اپنے کسی حق کی وجہ سے اسے نہیں ہٹا سکتے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: ((یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَاءُ یَسْئَلُوْنَّ حَقَّھُمْ وَ یَمْنَعُوْنَّ حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْھِمْ مَاحُمِّلُوْا وَ عَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ)) یعنی یارسول اللہ ﷺ اگر ہمارے امراء اپنے حقوق تو

پورے وصول کریں لیکن ہمارے حقوق تلف کریں تو پھر کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ تم اطاعت کرتے رہنا' نافرمانی نہ کرنا۔ وہ حاکم اعلیٰ یعنی اللہ کو اپنا حساب دیں گے۔ تم اپنا حساب دو گے۔ حضرت اوف ابن مالکؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے کہا: ((اَفَلاَ نُنَابِذُهُمْ اَفَلاَ نُقَاتِلُهُمْ يَارَسُوْ لَ اللهِ)) ❶ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہمارے امراء ظالم ہو جائیں اور ہم ان سے تنگ آ جائیں تو کیا ہم ان کو اتار نہ پھینکیں آپؐ نے فرمایا' نہ جب تک وہ کفر بواح کر کے اللہ کے باغی نہ ہوں۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اسلام کا تو یہ حکم ہے کہ عوام کے کسی حق پر خلیفہ کو ہٹایا نہیں جا سکتا' کیوں کہ وہ اللہ کا نائب ہے۔ لیکن جمہوریت کہتی ہے کہ ہر پانچ سال بعد ضرور الیکشن ہوں' تاکہ خلیفہ کو بدلا جا سکے' اس کا کوئی قصور ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے میں اسلام کے اس حکم کی صریح مخالفت ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا ابطال ہے۔ نظریہ خلافت الٰہیہ کا استیصال ہے۔ مولانا آپ احادیث کو دیکھیں پھر اندازہ کریں کہ اس الیکشن بازی میں اسلام کی کتنی مخالفت ہے۔

مولانا کوئی مانے یا نہ اسلام میں الیکشن بازی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں الیکشن نہ پہلی بار جائز ہیں نہ پانچ سال بعد۔ جب اسلام عوام کے اور حکومت کے حق کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو الیکشنوں کی اجازت کیسے دے سکتا ہے ؟ عوام کو الیکشنوں کی اجازت دینے کے معانی یہ ہیں کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام کو حکومت کا حق دینے کے معانی یہ ہیں کہ اللہ علی الاطلاق حاکم نہیں۔ زمین پر حکومت عوام کی ہے۔ جب زمین پر اللہ کی حاکمیت نہ رہی تو اللہ کے احکام ماننے کا سوال کہاں رہا۔ تو پھر اسلام کہاں رہا اور یہی کفر چاہتا ہے کہ جمہوریت کے ذریعے مسلمانوں کو ملحد اور لادین بنائے۔ مولانا یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں نہ جمہوریت نہ الیکشن۔ اسلام عوام کو الیکشنوں کا حق بالکل نہیں دیتا۔

سوال: اسلامی معاشرے میں عوام کا کوئی حق ہے بھی یا اسلام عوام کو کوئی جانور ہی سمجھتا ہے

---

❶ (مشکوۃ 1088/2' کتاب الامارۃ والقضاء 'فصل اول 3673'من حدیث ام سلمہؓ .. صحیح مسلم ' کتاب الامارۃ ' باب فی طاعۃ الامراء و ان منعوا الحقوق' ص 1009 رقم: 49-50)

اور انھیں کوئی حق نہیں دیتا۔؟

جواب: عوام کا کوئی حق نہیں' بلکہ عوام کے تو بہت حقوق ہیں۔ اسلام عوام کو جانوروں کی طرح سلوک (Treat) نہیں کرتا' بلکہ گھر کے بچوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ صرف نظام حکومت میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔

سوال: اسلام میں عوام کے کیا حقوق ہیں؟

جواب: وہی جو ایک گھر میں چھوٹوں کے بڑوں پر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کی تمام ضرورتیں پوری ہوں' ان کی مصلحتوں کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔' ان کے ساتھ شفقت و مساوات کا سلوک ہو' ان کی صحیح تربیت ہو تاکہ وہ مستقبل کے قائد اور مشیر بن سکیں۔ غرض یہ کہ ان کی ہر طرح سے کفالت ہو۔

سوال: اگر عوام کے حقوق پورے نہ ہوں تو پھر؟

جواب: تو پھر کیا وہ بغاوت کر دیں' اگر والد اولاد کے حقوق پورے کرنے میں کوتاہی کرے تو اولاد کیا کرے گی' کیا وہ باپ کے خلاف جلوس نکالے گی اور مظاہرے کرے گی یا الیکشن کر کے باپ کو اس کے مقام سے ہٹا دے گی۔

سوال: ہٹائے گی تو نہیں لیکن اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرے گی۔

جواب: لیکن ابا جی کہہ کر ہی کرے گی۔ جمہوری نظام کے طریقے اختیار تو نہیں کرے گی۔ باحسن طریق مطالبے کا حق تو اسلام بھی دیتا ہے۔ لیکن اسلام جمہوری تخریب کاریوں کی اجازت نہیں دیتا' کیوں کہ اس سے نظام حکومت مزید خراب ہوتا ہے اور بدامنی پھیلتی ہے۔

مولانا اسلام کا نظام سیاست اسلام کی طرح کا قدرتی نظام ہے۔ جب اسلام دین فطرت ہے اور ہر لحاظ سے جامع ہے تو اس کے شعبہ جات عین فطرت کے مطابق کیوں نہ ہوں گے؟ یہ جمہوریت یا کفر کے اور نظاموں کی طرح غیر فطری اور Unscientific (غیر معقول) نہیں۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک گھرانے کے افراد کی طرح ہے۔ والد راعی ہے اولاد رعایا ہے۔ گھرانے کے بڑے افراد مجلس مشاورت ہیں اور پھر ہر ایک کے حقوق ہیں۔ ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ گھر ایک چھوٹا سا یونٹ ہے' اس کے نظام سے

ملکی نظام اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے افراد کو اسلام پہلے ایک دوسرے کے بھائی بناتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾[49:الحجرات:10] نیز ﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[4:النساء:59] کہہ کر ان پر ایک صاحب امر خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ اختلاف کی صورت میں مظاہروں' ہڑتالوں یا الیکشن کے ذریعے ادل بدل یا گڑبڑ کی اجازت نہیں دیتا' بلکہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ [4:النساء:59] کہہ کر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ تم میں کوئی حاکم نہیں' کوئی محکوم نہیں' سب کا حاکم اللہ ہے۔ تم سب کیا راعی کیا رعایا اس کے ماتحت ہو۔ وہ تم سب کا حساب لے گا۔ اس لیے سب قانون خداوندی کی پابندی کرو۔ پھر ﴿ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾[4:النساء:59] کہہ کر نتائج و عواقب کے لحاظ سے اسلامی نظام کے بہترین ہونے کی گارنٹی دیتا ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام گھر کے قدرتی نظام کی طرح ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے کے افراد میں وہی اخوت و مودت ہو جو بھائیوں میں ہوتی ہے۔ وہی شفقت و احترام ہو جو بڑوں چھوٹوں میں ہوتا ہے۔ وہی نظام حکومت ہو جو ایک گھرانے کا ہوتا ہے' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام تو اسلامی معاشرے کے افراد کو ایک جسم کے اعضا بناتا ہے جن میں ربط و ضبط بھی کمال کا کہ ایک عضو کی تکلیف سب اعضا کی تکلیف۔ اطاعت و فرمان برداری بھی غضب کی۔ سب ایک کنٹرولر کے ماتحت۔ وہ کنٹرولر تاحیات کنٹرولر رہتا ہے۔ نہ کبھی کوئی الیکشن' اور نہ کوئی جمہوری عمل اور یہی قدرتی نظام ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا رہے تو کام خوش اسلوبی سے چلتا رہتا ہے۔ اگر کسی طرف سے بے اعتدالی ہونے لگ جائے تو بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ بگاڑ کی صورت میں اسلام ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ﴾[8:الانفال:1] کے تحت اصلاح کا حکم دیتا ہے اور اصلاح بھی ایسے جیسے دو بھائیوں میں کروائی جاتی ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ﴾ [49:الحجرات:10] جس میں صبر' عفو اور درگزر سے کام لینے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور یہی اس بگاڑ کا علاج ہے۔ الیکشن کوئی علاج نہیں۔ اسلام اپنے مریضوں کے علاج کا حکم دیتا ہے۔ مریض کو مار دینے یا بدل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ الیکشنوں سے مرض کا علاج نہیں ہوتا بلکہ مریض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ملک کے جتنے ادارے ہیں سب اس یونین سازی اور الیکشن بازی کی نظر ہو گئے ہیں۔ کالج اور

یونیورسٹیوں میں نہ تعلیم رہی' نہ ڈسپلن۔۔۔ صنعتی اور محنتی اداروں میں' نہ پیداوار رہی نہ اعتماد۔ اخلاقی لحاظ سے ملک ویسے ہی دیوالیہ ہو گیا ہے' کیوں کہ اخلاق کا تعلق مذہب سے ہے اور جمہوریت جانتی نہیں کہ مذہب چیز کیا ہے؟ اس لیے جوں جوں جمہوریت آتی جاتی ہے مذہب روانہ ہوتا جاتا ہے اور مذہب کے ساتھ اخلاقی اقدار بھی ختم ہوتی جاتی ہیں اور معاشرے کا اخلاق اقدار سے عاری ہونا معاشرے کی موت ہے۔

جمہوری عمل کے تحت ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے سے ملکی حالات کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ سیاست کے میدان میں الیکشن کا کھیل کھیلنے والوں میں سے کسی کو بھی ملک سے ہمدردی نہیں رہتی۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میرا ٹھیکہ صرف پانچ سال کا ہے' پتا نہیں پھر ٹھیکہ کس کو ملے' اس لیے جتنا ہاتھ مارا جا سکتا ہے مار لوں اور وہ اپنے آنے والے سیاسی حریفوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب ہر ایک کو معلوم ہوتا ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد نیا ٹھیکہ ہو گا تو ہر قسمت آزمائے ٹھیکے کے لیے اپنی تیاری کرتا ہے۔ کسی عصبیت پر یا کسی اور فتنے کے نام پر اپنی پارٹی بناتا ہے۔ اس طرح حشرات الارض کی طرح ملک میں سیاسی پارٹیاں بنتی ہیں جو ملک کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ نئے نئے مسئلے اور مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ملک کو استحکام نصیب ہونا تو درکنا ملک انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے الیکشن معاشرے کی بیماریوں کا علاج نہیں' بلکہ معاشرے کی موت کا سبب ہے۔ جب الیکشن سے حرص وہوس بڑھتی ہے تو اس سے معاشرے کا علاج ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ علاج تو اس کو کم کرنے اور صبر کی عادت ڈالنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں اسلام الیکشن کی بجائے اچھی تدبیروں اور اخلاص بھری دعاؤں سے علاج کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اِثْرَةً وَأُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَأمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَ اسْئَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ))۔ ❶ تم دیکھو گے کہ ایسے حاکم بھی آئیں گے جو تمھارے ساتھ ظلم و زیادتیاں

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الامارة' باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الاول فالاول ص 1009' رقم 45.. مشکوة' 1087/2 کتاب الامارة والقضا' فصل اول رقم :3682)

کریں گے' صحابہؓ نے کہا کہ ایسی صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاکموں کے حق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کے لیے اللہ سے دعا کرنا۔ ایک اور حدیث میں جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا ((فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَہٗ الْاَجْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّۃِ الشُّکْرُ وَ اِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْہِ الْاِصْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّۃِ الصَّبْرُ)) ❶ جب حاکم عدل کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعایا کے ذمے شکر ہے۔ اگر حاکم ظلم کرے تو حاکم پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے۔

ان جیسی بہت سی احادیث سے اور تجربے سے واضح ہے کہ بار بار الیکشن کروانا معاشرے کے بگاڑ کا علاج نہیں بلکہ خود بگاڑ ہے۔ اسلام عوام کو ہمارے حقوق' ہمارے حقوق کے نعرے لگا کر بغاوت کرنے یا الیکشن کروانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مولانا جب الیکشن اسلام میں جائز نہیں تو جو لوگ ہر پانچ سال بعد جماعتی یا ملکی الیکشن کرواتے ہیں کیا وہ اسلام کی مخالفت نہیں کرتے۔؟ جب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اسلام اور جمہوریت جمع نہیں ہو سکتے' کیوں کہ ان میں ایسا تضاد ہے کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہوتی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت اللہ کا حق ہے' کیوں کہ وہ رب العالمین ہے۔ جمہوریت نہ اللہ کو مانتی ہے' نہ اس کی حاکمیت کو وہ کہتی ہے۔ حکومت عوام کا حق ہے اور یہی الیکشنوں کی بنیاد ہے۔ تو مولانا جو لوگ الیکشنوں کے عادی ہیں کیا وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے اس عمل سے جمہوریت کی تصدیق اور اسلام کی تردید نہیں کرتے۔؟ کیوں کہ ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے کی بنیاد ہی یہ ہے کہ حکومت اللہ کا حق نہیں عوام کا حق ہے' جس کو وہ الیکشنوں کے ذریعے استعمال کرتے ہیں اور جب اللہ کی حاکمیت کا انکار ہو جائے تو اسلام کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے' کیوں کہ اسلام اللہ کا حکم ماننے کو کہتے ہیں۔ جب عقیدہ ہو کہ اللہ حاکم ہی نہیں' حکوت اللہ کا حق نہیں بلکہ عوام کا حق ہے تو اسلام کہاں رہتا ہے۔ مولانا آپ ہی بتائیں کہ جب ایک دفعہ الیکشن ہو گئے' منتخب ہونے والے منتخب ہو گئے۔ حکومت کا کام ٹھیک چل رہا

---

❶ (مشکوۃ' 1097/2 کتاب الامارۃ والقضاء رقم 3718)

ہے تو پھر ہر پانچ سال بعد الیکشن ضرور کرواؤ یا کفر چاہتا ہے کہ عوام اپنے استقرار حق کے لیے الیکشن ضرور کرواتے رہیں تاکہ عوام کا حکومت کا حق پکا ہو۔ اللہ کی حاکمیت کا تصور ختم ہو۔ مولانا جمہوریت کا اثر مسلمانوں پر ایسا ہے کہ آج کل عام مسلمان الیکشن کرواتے ہیں‘ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ جمہوری الیکشن چیز کیا ہے؟ ان میں اسلام کی کتنی مخالفت ہے‘ کیسے ان سے اسلام کی نفی ہوتی ہے اور کیسے کفر کا اثبات ہوتا ہے اور اس کا اثر ہے کہ آج مسلمان ہر شعبہ زندگی میں اسلام سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

مولانا خلیفہ کو نہ ہٹانا اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے لیکن جمہوریت اسے نہیں مانتی۔ وہ کہتی ہے کہ الیکشن ضرور ہوں۔ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چاروں خلفاء تاحیات خلیفہ رہے۔ کوئی الیکشن نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا ((لَعَلَّ اللّٰهُ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَاِنْ اَرَادُوكَ عَلٰى خُلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ))۔

● اے عثمان شاید اللہ تجھے خلافت کی خلعت پہنائے‘ لوگوں کے کہنے پر اسے اتارنا نہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ((بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَ عَلٰى وَالْاَثَرَةِ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ‘ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ))

❷ یعنی صحابہ کرام جب حضور ﷺ سے بیعت کرتے تو یہ اقرار بھی کرتے کہ ہم ہر حالت میں امیر کی اطاعت کریں گے۔ سوائے واضح کفر کے اسے نہیں ہٹائیں گے‘ خواہ ہم اس سے تنگ ہی ہوں۔ یہ اسلام کا ایسا تاکیدی حکم ہے کہ بہت سے صحابہ سے اس سلسلے میں

● (مسند احمد 75/6 رقم 23945‘ حدیث السیدة عائشةؓ 87/6 رقم 24045 ایضا 149/6 رقم 24636.. جامع الترمذی ‘ کتاب المناقب ‘باب منع النبی ﷺ ان لا یخلع القمیص الذی یقصمه الله ایاه‘ ص 2033رقم :3705)

❷ (صحیح مسلم‘ کتاب الامارة ‘ باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة ص 1009 رقم 42 .. ابن ماجة ‘ کتاب الجهاد ‘باب البیعة ص 2350 رقم 2866‘ مشکوة‘ کتاب الامارة ‘والقضاء ص 1083 رقم 3666)

احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے چند ایک جلیل القدر صحابہ کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ عوف بن مالکؓ، ام سلمہؓ عبادہ بن صامتؓ، وائل بن حجرؓ اور ابو الدرداءؓ۔

مولانا اب اگر احادیث کو مانا جائے اور اسلام کے بنیادی عقیدے اللہ کی حاکمیت کو دیکھا جائے تو الیکشن ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام ٹھہرتے ہیں اور جمہوریت ختم ہوتی ہے اور اگر الیکشن کروائے جائیں تو بے شمار احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اللہ کی حاکمیت کی نفی ہوتی ہے اور اسلام ختم ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام اور جمہوریت ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے یا اسلام چھوڑنا پڑے گا یا جمہوریت۔

مولانا اسلامی جمہوریت والے ملک کو اسلامی جمہوریہ کا نام دے کر بہت فخر کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مارا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اسلامی جمہوریہ میں حکومت اسلام کی نہیں ہوتی، حکومت جمہور کی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام جمہور کے رحم و کرم پر ہی ہوتا ہے اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ بادشاہ کی بادشاہت چھین کر کسی غلام کو دے دینے، اور پھر بادشاہ کی دلجوئی کے لیے بادشاہ کو غلام کے برابر بٹھا دینے میں بادشاہ کی کوئی عزت ہے؟ اسلامی جمہوریہ میں حکومت جمہور کی ہوتی ہے اور اسلام جمہور کے تابع ہوتا ہے۔ جہاں حکومت اسلام کی ہوتی ہے اور جمہور تابع ہوتے ہیں اس کو جمہوریہ نہیں کہتے۔ چنانچہ خیر القرون میں جب حکومت اسلام کی تھی، جمہور اسلام کے تابع تھے، کسی ملک کو اسلامی جمہوریہ نہیں کہتے تھے۔ مولانا آپ ہی بتائیں خیر القرون میں خاص کر خلافت راشدہ کے دور میں جب کہ اسلام کا زور تھا کسی ملک کا نام اسلامی جمہوریہ تھا؟ اسلامی جمہوریہ کا تو نام چلا ہی اس وقت سے ہے جب سے مسلمان مرعوب ہو گئے ہیں۔ اسلام مغلوب ہو گیا۔ جمہوریت جو کفر کا نظام تھا غالب آ گیا۔ اسلامی جمہوریہ میں اسلام جمہور کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اگر جمہور اسلام پر مہربانی کریں تو اس کو اپنے ہاں ٹھہرائے رکھیں ورنہ جب چاہیں اکثریت کے ووٹ سے نکال باہر کریں۔ بھٹو اسلامی دستور کو بھی مانتا تھا۔ پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ کا نام دیتا تھا، لیکن جب دل چاہتا تھا مفتی محمود جیسے جمہوریت پرست کو اسمبلی سے باہر

پھینک کر اکثریت سے دستور میں ترمیم کر لیتا تھا۔ اسلامی جمہوریہ میں نام ضرور اسلام کا ہوتا ہے لیکن یہ امکان ہر وقت رہتا ہے کہ جمہور جب چاہیں اکثریت کے ووٹ سے اسلام کے لفظ کو اڑا کر فقط جمہوریہ بنا دیں۔ جب اسلامی جمہوریہ میں حکومت جمہور کی ہوتی ہے' اسلام کی نہیں ہوتی تو لفظ اسلام کا کیا اعزاز اور کیا اعتبار۔!

مولانا یہ جمہوریت پسندی حقیقت میں عافیت پسندی ہے کہ کفر اسلام کو کچھ نہ کہے۔ اسلام کفر کو کچھ نہ کہے۔ دونوں جمہوریت کے سائے میں عافیت سے رہیں۔ مولانا یہ جمہوریت پسندی اصل میں کفر سے سمجھوتہ ہے اور جہاد نہ کرنے کا اقرار ہے اور جب مسلمان جہاد سے عاری ہو جاتا ہے تو اس کے پلے کچھ نہیں رہتا۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ)) ❶ جو مر جائے اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کی کبھی سوچ رکھی' وہ منافق ہو کر مرتا ہے۔ مولانا اس جمہوریت نے مسلمانوں کا جہاد کا جذبہ ختم کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو تبلیغ سے روک دیا ہے کہ تبلیغ سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ مسلمان پست ہمت ہو گئے ہیں۔ جرأت جاتی رہی ہے۔ مسلمانوں پر جب جمہوری دور آیا' مسلمانوں نے کھویا ہے کمایا کچھ نہیں۔

مولانا آپ کی سیاست بھی جماعتی ہو یا ملکی جمہوریت ہی ہے اور یہ جمہوریت پرستی آپ کی ناکامی کا سبب بھی ہے اور آپ کی دینی اور سیاسی بصیرت پر بدنما دھبہ بھی بلکہ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مولانا مودودی کیسا مفکر اسلام ہے جو جمہوری نظام کا آرزو مند ہے۔ مولانا جماعت اسلامی کی سیاست بھی جمہوریت ہی ہے اور جماعت اسلامی آپ کی جماعت ہے اور آپ نے اس کی بنیاد رکھی ہے' آپ ہی اس کے روح رواں ہیں۔ اگرچہ آپ اب جماعتی سیاست سے ریٹائرڈ ہو گئے ہیں اور میاں طفیل امیر بن گئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اب بھی جماعت اسلامی آپ ہی ہیں۔ اب بھی یہ جماعت آپ کی رہنمائی میں کام کرتی ہے۔ آپ کی

---

❶ (ابو داؤد : كتاب الجهاد ' باب الكراهية ترك الغزو' ص 1408 رقم 5202.. نسائی ' كتاب الجهاد ' باب التشديد فی ترك الجهاد' ص 2287 رقم 3099)

وفات کے بعد بھی یہ جماعت آپ کی لائنوں پر ہی کام کرے گی۔ اس لیے مولانا یہ آپ کے انجام کے لیے بھی بہتر ہے اور جماعت کے مفاد میں بھی کہ آپ خود بھی جمہوریت سے توبہ کر لیں اور اپنی جماعت کو بھی اپنے ہاتھوں سے اسلامی بنا جائیں۔ یہ آپ کے لیے بھی کفارہ بن جائے گی اور جماعت بھی حقیقی معنوں میں اسم با مسمّٰی ہو جائے گی۔

مولانا ابھی تک آپ کی جماعت کا یہ حال ہے کہ جماعت کے سربر آوردہ لوگوں کے اعتقاد اسلامی نہیں۔ چنانچہ پروفیسر غفور صاحب حال ہی میں بہاول پور تشریف لائے تو تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے کائنات کی تخلیق حضور ﷺ کی خاطر ہوئی ہے۔ یعنی وہی "لولاک" والا بے بنیاد عقیدہ اور قریباً ایسا ہی حال میاں طفیل صاحب کا ہے۔ جس جماعت کے قائدین کا یہ حال ہو اس جماعت کے عوام کا کیا حال ہو گا؟ مولانا جس جماعت کی سیاست جمہوریت ہو' اکابر کے عقائد ایسے بے بنیاد ہوں کہ مزاروں پر چادریں چڑھانا روا رکھیں' مذہب تقلیدی ہو' وہ کیا اسلامی ہو گی اور کیا اسلام لائے گی۔ مولانا اسلامی انقلاب لانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود صحیح معنوں میں اسلامی ہوں۔ اگر وہ اسلامی نہ ہوں تو انقلاب اسلامی کیسے لائیں گے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی آج تک اسلامی انقلاب کے خواب دیکھتی رہی اسلامی انقلاب نہ لا سکی۔

مولانا اب کوچ کا وقت قریب ہے' کوئی ایسا کارنامہ کر جائیں جس سے جماعت صحیح اسلامی حقیقی معنوں میں اسلامی بن جائے اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو جائے۔ جس سے ان کا ذہن بھی اسلامی ہو' ان کا عمل بھی اسلامی' ان کی سیاست بھی اسلامی ہو' ان کی معاشرت بھی اسلامی۔ جمہوریت نہ ان کی جماعتی سیاست رہے' نہ ملکی۔ مولانا آپ کی جماعت نام کی اسلامی ضرور ہے' لیکن کام کی اسلامی نہیں۔ الیکشن تو چاہتی ہے لیکن اگر کہا جائے کہ ہم اسلام والوں کو مجاہدین بن کر کفر کے ساتھ ایسے ایسے کرنا چاہیے تو کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کریں گے تو پھر کفر بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔ مولانا آپ کی جماعت پر یہ سارا اثر جمہوریت کا ہے کہ جو کچھ کرو آئینی حدود کے اندر رہ کر کرو' خواہ آئین ایوب اور یحییٰ کا ہو۔ مولانا جو کفر کے آئین کی پابندی کرے گا وہ کیا انقلاب لائے گا۔

مولانا سچی بات یہ ہے کہ یہ جمہوریت بہت بڑی بدعت ہے جس نے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے تباہ کر دیا ہے۔ عام بدعتوں کا احساس تو لوگوں کو ہو جاتا ہے لیکن جمہوریت جیسی بدعت کا احساس نہیں ہوتا' کیوں کہ لوگ عام طور پر سیاست کو دین نہیں سمجھتے۔ اس لیے سیاسی بدعت کو بھی بدعت نہیں سمجھتے' حالانکہ یہ دوسری بدعتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس کے اثرات اتنے دوررس ہیں کہ شاید کسی اور بدعت کے ایسے نہ ہوں۔ بدعت کی خاصیت جیسا کہ حدیث میں آتا ہے یہ ہے کہ یوں ہی کوئی بدعت آتی ہے اسی قسم کی ایک سنت اٹھ جاتی ہے جو تا قیامت نہیں لوٹتی۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی سے اسلامی سیاست ایسی نکلی ہے کہ اب اسلامی سیاست ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ وہ اب جمہوریت کو ہی اسلامی سمجھنے لگ گئے ہیں اور جماعتی اور ملکی سیاست میں الیکشنوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ مولانا اللہ نے آپ کو بہت اونچا مقام دیا ہے' آپ کی زبان و قلم سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے۔ خاص کر آپ کی جماعت کے لیے تو وہ ہدایت کا سبب بھی بن سکتی ہے اور گمراہی کا بھی۔ اس لیے آپ کو بہت احتیاط چاہیے۔ آپ کو چاہیے کہ ماحول سے بالکل متاثر نہ ہوں۔ نہ کسی غیر اسلامی نظریہ کو خاطر میں لائیں۔ سلف کی راہ سے ایک انچ بھی نہ ہٹیں۔ ان کی راہ کامیابی کی راہ ہے اور ایک آزمودہ راہ ہے اس پر چلنے میں بڑی برکتیں ہیں۔ مولانا یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کل جن نظاموں کو آپ لات و منات بتاتے تھے' آج خود ان کے پجاری ہیں۔ پہلے جمہوریت آپ کے نزدیک منات تھی آج وہ آپ کی اور آپ کی جماعت کی سیاست ہے۔ اس لیے کہنا پڑتا ہے اچھرے والا مودودی' دارالسلام والا مودودی نہیں رہا۔ بہت فرق پڑ گیا ہے' دارالسلام والا مودودی اسلامی زیادہ ہے' اچھرے والا سیاسی زیادہ ہے۔ کیوں مولانا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر شبہ ہو تو اپنا قدیم اور جدید لٹریچر اٹھا کر دیکھ لیں۔ مولانا چاہیے تو یہ تھا کہ آپ ملکی سیاست کو اسلامی بناتے' آپ نے ماحول سے متاثر اور مرعوب ہو کر اسلام کو سیاسی بنا دیا۔ مولانا آپ نے جو اسلامی جمہوریت کا پودا لگایا ہے' پتا نہیں کب تک اور کتنے لوگوں کے لیے یہ فتنہ بنا رہے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی میں اس کو اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ نہ پھینکا تو نہ جانے کتنے بوجھ آپ پر پڑیں' اس لیے اپنی زندگی میں ہی اس کو صاف کر کے

اسلامی سیاست کا بیج بوئیں۔ مولانا یہ ٹھیک ہے کہ اسلامی سیاست کی راہ' اسلامی جمہوریت کی طرح عافیت کی راہ نہیں' بہت کٹھن ہے' پر خطر ہے' جان لیوا ہے' صبر آزما ہے لیکن ہے یقینی۔ کیوں کہ جہاد کی راہ ہے۔ جب پہنچائے گی خواہ دیر سے ہی پہنچائے' پہنچائے گی ٹھکانے۔ جمہوریت کی طرح لٹکائے ٹرخائے گی نہیں۔ مولانا اسلامی تاریخ دیکھ لیں۔ اسلام جب آتا ہے' کفر کو پچھاڑ کر آتا ہے۔ یہ نہیں کہ کفر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کے ساتھ آئے۔ اس کے آنے کا انداز قرآن بیان کرتا ہے۔﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ مولانا اس لیے جمہوریت خواہ اسلامی ہی ہو' اسلام نہیں لا سکتی۔ اگر جمہوریت اپنی بے بسی میں کبھی اسلام لائے بھی تو کفر کے ہاتھوں سمجھوتہ کر کے لائے گی' تاکہ کفر کے لیے کارروائی کا موقع رہے اور ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾[17:الاسراء:81] والی بات نہ بنے اور اسلام ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ کے انداز سے نہیں آتا' وہ نہیں رہتا۔ پاکستان کب سے اسلامی بنا ہے' قرارداد مقاصد کو پاس ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے' لیکن چونکہ درمیان میں جمہوریت کا ہاتھ رہا ہے' اس لیے آج تک پاکستان میں اسلام کے پاؤں نہیں لگے۔ جنرل ضیاء نے کتنا شور مچایا' آگیا اسلام' آگیا۔ لیکن کوئی نہ آیا۔ چوں کہ جمہوریت کا کفر ساتھ ہے۔ مولانا اسلام کبھی نہیں آتا جب تک کفر کو پچھاڑ نہ دے کفر پر چڑھ نہ جائے' کفر کو مسل نہ دے کہ پھر اٹھنے کے قابل نہ رہے اور یہ جمہوریت کے تحت کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسلامی سیاست ہی ایسا کر سکتی ہے۔ مولانا اسلامی سیاست کیا چیز ہے؟ اسلام لانے کی اسلامی کوشش' جو بھٹو اور ایوب جیسے کفر کے آئینوں سے آزاد ہو کر اسلام لانے کی نیت سے کی جائے۔ مولانا اسلام میں کوئی کوشش غیر اسلامی نہیں جو اسلام کے لیے کی جائے اور اسلام پر منتج ہو۔ یہ ذہن کا بگاڑ ہے' یہ جمہوریت کا اثر ہے کہ آئین ایوب اور بھٹو بنائیں اور ہم اسلامی بن کر ان آئینوں کی پابندی کرتے رہے۔ اسلام کفر کے آئینوں کے دماغ توڑنے سکھاتا ہے' نہ کہ ان کی پابندی کرنا۔ قرآن کہتا ہے:﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ﴾ [21:الانبیاء:18] مولانا پاکستان میں اسلام لانا پاکستان کو از سر نو فتح کرنے کے مترادف ہے۔ پاکستان اسلام کے قبضے میں کبھی بھی نہیں آیا۔ پہلے یہ انگریز کے قبضے میں تھا اب اس کی

پاکستانی اولاد کے قبضے میں ہے' جو باپ سے بھی زیادہ شاطر ہیں۔ ملک کو ان سے چھڑانا از سر نو فتح کرنا ہے' جس کے لیے جمہوریت کفر کی بجی کام نہیں دے گی' اسلامی سیاست ہی کام دے گی۔ مولانا اگر ہمیں پاکستان میں اسلام لانا ہے تو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہؓ کو دیکھنا ہو گا۔ جمہوریت کو چھوڑ کر ان کی سیاست اور تدبیر کو اپنانا ہو گا۔ ان جیسے کارنامے انجام دینے ہوں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں ان شاء اللہ یقیناً کامیابی ہو گی۔ اور اگر ہم اپنے اسلاف کو چھوڑ کر کفر کے نظام جمہوریت کے پیچھے پڑے رہے تو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ والا ہمارا انجام ہو گا۔ مولانا پاکستان کے جو حالات ہیں' ان سے متاثر ہو کر اپنا دینی فریضہ سمجھ کر میں نے یہ چند اوراق تحریر کیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں سیاست کے میدان میں سوائے جماعت اسلامی کے کوئی ایسی جماعت نہیں جس سے اصلاح احوال کے لیے کچھ کہا سنا جا سکے۔ اس لیے میں نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو مخاطب کیا ہے۔ مولانا اگر انداز تحریر میں کوئی تلخی یا بے باکی ہے تو وہ حالات کی تلخی اور شدت کی وجہ سے ہے کہ حالات کیا ہیں اور جماعت اسلامی کیا کر رہی ہے۔ ملک الیکشنوں کی وجہ سے ختم ہونے کو ہے اور یہ الیکشن کا ورد کر رہی ہے۔ یہ تلخی کسی کی تنقیص کے لیے نہیں بلکہ دینی غیرت کے تحت اصلاح و تعمیر کے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی محسوس نہیں کریں گے اور اصل مسئلے پر غور فرما کر اصلاح احوال کی کوشش فرمائیں گے۔

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

مفتی محمود
اور
اتحادیوں
کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مفتی محمود اور اتحادیوں کے نام

شہدائے تحریک کے معصوم خون کا پیغام

اتحادیو!

ہم نے جو سینے تان تان کر گولیاں کھائیں' ہم نے جو اپنے خون کو ارزاں کیا تو کس لیے؟ کیا وہ اسلام کے لیے تھا یا تمھاری کرسیوں کے لیے؟

اتحادیو!

جب بھٹو کا خونی ہاتھ تمھاری گردنوں کے گرد تھا' اپنے ظالم شکنجوں میں تمھیں Fix Up کرنے کو تھا' تم نے اسلام کی دہائی دی' ہم نے اسلام کی خاطر اپنا خون دے کر تمھاری جان بچائی' اب تم الیکشن الیکشن کی رٹ لگاتے ہو' آخر یہ غداری کیوں؟

سن لو!

یہ ہم سے ہی غداری نہیں' اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی غداری ہے اور ملک و قوم سے بھی۔

اتحادیو!

ہم تو اپنا خون تمھارے سر چڑھا کر آ گئے' آخر تمھیں بھی آنا ہے' دیکھنا اس معصوم خون سے غداری نہ ہو۔!

اتحادیو!

اسلام کو پیٹھ نہ دکھاؤ' کرسیوں کا خواب و خیال چھوڑ دو' اسلام کو نافذ کرو' ورنہ اللہ کے ہاں تمھاری پیشانی ہوگی' ہمارا ہاتھ ہوگا۔

﴿فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾[55:الرحمٰن:41-42]

مفتی محمود صاحب
صدر قومی اتحاد
کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

جناب مولانا مفتی محمود صاحب کے نام

السلام علیکم۔!۔۔۔ مفتی صاحب! آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ نے آپ کو بہت اونچا مقام دیا ہے۔ مفتی پاکستان آپ' قومی اتحاد کے صدر آپ۔ مفتی صاحب اس اعتبار سے آپ کی ذمہ داریاں ہیں۔ اگر پاکستان کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس کا سہرا آپ کے سر اور اگر نقصان ہوتا ہے تو بھی آپ کے سر۔

مفتی صاحب! آپ کے بیانات بتا رہے ہیں کہ آپ ہر قیمت پر الیکشن چاہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ الیکشن کیوں چاہتے ہیں؟ کیا الیکشنوں سے پاکستان محفوظ ہو جائے گا یا ملک میں اسلام آجائے گا؟ مفتی صاحب! آپ جو الیکشن چاہتے ہیں تو کیا الیکشن آپ کا مقصود ہے یا اسلام آپ کا مقصود ہے۔ اگر الیکشن آپ کا مقصود ہے تو پھر مفتی صاحب آپ کا نظام اسلام کا دعویٰ مردود ہے۔ اسے آپ چھوڑ دیں۔ اگر اسلام آپ کا مقصود ہے تو الیکشن بے سود ہے۔ کیوں کہ الیکشنوں سے نہ کبھی اسلام آیا ہے' نہ آنے کی امید ہے۔ مفتی صاحب الیکشنوں کی سیاست پاکستان کی آزمائی ہوئی سیاست ہے۔ اس سیاست سے پاکستان کو نقصان تو پہنچا ہے فائدہ کبھی نہیں ہوا۔ ان الیکشنوں نے ہی مشرقی پاکستان کو توڑا ہے۔ ان سے مغربی کو توڑنے کے منصوبے ہیں۔ مفتی صاحب! آپ دیکھ نہیں رہے اتنے پاکستان کے دشمن ہیں' اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک۔ وہ الیکشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا وہ پاکستان کی خیر خواہی میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب پاکستان کفر کو بہت کھٹکتا ہے کیوں کہ یہ اسلام کی خاطر اور اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اس وقت اسلام کے جوش نے اسے بنا دیا۔ کفر روک نہ سکا۔ اب جب کہ اسلام کا جوش مدھم پڑ گیا اور عصبیتوں نے اس کی جگہ لے لی تو کفر کو موقع مل گیا' وہ اسے ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کفر کی تکنیک یہی جمہوری الیکشن ہے' جن کو وہ پہلے مشرقی پاکستان میں آزما چکا ہے۔ مفتی صاحب! اب جو الیکشن ہوں گے بڑے خطرناک ہوں گے' کیوں کہ بعض کے ارادے انتقامی ہیں۔ چنانچہ سندھ پنجاب سے انتقام کا مطالبہ کرے گا۔ ہمارے بھٹو کو کیوں مارا۔ اس لیے جئے سندھ کے نعرے لگیں گے۔ بعض کے ارادے صوبائی مختاری کے

نام پر علیحدگی کے ہیں۔ بزنجو' مینگل' اکبر بگتی جیسے کردار آپ کے سامنے ہیں۔ بعض ویسے ہی اسلام اور پاکستان دشمن ہیں جو تخریب کاری چاہیں گے۔ بھارت و روس کے عزائم بھی آپ کو معلوم ہی ہیں۔ ان کے ایجنٹ بھی کام کریں گے۔ وہ موقع کے انتظار میں ہیں۔ مفتی صاحب! الیکشن ہو جائیں گے۔ تب آپ بے بس ہوں گے' عوام بپھرے ہوئے ہوں گے نہ فوج کچھ کر سکے گی' نہ لیڈر کچھ کر سکیں گے۔ لہٰذا مفتی صاحب! الیکشن کا مطالبہ کرنے سے پہلے الیکشن کے نتائج کے بارے میں سوچ لیں۔

مفتی صاحب! آپ الیکشن پر اتنا جو زور دیتے ہیں' جس میں خطرات ہی خطرات ہیں' آپ لوگ اسلام کے نفاذ پر زور کیوں نہیں دیتے۔ کیا اسلام کی ضرورت نہیں؟ یا بغیر الیکشنوں کے اسلام کا نفاذ ممکن نہیں" مفتی صاحب! جتنا زور آپ لوگوں نے الیکشنوں پر دیا ہے اتنا زور اگر اسلام کے نفاذ پر دیتے تو اسلام بھی کچھ نہ کچھ نافذ ہو جاتا اور رسوائی بھی نہ ہوتی۔ مفتی صاحب! حقیقت یہ ہے کہ کفر نے اس جمہوریت کے ذریعے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام بھی ان سے چھڑا دیا ہے اور اسلامی فکر بھی ان سے لے لیا ہے۔ جمہوریت کا مسلمانوں کے ذہنوں پر یہ اثر ہے کہ آج مسلمانوں کو اسلام ناقص نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کوئی سیاسی نظام نہیں اور جب مسلمان مودودی اور آپ جیسی بزرگ ہستیوں کو دیکھتے ہیں کہ آپ کا مذہب بھی جمہوریت ہے اور جمہوریت کی آپ لوگ دعوت دیتے ہیں تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام ایک ناقص مذہب ہے جس میں کوئی سیاسی نظام نہیں۔ اس لیے ہمیں مغربی جمہوریت کو اپنا لینا چاہیے۔ مفتی صاحب! حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اپنے نظام خلافت کو چھوڑا ہے' مسلمان دین و دنیا دونوں لحاظ سے تباہ ہو گئے ہیں۔ وہ خلافت کے تصور کو ختم کر کے عصبیتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں میں بٹ گئے ہیں حتیٰ کہ کفر کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ مفتی صاحب اسلام کا اپنا ایک سیاسی نظام ہے۔ وہ ہے خلافت الٰہیہ' جس میں حاکم اعلیٰ اللہ ہوتا ہے۔ مسلمان اس کا خلیفہ۔ خلیفہ کا کام اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہے۔ اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔ جو بھی یہ کام کر سکے وہ اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس کو لوگوں نے منتخب کیا ہو یا وہ خود آ گیا ہو' جیسا کہ

پاکستان کے حالات دیکھ کر صدر ضیاء نے اقدام کیا۔ اگر ضیاء کی قسمت اچھی ہوتی اور وہ جری ہوتا' اللہ کے دین کو نافذ کر دیتا تو وہ یقیناً جائز اور شرعی ہوتا۔ لیکن ستیاناس ہو اس جمہوریت کا وہ بھی آپ کی طرح کا جمہوری تھا۔ وہ روتا رہا۔ مفتی صاحب! آپ اور جماعت اسلامی جو اسلامی جمہوریت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کبھی آپ نے سوچا بھی جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے؟ جمہوریت کفر کا نظام ہے۔ اسلام نظام الٰہی ہے۔ جمہوریت میں عوام کی چلتی ہے۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اللہ کی چلتی ہے' اللہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ عوام چاہیں یا نہ چاہیں۔ مفتی صاحب اسلامی جمہوریہ میں عوام جب چاہیں اپنی اکثریت کے ووٹ سے اسلام کی چھٹی کروا دیں۔ جب چاہیں اسلام کو رکھ لیں۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام عوام کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ عوام اسلام کا لحاظ کر لیں تو ان کی مہربانی۔ لحاظ نہ کریں' چھٹی کروا دیں تو ان کی مرضی۔ مفتی صاحب بھٹو نے دستور کو بھی اسلامی مان لیا' پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ لکھ دیا۔ لیکن جیسے چاہا دستور کو توڑا' اسلامی جمہوریہ کو مروڑا۔ جب چاہا آپ کو باہر پھینک کر آپ کی مرمت کر دی۔ مفتی صاحب! آپ عالم دین بھی ہیں اور مفتی بھی' اور احکام شریعت سے بھی آپ باخبر ہیں اور اسلامی تاریخ سے بھی آپ واقف ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ جمہوریت اسلام ہے یا اسلام میں جمہوریت ہے۔ کیا جمہوریت جو ایک کافرانہ نظام ہے اور کافروں نے ہی اسے ایجاد کیا ہے اسلامی ہو سکتی ہے؟ آپ ہی سوچیں کیا کفر بھی مسلمان ہوا ہے؟ مفتی صاحب کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے' کفر کبھی مسلمان نہیں ہوتا۔ کفر باطل ہے اور باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ اس لیے جمہوریت کبھی اسلامی نہیں ہوتی۔ مفتی صاحب نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے عالم دین ہوتے ہوئے کافروں کے اس نظام کو اپنا لیا اور بجائے اسلام کے الیکشن کو ورد زبان بنا لیا ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ اسلام آپ لوگوں سے بہت دور ہٹ گیا ہے' اور ملک میں نہیں آتا۔ خدا کے لیے آپ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ لوگ کیا کہیں گے یہ دیکھیں کہ اللہ کیا کہے گا۔ اگر آپ نے راہ نہ بدلی تو سوچ لیں پاکستان کا کیا حشر ہو گا اور آپ کا کیا انجام ہو گا؟

منجانب جماعت اہل حدیث بہاول پور

مفتی صاحب
کی
پریس کانفرنس
کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی صاحب کی پریس کانفرنس کا جواب

پاکستان کیسے معرض وجود میں آیا اور کیا اس کا حشر ہوا سب جانتے ہیں۔ بقیہ پاکستان جن حالات سے دوچار ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ دیکھنے اور کرنے کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کے علل واسباب کیا ہیں اور آئندہ کا علاج کیا ہے؟

پاکستان کا بچاؤ اسلام کے احیاء اور نفاذ میں ہے۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان مختلف زبانیں بولنے والی مختلف قوموں اور علاقوں کا ملک ہے۔ اس کو ایک سلسلے میں منسلک کرنے اور رکھنے کے لیے، سوائے اسلام کے اور کوئی رشتہ تھا اور نہ ہے۔ اسلام کے رشتے ہی نے ایسے مختلف عناصر کو جوڑا تھا۔ جب وہ رشتہ ٹوٹ گیا تو تسبیح کے دانوں کی طرح ان کا منتشر ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ اسلامی رشتے سے ہی پاکستان بنا تھا۔ جب وہ رشتہ کمزور ہو گیا تو ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو گیا۔ یہی قومیں تھیں، جنھوں نے مل کر پاکستان بنایا تھا اور اب وہی قومیں ہیں جو مختلف عصبیتوں کا شکار ہو کر پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ اس کا واحد سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا اور اس کی جگہ جمہوریت کا رواج پانا ہے۔ مختلف حکومتیں آئیں، ہر ایک نے نظام اسلام اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے، لیکن اسلام کو نافذ نہ کیا۔ نہ ہی اسلامی رشتے کو مضبوط کیا، جس سے پاکستان کا استحکام تھا، جمہوریت کو مضبوط کرتے رہے، اس کے تحت الیکشن کرواتے رہے، دستور ساز اسمبلیاں بنا کر باری باری حکومتیں کرتے رہے، حتی کہ ادھر بھٹو آ گیا، ادھر مجیب۔۔۔ اور مشرقی پاکستان چلا گیا۔ اگر اسلامی رشتے کو مضبوط کیا جاتا تو اسلامی اخوت پیدا ہوتی، محبت بڑھتی، اختلافات کم ہوتے، عصبیتیں کم ہوتیں نتیجتاً پاکستان مضبوط ہوتا، لیکن سب کچھ تب ہوتا جب اسلام کا احیا ہوتا۔ تبلیغ و تعلیم سے اس کی تجدید ہوتی۔ لیکن جمہوریت ایسا کہاں کرنے دیتی ہے۔

جمہوریت پاکستان کی بیماری ہے اور اسلام اس کی صحت وسلامتی

جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں خدا اور مذہب کا کوئی تصور نہیں۔ اس لیے اخلاقی اقدار کا اس نظام میں کوئی نام نہیں۔ جب کوئی نظام اخلاقی اقدار سے عاری ہو تو اس میں

خود غرضی، موقع پرستی، بد دیانتی۔ مال و جاہ کی طلب اور اقتدار کی ہوس جیسی مکروہ چیزوں کا جنم لینا قدرتی بات ہے اور یہی چیزیں ہیں جو تشتت و افتراق کا سبب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمانوں میں وحدت ملی کا فقدان ہے۔ بلکہ پوری قوم انتشار کے گرداب میں مبتلا ہے۔ تیس سال کے تجربے سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ پاکستان کی بیماری یہ جمہوریت ہے اور اس کی صحت و سلامتی اسلام ہے۔ جب تک پاکستان میں یہ جمہوریت ہے 'اسلام نہیں آسکتا' کیوں کہ پہلے بیماری دور ہو پھر صحت آئے۔ پہلے جمہوریت جائے تو پھر اسلام آئے۔

مغربی جمہوریت کو اسلامی کہنا شیطانی اثر ہے

شیطان کی یہ خصلت ہے کہ وہ برائی کو خوب صورت کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ جمہوریت جو کفر ہے شیطان اسے مسلمانوں کے سامنے اسلامی کہہ کر پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت وہ بری ہے جو مغرب میں ہے پاکستان میں جہاں سب مسلمان ہیں، جمہوریت اسلامی ہے حال آنکہ یہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ جمہوریت ایک ہی نظام ہے مغرب میں ہو یا مشرق میں۔ مغرب میں جمہوریت سے مراد عوام کی حکومت ہے، پاکستان میں بھی جمہوریت سے مراد عوام کی حکومت ہے۔ مغرب میں جمہوری الیکشن ہوتے ہیں جو عوام کی حکومت کا ثبوت ہیں۔ پاکستان میں بھی جمہوری الیکشن ہوتے ہیں جو عوام کی حکومت کا ثبوت ہیں۔

جمہوریت کیوں کفر ہے

جمہوریت جو کفر ہے وہ اس وجہ سے کہ اس میں حکومت کا حق بجائے اللہ کے عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ جمہوریت اس وجہ سے کفر نہیں کہ عوام جو حکومت کرتے ہیں وہ کافر ہوتے ہیں۔ جمہوریت، جمہوریت ہے عوام کافر ہو یا مسلمان۔ جیسا زنا زنا ہے 'کرنے والا کافر ہو یا مسلمان۔ یہ نہیں کہ کافر کرے تو زنا اور مسلمان کرے تو نکاح۔ جب زنا کہتے ہی مرد و عورت کے ناجائز اور غیر قانونی تعلق کو ہیں تو یہ تعلق جہاں بھی ہوگا زنا ہوگا اور حرام ہوگا۔ یہ

نہیں کہ اگر زنا مسلمانوں میں ہو تو حلال ہو گا' کافروں میں ہو تو حرام ہو گا۔ ایسے ہی جمہوریت مسلمانوں میں ہو یا کافروں میں' جب تک جمہوریت ہے کفر ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کہتے ہی عوام کی حکومت کو ہیں۔

حکومت کا حق اللہ کے سوا کسی کو دینا شرک وکفر ہے

حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ [18 الكهف:26]

اللہ حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

عوام تو درکنار اسلام حکومت کا حق کسی نبی کو بھی نہیں دیتا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ ﴾ [10 یونس:109] تو وحی کا پابند رہ۔ ﴿وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَبٍ﴾ [42:الشوری:15] اے نبی ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار' لوگوں کے پیچھے نہ جا (جمہوریت کی راہ نہ چل) اور لوگوں کو بتا دے کہ میں تو اللہ کی کتاب کو ہی مانتا ہوں جو اس نے اتاری ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [5:المائدہ :48] لوگوں میں اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کر۔ اللہ کو چھوڑ کر لوگوں کے پیچھے نہ لگ' یعنی جمہوریت کے پیچھے نہ جا۔ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا ہے ﴿ وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَفِرُونَ ﴾ [5:المائدہ:44] جو اللہ کے قانون کو نہ چلائے وہ کافر ہے۔ جب اللہ کے قانون کو جاری نہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے جو اپنا قانون بنا کر چلائے وہ کافر بلکہ اکفر کیوں نہ ہو گا۔ اسی لیے تو جمہوریت کفر ہے کہ اس نظام میں الیکشنوں سے جو اسمبلیاں بنتی ہیں ان کا کام ہی قانون بنانا ہوتا ہے۔

الیکشن حرام ہیں

جب جمہوریت کا نظام صریحاً کفر ہے' کیوں کہ اس نظام میں حکومت عوام کی ہوتی ہے' وہی دستور و قانون بناتے ہیں تو اس نظام کے اعمال بھی کفر کے اعمال ہوں گے اور حرام

ہوں گے۔ چنانچہ الیکشن جو ایک جمہوری عمل ہے بالکل حرام ہے۔ اس عمل سے عوام کی حکومت کا حق ثابت کیا جاتا ہے۔

اعتراض کا جواب

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر الیکشن حرام ہیں تو یہ حرام کہنے والے پہلے کہاں تھے ؟ آج تک تو ان لوگوں نے کبھی حرام کہا ہی نہیں ۔ حال آنکہ اتنے الیکشن ہوئے۔ اب یہ حرام کہتے ہیں۔ ان جاہلوں سے کوئی یہ پوچھے کہ اب کیا یہ کہنا زائد المیعاد ہو گیا ہے۔ جواب الیکشنوں کو حرام کہنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی حرام کو کچھ عرصہ تک کوئی حرام نہ کہے تو کیا وہ حرام نہیں ہوتا۔ ایمان والوں کو دیکھنا یہ چاہیے کہ یہ چیز فی الواقع حرام ہے کہ نہیں یہ نہ کہے کہ آپ نے پہلے جو حرام نہیں کہا تو اب میں حرام نہیں مانتا۔ ایسے حیلے بہانے کرنا بنی اسرائیل کی خصلت تو ہو سکتی ہے ایک ایمان والے کی عادت نہیں ہو سکتی۔ ایمان والے کے لیے حرام حرام ہے۔ جب بھی معلوم ہو جائے۔ الیکشنوں کو پہلے حرام نہیں کہا گیا' تو اس لیے نہیں کہ وہ پہلے حرام نہ تھے' بلکہ اس لیے کہ پہلے یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ پہلے یہ کہنا عبث تھا۔ الیکشنوں کو حرام کہنے کی ضرورت اب اس لیے پیش آئی کہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ چھڑا ہی اب ہے۔ آج تک نہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ چھڑا' نہ الیکشنوں کو ناجائز کہنے کی نوبت آئی۔ بننے کو تو پاکستان بن گیا لیکن نظام وہی کفر کا رہا۔ الیکشن ہوتے رہے' جائز و ناجائز کا سوال پیدا نہ ہوا۔ کفر کے نظام میں جائز و ناجائز کا سوال بھی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اب جب ضیاء آیا' نظام اسلام کا چرچا ہوا۔ نفاذ اسلام کا اعلان ہوا تو الیکشنوں کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حقیقت کھلی کہ الیکشن حرام ہیں۔

الیکشنوں کا مقصد

الیکشنوں کا مقصد صرف انتخابات ہی نہیں۔ انتخاب تو اور بھی کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ معینہ مدت کے بعد الیکشن کروانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام اپنے حکومت کے حق کو استعمال کرے۔ ایک ہی کیوں حکومت کرتا رہے' عوام جس کو چاہیں لائیں جس کو

چاہیں بنائیں۔ اگر الیکشن صرف انتخابات کے لیے ہوں تو ایک دفعہ جب الیکشن ہو جائیں، منتخب ہونے والے منتخب ہو جائیں، حکومت کا کام ٹھیک چل رہا ہے تو پھر پانچ سال بعد الیکشن کروانے کی ضرورت؟ ظاہر ہے بار بار الیکشن کروانا عوام کے استقرار حق کے لیے ہے۔ انتخاب کے لیے نہیں، تاکہ سب باری باری حکومت میں اپنا حصہ لیں۔ اسلامی خلیفہ کی طرح ایک ہی حاکم نہ بنا رہے۔

بہاول پور کی اہل حدیث جماعت میں الیکشنوں کے خلاف مہم کیوں شروع کی؟

جب الیکشن ایک جمہوری عمل ہے اور قطعاً حرام ہے اور الیکشن کروانے سے جمہوریت کے نظام کفر کی ترویج ہوتی ہے تو جو لوگ الیکشنوں پر زور دیتے ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی مخالفت کر کے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے ان الیکشنوں کو روکنا تاکہ جمہورت کا قلع قمع ہو، ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جماعت اہل حدیث نے اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا جس میں الیکشنوں کو حرام قرار دیا۔ مفتی محمود صدر قومی اتحاد سے اپیل کی کہ خدارا الیکشنوں کی انگریزی سیاست کو چھوڑ کر اسلام کے نفاذ پر زور دیں۔ اسلام کے نفاذ میں پاکستان اور اسلامیان پاکستان دونوں کا فائدہ ہے اور الیکشنوں کے حرام ہونے کے علاوہ ملک کی سلامتی کو بھی سخت خطرہ ہے، لیکن مفتی صاحب آج کل فرنگی سیاست میں ایسے کھوئے ہوئے ہیں کہ ان کو اسلام کی بھی ہوش نہیں۔ جمہوریت نے ان پر اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ ان کی دینی حس بالکل بے حس ہو گئی ہے۔ اب ان کو کفر اسلام کا بھی کوئی پتا نہیں لگتا وہ جمہوریت کو جو کفر ہے اسلامی بتاتے ہیں اور موجودہ طریقہ انتخاب کو جو قطعاً غیر اسلامی ہے، اسلامی کہتے ہیں۔

مفتی صاحب! فتویٰ دیں

موجودہ الیکشنوں میں امیدوار پارٹی کے حصول کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں یا بطور آزاد امیدوار خود کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اس طرح ٹکٹ کے لیے درخواست دینا یا خود

کھڑا ہونا اسلام میں جائز ہے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں ووٹوں کے حصول کے لیے جو جو ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں کیا وہ اسلام میں جائز ہیں؟ موجودہ الیکشنوں میں امیدوار مختلف طریقوں سے کنونسنگ (Convincing) کرتے ہیں۔ کیا یہ کنونسنگ اسلام میں جائز ہے؟ الیکشن لڑنے کے لیے حشرات الارض کی طرح ملک میں سیاسی پارٹیاں بنتی ہیں کیا اسلام میں ان کا کوئی جواز ہے؟ خلافت راشدہ میں ایسی سیاسی پارٹیاں تھیں۔ اگر تھیں تو ان کے نام کیا تھے؟ اور ان کے لیڈر کون تھے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں مختلف سیاسی پارٹیاں الیکشن لڑتی ہیں۔ ایک حکمران پارٹی ہوتی ہے' باقی ساری اپوزیشن جیسے 1977ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی حکمران پارٹی تھی باقی سب اپوزیشن۔ کیا اسلام میں اس طرح حزب اختلاف بنانے کی اجازت ہے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں حزب اختلاف تھی؟ اور اگر تھی تو اس کے لیڈر کون تھے؟ مختلف سیاسی پارٹیاں جو انتخابی مہم چلاتی ہیں کیا اسلام میں اس کا کوئی جواز ہے؟ موجودہ طریقہ انتخاب میں ہر ووٹر انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے خواہ وہ کیسا ہی بدکردار اور بے دین کیوں نہ ہو' کیا ایسے ووٹر کا امیدوار بننا اور ایسے امیدوار کو ووٹ دینا اسلام میں جائز ہے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں تارا مسیح کا ووٹ مفتی محمود کے ووٹ کے برابر ہے اب مفتی صاحب ہی فتویٰ دیں کہ کیا ایک بھنگی اور مفتی اسلام برابر ہو سکتے ہیں؟ جب موجودہ طریقہ انتخاب میں ایک بھنگی کا ووٹ ایک مفتی کے ووٹ کے برابر ہے تو مفتی صاحب کیسے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ انتخاب اسلامی ہے؟ کیا مفتی صاحب نے دیوبند سے اسلام کی یہی تعلیم پائی ہے؟ کاش مفتی صاحب کو یہ آیات قرآنیہ نظر آتیں؟

1-- ﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [39:الزمر :9] کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھ کی بات تو عقل والا ہی کرتا ہے۔

2-- ﴿اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾[38:ص:28] کیا ہم نیک اور بد کو برابر کر

دیں گے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟

3-- ﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ۝ مَالَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ﴾

[68:القلم:35] کیا کافروں کا یہ خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافروں کے برابر کر دیں گے کہ ان کا اور ان کا درجہ ایک ہی ہو۔ کافرو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایسی بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟

جس نظام میں عالم اور جاہل نیک اور بد، مسلم اور کافر سب برابر ہوں وہ کیوں نہ کفر کا نظام ہوگا۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کفر ہے کیوں کہ اس نظام میں مسلم اور کافر نیک و بد سب برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت میں مذہب اور اخلاق جیسی کوئی چیز نہیں کہ اسلام اور کفر یا نیک و بد میں کوئی امتیاز ہو۔ پتا نہیں مفتی صاحب کیسے کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں۔ جب کہ کفر کی سب باتیں موجودہ طریقہ انتخاب میں پائی جاتی ہیں۔

- موجودہ طریقہ انتخاب میں عورت مرد کے برابر ہے کیا یہ برابری اسلام میں جائز ہے؟
- موجودہ طریقہ انتخاب میں عورت پارٹی لیڈر بن سکتی ہے کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟
- موجودہ طریقہ انتخاب ایسا ہے کہ حکومت کے خزانے سے کروڑوں روپیہ الیکشن پر خرچ ہوتا ہے کیا الیکشن جیسے ذلیل کام پر اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے؟
- ہر الیکشن لڑنے والا اس الیکشن بازی میں لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا ہے۔ صرف حصول اقتدار کے لیے یا ممبر بن کر اس سے کئی گنا زیادہ کمانے کے لیے۔ کیا یہ سودے بازی اور کاروبار اسلام میں جائز ہے؟

یہ اور اس قسم کی اور بے انتہا قباحتیں ہیں جو اس طریقہ انتخاب میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایسا انتخاب کبھی اسلامی نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ طریقہ انتخاب ہی دلیل ہے۔ اس بات کی کہ پاکستان میں وہی مغربی جمہوریت ہے جو کفر ہے۔ اگر پاکستان میں مغربی جمہوریت نہ ہوتی تو یہ طریقہ انتخاب کبھی نہ ہوتا۔ جس طریقہ انتخاب سے بھٹو اور مجیب جیسے شاطر اور اسلام دشمن

برسر اقتدار آ جائیں وہ طریقہ اسلامی کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر طریقہ انتخاب اسلامی ہو تو نیک اور متقی لوگ منتخب ہوں نہ کہ بد۔

مفتی صاحب کا حال عوام کا سا ہے

مفتی صاحب کا ایسے طریقہ انتخاب کو اسلامی کہنا دلیل ہے اس بات کی کہ مفتی صاحب کا ذہن بھی جمہوریت کے اثر سے جمہوری ہو گیا ہے۔ وہ بھی عام مسلمانوں کی طرح یہی سمجھتے ہیں کہ جو مسلمان کرتے ہیں وہ سب اسلام بن جاتا ہے۔ جاہل عوام کے ساتھ مفتی صاحب کا بھی یہی مذہب ہے کہ اسلام کو مسلمانوں کے تابع ہونا چاہیے' مسلمانوں کو اسلام کے تابع نہیں اسی اصول سے وہ موجودہ الیکشن کو اسلامی کہتے ہیں' ورنہ جس کا اسلامی شعور ذرا بھی بیدار ہو وہ الیکشنوں کو کبھی اسلامی نہیں کہہ سکتا۔

مفتی صاحب کو مغالطہ

یہ ہے کہ مغربی جمہوریت تو کفر ہے' لیکن جو جمہوریت پاکستان میں ہجرت کر آئی ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ لگ کر اسلامی ہو گئی ہے۔ اب مغربی نہیں رہی۔ اس لیے اس کے تحت جو الیکشن ہوں گے وہ بھی اسلامی ہوں گے۔ اس لیے پریس کانفرنس میں مفتی صاحب نے کہا کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں۔ مفتی صاحب کا حال بھی عجیب ہے ایک طرف تو کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں' دوسری طرف کہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلام ابھی نافذ نہیں۔ اس کا نفاذ ہمارے منشور میں شامل ہے۔ الیکشنوں کے بعد اسلام نافذ ہو گا۔ مفتی صاحب سے کوئی پوچھے یا حضرت! جب پاکستان میں اسلام بھی نہیں اور مغربی جمہوریت بھی نہیں تو پھر پاکستان میں ہے کیا؟ ایک طرف مفتی صاحب کہتے ہیں پاکستان میں ابھی تک اسلام نافذ نہیں' دوسری طرف مفتی صاحب کہتے ہیں پاکستان کا موجودہ طریقہ انتخاب بالکل اسلامی ہے۔ اب کوئی پوچھے کہ جب ملک میں اسلام نافذ ہی نہیں تو طریقہ انتخاب اسلامی کیسے ہو گیا؟ طریقہ انتخاب تو کسی نظام کا بڑا جزو ہوتا ہے۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں

مفتی صاحب نے پریس کانفرنس میں کہا ۔ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں' کیوں کہ مغربی جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے جب کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ مفتی صاحب اگر پاکستان میں حکومت عوام کی نہیں تو کیا پاکستان میں حکومت اللہ کی ہے ؟ آپ کو تسلیم ہے کہ ابھی پاکستان میں اسلام نافذ نہیں تو پھر پاکستان میں حکومت اللہ کی بھی نہیں۔ جب پاکستان میں حکومت عوام کی بھی نہیں کیوں کہ اگر عوام کی بھی ہو تو مغربی جمہوریت ہو اور بقول آپ کے پاکستان میں مغربی جمہوریت ہے نہیں۔ اور پاکستان میں حکومت اللہ کی بھی نہیں۔ کیوں کہ ابھی اسلام نافذ نہیں تو پھر پاکستان میں حکومت ہے کس کی ؟ اگر آپ کہیں کہ جب دستور میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے تو پھر حکومت عوام کی نہیں بلکہ اللہ کی ہے تو کہا جائے گا کہ جب عملاً حکومت اللہ کی نہیں کیوں کہ ملک میں قانون اللہ کا نہیں چلتا تو دستور میں اللہ کو حقیقی حاکم تسلیم کرنے سے کیا فائدہ ؟ اور اگر مفتی صاحب کہیں کہ دستور میں یہ تسلیم کر لینے سے جمہوریت مغربی نہیں رہتی بلکہ اسلامی ہو جاتی ہے تو کہا جائے گا کہ عملاً تو حکومت عوام کی رہتی ہے کیوں کہ ملک میں قانون اللہ کا نہیں چلتا۔ بلکہ عوام کا چلتا ہے اور اسی کو قرآن کفر کہتا ہے: ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[5:المائدہ :44] کہ جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم کو جاری نہ کرے وہ کافر ہے۔ اور جب پاکستان میں اللہ کا قانون جاری نہ ہوا بلکہ عوام کا قانون رہا تو عوام کی حکومت ہوئی تو پھر مغربی جمہوریت ثابت ہو گئی۔ مفتی صاحب کتنے بھی ایچ پیچ کریں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستان میں وہ مغربی جمہوریت ہے جو کفر ہے۔ اس لیے اس کے تحت الیکشن کروانا کفر کو نافذ کرنا ہے جو ایک مسلمان کے لیے بالکل ناجائز ہے۔

جمہوریت اور اللہ کی حاکمیت جمع نہیں ہو سکتے

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جمہوریت میں اللہ کی حاکمیت ہو ہی نہیں

سکتی، خواہ دستور میں اسے تسلیم بھی کر لیا جائے کیوں کہ جمہوریت کہتے ہی عوام کی حکومت کو ہیں۔ اگر عوام کی حکومت نہ ہو تو پھر جمہوریت نہیں اور اگر جمہوریت ہو تو اللہ کی حاکمیت نہیں۔

مفتی صاحب کو یہ پتا نہیں کہ جمہوریت کہتے کسے ہیں؟

مفتی صاحب کے مغالطے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھیں یہ شعور نہیں کہ جمہوریت کہتے کسے ہیں؟ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں ہے کیوں کہ مغربی جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے انھیں یہ پتا نہیں کہ جمہوریت مشرق میں ہو یا مغرب میں حکومت عوام کی ہی ہوتی ہے۔ عوام کی حکومت کو ہی جمہوریت کہتے ہیں۔ اگر عوام کی حکومت نہ ہو تو اسے جمہوریت کہتے ہی نہیں، مغربی جمہوریت اور پاکستانی جمہوریت میں فرق صرف عوام کا ہے۔ جمہوریت کا کوئی فرق نہیں۔

مغربی جمہوریت میں عوام انگریز ہیں، پاکستانی جمہوریت میں عوام انگریزی مسلمان ہیں۔ وہاں عوام اپنے ذہن کے مطابق حکومت کرتے ہیں، یہاں پاکستانی عوام اپنے ذہن کے مطابق حکومت کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ جمہوریت کے کفر ہونے کی ہے کہ اس میں عوام کی حکومت ہوتی ہے۔ جیسے بھی وہ عوام ہوں۔ اگر عملاً حکومت عوام کی ہو تو دستور میں یہ تسلیم کر لینے سے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے۔ جمہوریت میں فرق نہیں آتا۔ جمہوریت کافرانہ ہی رہتی ہے، کیوں کہ حکومت جو عوام کی ہوتی ہے البتہ دستور میں ایسا تسلیم کر لینے سے منافقت ضرور ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ قوم کیسی منافق ہے کہ جو دستور میں کچھ تسلیم کرتی ہے اور عمل اس کا کچھ ہے۔

جس ملک کا دستور و قانون عوام کے ہاتھ میں ہو وہاں مغربی جمہوریت ہی ہوتی ہے

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں کیوں کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس دستور میں یہ تسلیم

کیا گیا ہے وہ قرآن تو نہیں جو بدلہ نہیں جا سکتا' ہے تو وہ عوام ہی کا دستور ہے اور عوام کے بنائے ہوئے دستور کا کیا اعتبار؟ اگر آج عوام دستور میں یہ بات تسلیم کر سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ ہے تو کل کو جب پیپلز پارٹی کی حکومت ہو گی تو عوام یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ نہیں بلکہ عوام ہیں۔ چنانچہ مساوات مورخہ 14 اکتوبر 1978ء کے اداریے میں یہی مطالبہ ہے کہ جمہوریت کو آگے بڑھایا جائے اور عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ مفتی صاحب خوش ہیں کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم اللہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہی دلیل ہے پاکستان میں مغربی جمہوریت کے ہونے کی کیوں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کا دستور عوام کے ہاتھ میں ہے۔ جس ملک کا دستور و قانون عوام کے ہاتھ میں ہو وہاں مغربی جمہوریت ہوتی ہے۔

جمہوریت انگریز کا ورثہ ہے

مفتی صاحب! حرام الیکشنوں کو حلال کرنے کے لیے بار بار یہی کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں حالانکہ مفتی صاحب کو معلوم ہے کہ یہ جمہوریت وہی ہے جو انگریز بہادر اپنے ساتھ لایا تھا ورنہ انگریز کے آنے سے پہلے یہ جمہوریت یہاں کہاں تھی؟ یہ انگریز کی آوردہ ہے اور اسی کا ترکہ ہے۔ مفتی صاحب جو الیکشنوں پر زور دیتے ہیں تو گویا انگریز کے ترکے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن تسلیم کرتے ہوئے شرماتے ہیں کیوں کہ ساری عمر تو انگریز سے لڑتے رہے اب اس کے وارث کہلائیں تو کس منہ سے؟ اس لیے وہ بار بار انکار کرتے ہیں۔ پنجابی کی مثال مشہور ہے: "شورا اکڑ دا نالے ملاں کھاندا نالے مکر دا"۔ مفتی صاحب کو چاہیے یا تو انگریز کے وارث نہ بنیں' نبی کریم ﷺ کے وارث بنیں۔ اور عالم نبیوں کے وارث ہی ہوتے ہیں۔ ((اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ)) الیکشن کا نام نہ لیں۔ اسلام کو نافذ کروائیں۔ جہاں انگریز گیا اس کے ترکے کو بھی وہیں بھیج دیں اور اگر انگریز کے وارث بن کر اس کی باقیات کو لیتے ہیں تو پھر شرم نہ کریں صاف اقرار کریں کہ یہ جمہوریت وہی ہے جو ہمارے بزرگ انگریز چھوڑ گئے تھے۔ اب ہم ان کے وارث ہیں۔ جب مفتی صاحب کو

انگریز کا ورثہ لینے میں کوئی شرم نہیں تو تسلیم کرنے میں کیا شرم ہے؟

جمہوریت: مشرقی ہو یا مغربی ایک ہی ہے

مفتی صاحب ہزار تاویلیں کریں تاویلوں سے حرام کبھی حلال نہیں ہوتا۔ حرام حرام ہی رہتا ہے۔ پلیدی پلیدی ہی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر کہ جمہوریت مغربی نہیں' جمہوریت اسلام نہیں بن سکتی۔ جمہوریت جمہوریت ہی رہتی ہے۔ جمہوریت کے مغربی یا مشرقی ہونے سے جمہوریت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے اسلام ہر جگہ اسلام ہے' مغرب میں ہو یا مشرق میں' مفتی صاحب عالم دین ہوتے ہوئے یہ نہیں سمجھتے کہ کفر اور اسلام کہیں بھی چلیں جائیں بدلا نہیں کرتے۔ کافر اور مسلمان تو بدل سکتے ہیں کفر اور اسلام نہیں بدل سکتے۔ کفر جہاں بھی جائے کفر ہے۔ جمہوریت جہاں بھی جائے جمہوریت ہے' جمہوریت اس لیے کفر نہیں کہ وہ مغربی ہے جمہوریت اس لیے کفر ہے کہ وہ جمہوریت ہے' اسلام نہیں۔ اور جو اسلام نہ ہو وہ کفر ہوتا ہے۔ ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [3:آل عمران :85] ..﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ﴾[10 :یونس:32] اسلام کے سوا سب کفر ہے۔

مفتی صاحب کا المیہ مشرقی پاکستان کا غلط تجزیہ

اپنے بیان میں مفتی صاحب نے المیہ مشرقی پاکستان کا تجزیہ بھی خوب کیا ہے۔ ان کا یہ تجزیہ بھی ان کے استنباط کا شکار ہے۔ اس تجزیے میں بھی ان کا الیکشنی ذہن کام کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سقوط مشرقی پاکستان کا المیہ اس لیے رونما ہوا کہ ایک فوجی آمر نے مجیب کو اقتدار نہ دیا۔ اگر مفتی صاحب سوچتے کہ مجیب کو اقتدار نہ دینا تو بعد کی بات پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ مجیب کو مجیب کس نے بنایا۔ مجیب کو یہ درجہ کس نے دیا؟ اس فوجی آمر نے یا الیکشنوں نے۔ مجیب نے الیکشن کس بنیاد پر لڑا۔ پھر ادھر ہم ادھر تم کا فیصلہ کس نے کیا؟ فوجی آمر کو اقتدار منتقل کرنے سے کس نے روکا؟ عجب ہے کہ مفتی صاحب کو فوجی آمر تو نظر آ گیا جو نہ تین میں' نہ تیرہ میں۔ جمہوری الیکشن کی برکت بھٹو نظر نہ آیا۔ وہ مشرقی پاکستان کے المیے کا

سب سے بڑا کردار ہے جس نے اس المیے کا سارا پلان تیار کیا ہے۔ جس نے جمہوریت کی دھونس میں اس فوجی آمر کو اپنا آلہ کار بنا کر پاکستان کا گلا کاٹا۔ المیہ مشرقی پاکستان کا اصل سبب یہ جمہوری الیکشن ہیں جس کی وجہ سے یہ بھٹو اور مجیب آئے اور انھوں نے سارا ڈرامہ کھیلا۔

بڑھاپے میں کرسی بہت بڑا سہارا ہے

اس المیے میں اس فوجی آمر کا اتنا قصور نہیں جتنا جمہوریت کے علمبردار مجیب اور بھٹو کا ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے فوجی آمر کو موردالزام ٹھہرایا' صرف اس وجہ سے کہ آج کل مفتی صاحب اپنے فوجی نجات دہندوں پر سخت خفا ہیں کہ وہ جلدی الیکشن نہیں کروا رہے۔ کیوں کہ وہ محبوب کرسی کے وصل میں فصل بنے ہوئے ہیں۔ بڑھاپے میں مضبوط کرسی مل جائے تو کتنا بڑا سہارا ہے اور بھٹو کے بعد وہ مضبوط کرسی مفتی صاحب کو خالی بھی نظر آرہی ہے۔ یہی ضیاء ہے جس کو مفتی صاحب اور ان کے ہم مشرب فرشتہ رحمت بتاتے تھے' اب وہی ضیاء ہے جو فوجی آمر نظر آتا ہے' مفتی صاحب کی نظر میں اگر فوجی آمر ایسے ہی برے ہیں اور جمہوری شاطر ایسے ہی اچھے ہیں تو مفتی صاحب بھٹو کو ہی سینے سے لگائے رکھتے۔ اس کو علیحدہ نہ کرتے۔ وہ تو فوجی آمر نہ تھا' وہ تو جمہوریت کا تاجدار' قائد عوام تھا۔ مفتی صاحب نے اس کو بھی گلے نہ لگایا' اس کو بھی تختہ دار پر لٹکوا کر ہی دم لیا۔

جمہوریت پرستوں کی سیاست بھی عجیب ہے

بھلے دن ہوئے تو الیکشن الیکشن کرتے ہیں' جمہوریت کی رٹ لگاتے ہیں۔ جب جمہوریت کا لایا ہوا بھٹو جمہوریت کے دانت دکھاتا ہے تو اسلام کو یاد کرتے ہیں' کبھی نظام مصطفیٰ کا ورد کرتے ہیں' کبھی نظام مصطفیٰ کو الیکشنوں کی نظر کر کے جمہوریت کا ورد کرتے ہیں۔ جمہوریت پرستی اصل میں موقع پرستی کا دوسرا نام ہے' جس نظام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام نہ ہو' اخلاق حسنہ کا کوئی نام نہ ہو' اس نظام کے پرستاروں میں سوائے مطلب پرستی کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟

مفتی صاحب مفتی ہو کر علامہ احسان الٰہی ظہیر کے مقلد ہو گئے

پریس کانفرنس ملتان میں مفتی محمود صاحب سے اہل حدیث کی طرف سے سوال کیا گیا کہ موجودہ الیکشنوں کے اسلامی ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ چوں کہ مفتی صاحب آج کل مفتی تو ہیں نہیں' وہ تو سیاست کے کھلاڑی ہیں' اس لیے انھوں نے سیاسی جواب دیا کہ جو دلیل پچھلے الیکشنوں میں انتخاب لڑنے کی اہل حدیث علما مولانا معین الدین' اور علامہ احسان الٰہی ظہیر وغیرہ کی تھی وہی اب ہماری ہے۔ کوئی مفتی صاحب سے پوچھے آپ ان اہل حدیثوں کے کب سے مقلد بن گئے ؟ کیا صرف الیکشن کے مسئلے میں آپ ان اہل حدیث عالموں کی تقلید کریں گے یا اور مسائل میں بھی ؟ الیکشنوں کے شرعی جواز کی ان عالموں کے پاس' نہ تو پہلے کوئی دلیل تھی' نہ اب ہے۔ مفتی صاحب کا بھی عجیب حال ہے کہ جس مسئلے میں اہل حدیث عالموں کے پاس کوئی دلیل نہیں اس مسئلے میں تو ان کی تقلید کرتے ہیں اور جن مسائل میں ان عالموں کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں ان میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

سازشی کون ہے ؟

پتا نہیں پاکستان میں یہ کیا سازش ہے کہ جو اسلام یا پاکستان کی خیر خواہی میں الیکشن نہ کروانے کی بات کرتا ہے۔ اس پر فوراً سازش کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بھی ایسے لوگوں پر کئی دفعہ سازش کا الزام لگایا۔ فیصلے کی بات یہ ہے کہ سازش کا خطرہ ہمیشہ دشمن سے ہوتا ہے۔ جو خیر خواہ ہو وہ کبھی سازش نہیں کرتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کے دشمن کیا چاہتے ہیں۔ اگر پاکستان کے دشمن الیکشن چاہتے ہیں تو سازش کا الزام الیکشن کا مطالبہ کرنے والوں پر آتا ہے۔ اگر پاکستان کے دشمن الیکشن نہیں چاہتے تو سازش کا الزام الیکشن نہ کروانے والوں پر آتا ہے۔ لیکن پاکستان کا کوئی دشمن ایسا نہیں جو الیکشن نہ چاہتا ہو۔ پاکستان کے جتنے دشمن ہیں' اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک سب الیکشن کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس لیے سازشی الیکشن کا مطالبہ کرنے والوں میں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ الیکشن روکنے

والوں میں سے نہیں۔

سازشی کانگریسی ہو سکتے ہیں

مفتی صاحب خوب جانتے ہیں کہ سازش کا شبہ ہمیشہ دشمن پر ہی ہو سکتا ہے' خواہ وہ دشمن اب بنا ہو جیسا کہ بھٹو یا وہ قدیم سے جیسے کانگرسی۔ کانگرسی کتنے بھی پاکستان کے خیر خواہ بنیں ان سے خطرہ ضرور ہے کیوں کہ ماضی میں وہ ہندو اثر کے تحت پاکستان کے وجود کے ہی مخالف تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا ماضی عود کر آئے' ان کے خفیہ جذبات بیدار ہو جائیں۔ وہ بھارت کے کانگرسی یاران طریقت کے اشاروں پر چلتے ہوئے الیکشن کا مطالبہ کرنے لگ جائیں۔ اپنی سازش کو چھپانے کے لیے وہ سازش' سازش کا ڈھنڈورا پیٹنے لگ جائیں۔ کانگرسیوں سے احتمال ہر طرح کا ہے۔ اس لیے سازش کا شبہ کانگرسی ذہن رکھنے والوں پر تو ہو سکتا ہے الیکشن کے مخالفوں پر نہیں۔ ملک میں الیکشن کی مخالفت اسلام اور پاکستان کے خیر خواہ ہی کرتے ہیں۔ دشمن تو الیکشن ہی چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا آزمودہ ہتھیار ہے' جس سے پاکستان کو کاٹا جا سکتا ہے۔

الیکشن کی مخالفت کیوں؟

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حدیث الیکشن کی مخالفت دو وجہ سے کرتے ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ الیکشن شرعاً حرام ہیں۔ اس سے کفر کے نظام جمہوریت کی ترویج ہوتی ہے' دوسرے الیکشن موجودہ حالات میں پاکستان کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان الیکشنوں سے پاکستان کی سلامتی کو سخت خطرہ ہے۔ اسی لیے ملک کا اکثر سنجیدہ حلقہ اور دین دار طبقہ الیکشن نہیں چاہتا۔ الیکشن پاکستان کے لیے کسی صورت میں بھی مفید نہیں۔ یہ سازش ہے جو بحالی جمہوریت کے نام پر فوری الیکشنوں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ ضیاء کو بصیرت دے کہ اس سازش کا ادراک کر سکے۔ تاکہ پاکستان الیکشنوں کے شر سے محفوظ رہے۔ خدا ہی اپنی اس مملکت خداداد کا حامی و ناصر ہے' ورنہ پاکستان کے دشمنوں کی کوئی کمی نہیں۔

اسلامیان پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ

معزز قارئین! جس دور سے اب پاکستان گزر رہا ہے وہ پاکستان کے لیے سخت ابتلا کا دور ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ملک میں حکمرانی کفر کی ہو یا اسلام کی تیس سال تک تو جمہوریت کے نام پر اسلام کو ٹالا جاتا رہا ہے۔ لیکن اب جمہوریت کی قلعی کھل گئی ہے کہ یہ کفر ہے اور یہی اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب جمہوریت کا فریب زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ کہ اسلام کو نعروں سے ٹرخایا جائے اور کفر حکومت کرتا رہے۔ کم از کم دین دار طبقے کو اب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جب تک یہ جمہوریت ہے اسلام کبھی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ بھٹو کو یوں ہٹا کر ضیاء کا بر سر اقتدار آنا اور آتے ہی اسلام کے نفاذ کا اعلان کرنا یہ بھی ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس سے کفر اور اسلام دونوں حرکت میں آ گئے۔ دونوں اپنے اپنے انجام اور مستقبل کے بارے میں سوچنے لگ گئے۔ اگرچہ ضیاء نے نفاذ اسلام کا کوئی خاص کام نہیں کیا لیکن اس کا آغاز کر کے ایک طرف اس نے کفر کو ہوشیار کر دیا ہے' دوسری طرف اس نے مسلمانوں کو جھنجوڑ دیا ہے کہ اسلام کو نافذ کرنا ہے تو مسلمان بنو' فقط نعروں سے اسلام نہیں آئے گا۔

اسلام کا نام رسمی طور پر تو ماضی میں بھی لیا جاتا رہا ہے' لیکن یہ خیال کسی کو بھی نہیں ہوا کہ یہ نافذ بھی ہو گا۔ یہ خیال تو صرف ضیاء کی آمد سے ہی ہوا ہے کیوں کہ ضیاء جمہوریت کا دروازہ توڑ کر آیا ہے۔ اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی آمد کا خطرہ کبھی محسوس نہیں کیا' کیوں کہ ان کے لیے جمہوریت کی ضمانت اسلام کے عدم نفاذ کے لیے کافی تھی۔ اب جب ضیاء آیا تو انھیں ڈر ہوا کہ کہیں سچ مچ اسلام آ ہی نہ جائے۔ اب جمہوریت تو رہی نہیں جو اسلام کو روک سکے۔ اب تو شخصی حکومت ہے اور شخصی حکومت میں ہی اسلام آ سکتا ہے' کیوں کہ یہ اسلام کے مزاج کے موافق ہے۔ شخصی حکومت میں طاقت ایک ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اگر وہ ہاتھ اسلامی ہو' کام آنے والا ہو' تو اسلام کے نافذ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ تو ضیاء کی بدقسمتی ہے کہ اللہ نے اسے ایسا موقع بھی دیا لیکن اس نے اسلام کو نافذ کر کے آخرت کا

تاج نہ لیا۔ اسلام کے نافذ کرنے جیسی نیکی کوئی نہیں۔ موقع ملے اور نافذ نہ کیا جائے تو اس جیسا کفر بھی کوئی نہیں۔ یا پھر مفتی صاحب اور جماعت اسلامی کی کم بختی ہے کہ انھوں نے اس موقع کو نہیں سنبھالا۔ جماعت اسلامی اپنے ایمان کی کمی کی وجہ سے ڈرتی رہی کہ پتا نہیں اسلام آئے یا نہ۔۔۔ جمہوریت کے قتل میں ہم کیوں شریک ہوں۔ کہیں ہمارا مستقبل تاریک نہ ہو جائے۔ جماعت اسلامی کو یہ پتا نہیں کہ اگر اسلام نہ آیا تو اس کا مستقبل تاریک ہی تاریک ہے اور جمہوریت کے ہوتے ہوئے اسلام نہیں آسکتا۔ اس لیے جب تک وہ جمہوریت نہیں چھوڑیں گے ان کا مستقبل تاریک ہی رہے گا۔ مفتی صاحب یہ سوچتے رہے کہ اگر اسلام ضیاء لے آیا تو پھر ہم کیا کریں گے۔ پھر ہمارا کھیل تو ختم۔۔۔ مختصراً یہ کہ نہ تو ضیاء نے جرأت ایمانی سے کام لیا ' حالانکہ خمینی مسلسل یہی درس دے رہا ہے۔ نہ جماعت اسلامی اور مفتی صاحب نے ساتھ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام بھی نافذ نہ ہوا اور کفر بھی ہوشیار بلکہ انتقامی ہو گیا۔ اب یہ ضیاء اور غیرت مند مسلمانوں کے سر ہے کہ وہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اسلام کو نافذ کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں یا کفر کے آگے ہتھیار گرا کر خائب وخاسر ہوتے ہیں۔

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا وَإِلَيْهِ أَنِيبُوا

☆☆☆☆☆

صدر پاکستان سے اسلامیان پاکستان کا مطالبہ

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

صدر پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب سے

اسلام اور اسلامیان پاکستان کا مطالبہ

جناب ضیاء صاحب! جس مقام پر آپ دو سال سے فائز ہیں' یہ امتحان کا مقام ہے کہ عِنْدَ الْاِمْتِحَانِ یُکْرَمُ الْمَرْءُ اَوْ یُهَانُ امتحان کا نتیجہ تخت ہوتا ہے یا تختہ ... ضیاء صاحب اگر آپ نے پاکستان میں اسلام نافذ کر دیا تو آپ کے لیے تخت ہے ورنہ تختہ .. اب آپ دیکھ لیں آپ نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا ہے؟ اگر اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے' آپ میں طاقت ہے تو اسلام کو نافذ کرنے میں دیر نہ لگائیں' ورنہ کسی ایسے اللہ کے بندے کو باگ ڈور سنبھال دیں جو یہ سعادت حاصل کر سکے۔ اگرچہ ایں سعادت بزور بازو نیست ... اللہ اس میں بھی آپ کو اجر دے گا۔

ضیاء صاحب!

اسلام کا نام لے کر خاموش ہو جانا اچھا نہیں۔ اس خاموشی میں بڑی بدنامی ہے۔ آپ کی بھی اور ہم مسلمانوں کی بھی۔ اس ملک میں صدر بھی آئے' اور وزیراعظم بھی آئے' نہ ان کو اسلام سے دلچسپی تھی نہ انھوں نے اسلام کا نام لیا۔ آپ نے آکر اسلام کا نام لیا' کیوں کہ آپ کے دل میں درد تھا لیکن آپ نے کام اسلام کا نہیں کیا۔ پتا نہیں کیا مجبوری تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام اتنا بدنام ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ کیا آپ اب خدا کے پاس اس طرح کلنک کے ٹیکے کے ساتھ جائیں گے یا اس کو دھوئیں گے۔ ضیاء صاحب! ابھی وقت ہے۔ ابھی آپ برسر اقتدار ہیں' جس سے آپ کی دنیا و آخرت میں سرخروئی ہو جائے۔ ورنہ آپ کی وجہ سے اسلام کی وہ بدنامی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ضیاء صاحب! آپ کے سامنے دو ہی راستے ہیں' الیکشن کروا کر ملک کو تباہی کی طرف دھکیل دیں اور جا کر اللہ کے ہاں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو جائیں یا اسلام کو نافذ کر کے سعادت اخروی حاصل کریں۔ خواہ آپ کو اس کی خاطر اپنی جان ہی دینا پڑے۔ ضیاء صاحب! یہ یاد رکھیں کہ پاکستان میں اسلام بغیر خون دیئے کبھی نہیں آئے گا۔ اسلام لانا پاکستان کو نئے سرے سے فتح کرنے

کے مترادف ہے۔ پاکستان اسلام کے قبضے میں کبھی نہیں آیا۔ پہلے یہ انگریز کے قبضے میں تھا۔ اب اس کی روحانی اولاد کے قبضے میں ہے۔ وہ جاتا ہوا اپنی اولاد کو ورثے میں دے گیا۔ اب اگر اسلام لانا ہے تو اس کو از سر نو فتح کرنا ہوگا اور یہ کام کوئی فوجی مجاہد ہی کر سکتا ہے۔ پاگل ہیں وہ لوگ جو نظام اسلام کا نعرہ بھی لگواتے ہیں اور الیکشن بھی چاہتے ہیں۔ در حقیقت نہ ان میں سیاسی بصیرت ہے نہ ایمانی فراست۔ کرسی کے لالچ نے انہیں اندھا کر رکھا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ ایک طرف جمہوریت کے علمبردار بنتے ہیں اور الیکشن چاہتے ہیں۔ لیکن جب جمہوریت کا تاج دار بھٹو آتا ہے تو آکر ان جمہوریوں کے اندر اپنے پنجے گاڑھ دیتا ہے تاکہ ان کو جمہوریت کا مزا چکھائے۔ تو یہ اسلام کے نام پر فوج کو مدد کے لیے پکارتے ہیں کہ خدا کے لیے ہمیں اس جمہوریت کے عفریت سے بچاؤ۔ جب تک وہ ٹھکانے نہیں لگ جاتا یہ جمہوریت کا نام نہیں لیتے۔

ضیاء صاحب! یہ جمہوریت پسند حقیقت میں عافیت پسند ہیں۔ اسلام لانا اور اس کو سنبھالنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ اگر آپ یہ سعادت چاہتے ہیں تو توکل علی اللہ آگے بڑھیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا ورنہ کسی اور مرد مومن کے لیے جگہ خالی کر دیں۔ پتا نہیں اللہ کس سے یہ کام لے۔ پاکستان اللہ کا ہے' اسی نے بنایا ہے' وہی اس کی حفاظت کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

ممبران اسمبلی کے نام اسلام کا پیغام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ[14 :ابراھیم :52]

ممبران اسمبلی کے نام۔۔۔۔اسلام کا پیغام

ممبران اسمبلی۔! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دنیا میں اگرچہ اللہ نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے' آپ اسمبلی کے ممبر ہیں۔ ملک و قوم کو بنانا یا بگاڑنا اب آپ کے ہاتھوں میں ہے' لیکن دین کے اعتبار سے آپ اکثر یتیم الاسلام ہی ہوتے ہیں۔ اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے۔ آپ اپنی دنیا میں مست ہیں۔ آپ کو اپنی آخرت کی فکر نہیں۔ حال آنکہ یہ دنیا آخرت بنانے کے لیے ہے' دنیا کمانے کے لیے نہیں۔ دنیا میں تو آپ ہیں ہی۔ یہ تو آپ کو مل گئی ہے' بہت گزر گئی' تھوڑی رہ گئی۔ فکر تو اب آپ کو آخرت کی ہونی چاہیے جو درپیش ہے۔۔۔ اور کبھی ختم نہیں ہوگی۔

آپ نے کبھی یہ کیوں نہیں سوچا کہ جب آپ کا صدر بھی مسلمان' وزیراعظم بھی مسلمان' سپیکر بھی مسلمان اور ممبران اسمبلی بھی تقریباً سب مسلمان تو پھر پاکستان میں اسلام کیوں نہیں؟ یہ تعجب کی بات نہیں کہ آپ سارے مسلمان ہوں اور اسلام نہ ہو۔ اسلام نافذ کر کے ہی تو آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ اسلام کو نافذ کرنے کے معنی اسلام پر عمل کرنا اور کروانا ہے اور اسلام کے معنی حکم ماننا ہے۔ اگر اسلام کا حکم مان لیا تو اسلام بھی نافذ ہو گیا اور بندہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اگر اسلام کے حکم پر عمل نہ کیا تو نہ اسلام نافذ ہوا نہ بندہ مسلمان ہوا۔ مسلمان ہونے کے لیے اسلام کا نفاذ لازمی ہے۔ نفاذ اسلام اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ مسلمان ہوں اور اسلام نافذ نہ ہو۔ آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ کوئی شخص کب مسلمان ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ کلمہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور جنرل ضیاء اور جناب جونیجو کے صدر اور وزیراعظم بن جانے سے ملک مسلمان ہو جاتا ہے؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ کلمہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا' مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے اوپر اسلام کو نافذ کر لیتا ہے۔ یعنی پورے اسلام پر عمل کرتا ہے۔ اسلام کو نافذ کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہو جائے' یہ خیال خام ہے۔۔۔ کلمہ پڑھنے سے تو اسلام میں صرف داخلہ ہی ملتا ہے۔ آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمان ہونے کے لیے اسلام کا پورا کورس پاس کرنا

پڑتا ہے۔ جیسے ایم اے میں داخلہ لینا اور چیز ہے اور ایم اے کر لینا بالکل اور چیز۔ اسی طرح کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخلہ لینا اور چیز ہے اسلام کے احکامات پر عمل کر کے مسلمان ہونا بالکل اور چیز۔ آدمی جوں جوں اسلام پر عمل کرتا جاتا ہے' ادھر اسلام نافذ ہوتا جاتا ہے' ادھر وہ مسلمان ہوتا جاتا ہے۔ اگر اسلام کا نفاذ رک گیا تو مسلمان کا اسلام ناقص ہو گیا۔

نکاح تو مرد و عورت کا ایجاب و قبول سے ہو جاتا ہے' لیکن مرد خاوند اس وقت بنتا ہے جب وہ اپنی عورت کو عملاً اپنی بیوی بنا لیتا ہے اور اس کا سارا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ اگر عورت کو عملاً وہ اپنی بیوی تو نہ بنائے اور عقد نکاح ہی سے خاوند رہنا چاہے تو پھر نکاح نہیں رہتا۔ عورت علیحدگی کا مطالبہ کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ یا خاوند والی ذمہ داریاں پوری کرو ورنہ مجھے طلاق دے میں صرف عقد نکاح سے ہی تیرے ساتھ لٹکتی پھروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آخر میرے بھی کچھ حقوق ہیں۔ جب تک وہ پورے نہ ہوں تو خاوند کیسا اور میں بیوی کیسی؟

اسلام بھی کلمہ گو مسلمان سے یہی کہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر تو نے مجھے قبول تو کر لیا' اب یا تو مسلمان والی ذمہ داریاں پوری کرو ورنہ میرا نام نہ لے۔ صرف کلمہ پڑھ کر مجھے بدنام کرتا پھرے' یہ مجھے منظور نہیں۔ آخر میرے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ ان کو پورا کیے بغیر تو مسلمان کیسا؟

کوئی ملک اس وقت مسلمان ہوتا ہے جب اس ملک پر حکومت اسلام کی ہو۔ قانون اسلام کا نافذ ہو اگر حکومت اسلام کی نہ ہو تو صدر اور وزیر اعظم یا ممبران اسمبلی کے رسمی مسلمان ہونے سے ملک مسلمان نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے' لیکن اسلام یہاں نہیں کیوں کہ یہاں حاکمیت اسلام کی نہیں۔ یہاں جمہوریت ہے جس میں حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ اور جہاں حاکمیت عوام کی ہو وہاں اسلام نہیں رہتا۔ کیوں کہ جمہوریت وہ نظام ہے جس میں عوام کی چلتی ہے' اسلام کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اسلام کا حکم ہے ﴿ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ نماز کو قائم کرو۔ اگر اسلام کی حکومت ہو تو اس حکم کے تحت ہر مسلمان پر نماز پڑھنا فرض ہے اور جو نماز نہ پڑھے وہ قابل گرفت ہے اور مجرم ہے۔ لیکن پاکستان میں جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے' اسلام کا یہ حکم مانا نہیں جاتا۔ کیوں کہ یہاں جمہوریت ہے۔ عوام کی نمائندہ اسمبلی نے اسلام کے اس واضح حکم کو تسلیم نہیں کیا اور ملک کا قانون نہیں بنایا۔ اس لیے پاکستان میں نماز نہ پڑھنا قانوناً کوئی جرم نہیں۔ کسی کی مرضی پڑھے

یا نہ۔ نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا ہر ایک کا اپنا پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ جمہوریت میں خواہ اس کو اسلامی ہی کہا جائے' اللہ کا کوئی حکم اس وقت تک ملک کا قانون نہیں بن سکتا جب تک عوامی حکومت اس کو ملک کا قانون نہ بنائے۔ جمہوریت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس میں چلتی عوام کی ہے تو پھر جمہوریت میں اسلام عوام کے رحم و کرم پر ہوگا۔ عوام خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔ اگر چاہیں گے تو اللہ کا کوئی حکم قانون بنے گا ورنہ نہیں۔ جمہوریت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ عوام کی مرضی کے خلاف اللہ کا کوئی حکم اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کا حکم ہے قانون بن جائے۔ اس لیے جمہوریت کفر ہے۔ کیوں کہ اس میں اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے' عوام اسلام کے تابع نہیں ہوتے۔ جب جمہوریت کی ذات ہی پلید ہے تو اس کے مشرقی یا مغربی ہونے سے اس کی ذات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ جہاں بھی ہو کفر ہی رہتی ہے۔ جیسے مسلمان ہے' مشرق میں ہو یا مغرب میں' کافر کافر ہی ہے' عرب میں ہو یا عجم میں۔ زنا جہاں بھی ہو' جو بھی کرے' زنا ہے۔ مسلمان کرے تو بھی زنا ہے' کافر کرے تو بھی زنا ہے۔ زنا جب مرد و عورت کے ناجائز جنسی تعلق کو کہتے ہیں تو یہ ناجائز تعلق جہاں بھی ہو گا زنا ہو گا اور حرام ہو گا۔ کفر جہاں بھی ہو گا کفر ہو گا۔ جمہوریت جہاں بھی ہو گی جمہوریت ہو گی اور اس کی حقیقت وہی ہو گی کہ حاکمیت عوام کی اس لیے کفر ہو گی۔ کیوں کہ حاکم اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [الانعام 6: 57]

اس میں شک نہیں کہ جمہوریت ہر جگہ کفر ہے' لیکن مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی جمہوریت کفر نہیں کیوں کہ پاکستان کے دستور میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب جمہوریت عوام کی حاکمیت کی وجہ سے کفر ہے تو پاکستانی جمہوریت کفر کیسے نہیں؟ کیا پاکستان میں جمہوریت کا مطلب عوام کی حاکمیت نہیں؟ اگر پاکستان میں جمہوریت کا مطلب عوام کی حاکمیت ہی ہے تو پھر پاکستانی جمہوریت کفر کیوں نہیں؟ جمہوریت پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی جہاں بھی ہو گی کفر ہو گی۔ رہ گیا دستور میں حقیقی حاکم اللہ رب العالمین کو لکھنا تو اس سے پاکستانی جمہوریت کی حقیقت نہیں بدلتی۔ پاکستانی جمہوریت کفر ہی رہتی ہے۔ اس لیے دستور میں اس تحریر کا دھوکے کے سوا کوئی فائدہ

نہیں۔ دستور میں یہ لکھنا کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہیں اور نظام جمہوریت کا چلانا جو کہ صریحاً کفر ہے ایسا ہی ہے جیسے کوئی لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ پڑھ کر شرک کرے۔ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللہ پڑھ کر شرک کرنے سے کیا شرک شرک نہیں رہتا؟ کیا شرک توحید بن جاتا ہے؟ جیسے بسم اللہ پڑھنے سے حرام حلال نہیں ہوتا اسی طرح کلمہ پڑھنے سے شرک توحید نہیں بنتا۔ شرک شرک ہی رہتا ہے خواہ ہزار بار لا اِلٰهَ اِلاَّ اللہ پڑھا جائے۔ حرام حرام ہی رہتا ہے خواہ جتنی مرضی بار بسم اللہ پڑھی جائے۔ توحید تو شرک مٹانے سے آتی ہے۔ صرف لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللہ پڑھنے سے نہیں آتی۔ جب جمہوریت کہتے ہی عوام کی حاکیت کو ہیں جو صریحاً شرک ہے تو جمہوریت کبھی اسلام نہیں ہو سکتی۔ کفر کو اسلامی کہنا' اسلام سے مذاق کرنے والی بات ہے۔

اے ارکان اسمبلی!

آج آپ زندہ ہیں' اسمبلی کے ممبر ہیں' جمہوری نظام کے تحت آپ کی خوب چلتی ہے۔ کل جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے تو کیا اللہ آپ سے نہیں پوچھے گا کہ جب زمین میری' آسمان میرا' مخلوق میری' راشن میرا' تو حکومت کیوں نہ میری۔۔۔ تمھاری کیوں؟۔۔۔ تمھیں میری مخلوق پر حکومت کرنے کا کیا حق تھا؟

﴿اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ [7:الاعراف:54] جس کی مخلوق اسی کی حکومت۔ تم نے اسلام کو نافذ کر کے میری حکومت کیوں نہ قائم کی؟ اپنی کیوں چلائی۔ آخر آپ کا جواب کیا ہوگا۔ اس لیے اے ارکان اسمبلی!۔۔۔ الحذر۔۔۔ الحذر۔۔۔ الحذر۔۔۔ اللہ سے ڈرو۔ پاکستان کو اپنی جمہوری جولاں گاہ بنا کر اللہ اور اس کے ملک پاکستان سے غداری نہ کرو۔ سیدھے ہو کر اسلام کے تابع ہو جاؤ۔ اللہ کی حکومت قائم کرو' ورنہ اللہ کی پکڑ دور نہیں۔ بھٹو کے انجام کو نہ بھولو۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقہ بندی چھوڑ دو اٹھو خدا کا نام لو
تھام لو سررشتہ دین الٰہی تھام لو

دعوت حق واتحاد

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

دعوت حق واتحاد

حنفی بھائیو! آؤ مل کر سوچیں کہ ہمارا تمھارا اتحاد کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ [3:آل عمران: 64]

تو کہہ اے اہل کتاب! آؤ اس ایک کلمے پر جمع ہو جائیں جو ہمارے تمھارے درمیان مشترک ہے۔ آؤ یہ بھی اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں گے اور نہ کسی بڑے کی تقلید کریں گے اور (اگر وہ مان جائیں تو صلح ہے) ورنہ تم اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اتحاد کا ایک اصول بیان کیا گیا ہے جو چار دفعات پر مشتمل ہے۔

ایک ایجابی تین سلبی۔۔۔ ایجابی یہ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (یعنی قرآن وحدیث پر کاربند رہنا ہوگا) اور سلبی یہ کہ نہ عملاً شرک کرنا ہوگا اور نہ اعتقاداً اور تقلید بھی کسی کی نہ کرنا ہوگی۔

اتحاد ایک بڑی ضروری چیز ہے بلکہ اب وقت کی سب سے بڑی پکار یہی ہے۔ کہ ہم ایک ہو کر' دین کو اغیار کے حملوں سے بچائیں۔

کتنا تعجب ہے کہ جب اللہ ایک' اس کا دین ایک' تو ہم حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی کیوں؟ یہ حنفی نماز' وہ شافعی۔۔۔ یہ ہماری حدیث' وہ ان کی۔۔۔ نماز اللہ کی اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی۔ اگر حدیث صحیح ہے تو سب کی' ورنہ کسی کی بھی نہیں۔

سعودی حکومت کو اللہ خیر دے کہ اس نے چاروں مصلوں کو لپیٹ دیا ہے۔ آپ

بھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی خانہ ساز تقسیم ختم کر دیں اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ایک ہو جائیں۔ وہ نہ حنفی تھے نہ شافعی۔ وہ باوجود فروعی اختلافات کے ایک تھے۔ صرف اس لیے کہ ان میں شخصی تقلید کی آفت نہ تھی۔ جب وہ حنفی شافعی اور صدیقی فاروقی وغیرہ کچھ نہ تھے۔ لیکن ہم سے زیادہ دین دار تھے تو آخر آج ہم ان کے نقش قدم پر چل کر بغیر حنفی شافعی بنے دین دار کیوں نہیں ہو سکتے۔ ان کو مسئلے کی ضرورت ہوتی تو کسی ایک عالم سے بلا تعیین پوچھ لیتے۔ آج ہمیں بھی یہی کرنا چاہیے، اور قرآن کا حکم بھی یہی ہے۔

﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ﴾

[النحل:16: 43-44]

''یعنی اگر مسئلے کا علم نہ ہو تو اہل علم سے بلا تعیین پوچھ لیا کرو۔''

آپ نے پہلا ستم یہ کیا کہ ائمہ دین میں سے چار کو چھانٹا اور پھر چار میں سے ایک کو لیا اور اس کے مقلد بن گئے۔

اگر اہل سنت کے امام صرف اور لازماً چار ہیں تو پھر خود صرف حنفی بن کر کیوں رہ گئے۔ کیا صرف حنفی بننے سے بقیہ تین اماموں کا انکار لازم نہیں آتا؟ اگر آتا ہے تو پھر آپ میں اور شیعہ میں کتنا فرق رہ جاتا ہے۔ انھوں نے چار میں سے تین خلیفوں کا انکار کیا اور آپ نے چار میں سے تین اماموں کا۔ ہم نے ان کو بھی سمجھایا اور آپ کو بھی لیکن آپ لوگ نہ مانے۔ وہ ایک خلیفہ کو لے کر علیحدہ ہو گئے اور آپ ایک امام کو لے کر۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے ساتھ نہیں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ آپ کے ساتھ نہیں۔ وہ یقیناً قیامت کے دن اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اللہ والے، اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں جایا کرتے اور نہ ہی وہ ایسی امتیں بنایا کرتے ہیں۔ کیوں کہ نہ حضرت علیؓ نے شیعہ کو کہا کہ یوں کرنا اور نہ امام ابو حنیفہؒ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ کیا دنیا کا کوئی حنفی یہ دکھا سکتا ہے کہ امام صاحب نے کبھی یہ حکم دیا ہو یا خواہش ظاہر کی ہو کہ میری تقلید کرنا۔ وہ تو یہی کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے کہ:

''بغیر دلیل کے میری بات کو نہ لینا' یعنی تقلید نہ کرنا''

لیکن حنفی علما ہیں کہ دین محمدی کو چھوڑ کر دین حنفی کی تبلیغ کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کی دعوت دیتے ہیں اور حقیقت میں یہ امام صاحب پر ظلم ہے۔

یاد رکھیے! آپ صرف حنفی بن کر پورے اہل سنت کبھی نہیں بن سکتے' کیوں کہ آپ کے خیال میں اہل سنت کے چار امام ہیں۔ اب اگر چاروں حق پر ہیں تو آپ ایک چوتھائی اہل سنت ہیں۔ کیوں کہ چاروں میں آپ صرف ایک امام کے مقلد ہیں۔

اگر اس کے باوجود آپ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کریں تو پھر باقی تین امام اہل سنت نہیں رہتے کیوں کہ " جہاں اختلاف ہوگا وہاں حق ایک کے پاس ہوگا" جیسے امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں:

"الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی' خواہ امام کے پیچھے ہی ہو۔"

"امام ابو حنیفہؒ پڑھنے سے منع کرتے ہیں بلکہ منھ میں آگ پڑنے کی وعید سناتے ہیں۔"

اب جس کا مسئلہ سنت رسولؐ کے مطابق ہوگا وہ ٹھیک اور دوسرا غلط۔ مسئلہ خلاف سنت میں تقلید کرنے والا اہل سنت کہاں؟

اگر آپ یہ کہیں کہ اہل سنت کے چار امام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حق ان چاروں کے اندر دائر ہے یعنی کبھی کسی کی بات حق ہوتی ہے' کبھی کسی کی تو بھی کسی خاص امام کی تقلید کرنے والے شخص کے بعض مسائل ضرور خلاف سنت ہوں گے۔

غرض کسی ایک کی تقلید کرنے والا ناقص العقل والدین ضرور رہے گا اس کو اصل اور مکمل چیز کبھی نہیں مل سکتی۔

اگر آپ صحیح معنوں میں اہل سنت بننا چاہتے ہیں تو سنت کی تلاش کریں خواہ وہ کسی امام سے ملے' اگر آپ نے کسی ایک خاص امام کی تقلید کی تو آپ کا دین کبھی مکمل نہیں ہوگا۔ کیوں کہ نبی کا سارا علم کسی ایک سینے میں جمع نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر آپ کا یہ دعویٰ ہو کہ رسول کریم ﷺ کا سارا علم امام صاحب کے پاس تھا تو پھر خوشی سے تقلید

کریں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہ دعویٰ بڑا خطرناک ہے۔ اگر یہ دعویٰ نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقلد کا دین ہمیشہ ناقص رہتا ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنے امام سے سب مسائل نہیں مل سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے ایک نہیں، دو نہیں۔ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جو غلط ہیں، جو یا تو خود ساختہ ہیں یا صحیح حدیثوں کے خلاف ہیں یا موضوع اور ضعیف احادیث پر مبنی ہیں۔

آپ سمجھتے ہوں گے کہ فقہ کی یہ کتابیں جو پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، جن سے آپ کی زندگی موت کے فیصلے ہوتے ہیں، جن کے مقابلے میں آپ بخاری و مسلم کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، امام صاحب کی ہیں۔ حاشا و کلّا۔۔! نہ یہ کتابیں امام صاحب کی ہیں، نہ ان کے اکثر مسئلے امام صاحب کے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ موجودہ کتب فقہ میں سے کوئی کتاب بھی امام صاحب کی نہیں، بلکہ ان کے اکثر مسائل کی نسبت بھی امام صاحب کی طرف صحیح نہیں۔

آج ساری حنفی دنیا بھی سر جوڑ کر بیٹھ جائے تو فقہ کے صرف چند مسائل کو بھی امام صاحب تک بطریق محدثین مسند نہیں کر سکتے۔

یہ کتنا بڑا دھوکا ہے کہ عوام تو موجودہ فقہ کو امام صاحب کی فقہ سمجھ کر سینے سے لگائے پھرتے ہیں اور حقیقت میں یہ ان کی ہے نہیں۔! عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف ایک امام کی تقلید کرتے ہیں اور حقیقت میں ان کی تقلید شخصی نہیں، لکھی کروڑی ہے۔

فقہ حنفی کے مسائل

فقہ حنفی کے مسائل کسی ایک شخص کے بنائے ہوئے نہیں، جو آتا گیا، بناتا گیا۔ جن میں بعض غیر محتاط تھے اور بعض حدیث سے بے خبر۔ بعض معتزلی، جہمی، رافضی وغیرہ گمراہ فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهيه للفاضل الكهنوى ، حجة الله البالغه ، منهاج السنة وغیرہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فقہ حنفی میں بھانت بھانت کی چیزیں ملتی ہیں۔ کہیں صحابہ کرامؓ کی توہین ہے، کہیں ائمہ کرام کی تحقیر، کہیں صحیح حدیثوں سے انکار ہے، کہیں حیا سوز مسئلے ہیں اور کہیں ہوشربا چٹکلے۔ نمونے کے لیے چند ایک ملاحظہ

ہوں۔

صحابہ کرام پر جرح

دون الفقه کانسؓ و ابی هریرةؓ ۔۔ یعنی حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ غیر فقیہ۔ یعنی سمجھ دار عالم نہ تھے۔ ان کی صحیح حدیث کو بھی قیاس کے مقابلے میں ترک کر دیا جائے گا۔ ❶

وابصہ بن معبدؓ صحابی رسول مجہول تھے۔

صحابہ کرامؓ پر بہتان

وَ قَدْ رُوِیَ اَنَّ اَبَابَکْرٍ کَانَ یُصَافِحُ الْعِجَائِزَ ❷

(یعنی حضرت ابوبکرؓ بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے) حال آنکہ یہ بالکل جھوٹ ہے، کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔

وَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْاَوْلٰی اَنْ یَنْظُرَ لِیَکُوْنَ اَبْلَغَ فِیْ تَحْصِیْلِ مَعْنَی اللَّذَّةِ ❸

(یعنی حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا کرے تا کہ مجامعت میں خوب لذت حاصل ہو)۔۔۔ حال آنکہ یہ ان پر بہتان ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر الزام

اپنا مسئلہ ثابت کرنے کے لیے چار رکعت والی نماز میں نمازی کو اختیار ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں کچھ پڑھے یا نہ۔۔ اگر چاہے تو سبحان اللہ کہہ لے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ذمے یہ الزام لگایا کہ ان سے یہی مروی ہے۔ وَ هُوَ الْمَاثُوْرُ عَنْ عَائِشَةَ ❹ حالانکہ

---

❶ (نور الانوار ' باب اقام السنة ص 179) ❷ (هدایه 459/4 کتاب الکراهیة فصل الوطی والنظر والمس) ❸ (هدایه ك 461/4 کتاب الکراهیة)
❹ (هدایه 128/1 کتاب الصلوة ' باب النوافل)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے قطعاً یہ ثابت نہیں۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف غلط بیانی

حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ گھڑا ہے اِنَّه' قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰه فَارْتج عَلَيْهِ وَ نَزَلَ وَ صَلّٰی ❶ (یعنی حضرت عثمانؓ جمعہ کے خطبہ کے لیے منبر پر چڑھے۔ الحمد للہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے 'اتر آئے اور نماز پڑھادی۔) یعنی وہ منبر پر چڑھ کر دو لفظ بھی عربی نہ بول سکے۔ یہ حدیث اس لیے گھڑی کہ اپنا مسئلہ ثابت ہو جائے کہ اگر صرف اللہ کا ذکر ہی جمعہ کے خطبہ میں کرلے تو کافی ہے۔

خود ساختہ مسئلے

در مختار میں ہے" وَ لَا صَلٰوةَ حَامِلُه' وَ لَوْ كَبِيْرًا" یعنی اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے: "يَتَّخِذُجِلْدَه' مُصَلًّى وَّدَلْوًا" ❷ کتے کی کھال کا مصلّی بھی بنایا جاسکتاہے اور ڈول بھی۔

شامی میں صاحب ہدایہ کے حوالہ سے ہے: لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلٰی جَبْهَتِهِ وَ اَنْفِهِ جَازَ لِلْاِسْتِشْفَاءِ وَ بِالْبَوْلِ اَيْضًا ❸ (یعنی اگر نکسیر پھوٹتی ہو تو بطور علاج سورہ فاتحہ کو اپنی پیشانی اور ناک پر خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے)

بسم اللہ پڑھ کر

وَ مَا طَهُرَ جِلْدُه' بِالدِّبَاغِ طَهُرَ بِالذَّكَاةِ وَ كَذٰلِكَ جَمِيعُ اَجْزَائِهِ ❹

(یعنی اگر بسم اللہ پڑھ کر کتے کو ذبح کیا جائے تو اس کی کھال گوشت بلکہ تمام اجزاء پاک ہو جائیں گے)

امامت کے مدارج

امامت کے مدارج میں یہ مدارج بھی قابل لحاظ ہیں:

---

❶ ہدایہ ' كتاب الصلاة ' باب الجمعة 149/1 ❷ درمختار ' كتاب الطهارة ' باب المياه 153/1 ❸ رد المختار كتاب الطهارة ' باب المياه مطلب فى التداوى بالمحرم 154/1

❹ هدايه كتاب الطهارة 'باب الماء الذى يجوز به الوضوء و مالا يجوز به. 41/1

"ثُمَّ الْاَحْسَنُ زَوْجَةً ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَاْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا" ❶

یعنی اگر اور اوصاف میں برابر ہوں تو پھر امام وہ ہوگا جس کی بیوی زیادہ حسین ہو' پھر جس کا سر بڑا اور عضو چھوٹا۔"

محرمات ابدیہ سے نکاح پر حد نہیں

مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً لاَ یَحِلُّ لِنِکَاحِھَا فَوَطِیَھَا لاَ یَجِبُ عَلَیْہِ الْحَدُّ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَۃَ. ❷

(اگر کوئی شخص جانتے ہوئے بھی اپنی محرمات ابدیہ (ماں' بہن' بیٹی) وغیرہ سے نکاح کرکے صحبت کرے تو امام صاحب کے نزدیک اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔

اگر کوئی حنفی' شافعی بن جائے تو بھی تعزیر ہے ❸

اجرت دے کر زنا کیا تو کوئی حد نہیں

وَبِالزِّنَا بِمُسْتَاجِرَۃٍ (الکنز) ❹

اگر کوئی اجرت دے کر زنا کرے تو کوئی حد نہیں۔

مَنْ مَسَّ اِمْرَاَۃً بِشَھْوَۃٍ... الخ ❺

یعنی کسی مرد نے کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگادیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام' لیکن اگر ہاتھ لگانے سے انزال ہوگیا یا اسی عورت سے فعل لواطت کر لیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

---

❶ درمختار ' کتاب الصلاۃ ' باب الامامۃ 568/1 ❷ ھدایہ ' کتاب الحدود' باب الوطی الذی یوجبه الحد والذی لا یوجبه علیه الحد 496/2 ❸ درمختار ' کتاب الحدود' باب التعزیر 80/4 ❹ فتاویٰ عالمگیری' کتاب الحدود' باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه 147/2' درمختار کتاب الحدود ' باب الوطی الذی یوجب الحد و الذی لا یجبه 29/4) ❺ فتاوی عالمگیری ' کتاب النکاح ' باب محرمات 141/2

یہ چند ایک معتبر حوالے ہیں جن سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتب فقہ یا ان کے مسائل امام صاحب کے ہیں یا نہیں؟

حوالہ جات سے کوئی عالم انکار نہیں کر سکتا۔ اگر حوالے غلط ہوں تو ہم مجرم' اور اگر صحیح ہوں اور ان شاء اللہ لازماً صحیح ہیں تو آپ ہم پر خفا نہ ہوں خود کو ملامت کریں کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر آپ کہاں دلدل میں پھنس گئے۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ [3:آل عمران 103]

اللہ کی رسی یعنی قرآن وحدیث کو پکڑو اور فرقے نہ ہو۔

وَ مَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغ

☆☆☆☆☆

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾[21:الانبياء:18]

ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے، اور جو باتیں (اے اہل باطل) تم گھڑتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔

دعوت حق واتحاد کے متعلق خطوط کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول تو جماعت اہل حدیث کا نام ہی حنفی عوام کے لیے کافی ہے۔ جب سے جماعت اہل حدیث کی مسجد بہاول پور میں بنی ہے اور جماعت نے اپنا تبلیغی کام شروع کیا ہے عام حنفی حلقوں میں کہرام مچ گیا ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ جماعت اہل حدیث کے اندر کوئی خرابی ہے یا وہ کسی کو برا کہتی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ یہ جماعت حق سناتی ہے اور حق کی لوگ ہمیشہ مخالفت کرتے ہیں۔ جماعت بڑے سکون کے ساتھ مثبت انداز میں قرآن وحدیث کی تبلیغ کرتی تھی۔ اہل شعور اس سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ اچھی خاصی جماعت بن گئی۔ لیکن حنفی مولویوں نے طرح طرح کے اتہام لگا کر لوگوں کو جماعت سے متنفر کرنے کی پوری کوشش کی اور تبلیغی کام میں روڑے اٹکائے۔ جماعت نے تنگ آکر ماہر حنفیات مولانا ابو السلام محمد صدیق صاحب کی خدمات حاصل کر کے دعوت حق واتحاد نامی ایک پمفلٹ شائع کیا۔ جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ موجودہ حنفیت جو اہل حدیث سے ٹکراتی ہے کیا چیز ہے اور غلط مسائل جو اہل حدیث کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں' اہل حدیث کے نہیں بلکہ فقہ حنفی کے ہیں۔ فقہ حنفی صرف امام صاحب کی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے ذمہ دار لوگوں کا اس میں دخل ہے۔ اسی وجہ سے اس کے بہت سے مسائل لغو بھی ہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف بھی۔ مولوی صاحبان نے بجائے اس کے کہ جماعت کی اس دعوت پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے اور اپنی اصلاح کرتے جوابی حملے شروع کر دیے۔ چنانچہ متعدد خطوط آئے جن میں اہل حدیث کو بھی اپنے جیسا ننگا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے جماعت کا ارادہ تھا کہ ان کا جواب جلدی دے دیا جائے' لیکن مولانا ابو السلام صاحب کے میسر نہ آنے کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہو گئی۔ اب جماعت ان خطوط کا جواب شائع کر رہی ہے تاکہ افادہ عام ہو۔

ایک حنفی صاحب لکھتے ہیں کہ وقت کی سب سے بڑی پکار اتحاد پر آپ نے خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ یہ پیسے بھی ضائع کیے اور اتحاد کی بجائے مزید افتراق پیدا کیا۔ یہ وہ اعتراض ہے جو حنفی مولوی دعوت حق واتحاد پر کرتے ہیں۔ اصل میں یہ اعتراض جہالت اور تعصب کے ملے جلے اثرات کی پیداوار ہے' حقیقت پر مبنی نہیں۔ اسلام کی نگاہ میں حق صرف قال اللہ

و قال الرسول۔ یعنی قرآن و حدیث ہے اور اتحاد صرف اسی پر جمع ہونے کا نام ہے۔ اس کے علاوہ نہ حق ہے' نہ اتحاد۔ جو بھی اس ایک اصل پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے اس کی دعوت یقیناً حق واتحاد کی دعوت ہے۔ یہی دعوت اس رسالہ میں دی گئی ہے۔ اب اگر کسی کو یہ دعوت اس رسالہ میں نظر نہ آئے تو یہ اس کی نگاہ کا قصور ہے۔ رسالہ قصور نہیں۔ اس کو اپنی نگاہ بدلنی چاہیے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ متعصب حنفی دعوت حق واتحاد کے آئینہ میں اتحاد کی صورت دیکھ کر ایسے کھو گئے ہیں کہ اب ان کو اتحاد افتراق نظر آتا ہے' ورنہ رسالہ تو پکار پکار کر اتحاد کی دعوت دے رہا ہے۔ صرف آنکھوں سے تعصب کی پٹی کھول کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آیئے ذرا پڑھیے آپ کو یہ لکھا ہوا صاف نظر آئے گا "کتنا تعجب ہے کہ جب خدا ایک اور اس کا دین ایک تو ہم حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی چار کیوں؟ کیوں نہ ہم یہ خانہ ساز تقسیم ختم کر کے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ایک ہو جائیں۔ وہ باوجود فروعی اختلافات کے بھی ایک تھے۔ صرف اس لیے کہ ان میں شخصی تقلید کی آفت نہ تھی۔"

کیسی صاف دعوت اتحاد ہے۔ اسے پڑھ کر کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ یہ دعوت اتحاد نہیں۔ اگر یہ دعوت اتحاد نہیں تو پھر اتحاد کا تصور ہی باطل ہے۔ اصل میں یہ اتحاد حنفیوں کو اس لیے نہیں بھاتا کہ اس اتحاد میں ان کو حنفیت بچتی نظر نہیں آتی اور جس اتحاد میں حنفیت کو خطرہ ہو اس کے تو تصور سے بھی حنفی بدکتے ہیں حال آنکہ بغیر حنفی' شافعی کی تفریق مٹائے اتحاد ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ اتحاد ہی کیا ہوا جس میں حدبندیاں ہوں۔

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ "بہاول پور اب تک مذہبی مناقشات سے محفوظ تھا' اہل حدیثوں نے اختلاف کی بنیاد ڈالی ہے۔" اگر حق کا کہنا اختلاف پیدا کرنا ہے تو اس کے مجرم ہم ہی نہیں۔ انبیاء اور صلحائے امت بھی ہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی تو انبیاء علیھم السلام کو ﴿اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ [36 یٰس: 19] کہہ کر یہ الزام دیا تھا جو آپ ہمیں دے رہے ہیں۔ لہٰذا اب ہم بھی آپ کو وہی جواب دیتے ہیں جو انبیاء نے ان لوگوں کو دیا تھا۔ یعنی ﴿قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ [36 یٰس: 19] یعنی اے نادانو! اختلافات اور دیگر آفات کی نحوست تو تمھاری ہی وجہ سے ہے۔ قال اللہ و قال الرسول کی دعوت دی جائے

اور اختلاف پیدا ہو یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ تمھارا ہی تو قصور ہے جس کی وجہ سے اختلاف ہے۔ کیوں کہ تم صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہو اور زیادتیاں کرتے ہو۔

بات یہ ہے کہ کسی پر اختلاف کا چارج لگانے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ جو حق پر ہو اس کو اختلاف پیدا کرنے والا نہیں کہتے۔ خواہ وہ پہلے ہو یا پیچھے۔ اگر آپ کی حنفیت حق ہے اور ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں تو اختلاف کرنے کے مجرم ہم ہیں' ورنہ آپ۔ جو حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ اپنی دعوت کو بھی دیکھیں اور ہماری دعوت کو بھی۔ آپ لوگوں کو حنفی بنانا چاہتے ہیں اور ہم محمدی۔ آپ لوگوں کو فقہ حنفی کی دعوت دیتے ہیں اور ہم قرآن و حدیث کی۔ حنفیت کی دعوت ایک بدعت ہے جو قرون اولیٰ میں نہ تھی' جس کا حکم نہ رسول ﷺ نے دیا' نہ کسی امام نے۔ ہماری دعوت قرآن کی دعوت ہے' ہمارا دعویٰ ہے کہ موجودہ حنفیت حق نہیں ہے۔ حق صرف قرآن و حدیث ہے۔ یہ حنفیت بعد کی پیداوار ہے جو کہ شخصی تقلید کی بدعت سے پیدا ہوئی ہے۔ آج اگر امام ابو حنیفہ ہوتے تو یقیناً آپ کا ساتھ نہ دیتے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ قیامت کو بھی آپ کا ساتھ نہ دیں گے۔ اگر آپ ان فرقہ بندیوں سے تائب نہ ہوئے۔

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی جماعت نے پمفلٹ منافرت کے لیے شائع کیے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں منافرت کس سے۔ اگر آپ کہیں کہ انسان کو انسان سے تو میں کہوں گا یہ غلط ہے۔ نہ یہ ہمارا مقصد ہے' نہ اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ اگر آپ کہیں حنفیت سے تو میں کہوں گا ہاں' یہ صحیح ہے۔ ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ جو چیز اسلام میں افتراق پیدا کرے اس سے لوگوں کو نفرت دلائے۔ تاکہ لوگ اصل دین قرآن و حدیث سے دور نہ ہوں۔

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ غلطیاں آپ کی کتابوں میں بھی ہیں اور ہماری کتابوں میں بھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو آپ نے ٹھیک تسلیم کیا ہے کہ آپ کی کتابوں میں غلطیاں ہیں لیکن ہمارے بارے میں جو آپ نے کہا ہے کہ وہ صرف اپنے عیب کو چھپانے کے لیے۔ آپ پہلے یہ تو بتائیں کہ ہماری کتابیں ہیں کون سی؟ جن کتابوں کے آپ نے نام لکھے ہیں وہ اہل

حدیث عالموں کی تو ہو سکتی ہیں لیکن اہل حدیث مذہب کی نہیں۔ اہل حدیث کا مذہب وہ نہیں جو عالموں نے بنایا ہے' اہل حدیث کا مذہب تو قرآن اور صحیح حدیث ہے۔ اہل حدیث کا عقیدہ تو یہ ہے جو قرآن وحدیث کے باہر ہے وہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ ماننے کے قابل صرف وہ ہے جو صحیح ہو' غلط ماننے کے قابل نہیں۔ یہیں سے تو آپ ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ جب تک حنفی نسبت رسمی تھی تقلیدی نہ تھی اس وقت تک تو حنفی بھی اہل سنت تھے۔ جب سے یہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ جو کچھ ہماری فقہ کہے وہ حق ہے خواہ حقیقت میں وہ غلط ہی ہو۔ تو پھر آپ لوگ اہل سنت نہ رہے۔ آج بھی اگر حنفیت اس بات پر آمادہ ہو جائے کہ چاروں' نہ صرف چاروں بلکہ جتنے بھی ائمہ اہل سنت گزرے ہیں ان کی تمام وہ باتیں جو صحیح ہیں' قابل قبول ہیں اور جو غلط ہیں' وہ قابل ترک ہیں' خواہ وہ کسی امام کی ہوں یا کسی کتاب کی۔ تو وہ اہل سنت بن سکتے ہیں' لیکن تقلید کہاں ہونے دیتی ہے۔ کہ حنفی جرأت کر کے فقہ حنفی کے غلط مسائل سے دست بردار ہو جائیں۔ اہل حدیث حنفی مذہب کی طرح گروہ بندیوں کی پیداوار نہیں کہ جن کے مخصوص عالم اور مخصوص کتابیں ہوں' جن کا دفاع کرنا ان کا مذہبی فرض ہو۔ مذہب اہل حدیث تو اصل اسلام ہے۔ اسلام کی بات خواہ کسی کے پاس ہو اہل حدیث کی ہے۔ اس کے لینے میں اہل حدیثوں کو قطعاً باک نہیں۔ فرمان نبویؐ الحکمۃ ضالۃ المؤمن کا یہی تو مطلب ہے کہ ہر اچھی بات ہماری ہے خواہ کسی امام سے ملے یا کسی عالم سے۔

جناب! اگر ہم بھی آپ کی طرح اپنے عالموں کے غلط مسئلوں کے پابند ہو جائیں تو پھر آپ میں اور ہم میں' ایک مقلد میں اور ایک محقق میں فرق ہی کیا ہے؟ ہم میں اور آپ میں یہی تو فرق ہے کہ آپ اپنے اماموں اور عالموں کی ہر بات مانتے ہیں۔ خواہ غلط ہو یا صحیح۔ کیوں کہ تقلید کی وجہ سے مجبور ہیں اور ہم صرف صحیح مانتے ہیں کیوں کہ مجبور نہیں۔ آپ کو کھرا کھوٹا سب کچھ لینا پڑتا ہے' ہم صرف کھرا لیتے ہیں۔ کھوٹا نہیں لیتے۔ ہم احترام تو سب کا کرتے ہیں اور سن بھی ہر ایک کی لیتے ہیں' لیکن عمل اسی پر کرتے ہیں جو صحیح اور اعلیٰ ہو۔ ہم ہی تو ہیں جن پر یہ آیت صادق آتی ہے۔

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِO الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه‘ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [39:الزمر 17-18]

''یعنی اے رسول پاک میرے ان بندوں کو خوش خبری دے دیں جو سن تو سب کے اقوال لیتے ہیں لیکن پیروی اسی کی کرتے ہیں جو بہتر ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔''

آپ یہ بتائیں کہ جن کتابوں اور عالموں کا نام لے کر آپ ہمیں الزام دیتے ہیں کیا ہم ان کے مقلد ہیں؟ اگر آپ کے نزدیک مقلد ہیں تو آپ ہمیں غیر مقلد کیوں کہتے ہیں اور اگر مقلد نہیں تو ہمیں ان کا الزام کیوں دیتے ہیں۔ یہ کیا عجیب تضاد ہے۔ ایک طرف تو آپ ہمیں غیر مقلد کہتے ہیں اور دوسری طرف آپ ہمیں بعض عالموں کے غلط مسئلوں کا الزام دیتے ہیں۔ اگر ہم غیر مقلد ہیں تو ہم پر کسی کی غلطی کا الزام کیسا اور اگر مقلد ہیں تو پھر ہم پر غیر مقلد کا طعن کیسا؟ حقیقت یہ ہے جیسا کہ شاہ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں بھی فرمایا ہے۔ بدعتی فرقے اہل حق کے نام تو عجیب عجیب رکھتے ہیں۔ لیکن سوچتے نہیں کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ صورت حال بالکل وہی ہے جو قرآن نے نبی پاک کے بارے میں بیان کی ہے۔ کبھی اہل مکہ رسول کریم ﷺ کو شاعر کہتے، کبھی مجنوں، کبھی ساحر کہتے، کبھی مسحور، کبھی صادق کہتے، کبھی کذاب اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾

[17:الاسراء:48]

یعنی دیکھ وہ کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں، کس قدر بہکے ہوئے ہیں۔ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ، ان کو کوئی سیدھا راستہ سوجھتا ہی نہیں۔

جناب! آپ کوشش تو جواب دینے کی کرتے ہیں، لیکن یہ نہیں سوچتے کہ جواب بنتا بھی ہے یا نہیں؟ ہم آپ کو الزام آپ کے اماموں کا دیتے ہیں، جن کی آپ تقلید کرتے ہیں اور آپ ہمیں الزام ان مولویوں کا دیتے ہیں جن کی ہم تقلید تو در کنار غلطیاں تک نکال سکتے ہیں۔ آپ کا یہ جوابی الزام تب صحیح ہوتا جب ہمارا اعتراض یہ ہوتا کہ حنفی امام اور عالم تو غلطیاں کرتے ہیں اور اہل حدیث عالم نہیں کرتے۔ یہ تو ہمارا اعتراض ہی نہیں۔ اعتراض تو

یہ ہے کہ آپ تقلید کی وجہ سے اپنے اماموں اور عالموں کی غلطیوں کو بھی مذہب بنا لیتے ہیں۔ اور ہم ایسا نہیں کرتے۔ اب اگر آپ اس طعن سے بچنا چاہتے ہیں تو ہماری طرح اعلان کر دیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں جو مسئلے فقہ حنفی کے خلاف عقل و نقل ہیں' ہم ان سے بھی دست بردار اور جو کسی اور کے ہیں ہم ان سے بھی بیزار۔ جب تک آپ یہ اعلان نہیں کریں گے آپ پر یہ اعتراض قائم رہے گا' خواہ آپ ہزار بھاگیں۔

آپ سوچیں اگر ہم کسی کے غلط مسئلے ماننے والے ہوتے تو امام صاحب کے نہ مان لیتے۔ جب ہم غلط مسئلے امام صاحب کے نہیں مانتے تو پھر نواب صاحب کے یا عبدالجلیل صاحب کے کیوں مانیں' جو امام صاحب سے کئی درجے نیچے ہیں۔ اصل میں آپ لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو سمجھا ہی نہیں۔ اگر آپ سمجھ لیتے تو کبھی اس قسم کے خط لکھنے کی جرأت نہ کرتے۔ آپ ضد اور تعصب سے کام نہ لیں۔ حق کے قریب آنے کی کوشش کریں۔ مصیبت یہ ہے کہ آپ کے مذہب میں تعصب ضروری ہے۔ اگر تعصب نہ ہو تو تقلید کی گاڑی نہیں چلتی۔ اس کے برعکس اہل حدیث کے لیے تعصب کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر اہل حدیث حنفیوں کے مسئلے کو درست پائے گا تو بلا تکلف عمل کر سکتا ہے۔ اس مسئلے میں وہ حنفی مسلک اختیار کرنے کے بعد بھی اہل حدیث ہی رہے گا۔ برعکس اس کے آپ اگر کسی مسئلے کو بدلیں گے تو آپ کا مذہب بدل جائے گا۔ مثال کے طور پر آمین اور رفع الیدین کو ہی لے لیجیے۔ اگر آپ کی قسمت اچھی ہو اور آپ کو یہ تحقیق ہو جائے کہ رفع الیدین اور آمین رسول کریم ﷺ کی دائمی سنتیں ہیں لہٰذا ان پر عمل کرنا چاہیے تو آپ حنفی رہتے ہوئے ان پر عمل نہیں کر سکتے یا حنفیت جائے گی یا سنت رسولؐ۔ جب ہی تو ہم کہتے ہیں کہ متعصب حنفی کبھی اہل سنت نہیں بن سکتا آپ خواہ مخواہ ناراض ہوتے ہیں حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔

خط میں یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ ہم آپ کو رسوا کرنے کے لیے ہدایہ اور درمختار وغیرہ سے ایسے مسئلے نکالتے ہیں جن پر خواہ عمل متروک ہی ہو۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ اپنی رسوائی کیوں کرواتے ہیں' کیوں نہیں ایسے مسئلوں کو رد کر دیتے؟ نہ

رہے بانس نہ بجے بانسری۔ کیوں ان کے متروک العمل ہونے کا عذر لنگ پیش کر کے ان مسائل کو محل بحث بناتے ہیں اور اپنی رسوائی کرواتے ہیں۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ مسائل متروک العمل ہیں تو اس کے صاف معانی یہ ہوتے ہیں کہ پہلے حنفی تو ان پر عمل کرتے تھے موجودہ نہیں کرتے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پہلے حنفی موجودہ حنفیوں سے علم و عرفان میں بھی زیادہ تھے اور زہد و ورع میں بھی۔ ان مسائل پر عمل کرتے تھے تو موجودہ حنفی ان کو متروک العمل کیوں قرار دیتے ہیں؟ آخر اس کی وجہ؟ کیا یہ مسئلے غلط ہیں جن کی غلطی موجودہ حنفیوں کو معلوم ہوئی اور پہلوں کو نہ ہو سکی۔ یا یہ مسئلے تو صحیح ہیں لیکن ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپ جو کہتے ہیں کہ یہ مسائل متروک العمل ہیں کھل کر یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ غلط ہیں۔ متروک العمل کے معنی تو یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ مسئلے تو صحیح ہیں' لیکن سستی یا ایمان کی کمزوری کی وجہ سے عمل نہیں ہو رہا۔ شاید کبھی احیاے فقہ کا جذبہ موجزن ہو تو ان پر عمل شروع ہو جائے۔ یا آپ کے نزدیک متروک العمل کے معنی ہی منسوخ کے ہیں۔ اگر منسوخ ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مسائل منسوخ کس نے کر دیئے؟ کیا ایک مقلد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے ائمہ کے بنائے ہوئے مسئلوں کو منسوخ کر دے۔ مقلد کا وظیفہ تو امام کی تقلید ہے' نہ کہ اس کے احکام کی تنسیخ۔

ایک صاحب نے تین حدیثیں بخاری و مسلم کی لکھی ہیں اور کہا ہے کہ کیا یہ حدیثیں بخاری و مسلم میں نہیں؟ مقصد ان کا یہ ہے کہ اگر ایسی حدیثیں بخاری و مسلم میں بھی ہیں تو پھر اہل حدیث بھی تو ہمارے جیسے ہی ہیں۔ ہم پر اعتراض کیوں کرتے ہیں' ہمیں ایسے حنفی مولویوں پر یہ دیکھ کر بڑا ترس آتا ہے کہ اب جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ ہماری فقہ کے مسئلے ضرور گندے ہیں جن سے ہماری ناک کٹتی ہے تو وہ اس فکر میں ہیں کہ کچھ حدیثیں ایسی نکال کر اہل حدیثوں کو بھی اپنے ساتھ گندا کریں' تاکہ وہ ہم پر اعتراض نہ کر سکیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ رسول ﷺ کی حدیث ہی کیا ہو گی جس کو کوئی گندا اور غلط ثابت کر سکے۔ اولاً تو ہم ان مولویوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو ہم پر حدیثوں کا اعتراض کرتے ہیں' کیا آپ

حدیثوں کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ بھی حدیثوں کو مانتے ہیں تو پھر ہم پر اعتراض کیسا؟ اور اگر نہیں مانتے تو کھل کر کیوں نہ کہہ دیتے کہ ہم پرویزی ہیں' ہم منکر حدیث ہیں تا کہ آپ پر بھی علما کے متفقہ فتویٰ کفر کا اجرا ہو۔ اکیلا پرویز ہی بے چارہ کیوں اس کی زد میں آئے؟ آپ پر بھی تو پھر اس کے بھائی ہیں۔ ہم ان مولویوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ آپ نے تو ناک کٹوائی۔ اب آپ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ اور بھی کوئی آپ کا ساتھ دے گا۔ یہ زمانہ تقلید کا نہیں تقلید کا زمانہ بیت گیا۔ آپ حدیث کی بھی آڑ نہ لیں۔ حدیث باطل کو ننگا کرنے آئی ہے' چھپانے نہیں آئی۔ حدیث کی حیثیت فقہ سے مختلف ہے' فقہ حنفی تو حنفی قانون ہے' جو حنفیوں کو قرآن وحدیث سے بے نیاز کرنے کے لیے حنفی عالموں نے بنایا ہے' جس کی ہر جزئی حنفیوں کے لیے واجب العمل ہے۔ برعکس حدیث کے کہ حدیث کا ایک پہلو تاریخی بھی ہے۔ وہ جہاں احکام بتاتی ہے وہاں ان کا تدریجی ارتقا بھی بتاتی ہے۔ جیسا کہ شراب اور متعہ کی حدیثیں ہیں۔ مولوی صاحبان کی آخری دو حدیثیں جو متعہ کے بارے میں ہیں یہ بتاتی ہیں کہ پہلے اسلام میں متعہ حرام نہیں تھا۔ لوگ یوں کیا کرتے تھے' مسلم اور بخاری کی دوسری حدیثیں بتاتی ہیں کہ پھر متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف ص 482 ج 1 بخاری شریف ص 767 ج 2۔ بعض صحابہ کو اس کی حرمت کا علم نہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں بھی اس کی حرمت کا خاص طور پر اعلان کرا دیا۔ ان مولویوں کا ایسی حدیثوں کا پیش کرنا یا بچوں جیسی حرکت ہے یا پرویزیوں جیسی جرأت' ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے۔

رہ گئی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی' تو اس حدیث کا پیش کرنا بھی ان مولویوں کی عجیب بوکھلاہٹ ہے۔ جو کام پرویز بھی نہ کرتا تھا اب وہ کرنے لگے ہیں۔ پرویز تو صرف غلط مطلب لیتا ہوگا یا انکار کرتا ہوگا ان حضرات نے تحریف بھی کی ہے اور خیانت بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مباشرت کا لفظ ہے لیکن ساتھ ہی دکان اَمْلَكُكُمْ لِاِرْبِهِ بھی ہے جس کو وہ کھا گئے۔ اگر عبارت پوری ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر کوئی اعتراض ہی نہیں۔ اس میں صرف مباشرت کا لفظ ہے جس سے یہ

پرویزی مولوی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ مباشرت کا معنی جسم سے جسم ملانا ہے' نہ کہ صحبت کرنا۔ حدیث کی پوری عبارت یہ ہے۔

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ هُوَ صَائِمٌ وَ كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهِ)) ❶

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آنحضور ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ بھی لیتے تھے اور گلے بھی مل لیتے تھے لیکن آپ کو جو اپنی خواہش پر قابو تھا۔ تم میں سے کسی کو نہیں۔ لہٰذا تمھارے لیے اتنا بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

((وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشِرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ، وَ اَتَاهُ اٰخَرُ فَسْئَالَهُ، فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَصَ لَهُ، شَیْخٌ وَ اِذَا الَّذِیْ نَهَاهُ شَابٌّ)) ❷

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے روزے کی حالت میں مباشرت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ ایک اور شخص نے وہی سوال کیا۔ لیکن آپ نے اس کو اجازت نہ دی۔ جس کو آپ نے مباشرت کی اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو اجازت نہ دی تھی وہ جوان تھا۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مباشرت کے معنی صحبت نہیں۔ بلکہ پیار و محبت کے ہیں۔ پتا نہیں ان مولویوں کو حدیث کا علم نہیں یا ان کی نیت اچھی نہیں۔ ہمارا تو پہلے ہی ایمان ہے کہ ایک مقلد کے دل میں حدیث کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اسے تو صرف اپنی فقہ کی

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الصیام ' باب بیان ان القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك شهوته' ص 854 رقم 65 ... صحیح البخاری ' کتاب الصوم ' باب المباشرة للصائم ص 150 رقم1927)

❷ (ابو داؤد' کتاب الصوم ' باب کراهیته للشاب' ص 1400 رقم 2387 .. مشکوة 'کتاب الصوم ' باب تنزیه الصوم' رقم 2006)

فکر ہوتی ہے' جسے وہ ہر قیمت پر بچاتا ہے۔ خواہ اسے حدیث کو ہی بطور قیمت دینا پڑے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے 'لیکن بعض کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی 'اب دعوت حق واتحاد نے آخر یہ حقیقت بھی آشکار کر دی کہ کیسے ایک مقلد اپنی فقہ کے لغو اور غلط مسائل کو بچانے کی خاطر حدیث کو پامال کرتا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک مقلد بیک وقت دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا۔ یا وہ حنفی ہو گا یا محمدی۔۔۔ یا وہ فقہ کی ڈوبنے والی کشتی میں ہو گا یا قرآن وحدیث کے سفینہ نجات میں۔ کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کی نقص نبیؐ وچ ڈٹھا جو نسبت نبیوں توڑی
نسبت توڑ مدینے ولوں کوفے دے ول جوڑی

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

اہل حدیث کے لیے دعوت فکر و عمل

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اہل حدیث کے لیے دعوت فکر و عمل

میرے بھائی اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں اسلام جیسی نعمت سے نوازا ہے اور پھر اسلام بھی وہ جو بالکل خالص اور تمام آلائشوں سے پاک جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ دنیا کے کتنے مسلمان ہیں جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو محمدی اسلام نصیب نہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے اسلام بنائے ہوئے ہیں' اللہ کا شکر ہے ہمارا اسلام خالص محمدی ہے جو صرف لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر مبنی ہے' جس کی تفسیر قرآن و حدیث ہے جس کی تعبیر مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ ہے۔ اس نعمت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے' بلکہ اگر ہم اس کی خاطر جان بھی قربان کر دیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس نعمت کا حق ادا نہیں کیا۔ نہ ہم نے جماعتی طور پر لوگوں کو خالص اسلام سے متعارف کرایا' نہ کوئی اپنا جماعتی کردار بنا کر لوگوں کے سامنے اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا حالانکہ آج دنیا کی نگاہیں اسلام کا عملی نمونہ دیکھنے کو ترستی ہیں۔

ہم تبلیغی جلسے تو بہت کرتے ہیں' لیکن ان کا مقصد دینی کم ہوتا ہے' دنیاوی زیادہ۔ ان میں زیادہ تر زبانی جمع خرچ ہوتا ہے عملی تبلیغ کم ہوتی ہے اور اصل تبلیغ عمل سے ہوتی ہے۔ اگر عمل پیش کیا جائے تو وہ زبانی وعظوں اور ریختی تقریروں سے زیادہ موثر ہوتا ہے' لیکن عمل آج کل کہاں اور خاص کر ہمارے مولوی صاحبان تو عمل میں بہت پیچھے ہیں۔ ہمارے عوام میں تو پھر دین کی تڑپ ہے۔ ہمارے مولویوں میں وہ پھڑک نہیں۔ تبلیغ آج ہمارے مولویوں کا پیشہ بن گئی ہے۔ اس لیے وہ مہنگائی کے ساتھ مہنگے ہو گئے ہیں بلکہ وہ تو آج کل وکیل اور ڈاکٹر بنے ہوئے ہیں۔ ہماری تقریریں دنیا کمانے کا حیلہ تو ہیں انقلاب لانے کا وسیلہ نہیں۔ وہ اہل حدیث ہی کیا ہوا' وہ تبلیغ کیا ہوا جو انقلابی نہ ہو اور اس کی تقریر انقلاب آفریں نہ ہو۔ آج ہماری تقریریں اصلاح کے لیے کم ہیں' واہ واہ کے لیے زیادہ۔۔ آج ہمارے مولوی طوطی اور بلبل تو بنتے ہیں بلال بننے کی تمنا کسی کے دل میں نہیں۔ حضرت بلالؓ نے

ماریں کھا کھا کر اسلام کی تبلیغ کی۔ ہمارا مولوی وجد میں آ کر مست ہو کر گا گا کر تقریریں کرتا ہے۔

میرے بھائی ہم اہل حدیث ہیں۔ کیا احادیث میں تبلیغ کا یہی طریقہ ہے جو ہم نے آج کل اپنایا ہوا ہے۔ کیا ہمارے اسلاف اسلام کی تبلیغ ہماری طرح جلسے جلوسوں اور کانفرنسوں سے ہی کرتے تھے۔ میرے بھائی ہمارے اسلاف تو عمل کے پیکر تھے۔ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ وہ ہماری طرح صرف زبان کے دھنی اور تقریر کے بادشاہ نہ تھے بلکہ اپنے عمل سے بھی اسلام کی تبلیغ کرتے تھے' لیکن آج ہم عمل سے عاری اور تکلفات کے دلدادہ ہیں۔ قرآن نبی ﷺ سے کہتا ہے ﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ [38:ص:86] اے نبی! آپ کہہ دیں کہ میں تبلیغ پر تم سے نہ کوئی اجر و معاوضہ مانگتا ہوں اور نہ تکلف و تصنع کرتا ہوں۔" لیکن آج کل ہمارے مولوی فیس بھی ڈبل مانگتے ہیں اور سوانگ بھی خوب رچاتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

میرے بھائی! جب تبلیغ ہمارا طرہ امتیاز ہے اور اسی وجہ سے ﴿خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [3:آل عمران:110] ہمارا خطاب ہے تو ہمیں اس کام کو باحسن طریق سر انجام دینا چاہیے۔ لاکھوں روپیہ جو جماعتی سیاست اور الیکشنوں پر خرچ ہوتا ہے ہمیں تبلیغ پر کرنا چاہیے۔ چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کی صورت میں ایسا لٹریچر شائع کرنا چاہیے جس میں دین کو آسان کر کے Scientific طریقے سے پیش کیا جائے' جس میں ہماری جماعت کا تعارف بھی اور اصل اسلام کی شناخت و معرفت بھی۔ جو عوام کو مفت اور بآسانی مل بھی سکے۔ مبلغین کی فوج ظفر موج تیار کرنی چاہیے جو تبلیغ کے جذبے سے سرشار ہو' جو تبلیغ کو ذریعہ معاش نہ سمجھے بلکہ ذریعہ نجات سمجھے۔ جو سیرت و کردار میں اسلاف کا نمونہ ہو۔ ایثار و قربانی میں ایک مثال ہو۔ ہر ضلع میں مبلغین کا ایک مرکز ہو جو ان کی کفالت کرے' تاکہ مبلغین فارغ البال ہو کر دین کی تبلیغ کریں۔ ایسے مبلغین کو شہر شہر اور قریہ قریہ پھیلایا جائے تاکہ لوگ اصل اسلام سے متعارف ہوں اور اقامت دین کی راہ ہموار ہو۔

جہاں تک اسلامی نظام کا تعلق ہے ہم اس سے بالکل لاتعلق ہیں۔ ہماری بلا سے

ملک کا نظام اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے پہنچتے ہی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی تھی۔ ہم نے تیس پینتیس برس ہو گئے' آج تک اسلامی ریاست کا خواب تک نہیں دیکھا۔ پاکستان میں اسلام کو قائم کرنا تو درکنار ہم نے اپنے گھروں میں اسلام کا نام نہیں لیا۔ ہمارے گھروں میں آج بھی وہی انگریزی تہذیب۔ وہی جاہلیت کی رسمیں' وہ بے دینی کا ماحول۔ صحابہ زندگی کے ہر میدان میں اہل حدیث تھے' ہم صرف مسجدوں میں اہل حدیث ہیں۔ دین میں ہم امام ابو حنیفہ ؒ کو اپنا امام نہیں بناتے بلکہ ان کی تقلید کو گمراہی بتاتے ہیں۔ سیاست میں ہم نے ملحدوں اور بے دینوں کو اپنا امام بنا رکھا ہے اور ان کی سیاسی پارٹیوں میں شامل ہیں۔ دین میں ہم حنفی شافعی تک بننا گوارا نہیں کرتے' سیاست میں لیگی' جمہوری' پیپلی' استقلالی اور غیر استقلالی' پتا نہیں کیا کیا کچھ بن جاتے ہیں اور ذرا خیال نہیں کرتے۔

میرے بھائی' دین اور سیاست کی یہ تفریق کہ دین ہمارا محمدی اور سیاست ہماری انگریزی۔۔ کیا یہ اسلام ہے ؟ کیا یہ کردار اس جماعت کو زیب دیتا ہے جس کے دعوے ہیں کہ وارث رسول ؐ ہم ہیں ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾[3:آل عمران :110] سے مراد ہم ہیں' ((مَا اَنَاعَلَيْهِ وَاَصْحَابِي)) ❶ کے مصداق ہم ہیں۔((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي)) ❷ ہمارے بارے میں ہے۔((فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَاأَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِي)) ❸ کی بشارت ہمارے لیے ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ﴾ [2:البقرة:85] اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو' اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ لیکن ہم آدھے اسلام میں ہیں اور آدھے کفر میں۔ عبادات ہماری اسلامی ہے۔

---

❶ (مشکوۃ ' کتاب الایمان ' باب الاعتصام بالکتب والسنة' رقم 171)

❷ (بخاری ' کتاب الاعتصام باب قول النبیؐ لا تزال طائفة من امتی ص 609' رقم :7311 'مسند احمد' 436/3 رقم 15169.. سلسلة الاحادیث الصحیحة 478/1 رقم :270)

❸ (مشکوۃ المصابیح' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنة رقم 170.. مسلم ' کتاب الایمان باب بیان ان الاسلام بداء غریبا وسیعود غریبا و انه بارز بین المسجدین' ص 702رقم 233/232..ابن ماجة 'کتب الفتن ' باب بداء الاسلام غریبا' ص 2716 رقم 3986-3987 ... مسند احمد 398/1 رقم 3775)

معیشت و معاشرت غیر اسلامی۔ سیاست ہماری انگریزی ہے' تہذیب و تمدن ہمارا رواجی۔ جب ہم کافرانہ نظام کو اپناتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اسلام کا اپنا کوئی نظام نہیں۔ اسلام ایک ناقص دین ہے یا اسلام کے یہ نظام ہمیں پسند نہیں۔ اس لیے ہم ان کو نہیں اپناتے'۔ انگریزی نظاموں کو اپناتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں کفر ہیں۔ اللہ ہمیں ایسے کفر سے بچائے۔

میرے بھائی آج ہمارا کردار وہ ہو گیا ہے جو کبھی یہودیوں کا تھا۔ جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾[2:البقرة:85] اے یہودیو! تمھارا یہ کیا کردار ہے کہ تم دین کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب۔ اے میرے بھائی' کیا آج دنیا میں ذلت ہمارا مقدر نہیں۔ دنیا کی ہر جماعت متحد و منظم ہے' لیکن ہم میں کوئی نظم و اتحاد نہیں۔ آج دنیا کی ہر جماعت کی کچھ نہ کچھ آواز ہے' لیکن ہماری کوئی آواز نہیں۔ ہم بالکل بے آواز ہیں' ہماری یہ ذلت و رسوائی ہماری دو عملی اور منافقانہ کردار کی وجہ سے ہے۔ اگر ہم دورنگی چھوڑ کر صحابہ کی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح اہل حدیث بن جائیں تو صحابہ کی طرح عزت ہمارا مقدر ہو۔ ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [63:المنافقون:8] میرے بھائی! جب عمل اور کردار کچھ نہ ہو تو بلند بانگ دعوے کچھ نہیں کرتے۔ یہودی بڑے دعوے کرتے تھے' ﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ﴾' [5:المائدہ:18] ہم اللہ کو بہت پیارے ہیں۔ اللہ نے ان کے کھوکھلے دعووں پر فرمایا ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ اے کتاب والو! جب تک تم اللہ کے دین کو قائم نہ کرو۔ (دعوے تو تمھارے بجا تم تو مسلمان بھی نہیں اے میرے بھائی! زبان سے ہم خواہ کچھ بنیں جب تک ہمارا عمل ہمیں کچھ نہیں بناتا' ہم کچھ نہیں بن سکتے۔ جب تک اسلام کو اپنے گھروں میں' اپنے ملک میں بلکہ ساری دنیا میں حاکم نہیں بناتے' یا کم از کم بنانے کے لیے سرگرم عمل نہیں ہو جاتے۔ اللہ کے ہاں ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اگر ہم اللہ کے ہاں سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کو سربلند کرنا چاہیے۔

اس دین محمدی کو جس کے وارث ہونے کا ہمیں دعویٰ ہے تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنا چاہیے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے ہم اسلام کو اپنے گھروں میں اور پھر اپنے ملک میں نافذ کریں۔ میرے بھائی! اسلام کو قائم کیے بغیر چارہ نہیں۔ اس کے بغیر نہ ہم مسلمان بن سکتے ہیں' نہ پاکستان بچ سکتا ہے۔ اسلام کو نافذ کرنا ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور پاکستان کے موجودہ حالات کا تقاضا بھی۔ اسلام پاکستان کی روح ہے۔ اگر اسلام پاکستان میں نافذ نہ ہوا تو پاکستان کا بچنا محال ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اسلام نہ آنے کی وجہ سے پاکستان ختم ہو گیا تو اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مجرم ہم ہوں گے' کیوں کہ اصل اسلام جو دنیا میں انقلاب لا سکتا تھا وہ ہمارے پاس تھا۔ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے وارث اور خلیفہ رسولؐ بھی ہم تھے۔ خالص اسلام یعنی قرآن و حدیث کے دعوے دار بھی ہم تھے۔ اصل اسلام کی پہچان بھی ہم سے تھی۔ اس لیے حق و اتحاد کی دعوت دینا اور ملک میں اسلام کو نافذ کرنا ہمارا کام تھا۔ ہماری دعوت ایک ایسی دعوت ہے جس کو اسلامی کہا جا سکتا ہے کیوں کہ وہ قرآن و حدیث کی دعوت ہے۔ جو سب کے لیے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جس پر تمام مسلمان جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم ہی ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت دیتے ہیں' باقی سب اپنے اپنے اماموں اور فرقوں کی دعوت دیتے ہیں۔ اماموں اور فرقوں کی دعوت دیتے ہیں۔ اماموں اور فرقوں کی دعوت اختلاف کا سبب تو بن سکتی ہے اتحاد کا موجب نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کا اتحاد صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہی ہو سکتا ہے' کسی خاص امام یا اس کی فقہ پر نہیں۔ اللہ نے ہمیں پاکستان دیا کہ ہم یہاں اسلام کا بوٹا لگائیں' لیکن افسوس کہ ہم نے یہاں بجائے اسلام کے جمہوریت کی کاشت شروع کر دی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کی سرزمین سوشلزم اور کمیونزم کی خاردار جھاڑیوں سے اٹ گئی ہے۔ اب یہاں اسلام کا بوٹا لگانا بہت مشکل ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اسلام کا بیج بو کر اسلامی پودا لگاتے اور اسلامی انقلاب لاتے' ہم خود لوگوں کی طرح کافرانہ نظام کے تحت غلامانہ زندگی گزارنے پر قناعت کر گئے ہیں۔ ہمارے قائدین بجائے اس کے کہ اسلام کی گاڑی کا انجن بن کر مسلمانوں کی قیادت کرتے اور اسلام آگے بڑھاتے۔ ڈبے بن کر کرسیوں کی خاطر مختلف سیاسی لامذہب جماعتوں میں شامل ہو گئے اور اسلام کو پیچھے دھکیل دیا۔ بے دینی کو اپنا

قائد بنا کر اپنا جماعتی تشخص بھی کھویا اور دین و سیاست کی تفریق بھی تسلیم کی جو در حقیقت اسلام سے بھی غداری ہے اور محمد ﷺ سے بھی۔

یہ ٹھیک ہے کہ پاکستان کے حالات بہت خراب ہیں' کفر کا زور ہے' اور ہم کمزور ہیں۔ لیکن اللہ جس کے ساتھ ہو وہ کمزور نہیں ہوتا۔ میرے بھائی! اہل حدیث ابن الوقت نہیں ہوتا کہ زمانے کے پیچھے لگ جائے۔ وہ زمانہ سازی کر کے بزدلی دکھائے۔ اہل حدیث ابوالوقت ہوتا ہے جو زمانے کو اپنے پیچھے لگاتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہی پیغمبروں کی سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسلام کا علم بلند کیا تو اس وقت بھی حالات سازگار نہ تھے کفر زوروں پر تھا اور اسلام کمزور تھا' لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور اپنی مہم کو جاری رکھا' حتی کہ اسلام کا غلبہ ہوا۔ حالات کچھ بھی ہوں' نتائج کچھ بھی نکلیں' ہمیں اسلام کے لیے مرمٹ کوشش کرنی چاہیے۔ جب اہل حدیث کا جینا مرنا اسلام کے لیے ہے' دنیا کے لیے نہیں تو ہمیں نتائج و عواقب سے خوف کیسا؟ ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے تاکہ اللہ کا حکم پورا ہو اور اسلام کا غلبہ ہو۔

ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ اسلام کا کام سوائے ہمارے اور کسی سے نہ ہوگا۔ کیوں کہ آج صحیح اسلام کی معرفت ہمارے سوا کسی کو نہیں۔ کسی نے جمہوریت کو اسلام سمجھ لیا ہے' کسی نے سوشلزم کو اسلام بنا لیا ہے۔ کوئی رسم و رواج کو اسلام سمجھتا ہے' کوئی اپنی مرضی کو اسلام کہتا ہے۔ یہ سمجھ کسی کو نہیں کہ اسلام اپنے بنائے ہوئے مذہبوں کو نہیں کہتے۔ اسلام تو اللہ کے دین کو کہتے ہیں' جو محمد ﷺ لے کر آئے تھے' ہمیں چاہیے کہ ایک طرف تو ہم لوگوں کو اصل اسلام سے متعارف کروائیں تاکہ وہ اصلی اسلام کو پہچان کر' اپنے بنائے ہوئے اسلاموں کو ترک کر دیں' دوسری طرف حکومت پر زور دیں کہ وہ صرف اس اسلام کو نافذ کریں جو محمد ﷺ لے کر آئے تھے وہی چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام اسلامی طریقوں سے ہی نافذ ہو سکتا ہے۔ انگریزی جمہوری طریقوں سے اسلام کبھی نافذ نہیں ہو سکتا' لیکن اس کام کے لیے پہلے خود ہمیں تیار ہونا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی تقسیمیں ختم کر کے ایک امیر کے تحت متحد و منظم ہو کر زندگی گزاریں تاکہ ہم اسلامی سیاست کی ایک

مثال قائم کر سکیں۔ سارے ملک میں ایک ہماری پالیسی ہو اور ایک ہماری آواز۔ جب ہم اہل حدیث ہیں' ایک ہمارا مقصد ہے' اور ایک ہماری راہ تو ہم سب ایک ہو کر کام کیوں کریں۔ ہم علیحدہ علیحدہ جماعتیں کیوں نہ بنائیں۔

جب اہل حدیث کہلا کر ہم وارث رسول بنے ہیں' قرآن و حدیث کا ورثہ ہم نے قبول کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی راہ پر چلنا اور آپ کے مشن کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس فرض کو پورا کیے بغیر ہم اہل حدیث نہیں بن سکتے۔ جب یہ مسلم ہے کہ دنیا میں آپ ﷺ کا مشن صرف اسلام کو غالب کرنا تھا۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾[9:التوبة:33] اور اس کے لیے آپ نے زندگی بھر جہاد کیا تو آج ہمارا مشن اسلام کو غالب کرنا کیوں نہیں۔ ہم کیوں علیحدہ علیحدہ راہیں اختیار کرتے ہیں؟ اپنے اپنے اقتدار کے لیے دھڑے بندیاں کرتے ہیں۔ ہم کیوں مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہوتے ہیں؟ کیا مختلف سیاسی جماعتوں میں بٹ کر ہم کبھی اسلام کو غالب کر سکتے ہیں؟

میرے بھائی! ہمیں کفر کے نظاموں سے علیحدہ ہو کر اسلامی نظام کے تحت اقامت دین کی کوشش کرنی چاہیے جو ہمارا مقصود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اقامت دین کے لیے تبلیغ کی اور جہاد کیا۔ آپ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے' بہت سے بادشاہ مسلمان ہوئے اور ان کے ملکوں میں اسلام غالب ہوا۔ ہمیں بھی تقریر و تحریر کے ذریعے اقامت دین کی مہم کو جاری رکھنا چاہیے۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنی دعوت کو ترک کر کے' جمہوریت کا ساتھ دیں۔' یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ کہلائیں ہم اہل حدیث اور اقتدا کریں سیاسی جماعتوں کی۔ کل پرزے بنیں کفر کی جماعتوں کے۔ جو کسی سیاسی جماعت میں شامل ہو جائے وہ اہل حدیث کہاں؟ میرے بھائی! اہل حدیث مقتدی نہیں ہوتا' اہل حدیث مقتدیٰ ہوتا ہے۔ جب ہم حنفی امام کے مقتدی نہیں بن سکتے تو ہم کسی جمہوری امام کے مقتدی کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے وارث اور خلیفہ کو کہتے ہیں تو اہل حدیث کو لوگوں کا امام بننا چاہیے نہ کہ مقتدی۔ اگر اہل حدیث مقتدی بن گئے تو امامت کون کرے گا' اگر اہل حدیث جمہوریت کا شکار ہو گئے تو اسلام کی دعوت کون دے گا؟

میرے بھائی! آج تک جو ہم کچھ نہیں کر سکے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے مقام کو بھلا دیا، ہم سست ہو گئے، ہم نے یاد نہیں رکھا کہ نبی کے وارث ہونے کی وجہ سے ہم امام ہیں، ہم ماموم نہیں۔ ہم مقتدا ہیں، ہم مقتدی نہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے امامت کے منصب کو سنبھالتے، ہم لوگوں کے پیچھے لگ گئے، جو نظام آیا، ہم نے اس کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ پہلے انگریز تھا، ہم اس کے غلام بنے رہے۔ اب انگریز کا متروکہ جمہوری نظام ہے۔ ہم اس کے تابع مہمل ہیں۔ میرے بھائی! اگر ہم کفر کو مٹا نہ سکے، تو کم از کم کفر کا ساتھ تو نہ دیں۔ اس سے علیحدہ رہیں یہ ہماری کتنی بڑی ایمانی کمزوری ہے کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ جمہوریت کو قبول کیا بلکہ جماعتی طور پر ایک سیاسی پارٹی بن کر اس نظام کفر میں شریک ہو گئے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی اس نظام کے شیطانی فعل الیکشنوں میں حصہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ میرے بھائی! ہم نے جو اسلام چھوڑ کر کفر کی سیاست اختیار کی، اور الیکشنوں میں حصہ لیا کیا اس سے ہمارے اسلام کو کوئی فائدہ پہنچایا آئندہ کوئی امید ہے کہ اس جماعت میں ہم جماعتی طور پر کبھی کامیاب ہوں گے۔ جب یہ جمہوریت نظام ہی وہ ہے جس میں اکثریت کی چلتی ہے، حق و باطل کا اس میں کوئی امتیاز نہیں، اقلیت کو خواہ وہ حق ہی ہو، کوئی پوچھتا نہیں تو حق جو ہمیشہ اقلیت میں ہوتا ہے اس نظام میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس نظام کے الیکشنوں میں حصہ لیں گے تو ہمارے موقف کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ہمارے لیڈروں کو تو شاید ایک دو کرسیاں مل جائیں، لیکن ہماری اہل حدیثی ختم ہو جائے گی۔ ہم ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [3:آل عمران :110] سے نکل جائیں گے۔ میرے بھائی! اس کرسی کی سیاست نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ ہمارا دینی شعور اور اسلامی فکر ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم جو سوچتے ہیں، جمہوری انداز سے۔ پہلے ہمارا انداز فکر یہ ہوتا تھا کہ حق حق ہے، باطل باطل ہے۔ باطل خواہ اکثریت میں ہی ہو، مٹنے والی چیز ہے۔ ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ اس لیے باطل سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ حق خواہ اقلیت میں ہی ہو، اس کا غالب آنا یقینی ہے۔ کیوں کہ حق کے ساتھ اللہ ہے۔ اس انداز فکر سے ہم میں جرأت ہوتی تھی۔ باطل کو مٹانے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس لیے حق باطل پر غالب رہتا تھا۔ جمہوریت کو قبول کرنے کی وجہ سے اب ہمارا اکثریت پر ایمان ہو گیا ہے۔ اللہ سے اعتماد اٹھ گیا ہے، اس لیے اب ہم میں نہ اہل حق والی غیرت رہی، نہ مجاہدوں والی جرأت، بلکہ ذہنی پستی آ گئی ہے اور ہم اکثریت

کے نیچے دب کر رہ گئے ہیں۔ میرے بھائی! صحابہؓ بھی اہل حدیث تھے اور ہم بھی اہل حدیث' لیکن کتنا فرق ہے؟ صحابہؓ میں غیرت تھی' دینی حمیت تھی' ہم ان صفات سے بالکل عاری ہیں۔ صحابہ کرامؓ دینی جذبے سے سرشار تھے' اسلام پر جان دیتے تھے۔ ہم دنیا دار ہیں کرسیوں پر مرتے ہیں۔ صحابہؓ اعلیٰ ہمت اور اولوالعزم تھے' باطل سے ٹکرا جاتے تھے۔ ہم سست اور پست ہمت ہیں۔ باطل سے دب جاتے ہیں۔ یہ سارا فرق اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام کی پیداوار تھے اور ہم جمہوریت کی پیداوار۔ میرے بھائی اب چودہویں صدی ختم ہو رہی ہے۔ کایا پلٹ رہی ہے زمانہ کروٹ لے رہا ہے' اسلام ابھر رہا ہے اور بالآخر اسلام کو ابھر کر رہنا ہے۔ اگر ہم اب بھی نہ اٹھے اور اپنے منصب کو نہ سنبھالا تو اللہ ہمارا انتظار نہیں کرے گا۔ اللہ یہ منصب کسی اور کو دے کر اپنا کام لے لے گا اور ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔ ﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾[47:محمد:38] سقوط بغداد کے بعد اللہ نے اسلام کے مٹانے والوں سے ہی اسلام کا کام لے لیا۔ تاتاری جو اسلام کے دشمن تھے وہی اسلام کے پاسبان بن گئے۔ اس لیے میرے بھائی! اٹھ اپنے فرض کو پورا کر۔ اپنے مقام کو پہچان۔ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے تیرا مقام خلافت رسولؐ ہے اور تو وارث رسولؐ ہے۔ اپنے عمل سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کر اور اہل حدیث بن کر دکھا تا کہ دنیا دیکھ لے کہ اہل حدیث ایسے ہوتے ہیں۔ اگر تو سچا اہل حدیث ہے تو تیری زندگی کا مقصد وہی ہونا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا مقصد تھا۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ (غلبہ اسلام) اگر تو نے اسلام کی سربلندی کے لیے سر دھڑ کی بازی نہ لگائی اور جمہوری بنا رہا تو سمجھ لے کہ تو اہل حدیث نہیں۔ جمہوریت زادہ ہے۔ جب اللہ اپنے نبی سے کہتا ہے کہ ﴿ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ﴾[5:المائدہ:67] اگر تو نے اسلام کا کام نہ کیا تو اللہ تجھے کیا کہے گا؟ اس لیے میرے بھائی اپنی زندگی کے مقصد کو جان' اقامت دین کے لیے تبلیغ بھی کر اور جہاد بھی۔ صحیح اہل حدیث بن۔ اللہ ہم سب کو صحیح اہل حدیث بننے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر کے فتنوں سے بچائے۔ آمین' ثم آمین۔ و ما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆

ہر اہل حدیث کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اہلحدیث کے نام

جن حالات سے ہمارا ملک دوچار ہے ان کا تقاضا ہے کہ اب ہم خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں' ہم بہت سو چکے اب وقت سحر قریب ہے۔ اگر ہم اب بھی نہ اٹھے اور سوئے رہے تو ملک میں اسلام کی بجائے کفر کا سورج طلوع ہو جائے گا۔ ملک میں اسلام لانا ہمارا کام تھا کیوں کہ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے جائز وارث اور خلیفہ ہم تھے۔ دین خالص کی امانت ہمارے سینوں میں تھی۔ اصلی اسلام جو دنیا میں چل سکتا تھا اور دوسرے مذہبوں اور ازموں کا مقابلہ کر سکتا تھا وہ ہمارے پاس تھا۔ ہم دعوے تو کرتے ہیں کہ ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہم ہیں 'لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ہمارے بارے میں ہے' لیکن ہم نے اپنے دعووں کو عمل سے ثابت نہ کیا' ہمارے اکابر بجائے اس کے کہ اسلام کی گاڑی کا انجن بن کر مسلمانوں کی قیادت کرتے 'ڈبے بن کر مختلف سیاسی اور لامذہب جماعتوں میں شامل ہو گئے اور اپنا جماعتی تشخص کھو دیا۔ ہم نے بھی اوروں کی طرح دین اور سیاست میں تفریق پیدا کر لی۔ دین ہمارا عربی رہا۔ سیاست ہماری فرنگی ہو گئی۔ ہم دوسری جماعتوں کے پیچھے لگے رہے۔ ہم نے اپنے جماعتی تشخص کو بلند نہ کیا' ہم نے دنیا کو نہ بتایا کہ ہم کون ہیں اور کس لیے زندہ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج لوگ ہمیں فروعی مسائل پر غیر ضروری بحث کرنے والا ایک فرقہ تو مانتے ہیں لیکن ایک فعال جماعت اور ﴿ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾[3:آل عمران:110] نہیں سمجھتے۔ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف ہمارا جماعتی تشخص ختم ہو رہا ہے اور دوسری طرف اسلام کو بے دخل کر کے پاکستان کو ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم اٹھیں اور الیکشن کی سیاست کو ختم کر کے اسلام کو نافذ کرنے کی عملی جدوجہد کریں۔ اسلام دشمن طاقتیں بیرونی ہوں یا اندرونی' نہیں چاہتیں کہ پاکستان میں اسلام آئے۔ اسلام کو روکنے کے لیے ان کے پاس واحد ذریعہ الیکشن ہے' وہ جانتے ہیں کہ الیکشن کا تعلق عوام کالانعام سے

ہے جن کو ہر طرح سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ بھٹو نے بھی زمین و مکان کا دھوکا دے کر الیکشن جیتا تھا۔ فرنگی سیاست کے شاطر جو کل تک نظام اسلام کے نعرے لگاتے رہے ہیں آج الیکشن پر اسی لیے زور دے رہے ہیں کہ وہ بھی بھٹو کی طرح ایک دفعہ قسمت آزمالیں۔ جب پاکستان بنا ہی اسلام کے لیے ہے تو ضیاء کا پاکستانی صدر کی حیثیت سے اولین فرض اسلام کو نافذ کرنا ہے' نہ کہ الیکشن کروانا۔ خاص کر جب الیکشن لڑنے والوں کے عزائم انتہائی خطرناک اور پاکستان لیوا ہیں کوئی تو الیکشن بھٹو کا انتقام لینے کے لیے لڑ رہا ہے' کوئی اسلام کو ہرا کر کفر کا نظام لانے کے لیے اور کوئی صوبائی خود مختاری کے نام پر پاکستان کو ختم کرنے کے لیے۔ ان حالات میں الیکشن خواہ کیسی بھی حدود و قیود کے ساتھ ہوں' نہ پاکستان کے لیے مفید ہیں' نہ اسلام کے لیے۔ پاکستان اور اسلامیان پاکستان کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملک میں جلد از جلد اسلام نافذ ہو' اسلام کے نفاذ میں جتنی تاخیر ہوتی جائے گی پاکستان کا شیرازہ بکھرتا جائے گا۔ اس سلسلے میں تاخیر پاکستان دشمنی کے مترادف ہے۔

اے میرے اہل حدیث بھائیو!

ملک میں اسلام لانے کی اب ہمیں خود کوشش کرنی چاہیے۔ اس امید پر ہمیں بالکل نہیں رہنا چاہیے کہ جماعت اسلامی ہمیں اسلام لا کر دے گی۔ جماعت اسلامی کے اسلام کی امید پر بہت سے اہل حدیثوں نے اپنی اہل حدیثی بھی کھوئی اور ملا بھی کچھ نہیں۔ میرے بھائی یہ جماعت ضرور اسلامی ہے لیکن اس کی سیاست غیر اسلامی ہے۔ اس غیر اسلامی سیاست سے بھٹو تو آسکتا ہے' اسلام کبھی نہیں آسکتا۔ بھٹو جماعت اسلامی کی فرنگی سیاست یعنی الیکشن سے ہی تو آیا تھا۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ جماعت اسلامی کے اخلاص کی وجہ سے اللہ نے ان کی جان بچالی ورنہ ان کا یہ جرم قابل معافی نہ تھا۔ اب ہم اگر اس آزمائی فرنگی سیاست کو پھر آزمائیں تو سوائے ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [22:الحج:11] کے اور کیا ہوگا؟ آپ سوچیں یہ کفران نعمت نہیں کہ اللہ تو ہماری جان بخشی کر کے کفر کے ہاتھوں سے گیند چھین کر ہماری طرف پھینکے کہ اسے قابو کر لو اور ہم الیکشن کروا کر وہی گیند پھر کفر کے ہاتھوں میں

دے دیں۔ اگر جماعت اسلامی یا کسی اور کے کہنے سننے پر ہم یہ حماقت کر بیٹھے تو یہ گیند بھی دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گی اور اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ﴿ وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَاِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾[2:البقرة:211] جو ایک دفعہ ہاتھ آئی ہوئی اللہ کی نعمت کو نالائقی سے ضائع کر دے تو اللہ کا عذاب اس کے لیے بہت سخت ہے۔ اگر ملک میں اسلام لانا ہے تو فرنگی سیاست کو چھوڑ کر اپنے اسلاف کو دیکھنا ہوگا۔ جیسے وہ دنیا میں اسلام لائے' ویسے مردوں والے طریقے ہمیں اختیار کرنے ہوں گے۔ فرنگی طریقوں سے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لیے یہ بہترین موقع ہے' اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ایک ملک گیر تحریک چلائیں اور تمام اسلام پسند مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں اسلام کے نام پر ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے پورے زور سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کریں اور الیکشن کو رو َیں۔ اس سے ہمارا جماعتی تشخص بھی ابھرے گا اور ملک و قوم کی خدمت بھی ہوگی۔ اگر ہم نے یہ موقع کھو دیا تو شاید ایسا موقع پھر کبھی نہ ملے۔ اس لیے اٹھیں اور اس مہم کو ضرور چلائیں۔ اللہ ہماری مدد کرے گا اور ہم اللہ کے نزدیک سرخرو ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

ہر اہل حدیث کے نام
پڑھیے اور سوچیے!

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اہل حدیث کے نام۔۔۔ سوچیے اور پڑھیے!

میرے بھائی! اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں اہل حدیث بنایا جو کہ خالص اسلام ہے۔ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ دنیا میں کتنے مسلمان ہیں جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو خالص محمدی اسلام نصیب نہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے مذہب بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارا مذہب اہل حدیث ہے جو کہ خالص محمدی اسلام ہے۔ جو لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ پر مبنی ہے۔ جس کی تفسیر قرآن وحدیث ہے۔ جس کی تعبیر ما انا علیہ واصحابی ہے۔ اس نعمت کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے' بلکہ اگر ہم اس کی خاطر جان بھی قربان کر دیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس نعمت کا حق ادا نہ کیا نہ ہم نے جماعتی طور پر لوگوں کو اہل حدیث کے اسلام سے متعارف کرایا ۔ نہ کوئی اپنا جماعتی کردار بنا کر لوگوں کے سامنے اصلی اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا حال آنکہ آج دنیا کی نگاہیں اسلام کا عملی نمونہ دیکھنے کو ترستی ہیں۔

اب ہم خواب غفلت میں پڑگئے ہیں ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اصلی اہل حدیث کون ہوتا ہے اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اہل حدیث اگر اصلی اور خالص ہوں تو وہ دنیا میں اللہ کی پارٹی ہے اور اللہ کی پارٹی کا دنیا میں غالب ہونا اور آخرت میں فوز وفلاح پانا یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ﴿ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ﴾[5:المائدہ:56] .. ﴿ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾[58:المجادلة:22] یقیناً اللہ کی پارٹی دنیا میں غالب رہے گی اور آخرت میں فلاح پائے گی' لیکن نظر آتا ہے کہ اب ہم اصلی اور خالص اہل حدیث نہیں رہے۔ اب ہم نام کے اہل حدیث ہیں کام کے اہل حدیث نہیں۔ اب ہم صرف گفتار کے غازی ہیں' کردار کے غازی نہیں کہ ہم اب اپنے مقام اور ذمہ داریوں کو بھول کر غلط راہوں پر پڑ گئے ہیں۔

خلیفہ اور وارث رسولؐ ہونے کی حیثیت سے اقامت دین ہمارا فرض تھا۔ اسی کے

لیے جدو جہد کرنا ہمارا مشن تھا' لیکن اب بحالی جمہوریت کو ہم اپنا مشن سمجھتے ہیں اور اسی کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ صرف اس امید پر کہ شاید بے نظیر یا نواز شریف سے ہمیں بھی کوئی بچی کھچی کرسی مل جائے۔ ظاہر ہے کہ جمہوریت سے اہل حدیث اگر کوئی بہت بڑا تیر ماریں بھی ایک آدھ کرسی ہی مل سکتی ہے اسلام نہیں مل سکتا۔ جمہوریت سے لادینیت یا پھر بریلویت یا دیوبندیت ہی آسکتی ہے' کیوں کہ ملک میں ان کی اکثریت ہے۔ جمہوریت سے اہل حدیث جیسا خالص اسلام کبھی نہیں آسکتا۔ اس لیے جمہوریت کے پیچھے پڑنا ہماری بے راہ روی ہے۔ جس کی سزا ہمیں یہ ملی ہے کہ اللہ نے ہم سے نگاہ پھیر لی ہے۔ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ کا مصداق ٹھہرا کر ہمیں اپنی پارٹی سے نکال دیا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ آج ذلت ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ دنیا کی ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ اتحاد اور تنظیم ہے' لیکن ہم میں کوئی اتحاد اور تنظیم نہیں۔ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں' آج دنیا کی ہر جماعت کی کچھ نہ کچھ آواز ہے۔ لیکن ہماری کوئی آواز نہیں۔ ہم بالکل بے آواز ہیں۔ لاہور میں ہمارے ساتھ کتنا بڑا حادثہ ہوا' ہم نے جمہوری طریقوں سے کتنی "ہائے! ہو!" کی۔ لیکن کسی نے ہماری ایک نہ سنی۔ یہ کسمپرسی صرف اس وجہ سے ہے کہ اب ہم اللہ کی پارٹی نہیں رہے۔ اللہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اللہ نے قرآن میں سچ کہا ہے: ﴿ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَالَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [3:آل عمران:160] جس کا اللہ ساتھ چھوڑے پھر کون ہے جو اس کی مدد کرے۔ کیا یہ ہماری بدبختی نہیں کہ اللہ تو ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ [24.النور:55] کے تحت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ آؤ میری پارٹی بنو' میں تمھیں دنیا میں خلافت دوں گا۔ ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [30 :الروم : 47] اور ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ [40:الغافر:51] کے تحت اللہ دعوت دے رہا ہے کہ آؤ میری پارٹی بنو' میں تمھاری مدد کروں گا اور اللہ جس کی مدد کرے' پھر اس پہ کون غالب آسکتا ہے۔ ﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ﴾ [3:آل عمران:160] لیکن ہم ہیں کہ اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور صحیح اہل حدیث بننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اپنی دنیاداری اور جمہوریت کی طرف دوڑے جا رہے ہے

ہیں۔ اور ہماری حالت صاف بتا رہی ہے کہ اب اللہ ہمارے ساتھ نہیں۔ کیوں کہ اب ہم بجائے اہل حدیث کے جمہوری بن گئے ہیں۔ اب اقامت دین ہماری منزل نہیں رہی۔ اب بحالی جمہوریت ہماری منزل بن گئی ہے۔ اب نفاذ اسلام ہمارا مشن نہیں رہا۔ اب حصول کرسی ہمارا مشن بن گیا ہے۔ اس کے علاوہ آج ہمارا کردار وہ ہو گیا ہے جو کبھی یہودیوں کا تھا کہ دین کے کچھ حصے پر عمل ہو گیا' کچھ پر نہیں۔ جو مسئلہ دل کو اچھا لگا اور آسان ہوا اور ہماری دنیا داری میں مخل نہ ہو اس کو مان لیا ورنہ نہیں۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ [2:البقرۃ:85] اے یہودیو! تمھارا یہ کیا کردار ہے کہ تم دین کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی عذاب۔ ہماری ذلت و رسوائی کا سبب یہی ہے کہ ہم آمین' رفع الیدین کے تو اہل حدیث ہیں' معاشرت' معیشت اور سیاست کے اہل حدیث نہیں۔

جب عمل اور کردار کا یہ حال ہو تو بلند بانگ دعاوی کچھ نہیں کرتے۔ یہود ﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ﴾ [5:المائدہ:18] کا دعویٰ کرتے تھے' اللہ نے ان کے ان کھوکھلے دعووں پر فرمایا: ﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ .. الخ ﴾ [5:المائدہ:68] اے اہل کتاب! جب تک تم اللہ کے دین کو قائم نہ کرو' تمھارا کوئی دین ایمان نہیں۔ زبان سے ہم خواہ کچھ بنیں جب تک ہمارا عمل ہمیں کچھ نہیں بناتا ہم کچھ نہیں بن سکتے۔ جب تک اسلام کو ہم اپنے گھروں میں' اپنے ملک میں بلکہ ساری دنیا میں حاکم نہیں بناتے' یا کم از کم حاکم بنانے کے لیے سرگرم عمل نہیں ہو جاتے اللہ کے ہاں ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اگر ہم سربلند ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کو سربلند کرنا چاہیے۔ ہم تو اسلام کے ساتھ ہیں۔ اگر اسلام کی عزت ہے تو ہماری عزت ہے۔ اگر اسلام کی ذلت ہے تو ہماری ذلت ہے۔ اسلام کو پاکستان میں قائم کیے بغیر چارہ نہیں۔ اسلام کے بغیر نہ ہم عزت پا سکتے ہیں نہ پاکستان بچ سکتا ہے۔ پاکستان کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام جلد از جلد نافذ ہو۔ اسلام پاکستان کی روح ہے۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اگر یہاں اسلام

نافذ نہ ہوا تو پاکستان کا بچنا ناممکنات سے ہے۔ اسلام کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے ہی تو مشرقی پاکستان ٹوٹا تھا اور اب اسی بنیاد پر سندھ اور بلوچستان کا خطرہ ہے۔ اس لیے ہمیں اسلام کو نافذ کرنے کی جلد از جلد کوشش کرنی چاہیے۔ جمہوری طریقوں سے تو ملک میں نہ اسلام آیا ہے' نہ آسکتا ہے' نہ حکومت اس سلسلے میں مخلص ہے۔ ملک میں اسلام لانے کے لیے پہلے ہمیں اہل حدیث میں اسلام نافذ کر کے ایک مثال قائم کرنی چاہیے' ہمیں اپنے عمل سے لوگوں کو دکھا دینا چاہیے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اسلام صرف عبادات کا نام ہی نہیں بلکہ اسلام کی رہنمائی زندگی کے ہر شعبہ میں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام جو اللہ کا دین ہے اور دین فطرت ہے وہ ناقص ہو اور زندگی کے کسی خاص شعبے میں رہنمائی نہ کرے۔ یہ نظریہ کہ اسلام کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں یا معیشت و معاشرت میں انگریز کی تقلید کرنے میں ہی ترقی ہے۔ سب غلط نظریات ہیں جو شیطان نے گمراہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے ذہن میں ڈالے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس کے سب نظام اپنے ہیں اس لیے مسلمان ہونے کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمان ہونا ضروری ہے۔ جس کی عبادت تو اسلامی ہو لیکن اس کی سیاست جمہوری یا کوئی اور غیر اسلامی ہو' اس کی معیشت و معاشرت انگریزی ہو وہ کبھی پورا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہم دعوے تو آج تک یہ کرتے آئے ہیں مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ❶ کا مصداق ہم ہیں۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ❷ والی حدیث ہمارے بارے میں ہے' لیکن ہم نے اپنے دعووں کو عملاً ثابت نہ کیا۔ اپنی جماعت کو اسلامی سیاست کے اصولوں پر منظم کر کے اسلامی سیاست کا عملی نمونہ کبھی پیش نہیں کیا۔ ہماری جمعیتوں کے دستور' جمعیتیں مرکزی ہوں یا غیر مرکزی۔۔۔ سب غیر اسلامی ہیں۔ ہمارے علما بجائے اس کے کہ اسلام کی گاڑی کا انجن بن کر مسلمانوں کی قیادت کرتے' ڈبے بن کر مختلف سیاسی اور لامذہب جماعتوں میں شامل ہو گئے جس کا صاف مطلب

---

❶ مشکوٰۃ' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ' رقم: 171

❷ بخاری' کتاب الاعتصام' باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی' ص 609' رقم 7311

یہی ہے کہ ان کے نزدیک اہل حدیث کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں' جب ہی وہ مختلف سیاسی جماعتوں میں صرف کرسی کے حصول کے لیے شامل ہو گئے' یا انھوں نے اپنی جماعت کو جمہوری خطوط پر سیاسی جماعت بنا دیا۔ اگر ان جمہوری اہل حدیثوں کے نزدیک اپنا کوئی نظام ہوتا تو وہ ضرور اپنی جماعت کو منظم کر کے مضبوط بناتے۔

میرے بھائی! ہم نے صرف یہی کوتاہی نہیں کی کہ اپنی جماعت کو اسلامی سیاست کے اصولوں پر منظم نہیں کیا' ہم نے یہ جرم بھی کیا کہ جمہوریوں کی طرح دین اور سیاست میں تفریق تسلیم کر لی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین میں ہم اہل حدیث بنے رہے' سیاست میں ہم فرنگی بن گئے۔ ہم نے آمین' رفع الیدین کر کے مسجد کی حد تک ہی اہل حدیث بننے کو کافی سمجھا۔ مسجد سے باہر ہم نے اہل حدیث والا کوئی کام نہ کیا۔ حال آنکہ اہل حدیث ایک دو حدیثوں پر عمل کرنے والے کو نہیں کہتے۔ اہل حدیث تو وہ ہوتا ہے جس کی پوری زندگی حدیث رسولؐ مقبول کے مطابق ہو۔ اس کی سیاست بھی حدیث ہو' اس کی معیشت و معاشرت بھی حدیث ہو۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے اہل حدیث کو اہل حدیث بنایا جائے کیوں کہ آج کا اہل حدیث' اہل حدیث نہیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ [4:نساء:136] اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اپنے ایمان کو اپنے دعوے کے مطابق درست کرو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر صحیح طریقہ سے ایمان لاؤ۔ جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اے رسمی اور نام کے اہل حدیثوں صحیح معنوں میں اہل حدیث ہو۔ حدیث کے مطابق اپنے عمل اور کردار کو درست کرو۔ اپنی پوری زندگی میں اہل حدیث کے نظام کو نافذ کرو۔ یہ نہ ہو کہ کوئی عمل حدیث کے مطابق کر دو اور کوئی خلاف۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک جمہوری اہل حدیث کیسے ہو سکتا ہے؟ جمہوریت لادینیت کا مطالبہ کرتی ہے اور اہل حدیث قرآن و حدیث کا۔ جس نظام سے ملک میں قرآن و حدیث کا نفاذ نہ ہو' وہ نظام ایک اہل حدیث کے لیے کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ کیا جمہوری طریقوں سے ملک میں خالص قرآن و حدیث' یعنی اہل حدیث کا مذہب نافذ کیا جا

سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایک اہل حدیث کے آخر جمہوری ہونے کے کیا معنی؟ اگر ایک اہل حدیث جمہوری بنتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اہل حدیث مذہب کا نفاذ نہیں چاہتا' وہ صرف اپنے لیے کرسی چاہتا ہے' جب ہی وہ جمہوری بنا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ جو اپنے باہمی مقدمات کا فیصلہ قرآن و حدیث سے نہیں کرتا وہ اہل حدیث کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن مجید میں ہے' ﴿ فَلاَ وَ رَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾[4:النساء:65] اللہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ اے نبی! جو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے' یعنی قرآن و حدیث سے نہیں کرواتا' وہ ایمان والا ہی نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ﴾[4:النساء:60]

یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے مقدمات کفر کی عدالت میں لے جانا چاہتے ہیں' حال آنکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کی عدالت کے سوا اور کسی عدالت کو نہ مانیں' بلکہ ہر ایسی عدالت کے ساتھ جو قرآن و حدیث کے سوا ہو کفر کریں۔ خواہ وہ انگریزی قانون کی عدالت ہو' یا فقہ حنفی اور فقہ جعفری کی۔ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کا معنی بھی یہی ہے کہ حکم صرف اللہ کا چلے اور کسی کا نہ چلے۔ ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ ﴾ اسی کی وضاحت کرتا ہے۔ اب جو اہل حدیث اپنے مقدمات کو انگریزی عدالتوں میں لے جاتا ہے وہ کیسے اہل حدیث رہ سکتا ہے؟ وہ اہل حدیث اہل حدیث نہیں جو کفر کی عدالتوں کا رخ کرے اور وہ جماعت اہل حدیث کی جماعت نہیں جو اہل حدیث قاضی مقرر کر کے اہل حدیث کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا انتظام نہ کرے۔ اہل حدیثوں نے بہت سی جماعتیں بنائیں اور وہ اپنے اپنے مفاد اور اقتدار کی خاطر خوب گتھم گتھا ہوئیں' لیکن کسی نے قرآن کے اس حکم کو پورا نہ کیا۔ جیسے وہ اہل حدیث مجرم ہیں جو انگریزی عدالتوں میں جاتے ہیں ایسے وہ جماعتیں اور ان کے قائدین مجرم ہیں جنھوں نے اپنے اپنے مفاد کے تحت جماعتیں تو بنائی لیکن ان جماعتوں میں قرآن و حدیث کا نفاذ نہ کیا۔ اہل حدیث کو اہل حدیث نہ بنایا' بلکہ کرسی کے حصول کے لیے اپنی جماعت کو آلہ کار بنایا۔ جماعت کو پیچھے لگا کر' اپنی پوزیشن کو مستحکم بنا کر حصول کرسی کے لیے بے دین پارٹیوں سے ساز باز شروع کر دی۔ بعض نے جماعت بنا کر اپنی پوزیشن بنائی' پھر کرسی کی خاطر حکومت کی ہاں میں ہاں

ملائی۔ اپنے اقتدار کو اہل حدیث کی خدمت سمجھا۔ اس طرح اپنے نفس کو بھی دھوکا دیا اور جماعت کو بھی دھوکے میں رکھا۔ اگر کسی اہل حدیث لیڈر کو جمہوری طریقے سے کوئی کرسی مل بھی جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ یہ دنیا کا مفاد ہے' وہ اٹھائے یا اس کے خوشامدی اٹھائیں۔ اسلام کو کوئی فائدہ نہیں۔

جس گھر میں شرعی پردہ نہ ہو بلکہ رسمی اور فیشنی پردہ ہو' پھر ٹی وی اور وی سی آر کی بے حیائیاں ہوں وہ گھر انگریزی تہذیب کا گہوارا ہو وہ گھر کیسے اہل حدیث ہو سکتا ہے؟ اگر بالفرض رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائیں تو کیا وہ ایسے گھر میں بطور مہمان داخل ہو سکتے ہیں حاشا وکلا۔!

جس گھر میں تصویر سے کوئی نفرت نہ ہو' بلکہ در و دیوار پر تصویریں آویزاں ہوں خواہ وہ تصویر کسی کی ہو وہ گھر کیسے اہل حدیث ہو سکتا ہے؟ جو اہل حدیث اخبار میں بیان دے اور تصویر صاف کھنچوائے' جلوس نکالے' تصویروں والے جھنڈے ہاتھوں میں لے' اشتہار دے' نام کے ساتھ تصویر دے وہ کیسے اہل حدیث ہو سکتا ہے؟

جن کی کمائی میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ ہو' سود اور سٹہ' پرائز بانڈ اور بیمہ سب طرح کی کمائی چلتی ہو' کیا ایسے اہل حدیثوں کے گھر رسول اللہ ﷺ آکر دعوت کھالیں گے۔ کیا اہل حدیث اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔

الغرض' اہل حدیث ہونے کے لیے سر سے پاؤں تک اہل حدیث ہونا ضروری ہے۔ صورت بھی اہل حدیث کی ہو' سیرت بھی اہل حدیث کی۔ داڑھی منڈا کر کافروں سے مشابہت کرنا اہل حدیثی کو بٹہ لگانے والی بات ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً﴾ [2:البقرۃ :208] اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ کفر کا کوئی رنگ تم پر نہ ہو۔ اسلام کے رنگ میں بالکل رنگے جاؤ۔ ادھورا اسلام اللہ کے ہاں بالکل مقبول نہیں۔ اگر ہمیں اہل حدیث بننا ہے تاکہ اللہ ہمیں اپنی پارٹی بنا کر ہمارا ساتھ دے' تو ہمیں مکمل اہل حدیث بن کر اہل حدیث جماعت کو اسی نہج پر چلانا ہوگا' جیسے ہمارے اسلاف تھے۔ جہاں بھی چند اہل حدیث ہوں وہ اپنا امیر بنا کر ایک نظم

کے تحت جماعتی زندگی گزاریں' امارت اور جماعت کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں بھی ایک امیر کے تحت جماعتی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے' لیکن ہم ایسے اہل حدیث ہیں کہ حضر میں بھی یہاں ہماری خاصی تعداد ہوتی ہے۔ امیر نہیں بناتے' بغیر امیر کے ہی زندگی گزارتے ہیں جو ہماری بدبختی اور زوال کی علامت ہے۔ جہاں بھی ہم رہیں ہمیں ایک امیر بنانا چاہیے۔ اس امیر کا فرض ہے کہ حتی المقدور جماعت میں قرآن و حدیث کا نفاذ کرے۔ سردست چھوٹے چھوٹے یونٹ ہوں جس کی حد مسجد ہے۔ مسجد کے نمازی جماعت ہوں اور امام ان کا امیر ہو۔ اس طرح سے امام بھی اچھے لوگ بنیں گے' کیوں کہ ان کو امارت کا فرض بھی ادا کرنا ہوگا۔ آج کل اماموں کو جو بہت گھٹیا اور ذلیل سمجھا جاتا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ اب امامت کے اور امارت کے منصب' علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں۔ خیر القرون میں جب امام ہی امیر ہوتا تھا اور امیر ہی امام ہوتا تھا۔ یعنی ایک ہی ذات میں دونوں عہدے جمع ہوتے تھے تو امامت کا عہدہ ذلیل نہ تھا۔ اب جب ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی تنظیم نو کرنا ہے تو ہمیں امام اچھے لوگوں کو بنانا ہوگا' کیوں کہ ہمیں اماموں سے امارت کا کام بھی لینا ہے' اچھے امام کے خصائل میں سے ایک خصلت یہ بھی ہے کہ وہ مقتدیوں کا تنخواہ دار نوکر نہ ہو۔ جو امام لوگوں کا نوکر ہو وہ امارت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ امام وہ ہونا چاہیے جو علم اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ اپنی روزی آپ کمانے والا ہو خواہ اس کی اپنی دکان ہو یا کوئی اور کاروبار ہو' یا وہ کسی مدرسے میں مدرس ہو۔ بہر کیف وہ خطابت و امامت کے پیسے نہ لیتا ہو۔ پھر ایسے چھوٹے یونٹوں سے بڑے یونٹ بنائے جائیں جس میں تقریباً ہر تحصیل کا ایک امیر ہو۔ پھر تحصیل کے امیر مل کر ایک ضلعی امیر بنائیں جو اس ضلع کے قاضی کے فرائض بھی سرانجام دے اور امیر کا کام بھی دے۔ پھر ضلعی امراء مل کر صوبائی امیر کا انتخاب کریں۔ پھر صوبائی امراء مل کر مرکزی امیر کا انتخاب کریں۔ اس طرح سے تمام اہل حدیث ایک ایسے نظم میں منظم ہو جائیں جو بالکل سلفی طریقے کا ہو۔ جس کی کوئی شق بھی قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو تاکہ اہل حدیث اسلامی نظام کے تحت جماعتی زندگی گزار سکیں اور ان کی عملی زندگی کی پوری پوری نگرانی ہو سکے۔ جب اہل حدیث کسی حد

تک منظم ہو جائیں شرعی نظام ان میں حتی المقدور جاری ہو جائے تو پھر حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ ہمارے اس نافذ شدہ نظام کو قانونی شکل دے تاکہ ہمارے نظام اور ہماری عدالتوں کی ایک قانونی حیثیت بھی ہو۔ جب یہ ملک اسلام کے لیے بنا ہے تو اس میں اسلام کے نفاذ کا عملی نمونہ پیش کر کے اس کو حکومت سے منظور کروانا کوئی مشکل کام نہیں کیوں کہ یہ ہمارا حق ہے۔

اہل حدیث جماعت کی تنظیم کا یہ ایک ابتدائی ساخاکہ ہے جس میں اگر ترامیم ہوتی گئیں تو ان شاء اللہ امید ہے کہ بہت اچھا نظام قائم ہو جائے گا۔ سردست تو اہل حدیثوں کو ترغیب دینا مقصود ہے۔ تاکہ انھیں ایک نظم کے تحت زندگی گزارنے کا احساس ہو۔ اس سلسلے میں تفصیلی اور مبسوط پروگرام تو اہل حدیث علما کی مجلس ہی شائع کرے گی۔ جو اس دعوت کے کام کو چلائے گی اور جماعت کو صحیح امارت کی طرف لے جائے گی۔ یہ کوئی جماعت ایسی نہ ہوگی جس کے مقاصد سیاسی ہوں۔ یہ خالص دینی جماعت ہوگی جو اہل حدیث کو اہل حدیث بنانے اور سلفی بنیادوں پر ان کو منظم کرنے کی کوشش کرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث اہل حدیثی سے بہت دور چلے گئے ہیں کیوں کہ عرصے سے صحیح اسلامی تنظیم سے محروم چلے آرہے ہیں۔ جمعیت کے قائدین نے جمہوریت زدہ ہونے کی وجہ سے سیاست کے مفہوم کو نہ خود سمجھا' نہ اہل حدیثوں کو سمجھنے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحیح اسلامی سیاست نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے قائدین بھی بھٹک گئے اور جماعت بھی غلط ڈگر پر چل گئی۔ اسلام میں سیاست کا معنی نگرانی کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ جماعت اپنے مخصوص عقائد و مسلمات کے مطابق باعمل زندگی گزار رہی ہے یا نہیں۔ اسلامی سیاست کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کو اسلامی تعلیمات کے مطابق باعمل اور باکردار بنایا جائے۔ جو طریقے بھی مناسب ہوں ان کو بروئے کار لا کر انسانی زندگی کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب بنانے کی سعی کرنا اور کرانا اسلامی سیاست ہے۔ اس انداز سے ہماری جمعیتوں نے کبھی نہیں سوچا۔ جمعیتوں کے قائدین نے اپنے اپنے مفاد کو پیش نظر رکھا اور کرسیوں کے خواب دیکھے۔ اہل حدیث کی خبر گیری کبھی نہیں کی کہ وہ بھی صحیح اہل حدیث بن جائیں حتی کہ جماعت بے دینی کی طرف دوڑتی چلی

گئی۔ لاہور کے حادثے کے بعد اب جب کہ اہل حدیث کا معاملہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا ہو گیا ہے۔ دینی حالت تو پہلے ہی بگڑ گئی تھی اب دنیا بھی نہ رہی تو ہر درد دل رکھنے والے اہل حدیث کو فکر ہوئی کہ اب جماعت کا کیا ہو گا۔ اب تو جماعت بے دین (Leftists) کے اشاروں پر ناچنے لگ گئی ہے۔ اللہ نے بعض مخلصین کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اہل حدیث جہاں سے بھٹکے تھے اگر وہیں واپس آ جائیں تو بچ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اہل حدیث کی سیاست اسلامی جمہوری نہیں۔ اس لیے اہل حدیث کا بچاؤ اسلام میں ہے جمہوریت میں نہیں۔ اگر اہل حدیث اپنی سیاست بروئے کار لائیں، اپنی تنظیم نو کر کے اپنے آپ کو صحیح اہل حدیث بنائیں تو بچ جائیں گے ورنہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ والا معاملہ ہو گا۔ اسی چیز کو مد نظر رکھ کر ہمارے بعض علما نے یہ بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ ان کی کوششوں کو کامیاب کرے۔

مقصد اس تحریک کا صرف یہ ہے کہ اہل حدیث کو صحیح معنی میں اہل حدیث بنایا جا سکے۔ اس لیے پوری امید ہے کہ ہر درد دل رکھنے والا اہل حدیث خواہ اس کا تعلق کسی پارٹی سے ہو، ضرور اس دعوت پر لبیک کہے گا۔ اس لیے یہ دعوت ہر اہل حدیث کے لیے ہے اور ہر اہل حدیث کا یہ حق ہے کہ وہ یہ دعوت دے۔ اس دعوت کی صحت کا معیار قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث ہی ہر اختلاف میں فیصل ہو گا۔ اگرچہ جمعیتوں اور جماعتوں کی غلطیوں کی ہم نے واضح الفاظ میں نشان دہی کی ہے، لیکن ہمیں کسی جماعت سے کوئی کد و عناد نہیں۔ اگر ان جماعتوں میں سے کوئی جماعت جمہوریت سے ہٹ کر دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دے تو ہم دل و جان سے اس کے ساتھ ہیں۔ ہمیں تو اہل حدیثوں کو صحیح اسلامی بنیادوں پر منظم کرنے سے غرض ہے جو بھی یہ کام کرے گا ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے۔

اہل حدیث ایک دینی جماعت ہے جس کی اپنی سیاست ہے جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ یہ جماعت اسلامی یا مسلم لیگ یا کسی بے دین جماعت کی طرح سیاسی جماعت نہیں۔ جن اہل حدیثوں نے اس کو کفر کے نظام کی ایک سیاسی جماعت بنا دیا انھوں نے بڑی ناعاقبت اندیشی کا کام کیا۔ کہاں اہل حدیث اور کہاں کفر کی موجودہ سیاست۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث کو مردہ جمہوری سیاست سے جو نقصان پہنچا وہ ناقابل تلافی ہے۔ جماعت کو دین

سے دور کرنے میں اس جمہوری سیاست کا بہت دخل ہے۔ اللہ جماعت کو اس شر سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆☆☆

اہل حدیث کی سیاست امارت وخلافت کی سیاست ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے

اسلامی سوسائٹی میں امیر کا ہونا واجبات دین سے ہے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں

يَجِبُ اَنْ يُعْرَفَ اِنَّ وِلَايَةَ اَمْرِ النَّاسِ مِنْ اَعْظَمِ وَاجِبَاتِ الدِّيْنِ بَلْ لَا قِيَامَ لِلدِّيْنِ اِلاَّ بِهَا ❶

یعنی یہ جاننا فرض ہے کہ امیر کا تقرر اہم واجبات دین میں سے ہے' بلکہ اقامت دین اس کے بغیر ہو سکتا ہی نہیں۔ اور اقامت دین کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ [المائدہ 5: 68] یعنی تمھارا کوئی دین ایمان نہیں جب تک تم دین کو قائم نہ کرو۔

انسان مدنی الطبع ہے۔ بغیر سوسائٹی کے اس کا گزارا مشکل ہے اور معاشرہ افراد کے اجتماع سے بنتا ہے۔ جہاں بھی چند انسانوں کا اجتماع ہو گا' ان کو ایک دوسرے سے کام پڑے گا جس سے کئی طرح کے مسائل پیدا ہوں گے جس کے لیے امارت کا نظام ضروری ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں میں بھی جب کہ وہ سفر میں ہوں امیر بنانے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ مسند احمد میں تو یہاں تک ہے کہ: لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةٍ يَكُوْنُوْنَ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلاَّ اَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ اَحَدَهُمْ ❷ یعنی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی جنگل میں ہو خواہ

---

❶ (السياسة الشرعية في اصلاح الراعي و الرعية ص 218 باب الثاني الحدود والحقوق الفصل الثامن وجوب اتخاذ الامارة)

❷ (مسند احمد' 177/2' رقم 6609)

ان کی تعداد تین ہو اور وہ اپنے میں سے کسی کو امیر نہ بنائیں یعنی سفر میں بھی تین آدمیوں کا بغیر امیر کے رہنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا تین میں سے ایک کو امیر بنانے کو واجب قرار دینا ثابت کرتا ہے کہ جہاں بھی چند مسلمان ہوں وہ اپنا امیر ضرور بنائیں۔ اس کے علاوہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو اہم واجبات دین میں سے ہیں اس کا یہ کام بغیر امیر کے نہیں ہو سکتا۔ جہاد جو اسلام کی روح ہے' یہ بھی بغیر امیر کے ممکن نہیں۔ غرض یہ کہ امیر اسلامی معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ اس کے بغیر صحیح اسلامی معاشرہ متحقق ہو ہی نہیں سکتا۔ جس جماعت میں امیر نہیں اس جماعت کی مثال اس لاش کی ہے جس کا سر نہ ہو۔ جیسے سر کے بغیر دھڑ ہوتا ہے ویسے ہی امیر کے بغیر جماعت۔ اسلامی تعلیم کے تحت مسلمانوں کا ایک دن بھی بغیر امیر کے نہیں گزرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب سے پہلے خلیفہ کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد پھر کوئی اور کام ہوا۔ حتی کہ آپ ﷺ کا کفن دفن بھی ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے بعد ہوا۔ ادھر صحابہؓ کا جو ہمارے اسلاف ہیں اور پہلے اہل حدیث ہیں یہ حال ہے کہ وہ ایک رات بغیر امیر کے نہیں گزارتے اور ادھر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی عمریں بغیر امیر بنائے گزار رہے ہیں۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ آج اہل حدیث اہل حدیث نہیں۔ اہل حدیث تو صحابہؓ تھے جن کا ہر عمل حدیث کے مطابق تھا۔ جن کے نزدیک امارت کا نظام اتنا ضروری تھا کہ امیر کے بغیر ایک دن گزارنے کو وہ حرام سمجھتے تھے۔ اس لیے میرے بھائی اگر ہم اہل حدیث بننا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی صحابہ کے نقش قدم پر چل کر جہاں بھی ہم رہتے ہیں فوراً اپنا امیر سفر مقرر کر لینا چاہیے تاکہ ہماری زندگیاں حرام نہ جائیں۔ امیر کے تحت گزاریں جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔

جیسے امیر کا تقرر فرض ہے اس کے بغیر کوئی جماعتی زندگی نہیں۔ اسی طرح امیر کی اطاعت بھی فرض ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا ((مَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ))[1] آپ نے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی۔ آپ ﷺ

---

[1] (مسلم : كتاب الامارة' باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية و تحريمها في المعصية' ص 1007 رقم 32-33 .. مشکوٰۃ : 1085/2 كتاب القضاء والامارة ' فصل اول' رقم 3661)

نے فرمایا((اِنْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتٰبِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَ اَطِیْعُوْا))
❶ اگر تم پر کسی ناک یا کان کٹے غلام کو بھی امیر بنا دیا جائے جو اللہ کے قانون کے تحت تمھیں حکم دے تو اس کی اطاعت کرو۔ آپ نے مزید فرمایا: ((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَ کَرِہَ وَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلاَ سَمْعَ وَ لاَ طَاعَۃَ فِیْ مَعْصِیَۃٍ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ))❷ امیر کی سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے' خواہ اس کا دل چاہے یا نہ چاہے۔ ہاں اگر امیر گناہ کا حکم دے تو پھر اس کا وہ حکم نہ مانے' اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔ گناہ میں کوئی اطاعت نہیں۔ حدیث میں ہے:((لاَطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ))❸ یعنی مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں جب کہ خالق کی نافرمانی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت کو موکد کرتے ہوئے فرمایا: ((مَنْ رَاٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَھُہٗ فَلْیَصْبِرْ فَاِنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ یُفَارِقُ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا اِلاَّ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً))❹ جو اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے' کیوں کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو کر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس سلسلے میں آپ نے مزید فرمایا:((مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَۃِ وَ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ

---

❶ (مسلم: کتاب الامارۃ ' باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمھا فی المعصیۃ ص 1008رقم 37.. مشکوۃ' کتاب الامارۃ والقضاء رقم 3662)

❷ (بخاری : کتاب الجھاد ' باب السمع والطاعۃ للامام' ص 238رقم 2955.. صحیح مسلم : کتاب الامارۃ' باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ و تحریمھا فی المعصیۃ 'ص 1008.. جامع الترمذی: کتاب الجھاد ' باب ماجاء لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق' ص 1826 رقم 1707 .. مشکوۃ :کتاب الامارۃ والقضاء' رقم 3664-3665)

❸ (مشکوۃ : کتاب القضاء والامارۃ ' فصل الثانی ' رقم 3696)

❹ (مسلم : کتاب الامارۃ ' باب وجوب الملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن ص 1010 رقم 55-56.. مشکوۃ' کتاب القضاء والامارۃ فصل اول' رقم 3668)

فَمَاتَ ... مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةً)) ❶ جو امیر کی اطاعت سے نکل جائے' اور جماعت سے علیحدہ ہو جائے' پھر اس حالت میں مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ امیر کی اطاعت اتنی ضروری ہے کہ آپ نے فرمایا: ((اَلاَ مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِيْ مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ وَ لَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهٖ)) ❷ سن لو! جب کسی کو امیر مقرر کر دیا جائے' پھر وہ امیر کوئی گناہ کا کام کرے تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس گناہ سے نفرت کرے' لیکن اس کی وجہ سے امیر کی اطاعت سے انکار نہ کرے' اس سے ثابت ہوا کہ اگر امیر برا بھی ہو پھر بھی ہر نیکی کے کام میں اس کا حکم مانا جائے' البتہ اس کے گناہوں کو برا جانا جائے اور گناہ کے کاموں میں اس کی فرمان برداری نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ اس کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے۔

افسوس تو یہ ہے کہ اہل حدیث جمہوریوں نے بھی اپنے نظام میں صدر کو امیر کا نام دے دیا ہے جو سراسر دھوکا ہے' حالانکہ وہ امیر نہیں ہوتا۔ کہاں شرعی نظام کا امیر' کہاں جمہوری نظام کا صدر! چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ شرعی نظاموں کے امیر کی اطاعت کو تو قرآن بھی فرض قرار دیتا ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [4:النساء:59] لیکن جمہوری نظام میں صدر کا تعلق پارٹی پالیٹکس سے ہوتا ہے۔ وہ صرف سیاست کے میدان میں ہی امیر ہوتا ہے اس کو دیگر شعبہ ہائے زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ لیکن شرعی نظام کا امیر پوری زندگی کا نگران ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کے تحت اپنی جماعت کا ایسا کردار بنائے جس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں درست ہو جائیں۔ جمہوری نظام میں صدر بااختیار نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی پارٹی کے تمام

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن' ص 1010 رقم 54)

❷ (صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب خیار الائمۃ و شرارھم' ص 1011 رقم 66`.. مشکوۃ: کتاب القضا والامارۃ' رقم 3670)

عہدے دار بذریعہ انتخاب آتے ہیں اس لیے وہ صدر کی اطاعت کے پابند نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ صدر کے لیے درد سر بنے رہتے ہیں بلکہ ساری چابی ناظم یا وزیر اعلیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ صدر بے چارہ تو ایک عضو معطل کی طرح ہوتا ہے۔ شرعی امیر کلی طور پر خود مختار ہوتا ہے۔ وہ مشورہ کر کے جس کو مرضی کوئی عہدہ دے وہ اس معاملے میں بالکل آزاد ہوتا ہے۔ کسی کا پابند نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو کوئی ان کا ناظم یا وزیر اعلیٰ نہ تھا۔ وہ جس کو جو چاہتے تھے بناتے تھے' جس کو چاہتے تھے ہٹا دیتے تھے۔ شرعی امیر کے بعد کسی کا کوئی انتخاب نہیں ہوتا۔ سب عہدے دار اس کے نامزد اور اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لیے اہل حدیثوں کے موجودہ امیروں کو شرعی امیر نہیں کہہ سکتے نہ ان کی اطاعت فرض ہے' کیوں کہ وہ کفر کے نظام جمہوریت کے تحت امیر بنے ہیں۔ ان کے نظام بھی غیر شرعی' ان کے دستور بھی غیر شرعی۔ جو ایک صحیح اہل حدیث کو کبھی بھی قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

اہل حدیثو! کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اہل حدیث تھے اور ہم بھی اہل حدیث ہیں۔ لیکن ہم میں اور ان میں بعد المشرقین۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں غیرت تھی' دینی حمیت تھی۔ ہم ان صفات سے بالکل عاری ہیں۔ صحابہ کرام دینی جذبے سے سرشار تھے' باطل سے ٹکراتے تھے۔ ہم ست وپست ہمت ہیں۔ باطل سے دبتے ہیں۔ یہ سارا فرق صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کرام اسلام کی پیداوار تھے' ہم جمہوریت کی پیداوار ہیں۔

اب چودھویں صدی ختم ہو گئی ہے۔ کایا پلٹ رہی ہے۔ زمانہ کروٹ لے رہا ہے' اسلام پھر ابھر رہا ہے اور بالآخر اس کو ابھر کر رہنا ہے۔ اگر ہم اب بھی نہ اٹھے اور اپنے منصب کو نہ سنبھالا تو اللہ تعالیٰ ہمارا انتظار نہیں کرے گا۔ اللہ یہ کام کسی اور سے لے لے گا اور ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔ ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد:47:38] سقوط بغداد کے بعد اللہ نے اسلام کو مٹانے والوں سے اسلام کا کام لیا۔ تاتاری جو اسلام کے دشمن تھے وہی اسلام کے پاسبان بن گئے۔ اس لیے میرے بھائی اٹھ۔ اپنے مقام کو پہچان۔ اپنے فرض کو پورا کر۔ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے تیرا مقام خلافت

رسول ﷺ اور تو وارث رسولؐ ہے۔ اپنے عمل سے ثابت کر کہ واقعۃ اہل حدیث ہی وارث رسولؐ ہیں۔ یہی اسلام پر صحیح طور سے عمل پیرا ہیں۔ اقامت دین ہمارا کام ہے۔ اس کے لیے تبلیغ بھی کر اور جہاد بھی۔ اہل حدیث کا یہ فرض منصبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح اہل حدیث بننے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر کے فتنوں سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔!

و ما علینا الا البلاغ المبین

اہل حدیث کو دعوت حق واتحاد

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل حدیث کو دعوت اتحاد

برادران اہل حدیث! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سب جانتے ہیں کہ اتحاد بڑی نعمت ہے اور اس میں بڑی برکتیں اور طاقت ہے۔ لیکن آج اہل حدیث اس نعمت سے محروم ہیں اور افسوس یہ ہے کہ وہ حقیقت میں اہل حدیث نہیں رہے' اگر اہل حدیث 'اہل حدیث ہوتے اور قرآن وحدیث ان کا موقف ہوتا تو ضرور ان میں اتحاد ہوتا۔

اصل میں اہل حدیث کے ہاتھ سے اب اتحاد کی رسی چھوٹ گئی ہے۔ جو ((تركت فيكم امرين)) ❶ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں تھمائی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا﴾ [3:آل عمران:103] فرمایا تھا۔ آج اہل حدیث اللہ کی رسی کو چھوڑ کر جمہوری بن گئے ہیں۔ اب جمہوریوں کی طرح کفر کی سیاست میں ملوث ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے ہیں۔ آج اہل حدیث ایسے ہی پارٹیاں بناتے ہیں جیسے لوگ سیاسی پارٹیاں بناتے ہیں۔ اگر اہل حدیث اہل حدیث ہوتے 'اللہ کی رسی ان کے ہاتھ میں ہوتی' تو وہ ایک دینی جماعت ہوتے' کبھی کوئی پارٹی نہ بناتے۔ اسلام پارٹیاں بنانے کی اجازت کب دیتا ہے۔ اسلام تو لَا تَفَرَّقُوْا کہہ کر پارٹی بازی سے منع کرتا ہے۔

یہ تو جمہوریت ہے جو پارٹیاں بنانا سکھاتی ہے۔ آج اہل حدیث میں اتحاد کرانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے پاکستان کی سیاسی پارٹیوں میں سیاسی پارٹیاں پاکستان کی خیرخواہ بنتی ہیں اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتی ہیں' لیکن آپس میں وہ لڑائیاں لڑتی ہیں کہ پاکستان تباہ ہوا جارہا ہے۔ اگر وہ پاکستان سے مخلص ہوتیں تو ایک ہوتیں اور آپس میں لڑائیاں نہ لڑتیں۔

---

❶ (مشکوۃ' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنۃ' فصل ثالث' رقم 186...
مؤطا کتاب الجامع. باب النهي عن القول في القدر)

یہی حال اہل حدیث کا ہے۔ دعویٰ اہل حدیثی کا کرتے ہیں' نام قرآن وحدیث کا لیتے ہیں' لیکن سیاست جمہوری لڑاتے ہیں۔ اور آپس میں وہ رسہ کشی ہے کہ اہل حدیث تباہ ہوئے جا رہے ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی سیاسی پارٹیوں کی طرح اپنے اقتدار کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ قرآن وحدیث سے بھی مخلص نہیں۔ پہلے اہل حدیث کا ایک "کامن پلیٹ فارم" قرآن وحدیث تھا' اب ان کے کئی سیاسی پلیٹ فارم ہیں۔ کوئی کچھ' کوئی کچھ۔ آج کل کے اہل حدیث سیاسی زیادہ ہیں' دینی کم۔ ان کے جنازے سیاسی' ان کی افطاریاں سیاسی' ان کے خطبے سیاسی اور ان کے جمعے سیاسی۔ ان کے جلسے' جلوس غرض یہ کہ آج جمہوری اہل حدیثوں کا مذہب سیاست میں گم ہو کر رہ گیا ہے اور بھوک ہڑتال کر رہا ہے۔ لہٰذا اب ان میں اتحاد کہاں' جمہوریت آ جانے سے اتحاد کیسے رہ سکتا ہے۔ جمہوریت پارٹی بازی چاہتی ہے اور اتحاد پارٹی بازی کے منافی ہے۔

اہل حدیثو! اتحاد بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر تمھارا بچاؤ نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ﴾[8:الانفال 46] کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ لہٰذا اہلحدیثو! جمہوریت کو چھوڑو اور اتحاد کرو۔ جب تک تم میں جمہوریت کے جراثیم رہیں گے اتحاد کبھی نہیں ہوگا۔

اہل حدیثو! کبھی آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن مجید میں حکم دیا ہے' وہ کس کو دیا ہے۔ سن لو حکم صرف تمھارے لیے ہے کیوں کہ دنیا میں اللہ کی جماعت صرف تم ہی ہو۔ اگر تم نے اس حکم کی پرواہ نہ کی تو تمھاری خیر نہیں۔ اتحاد کا حکم سب مسلمان فرقوں کے لیے نہیں کیوں کہ وہ اہل حق نہیں۔ وہ حق وباطل سے مرکب ہیں اور اتحاد کا حکم صرف اہل حق کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اللہ حق وباطل کو مخلوط نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ غیر اہل حق کو نہ اللہ اتحاد کا حکم دیتا ہے' نہ اتحاد کی ان کو ضرورت ہے۔ غیر اہل حق کے لیے تو بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوتی تھی:

"اللہ! ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر۔" تاکہ وہ اکٹھے ہو کر اہل حق کے لیے فتنہ نہ بن سکیں۔ جو حق سے ہٹ جائے خواہ وہ اہل حدیث ہو یا غیر اہل حدیث' نہ اس کو اتحاد کا حکم ہے' نہ اس سے اتحاد کا حکم ہے' بلکہ حق سے ہٹنے والے کے لیے تو ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ کا دھکا ہے' جو اس سے اتحاد کرنے سے مانع ہے۔ کوئی جتنا حق سے دور جائے گا اتنا اتحاد سے دور ہوتا جائے گا۔ حق سے ہٹنے والوں سے اتحاد ممکن نہیں۔ اتحاد تو حق پر ڈٹنے والوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ حق سے ہٹنے والوں کے لیے تو صرف حق کی دعوت ہے تاکہ اگر وہ حق کو قبول کریں تو ان سے اتحاد ہو سکے۔ اتحاد کا طریقہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اتحادی پہلے حق کو قبول کریں' پھر وہ حق پر جمع ہو جائیں۔ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ میں یہی حکم ہے حق سے ہٹ کر اتحاد کرنا بہت بڑا جرم ہے' کیوں کہ اس سے حق کو نقصان پہنچتا ہے۔ اتحاد حق کی خدمت اور حفاظت کے لیے ہے' نہ کہ حق کو نقصان پہنچانے کے لیے' جس اتحاد سے حق کو نقصان پہنچے اس سے تو اختلاف بہتر ہے بلکہ حق کے دفاع کے لیے تو جہاد کیا جاتا ہے۔ حق سے مراد اللہ کی وہ رسی ہے جو اللہ نے محمد ﷺ پر آسمان سے لٹکائی ہے۔

لہٰذا جس کو اتحاد منظور ہو وہ اپنے تمام سلسلوں کو توڑ کر محمد ﷺ کی تھمائی ہوئی رسی کو مضبوطی سے تھام لے۔ یعنی اتحاد کا پلیٹ فارم صرف قرآن وحدیث ہے۔ جو قرآن وحدیث پر اتحاد نہیں کرتا قرآن وحدیث سے اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ نہیں کرواتا وہ اللہ کے نزدیک منافق ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾[4:النساء:61] (جب تو ان کو قرآن وحدیث کی دعوت دے اور وہ ٹالیں تو تو سمجھ لے کہ یہ کردار منافقوں کا ہے)

اہل حدیثو! آخر تم قرآن وحدیث پر جمع کیوں نہیں ہوتے۔ قرآن وحدیث کو اپنا حاکم کیوں نہیں مانتے' کیا تم اہل حدیث نہیں یا تمھارے پاس قرآن وحدیث نہیں۔ تم کیوں کفر کی سیاست اپناتے ہو۔ کیوں کفر کی عدالتوں میں جا کر اپنا ایمان کھوتے ہو۔

اہل حدیثو! تم قرآن وحدیث کو اپنا حاکم بناؤ' قرآن وحدیث کی عدالتیں بناؤ۔ ان

میں اپنے مقدمات کے فیصلے کرواؤ تا کہ تم کم از کم مسلمان تو رہ جاؤ۔

اگر علامہ احسان الٰہی مرحوم کو میاں فضل حق یا مولوی معین الدین سے کوئی اختلاف تھا تو ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کے تحت قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا' لیکن اس کی توفیق کسی کو بھی نہ ہوئی۔ سب پارٹی بازی پر ڈٹے رہے' جس کے نتیجے میں جماعت برباد ہو گئی اور یوتھ فورس وجود میں آئی جو اب کسی کے قابو میں نہیں۔ اب وہ غیروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور خطرہ ہے کہ وہ کوئی مستقل فرقہ نہ بن جائے اور پوری جماعت کو ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ [6:الانعام:65] کے تحت اللہ کے مستقل عذاب میں نہ دھکیل دے جس کا وبال بانی ومبانیوں کے سر رہے۔

اہل حدیثو! اگر اتحاد چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ چہرے مہرے بدل دو' معین کی جگہ عبداللہ کو لے آؤ اور میاں کی جگہ میر کو یا میاں اور میر میں صلح کروا کے ان کو میاں میر بنا دو۔ جیسا کہ بعض بے خبر سمجھتے ہیں کہ صلح کرانے سے اتحاد ہو جائے گا۔

یاد رکھو! صلح کرانے سے کبھی اتحاد نہیں ہو گا۔ صلح سے پھر وہی جمہوریت آئے گی جس کی سزا پہلے ہی جماعت بھگت رہی ہے۔ اتحاد جمہوریوں کو اہل حدیث بنا کر ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے کہ جمہوری دنیا کی سیاست کو ترک کر کے قرآن وحدیث کو اپنا حاکم بنا لیں اور قرآن وحدیث کا نظام قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ میں اتحاد کا یہی طریق بتایا ہے کہ اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اپنی جمعیتوں کو' شبان کو اور یوتھ کو ختم کر دو۔ یہ سب جمہوریت کے جمورے ہیں۔ اپنی سیاست کو اسلامی بناؤ۔ اپنا ایک شرعی امیر بنا کر جماعتی زندگی گزارو اور قرآن وحدیث کو حتی المقدور نافذ کر کے اقامت دین کا فریضہ ادا کرو۔ جب تک اہل حدیث اپنا شرعی نظام نہیں لاتے' وہ اہل حدیث نہیں بن سکتے۔ جب تک وہ اہل حدیث نہیں بنتے ان میں اتحاد کہاں؟ اہل حدیثو! اب بھی وقت ہے' سنبھل جاؤ۔ قرآن وحدیث کی طرف رخ کرو۔ پیٹھ نہ کرو۔ قرآن وحدیث پر متحد ہو کر ان کو اپنا حاکم بنالو۔

اے جمہوریت کے پرستارو! دیر نہ لگاؤ' جلدی جمہوریت سے تائب ہو جاؤ' تم سے

اہل حدیث کو نقصان پہنچا ہے۔ اگر تم نہ پلٹے تو پوری جماعت کا بوجھ تم پر ہوگا۔ ابھی وقت ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ نے تمھیں بہت مہلت دی ہے۔ پتا نہیں کب یہ مہلت ختم ہو جائے اور دروازہ بند ہو جائے۔ پھر پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا۔ اس وقت چاروں طرف سے یہی آوازیں آئیں گی۔ ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى ﴾[44: الدخان: 13] ﴿وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴾[34: السبا: 52] اب وقت گزر گیا اب وقت نہیں۔ ﴿ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ ﴾

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

قائدین اہل حدیث
ذرا سوچیے!

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

قائدین اہل حدیث

ذرا سوچیے!

اے اکابرین اہل حدیث! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اللہ نے آپ کو جماعت میں ایک بلند مقام عطا کیا ہے۔ آپ جماعت کے لیڈروں میں شمار ہوتے ہیں۔ کیا آپ اپنے اسی بلند مقام سے جماعت کو نہیں دیکھتے کہ جمہوری سیاست کے تحت اب جماعت کا کیا حال ہو گیا ہے۔ جماعت کئی سیاسی دھڑوں میں بٹ گئی ہے اور سخت بدنظمی اور انتشار کا شکار ہے۔ جماعت میں بے دینی بھی بہت آگئی ہے۔ تصویریں کھنچانا' مسجدوں میں فلمیں تیار کرنا اور فلمیں دکھانا اب کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی۔ شرکیہ نعرے لگانا اور شیعہ سنی بھائی بھائی کے نعرے لگانا' اپنوں سے دشمنی کرنا اور غیروں سے میل جول کرنا اب معمول بن گیا ہے۔ جمہوری نظام کی تمام برائیاں جلسے جلوس اور ہر طرح کا احتجاج حتیٰ کہ بھوک ہڑتال اور دھرنا مارنا اب اہل حدیثوں کے نزدیک سب جائز ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ اب اہل حدیث میں علامہ مرحوم کی نسبت سے ایک ایسا فرقہ بھی بن گیا ہے جس کا مذہب علامہ مرحوم کے سیاسی مشن کو لے کر چلنا ہے۔ اس فرقہ میں علامہ مرحوم کی وہ شخصیت پرستی شروع کر دی گئی ہے کہ شیعہ ماتمیوں اور بریلیوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ علامہ مرحوم کی قد آور تصویریں رکھنا اور بیچنا' اپنے گھروں اور دفتروں میں لٹکانا اب ان کی اہل حدیثی کا امتیاز بن گیا ہے۔ جماعت میں مختلف سیاسی جماعتیں بن جانے کی وجہ سے اب اہل حدیث میں ایسی کشیدگی پیدا ہو گئی ہے کہ کسی عالم کی عزت محفوظ نہیں۔ اپنے خلاف کوئی کسی کی حق بات سننے کے لیے تیار نہیں۔ شرفاء کی پگڑیاں اچھالنا اب اہل حدیث نوجوانوں کا معمول بن گیا ہے۔ غرض یہ کہ دینی اور دنیوی اعتبار سے جماعت ایسی گری ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔

اے اکابرین اہل حدیث! کیا آپ جماعت کی موجودہ حالت سے مطمئن ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ کیوں کہ آپ ماشاء اللہ اہل حدیث ہیں اور ضرور اہل حدیث والا دل بھی رکھتے ہوں گے اور کوئی اہل حدیث ایسا نہیں جو دل رکھتا ہو اور جماعت کی زبوں حالی کو دیکھ کر

اشک بار نہ ہوتا ہو۔ تو آپ کیوں نہیں سوچتے کہ جماعت کی یہ حالت کیوں ہے اور کون اس کا ذمہ دار ہے اور اب اس کا کیا علاج ہے ؟

اے اکابرین اہل حدیث! یہ حقیقت ہے کہ جماعت کو بنانا اور بگاڑنا جماعت کے بڑوں کا ہی کام ہے۔ عوام ہمیشہ اپنے لیڈروں کے پیچھے ہی چلتے ہیں' اس لیے جماعت کے بگاڑ کی ساری ذمے داری جماعت کے لیڈروں کے سر ہی آتی ہے۔ جب دوزخ میں دوزخیوں کو سزا ملے گی تو چھوٹے اپنے اکابرین کو ہی موردالزام ٹھہرائیں گے اور کہیں گے ﴿ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴾[40:المومن:47] ﴿وَ قَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَاْ ﴾[33:الاحزاب:67] ہم تو تمھارے پیچھے ہی چلتے تھے' تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ اصل میں اکابرین ہی قوم کے معمار ہوتے ہیں' قوم ان کے ہاتھوں میں ہی کھیلتی ہے' اگر بڑے مخلص اور فعال ہوں تو وہ قوم کو بہت اونچا اڑاتے ہیں اور اگر وہ سیاسی شاطر ہوں اور مخلص نہ ہوں تو قوم کو قعر مذلت میں گرا دیتے ہیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ صحیح قیادت نہ ہونے کی وجہ سے ہی اہل حدیث جماعت کی یہ حالت ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جمہوری سیاست بھی جماعت کے بگاڑ کا ایک بہت بڑا سبب ہے' لیکن اصل ذمہ داری جماعت کے اکابرین ہی کی ہے۔ کیوں کہ جماعت میں جمہوریت لانے والے بھی یہ اکابرین ہی ہیں۔ پھر اس جمہوریت نے اہل حدیث کو دینی جماعت سے ایک سیاسی جماعت بنا دیا۔ پھر سیاسی جماعتوں والی تمام برائیاں اس میں آگئیں۔ اس جمہوریت کی وجہ سے ہی جماعت میں پارٹی بازی آئی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جمہوری سیاست ہو اور پارٹیاں نہ بنیں۔ مسلم لیگ کا جو حشر اس جمہوریت نے کیا اور اب جو حشر پیپلز پارٹی کا ہو رہا ہے' اس سے بھی اکابرین اہل حدیث کی آنکھیں نہ کھلیں۔ وہ جمہوری بن کر موم بتی کا نشان لے کر ہی رہے۔ (یاد رہے کہ موم بتی کا نشان مرکزی جمعیت اہل حدیث نے الیکشن کے لیے تجویز کیا تھا) ان کو اپنا سراج منیر اور اسکی تعلیم تو یاد نہ رہی' وہ جمہوریت کی بتی پر فدا ہو گئے۔

اے اکابرین اہل حدیث! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جمہوری سیاست اہل حدیث کے لیے کبھی سازگار نہیں ہو سکتی' کیوں کہ جمہوریت سیکولرازم کا دوسرا نام ہے اور سیکولرازم

لادینیت کو کہتے ہیں اور لادینیت دین کی ضد ہے۔ جو نظام' دین کی ضد ہو وہ ایک دینی جماعت کے لیے کیسے سازگار ہو سکتا ہے؟ لادینی کا نظام تو ایک دینی جماعت کو بے دین ہی بنائے گا۔ چنانچہ جمہوریت کی وجہ سے اہل حدیث میں بے دینی آگئی۔ اس کے علاوہ دین کہتا ہے ﴿ وَلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ پارٹیاں نہ بناؤ۔ جمہوریت کہتی ہے تفرقوا کو تشیعا زیادہ سے زیادہ سیاسی پارٹیاں بناؤ۔ جمہوری نظام کی یہ دو برائیاں' ایک لادینیت' دوسری پارٹی بازی ایک دینی جماعت کے لیے سخت خطرناک ہیں۔ اسی لیے جمہوریت اسلام کا سیاسی نظام نہیں ہو سکتی۔ اسلام کا سیاسی نظام خلافت و امارت ہی ہو سکتا ہے۔ جس میں صرف ایک جماعت اور ایک امیر ہوتا ہے اور اقامت دین ان کا کام ہوتا ہے۔ اس جمہوریت نے اپنی اس دو عملی سے دنیا کے تمام مسلمانوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ جمہوریت کی وجہ سے نہ مسلمانوں میں دین رہا' نہ اتحاد۔ سب سے بڑا افسوس تو یہ ہے کہ اہل حدیث نے سلفی کہلاتے ہوئے اپنے اسلاف کو نہ دیکھا کہ ان کا نظام سیاست کیا تھا اور ہر مسئلہ میں تو اہل حدیث صحابہؓ کو دیکھتے ہیں' لیکن سیاست کے مسئلہ میں انھوں نے صحابہ کو نہ دیکھا۔ اس مسئلے میں انھوں نے یا تو انگریز کو دیکھا یا پھر بھٹو اور بے نظیر کو' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنی سلفی راہ سے ہٹ گئے اور بالآخر بھٹک گئے اور اب ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔

اے اکابرین اہل حدیث! دیانت داری سے سوچیے! کیا ہمارے اسلاف کا سیاسی نظام خلافت و امارت نہ تھا؟ کیا حضرت ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین نہ تھے یا حضرت عمر فاروق امیر المؤمنین نہ تھے؟ جب آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۃ المسلمین تھے اور حضرت عمرؓ اور ان کے مابعد کے تمام خلفاء امیر المؤمنین تو اب آپ کو نظام امارت و خلافت قبول کیوں نہیں؟ کیا آپ کو اپنے اسلاف کا نظام پسند نہیں؟ اگر پسند نہیں تو اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ پھر اپنے آپ کو اہل حدیث اور سلفی نہ کہیں اور اگر پسند ہے تو پھر جمہوریت سے توبہ کریں اور امارت و خلافت کے نظام کو قبول کریں۔ کیا یہ کوئی شک کی بات ہے کہ اسلام کا نظام سیاست خلافت و امارت ہے' جمہوریت نہیں؟ کیا پوری اسلامی تاریخ میں حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ یا کسی اور خلیفہ کو کبھی کسی نے جمہوری صدر کہا یا ان کی

سلطنتوں کو کبھی کسی نے اسلامی جمہوریہ کا نام دیا۔ جب کوئی ایسی چیز نہیں تو پھر اے اکابرین اہل حدیث آپ خلافت و امارت کے منصوص اور مشہود اسلامی نظام سیاست کو چھوڑ کر جمہوریت کی طرف کیوں چلے گئے؟ کیا خلاف و امارت کا نظام کوئی اختلافی نظام ہے جو آپ نے اس کو چھوڑ دیا؟ کیا خلافت و امارت کا نظام مسلمانوں کا اجماعی نظام نہیں؟ کیا اس پر تمام صحابہ اور خیر القرون کا اجماع نہیں؟ کیا ایسا اجماع کبھی کسی اور مسئلے پر بھی ہوا ہے؟ جب خلافت و امارت پر تمام صحابہ بلکہ تمام خیر القرون کا اجماع ہے اور پوری اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں کا نظام سیاست و حکومت خلافت و امارت ہی رہا ہے۔ جمہوریت کبھی مسلمانوں کا نظام سیاست و حکومت نہیں رہی' تو اب آپ اپنے اسلاف کی راہ سے منحرف کیوں ہو گئے؟ کیا صحابہؓ کی اجماعی راہ سے انحراف اسلام سے انحراف نہیں۔ کیا آپ کو ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ [4:النساء:15] کی وعید سے ڈر نہیں لگتا۔ اس کے بعد کیا آپ کو سلفی اور اہل حدیث کہلانے کا حق ہے؟ جب آمین' رفع الیدین نہ کرنے والا اہل حدیث نہیں تو خلافت و امارت کا منکر اہل حدیث کیسے ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ جیسا خلافت و امارت کا مسئلہ اجماعی ہے' ویسے آمین و رفع الیدین کے مسائل اجماعی نہیں۔ اس کے علاوہ اہل حدیث کی کوئی تعریف بھی کر لی جائے' وہ نظام خلافت و امارت کے مخالف پر کبھی صادق نہیں آسکتی۔ کیوں کہ اہل حدیث کی جو تعریف بھی کی جائے' قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ بطور جنس و فصل یعنی جزو ماہیت کے ضرور اس کا جزو ہوں گے اور نظام خلافت و امارت قرآن و حدیث اور اجماع صحابہؓ دونوں سے ثابت ہے' اس لیے خلافت و امارت کا منکر اہل حدیث کی کسی تعریف کے تحت بھی اہل حدیث نہیں ہو سکتا۔

اہل حدیث اکابرین نے جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کا جبہ پہنا کر اپنی جماعت کا سیاسی نظام تو بنا لیا' لیکن یہ نہ سوچا کہ جمہوریت کا کیا مزاج ہے اور اہل حدیث کا کیا؟ جمہوریت مسلمانوں کے کسی ملک میں بھی کامیاب نہیں' اس لیے کہ اسلام اور کفر کے مزاجوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلمانوں کا ہر نظام اسلامی ہو تو کام چل سکتا ہے ورنہ نہ

وہ نظام صحیح رہے گا' نہ مسلمان صحیح رہیں گے۔ جمہوریت کے آجانے کے بعد مسلمانوں میں پارٹی بازی اور بے دینی کا آنا یقینی امر تھا۔ چنانچہ جمہوری سیاست کے آجانے کے بعد اہل حدیث جماعت پارٹی بازی اور بے دینی کا شکار ہو گئی۔ دینی جماعت کی زندگی اور ترقی اس کے دینی نظاموں میں ہی مضمر ہے۔ کفر کے نظام سے اہل حدیث جیسی ایک دینی جماعت کبھی نہیں چل سکتی۔ بلکہ کفر کے نظام کے تحت نہ جماعت کی قیادت صحیح ہو سکتی ہے' نہ جماعت کی اصلاح۔ یہی وجہ ہے کہ اکابرین جماعت' جماعت کی قیادت میں بری طرح ناکام رہے۔ باوجود مسلسل کوششوں کے اکابرین سے جماعت کی شیرازہ بندی نہ ہو سکی۔ بلکہ شیرازہ بکھرتا ہی گیا۔ مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی۔ نہ جماعت میں تدین رہا' نہ پارٹی بازی کی وجہ سے دنیوی وقار۔ اختلافات اتنے شدید ہو گئے کہ گروہی سیاست کو دین کی خدمت سمجھا گیا۔ جماعت کی دینی حیثیت تقریباً ختم ہو گئی۔ پہلے اہلحدیث ذہنی طور پر ایک دینی جماعت تھے' جب سے جمہوریت کا عمل دخل ہوا متعدد جماعتیں وجود میں آگئیں۔ ذہنی ہم آہنگی بھی ختم ہو گئی اور سیاسی افتراق بھی پیدا ہو گیا اور یہ سب کچھ جمہوریت کی بدولت ہوا۔ جمہوریت میں جتنی جماعتیں زیادہ بنتی ہیں' جمہوریت اتنی آباد ہوتی ہے۔ مرکزی جمعیت شبان اہلحدیث کو پیدا کر کے خوش ہوئی اور غیر مرکزی یوتھ فورس کو وجود میں لا کر نونہال ہوئی اور اب یہ جماعتیں ایک دوسرے کے لیے وبال بنی ہوئی ہیں اور تقسیم در تقسیم ہوتی جا رہی ہیں۔ افسوس ناک صورت یہ ہے کہ نئی جمعیت جس میں غبارے کی طرح ہوا بھری ہوئی تھی پھٹ گئی ہے اور اب پیپلز پارٹی والا اس کا حال ہو رہا ہے جو بگولے کی طرح اٹھی اور غبارے کی طرح پھٹی۔ پتا نہیں اب اس کا انجام کیا ہو گا اور یہ سلسلہ کہاں جا کر رکے گا۔ اللہ ہمیں برے انجام سے بچائے۔

اگر اکابرین کا ذہن اسلامی ہوتا' جمہوری نہ ہوتا تو کوئی ذیلی یا ظلی جماعت کبھی معرض وجود میں نہ آتی اور یہ ایام بد دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔ اسلام دوسری جماعت کو کبھی برداشت نہیں کرتا بلکہ ﴿وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ کہہ کر دوسری جماعت بنانے پر سخت قدغن لگاتا ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں جو اسلام کے نفاذ کا مثالی دور تھا' کوئی موافق یا مخالف ظلی' یا

بروزی، تحتی یا فوقی، ذیلی یا غیر ذیلی کوئی جماعت نہ تھی۔ کیا شبان، کیا کھول وشیوخ۔۔۔ سب ایک خلافت کے تابع تھے۔ جب ایک دفعہ ایک امیر کے تحت شرعی امارت بن جائے تو پھر کوئی دوسری جماعت بنانا، بالکل جائز نہیں۔ بعض اہل حدیث یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ ہم ایک تیسری جماعت بنا رہے ہیں۔ حالانکہ ہم بالکل کوئی جماعت نہیں بنا رہے، ہم تو بلکہ پہلی سیاسی جماعتوں کو ختم کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش تو یہ ہے کہ ہم نظام امارت کو متعارف کروائیں۔ تاکہ ہر اہل حدیث کو دینی طور پر یہ احساس ہو جائے کہ اسلام کا شرعی نظام خلافت وامارت ہے، جمہوریت نہیں۔ جب صحابہؓ کا نظام خلافت وامارت تھا تو ہم اہل حدیث جمہوری کیوں بنیں؟ ہم پارٹی پر پارٹی کیوں بنائیں۔ ہم سب سیاسی جماعتوں کو ختم کر کے ایک امیر کے تحت، ایک جماعت کیوں نہ بنائیں۔ تاکہ وہ امیر حتی المقدور جماعت میں اسلام کو نافذ کرے اور یہی نظام خلافت وامارت کا مقصد ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے اکابرین نظام امارت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ کیوں اپنی سیاسی جماعتوں کو ختم کر کے ایک امیر کے تحت، ایک جماعت نہیں بناتے۔ اگر وہ اب نظام امارت و خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا جب امام مہدی خلیفہ بنیں گے تو پھر وہ اس نظام خلافت وامارت کو تسلیم کر لیں گے یا اس وقت بھی وہ باغی ہی رہیں گے؟ اگر اس وقت ان کو امام مہدی کو خلیفہ تسلیم کرنا ہے، تو پھر وہ ابھی سے یہ تسلیم کیوں نہیں کر لیتے کہ اہل حدیث کا سیاسی نظام خلافت وامارت ہے، جمہوریت نہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ سیدھی طرح سے اہل حدیث بن کر نظام امارت کو تسلیم کریں اور اپنی جمہوری سیاسی جماعتوں کو ختم کریں، تاکہ ایک جماعت اور ایک امیر کی بنیاد ڈالی جا سکے۔

بعض سطحی سوچ والے اہل حدیث نظام امارت کا نام سن کر حیران ہوتے ہیں کہ اس دور میں نظام امارت کی باتیں! اب حالات بدل چکے ہیں۔ اب تو جمہوریت کا دور ہے۔ اب نظام امارت نہیں چل سکتا؟ اب ہمیں کہاں جہاد کرنا ہے؟ جو یہ نظام لائیں۔ یہ اس قسم کے اور بہت سے خیالات ہیں جو ہمارے کمزور ایمان والے جمہوری اہل حدیثوں کے ذہنوں میں آتے ہیں اور یہ حقیقت میں شیطانی وسوسے ہیں۔ ایسے ہی شیطانی وسوسے بے دین مسلمانوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں آتے ہیں اور وہ بالآخر یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب نظام

اسلام چل ہی نہیں سکتا جیسا کہ ہمارے کچھ اہل حدیث یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب نظام امارت چل نہیں سکتا۔ اصل میں جمہوریت نے ذہنوں کو ایسا مفلوج کر دیا ہے کہ اسلام کے بارے میں اب ان میں صحیح سوچ اور فکر پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ جمہوریت نے ہمتیں ایسی پست کر دی ہیں کہ اب اسلام کی طرف سے ان کے دل و دماغ میں ناامیدی ہی ناامیدی ہے۔ اب اسلام کو دوبارہ لانا ان کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ حال آنکہ جب کفر کا دور دورہ ہوتا ہے تو اسلام اسی وقت حرکت میں آتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کفر کے دور دورہ ہی میں اسلام کا علم بلند کرتے ہیں اور کفر کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اصل میں عزم اور ہمت کی ضرورت ہے۔ انبیا کبھی نہیں کہتے کہ اب کفر کا دور ہے' اب اسلام نہیں آسکتا۔ انبیا عزم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴾[21:الانبیاء:18]جب اہل حدیث محمد ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ کفر کے دور سے مرعوب نہ ہوں بلکہ اس کو ختم کرکے اسلام کے دور کو لانے کی کوشش کریں۔ اہل حدیث اگر اہل حدیث ہو' جمہوری نہ ہو تو ابن الوقت نہیں ہوتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ اب جمہوریت کا دور ہے۔ اب نظام امارت نہیں آسکتا۔ وہ اللہ کی تائید کے ساتھ حالات کو بدلتا ہے۔ حالات سے مرعوب نہیں ہوتا۔ ماحول سے متاثر نہیں ہوتا' بلکہ ماحول کو بدلنا اہل حدیث کا کام ہے۔ اہل حدیث انبیا کا جانشین ہوتا ہے' اس لیے انقلابی ہوتا ہے۔ وہ انبیا کے اسوہ کو اپنا کر انقلاب لاتا ہے۔

ہمارے بعض اکابرین جو جمہوری ہیں اور نفاذ اسلام کا نام لیتے ہیں اور شریعت بل کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس طرح جمہوری طریقوں سے اسلام کا نفاذ کر لیں گے' اسی لیے وہ نظام امارت کے بھی مخالف ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ نظام امارت ہی تو اسلام کو لانے کا واحد طریقہ ہے۔ نظام امارت کے بغیر نہ اسلام آیا ہے' نہ کبھی آ سکتا ہے۔ کیا تاریخ میں کوئی ایسی مثال ہے؟ نظام امارت کے بغیر کبھی اسلام آیا ہو یا جمہوریت کبھی اسلام لائی ہو؟ اسلام جب بھی آتا ہے' نظام امارت ہی لایا ہے۔ کیوں کہ نظام امارت اسلام کا سیاسی نظام ہے۔ اس لیے جب یہ آتے ہیں' اکٹھے آتے ہیں۔ جب جاتے ہیں اکٹھے

جاتے ہیں۔ ان کو کبھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جمہوریت دین کی ضد ہے' اس لیے یہ کبھی اسلام نہیں لا سکتی۔ جماعت اسلامی جمہوریت سے اسلام لاتے لاتے بوڑھی ہو گئی۔ اس سے نہ اسلام آیا نہ آئندہ امید ہے۔ مولانا مودودی جمہوریت سے ناامید ہو کر ہی دنیا سے گئے۔ انھوں نے اقرار کیا کہ جمہوریت کے راستے سے کبھی اسلام نہیں آ سکتا۔ جو نفاذ اسلام میں مخلص ہو اور اسے کچھ علم وادراک بھی ہو وہ ضرور تسلیم کرے گا کہ اگر اسلام لانا ہے تو اپنے نظام سیاست کو بدلو۔ جب تک نظام سیاست کفر کا رہے گا یعنی جمہوریت رہے گی' اسلام کبھی نہیں آسکتا۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا کنٹرولر نظام سیاست ہے۔ اگر نظام سیاست اسلام ہو جائے تو تمام شعبے اسلامی ہو سکتے ہیں اور اسلام کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ اور اگر نظام سیاست اسلامی نہ ہو تو کوئی شعبہ بھی اسلامی نہیں ہو سکتا' نہ اسلام کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے نظام خلافت وامارت کو لانا ضروری ہے۔ کیوں کہ یہی اسلام کا نظام سیاست ہے۔ اس لیے اس کا مخالف اسلام کا مخالف ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر اسلام آ نہیں سکتا۔ اسلام لانے کے لیے پہلے نظام خلافت وامارت کو لانا چاہیے۔ اور اس کی ابتدا ہمیں اپنی جماعت سے کرنی چاہیے۔ یہ ہمارے لیے نسبتاً آسان بھی ہے اور شرعاً ہم اس کے مکلّف بھی ہیں کہ پہلے اپنی جماعت کو ٹھیک کریں۔ اس میں نظام امارت کو قائم کر کے اسلام کا نفاذ کریں تاکہ ملک والوں کے لیے ایک مثال قائم ہو اور وہ دیکھ سکیں کہ اسلام کا نفاذ ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اہل حدیث کی نماز
غیر اہل حدیث
کے پیچھے

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

ا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ 'بڑے عرصے کے بعد تشریف لائے' کہیے! آج کیسے آنا ہوا؟

ا۔ ایک مسئلہ پوچھنا تھا۔

ب۔ وہ کیا؟

ا۔ ایک اہل حدیث کی نماز کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے ہو جاتی ہے؟

ب۔ اہل حدیث کی نماز کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے کیسے ہو سکتی ہے؟ اہل حدیث حق' غیر اہل حدیث باطل۔ باطل حق کا امام کیسے ہو سکتا ہے اور پھر حق باطل کو اپنا امام کیسے بنا سکتا ہے؟ کسی کو امام بنانا تو گویا اس کے تابع ہونا ہے۔ اگر حق باطل کے تابع ہو جائے' تو دین کا سارا سلسلہ ہی خراب ہو جائے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآئَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾ [23:المومنون:71] اگر حق باطل کے تابع ہو جائے تو دین کا معاملہ تو ایک طرف رہا کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اگر اہل حدیث غیر اہل حدیثوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگ جائیں تو حق کہاں رہا؟ حق کی فوقیت تو ختم ہو گئی' حق ہے ہی اپنی فوقیت کے ساتھ۔ اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَ لَا یُعْلٰی جو فوقیت نہ رہی تو حق نہ رہا۔ حق کی بقا حق کی فوقیت میں ہے اور حق کی فوقیت امام اور مقتدا بننے میں ہے' نہ کہ مقتدی بننے میں۔ جب حق باطل کا مقتدی بن گیا تو معاملہ بالکل الٹ گیا۔ اب اہلحدیث یا تو اپنے آپ کو حق نہ کہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو حق کہتے ہیں اور حق سمجھتے ہیں تو باطل کو اپنا امام نہ بنائیں۔ وہ حق ہی کیا ہوا جو باطل کو اپنا امام مان لے اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگ جائے۔ حق کی شان یہ نہیں کہ وہ مقتدی بنے' حق کی شان یہ ہے کہ وہ امام ہو۔ حق امام ہے اس کو امام ہی رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسی لیے کوئی امام نہیں بن سکتا تھا حتی کہ آپ کے جنازہ میں بھی کوئی آپ کا امام نہیں بنا۔ اسی اصول پر تو عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ اگرچہ وہ علم و تقویٰ میں مردوں سے بھی زیادہ ہو۔ عورت درجے میں مرد سے کم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے

عورت کو مرد کے تابع رکھا ہے۔ وہ مرد کی امام نہیں بن سکتی۔ اگر عورت مردوں کی امام بنے تو اس میں مرد کی توہین ہے۔ جب عورت مرد کی امام نہیں بن سکتی کیوں کہ اس میں مرد کی توہین ہے تو باطل حق کا امام کیسے بن سکتا ہے؟ کیا باطل کے امام بننے میں حق کی توہین نہیں۔ حق باطل کو مٹانے آیا ہے۔ ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [17:الاسراء:81] نہ کہ اس کو اپنا امام بنا کر اس کو عزت بخشے۔ اہل حدیث اگر کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھے تو اس میں اہل حدیث کی بڑی توہین ہے۔ غیر اہل حدیث اگر اہل حدیث کا امام بن جائے تو اس سے غیر اہل حدیث کی اہل حدیث کے برابری بلکہ برتری لازم آتی ہے اور باطل کی حق سے برتری بلکہ برابری شرعاً کبھی جائز نہیں ہو سکتی۔ وہ فعل کیسے جائز ہو سکتا ہے جس میں حق کی توہین ہو۔ اس لیے اہل حدیث کی نماز کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے کبھی جائز نہیں ہو سکتی۔ حق کی عزت بلکہ عافیت باطل سے دور رہنے میں ہے۔ باطل سے میل جول کرنے میں حق کی خیر نہیں۔ باطل سے میل ملاپ کرنے سے حق گر جاتا ہے اور باطل چڑھ جاتا ہے۔ ملاوٹ میں ہمیشہ اعلیٰ کی قیمت گرتی ہے اور ادنیٰ کی چڑھتی ہے۔ خوشبو اور بدبو کو اکٹھا کر دیا جائے تو بدبو ہی غالب آتی ہے۔ باطل سے اختلاط کرنے سے باطل کی نفرت کم ہو جاتی ہے جس سے باطل اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور ملمع سازی کی وجہ سے عوام کی گمراہی کا سبب بنتا ہے، جو بڑا نقصان ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اہل بدعت سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: وَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ۔۔۔ ❶ یعنی ان سے بالکل میل جول نہ کرو۔ قرآن مجید میں ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [6:الانعام:68] یعنی اہل باطل کے پاس بھی نہ بیٹھو۔ اگر بھول جاؤ تو یاد آنے کے بعد فوراً اٹھ جاؤ۔ یہ میل جول کا ہی نتیجہ ہے جو گمراہی آج کل زوروں پر

---

❶ (ابو داؤد: کتاب السنۃ، باب فی القدر، ص 1569 رقم: 4710... مسند احمد: 30/1 رقم 206.. مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر رقم: 108)

ہے۔ اہل حدیث دیوبندی بنتے جا رہے ہیں اور دیوبندی بریلوی بنتے جا رہے ہیں اور بریلوی شیعہ' باطل کو امام بنانے میں حق کی تذلیل اور باطل کی تکریم ہے۔ اس لیے اہل حدیث کو چوں کہ وہ حق ہے کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو باطل سے دور رہنے کا حکم دیں اور اہل حدیث باطل کو اپنا امام بنانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

ا۔ کیا غیر اہل حدیث سب ہی باطل ہیں ؟

ب۔ جب اہل حدیث ہی حق ہے' تو کوئی غیر اہل حدیث حق نہیں ہو سکتا۔ غیر تو غیر ہی ہوتا ہے وہ غیر ہی کیا ہوا جو مغائر نہ ہو ؟ اور حق کا مغائر باطل ہے۔ جیسے حق اور غیر حق دونوں حق نہیں ہو سکتے اسی طرح اہل حدیث اور غیر اہل حدیث دونوں حق نہیں ہو سکتے۔ حق ایک ہی ہو گا۔ اہل حدیث یا غیر اہل حدیث۔ جب اہل حدیث ہی حق ہے تو غیر اہل حدیث ضرور غیر حق ہو گا اور جو غیر حق ہو گا وہ ضرور باطل ہو گا۔ اس لیے غیر اہل حدیث سب باطل ہیں۔

ا۔ اس کا کیا ثبوت کہ اہل حدیث ہی حق ہے اور کوئی حق نہیں ؟

ب۔ کسی فرقے کے حق ہونے کی تین شرطیں لازمی ہیں:

1--وہ فرقہ حضور ﷺ کے زمانے سے ہو' بلکہ آپؐ نے خود اس کی جڑ بنیاد رکھی ہو۔ اگر کوئی فرقہ حضور ﷺ کے بعد پیدا ہو تو وہ نو مولود ہے جس کو بدعتی کہا جا سکتا ہے اور بدعتی فرقہ کبھی حق نہیں ہو سکتا۔

2--وہ فرقہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں موجود ہو' کوئی زمانہ اس سے خالی نہ ہو۔ مختلف احادیث میں مختلف الفاظ آتے ہیں:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ' مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَ لَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ أَوْ كَمَا قَالَ. ❶

❶ (مسند احمد 436/3 رقم 15170.. سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ 478/1 رقم 270)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا۔ باطل فرقے' خواہ اس سے برسرِ پیکار ہی رہیں' وہ قیامت تک نہیں مٹے گا۔ اللہ اس کا ناصر و مددگار رہے گا۔ جو فرقہ کسی زمانے میں ہو اور کسی میں نہ ہو' وہ کبھی حق نہیں ہو سکتا۔

ا۔ ہر زمانہ میں ہونا کیوں ضروری ہے؟

ب۔ تاکہ ہر زمانہ میں دنیا کو ہدایت ملتی رہے اور نئے نبی کی ضرورت نہ پڑے۔ جب اللہ نے یہ اعلان کر دیا کہ محمد ﷺ آخری نبیؐ ہیں' ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اہل حق کا ہر زمانہ میں موجود رہنا ضروری ہے' کیوں کہ وہ نبی ﷺ کے خلفا اور قائم مقام ہیں۔

3۔۔وہ فرقہ ((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي)) کے طریقہ پر ہو' وہ سیدھا سادہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا ہو اس کا انداز اس کے عقائد و مسائل وہی ہوں جو صحابہؓ کے تھے اس میں کوئی نیا مذہبی رنگ نہ آیا ہو۔ بدعات کو جذب کرنے کی اس میں بالکل صلاحیت نہ ہو' ان تینوں معیاروں پر صرف اہل حدیث ہی پورے اترتے ہیں اور کوئی فرقہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اہل حدیث کے سوا جتنے بھی فرقے ہیں سب نومولود ہیں' ان میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھا' خاص طور پر مقلدین حنفی ہوں یا شافعی' دیوبند ہوں یا بریلوی سب رسول اللہ ﷺ کے بعد کی پیداوار ہیں۔ جب مقلدین کے ائمہ حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوئے تھے تو مقلدین کہاں سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ اس لیے صحابہ میں کوئی حنفی شافعی' دیوبندی' بریلوی' چشتی' سہروردی نہ تھا' برعکس اس کے اہل حدیث اس وقت سے ہیں جب سے قرآن و حدیث ہیں۔ حدیث اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو کہتے ہیں' لہٰذا پہلے اہل حدیث صحابہؓ تھے۔ جو اللہ اور رسولؐ کی بات قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے۔ آج بھی جو اہل حدیث ہیں وہ صحابہؓ کی طرح قرآن و حدیث پر ہی عمل کرتے ہیں۔ کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اہل حدیث آج بھی ((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي)) کے صحیح طریق پر ہیں۔ اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک چلی آ رہی

ہے' وہ ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھی اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے زمانے میں بھی ہوگی۔

بلکہ عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی' قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے اہل حدیث ہوں گے۔ وہ مقلدوں کی طرح حنفی' شافعی' دیوبندی' بریلوی نہ ہوں گے۔ وہ خود ساختہ امتی اماموں کے مقلد نہ ہوں گے بلکہ قرآن وحدیث پر چلنے والے ہوں گے۔ آپ خود ہی سوچیں کیا عیسیٰ علیہ السلام حنفی' شافعی بریلوی' دیوبندی ہو سکتے ہیں؟ کیا ایک نبی کسی امتی کا مقلد ہو سکتا ہے؟

ا۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ نبی کسی امتی کا مقلد نہیں ہو سکتا۔

ب۔ جب نبی کسی امتی کا مقلد نہیں ہو سکتا' تو عیسیٰ علیہ السلام حنفی یقیناً نہیں ہوں گے' کیوں کہ حنفی بننے میں عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی توہین ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام حنفی نہیں ہوں گے' بلکہ حنفیت ان کے لیے ذلت وتوہین کا موجب ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مسلمان بھی حنفی نہ ہوں گے۔ ان کا مذہب بھی وہی ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب قرآن وحدیث ہوگا۔ وہ حضور ﷺ کے متبع ہوں گے اور یہی مذہب اہل حدیث کا ہے اور یہی اصل اسلام ہے اور یہ نبی ہو یا امتی سب کے لیے قابل عزت اور قابل قبول ہے۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام بھی اہل حدیث ہوں گے اور تمام مسلمان بھی۔ اس زمانہ کا کوئی مسلمان حنفی شافعی' دیوبندی' بریلوی نہ ہوگا' بلکہ سب اہل حدیث ہوں گے۔ ثابت ہوا کہ اہل حدیث ہی حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے اور اہل حدیث ہی آخری زمانہ میں ہوں گے۔

اہل حدیث جماعت ہی وہ جماعت ہے جس میں بدعات کی کوئی گنجائش نہیں باقی تمام فرقے چوں کہ نو مولود ہیں اور تقلیدی عمل سے پیدا ہوئے ہیں' اس لیے سب بنیادی طور پر بدعتی ہیں اور بدعات کو جذب کرنے کی بہت صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہر تقلیدی فرقہ بدعتی ہے' کیوں کہ تقلید خود بدعت ہے۔ اہل حدیث قرآن وحدیث کے پابند ہیں۔ نہ ان میں تقلید ہے کہ وہ کسی کو اپنا امام بنائیں' نہ ان میں تصوف کے

سلسلے ہیں کہ وہ چشتی یا قادری بن کر ضربیں لگائیں۔ اہل حدیث کا اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کوئی دینی امام یا مذہبی پیشوا نہیں۔ وہ صرف حدیث رسولؐ سے ثابت شدہ سنت رسولؐ پر ہی عمل کرتے ہیں۔ اس لیے بدعات کی تمام خرافات سے بچے ہوئے ہیں۔ اس لیے اہل حدیث ہی خالص اسلام ہے اور کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کو حق کہ سکیں کیوں کہ سب میں کھوٹ اور بھرتی ہے۔ یہ تو تھی کسی فرقے کے حق ہونے کی شرائط اور علامات۔ اب دیکھیں' حق کسے کہتے ہیں اور اہل حق کون لوگ ہیں ؟ حق وہ ہے جو اللہ کہے اور جو اللہ کی طرف سے آیا ہو۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴾ [33: الاحزاب: 4]..﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ [3: آل عمران: 60] ﴿ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ [2: البقرة: 120] ﴿وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ [47: محمد: 2] قرآن مجید میں اس قسم کی بہت آیات ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے جو اپنے نبیؐ پر نازل کیا ہے وہ حق ہے۔ چونکہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن و حدیث نازل کیا ہے۔ ﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ [4: النساء: 113] اس لیے حق صرف قرآن و حدیث ہے اور جو قرآن و حدیث کو ساحقہ مانے وہی اہل حق ہے۔ قرآن و حدیث ہی اصل اسلام ہے۔ اس کی عملی تعبیر کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہر زمانے میں اپنے نبی کی پیروی کرنے کا نام ہے۔ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں اسلام ان کی پیروی کا نام تھا۔ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے زمانہ میں اسلام ان کی پیروی کا نام تھا۔ آج اسلام صرف محمد ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔ آج اہل حق وہی ہو سکتے ہیں جو محمد ﷺ کی پیروی کریں۔ کسی پیر' فقیر' امام اور ولی کی پیروی کرنے والے اہل حق نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اماموں کے مقلد حنفی ہوں' شافعی' دیوبندی ہوں یا بریلوی کبھی اہل حق نہیں ہو سکتے۔ اہل حق صرف اہل حدیث ہی ہو سکتے ہیں' جو صرف محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ کسی پیر' فقیر' امام اور ولی کی تقلید نہیں کرتے۔ محمد ﷺ کی پیروی کرنے والے اس لیے بھی اہل حق ہیں کیوں کہ محمد

ﷺ خود حق پر تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق پر ہونے کی گارنٹی دی ہے۔ کسی پیر' فقیر یا امام اور ولی کے حق پر ہونے کی گارنٹی نہیں دی۔ قرآن کہتا ہے : ﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾ [53:النجم:3-4] ﴿اِنَّكَ عَلَى الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ﴾ [27:النمل:79]. ﴿فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ [43:الزخرف:43] ﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [4:النساء:80] اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نبی کے اتباع کا حکم دیا ہے اور کسی کے اتباع کا حکم نہیں دیا ہے' بلکہ اوروں کے اتباع سے منع فرمایا ہے۔ ﴿اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ﴾ [7:الاعراف:3] اور نبی ﷺ کے اتباع پر ہی اپنی محبت اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور نبی ﷺ کی اطاعت سے اعراض کو کفر بتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡكٰفِرِیۡنَ﴾ [3:آل عمران:31-32] اے نبیؐ! آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخشے گا آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے ان کی اطاعت سے اعراض کیا تو کافر ہو جاؤ گے اور کافروں سے اللہ محبت نہیں کرتا۔

جب یہ طے ہے کہ آج اسلام محمد ﷺ کی پیروی کا نام ہے' تو آج اہل حق صرف وہی ہیں جو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ان کی سنت پر چلنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے آج اہل حق صرف اصلی اہلسنت ہی ہیں۔

ا۔ پھر تو بریلوی اہل حق ہوئے' کیوں کہ اہل سنت آج کل وہی کہلاتے ہیں۔

ب۔ بریلوی صرف اہل سنت نہیں کہلاتے' وہ حنفی' بریلوی' رضوی وغیرہ اور بھی بہت کچھ ساتھ کہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ اصلی اہل سنت نہیں۔ اگر وہ اصلی خالص اہل سنت

ہوتے تو وہ اہل سنت پر ہی بریک مارتے' آگے بالکل نہ جاتے۔ انھوں نے اہل سنت پر سٹاپ نہیں کیا' بلکہ آگے نکل گئے۔ وہ پہلے حنفی بنے' پھر بریلوی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اب اہل سنت نہیں۔ اگر اہل سنت ہوں تو پھر حنفی اور بریلوی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حق ایک ایسی اکائی ہے کہ اس سے آگے نکلنا بھی گمراہی ہے اور اس سے پیچھے رہنا بھی گمراہی۔ قرآن کا اعلان ہے ﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ﴾[10:یونس:32] حق کے علاوہ سب گمراہی ہے۔ اس لیے اِدھر اُدھر کہاں جاتے ہو۔ جو اصلی اہل سنت ہو وہ حنفی نہیں ہو سکتا اور جو حنفی بن جائے وہ اہل سنت نہیں رہ سکتا کیوں کہ اہل سنت نبی ﷺ کی سنت پر چلنے والے کو کہتے ہیں۔ حنفی امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرنے والے کو۔ اس لیے حنفی اہل سنت نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت نبی ﷺ کی سنت پر چلتا ہے' جو نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ حنفی فقہ حنفی پر چلتا ہے۔ جو تقلید در تقلید سے بنتی ہے۔ کرے تقلید امام ابو حنیفہؒ کی اور کہلائے اہل سنت' یہ انصاف نہیں۔ جائے کوفہ کو اور راہ پوچھے مدینے کا۔ یہ اخلاص نہیں۔ اصلی اہل سنت کبھی حنفی نہیں بنتا' کیوں کہ اہل سنت بننے کے بعد تنزل ہے ترقی نہیں' ضلالت ہے ہدایت نہیں۔ ہدایت و ترقی اصلی اور خالص اہل سنت بننے میں ہی ہے۔

ا۔ آپ لوگ پھر اہل حدیث کیوں بن گئے؟

ب۔ تاکہ اصلی اور خالص اہل سنت بن سکیں۔ میرے بھائی اہل حدیث کوئی اور فرقہ نہیں۔ یہ اہل سنت کا ہی تعارفی اور وضاحتی نام ہے۔ یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اہل حدیث نام سے اہل سنت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اہل سنت کی حدود و قیود متعین ہوتی ہیں۔ حدیث سنت کے لیے قید اور شرط ہے۔ حدیث ہی سے سنت اور بدعت میں امتیاز ہوتا ہے۔ اگر کوئی سنت صحیح حدیث سے ثابت نہ ہو' تو وہ سنت نہیں' بدعت ہے۔ حدیث سنت کا گھر ہے۔ حدیث سے بے نیازی سنت سے محرومی ہے۔ اس لیے اہل سنت بننے کے لیے اہل حدیث بننا لازمی ہے۔ جو اہل حدیث بنے بغیر اہل

سنت بننے کی کوشش کرتا ہے' وہ پھر بریلویوں کی طرح کا ہو جاتا ہے۔ اسے پھر بدعت ہی سنت نظر آنے لگ جاتی ہے۔ بریلویوں کا حال آپ کے سامنے ہے۔ انھوں نے اہل حدیث بنے بغیر اہل سنت بننے کی کوشش کی۔ وہ بدعتوں کا شکار ہو کر اہل بدعت ہو گئے۔ آج وہ کہنے کو اہل سنت ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ اہل بدعت ہیں۔ وہ نت نئی بدعتیں ایجاد کرتے ہیں۔ اصلی اہل سنت اہل حدیث ہی ہیں۔ وہ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے ہی بدعتوں سے بچے ہوئے ہیں۔ وہ حدیث کو دیکھ کر ہی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ جو سنت حدیث سے ثابت نہ ہو وہ اسے سنت نہیں مانتے بلکہ بدعت سمجھتے ہیں اور اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس لیے وہی اہل حق ہیں کیوں کہ وہی بدعات سے مبرا ہیں۔

ا۔ آپ کا یہ کہنا عجیب ہے کہ قرآن و حدیث کو صرف اہل حدیث ہی مانتے ہیں اور کوئی نہیں مانتا۔ قرآن و حدیث کو تو سب مانتے ہیں' کون ایسا بدبخت ہے جو قرآن و حدیث کو نہ مانے۔؟

ب۔ اگر سارے قرآن و حدیث کو مانتے ہوں تو مسلمانوں میں اتنے فرقے کیوں ہوں؟ کیا قرآن و حدیث کا قصور ہے جو مسلمانوں میں اتنے فرقے ہیں؟

ا۔ یہ قرآن و حدیث کا قصور تو نہیں' قصور تو یہ مسلمانوں کا ہی ہے' جو اتنے فرقوں میں بٹ گئے۔

ب۔ میرے بھائی لوگ فرقوں میں بٹتے ہی اس وقت ہیں جب قرآن و حدیث یا اللہ رسول کو چھوڑ کر اماموں اور پیروں فقیروں کو ماننے لگ جاتے ہیں۔ اگر سب ایک کو ہی مانیں' اسی کے فیصلے کو ناطق سمجھیں تو فرقہ بن ہی نہیں سکتا۔ آپ کہتے ہیں اور بھی لوگ اللہ کے رسولؐ کو مانتے ہیں' صرف اہل حدیث ہی تو نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں اہل حدیثوں کے ماننے میں اور اوروں کے ماننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہل حدیث کا ماننا یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اور کسی کو نہیں ملاتے' وہ صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا امام مانتے ہیں' اور کسی کو اپنا امام یا مذہبی پیشوا نہیں بناتے۔ وہ اللہ کے رسولؐ ہی کا اتباع کرتے ہیں اور کسی کا اتباع نہیں کرتے۔

اوروں کا ماننا یہ ہے کہ وہ نام تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے تقدس سے لیتے ہیں، لیکن عملاً مانتے وہ اپنے ان اماموں کو ہی ہیں جن کی وہ تقلید کرتے ہیں، مقلدوں کا رسول کو ماننا ایسے ہی ہے جیسا مشرکین کا اللہ کو ماننا۔ جیسے مشرکین صرف اللہ کا نام لیتے ہیں، کام اپنے بنائے ہوئے خداؤں سے ہی لیتے ہیں۔ امید اور خوف ان سے ہی رکھتے ہیں۔ مشکل کشا اور حاجت روا ان کو ہی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مقلدین نام نبی ﷺ کا لیتے ہیں، لیکن عملاً تقلید اپنے بنائے ہوئے امام کی کرتے ہیں۔ جیسے مشرکوں کو اللہ کے ماننے کا کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ وہ اللہ کو مان کر بھی مشرک اور کافر ہی ٹھہرتے ہیں، اسی طرح مقلدوں کو بھی رسول کے ماننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ رسول کو مان کر بھی اس کے اتباع سے محروم ہی رہتے ہیں، کیوں کہ تقلید اپنے امام کی ہی کرتے ہیں۔ جیسے مشرک اپنے بنائے ہوئے معبودوں کو خدا نہیں کہتے، لیکن دل میں ان کو درجہ خدا ہی کا دیتے ہیں۔ اس طرح مقلدین اپنے بنائے ہوئے اماموں کو نبی اور رسول نہیں کہتے، لیکن درجہ ان کو نبی اور رسول کا ہی دیتے ہیں۔ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کے نام پر اپنے مذہب بناتے ہیں۔ نبی ﷺ کا نام ویسے بڑے تقدس سے لیتے ہیں، لیکن عملی زندگی میں وہ مانتے اپنے اماموں کو ہی ہیں۔ اپنے امام کی بات کو سیدھا کرنے کے لیے وہ قرآن وحدیث کو الٹا کر دیتے ہیں۔ ہر طرح کی تاویل اور تحریف کر جاتے ہیں۔ جتنا ان کو اپنے امام کے قول کا پاس ہوتا ہے، اتنا ان کو نبی ﷺ کی حدیث کا پاس نہیں ہوتا۔ مقلد کا مذہب قرآن وحدیث نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مذہب اپنے امام کی فقہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اللہ رسول یا قرآن وحدیث کو ماننے والے صرف اہل حدیث ہی ہیں۔ اس لیے وہی اہل حق ہیں۔ جیسے اللہ کا ماننا مؤحد کا ہی معتبر ہے، کیوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہیں ملاتا۔ اسی طرح رسول کا ماننا اہل حدیث کا ہی معتبر ہے۔ کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور کسی کو اپنا امام نہیں بناتا۔ وہ نبی ﷺ ہی کا اتباع کرتا ہے اور کسی کی تقلید نہیں کرتا۔

ا۔ کیا تمام غیر اہل حدیث فرقے کلی طور پر ہی باطل ہیں؟

ب۔ کلی طور پر باطل تو کوئی فرقہ بھی نہیں ہوتا۔ تھوڑا بہت تو حق ہر فرقے میں ہوتا ہے۔ حق کے سہارے کے بغیر تو کوئی فرقہ چل ہی نہیں سکتا۔ جیسے جھوٹ سچ کے بغیر چل نہیں سکتا' اس کو سچ کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح باطل بھی حق کے بغیر نہیں چل سکتا۔ باطل کو حق کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ہر باطل سے باطل فرقے میں کچھ نہ کچھ حق ضرور ہوتا ہے۔

ا۔ جب ہر فرقے میں کچھ نہ کچھ حق ضرور ہوتا ہے' بلکہ بعض میں تو حق کی مقدار بہت ہوتی ہے جیسے دیوبندی' تو پھر آپ سب غیر اہل حدیث فرقوں کو باطل کیوں کہتے ہیں؟

ب۔ ارے بھئی! جیسے کھوٹا اسے ہی نہیں کہتے جس میں سارا کھوٹ ہو' جھوٹا اسے ہی نہیں کہتے جو ہر بات میں جھوٹا ہو' بلکہ تھوڑے سے کھوٹ کبھی کبھی کے جھوٹ سے بھی ان کو کھوٹا اور جھوٹا ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح جب حق میں باطل مل جائے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ تو اس مذہب کو باطل ہی کہتے ہیں۔ جب دو چیزیں اعلیٰ اور ادنیٰ ملیں تو نتیجہ ادنیٰ کے ہی تابع ہوتا ہے۔ کھرے میں خواہ کھوٹ تھوڑا ہی ملایا جائے' مجموعہ کھوٹا ہی ہوتا ہے۔ حق میں خواہ باطل تھوڑا ہی ملے مرکب باطل ہی ہوتا ہے۔ حق تو خالص ہی کو کہتے ہیں' باطل کی آمیزش تھوڑی سی بھی ہو جائے' وہ باطل ہو جاتا ہے۔ اسلام صراط مستقیم یعنی ایک سیدھا خط ہے۔ سیدھے خط میں اگر کہیں بھی خم آ جائے تو وہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ مستقیم کہلانے کے لیے سارے خط کا اول سے آخر تک سیدھا ہونا ضروری ہے۔ دیوبندیوں میں حق کی مقدار کتنی بھی ہو' جب اس میں باطل آگیا خواہ تھوڑا ہی ہو وہ باطل ہو گیا۔ ہم اس کو حق نہیں کہہ سکتے' حق خالص کو ہی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اہل حدیث ہیں' جو سوائے قرآن و حدیث اور سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی کو دین میں داخل نہیں کرتے۔

ا۔ کیا دیوبندی حق کے قریب نہیں؟

ب۔ حق کے قریب ہونے سے کچھ نہیں ہوتا' جو ہوتا ہے خالص حق ہونے سے ہوتا ہے۔

حق کے بہت قریب تو ابو طالب بھی تھا۔ حق کے بہت قریب تو ہرقل قیصر روم بھی تھا' لیکن ان کو کیا فائدہ ہوا؟

ا۔ دیوبندیوں میں کیا گمراہی ہے جو آپ ان کو بھی باطل فرقوں میں شمار کرتے ہیں؟

ب۔ دیوبندی اہل حدیث سے علیحدہ یک فرقہ ہے یا نہیں؟

ا۔ علیحدہ فرقہ تو ہے۔

ب۔ جب اہل حدیث ہی حق ہے' جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں' تو اس سے علیحدہ ہونا ہی گمراہی ہے۔ حق سے علیحدہ ہونے کی سزا دوزخ ہے۔ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ ❶۔ جیسے جنت سے علیحدہ دوزخ ہے' اسی طرح حق سے علیحدگی گمراہی ہے۔ جو حق سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ کے گھڑے میں گرا۔

ا۔ اہل حدیث بھی تو ایک علیحدہ فرقہ ہے۔

ب۔ میرے بھائی اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں۔ علیحدہ فرقہ وہ ہوتا ہے جو حق سے علیحدہ ہو اہل حدیث خود حق ہے۔ علیحدہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کے رسولؐ کے بعد کسی اور کو اپنا دینی امام بنا کر اس کی تقلید کرے۔ اہل حدیث کے امام تو اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اہلحدیث کا امام اور کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بنائے ہوئے امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس لیے اہل حدیث کوئی علیحدہ فرقہ نہیں' علیحدہ وہ ہوگا جو اہل حدیث کے ساتھ نہ ہو بلکہ اہل حدیث سے علیحدہ ہو۔

ا۔ آپ تقلید کی مذمت کرتے ہیں' آپ یہ تو بتائیں تقلید کہتے کسے ہیں؟

ب۔ اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کسی کو امام بنا کر اس کی ناجائز اور غلط بات کو بھی درست سمجھنا اور اس کی بے جا حمایت کرنا اور ایسے مذہب میں راجح کے مقابلہ میں مرجوع کو ترجیح دینا یہ سب تقلید کی صورتیں ہیں۔

---

❶ (ترمذی: ابواب الفتن' باب ما جاء في لزوم الجماعة' ص 1869 رقم 2167 مشکوۃ: كتاب الايمان' باب الاعتصام بالكتب والسنة' رقم 173)

س۔ کیا نبی کی تقلید نہیں ہوتی؟

ج۔ نبی کی تقلید نہیں ہوتی' نبی کی تو اطاعت اور اتباع ہوتی ہے۔ نبی کی بات کو تو آنکھیں بند کر کے لینا بھی تقلید نہیں۔ تقلید اس آدمی کی بات کو کہتے ہیں جس کی بات ماننے کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ یعنی جس کی بات شرعی حجت نہ ہو۔ اس کی بات کو بلا دلیل ماننا تقلید ہے۔ نبی تو نبی ہوتا ہے' اس کی اطاعت واتباع کو تو اللہ نے فرض کیا ہے۔ اس لیے نبی کی تقلید نہیں ہوتی۔ تقلید خود ساختہ یعنی اپنے بنائے ہوئے اماموں کی ہوتی ہے۔ آج اگر دیوبندیوں اور بریلویوں سے کوئی پوچھے کہ تم حنفی کیوں ہو' تم امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیوں کرتے ہو' تمھیں کس نے کہا ہے حنفی بنو؟ کیا اللہ نے کہا ہے یا اس کے رسولؐ نے؟ تو حنفی اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ کیوں کہ نہ اللہ نے کہا ہے کہ تم امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرو' نہ اس کے رسول ﷺ نے' اور نہ خود امام ابو حنیفہ نے' حنفی اپنی مرضی سے ہی تقلید پر لگے ہوئے ہیں۔

﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلاَّ الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ [النجم:53:23]

س۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ اہل حدیث کیوں ہیں تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ج۔ ہمارے پاس تو اس کا بہت معقول اور مدلل جواب ہے۔ وہ یہ کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی پیروی کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی احادیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت بھی ہیں اور اہل حدیث بھی۔ اہل سنت اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند ہیں' کسی پیر' فقیر' امام' ولی کی ہم تقلید نہیں کرتے۔ اور اہل حدیث اس لیے کہ حدیث جو نبی ﷺ کی زندگی کا ریکارڈ ہے ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس ریکارڈ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اگر احادیث نہ ہوں تو دین اسلام محفوظ نہ رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا پتا نہ لگے۔ اگر نبی کا اتباع نہ ہو تو ہم مسلمان نہ ہو سکیں۔ لہٰذا مسلمان ہونے کے لیے اہل حدیث اہل سنت ہونا ضروری

ہے۔ اگر حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی ہوتی تو پھر ہم پر اعتراض تھا کہ تم اہل حدیث کیوں ہو۔ جب حدیث بھی نبی ﷺ کی ہے اور اتباع بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلوب ہے تو پھر اہل حدیث اہل سنت ہونا تو عین حکم خداوندی ہے۔ قرآن بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیتا ہے۔ آج اسلام صحیح اہل حدیث ہونے کا ہی نام ہے۔ جس طرح اہل سنت اور اہل حدیث لازم و ملزوم ہیں اسی طرح اہل حدیث اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ آج اسلام عین مذہب اہل حدیث ہے اور مذہب عین اسلام ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں اور ہم معنی ہیں۔ کوئی غیر اہل حدیث فرقہ ایسا نہیں جس کو یہ شرف حاصل ہو کیا آپ دیوبندیت یا بریلویت کو عین اسلام یا اسلام کے مترادف کہہ سکتے ہیں؟

ا۔ کیا یہ فرقے اسلام نہیں؟

ب۔ اگر یہ فرقے عین اسلام ہوں تو صحابہ جو نہ حنفی تھے' نہ دیوبندی' نہ بریلوی کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں؟ پھر شافعی' مالکی' حنبلی بھی مسلمان نہیں ہو سکتے' کیوں کہ وہ بھی حنفی نہیں۔ حال آنکہ حنفی ان کو بھی مسلمان کہتے ہیں۔ کیا عجیب بات نہیں کہ حنفی حنفیت کو بھی اسلام کہتے ہیں اور اپنے مخالف مذہب کو بھی اسلام' حال آنکہ دو مختلف اور متحارب مذہب اسلام نہیں ہو سکتے۔ اس کا صاف مطلب یہ کہ حنفیوں کو بھی یہ تسلیم ہے حنفیت عین اسلام نہیں۔ اسی طرح غیر اہل حدیث کوئی فرقہ بھی عین اسلام یا اسلام کا مترادف نہیں' کیوں کہ ہر فرقے کا اسلام ناقص ہے۔

ا۔ ناقص کس اعتبار سے ہے؟

ب۔ ہر فرقہ نبی ﷺ کے اتباع کی بجائے اپنے امام کی تقلید کرتا ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ناقص ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی اصل اسلام ہے۔ جہاں بدعت آئی وہاں سنت گئی اور جہاں سنت گئی وہاں اسلام ناقص ہوا۔

ا۔ پھر تو یہ سب فرقے کافر ہوئے؟

ب۔ کھل کر کافر تب ہوں جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا زبان سے انکار کریں۔

انکار یہ کرتے نہیں' نہ یہ کھل کر انکار کرتے ہیں اور نہ پوری طرح اتباع کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کا اتباع اس حد تک کرتے ہیں جس حد تک ان کے امام سے موافقت رہے۔ جہاں امام سے مخالفت ہو وہاں وہ حیلے سے کام لیتے ہیں اور اپنے امام کو ترجیح دیتے ہیں۔ مقلدوں کا حال بالکل مشرکوں جیسا ہے۔ جیسے مشرک غیر اللہ کی عبادت کو اللہ کی عبادت کہتے ہیں۔ اسی طرح مقلد اپنے امام کی تقلید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کیا ہمارے امام کو اس حدیث کا علم نہ تھا۔ جب ہمارے امام نے اس حدیث کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو ضرور یہ حدیث منسوخ ہوگی یا اس میں کوئی نقص ہوگا۔ ہمارے امام سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ وہ اس حدیث کو ہم سے بہتر جانتے تھے۔ ہم تو ان کے مقلد ہیں۔ ان کا فتویٰ یا عمل ہی صحیح ہے۔

ا۔ جب آپ ان کو کافر نہیں کہتے اور ان کے اسلام کو ناقص بھی بتاتے ہیں تو پھر ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ وہ کافر ہیں یا مسلمان؟

ب۔ بھئی! یہ نفاق ہے جو بہت خطرناک ہے' ہم ان کو کافر نہیں کہہ سکتے' اتنا ضرور کہیں گے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو ان سے بچانا چاہیے۔ یہ سب ایسے فرقے ہیں جنھوں نے دین اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کیے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا﴾ [6:الانعام :160]

کی آیت ان فرقوں اور ﴿لَسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾ اہل حدیث پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ اہل حدیث ہی ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ کے رسول سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ اس نے اپنا کوئی امام نہیں بنایا۔ وہ نبی ﷺ کی حدیث پر چلتے ہیں اور اپنی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی کرتے ہیں۔ اس لیے وہ ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہیں۔ باقی تمام فرقے اپنی نسبت اپنے اماموں کی طرف کرتے ہیں۔ یہی فرقہ سازی اور فرقہ پرستی ہے' جو بہت بڑی گمراہی ہے اور مشرکوں کا خاصہ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرقہ پرستی سے شرک کی طرح منع کیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا﴾ [30:الروم :32-31]

مشرکوں میں سے نہ ہو۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو دین کے ٹکڑے کر کے فرقہ فرقہ ہو گئے' فرقہ پرستی اور شرک لازم وملزوم ہیں۔

ا۔ یہ تلازم آپ نے کہاں سے نکال لیا؟

ب۔ آیت میں ﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ . . ﴿مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ سے بدل کل ہے۔ اور بدل کل مبدل منہ کا عین ہوتا ہے اور عینیت میں تلازم ضروری ہے۔ یعنی فرقہ پرست ضرور مشرک ہوتے ہیں اور مشرک فرقہ پرست ہوتے ہیں اور فرقہ بنتا بھی تقلید سے ہے اور تقلید بذات خود شرک ہے بلکہ شرک کی بھی ماں ہے' اسی لیے مقلد کبھی موحد نہیں ہو سکتے۔

ا۔ بعض اہل حدیث تو دیوبندیوں کو بھی موحد کہتے ہیں حالانکہ دیوبندی پکے مقلد ہیں۔

ب۔ وہ نادان اہل حدیث ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔ وہ اصلی اہل حدیث نہیں۔ انھیں یہ پتا نہیں کہ اہل حدیث کون ہوتا ہے' اور مقلد کون ہوتا ہے۔ وہ صرف اس لیے اہل حدیث ہیں کہ وہ اہل حدیثوں کی اولاد ہیں' انھوں نے بڑوں کو رفع الیدین کرتے دیکھا' وہ رفع الیدین کر لیتے ہیں۔ وہ صرف رفع الیدین کے اہل حدیث ہیں۔ وہ اہل حدیث کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ اگر وہ خود اہل حدیث ہوئے ہوں' انھوں نے تکلیفیں اٹھائی ہوں تو انھیں اہل حدیثی کا پتا ہو کہ یہ کیا نعمت ہے اور دیوبندیت کیا عذاب ہے۔ اللہ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔ میرے بھائی مقلد کبھی موحد نہیں ہو سکتا' خواہ وہ دیوبندی ہو' یا کوئی اور۔ موحد ہونے کے لیے اللہ کو ماننا ہی کافی نہیں۔ تین چیزوں کی نفی بھی ضروری ہے جن میں سے ایک تقلید ہے۔

ا۔ وہ تین چیزیں کیا ہیں؟

ب۔ 1- غیر اللہ کی عبادت 2- کسی کو اللہ کا شریک سمجھنا' خواہ ذات میں شریک سمجھے یا صفات وافعال میں 3- تقلید۔۔۔ جب تک ان تینوں کی نفی نہ ہو توحید صحیح نہیں ہوتی۔

ا۔ توحید تو اللہ کو ایک ماننے کو کہتے ہیں' آپ نے یہ تین شرطیں کہاں سے نکال لیں؟

ب۔ اگر صرف اللہ کو ماننا توحید ہے تو "اللہ واحد" کلمہ توحید ہوتا۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ ہوتا۔ آپ جو کہتے ہیں توحید اللہ کو ماننے کو کہتے ہیں' تو مشرک سارے اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ پھر وہ مشرک کیوں ہیں؟ دو اللہ ماننے والا مشرک تو آج تک کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جتنے بھی مشرک ہوئے ہیں' دو اللہ کسی نے نہیں بنائے' سب ایک اللہ کے ہی اقراری ہیں۔ حج کے موقع پر ان کا تلبیہ ہی یہ تھا "لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا تَمْلِكُهٗ وَ مَامَلَكَ " ❶ قرآن ان کے عقیدے کو بیان کرتا ہے۔ ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾[39:الزمر:3] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو ایک مانتے تھے' لیکن معبود اور بناتے تھے۔ اسی لیے ان کو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے تکلیف ہوتی تھی۔ کیوں کہ اس سے ان کے الٰہ کی نفی ہوتی تھی۔ قرآن بیان کرتا ہے۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾[37:الصفت:35] وہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ مشرکوں پر بہت بھاری ہے۔ انھیں یہ گوارا نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ﴾[42:الشوری:13] "اللہ واحد" مشرکوں پر بھاری ہے۔

ا۔ اگر مقلد مشرک ہوں تو مقلدوں پر بھی یہ کلمہ بھاری ہو۔ حال آنکہ دیوبندی اور بریلوی تو اس کلمہ کا ورد کرتے ہیں۔

ب۔ مقلد بے علم بھی ہوتا ہے اور بے سمجھ بھی۔ وہ تقلید کرتا ہی اس لیے ہے کہ وہ بے علم اور بے سمجھ ہے۔ اگر اسے علم اور سمجھ ہو تو وہ تقلید کیوں کرے۔ تقلید کرنے والے اصل میں اس کلمہ توحید کا مطلب نہیں سمجھے' نہ ہی وہ اس کلمہ کے اندر بیان شدہ توحید کی حدود کو جانتے ہیں۔ اگر مقلدین کو کلمہ توحید کی حقیقت کا علم ہو جائے تو وہ یا

---

❶ (مسلم: كتاب الحج' باب التلبية و صفتها و وقتها' ص 870 رقم 22 ... مشكوة: كتاب المناسك' باب الاحرام والتلبية' فصل ثالث)

کلمہ نہ پڑھیں یا تقلید کو چھوڑ دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ کسی کی تقلید کرتا ہے تو وہ اپنے مقلد یعنی امام کو گویا نبی بناتا ہے اور نبی کی بات چوں کہ عین اللہ کی بات ہوتی ہے تو گویا وہ اپنے امام کو اللہ کا درجہ دیتا ہے جو اس کی بات کو دین سمجھتا ہے۔ حال آنکہ دین تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کہے۔ اگرچہ نبی کی زبان سے ہو۔ امام کو یہ درجہ دینا گویا اس کو اللہ کا شریک بناتا ہے۔ جن کی باتوں کو لوگ دین سمجھ کر اپنا لیتے ہیں اللہ نے ان کو اپنا شریک کہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ﴾ [6:انعام:138]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کا مسئلہ گھڑنے والوں کو شریک کہا ہے۔ جاہلیت میں لوگ نذر مانتے اگر میرے اتنے لڑکے ہوئے تو میں ایک اپنے معبود کے نام پر ذبح کروں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ایسے مسئلے بناتے ہیں وہ میرے شریک بنتے ہیں۔ جو بھی دین میں کوئی مسئلہ گھڑے اور اسے چالو کرے وہ اللہ کا شریک ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [42:الشوریٰ :21] کیا ان کے ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لیے بغیر میری منظوری کے شریعت بناتے ہیں۔ جب کسی کو امام بنا کر اس کے مسئلے کو لینا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے۔ تو تقلید تو خود بخود شرک ہو گئی اور مقلد مشرک ہو گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت دعوت میں جب اہل کتاب کو کلمہ توحید کی دعوت دی تو تقلید کی نفی کی شق بھی اس میں رکھ دی اور بتا دیا کہ لا الہ الا اللہ اس کا صحیح ہے جو تقلید نہ کرے۔

- قرآن مجید میں ایسی آیت کہاں ہے؟

ب۔ سورہ آل عمران میں ہے: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[3:آل عمران:64] اے اہل کتاب! آؤ ہم تمھیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ

کی دعوت دیتے ہیں۔ تم بھی اسے مانتے ہو' ہم بھی اسے مانتے ہیں اور یہ تمام شریعتوں میں رہا ہے جس کا ماحصل ان تین دفعات پر مشتمل ہے:

1-- ﴿ اَنْ لاَّ نَعْبُدَ اِلاَّ اللّٰهَ﴾ ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔

2-- ﴿ وَ لاَ نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا﴾ ہم کسی کو عقیدۃً بھی اللہ کا شریک نہ بنائیں۔

3-- ﴿ وَ لاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔

میرے بھائی! اس رب بنانے میں تقلید بھی آتی ہے۔

ا۔ رب بنانا تقلید کیسے ہے؟

ب۔ یہی سوال حضرت عدیؓ بن حاتم نے کیا تھا جب وہ مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا یا رسول اللہ' اللہ تعالیٰ تو قرآن میں کہتا ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[9: التوبة:31] یعنی اہل کتاب نے اپنے علما' صوفیہ کو رب بنا رکھا ہے۔ حال آنکہ ہم نے اپنے علما اور صوفیہ کو رب نہیں بنایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بات نہ تھی کہ تم اپنے عالموں اور صوفیوں کی باتوں کو ہی دین سمجھتے تھے؟ تم نے ان کو تشریعی درجہ دے رکھا تھا۔ تم ان کے حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام سمجھتے تھے۔ تو حضرت عدیؓ بن حاتم نے کہا یہ بات تو تھی۔ آپ نے فرمایا یہی تو رب بنانا ہے۔ میرے بھائی! یہ درجہ تو کسی نبی کو بھی حاصل نہیں۔ نبی بھی اللہ کے حرام و حلال کا ہی مکلّف ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً قرآن میں آیت اتار دی۔ ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ [66: التحريم:1] اے نبی! تو اس چیز کو کیوں اپنے اوپر حرام کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے حلال کیا ہے۔ کسی چیز کو حلال حرام یا جائز و ناجائز کہنا یہ صرف اللہ ہی کا کام ہے۔ ہر چیز کا خالق وہ ہے' اسے ہی حق ہے کہ وہ ہر چیز کا مصرف بتائے۔ کسی کو یہ درجہ دینا گویا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے اور یہ شرک ہے۔ مقلد اپنے امام کو یہی درجہ دیتا ہے۔ وہ اپنے امام کی بات کو ہی دین سمجھتا

ہے۔

ا۔ تقلید تو پھر بڑی خطرناک چیز ہے۔اس سے تو پھر اسلام میں بھی نقص واقع ہوتا ہوگا۔

ب۔ آپ نقص کی بات کرتے ہیں میں کہتا ہوں جب توحید ہی ٹھیک نہ رہی تو اسلام کہاں رہا اس لیے تو آیت دعوت ﴿قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ﴾ [3:آل عمران :64] کے آخر میں اللہ نے یہ جملہ رکھا ہے۔ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ [3:آل عمران :64] کہ اگر وہ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ کی اس تعبیر کو نہ مانیں تو پھر تم ان سے کہو کہ تم گواہ رہو ہم اس کلمہ کو مانتے ہیں۔ تم نہیں مانتے' نہ مانو۔ مسلم ہے ہی وہ جو لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ کے وہ معنی مانے جو قرآن نے اس آیت میں بیان فرمائے ہیں' ورنہ وہ مسلم ہی نہیں فوجداری کرکے وہ مسلم بنا رہے تو اس کی مرضی ہے اس آیت سے واضح ہے کہ جو تقلید نہیں چھوڑتا وہ صحیح مسلمان نہیں رہتا۔

ا۔ اس کی ذرا مزید وضاحت کریں۔ مقلد مسلمان کیسے نہیں رہتا۔

ب۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت دعوت میں کلمہ توحید کی دعوت دی تو بتادیا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے :۔

1-- ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں 2-- ہم کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں' 3-- ہم کسی کو رب نہ بنائیں۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے مطابق تقلید بھی شامل ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ اس سے اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ اچھا پھر ہم اس کلمہ کو مانتے ہیں' تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔ تم پھر کلمہ توحید سے بھی منحرف ہو۔ اس سے ثابت ہوا جو غیر اللہ کی عبادت کرے' عبادت بدنی ہو' یا مالی' قولی ہو یا فعلی اس کی توحید صحیح نہیں۔ جو کسی کو اللہ کا شریک سمجھے' ذات میں شریک سمجھے یا صفات و افعال میں اس کی بھی توحید صحیح نہیں۔ اسی طرح جو کسی کو رب بنائے' خواہ تقلید کی صورت میں یا کسی اور صورت میں اس کی بھی توحید صحیح نہیں۔ جب کسی کی توحید صحیح نہ ہو تو وہ صحیح مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔

ا۔ پھر تو دیوبندیوں کا معاملہ بھی بہت خطرناک ہے۔ بریلویوں کا تو کہنا ہی کیا' ہم تو یہ

سمجھتے تھے کہ دیوبندی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ یہ صرف مدرسہ کی طرف ایک نسبت ہے۔ جیسے علی گڑھ کے پڑھے کو علیگ کہتے ہیں۔

ب۔ اللہ کے بندے! دیوبندی ایک مستقل مذہب ہے' جو بریلویوں کے مقابلے میں ہے۔ یہ حنفی سلسلے کی ایک شاخ ہے جس کے خاص عقائد ہیں اور ان کے خاص اکابر ہیں جن کو دیوبندی مانتے ہیں۔ دیوبندیوں کے عقائد اگر دیکھنے ہوں تو رسالہ "المہند فی عقائد دیوبند" پڑھیں۔ یہ مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی تالیف ہے جو تمام علما دیوبند کی مصدقہ ہے۔ اس طرح "الشہاب الثاقب" مؤلفہ مولانا حسین احمد مدنی اور شمائم امدادیہ ملفوظات حاجی امداد اللہ مکی اور "آب حیات" مصنفہ مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ ایسی کتب ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ دیوبندی ایک خاص فرقہ ہے جو امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے۔ جس کے بہت سے عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ ان کے عقائد میں اعتزال جہمیت اور ارجاء کا بہت گہرا رنگ ہے۔ دیوبندی اللہ کے عرش پر ہونے کے قائل نہیں۔ دیوبندی قرآن کو کلام اللہ بھی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک یہ قرآن کلام اللہ نہیں بلکہ دال بر کلام اللہ ہے۔ وہ کلام نفسی کے قائل ہیں۔ جو دیوبندی بریلویوں کی طرح حیات النبی ﷺ کے بھی قائل ہیں۔ وہ حیات برزخی کی بجائے حیات دنیوی مانتے ہیں' وہ ایمان مطلق تصدیق کو کہتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک کیا امتی کیا نبی سب کا ایمان برابر ہے۔ ان کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا ہی نہیں۔ دیوبندی کہتے ہیں اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ اس لیے وہ نماز کو ایمان نہیں مانتے۔ اس لیے بے نماز کو کافر نہیں کہتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان کہا ہے۔ ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ ﴾ [2:البقرۃ:143] جس سے بے نماز کافر ٹھہرتا ہے۔ اس کے علاوہ وحدت الوجود کا کفریہ عقیدہ جیسا بریلویوں میں پایا جاتا ہے' ویسا کثرت سے دیوبندیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ حاجی امداد اللہ مکی جو وجودی مذہب کے تھے تمام اکابرین دیوبند کے پیرو مرشد ہیں۔ سب دیوبندی علما اپنے آپ کو ان کا مرید سمجھتے ہیں بلکہ ان کے مرید کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان کے چند شعر ملاحظہ ہوں:۔

اپنے پیرومرشد شاہ نور محمد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ؎

آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں التجا
بلکہ دن محشر کے ہوگا جس وقت قاضی خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا

دیوبندی توسل باولیا کے بھی قائل ہیں۔ ان کے اکابرین نے اپنے بزرگوں کے شجرے تصنیف کر رکھے ہیں جو ان کے مریدین اور متوسلین میں پڑھے جاتے ہیں اور یہ سب شرکیہ سلسلہ ہے۔

ا۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ دیوبندی اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں' دیوبندی اہل حدیثوں کے بہت قریب ہیں۔

ب۔ یہ آپ کا ہی نظریہ نہیں بہت سے بے خبر اہل حدیث اسی نظریہ کے ہیں' بلکہ اسی نظریہ کے تحت وہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ان کو یہ مغالطہ بریلویوں کی وجہ سے ہوا۔ وہ جب بریلویوں کے عقائد اور ان کی بدعات کو دیکھتے ہیں تو انھیں دیوبندی بہت قریب نظر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دیوبندی اور اہل حدیث میں کوئی خاص فرق نہیں' حال آنکہ اہل حدیث اور دیوبندی میں بہت فرق ہے۔ جب اہل حدیثوں کو کبھی دیوبندیوں سے پالا پڑا ہے یا جو اہل حدیث صاحب بصیرت ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ دیوبندی دل سے اہل حدیث کے کتنے مخالف ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ دیوبندی کا باطن اس کے ظاہر سے کہیں خطرناک ہے۔ اہل حدیث سے ان کا معاملہ بالکل ﴿وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ [3 آل عمران 118] والا ہے۔ بریلوی اگر اہل حدیث کا کھلا ہوا دشمن ہے تو دیوبندی چھپا ہوا' لیکن دشمن دونوں ہیں' دیوبندی بریلویوں کے بہت قریب ہیں اہل حدیث سے بہت دور ہیں۔ دیوبندی اور بریلوی ایک دوسرے کے شقیق ہیں۔ دونوں اصلاً اور نسلاً ایک ہی ہیں۔ دونوں حنفی ہیں اور

تقلید کی پیداوار ہیں۔ دونوں پکے مقلد ہیں اور حنفی فقہ کے پابند ہیں۔ اہل حدیث کو دونوں غیر مقلد کہتے ہیں اور غیر مقلد ان کے نزدیک انتہائی حقارت اور نفرت کا نام ہے۔

ا۔ اگر دیوبندی اور بریلوی بھائی بھائی ہیں تو پھر ان میں اتنی لڑائی کیوں رہتی ہے؟

ب۔ لڑائی تو بھائیوں میں رہتی ہی ہے۔ بھائی کی بھائی سے اگر بنی رہے تو محبت بھی بے مثال ہوتی ہے اور اگر بگاڑ ہو جائے تو دشمنی بھی بے مثال ہوتی ہے۔ بھائی سے دشمنی نکالنے کے لیے بھائی غیروں سے مل جاتے ہیں' لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہی رہتی ہے کہ بھائی بھائی اور غیر غیر۔ غیر سے دوستی اور معاونت تو ہو سکتی ہے' غیر بھائی کبھی بھائی نہیں بن سکتا۔ بریلوی' دیوبندی حقیقی بھائی ہیں۔ دونوں حنفیت کی اولاد ہیں۔ ان کے مسلمات ایک' ان کے ائمہ ایک' ان کی شریعت ایک' ان کی طریقت ایک ان کا تصوف ایک' ان کے مسالک و مشارب ایک' ان کی فقہ ایک' ان کا علم کلام ایک۔ ان کی لڑائی زیادہ تر ایک دوسرے کے قریبی اکابر کو برا کہنے کی وجہ سے ہے۔ اہل حدیث کو دونوں ہی غیر سمجھتے ہیں اور غیر مقلد کہتے ہیں۔ ایک ثقہ راوی نے بتایا کہ مولانا خیر محمد جالندھری جو دیوبندی حنفی تھے اور مدرسہ خیر المدارس ملتان کے بانی تھے اور اکابرین دیوبند میں شمار ہوتے تھے' ایک دفعہ شرق پور آئے۔ کسی نے ان سے پوچھا: یا حضرت! اگر ایک طرف بریلویوں کی جماعت ہو رہی ہو' دوسری طرف اہل حدیث کی تو ایک دیوبندی کدھر جائے؟ اہل حدیثوں کے پیچھے نماز پڑھے یا بریلویوں کے پیچھے۔ مولانا نے جواب دیا: بریلویوں کے پیچھے کیوں کہ بریلوی ہمارے زیادہ قریب ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں۔ وہ بھی امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں اور ہم بھی امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ اہل حدیث تو تقلید کو نہیں مانتے۔ وہ غیر مقلد ہیں اور ہم سے بہت دور ہیں اور پھر دیوبندی اور بریلوی کی نماز بھی ایک ہے۔ دونوں حنفی فقہ کے پابند ہیں۔ اہل حدیث اور دیوبندی کی نماز میں بہت فرق ہے۔ اس لیے دیوبندیوں کو اہل حدیث کے مقابلے میں بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے۔ مولانا حسین احمد مدنی

سے بڑا دیوبندی اور کون ہوگا۔ آپ ذرا سنیں وہ اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" صفحہ 51 پر پہلے مولانا قاسم نانوتوی کے چند اشعار لکھتے ہیں:

امیدیں لاکھوں ہیں ' لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگاں مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگاں حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھے مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگاں حرم کے تیرے قطار
اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

پھر لکھتے ہیں:

حضرات ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص و محبت و عقیدت بات بات سے ٹپکتی ہے گویا کہ محبت خاتم المرسلین علیہ السلام میں چور چور ہیں۔ اس قدر منہمک ہیں کہ ماسوا کی خبر نہیں۔ رگ و پے میں ان کا اخلاص سرایت کیے ہوئے ہے۔ کیا یہی حالت وہابیہ خبیثہ کی ہے۔ کیا یہی کلمات ان کی گندی زبانوں سے نکلتے ہیں ؟ کیا اس قسم کی لطیف اور دلآویز تحریرات ان کے ناپاک قلموں سے شائع ہوتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ خبثاء اس قسم کی گفتگو کو معاذاللہ بد دینی اور شرک خیال کرتے ہیں۔ ان مضامین کو واہیات و خرافات میں مندرج کرتے ہیں۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ 60 پر مولانا حسین احمد مدنی مزید لکھتے ہیں:

اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی جتنی تصانیف و عقائد ہیں۔ ان کے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ

علیہ بالکل موافق اور متبع ور وہی عقائد رکھتے ہیں کہ جن کے ذریعہ ۔۔۔ بالکل زائل ہے۔

صفحہ 62 پر مزید رقم طراز ہیں:۔

وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کی شان میں الفاظ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلد ہندا سی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔

صفحہ 64 پر لکھتے ہیں

علاوہ ان امور مذکورۃ الصدر کے اور بھی مسائل ہیں، جن میں وہابیہ اہل سنت کے مخالف ہوئے ہیں اور اکابر طریقہ اہل سنت پر ثابت قدم رہ کر اس طائفہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ ان مسائل کا ذکر کرتے ہیں جن میں اکابر دیوبندی اہل حدیث کے مخالف ہیں۔ مثلاً اللہ کا مستوی عرش ہونا، یارسول اللہ کہہ کر پکارنا، مسئلہ شفاعت، ذکر ولادت رسولؐ یعنی میلاد وغیرہ، توسل بالاولیاء وغیرہ وغیرہ۔ مولانا مذکورہ کتاب کے صفحہ 66 پر لکھتے ہیں:

مجدد بریلوی اور ان کے متبعین نے جب ان بزرگان دین کو وہابیت کی طرف منسوب کیا تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ یہ حضرات بھی وہابیہ کے پورے موافق ہیں مگر حقیقت سے ان کو اطلاع ہی نہیں ورنہ وہ لوگ بھی پوری طرح عقائد میں ان بزرگواران کے موافق ہیں۔

صفحہ 66 پر مزید لکھتے ہیں:

وہابیہ خبیثہ کثرت صلوۃ و سلام، درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قراءت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ۔۔۔ اس کے پڑھنے اور استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ اور بعض اشعار کی قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً

یَا اَشْرَفَ الْخلْقِ مَالِیَ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمْ

ترجمہ: اے افضلِ مخلوقات! میرا کوئی نہیں' جس کی پناہ پکڑوں بجز تیرے۔ بروقت نزول حوادث۔۔۔ حال آنکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے رہے ہیں اور ان کو کثرت درود و سلام و تحزیب و قراءت دلائل الخیرات وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما نے اجازت عطا فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں اور مولانا نانوتوی" مثل شعر بردہ فرماتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غمزار

صفحہ 67 پر لکھتے ہیں:

پس دیکھیے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے۔ ان حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ دیوبندی بریلویوں کے بہت قریب ہیں اور اہل حدیثوں سے بہت دور۔ مولانا حسین احمد مدنی نے یہ رسالہ لکھا ہی اس لیے ہے کہ وہ دیوبندیوں کا اہل حدیث سے بُعد اور بریلویوں سے قرب ثابت کر سکیں۔ جو اہل حدیث اس مغالطے میں ہیں کہ اہل حدیث اور دیوبند میں کوئی خاص فرق نہیں' اس لیے وہ دیوبندیوں کے پیچھے اپنی نماز ضائع کر لیتے ہیں' ان کو مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب مذکورہ کے مندرجہ بالا حوالہ جات میں سے خط کشیدہ جملے دوبارہ پڑھ لینے چاہئیں تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ دیوبندی اور اہل حدیث میں بہت بُعد ہے اور یہ بُعد ہی دیوبندیوں کو باطل فرقوں میں شمار کرنے کی بڑی دلیل ہے۔ دیوبندیوں کی گمراہی کی بڑی وجہ صرف ان کے غلط عقائد ہی نہیں' وہ اہل حدیث سے بغض رکھنے کی

وجہ سے بھی گمراہ ہیں۔ شاہ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ گمراہ فرقوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو برا جانتے ہیں۔

ا۔ مان لیا کہ دیوبندی گمراہ ہیں' لیکن مصر' سوڈان کے انصار السنۃ اور سعودیہ کے سلفیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے' کیا وہ بھی گمراہ ہیں یا وہ اہل حق ہیں ؟

ب۔ وہ اہل حق ہیں۔

ا۔ آپ تو کہتے ہیں کہ اہل حدیث ہی حق ہیں' اس کے سوا کوئی حق نہیں۔

ب۔ وہ بھی اہل حدیث ہیں' اہل حدیث سے میری مراد نام اہل حدیث نہیں' بلکہ مذہب اہل حدیث ہے جو قرآن و حدیث سے عبارت ہے۔ اگر مذہب اہل حدیث ہو تو اس کی مناسبت سے نام خواہ کوئی بھی ہو سب حق ہے۔ ایک چیز کے وصفی نام کئی ہو سکتے ہیں اگر چیز ایک ہو تو نام مختلف ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر مذہب اہل حدیث ہو تو نام خواہ انصار السنۃ' یا اہل سنت' محمدی ہو' یا سلفی اہل حدیث ہو' یا اصحاب الحدیث۔۔ سب ٹھیک ہیں۔ یہ سب ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب قرآن و حدیث کے ماننے والے اور تقلید سے دور رہنے والے لوگ ہیں۔ اس لیے یہ سب ایک ہیں اور اہل حق ہیں۔

ا۔ آپ کہتے ہیں' یہ سب ایک ہیں' حال آنکہ ان میں مسائل کا بہت اختلاف ہے۔

ب۔ مسائل کا اختلاف بے شک ہو' لیکن مذہب کا اختلاف نہیں۔ مذہب سب کا ایک ہے۔ خطرناک مذہب کا اختلاف ہے' مسائل کا اختلاف اتنا خطرناک نہیں۔ مسائل کا اختلاف تو صحابہؓ میں بھی تھا' لیکن ان کا مذہب ایک تھا۔ جب ان پر اپنی غلطی واضح ہو جاتی تھی تو فوراً رجوع کر لیتے تھے۔ وہ کسی کے مقلد نہ تھے کہ ایک مسئلہ بدلنے سے ان کا مذہب بدل جائے۔ اگر ایک حنفی پر یہ واضح ہو جائے کہ رفع الیدین سنت رسول ہے اور غیر منسوخ ہے تو حنفی رہتے ہوئے اس سنت پر عمل نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اس سنت پر عمل کرنے لگ جائے تو وہ حنفی نہیں رہ سکتا۔ حنفی اسے فوراً کہیں گے کہ تو غیر

مقلد ہے اور لامذہب ہو گیا ہے۔ قرآن نے بھی تفرق و تحزب سے ہی روکا ہے۔ کیوں کہ یہ ایک مصنوعی چیز ہے اور اندھی تقلید سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن نے معمولی اختلاف سے نہیں روکا۔ مطلق اختلاف تو ایک قدرتی اور شدنی امر ہے۔ یہ ہو ہی جاتا ہے۔ اس لیے قرآن نے لَا تَخْتَلِفُوْا نہیں کہا۔ ﴿ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ کہا ہے۔ کہ فرقے نہ بناؤ۔ اختلاف وہ خطرناک ہے جو پارٹی بازی پر منتج ہو۔ جب تک فرقہ بندی نہ ہو اختلاف خطرناک نہیں۔

ا۔ یہ تو میری سمجھ میں آ گیا کہ حق صرف اہل حدیث ہے اور کوئی مذہب حق نہیں۔ ہر غیر اہل حدیث میں کچھ نہ کچھ گمراہیاں ہیں، لیکن نماز تو قریباً ایک ہی ہے، اس میں تو کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں اور یہ ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ لی جائے تو کیا حرج ہے؟

ب۔ حرج کی بات نہیں، اہل حدیث کی نماز کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے ہوتی نہیں۔ جب کوئی غیر اہل حدیث مذہب یا فرقہ ٹھیک ہی نہیں تو اس کی نماز ٹھیک کیسے ہو سکتی ہے؟ نماز تو مذہب کے تابع ہے۔ اگر مذہب ٹھیک ہو تو نماز ٹھیک، اگر مذہب غلط تو نماز غلط۔ اگر مذہب مختلف ہو تو نمازوں میں بھی بہت فرق ہو گا۔

ا۔ دیوبندی اور بریلوی دو مختلف فرقے ہیں حالانکہ ان کی نماز ایک ہے۔

ب۔ دیوبندی اور بریلوی فرقے ضرور دو ہیں، لیکن ان کا بنیادی مذہب ایک ہے۔ دونوں حنفی ہیں اور فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اس لیے ان کی نماز ایک ہے۔ لیکن اہلحدیث اور دیوبندیوں کی نماز ایک نہیں ہو سکتی۔ یہ مذہب بھی دو، فرقے بھی دو۔ دیوبندی حنفی کی نماز فقہ حنفی کے مطابق حنفی ہو گی۔ اہل حدیث کی نماز سنت نبوی کے مطابق محمدی ہو گی۔ اب محمدی نماز حنفی کے تابع کیسے ہو سکتی ہے۔ اولاً تو حق باطل کے تابع ویسے نہیں ہو سکتا۔ حق کو باطل کے تابع کرنا ویسے ہی جرم ہے۔ ثانیاً محمدی نماز حنفی نماز کی اقتدا میں ادا نہیں ہو سکتی۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ حنفی نماز ٹھونگے اور اٹھک بیٹھک کے سوا کچھ نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ آج کل کے حنفی کی نماز دیکھ لیتے تو

ضرور فرماتے ((فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) ❶ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ حنفی نماز کی ابتدا بھی غلط انتہا بھی غلط۔ حنفی نماز کی ابتدا اللہ اکبر کی بجائے اللہ اجل اور اعظم سے بھی ہو سکتی ہے 'اور انتہا پاد (گوز) پر بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قدوری میں ہے۔ فَاِنْ قَالَ بَدَلاً مِنَ التَّكْبِيْرِ اَللّٰهُ اَجَلُّ اَوْ اَعْظَمُ اَوِ الرَّحْمٰنُ اَكْبَرُ ' اَجْزَاهُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَااللّٰهُ تَعَالٰى ❷ پس اگر اللہ اکبر کی بجائے اللہ اجل یا اعظم یا الرحمٰن اکبر کہے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ وَ اِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثُ فِىْ هٰذِهِ الْحَالَةِ اَوْ تَكَلَّمَ اَوْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ فِى الصَّلٰوةِ تَمَّتْ صَلاَتُهٗ۔ ❸ اگر تشہد کی حالت میں جان بوجھ کر پاد مار دے یا کسی سے کلا کر لے یا کوئی عمل نماز کے منافی کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز پوری ہو جائے گی۔ یعنی سلام کے بدلے پاد مارنا بھی کافی ہے۔ محمدی نماز کی ابتدا اللہ اکبر سے ہی ہو سکتی ہے 'اور کسی کلمہ سے نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا۔ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ ❹ آپ نماز اللہ اکبر سے شروع کرتے 'آپ نے فرمایا: تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ ❺ نماز کی ابتدا

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الاذان ' باب امر النبیؐ الذی لا یتم رکوعه بالاعادة 'ص 63 رقم 793... صحیح مسلم' کتاب الصلوة ' باب وجوب قراء ة الفاتحة فی کل رکعة' ص 741 رقم45 .. ابو داؤد کتاب الصلوة ' باب صلوة من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود' ص:1386رقم 856 ' جامع الترمذی 'کتاب الصلوة ' باب ما جاء فی وصف الصلوة' ص 1668 رقم 302 .. مشکوة : کتاب الصلوة' باب صفة الصلوة' رقم 790)

❷ (قدوری ' باب صفة الصلوة) ❸ (هداية کتاب الصلوة ' باب الحدث فی الصلوة ص 130)

❹ (صحیح مسلم' کتاب الصلوة ' باب مایجمع صفة الصلوة و ما یفتتح به و یختم به رقم 240.. نسائی ' کتاب الافتتاح ' باب العمل فی افتتاح الصلوة' ص 2143رقم 877 .. مشکوة ' کتاب الصلوة ' باب صفة الصلوة فصل اول رقم 791)

❺ (ابو داؤد' کتاب الطهارة' باب فرض الوضوء ص 1227 رقم 61 'ارواء الغلیل ' 8/2 رقم 301.. ابن ماجة ' کتاب الطهارة ' باب مفتاح الصلوة الطهور' ص 2494 رقم 276 .. ترمذی : کتاب الطهارة ' باب ما جاء ان مفتاح الصلوة الطهور' ص 1629 رقم 3)

اللہ اکبر سے ہی ہے اور انتہا سلام سے ہی ہے۔ سلام کی جگہ پاد کام نہیں دے سکتا جب حنفی اور محمدی نمازوں میں اتنا فرق ہو تو محمدی نماز حنفی نماز کے پیچھے کیسے ادا ہو سکتی ہے؟

ا۔ نماز بذات خود ایک اچھا عمل ہے جو بھی پڑھتا ہے نماز سمجھ کر ہی پڑھتا ہے۔ یہ غیر اہلحدیث کے پیچھے بھی جائز ہونا چاہیے۔

ب۔ جب نماز ایک اچھا عمل ہے اور مدار نجات ہے تو اس کو اچھے طریقے سے کسی اچھے امام کے پیچھے ہی پڑھنا چاہیے نہ کہ کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے جو گمراہ بھی ہے اور پڑھتا بھی بھونڈے طریقے سے ہے۔

ا۔ نماز نیکی کا کام ہے۔ ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾[5:المائدۃ:2] کے تحت اس میں ایک دوسرے سے مل جانا کوئی برا نہیں بلکہ اچھا ہی ہے۔ حضرت عثمان نے بھی یہی کہا تھا' جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ نماز نیکی کا کام ہے اور نیکی کے کام میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو جایا کرو۔

ب۔ حضرت عثمان کی مراد یہ نہ تھی کہ بدعتیوں اور مشرکوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیا کرو۔ ان کی مراد تو باغی گروہ سے تھی جو اس وقت مدینہ پر مسلط تھا جن کے لیڈروں میں سے محمد بن ابی بکر بھی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیٹا تھا اور حضرت علیؓ کا ربیب تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو پالا تھا۔ باغیوں کے بارے میں حضرت عثمان ؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس وقت مسجد پر قابض بھی وہی گروہ تھا۔ لوگوں کا دل نہیں چاہتا تھا کہ فساد میں باغیوں کے پیچھے نماز پڑھیں' حضرت عثمانؓ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ فساد میں باغیوں کا ساتھ نہ دو لیکن نماز نیکی کا کام ہے' یہ ان کے ساتھ مل کر پڑھ لیا کرو' یہ نہ کرو جیسا کہ آج کل عام لوگ کرتے ہیں کہ امام سے ذرا مخالفت ہوئی تو فوراً اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور یہ فتویٰ لگا دیا کہ میری نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوتی' جس امام سے کسی دنیاوی جھگڑے کی وجہ سے نفرت ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک نہ کرے۔ جس بات میں مخالفت ہو گی سو ہو گی۔ نماز تو نیکی کا کام ہے۔ اس میں تو مخالفت نہیں' وہ دونوں ایک ہے' وہ پیچھے پڑھ لینی چاہیے'

لیکن جہاں امام سے نفرت اسکے مذہب کی وجہ سے ہو وہاں نماز اس امام کے پیچھے نہیں پڑھنی چاہیے۔ اگر حضرت عثمانؓ کے حکم کو آپ اتنا ہی عام سمجھتے ہیں کہ نماز ہر ایک کے پیچھے پڑھ لینی چاہیے تو پھر مرزائیوں اور شیعہ کے پیچھے آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر نماز کو ہی دیکھنا ہے کہ یہ ایک نیک کام ہے۔ یہ نہیں دیکھنا کہ امام کون ہے' اس کا مذہب کیا ہے اور وہ نماز کیسے پڑھتا ہے تو پھر تو ہر ایک کے پیچھے نماز جائز ہونی چاہیے۔ پھر شیعہ اور مرزائی کا امتیاز کیسا؟ حال آنکہ شیعہ اور مرزائی کے پیچھے دیوبندی اور بریلوی بھی نماز نہیں پڑھتے۔ سب کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی' آخر امامت کی کچھ شرائط ہیں ان میں امام کے عقیدہ و عمل کو بہت دخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو امامت سے معزول کر دیا تھا۔ اس وجہ سے کہ اس نے قبلہ کی طرف تھوکا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس فعل سے شعائر اللہ کی توہین و بے حرمتی ہو اس فعل کے مرتکب کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ بدعتی اور مشرک سے زیادہ اس جرم کا مرتکب اور کون ہو سکتا ہے۔ بدعتی اور مشرک دونوں اللہ کے رسولؐ کی توہین کرتے ہیں۔ جو نیا دین' اور نئے نئے معبود بناتے ہیں' امامت ایک اعزاز ہے جو کسی غیر اہل حدیث کو نہیں دیا جا سکتا۔ غیر اہل حدیث سب بدعتی ہیں' خاص کر مقلدین۔ کسی بدعتی کو ایسا اعزاز دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ)) [1] جس نے کسی بدعتی کی عزت و توقیر کی' اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں اس کی مدد کی۔ اللہ کے رسولؐ تو یہ فرمائیں اور آج کل کا اہل حدیث دیوبندیوں کے پیچھے جو یقیناً بدعتی ہیں نماز پڑھے۔ افسوس کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ امامت سے بڑی عزت و توقیر اور کیا ہو سکتی ہے۔ غیر اہل حدیث کو امام بنانے سے اس کے غلط مذہب کو تقویت ملتی ہے۔ بدعتی کو امام بنانے سے ایک طرح سے اس کے غلط مذہب کی تصدیق ہوتی ہے اور غلط مذہب کی

---

[1] (مشکوۃ: کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنۃ' فصل ثالث رقم: 189)

تصدیق حق کی تردید ہے۔ جس سے اسلام کا بڑا نقصان ہے۔

ا۔ سنا ہے حدیث میں ہے: اَلصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بِرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَوْ كَمَا قَالَ۔ ❶ نماز ہر نیک و بد کے پیچھے پڑھو۔

ب۔ اولاً تو یہ حدیث بہت کمزور ہے' اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔ ثانیاً بد سے مراد یہاں غیر اہل حدیث نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو اہل حدیث ہیں' لیکن ان کی عملی حالت اتنی اچھی نہیں۔ بد عمل اہل حدیث کو امام بنانے سے حق مذہب اہل حدیث کی توہین نہیں ہوتی نہ ہی اس سے حق ملتبس ہوتا ہے۔ جو خرابی بدعتی اور مشرک کی اقتدا میں ہے وہ فاسق فاجر کی اقتدا میں نہیں چاہیے تو یہ کہ امام ہر لحاظ سے بہتر ہو۔ اہلحدیث بھی ہو اور باعمل بھی ہو' لیکن اگر کسی عملی کوتاہی کی وجہ سے اس پر فاسق کا اطلاق ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے جیسا کہ صحابہ اور تابعین بعض اموی حاکموں کو فاسق و فاجر سمجھنے کے باوجود ان کے پیچھے نمازیں پڑھ لیتے تھے۔ اس زمانہ کے ائمہ بدعتی اور مشرک نہیں ہوتے تھے' نہ تقلیدی قسم کی خطرناک بدعتوں کا اس وقت رواج ہوا تھا۔ شروع شروع میں سب لوگ تقریباً اہل حدیث تھے۔ عملی کوتاہیاں ہوں تو ہوں' مذہب قریباً سب کا ایک تھا۔

ا۔ بدعتی کے پیچھے نماز کیوں نہیں ہوتی؟

ب۔ بدعتی اللہ کے دین کو بگاڑتا ہے۔ اس لیے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا' بلکہ مقلد قسم کا بدعتی تو ویسے ہی اسلام سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے:

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَ لَا صَلٰوةً وَ لَا حَجًّا وَ لَا عُمْرَةً وَّ لَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَخْرُجُ الشَّعْرُ مِنَ الْعَجِيْنَ)) ❷ بدعتی کا اللہ نہ

---

❶ (مشكوة ' 351/1' كتاب الصلوة' باب الامامة ' 1125.. ابوداؤد' كتاب الصلوة ' باب الامامة البر والفاجر' ص 1268 رقم 594)

❷ (ابن ماجة ' كتاب السنة' باب اجتناب البدع و الجدل 'ص 2480 رقم :49)

روزہ قبول کرتا ہے' نہ نماز' نہ حج' نہ عمرہ' نہ نفل' نہ فرض۔ وہ اسلام سے ایسے نکلتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ بخاری شریف میں ہے: ((مَنْ اَحْدَثَ فِيهَا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فعلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) [1] جو اس میں بدعت کرے یا کسی بدعتی کو جگہ دے اس پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی بھی۔ جب بدعتی ایسا راندہ درگاہ ہو تو اس کو امام کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

ا۔ بخاری شریف میں تو ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

ب۔ اولاً تو وہ کسی کا قول ہے۔ وہ اللہ کے رسول کی حدیث نہیں۔ اس لیے وہ دلیل نہیں بن سکتا۔ ثانیاً ہو سکتا ہے کہ اس سے قائل کی مراد بدعملی ہو۔ دین میں تفریق پیدا کرنے والا مقلد نہ ہو۔ بدعتی سے تو جتنی نفرت ہو اتنی اچھی ہے۔ دین کا بچاؤ اسی میں ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ اپنے شاگرد کے ساتھ نماز پڑھنے کے ارادے سے ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ اذان ہو چکی تھی۔ اذان کے تھوڑی دیر بعد مسجد کے مؤذن نے تثویب کی۔ یعنی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پکار کر کہا' تاکہ نمازی نماز کے لیے آ جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے شاگرد حضرت مجاہد سے کہا۔ چلو ہم یہاں سے نکل چلیں یہ بدعتی ہیں۔ وہ اس مسجد سے نکل گئے۔ وہاں انھوں نے نماز نہ پڑھی۔

ا۔ اگر بدعتی امام کی نماز قبول نہ بھی ہو تو مقتدی کی نماز پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر امام کی نماز نہ بھی ہو تو مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے' جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

ب۔ بخاری شریف کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر صالح امام کی نماز میں کوئی خرابی رہ گئی ہو مثلاً وضو یا غسل کرنا بھول گیا یا سری نماز میں غافل ہو گیا' اس نے الحمد شریف نہیں پڑھی تو مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی۔ امام کو اپنی نماز لوٹانی پڑے گی۔ اِنْ اَصَابُوْا وَ اِنْ اَخْطَوْا کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ نماز کی کسی اندرونی خرابی کے بارے میں ہے۔ جس کا تعلق صرف امام کے ساتھ ہے۔ مقتدیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ

---

[1] (صحیح البخاری' کتاب الاعتصام' باب اثم من آوی محدثا' ص 608 رقم 7306)

امام کی شرائط کے بارے میں نہیں۔ امامت کے بارے میں تو آپ نے فرمایا ہے:
اَئِمَّتُکُمْ خِیَارُکُمْ ❶ تمھارے امام تم سے بہتر اشخاص ہونے چاہئیں۔ اب غیر اہلحدیث اہل حدیث سے بہتر کیسے ہو سکتا ہے۔ اہل حدیث کا امام بہتر اہل حدیث ہی ہونا چاہیے نہ کہ مقلد، مشرک، دیوبندی اور بریلوی جو اہل حدیث دیوبندیوں یا بریلویوں کے پیچھے نمازیں پڑھ لیتے ہیں وہ حقیقت میں اہل حدیث نہیں۔ وہ نام کے اہل حدیث ہیں، وہ اہل حدیث کے مذہب سے بے خبر ہیں۔ اہل حدیث کو زوال ہی اس وقت سے شروع ہوا ہے، جب سے اہل حدیث اپنے مقام کو بھولے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عام فرقوں جیسا ایک فرقہ سمجھنے لگے ہیں۔ اپنی فوقیت کا تصور ان کے ذہنوں سے بہت حد تک نکل گیا ہے۔ جب تک اہل حدیثوں کو اپنی رفعت وبلندی کا احساس نہیں ہوگا وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اہل حدیث ازل سے امام پیدا ہوا ہے کیوں کہ وہ حق ہے، اس کو امام رہنا چاہیے۔ کبھی کسی کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے۔ اہل حدیث کا کسی کے پیچھے لگنا گویا اہلحدیثی کو خیرباد کہنا ہے۔

ا۔ اگر مجبوراً کسی غیر اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنی پڑ جائے تو پھر؟

ب۔ اول تو کبھی ایسا موقع آنے نہ دے، لیکن اگر کبھی بے بسی ہو تو اپنی نماز لوٹائے۔

ا۔ اس کی کیا دلیل ہے؟

ب۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: ((کَیْفَ اَنْتَ اِذَا کَانَتْ عَلَیْكَ اُمَرَاءُ یُمِیْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اَوْیُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَقْتِهَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَکْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ)) ❷

---

❶ (مسلم: کتاب الامارۃ ' باب خیار الائمة و شرارهم ص 1011 رقم 65-66 .. مسند احمد: 24/6 رقم 23461)

❷ (مسلم ' کتاب المساجد ' باب کراهة تاخیر الصلاۃ عن وقتها ' ص 778' رقم 238 ابوداؤد : کتاب الصلوۃ ' باب اذا اخر الامام الصلوۃ عن الوقت ص 1255 رقم 431 مشکوۃ: کتاب الصلوۃ ' باب تعجیل الصلوات رقم 600)

اس وقت تو کیا کرے گا جب ایسے امرا تجھ پر مسلط ہوں گے جو نمازوں کو خراب کریں گے یا دیر سے پڑھائیں گے تو حضرت ابو ذرؓ نے پوچھا آپ ہی بتائیں میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا تو اپنی نماز وقت پر پڑھ لینا' اگر تجھے ان کی جماعت مل جائے تو ان کے ساتھ شامل ہو جانا۔ وہ تیرے لیے نفل ہو جائیں گے۔ اس حدیث سے یہ بات نکلی ہے کہ اگر امام اچھا نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز خراب ہو جاتی ہے تو اپنی نماز علیحدہ پڑھ لے۔ جماعت کی پرواہ نہ کرے۔ اگر فتنے کا ڈر ہو تو ان کے ساتھ بھی شامل ہو جائے تاکہ فتنے سے مامون رہے۔ اس حدیث سے نماز لوٹانے کا ثبوت ملتا ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْوُلاَۃَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ بِالنَّاسِ لَمَّا فَسَدَتْ اَدْیَانُھُمْ وَ لَمْ یُمْکِنْ تَرْكُ الصَّلٰوۃِ وَرَائِھِمْ وَلاَ اسْتُطِعَتْ اَتَاھُمْ صَلِّ مَعَھُمْ وَرَائَھُمْ کَمَا قَالَ عُثْمَانُ اَلصَّلٰوۃ اَحْسَنَ مَا یَفْعَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنُوْا فَاَحْسِنْ وَ اِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَائَتَھُمْ ثُمَّ کَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اِذَا صَلّٰی مَعَھُمْ تَقِیَّةً اَعَادُوا الصَّلٰوۃَ لِلّٰہِ وَ مِنْھُمْ مَنْ کَانَ یَجْعَلُھَا صَلاَتَہ' وَبِوُجُوْبِ الْاِعَادَۃِ اَقُوْلُ جب امراء کی دینی حالت خراب ہو گئی' لیکن وہ لوگوں کی امامت کرواتے تھے اور لوگ ان کو ہٹا بھی نہیں سکتے تھے۔ اس لیے ان کو ان کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی تھی جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ نماز ایک نیکی کا کام ہے' نیکی کے کام میں شامل ہو جایا کرو اور ان کے برائی کے کاموں سے بچا کرو۔ پہلے لوگوں میں سے بعض تو تقیہ کے طور پر ایسے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے لیکن پھر اپنی نماز لوٹا لیتے تھے اور بعض نہ لوٹاتے۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں' لیکن میری رائے یہی ہے کہ ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ کر نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں ایک دوسری جگہ اس سے بھی واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

وَ اِنْ صَلُّوْا بِنَا وَ کَانُوْا فَسَقَةً مِنْ جِھَةِ الْمَعَاشِ جَازَتِ الصَّلٰوۃُ مَعَھُمْ وَ اِنْ کَانُوْا مُبْتَدِعَةً لَمْ تَجْزِ الصَّلٰوۃُ مَعَھُمْ اِلاَّ اَنْ یَّخَافُوْا فَیُصَلِّیْ مَعَھُمْ تَقِیَّةً وَ تُعَادِ الصَّلٰوۃَ اور اگر ایسے امام نماز پڑھائیں جو فاسق ہوں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر امام بدعتی ہوں تو ان کے ساتھ نماز جائز نہیں' لیکن اگر فتنے کا ڈر ہو تو تقیہ کے طور پر ان کے پیچھے نماز پڑھ لے لیکن پھر اپنی نماز کو لوٹائے۔

مسعود بی۔ایس سی کے نام خط

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری ؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مسعود احمد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ !

آپ کا خط موصول ہوا' آپ نے لکھا ہے کہ آپ کو اس بات پر بڑا تعجب ہے کہ اہلحدیث کا نام قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! قرآن وحدیث میں اہل حدیث کا نام نہ ملنے پر تعجب نہ کریں۔ تعجب اپنی عقل پر کریں کہ آپ چیز کو بے موقع و بے محل تلاش کرتے ہیں یہ کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ عمارت کا نام عمارت کی بنیاد میں تلاش کیا جائے؟

مسعود صاحب! آپ کو سوچنا چاہیے کہ بنیاد تو بنیاد ہوتی ہے 'بنیاد عمارت تو نہیں ہوتی کہ اس پر نام نظر آئے۔ اگر کوئی بنیاد میں عمارت یا عمارت کی چھت اور اس کی منڈیر کو تلاش کرے یا عمارت کے رنگ وروغن اور اس کے نام کو تلاش کرے کہ یہ مسجد ہے' یا مدرسہ ہے سٹیشن ہے یا ہسپتال تو اس کے بے وقوف اور احمق ہونے میں کیا شبہ ہے۔ جو چیز کسی عمارت کے لیے بنیاد ہوتی ہے وہ عمارت کے مالہ کے لیے بھی بنیاد ہوتی ہے۔ یہ تو آپ کی عقلمندی ہے جو بنیاد کے اندر عمارت کا نام تلاش کرتے ہیں اور پھر نہ ملنے پر تعجب ہم پر کرتے ہیں۔ اگر آپ کو جماعت المسلمین کا خبط نہ ہوتا تو آپ بنی الاسلام علی خمس سے ہی "بنا اور مبنی" کی حقیقت کو سمجھ لیتے۔

مسعود صاحب جیسے اہل حدیث مذہب کی بنیاد قرآن و حدیث ہے ایسے ہی اہل حدیث نام کی بنیاد بھی قرآن وحدیث ہے۔ بنیاد سپورٹ کرتی ہے۔ بنیاد Base کا کام دیتی ہے۔ بنیاد عمارت اور عمارت کے مالہ کے لیے ظرف نہیں ہوتی۔ مجھے تو آپ کی عقل پر تعجب ہے کہ آپ بنیاد بھی کہتے ہیں اور پھر جس کی بنیاد ہے اس کو بنیاد کے اندر تلاش بھی کرتے ہیں۔ وہ شاید آپ جیسا ہی عقل والا تھا جس کی سوئی گم تو ہوئی تھی کہیں گھر میں تلاش کرتا تھا باہر کہیں سڑک پر۔ لوگوں نے پوچھا کیا تلاش کرتے ہو۔ کہنے لگا سوئی۔ پوچھا کہاں گم گئی؟ کہنے

لگا گھر میں۔ لوگوں نے کہا پھر یہاں کیوں تلاش کرتے ہو؟ کہنے لگا گھر میں اندھیرا ہے۔ ہم اس حکایت کو جھوٹ سمجھا کرتے تھے کہ ایسا کون پاگل ہوگا جو گھر میں گم شدہ چیز باہر سڑک پر تلاش کرے۔ لیکن اب آپ کا حال دیکھ کر یقین ہوگیا کہ یہ کہانی ضرور صحیح ہوگی۔ جب جماعت المسلمین کا امام ایسا ہو سکتا ہے کہ کہیں کی چیز کہیں تلاش کرے تو ایک عام آدمی سے کیا بعید ہے کہ وہ ایسی حرکت کرے۔ مسعود صاحب! جس جماعت کا امام ایسا کامل العقل ہو اس جماعت میں کسی فاتر العقل کی کیا ضرورت ہے۔ ایک امام ہی عقلی کمالات کے لیے کافی ہے۔

مسعود صاحب! جماعت المسلمین کے خبط اور اہل حدیث دشمنی نے آپ کی مت مار دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عمارت کے نام کو عمارت کی بنیاد میں تلاش کرتے ہیں۔ اگر جماعت المسلمین کا بھوت آپ پر سوار نہ ہوتا تو آپ سوچتے کہ میں نے کیسا احمقانہ سوال کیا ہے۔ نام عمارت کا در و دیوار پر ہوتا ہے' نہ کہ عمارت کی بنیاد میں۔ مسعود صاحب! ہمارے مذہب کا نام اہل حدیث ہے جس کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ اس طرح کہ حدیث کا اطلاق کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ دونوں پر ہوتا ہے۔ قرآن بڑے دعوے اور فخر سے اپنے آپ کو حدیث کہتا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ چند آیات قرآنی۔

1-﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾[56:الواقعة:81]

2-﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾[53:النجم:59]

3-﴿اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾[18:الكهف:6]

4-﴿فَذَرْنِىْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾[68:القلم:44]

5-﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ﴾[52:الطور:34]

جب حدیث کا لفظ قرآن و حدیث دونوں کو شامل ہے اور اہل حدیث کی ترکیب قرآنی ہے کیونکہ اہل کتاب اور اہل انجیل کے عین مطابق ہے۔ تو ہمارا دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ جیسے ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن و حدیث ہے' ایسے ہی ہمارے نام اہل حدیث کی بنیاد بھی قرآن و حدیث ہے۔ مسعود صاحب! آپ اپنی نااہلی سے یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن کا

نام تو ذکر بھی ہے۔ پھر اہل حدیث اہل ذکر کیوں نہیں کہلاتے؟ میں کہتا ہوں جو جامعیت اہل حدیث نام میں ہے وہ کسی اور نام میں نہیں۔ اگر اہل ذکر یا اہل قرآن نام رکھا جائے تو پھر حدیث نکل جاتی ہے۔ حال آنکہ حدیث بھی قرآن کی طرح دین کی بنیاد ہے۔ اہل حدیث نام رکھنے میں قرآن بھی آجاتا ہے اور حدیث بھی اور دین مکمل ہو جاتا ہے۔ اہل حدیث نام ہلکا بھی ہے اور پر مغز بھی۔ یہ زبان پر ثقیل بھی نہیں۔

بر عکس اس کے حنفی کو دیکھ لیں، نہ حنفی مذہب کی بنیاد قرآن و حدیث نہ حنفی نام کی۔ جب قرآن و حدیث حنفی نام کی بنیاد نہیں تو حنفی نام قرآن و حدیث سے نکل ہی نہیں سکتا۔ بنیاد کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس پر مبنی ہر چیز اس پر Base کرے۔ اس کا ثبوت اس سے نکل سکے۔ بنیاد کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس پر مبنی ہر چیز من و عن اس کے اندر موجود ہو۔ جب ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے مذہب اور ہمارے مذہب کے نام کی بنیاد قرآن وحدیث ہے تو ہم نے اپنا نام قرآن وحدیث سے نکال کر دکھادیا۔ ایک حنفی ایسا نہیں کر سکتا، کیوں کہ اس کی بنیاد قرآن وحدیث نہیں۔ مسعود صاحب! یہ تو آپ کی عقل کا فتور پر قصور ہے کہ بنیاد بھی کہتے ہیں اور اس پر مبنی چیز کو من و عن اس کے اندر تلاش بھی کرتے ہیں۔ مسعود صاحب! آپ کی یہی ایک حماقت نہیں آپ کی بڑی بڑی حماقتیں اور بھی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کو تو لوگ کہتے تھے: مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ اَبِي بَكْرٍ ❶ اے عائشہؓ! یہ تیری پہلی برکت نہیں، تیری اور بھی بہت سی برکتیں ہیں۔ یعنی تو بہت برکت والی ہے۔ لیکن مسعود صاحب! آپ کے بارے میں تو یہی کہا جا سکتا ہے: مَاهِيَ بِاَوَّلِ حَمَاقَتِكُمْ يَا اِمَامَ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ!

مسعود صاحب! آپ کی بڑی بڑی حماقتیں ہیں۔ اسلام اور مسلمین تو پہلے سے ہی

---

❶ (صحیح بخاری، کتاب التیمم باب قول الله تعالیٰ ﴿ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم و ایدیکم منه .. ص 39 رقم 334.. صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، ص 736 رقم 108)

چلے آرہے تھے۔ آپ نے بیسویں صدی میں جماعت المسلمین کی طرح ڈال دی۔ پہلے لوگوں کو تَلْزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِمَامَهُمْ ❶ کہہ کر ڈرایا' پھر خلیفۃ المسلمین بننے کے شوق میں خود امام المسلمین بن گئے۔

کوئی کہے بھئی! اے بیسویں صدی کے امام المسلمین اہل حدیث ایک لقب ہے اور لقب والدین نہیں رکھا کرتے۔ لہٰذا اہل حدیث نام قرآن و حدیث میں ہونا کوئی ضروری نہیں' لیکن آپ نہیں مانتے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ لقب ہو یا کچھ اور میں کہتا ہوں کہ تم ثابت کرو کہ جو نام تمھارے والدین نے رکھا ہے۔ یہ نام قرآن و حدیث میں ہے' ورنہ تم اپنے ماں باپ کے نہیں۔ تم بدعتی ہو' گمراہ ہو' جو تم نے یہ نام رکھا۔ مسعود صاحب اگر ہم اہل حدیث نہیں رکھ سکتے کیوں کہ یہ اضافہ ہے تو آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا۔ آپ کس طرح بی۔ایس سی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک مسعود عثمانی ہیں۔ ایک مسعود بی۔ ایس سی۔ آپ بتائیں۔ جب آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا تو آپ مسعود بی۔ ایس سی۔ کیوں اور کیسے بن گئے؟ اب یا تو ثابت کریں کہ یہ مسعود بی۔ ایس سی نام بھی آپ کے والدین نے رکھا ہے ورنہ تسلیم کریں کہ آپ بھی اپنے ماں باپ کے نہیں۔ آپ بدعتی ہیں' ولایتی ہیں' فارمی ہیں' پیوندی ہیں۔ آپ وہ مسعود نہیں جس کو آپ کے ماں باپ نے جنا تھا۔ جس کا صرف ایک نام یعنی مسعود تھا۔ آپ مسعود بی۔ ایس سی ہیں وہ مسعود تھا۔

مسعود صاحب! یہ تو چند سطریں بطور تمہید ہیں۔ قصہ مختصر تمہید طولانی والی بات ہو گئی۔ اب اصل جواب دیکھیے۔ مسعود صاحب! آپ کا خط ملا' پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ چلو ہمیں بھی بیسویں صدی کے امام المسلمین سے پورا نہیں تو آدھا شرف ملاقات حاصل ہو گیا جب کبھی اللہ پوری ملاقات کرائے گا تو مزا آئے گا' کم از کم کھل کر بات تو ہو جائے گی۔

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الفتن' باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ ص 591 رقم 7084... صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظهر الفتن ص 1009 رقم 51)

مسعود صاحب! آپ کی خواہش ہے کہ آپ بات بات پر بحث کریں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اسی ایک بات پر ہی آپ کی خواہش پوری ہو جائے۔ اس لیے غور فرمائیں۔ مسعود صاحب! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کی بنیاد آپ کے والدین ہیں، لیکن ہمیں تعجب ہے کہ آپ کا مسعود بی۔ ایس سی نام آپ کی بنیاد میں نہیں ملتا۔ براہ کرم اپنے نام مسعود بی۔ ایس سی کا ثبوت اپنے اصلی ماں باپ سے دے کر اپنے دعویٰ کو کہ آپ اپنے ماں باپ کے ہیں، سچا ثابت کریں، ورنہ ہمیں مجبوراً اعلان کرنا پڑے گا کہ مسعود صاحب جو آج تک غلطی سے اپنے ماں باپ کے سمجھے جاتے رہے ہیں اب نئے مسلمینی مذہب کے مطابق اپنے ماں باپ کے نہیں ہیں، وہ فارمی ہو گئے ہیں، کیوں کہ انھوں نے اپنا نام مسعود بی۔ ایس سی رکھ لیا ہے، جس کا ثبوت اس کے ماں باپ سے نہیں ملتا۔ مسعود صاحب! جب آپ اپنے نام مسعود بی۔ ایس سی کا ثبوت اپنے اصلی والدین سے کر دیں گے، ہم آپ کو اہل حدیث نام کا ثبوت اپنے اصلی والدین سے کر دیں گے۔ ہم آپ کو اہل حدیث نام کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے دیں گے۔ مسعود صاحب فرصت مجھے بھی بالکل نہیں۔ آپ کے شفیق صاحب اور ہمارے غوری صاحب اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ اس لیے میں نے مختصراً آپ کے لفظوں میں ہی آپ کو جواب دیا ہے۔ اگر آپ میں سمجھ ہوئی تو ضرور سمجھ جائیں گے۔ تبلیغ اسلام کا کام اب آپ کو تو کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ آپ کے نوجوانوں نے خصوصاً ان دونوں حضرات نے یہ کام بطریق احسن سنبھال لیا ہے اور آپ کو فارغ کر دیا ہے۔ شفیق صاحب نے تو ماشاء اللہ کمال ہی کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر میں اتنی ترقی کی کہ ملتان، بہاول پور کو سر کر کے اب ان کا رخ کراچی کی طرف ہے۔ اب وہ آپ کی ہی خبر لیں گے۔ آپ ان سے بحث کے لیے تیار رہیں۔ وہ آپ سے بحث کرنے کے لیے بھی کافی سے زیادہ وافی ثابت ہوں گے۔ آپ بی۔ ایس سی ہیں۔ وہ ماشاء اللہ ڈاکٹر ہیں۔ وہ آپ کا علاج کر دیں گے کہ آپ کی صحت بھی ہو جائے گی اور پھر کبھی بحث کی خواہش بھی نہیں ہو گی۔ چند ماہ انتظار کیجیے پھر ان کے ہاتھ دیکھیے۔

خادم الاسلام والمسلمین

عبداللہ عفی اللہ عنہ

مسعود بی۔ ایس سی
کی
جماعت المسلمین
پر ایک نظر

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ ہر طریقے سے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیک کو نیکی کے رنگ میں' بد کو بدی کے رنگ میں۔ اس کا زیادہ تر وار اہل حق پر ہوتا ہے۔ خصوصاً اہل حدیث پر' کیوں کہ یہی اہل حق ہیں' جن کو چو مکھی لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ کبھی ہر اس محاذ پر کبھی اس محاذ پر۔

اہل حدیث پر وار کرنے کے لیے پہلے تو شیطان اغیار سے کام لیتا ہے' لیکن جب دیکھتا ہے کہ اغیار اہل حدیث کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوتے تو پھر قرآن و حدیث کا نام لینے والوں میں سے ہی وہ کسی کو منتخب کر کے اپنا کام لیتا ہے۔ کراچی کے مسعود بی۔ ایس سی صاحب اب شیطان کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں۔ وہ آج کل ان سے اپنا کام لے رہا ہے۔ اس لیے مسعود صاحب' اپنی سادہ لوحی اور علم و فہم کی کمی کی وجہ سے دین داروں کے لیے فتنہ بنے ہوئے ہیں۔ وہ نام قرآن و حدیث کا لیتے ہیں' لیکن مخالفت اہل حدیث کی کرتے ہیں۔ اگر مسعود صاحب شیطان کے ہتھے چڑھے ہوئے نہ ہوتے تو وہ اہل حدیث کی مخالفت نہ کرتے۔

آخر غرباء والوں نے بھی تو اپنی جماعت بنائی۔ اپنا سلسلہ چلایا' لیکن اہل حدیث کی مخالفت نہیں کی۔ اپنی کارکردگی کو غرباء کے نام سے نمایاں کیا' لیکن جماعت حق سے اپنا سلسلہ نہیں توڑا۔ اگر مسعود صاحب عقل والے ہوتے' ان کی قسمت سیدھی ہوتی تو وہ ضرور سوچتے کہ جب اہل حدیث بھی قرآن و حدیث کو مانتے ہیں' میں بھی قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں تو میں اہل حدیث کی مخالفت کیوں کروں۔ اگر کسی اہل حدیث سے کوئی اختلاف ہو تو اس سے گفتگو کروں' نہ کہ اہل حدیث جماعت کی مخالفت شروع کر دوں۔ اب مسعود صاحب نے اہل حدیث کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے' وہ اس کی مخالفت میں ہی اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی جہالت اور تعصب کی وجہ سے اہل حدیث کو بدعتی اور گمراہ بتاتے ہیں اور خود اہل حق بنتے ہیں اور لوگوں کو اہل حدیث سے متنفر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جو اہلحدیث سے متنفر ہو گا وہ پھر کہاں جائے گا۔ ترقی کر کے تو آدمی اہل حدیث بنتا ہے۔ اہل حدیث سے ترقی کر کے پھر وہ کدھر جا سکتا ہے۔ ﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلاَّ الضَّلاَلُ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ﴾ [10:یونس:32]

اہل حدیث کے بعد تو پھر گمراہی ہی گمراہی ہے۔ شیطان کے گمراہ کرنے کی تکنیک بھی یہی ہے۔ پہلے وہ حق میں تشکیک پیدا کرتا ہے' پھر لوگوں کو حق سے ہٹاتا ہے۔ جب کوئی حق سے ہٹ جاتا ہے تو پھر وہ اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ ﴿ فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ﴾ [7: الاعراف:175]

مسعود صاحب نے جماعت المسلمین نام کا ایک جال تیار کیا ہے' جو بہت غضب کا اور بڑا دلفریب ہے جس میں وہ قرآن و حدیث کا نام لے کر اہل حدیث کو پھانستے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اہل حدیث فرقہ وارانہ نام ہے۔ اس لیے یہ ناجائز ہے۔ اہل حدیث جماعت ہندوستان میں بنی ہے اور جماعت المسلمین قدیم سے ہے۔ اس کا ذکر بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ اور یہی اصل جماعت ہے' حالانکہ "جماعت المسلمین" بالکل ایک نئی جماعت ہے جس کا ماضی نہ مستقل جڑ نہ بنیاد۔ ہر لحاظ سے ﴿مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴾۔ 1385ھ میں مسعود صاحب نے اس کی بنیاد رکھی۔ یہ جماعت خاص بیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھی بعد یہ پیدا ہوئی۔ یہ اس زمانے میں پیدا ہوئی جب فتنوں کا دور اور انحطاط کا زور تھا۔ ظاہر ہے کہ جس "مسلمین" کی بنیاد بیسویں صدی میں مرزا قادیانی کے بھی بعد رکھی گئی ہو وہ کیسی "مسلمین" ہو گی؟

مسعود صاحب کا حال اس عقل والے کا ہے جو ہلدی کی ایک گھٹی لے کر پنساری بن بیٹھا تھا۔ مسعود صاحب کو کہیں حدیث میں "جماعت المسلمین" کا لفظ نظر آ گیا' پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً دکان کھول دی اور جماعت المسلمین کا بورڈ لگا دیا۔ یہ نہ سوچا کہ جماعت المسلمین کا لفظ جس معنی میں میں لے رہا ہوں حدیث میں اس معنی میں ہے بھی یا نہیں۔ بورڈ لگانے کی کی۔ اگر جماعت المسلمین کا لفظ حدیث ((فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ)) ❶ (عورتیں جماعت المسلمین کے ساتھ عیدگاہ جائیں) میں اس

---

❶ (بخاری' کتاب العیدین' باب اعتزال الحیض المصلی' ص 77' رقم :981 .. مشکوۃ' کتاب الصلوۃ' باب صلوۃ العیدین' فصل اول' رقم 1431)

معنی میں ہوتا جس معنی میں مسعود صاحب نے لے کر ایک نیا فرقہ کھڑا کر دیا ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ صرف عورتوں کو ہی حکم دیتے کہ وہ جماعت المسلمین کے ساتھ عید گاہ جائیں۔ مردوں کو حکم نہ دیتے کہ وہ بھی جماعۃ المسلمین کے ساتھ عید گاہ جائیں' کسی اور فرقے کے ساتھ نہ جائیں۔ کیا جماعت المسلمین صرف عورتوں کے لیے ہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ہی حکم دیا۔ اگر یہ لفظ اس معنی میں ہوتا جس معنی میں مسعود صاحب نے لیا ہے تو سب سے پہلے محدثین جماعت المسلمین کی بنیاد رکھتے۔ مسعود صاحب ہی بتائیں' کیا محدثین نے ان کی طرح جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت بنائی؟ اگر بنائی تو اس کا حوالہ دیں۔ اگر نہیں بنائی تو کیوں؟ یا جماعت المسلمین کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں ہے 'امام بخاری' امام مسلم یا کسی اور محدث کو نظر نہ آیا۔ اگر آیا اور یقیناً نظر آیا تو انھوں نے جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت کیوں نہ بنائی۔

جب مسعود صاحب جیسا ایک بے علم جماعت المسلمین کی بنیاد رکھ سکتا ہے تو محدثین نے جماعت المسلمین نام کی کسی جماعت کی بنیاد کیوں نہ رکھی' وہ کیوں اہل حدیث ہی کہلواتے رہے۔ جب انھوں نے ایسا نہیں کیا' تو صاف ظاہر ہے کہ حدیث میں جماعت المسلمین کا لفظ اس معنی میں نہیں جس معنی میں مسعود صاحب نے لے کر بیسویں صدی کے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھ دی۔ مسعود صاحب ایک طرف اپنی جماعت کی کڑیاں بخاری و مسلم کی حدیث سے ملا کر اس کو قدیم ترین ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف اپنے رسالے "جماعت المسلمین کا پس منظر" میں لکھتے ہیں۔ چند دردمند حضرات نے اہل حق کی اصلاح کے لیے 1385ھ میں جماعت المسلمین کی بنیاد ڈالی' میں پوچھتا ہوں جب جماعت المسلمین کی بنیاد 1385ھ میں رکھی گئی تو کیا اس سے پہلے اس نام کی کوئی جماعت نہ تھی؟ اگر کوئی جماعت نہ تھی تو وہ اہل حق کون تھے جن کی اصلاح کے لیے اس جماعت کی بنیاد رکھی گئی؟ اور کس جماعت سے وہ تعلق رکھتے تھے؟ کیا آج بھی وہ اہل حق ہیں یا نہیں؟ اگر آج بھی وہ اہل حق ہیں تو وہ کون ہیں اور اگر آج ان میں سے کوئی اہل حق نہیں رہا' سب گمراہ ہو گئے تو جماعت المسلمین نے اچھی اصلاح کی کہ سارے اہل حق گمراہ ہو گئے۔ اور اگر 1385ھ سے

پہلے بھی جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت تھی تو پھر 1385ھ میں بنیاد ڈالنے کے کیا معنی؟ اگر مسعود صاحب یہ کہیں کہ اور جگہ تو یہ جماعت اس سے پہلے بھی تھی لیکن کراچی میں اس کی بنیاد 1385ھ میں رکھی گئی تو میں پوچھتا ہوں دوسری جگہ دنیا میں کہاں کہاں یہ جماعت تھی؟ کون کون اس کے امیر تھے؟ آج تک اس جماعت کے بڑے بڑے علما کون کون ہوئے ہیں؟ انھوں نے کون کون سی کتابیں لکھی ہیں؟ جن پر جماعت المسلمین کا مرغوب ٹھپہ ایسے ہی ہو جیسے آج کل مسعود اور مرغوب صاحبان لگاتے ہیں۔

اگر مسعود صاحب ماضی میں اس جماعت کا کوئی اتا پتا نہ بتا سکیں تو انھیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ ایک نئی جماعت ہے جو بیسویں صدی کے آخر میں معرض وجود میں آئی ہے۔ جس کا بخاری و مسلم میں مذکور جماعت المسلمین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہو جماعت المسلمین اور اس کی بنیاد بیسویں صدی میں رکھی جائے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی امت اتنی صدیاں بغیر جماعت المسلمین کے ہی رہی؟ رسول کریم نے اس جماعت المسلمین کے بارے میں تو فرمایا تھا ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي)) ❶ کہ وہ ہمیشہ رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مذہب کے بارے میں فرمایا تھا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي)) ❷ کہ ان کا مذہب اہل سنت والجماعت والا ہو گا۔ مسعود صاحب یا تو اپنی جماعت کا اس نام کے ساتھ ہر زمانہ میں موجود ہونا ثابت کریں' ورنہ تسلیم کریں کہ "جماعت المسلمین" آپ والی جماعت نہیں بلکہ وہ جماعت المسلمین اہل حدیث ہی ہے جو شروع زمانے میں اپنے اصلی نام سے موسوم تھی۔ جب فرقے بن گئے تو وہ اہل سنت اور اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسعود صاحب جتنی اہل سنت' اہل حدیث ناموں کی مخالفت کریں گے اتنا ہی ان کی جماعت کا جھوٹا اور بے بنیاد ہونا واضح ہو گا۔ کیوں کہ پہلے ان کی جماعت نہیں تھی اور جو جماعت حقہ اہل سنت اور اہل حدیث کے نام سے پہلے سے چلی آ رہی ہے اس کو وہ مانتے

---

❶ (بخاری' کتاب الاعتصام' باب قول النبیؐ ص 609' رقم :7311)

❷ (مشکوٰۃ' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم 171)

نہیں۔ آخر یہ خلا کیسے پورا ہوگا۔

اگر مسعود صاحب کی قسمت سیدھی ہوتی تو وہ ضرور تسلیم کرتے کہ اہل حدیث ہی وہ جماعت المسلمین ہے جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔ کیوں کہ اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جو قدیم سے ہے، جس کی ایک زبردست تاریخ ہے جس کا شاندار ماضی ہے اور درخشاں مستقبل ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی جب آئیں گے تو اسی مذہب اہل حدیث پر ہوں گے، کیوں کہ یہی اصل اسلام ہے۔

مسعود صاحب کہتے ہیں اصل جماعت المسلمین ہم ہیں جس کا خیر القرون کی جماعت المسلمین کی طرح کوئی فرقہ ورانہ نام نہیں۔ ہمارا ایک ہی نام "مسلم" ہے جو اللہ نے رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب آپ کی جماعت المسلمین وہ نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھی، کیوں کہ آپ کی جماعت المسلمین کی بنیاد 1385ھ میں رکھی گئی۔ اگر یہ پہلے والی جماعت المسلمین ہوتی تو 1385ھ میں اس کی بنیاد رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو پہلے سے ہی چلی آرہی تھی۔ جب آپ نے 1385ھ میں بنیاد رکھی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ جماعت المسلمین اور ہے۔

مسعود صاحب! آپ کی جماعت المسلمین اس لیے بھی خیر القرون والی جماعت المسلمین نہیں کہ آپ کے عقائد و مسلمات وہ نہیں جو پہلے کی جماعت المسلمین کے تھے۔ اس جماعت المسلمین کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں تھا کہ "مسلم" کے سوا کوئی اور نام رکھنا جائز نہیں۔ جو کوئی اسلام کا مترادف لقب رکھے وہ بھی فرقہ پرست ہے۔ مسعود صاحب! اگر پہلی جماعت المسلمین کا بھی یہی دعویٰ تھا جو آپ کا ہے تو اس کا ثبوت کسی کتاب سے دیں۔ بلکہ رسول کریم ﷺ نے جہاں گمراہ فرقوں کا ذکر کر کے ایک ناجی فرقے کا ذکر کیا ہے وہاں انھوں نے جماعت المسلمین کا نام نہیں لیا۔ اگر مسعود صاحب کا مذہب صحیح ہوتا کہ اہل حق کا جماعت المسلمین کے سوا کوئی دوسرا نام ہی نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور جماعت المسلمین کا نام لیتے۔ جب آپ ﷺ نے جماعت المسلمین کا نام نہیں لیا بلکہ ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ)) کہا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مسعود صاحب والی جماعت المسلمین غلط ہے جو کہتی ہے کہ جماعت المسلمین کے سوا تمام نام فرقہ پرستی اور گمراہی کے

نام ہیں۔ حالانکہ آج تک کوئی اہل حق ایسا نہیں گزرا جس نے کہا ہو کہ جماعت المسلمین کے سوا کوئی اچھا لقب رکھنا بھی گمراہی ہے۔ مسعود صاحب پہلے ہی " مسلمینی " ہیں جنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

مسعود صاحب! اگر آپ یہ کہیں کہ نام تو ہمارا وہی "جماعت المسلمین" ہے جو بخاری و مسلم میں ہے تو میں کہتا ہوں فقط نام سے کیا ہوتا ہے' نام تو جعلی چیزوں کا بھی وہی ہوتا ہے جو اصلی چیزوں کا ہوتا ہے۔ نام سے ہی تو لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اس لیے فقط نام نہیں دیکھا جاتا' خصوصیات بھی دیکھی جاتی ہیں۔ جن سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ چیز جعلی ہے یا اصلی' احادیث کو دیکھ کر ہی تو مرزا قادیانی نے مسیح موعود نام رکھا تھا۔ مہدی نام کو دیکھ کر ہی تو جھوٹے اور نقلی مہدی بنے۔ مسعود صاحب! بے شک نام آپ کا وہی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے' لیکن آپ کی جماعت وہ نہیں کیوں کہ یہ تو پیدا ہی 1385ھ میں ہوئی ہے۔ اگر وہ ہوتی تو مسلسل چلی آتی۔ 1385ھ میں بنیاد رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں ہمارا نام جماعت المسلمین ہے۔ میں کہتا ہوں جماعت المسلمین تو یہود و نصاریٰ بھی تھے۔ کیا اللہ نے آپ کی طرح ان کا نام مسلمین نہیں رکھا تھا۔ جب یہود و نصاریٰ بھی جماعت المسلمین' امت محمد یہ ساری مسلمین' حتی کہ ہمارے ملک کے بھگالے اور میراثی بھی مسلمین' آپ بھی مسلمین' بلکہ شیعہ تو مومنین۔۔۔ تو فرق کیا رہا؟ مسعود صاحب فقط جماعت المسلمین نام رکھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک آپ کا سلسلہ اس جماعت حق سے نہ جڑ جائے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ)) ❶ اور ((وَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ)) ❷

آپ "جماعت المسلمین" نام کو اچھالتے ہیں حالانکہ ایسے رسمی ناموں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ)) ❸ ایک زمانہ

---

❶ (بخاری' کتاب الاعتصام' باب قول النبیؐ ص 609' رقم :7311)

❷ (مشکوٰۃ' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم 171)

❸ (مشکوٰۃ' کتاب العلم رقم 276)

ایسا بھی آجائے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ مسعود صاحب! آپ بھی صرف نام کو پیٹتے ہیں' یہ نہیں دیکھتے کہ اصل اسلام کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟ اہل حدیث جو اصل اسلام کے علمبردار ہیں۔ ان کی آپ مخالفت کرتے ہیں اور جماعت المسلمین جو بالکل ایک نیا فرقہ ہے اس کو آپ اہل حق بتاتے ہیں۔ مسعود صاحب! آخر آپ کو نظر کیوں نہیں آتا کہ تیرہ چودہ سو سال سے کونسی جماعت اہل باطل کا مقابلہ کر رہی ہے۔ کیا وہ آپ کی جماعت المسلمین ہے جو 1385ھ میں بنی ہے۔؟ آپ قدیم سے باطل کا مقابلہ کرنے والوں کو بدعتی بتاتے ہیں اور خود جو کل پیدا ہوئے ہیں' اہل حق بنتے ہیں۔ مسعود صاحب یاد رکھیے جو اہل حق کو گمراہ بتاتا ہے وہ خود گمراہ ہوتا ہے۔ آخر اس کے ذہن میں کوئی کجی ہوتی ہے تو اس کو سیدھا الٹا نظر آتا ہے۔ اور الٹا سیدھا۔

مسعود صاحب! آپ نے 1385ھ میں جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جماعت المسلمین کی بنیاد نہیں رکھی جاتی۔ جب لوگ مسلمان بنتے جاتے ہیں تو جماعت المسلمین خود بخود بن جاتی ہے۔ جماعت المسلمین کی بنیاد رکھنا تو ایسے ہی ہے جیسے اسلام کی بنیاد رکھنا۔ اس لیے احیاء اسلام یا تجدید اسلام کی تحریکیں تو دنیا میں بہت اٹھیں۔ یہ تو مسعود صاحب! ماشاء اللہ آپ ہی ہیں جنھوں نے جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی ہے۔ بعید نہیں کہ آپ کا کوئی بھائی اسلام کی بنیاد رکھنے والا بھی اٹھ کھڑا ہو۔

مسعود صاحب! یقین جانیں' جب آپ نے جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی تھی تو اہل نظر تو اسی وقت کہتے تھے کہ مسعود بے چارہ مخلص ہو تو ہو لیکن بے عقل ضرور ہے کیوں کہ مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت بنانا کسی عقل مند کا کام نہیں۔ اگر اس کو مسلم نام ہی کی کوئی جماعت بنانا منظور تھی تو تنظیم المسلمین یا اصلاح المسلمین نام کی کوئی جماعت بنا کر اپنا شوق پورا کر لیتا' مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا مسلمانوں میں ایک نئے فرقے کے اضافے کے سوا اور کچھ نہیں۔ غیر مسلمانوں کے مقابلے میں تو اس نام کا کوئی فائدہ ہو بھی سکتا ہے اور کچھ نہیں تو مسلمان اس نام پر اکٹھے ہی ہو جاتے ہیں جیسا کہ مسلم لیگ میں ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ

کی کامیابی کی بڑی وجہ مسلم لیگ کا یہ نام تھا' لیکن اب پاکستان میں اس نام کا کچھ اثر نہیں کیوں کہ پاکستان میں سارے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے مقابلے میں مسلم لیگ کا نام کوئی کشش نہیں رکھتا' بلکہ مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت بنانا لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا ہے کیوں کہ اس سے دوسرے مسلمان کی تحقیر بلکہ تکفیر کا پہلو نکلتا ہے۔اس سے اپنے فخر اور تعلّی کا اظہار ہوتا ہے۔عام مسلمانوں سے علیحدگی کا تصور پیدا ہوتا ہے جو بھی جماعت المسلمین کا نام سنتا ہے وہ طنزاً پوچھتا ہے آپ جماعت المسلمین ہیں تو کیا ہم جماعت الکافرین ہیں۔جماعت اسلامی پر بھی یہی اعتراض تھا کہ یہ جماعت اسلامی ہے' تو باقی کیا غیر اسلامی ہیں۔مسعود صاحب! آپ نے کچھ نہ سوچا سمجھا' مسلم لیگ کا ریڈی میڈ نام لے کر جماعت المسلمین کی بنیاد رکھ دی۔

جماعت المسلمین کا نام رکھا تو آپ نے نادانی میں ہے' لیکن اب قرآن وحدیث کا سہارا لے کر اس کو (Justify) کرتے ہیں۔قرآن وحدیث میں وہ وہ تاویلیں کرتے ہیں کہ مرزا قادیان کو بھی باوجود اس کی کمال تاویل بازی کے مات کر دیتے ہیں اور آیات واحادیث کے غلط ترجمے کرتے ہیں۔عبارتوں کا مطلب بگاڑتے ہیں۔غرض یہ کہ اپنی جماعت المسلمین کو بچانے کے لیے الٹے سیدھے استدلال کو دیکھ کر بسوں اور گاڑیوں میں فولاد کا کشتہ بیچنے والوں کا طرز استدلال یاد آ جاتا ہے کہ بیچنے تو ہوتا ہے ان کو اپنا کشتہ فولاد' لیکن پڑھتے ہیں آیت: ﴿وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾[57:الحديد:25] تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان کا کشتہ فولاد اللہ تعالیٰ کا تیار کیا ہوا ہے۔اور اس کا نسخہ قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کشتے میں ان کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔مسعود صاحب! آپ بھی اپنی جماعت المسلمین کا تاثر کچھ اسی قسم کا دیتے ہیں کہ جیسے یہ جماعت خود اللہ نے بنائی ہے' اللہ نے ہی اس کا نام رکھا ہے اور اللہ نے ہی مسعود بی۔ایس سی صاحب کو اس کا امیر مبعوث کیا ہے۔کیوں کہ ایک مسعود صاحب کی ذات ہی دنیا میں ایسی رہ گئی تھی جو ذہن پرستی سے محفوظ تھی' باقی ساری دنیا ذہن پرست ہوگئی تھی۔اس لیے اب جماعت المسلمین ہی دنیا میں ایک ایسی جماعت ہے جو ضلالت کے سمندر میں سفینہ نجات ہے جو اس میں سوار ہوگا گمراہی سے بچ جائے گا ورنہ

گمراہی کے سمندر میں غرق ہو جائے گا۔

مسعود صاحب! اپنی جماعت المسلمین کے دفاع کے لیے جو کچھ جائز' ناجائز آپ کر سکتے تھے آپ نے کیا' لیکن بات وہی رہی کہ باطل خواہ کتنی بھی ملمع سازی کرلے باطل ہی رہتا ہے۔ جھوٹ کتنا بھی سچا بنے جھوٹ ہی رہتا ہے۔ آپ کی جماعت المسلمین 1385ھ میں بنی ہے' پہلے نہیں تھی حالانکہ اسلام اور مسلمین پہلے سے چلے آ رہے ہیں۔ اگر آپ کی جماعت المسلمین اصلی ہوتی' نقلی نہ ہوتی تو آپ کو 1385ھ میں اس کی بنیاد رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ جس جماعت المسلمین کی بنیاد آپ نے 1385ھ میں رکھی ہے وہ ایک نیا فرقہ ہے اور نیا فرقہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسعود صاحب سب کو معلوم ہے کہ آپ نے جماعت المسلمین اب بنائی ہے اور یہ بالکل جعلی ہے۔ یہ وہ نہیں جو "خیر القرون" میں تھی' لیکن آپ کہتے ہیں یہ جماعت المسلمین وہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں مسعود صاحب! آپ کی یہ جماعت المسلمین وہ کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو ہمارے سامنے بنی ہے۔ آپ کہتے ہیں نام تو وہی ہے' مسعود صاحب! آپ کا اور آپ کی جماعت المسلمین کا حال اس سید کا ہے جو بیسویں صدی میں لوگوں کے سامنے سید بنا تھا۔ کسی نے اس پر دھوکا دہی کا مقدمہ دائر کر دیا جس میں وہ ماخوذ ہو گیا۔ اس نے اپنی صفائی میں گواہ پیش کیا۔ گواہ نے گواہی دی کہ یہ سید ہے کیونکہ ہمارے سامنے بنا ہے۔ عدالت نے کہا جواب سید بنا ہو سید کیسے ہو سکتا ہے۔ سید تو وہ ہوتا ہے جو سیدوں کی اولاد ہو اور نسلاً بعد نسلاً چلا آ رہا ہو۔ یہ سید کیسا؟ سو یہی حال آپ کا ہے اور آپ کی جماعت کا۔ جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی تو آپ نے سمندر کے کنارے کراچی میں' اور حوالے دیتے ہیں بخاری و مسلم کے کہ یہ وہی جماعت ہے جو خیر القرون میں تھی۔ مسعود صاحب! یہ جماعت وہ تو تب ہوتی جب یہ نسلاً بعد نسل مسلسل چلی آ رہی ہوتی۔ جب اس کی بنیاد ہی 1385ھ میں رکھی گئی ہے تو یہ وہ کیسے ہو سکتی ہے؟

مسعود صاحب! آپ نے "جماعت المسلمین" کی بنیاد رکھ کر "مسلم" نام کا پمفلٹ نکال کر یہ ثابت کیا ہے کہ آج تک ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کا مطلب سمجھنے

والا کوئی نہیں ہوا۔ سلف سے خلف تک سب فرقہ پرست ہی تھے جنھوں نے فرقہ وارانہ نام رکھے۔ جماعتُ المسلمین کی بنیاد نہ رکھی۔ کچھ "مقلد بن گئے" کچھ اہل حدیث۔۔۔وہ تقلید کر کے گمراہ ہو گئے' یہ اہل حدیث نام رکھ کر تباہ ہو گئے۔ جب مسلم کوئی نہ رہا تو مسعود بے چارے کو از سر نو 1385ھ میں جماعت المسلمین کی بنیاد رکھنا پڑی۔

مسعود صاحب! مسعود عثمانی کا حال بھی آپ جیسا ہی ہے۔ وہ بھی آپ کا بھائی ہے۔ وہ کہتا ہے توحید آج تک میرے سوا کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ توحید خالص کا نسخہ اب بیسویں صدی میں مجھے ہی ملا ہے۔ پہلے سب مشرک ہو گئے۔ آپ کو "مسلمینی" ڈس گئی' اس کو "توحید" لڑ گئی۔ آپ دونوں نے سلف و خلف کو مشرک' گمراہ اور فرقہ پرست قرار دیا۔ اس طرح آپ دونوں مسعودین شقیقین بن گئے۔ یہ ساری مار آپ پر اس لیے پڑی کہ آپ سلف کی راہ سے ہٹ گئے اور نئی راہ نکال لی۔ اگر آپ دونوں سلف کی لائن میں رہتے تو یوں شیطان کے ہتھے نہ چڑھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِیَةَ وَالنَّاحِیَةَ وَ اِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَ عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ)) ❶ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے جو علیحدہ رہنے والی بکری کا شکار کر لیتا ہے' اسی طرح شیطان ان لوگوں کا شکار کر لیتا ہے جو سلف کی لائن سے نکل جاتے ہیں اور بالآخر ((مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ)) ❷ کے تحت دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔

مسعود صاحب! سلف کی لائن میں رہنا بہت ضروری ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی یہی تاکید کی ہے اور ہمیں بھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [6:الانعام :90] اے نبیؐ! پہلے نبیوں کی لائن میں رہیے۔۔۔۔ صحابہ کو حکم ہے: ﴿ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ میرے نبی ﷺ کی لائن میں رہو۔ پھر فرمایا: ﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ [31:لقمان:15] میری راہ پر چلنے والے پیشرووں کی لائن میں رہو۔ نئی لائن نہ

---

❶ (مشکوة' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنة' الفصل الثالث رقم 184.. مسند أحمد 243/5 رقم 21602 ایضا 233/5 رقم 21524)

❷ (مشکوة' کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنة رقم 173 .. جامع ترمذی' ابواب الفتن' باب ما جاء فی لزوم الجماعة' ص 1869 رقم 2167)

بناؤ۔گارنٹی دی ہے کہ میری راہ پر چلنے والے اہل حق لازماً ہمیشہ رہیں گے تاکہ لائن نہ ٹوٹے۔اسی لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم اہل حق کی لائن میں رہو۔ان کی لائن سے باہر نہ نکلو۔اگر تم اہل حق کی لائن سے باہر نکلو گے تو شیطان فوراً تمھارا شکار کر لے گا۔شیطان شکار کرتا ہی اس وقت ہے جب آدمی سلف کی لائن سے نکل کر نئی راہ نکالتا ہے۔

مسعود صاحب! دل آپ کا مانتا ہے کہ اہل حدیث ہی اہل حق ہیں۔ان کے سوا کوئی اہل حق نہیں' لیکن اب جماعت المسلمین آپ کے لیے فتنہ بن گئی ہے۔اب آپ اہل حدیث کی مخالفت میں ہی اپنی جماعت کی خیر سمجھتے ہیں۔آپ ہی بتائیں کہ اگر اہل حدیث "اہل حق" نہیں تو کیا مقلدین اہل حق ہیں یا مرزائی اور اہل قرآن اہل حق ہیں' یا شیعہ مومنین اہل حق ہیں؟ آخر آپ کی جماعت المسلمین کے وجود میں آنے سے پہلے کون اہل حق تھے۔اگر وہ اہل حدیث ہی تھے تو وہ آپ کی جماعت المسلمین کے وجود میں آنے کے بعد فرقہ پرست اور گمراہ کیسے ہو گئے۔اگر وہ اہل حدیث نہیں تھے تو وہ کون تھے؟ اگر آپ کہیں کہ میں نے جماعت المسلمین کی بنیاد ہی اس وقت رکھی تھی جب کہ کوئی اہل حق نہ تھا۔چاروں طرف گمراہی ہی گمراہی تھی' گھٹاٹوپ اندھیرا تھا تو میں کہوں گا کہ یہ جھوٹ ہے۔یہ ہو ہی نہیں سکتا' کیوں کہ امت محمدیہ پر ایسا دور کبھی آیا ہے نہ آئے گا کہ اہل حق معدوم ہوں۔آپ کی جماعت المسلمین کے باطل ہونے کی بڑی دلیل ہی یہ ہے کہ اس کا پچھلی صدیوں میں کوئی نام و نشان نہیں تھا۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی صدیاں امت محمدیہ اندھیرے میں رہے اور اب بیسویں صدی میں آپ روشنی کا مینار بن کر نمودار ہوں۔قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے اور قرآن ہر زمانے کے لیے ہے: ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ [73۔ مزمل:19] ﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ [31۔لقمان:15] میری راہ بھی موجود ہے' مسدود نہیں۔اس کے راہی بھی موجود ہیں۔ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔جو کوئی چاہے اللہ کی راہ اختیار کر لے۔اگر اہل حق کوئی نہ ہو تو اللہ کی راہ اختیار ہی نہیں کی جا سکتی۔اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ .. الخ)) ❶ اہل حق ہمیشہ رہیں گے۔

مسعود صاحب! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جماعت المسلمین سے پہلے اہل حق نہیں

---

❶ بخاری' کتاب الاعتصام باب قول النبیؐ' ص 609' رقم: 7311

تھے ؟جب آپ مانتے ہیں کہ دین قرآن و حدیث کا نام ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ آپ کے وجود میں آنے سے پہلے حاملین قرآن و حدیث کون تھے۔ قرآن و حدیث کن کا مذہب تھا۔ کیا موجودہ فرقوں میں سوائے اہل حدیث کے آپ کو کوئی ایسا فرقہ نظر آتا ہے جس کا مذہب صرف قرآن و حدیث ہو۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ اہل حدیث "اہل حق" نہیں؟

مسعود صاحب! یہ آپ کو کتنا مغالطہ ہے کہ مسلم کے سوا کوئی اور نام نہیں ہو سکتا۔ نام صرف ایک یعنی "مسلم" ہی ہے۔ اس مغالطے کی وجہ سے ہی آپ نے جماعت المسلمین بنائی ہے اور اس مغالطے کی وجہ سے ہی آپ اہل حدیث کو گمراہ بتاتے ہیں۔ آپ کا یہ مغالطہ صرف لاعلمی کی وجہ سے ہے' ورنہ قرآن و حدیث کی رو سے کوئی دوسرا وصفی اور امتیازی نام رکھنا منع نہیں۔ قرآن و حدیث سے آپ ایک دلیل ایسی پیش نہیں کر سکتے جو آپ کے مذہب کو ثابت کرے۔ آپ نے اپنے رسالے "مسلم" میں بہت سی قرآنی آیات لکھی ہیں جن میں "مسلم" کا لفظ ہے۔ آپ اس سے استدلال یہ کرتے ہیں کہ نام صرف ایک یعنی مسلم ہی ہے اور کوئی دوسرا نام نہیں' حالانکہ ان آیات سے ہرگز آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ گفتگو اس میں نہیں کہ مسلم نام ہے یا نہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ مسلم کے علاوہ کوئی اور نام جائز ہے یا نہیں؟ آپ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ مسلم کے علاوہ کوئی اور نام جائز نہیں' اور یہ آپ قطعاً نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کہیں کہ قرآن کہتا ہے ﴿ وَلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ فرقے فرقے نہ ہو۔ مختلف ناموں سے فرقے بنتے ہیں۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! یہ استدلال بھی آپ کا غلط ہے۔ فرقے ناموں سے نہیں بنتے' فرقے مذہب کی تبدیلی سے بنتے ہیں۔ اگر مذہب ایک ہو اور تعارفی نام مختلف بھی ہوں تو کوئی فرقہ پرستی نہیں۔ وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ ایک چیز کے کئی نام ہو سکتے ہیں۔ اگر مذہب صحیح ہو تو مذہب کی مناسبت سے کئی نام ہو سکتے ہیں۔ ناموں کو اتنی اہمیت نہیں۔ اصل اہمیت مذہب اور دین کو ہے۔ اگر مذہب غلط ہو تو نام خواہ کتنا اچھا ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ اپنا نام مسلم رکھتے ہیں' مسلم کتنا اچھا نام ہے' لیکن چونکہ آپ کا مذہب

غلط ہے اس لیے آپ کو اس نام کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح شیعہ مؤمنین کہلاتے ہیں' مومنین کتنا پیارا نام ہے' لیکن جب مذہب صحیح نہیں تو مومن نام کا ان کو کوئی فائدہ نہیں۔

نام پر اصرار کرنا اور مذہب کو نہ دیکھنا یہ یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے۔﴿كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا﴾[2:البقرة:135] یہود و نصاریٰ بن جاؤ ہدایت والے ہو جاؤ گے۔ وہ یہودی و نصاریٰ نام رکھنے کو ہی ہدایت سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿بَلْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا﴾[2:البقرة:135] دین ابراہیم کو اپناؤ' ناموں پر نہ مرو۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے: ﴿لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ﴾ [2:البقرة:111] جنت میں صرف یہود و نصاریٰ ہی جائیں گے' اور کوئی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ... الخ﴾ [2:البقرة:112] کیوں نہ جائے گا جو بھی اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دے گا وہ جنت میں جائے گا۔۔۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ﴾[2:البقرة:62] جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کسی خاص نام کے گروہ کے ساتھ خاص نہیں۔ جنت میں ہر وہ شخص اور گروہ جائے گا جس کا ایمان اور عمل درست ہوگا' خواہ وہ امت محمدیہ کے مومنین ہوں یا پہلی امتوں مثلاً یہود و نصاریٰ اور صابئین کے نیک لوگ ہوں۔

مسعود صاحب! قرآن پاک کی یہ آیت واضح طور پر آپ کے مذہب کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں واضح ہے کہ نام بے شک مختلف بھی ہوں لیکن مذہب ایک ہونا چاہیے۔ دین اسلام۔ مسعود صاحب! آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک کتنے نیک لوگ گزرے ہیں۔ وہ مسلمین بھی تھے' لیکن اپنی امتوں کے لحاظ سے انکے نام اور بھی تھے۔ ہر نبی کی امت مسلمین ہوتے ہوئے مختلف امتیازی ناموں سے مشہور رہی ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ ' اہل کتاب' صابی' قوم تبع وغیرہ۔ لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ نام صرف ایک یعنی مسلم ہے اور کوئی نہیں ایجاد بندہ ہے اور یہ عقیدہ گندہ ہے۔ اس میں یہودیانہ رنگ ہے' اسلامی رنگ نہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ صرف یہی نہیں کہ یہ نظریہ قرآن و

حدیث کے خلاف ہے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ بات آج تک کسی عالم نے بھی نہیں کہی کہ مسلم کے سوا اور کوئی وصفی نام جائز نہیں۔ خواہ وہ اسلام کا معرف و ممیز ہی کیوں نہ ہو۔ یہ صرف آپ کے ذہن کی پیداوار ہے۔

مسعود صاحب! یہ آپ کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے قلابازیاں خود کھاتے ہیں' غلط فتوے اوروں پر لگاتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کا حال غلام محمد پرویز جیسا نہ ہو۔ وہ بھی آپ کی طرح سے دفتری آدمی تھا۔ ساری عمر تو کی کلرکی۔ جب ریٹائر ہو گیا تو اسلام کو طلوع کرنے لگا۔ تھا بے علم۔ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کا مصداق ہو گیا۔ آپ بھی ساری عمر تو رہے بی۔ ایس سی اور اب بنا لی جماعت المسلمین اور کرنے لگے تفسیر قرآن۔ اب اللہ ہی خیر کرے۔

آپ کا رسالہ "مسلم" بتاتا ہے کہ آپ کو مغالطہ یہ ہے کہ مسلم نام "عَلَم" ہے۔ اس لیے یہ بدلا نہیں جا سکتا۔ میں کہتا ہوں مسلم عَلَم نہیں' یہ ایک خطاب ہے' جو اللہ کی طرف سے اپنے فرمان برداروں کو دیا جاتا ہے۔ لیکن مسعو صاحب! اگر آپ کو سمجھانے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ مسلم "عَلَم" ہے تو پھر کیا علم کے بعد کوئی وصفی نام رکھا نہیں جا سکتا۔ ؟ آخر یہ کس دین کا مسئلہ ہے ؟ مسعود صاحب! جو بھی کوئی علم کے بعد وصفی نام رکھتا ہے وہ اپنے علم کو نہیں بدلتا' علم وہی رہتا ہے۔ القاب وغیرہ اور رکھ لیتا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جو اہل حدیث ہوتا ہے وہ مسلم بھی ہوتا ہے اور اہل حدیث بھی۔ بقول آپ کے مسلم اس کا اصلی نام ہے' یعنی علم ہے' اہل حدیث اس کا وصفی نام ہے یعنی لقب ہے اور ایک ذات کے مختلف اوصاف کے لحاظ سے کئی کئی نام ہو سکتے ہیں۔ اللہ کے کتنے نام ہیں ؟ رسول اللہ ﷺ کے کتنے نام ہیں ؟ قرآن مجید کے کتنے نام ہیں ؟ اسلام کے کتنے نام ہیں ؟ ہر شخص کے علم کے علاوہ کئی کئی نام ہوتے ہیں' بلکہ بعض دفعہ تو غیر علمی نام اتنا مشہور ہو جاتا کہ علم کا پتا ہی نہیں رہتا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا کیا نام تھا؟ یقین کے ساتھ کسی کو معلوم نہیں' وہ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہیں۔

مسعود صاحب! حقیقت یہ ہے کہ مسلم کوئی علم نہیں۔ یہ بھی مومن کی طرح

ایک وصفی نام ہے جس کے معنی ہیں فرماں برداری کرنے والا مطیع و منقاد۔ قرآن مجید اور وصفی ناموں کی طرح مسلم کو بھی ایک وصفی نام قرار دیتا ہے۔ یہ کوئی علم نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ..الخ﴾ [33:الاحزاب:35]

اگر مسلم علم ہوتا تو انداز بیان یہ نہ ہوتا کہ مسلم معطوف علیہ اور مومن اور صادق وغیرہ معطوف۔ اللہ نے جب مسلمین پر باقی وصفی ناموں کا عطف کیا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلم علم نہیں۔ بلکہ ایک وصفی نام ہے۔ جیسا کہ مؤمن و صادق وصفی نام ہیں۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جیسے اپنے آپ کو مومن و صادق کہنا اور جماعت المؤمنین اور جماعت الصادقین بنانا جائز نہیں اسی طرح اپنے آپ کو مسلم کہنا اور جماعت المسلمین بنانا جائز نہیں کیوں کہ یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے اور شریعت ایسے نام رکھنے سے منع کرتی ہے جس میں اپنی مدح کا پہلو نکلتا ہو' یا اپنی پاک بازی اور بڑائی کا اظہار ہو یا اپنے کسی عمل کا سراہنا پایا جاتا ہو۔ اس لیے اپنے آپ کو "المصلی" (نمازی) "الصائم" (روزے دار) "الحاج" (حاجی) کہلوانا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ مسلم یا مومن نہیں کہلواتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جماعت المسلمین نام کی کسی جماعت کی بنیاد نہیں رکھی۔ چونکہ وہ مسلم تھے اس لیے خود بخود جماعت المسلمین تھے۔ ان کو جماعت المسلمین نام رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بیماری پہلے معتزلہ کو تھی کہ وہ اپنے آپ کو اہل التوحید و اہل العدل کہتے تھے۔ یا شیعہ کو تھی کہ وہ مومنین بنتے تھے۔ اب یہ بیماری آپ کو لگ گئی ہے کہ آپ مسلمین کہلاتے ہیں' حال آنکہ جس طرح جماعت المؤمنین و اہل حق کہلانا جائز نہیں۔ اس طرح جماعت المسلمین کہلانا بھی جائز نہیں۔

1-- مسعود صاحب! اگر آپ کہیں کہ جب ہم مسلم ہیں تو مسلم کیوں نہ کہلائیں' میں پوچھتا ہوں کہ آپ مومن ہیں یا نہیں ؟ اگر آپ مومن نہیں تو پھر آپ مسلم بھی نہیں اور اگر آپ مومن ہیں تو پھر آپ مومن کیوں نہیں کہلاتے ؟ اس طرح آپ صادق ہیں تو صادق کیوں نہیں کہلاتے۔ ؟ جماعت المسلمین کی بجائے جماعت الصادقین کی بنیاد کیوں نہیں رکھتے۔ ؟ مسعود صاحب! یہ ضروری نہیں کہ آدمی جو ہو وہ کہلائے بھی۔ صحابہؓ جن کو

رسول اللہ ﷺ نے جنتی کہا تھا' وہ جنتی ہونے کے باوجود جنتی نہ کہلاتے تھے۔

2۔۔اگر آپ کہیں کہ مسلمین نام تو اللہ نے رکھا ہے' ہم مسلمین کیوں نہ کہلائیں' میں کہتا ہوں کہ اللہ کے مسلم نام رکھنے کے یہ معنی نہیں۔ کہ مسلم ہمارا ذاتی نام ہے' اس لیے ہم مسلمین کہلاتے پھریں۔ مسلم نام رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے فرمانبرداروں کا نام مسلمین رکھا ہے' جو اللہ کے فرمانبردار بن جائیں گے اللہ کے نزدیک ان کا یہ نام ہو گا۔ اللہ نے یہ نام اس وقت رکھا تھا جب ہم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے کوئی عمل بھی نہیں کیا تھا۔ اگر یہ نام ہمارے کہلانے کے لیے ہوتا تو اللہ ہماری پیدائش سے پہلے یہ نام نہ رکھتا۔ جب تک عملاً فرماں برداری نہ ہو تو مسلم کیسا اور جب مسلم نہ ہو تو مسلم نام کیسا؟ مسعود صاحب! آپ ہی بتائیں کہ فرماں برداری سے پہلے آدمی مسلم کہلا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا ہماری پیدائش سے پہلے کا رکھا ہوا نام ہمارے مسلم کہلانے کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے؟ ذاتی نام تو ذات کے وجود میں آنے سے پہلے بھی رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی وصف سے متصف تو کوئی ذات اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ وصف اس ذات میں موجود ہو۔ مسلم ایک وصفی نام ہے جس کے معنی ہیں فرمانبردار۔ جب کوئی انسان فرماں برداری کے وصف سے موصوف ہو گا تو وہ مسلم نام کا مستحق ہو گا۔ پہلے کیسے مسلم کہلا سکتا ہے۔؟

3۔۔اگر آپ کہیں ہم مسلمین اس لیے کہلاتے ہیں کہ اللہ نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے' میں پوچھتا ہوں اللہ نے سب کا نام مسلمین رکھا ہے' یا خاص خاص کا۔؟ اگر سب کا نام مسلمین رکھا ہے تو پھر دنیا میں سب مسلمین کیوں نہیں؟ اتنے کافر کیوں ہیں؟ کیا اللہ نے کافروں کا نام بھی مسلمین رکھا ہے؟ اگر اللہ نے سب کا نام مسلمین نہیں رکھا' خاص خاص کا نام مسلمین رکھا ہے تو پھر وہ خاص کون ہیں؟ کیا وہ آپ کی جماعت المسلمین ہے یا اور بھی ہیں؟ اگر اور بھی ہیں تو کیا وہ اہل حق نہیں؟ اگر اور نہیں بلکہ صرف آپ کی جماعت المسلمین ہے تو پھر اللہ کی تیار کردہ مسلمین کی وہ لسٹ دکھائیں تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ اس میں آپ کا نام بھی ہے یا نہیں؟ اگر آپ مسلمین کی وہ لسٹ نہ دکھا سکے اور آپ کبھی بھی نہیں دکھا سکتے تو آپ تسلیم کریں کہ اللہ نے مسلم نام ضرور رکھا ہے' لیکن یہ پتا نہیں کس کس کا؟۔۔۔ مسعود

صاحب! جب آپ کو پتا ہی نہیں کہ اللہ نے کس کس کا نام مسلم رکھا ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں اللہ نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے۔اس لیے ہم مسلمین کہلاتے ہیں۔

4۔۔ مسعود صاحب! آپ جو کہتے ہیں اللہ نے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ [الحج:22:78] کہا ہے' اس لیے ہم مسلمین کہلاتے ہیں۔میں کہتا ہوں اس ﴿ سَمّٰکُمْ ﴾ میں ضمیر مخاطب ''کُمْ'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا صرف صحابہؓ یا بعد والے بھی؟ اگر بعد والے بھی ہیں تو پھر کیا آپ اس ''کُمْ'' میں شامل ہیں یا نہیں؟ مسعود صاحب! جب تک آپ یہ ثابت نہ کر سکیں کہ اس ''کُمْ'' میں آپ بھی شامل ہیں' آپ ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ سے استدلال کیسے کر سکتے ہیں؟

5۔۔ مسعود صاحب! آپ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہا ہے اس لیے ہم مسلمین کہلاتے ہیں' اسی لیے ہم نے جماعت المسلمین بنائی ہے۔میں پوچھتا ہوں کہ فقط اللہ کے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہہ دینے سے کوئی آدمی مسلم کہلا سکتا ہے یا اللہ کے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہہ دینے کے بعد بھی مسلم کہلانے کے لیے مسلم بننے کی ضرورت ہے۔اگر آپ کہیں کہ فقط اللہ کے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہہ دینے سے ہر آدمی مسلم کہلا سکتا ہے' میں کہتا ہوں پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت؟ مسلم تو پھر ہر آدمی اس وقت سے ہی ہے جب سے اللہ نے یہ نام رکھا ہے۔اگر آپ کہیں کہ فقط اللہ کے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہہ دینے سے کوئی آدمی مسلم نہیں کہلا سکتا' مسلم کہلانے کے لیے تو مسلم بننے کی ضرورت ہے' میں کہتا ہوں پھر آپ مسلمین کہلانے کے لیے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ سے استدلال کیوں کرتے ہیں؟ پھر تو مسلم کہلانے کی دلیل مسلم ہونا ہے' نہ کہ اللہ کا ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہنا۔اس لیے آپ پہلے اپنا مسلم ہونا ثابت کریں' پھر مسلمین کہلائیں اور اپنا مسلم ہونا آپ ثابت نہیں کر سکتے۔اس لیے آپ کا مسلم کہلانا اور جماعت المسلمین بنانا غلط ہے۔

6۔۔ مسعود صاحب آپ جو مسلمین کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہا ہے' میں پوچھتا ہوں اللہ کے ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ کہہ دینے سے

کیا ہر ایک کو مسلم کہلانے کا حق مل جاتا ہے؟ اگر آپ کہیں کہ ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ کے تحت ہر ایک کو مسلم کہلانے کا حق ہے پھر تو ہر کوئی مسلم کہلا سکتا ہے' خواہ مرزائی ہو یا مشرک ۔ اگر آپ کہیں کہ ہر کوئی مسلم نہیں کہلا سکتا' مسلم صرف وہی کہلا سکتا ہے جو مسلم ہو۔ میں کہتا ہوں پھر ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ سے مسلم کہلانے پر آپ کا استدلال کرنا بے کار ہے۔ ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ کے تحت پھر یا تو ہر مشرک اور مرزائی بھی مسلم کہلا سکتا ہے یا پھر اس کے تحت کوئی بھی مسلم نہیں کہلا سکتا؟ مسلم صرف وہی کہلا سکتا ہے جو مسلم ہو اور یہ پتا نہیں کہ مسلم کون ہے ؟ اللہ ہی سب کو بہتر جانتا ہے اس لیے آپ کا ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ کے تحت مسلم کہلانا اور جماعت المسلمین بنانا باطل ہے۔

7-- مسعود صاحب! جب یہ طے ہے کہ اللہ کی فرماں برداری کے بغیر کوئی بھی مسلم نہیں ہو سکتا کیوں کہ مسلم کا معنی ہی فرماں برداری کرنے والا ہے' جو فرماں برداری نہ کرے وہ مسلم نہیں تو آدمی زندگی میں مسلم کیسے کہلا سکتا ہے؟ کیوں کہ فرماں برداری کا عمل موت تک جاری رہتا ہے اور جب تک فرماں برداری مکمل نہ ہو اللہ کے نزدیک مسلم نہیں بن سکتا' لہٰذا آپ کا مسلمین کہلانا اور جماعت المسلمین بنانا غلط ہے۔

8-- مسعود صاحب! اگر آپ کہیں اللہ نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے' اس لیے ہم مسلمین کہلاتے ہیں' میں کہتا ہوں مسلمین نام اللہ نے ہر ایک کا نہیں رکھا۔ مسلمین نام اللہ نے ان ہی کا رکھا ہے جو اللہ کے نزدیک مسلمین بننے والے ہیں اور اللہ کے نزدیک مسلم وہی بنتا ہے جس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ کیوں کہ اپنے خاتمے کا کسی کو پتا نہیں' اس لیے زندگی میں مسلم ہونے کا دعویٰ کرنا یا جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا ایک چھچھوری حرکت ہے۔ اپنے انجام سے ڈرنے والا کوئی دانا بینا ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ مسعود صاحب! آپ نے جماعت المسلمین تو بنالی اس وجہ سے کہ اللہ نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے۔ لیکن یہ کبھی غور نہیں کیا کہ جب اللہ نے ہمارا یہ نام رکھا ہے تو اس نام سے اللہ ہم سے خطاب کیوں نہیں کرتا؟ سارے قرآن مجید میں اللہ نے ایک دفعہ بھی ہمیں اس نام سے نہیں پکارا۔ بلکہ جہاں بھی پکارا ہے ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ... ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ... ﴿ يٰعِبَادِيْ ﴾ سے پکارا ہے تو ثابت ہوا کہ مسلم نام ضرور ہے' لیکن زندگی میں زندہ رہتے ہوئے کوئی اس نام کا مستحق نہیں' کیوں کہ فرماں برداری مکمل ہونے سے پہلے یہ نام رکھا ہی نہیں جا سکتا' کہ اللہ تعالیٰ قرآن

مجید میں ﴿یٰاَیُّھَاالْمُسْلِمُوْنَ﴾ سے خطاب نہیں کرتا۔

10-- مسعود صاحب! اگر آپ کہیں کہ جب ہم زندگی میں مسلم نہیں کہلا سکتے تو اللہ نے ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ کیوں کہا ہے؟ میں بتاتا ہوں ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ہمیں مسلمان بنانے کے لیے کہا ہے۔ مسلمان کہلانے کے لیے نہیں کہا۔ اللہ نے ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ اس لیے کہا ہے کہ ہمیں مسلم بننے کی ترغیب ہو تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ مسلمین ایک خطاب ہے جو اللہ اپنے فرمانبرداروں کو دیتا ہے۔ اگر ہم فرمانبردار بنیں گے تو یہ ہمیں ملے گا۔ اللہ نے ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ اس لیے نہیں کہا کہ ہم فرماں برداری کا کورس پورا کرنے سے پہلے مسلم کہلانے لگ جائیں۔ مسعود صاحب! آپ نے ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ کا منشاو مطلب تو سمجھا نہیں، جماعت المسلمین کی بنیاد رکھ دی۔ مسلم دنیا میں فرداً فرداً ہمارا نام نہیں کہ ہم مسلم کہلاتے پھریں۔ مسلمین تو دراصل فرماں برداروں کی اس کلاس کا نام ہے جس میں مسلم بننے کے لیے کلمہ پڑھ کر داخلہ لیا جاتا ہے۔ اس کلاس کا نام تو اللہ نے پہلے سے ہی مسلمین رکھ دیا ہے، لیکن کلمہ پڑھ کر کوئی داخلہ لینے والا اس وقت تک مسلم نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اسلام کا امتحان پاس کر کے اللہ سے مسلم ہونے کی سند نہ حاصل کر لے۔

ایم۔اے کی کلاس کو تو ایم۔اے پہلے ہی کہہ دیتے ہیں، لیکن ایم اے کہلانے اور اپنے نام کے ساتھ ایم اے لکھنے کا مجاز کوئی اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ ایم اے پاس کر کے ایم اے کی ڈگری لے لے۔ جب تک وہ ایم اے کی ڈگری نہ لے لے، ایم اے نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح جب تک وہ مسلم ہونے کی ڈگری نہ لے لے، مسلم نہیں کہلا سکتا۔ جو ایسا کرے وہ احمق ہے۔ فرعون نے یہی حماقت تو کی تھی کہ اپنی موت کے وقت کلمہ پڑھ کر ﴿وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [10:یونس :90] کہہ دیا۔ ڈگری نہیں لی، فرماں برداری کا کورس پورا نہ کیا۔ اللہ نے ﴿آلْئٰنَ﴾ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ داخلے کا اب وقت نہیں۔ زندگی میں تو مسلم بنا نہیں۔ اب تیرے ﴿وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ کہنے کا کیا تک؟

مسعود صاحب! مسلم ہونے کی ڈگری زندہ رہتے ہوئے نہیں ملتی، کیوں کہ زندہ رہتے ہوئے فرماں برداری کا کورس ختم نہیں ہوتا، فرماں برداری کا کورس تو موت تک جاری رہتا ہے اس لیے آدمی موت تک مسلم بنتا ہی رہتا ہے۔ موت سے پہلے اسلام کی تکمیل

نہیں ہوتی۔ حتی کہ موت کے وقت بھی مسلم بننے کی ضرورت ہے۔اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے﴿ وَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴾[3:آل عمران 102] یعنی تم پر موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔۔۔یوسف علیہ السلام نے بھی موت کے وقت مسلم ہونے کی دعا کی ﴿ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا ﴾[12:یوسف:101] اللہ مجھے مسلم ہونے کی حالت میں موت دینا'یعنی مسلم بنا کر مارنا'عام مسلمانوں کے لیے بھی یہ دعا ہے۔﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ﴾[7:الاعراف:126] چوں کہ موت سے پہلے کوئی آدمی مکمل مسلم نہیں ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یٰاَیُّھَاالْمُسْلِمْ سے خطاب بھی نہیں کرتا۔ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں'اس کے باوجود اللہ حکم دیتا ہے۔﴿اَسْلِمْ ﴾ مسلم بن۔یعنی فرماں برداری کرتا رہ۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا:﴿ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾ [2:البقرۃ:131] میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کر دیا ہے'میں فرماں برداری کرتا رہوں گا۔۔۔نوح علیہ السلام کہتے ہیں:﴿اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾[27:النمل:91] اگرچہ میں نبی ہوں'لیکن مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں فرماں برداری کرتا رہوں۔۔۔رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی حکم ہے:﴿اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ ﴿اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾[39:الزمر:12] ﴿ نِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ﴾[6:انعام:14] جوں ہی اللہ کا حکم آئے سب سے پہلے فرماں برداری تو کر۔

مسعود صاحب اگر آپ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں ﴿ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ میں سب سے پہلے مسلم ہوں'میں کہتا ہوں یہاں مسلم لغوی معنوں میں ہے کہ حکم آنے پر سب سے پہلے "فرماں برداری کرنے والا" میں ہوں۔اگر اول المسلمین کے معنی پہلا مسلم ہو تو پھر﴿ اُمِرْتُ اَنْ اَسْلَمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾ کہنے کی کیا ضرورت ؟مسلم تو وہ پہلے ہی تھے۔اول المسلمین سے مکمل اور اول مسلم ہونا مراد نہیں بلکہ سب سے پہلے فرماں برداری کرنے والا ہے۔یہی وضاحت ان آیات میں ہے ﴿اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ ... ﴿ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ﴾ اگر رسول اللہ ﷺ اول المسلمین تھے تو پھر ﴿اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ اور ﴿اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ﴾ بننے کے کیا معنی ؟

مسعود صاحب! جب انبیا موت تک مسلم ہونے کی دعا کرتے رہے تو آپ کا

زندگی میں مسلم ہونے کا دعویٰ کرنا' مسلمین کہلانا اور جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا بچگانہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے ؟ ہم جب میراثیوں کے بارے میں سنتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمین کہتے ہیں تو ہم ہنستے تھے۔ آپ بی۔ایس سی ہو کر بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ آخر آپ بی۔ایس سی ہی نکلے' عالم تو نہ نکلے۔ مسعود صاحب! اگر آپ عالم ہوتے تو کبھی جماعت المسلمین بنانے کی غلطی نہ کرتے۔ آپ کو اس سے بھی خیال نہ آیا کہ آج تک کسی نے سلف سے لے کر خلف تک مسلم کہلانے اور جماعت المسلمین بنانے کا شوق نہیں کیا' اس بے عقلی کا شوق میں کیوں کروں ؟

11--- مسعود صاحب! اگر آپ کہیں کہ جب ہم زندگی میں مسلم نہیں کہلا سکتے تو پھر ہم ایک دوسرے کو مسلمان کیوں کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں دوسرے کو مسلم کہنا اور بات ہے اور خود مسلم کہلانا یا جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا اور بات ہے۔ ایم اے کے طالب علموں کا تعارف تو ایم اے کے نام سے ہی کرایا جاتا ہے' لیکن ایم اے کا کوئی طالب علم خود کو ایم اے کہہ یا لکھ نہیں سکتا۔ دوسرا جو مسلم کہتا ہے وہ عرف کے اعتبار سے کہتا ہے' مسلمانوں والے نام اور کام دیکھ کر اپنے خیال کی بنا پر کہتا ہے۔ اس لیے دوسرے کو مسلمان کہنے والا گناہ گار نہیں' کیوں کہ وہ کسی کے باطن اور اس کے خاتمے سے باخبر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس کا دوسرے کو مسلم کہنا اپنے حسن ظن کی بنا پر اور مجازاً ہوتا ہے اور مجاز حقیقت نہیں ہوتا۔ برعکس اس کے جو مسلم کہلاتا ہے یا جماعت المسلمین نام کی جماعت بناتا ہے وہ مسلم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ گناہ گار ہے کیوں کہ مسلم ہونے کا دعویٰ کرنا گویا اپنے انجام سے باخبر ہونے کا دعویٰ کرنا ہے کہ میرا خاتمہ اسلام پر ہوگا۔ حال آنکہ کسی کو اپنے خاتمے کا پتا نہیں۔ اس لیے قرآن مجید ﴿ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ [53: نجم:32] کے تحت ایسے ناموں اور دعاوی سے منع کرتا ہے۔

12--- مسعود صاحب! اگر آپ کہیں کہ اپنے آپ کو مسلم کہنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے' میں کہتا ہوں وہ بطور دعویٰ اور نام کے نہیں وہ بطور اعتراف و تعارف اور اقرار و اظہار کے ہے۔ جیسے ہم اشہد کہہ کر کلمہ پڑھتے ہیں۔۔۔ یہ مستقل طور پر مسلم کہلانے اور

جماعت المسلمین بنانے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کبھی کبھار تحدیث نعمت کے طور پر یا اظہار عبودیت یا کفار سے امتیاز کے لیے اپنے آپ کو مسلم و مومن کہنا اور ظاہر کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں :﴿ رَبَّنَا اٰمَنَّا ﴾.. ﴿ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ ..﴿ اِشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [3:آل عمران:64] .. ﴿ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾[41:فصلت:33] کی قسم کے الفاظ آتے ہیں۔ سب اسی طور پر ہیں۔ ان سے مسلم کہلانے اور جماعت المسلمین بنانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

مسعود صاحب! آپ بڑے دعوے سے اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں' اسی لیے آپ نے جماعت المسلمین بنائی۔ میں پوچھتا ہوں آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ مسلم ہیں۔ آپ اپنے مسلم کہلانے کی سند تو دکھائیں۔ اگر آپ کہیں کہ ﴿ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ ہمارے مسلم کہلانے کی سند ہے۔ میں کہتا ہوں ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ تو مسلم نام کی سند ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے فرمان بردار کا نام مسلم ہے۔﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ کسی کے مسلم کہلانے کی سند نہیں ہو سکتا ۔اگر کسی کے مسلم کہلانے کی یہی سند ہو تو اس کو پیش کر کے تو ہر کوئی مشرک اور مرزائی مسلم ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ آپ کی سند تو وہ ہو سکتی ہے جو آپ کے نام کی ہو۔ جب آپ اپنے نام کی ''مسلم ہونے کی سند نہیں دکھا سکتے تو آپ کو مسلم کہلانے کا کیا حق ہے ؟

مسعود صاحب! آپ کا یہ استدلال مرزائیوں جیسا ہے کہ دعویٰ خاص دلیل عام' مرزائی دعویٰ تو مرزا قادیان کی نبوت کا کرتے ہیں' دلائل اجرائے نبوت کے دیتے ہیں' اس طرح آپ دعویٰ تو اپنے مسلم ہونے کا کرتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ جب کہ ﴿ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے ہاں آپ کا نام بھی مسلم ہے۔ ایسا بھی تو ہوا ہے کہ بڑے بڑے نعت خواں اور امام مسجد ہندو جاسوس نکلے۔

مسعود صاحب! اگر آپ کہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی تو جماعت المسلمین نام رکھا ہے' میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے کسی خاص جماعت کا نام جماعت المسلمین نہیں رکھا۔ آپ نے عام مسلمانوں کو ہی جماعت المسلمین کہا ہے۔ آپ نے اس نام کی کوئی خاص جماعت نہیں بنائی جیسے آپ نے بنالی ہے۔ جماعت المسلمین سے آپ کی مراد عام مسلمان ہی

تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:((عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ)) جسے سواد اعظم بھی کہتے ہیں۔اس سے کوئی علیحدہ مخصوص جماعت مراد نہیں۔ وہی اہل حق مراد ہیں جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اکثریت تھی جو بعد میں اہل السنة والجماعة اور اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوئے۔ مسعود صاحب رسول اللہ ﷺ نے تو عام مسلمانوں کو جماعت المسلمین کہا ہے جس میں عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی بھی شامل تھی آپ نے اس کو اپنی بیسوی صدی کی جماعت المسلمین کی دلیل بنا لیا۔ مسعود صاحب حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جماعت المسلمین کی بنیاد رکھ کر بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اب بجائے اس کے کہ آپ توبہ کر کے اصلاح کر لیں آپ اپنی غلطی کو ثابت کرنے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ کبھی ﴿ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، کبھی ایک دو بلہ جو حدیث میں جماعة المسلمین کا لفظ آ گیا ہے اس کو سہارا بناتے ہیں، لیکن بات پھر بھی نہیں بنتی۔ بنے بھی کیسے۔ ایک تو بات غلط، دوسرے مسعود صاحب آپ نے ساری عمر تو کی دفتروں میں غلامی، اب ریٹائرمنٹ پر سوچ لی امامت وخلافت کی۔ سمجھ تھی نہیں، مشورہ کسی سے لیا نہیں۔ جماعت المسلمین کا لفظ حدیث میں کہیں نظر آ گیا۔ میدان بھی خالی پایا کہ اس نام کی دنیا میں جماعت بھی کوئی نہیں۔ جماعت المسلمین نام بھی بہت اچھا ہے، خوب چمکدار رہے گا۔ سب کے لیے قابل قبول ہے۔ اس نام سے کوئی انکار بھی نہیں کرے گا۔ دھڑا دھڑ لوگ جماعت المسلمین کے جال میں پھنسیں گے۔ اس لیے ریٹائرمنٹ کے بعد جماعت المسلمین بنا کر امام المسلمین بن کر خلیفة المسلمین بننے کا اچھا چانس ہے۔ اب دن رات آپ کا ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ إِمَامَهُمْ)) [1] پر زور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جماعت المسلمین میں شامل ہو جانا اور اس کے امام (مسعود بی۔ایس سی) سے چمٹ جانا،

---

[1] (بخاری : کتاب الفتن ' باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة' ص 591 رقم 7084 .. مسلم : کتاب الامارة ' باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن' ص 1009 رقم 51)

اسے نہ چھوڑنا ورنہ دوزخ میں جاؤ گے۔

مسعود صاحب! آپ نے دیوانے ہو کر جماعت المسلمین تو بنالی' یہ نہ سوچا کہ اتنے فرقے ہوئے' اتنے بڑے بڑے عالم ہوئے اگر جماعت المسلمین نام رکھنے کا ہوتا تو ایسا پیارا اور جاذب نظر نام تو یوں فارغ پڑا رہتا۔ کسی کی تو نظر پڑتی۔ کوئی تو اپنی جماعت کا یہ نام رکھتا' کوئی تو اس نام کی جماعت بناتا جو فرقہ پرستی کو ختم کرنے والی ہوتی۔ جب آج تک کسی نے اس نام کی جماعت نہیں بنائی تو ظاہر ہے' یہ نام رکھنے کا نہیں' لیکن آپ نے ایک نہ سوچی' جماعت المسلمین کی بنیاد رکھنے کی کی۔ مسعود صاحب! آپ نے اپنی حیثیت کو نہ دیکھا کہ میں انجان آدمی ناسمجھ' ناتجربہ کار' صرف بی۔ ایس سی' ساری عمر تو گزاری دفتروں میں نوکری کرنے میں اب خلیفۃ المسلمین دیکھنے کا خواب دیکھ رہا ہوں۔ کہاں ایک بی۔ ایس سی بابو اور کہاں سارے جہان کا خلیفۃ المسلمین۔ پھر بدقسمتی یہ کہ آپ سے ضبط بھی نہ ہو سکا کہ چپکے چپکے اپنا کام چلاتے رہتے' شیطان کے اکسانے پر شور مچانا شروع کر دیا کہ سب فرقوں کے نام غلط ہیں' نام صرف ایک میرا ہی ٹھیک ہے جو میں نے رکھا ہے' یعنی جماعت المسلمین۔ باقی سب فرقہ پرستی اور گمراہی کے نام ہیں۔

مسعود صاحب! خلیفۃ المسلمین بننے کے شوق میں آپ نے جماعت المسلمین بھی بنا لی اور امام المسلمین بھی بن گئے' لیکن آپ یہ نہیں دیکھتے کہ آپ کام کیا کرتے ہیں؟ کیا امام المسلمین والے ایسے کام کرتے ہیں' یا مولویوں والی حرکتیں۔ کسی کو کافر بنا دیا' کسی کو مشرک کہہ دیا' کسی کو فرقہ پرست اور گمراہ قرار دے دیا۔ کچھ فتوے بازی کر لی' کچھ پمفلٹ بازی کر لی۔ کیا امام المسلمین کا یہ کام ہوتا ہے؟ مسعود صاحب! اگر آپ اپنا امام المسلمین والا ایک کام بھی دکھا دیں تو ہم آپ کو فوراً امام مان لیں۔ حرکتیں کرتے ہیں مولویوں والی اور خواب دیکھتے ہیں خلیفۃ المسلمین کے' فٹ کرتے ہیں اپنے اوپر حدیث۔((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ)) کو اور رہتے ہیں جنرل ضیاء کے ڈنڈے کے نیچے۔ کبھی امام المسلمین بھی کسی کا تابع اور محکوم ہوتا ہے؟

مسعود صاحب! جب آپ اقامت دین نہیں کر سکتے' باطل کے خلاف سینہ سپر

نہیں ہو سکتے تو آپ امام المسلمین کیسے ؟ اگر آپ ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ)) کا مصداق ہیں تو بتائیے آپ کے پلے ہے کیا ؟ طاقت آپ کے پاس نہیں' اختیار آپ کو کوئی حاصل نہیں' ایسے خصی اور ناکارہ امام سے چمٹے رہنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کیسے دے سکتے ہیں۔ مسعود صاحب ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ)) آپ سے زیادہ صدر ضیاء پر فٹ آتی ہے۔ وہ صاحب اقتدار اور بااختیار بھی ہے۔ اس کے ساتھ مسلمان بھی ہیں۔ اسلام کا بھی کچھ نہ کچھ کر ہی رہا ہے اور نہیں تو آپ سے تو زیادہ ہی کر رہا ہے۔ ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا)) کا مطلب اصل میں یہی ہے کہ جو پارٹیاں اقتدار کی بھوکی ہیں' دین کو ان سے کوئی سروکار نہ ہو' جیسا کہ ہمارے ملک کی سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ان سے علیحدہ رہو۔ مسعود صاحب! کر تو آپ کچھ سکتے نہیں اور دعوے آپ امام المسلمین بننے کے کرتے ہیں۔ یقین جانیں جیسے مرزا قادیان کی نبوت' ویسی آپ کی امامت۔ اس کی نبوت نقلی اور آپ کی امامت اور مسلمینی نقلی۔ اس نے آیات واحادیث کو توڑ مروڑ کر اپنی نبوت پر سیٹ کیا۔ آپ نے غلط طور پر اپنی امامت پر فٹ کیا۔

مسعود صاحب! اگر آپ کی قسمت سیدھی ہے تو اب بھی واپس اپنے ٹھکانے پر آ جائیے۔ اگر آپ اسی طرح خلیفۃ المسلمین بننے کے خواب دیکھتے رہے تو مزید گمراہ ہوں گے۔ آپ کے پیچھے کوئی زبردست شیطان لگا ہوا ہے جو آپ کو دھکیل رہا ہے۔ اگر آپ نے رجوع نہ کیا تو وہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ آپ کا حال اب ﴿ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ﴾[6:الانعام:71] والا ہو گیا ہے۔ اہل حدیث آپ کو دعوت دے رہیں ہیں۔ ادھر آ جائیں' شیطان کے ہتھے نہ چڑھیں' لیکن آپ کوئی نہیں سن رہے۔

مسعود صاحب ہم تو پتا نہیں کہ اللہ کے نزدیک مسلم ہیں بھی یا نہیں۔ صحابہ جو یقیناً مسلم' مومن' متقی وغیرہ سب کچھ تھے وہ بھی آپ کی طرح جماعت المسلمین نہیں کہلواتے تھے' جماعت المسلمین والمؤمنین نہیں بناتے تھے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ اس مسئلہ سے واقف تھے۔ ان کے پیش نظر قرآن تھا۔ وہ جانتے تھے کہ قرآن ﴿فَلَا تُزَكُّوْا

اَنْفُسَکُمْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴾[53:النجم:32] کے تحت مسلم اور مومن کہلانے سے منع کرتا ہے۔یہودیوں کا کردار بھی ان کے سامنے تھا جو بڑے ادعائی نام رکھتے تھے۔خود ہی ابناء اللہ اور احباء اللہ بنے پھرتے تھے۔اللہ نے یہ کہہ کر ان کی مذمت فرمائی۔ ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ ﴾[4:نساء:49] کیا تو ان یہودیوں کو نہیں دیکھتا (جو اپنے ناموں کے ذریعے) اپنی پاکبازی کا اظہار کرتے ہیں۔حال آنکہ پاک تو وہ ہوتا ہے جسے اللہ پاک کرے یا پھر اللہ پاک کہے۔یہ حدیث رسول بھی ان کے سامنے تھی۔ ایک عورت کا نام برہ تھا۔آپ نے بدل کر زینب رکھ دیا' صرف اسی وجہ سے کہ اس نام میں اپنی نیکی کا ادعا پایا جاتا ہے' کیوں کہ برہ کا مطلب ہے نیک۔اس لیے مسعود صاحب آپ کا مسلم کہلانا اور جماعت المسلمین بنانا ایک ناجائز حرکت ہے۔

اس کے علاوہ جماعت المسلمین نام رکھنے سے اپنی تعلیٰ اور فخر کا اظہار ہوتا ہے۔ جس سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہ نفرت افتراق کا موجب بنتی ہے۔ ﴿سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ کو دلیل بنا کر ہر مشرک وبدعتی کو مسلمان کہلانے کا جواز ملتا ہے۔ اگر اسی اصول پر ہر ایک مسلمان کہلانے لگ جائے' تو مسلمانوں کے کفر وشرک پر پردہ پڑتا ہے۔اس طرح اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز نہیں رہتا۔سب مسلم ٹھہرتے ہیں۔مسعود صاحب! جماعت المسلمین بنا کر آپ نے بہت غلطی کی ہے۔کسی جماعت کی قیادت کے آپ بالکل لائق نہ تھے۔نہ علم' نہ تجربہ۔امام المسلمین بن کر آپ اس حدیث کا مصداق ہو گئے۔ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالاً .. فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ❶ آپ بھی گمراہ ہوئے۔لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔کاش آپ کسی سے مشورہ کر لیتے۔اب آپ کو جماعۃ المسلمین کا ایسا خبط ہو گیا ہے کہ آپ اپنی جماعت اور امامت کی خاطر قرآن وحدیث کی تحریف کرنے لگ گئے ہیں۔یہاں قرآن مجید میں آپ کو مسلم کا لفظ نظر آجاتا ہے' آپ اس کو جماعت المسلمین بنا لیتے ہیں۔ آپ نے حضرت حذیفہؓ والی حدیث ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَهُمْ)) کو توڑ مروڑ

---

❶ (بخاری: کتاب العلم' باب کیف یقبض العلم ص 11رقم 100 .. مشکوۃ :کتاب العلم' فصل اول' رقم :206)

کر اپنے اوپر فٹ کیا حالانکہ اس کا مصداق آپ کسی صورت بھی نہیں۔ ترمذی کی حدیث
((فَادْعُوْا بِدَعْوَى اللهِ الَّذِیْ سَمَّاکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَاللهِ)) ❶ کا ترجمہ اور
مطلب آپ نے بگاڑا۔ بہت سی قرآنی آیات کا جن میں مسلم کا لفظ ہے آپ نے مطلب غلط
لیا۔ سلیمان علیہ السلام اس عورت کو جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئی تھی خط لکھتے ہیں۔ ﴿ اَلاَّ
تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴾[27:النمل:31] یعنی سرکشی نہ کرو۔ مطیع و فرمان بردار ہو کر
میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ آپ نے اپنے مطلب کے لیے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ "میرے
ساتھ سرکشی نہ کرو اور مسلم بن کر میرے پاس آ جاؤ" مسلمین کا لفظ یہاں بالکل اپنے لغوی
معنوں میں تھا۔ یعنی مطیع و فرمان بردار لیکن آپ نے ترجمہ میں مسلم لکھ کر صرف اپنا پوائنٹ
بنایا۔ اسی طرح ﴿ اِشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾[3:آل عمران:64] کا ترجمہ بھی آپ نے غلط
کیا کہ ہم تو صرف مسلم ہیں' حالانکہ قرآن کے الفاظ اس معنی کے بالکل متحمل نہیں۔ سورہ
ھود کی آیت ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴾[11:ھود:14] کا ترجمہ کرنے میں تو آپ نے غضب
ہی کر دیا۔ ترجمہ کرتے وقت آپ کو ذرا خوف خدا نہ رہا۔ آپ ترجمہ کرتے ہیں کہ کیا آپ
اپنے آپ کو صرف مسلم کہنے کے لیے تیار ہیں؟ مسعود صاحب اگر آپ میں رتی بھر بھی
ایمان ہے تو آپ ہی یہ بتائیں کہ کیا یہ آیت اس ترجمہ یا اس معنی اور مطلب کی متحمل ہے۔ کیا
یہ آیت کا ترجمہ پکار پکار کر نہیں کہہ رہا کہ یہ کسی خبطی اور ذہن پرست کا ترجمہ ہے' کیا یہ
قرآن میں تحریف نہیں۔ ایسی حرکت سے تو مرزا بھی شرما جاتا۔ یہودی جو ﴿ كُوْنُوْا هُوْدًا
اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا ﴾[2:البقرة:135] کہتے تھے۔ یہ تحریف ہی کیا کرتے تھے۔ آپ بھی امام
المسلمین ہو کر یہ تحریف کرتے ہیں۔ مسعود صاحب حقیقت یہ ہے کہ آپ جماعت المسلمین
کی بنیاد رکھ کر بہت گناہ گار ہوئے۔ پہلا گناہ آپ نے یہ کیا کہ جماعت المسلمین نام کی جماعت
بنائی' حالانکہ اس نام کی جماعت بنانا شرعاً بالکل ناجائز ہے۔ دوسرا گناہ یہ کیا کہ جماعت
المسلمین کے دفاع میں اہل حدیث کی مخالفت شروع کر دی۔ اس کی شامت آپ پر یہ پڑی کہ
آپ قرآن و حدیث میں تحریف کرنے لگ گئے۔ جب آدمی ایک گناہ کر کے اللہ سے توبہ

---

❶ (صحیح ابن خزیمة ' کتاب الصیام ' باب ذکر تمثل الصائم فی طیب ریح المسك اذ
هواطیب الطیب 196/3 رقم 1895.. جامع ترمذی کتاب الادب 'ابواب الامثال' باب
جاء فی مثل الصلوٰة والصیام والصدقه ص 1939 رقم 2863)

نہیں کرتا تو شیطان اس کو اس سے بڑے گناہ میں الجھا دیتا ہے۔ اس طرح ایک گناہ دوسرے گناہ کا موجب بن جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ﴾۔[3:آل عمران:155]

مسعود صاحب! اگر آپ نے توبہ نہ کی تو بعید نہیں کہ اللہ آپ کو مزید کسی گناہ میں دھکیل دے۔ اس لیے جتنی جلدی ممکن ہو توبہ کر لیں۔ سب سے پہلے اپنی جماعت کا نام بدلیں۔ یہ نام رکھنا آپ کی گمراہی کی اصل بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ اہل حدیث کی مخالفت بند کر دیں' یہ بھی اللہ کے غضب کا سبب ہے۔ اگر آپ اہل حدیث کی مخالفت نہ کرتے تو شاید اللہ آپ کو یوں دھکا نہ دیتا کہ آپ قرآن وحدیث میں تحریف کرنے لگ جاتے۔ مسعود صاحب جو نئی راہ نکالتا ہے اس کو تاویل بازی اور تحریف کرنی ہی پڑتی ہے۔ جب آپ اہل حدیث کی راہ سے ہٹ گئے۔ جماعت المسلمین بنالی تو آپ کو یہ تاویلیں کرنی پڑیں۔ آپ کے رسائل خاص کر آپ کا رسالہ "مسلم" تو اس بات کی پوری نشان دہی کرتا ہے کہ آپ کے ذہن میں بہت کجی ہے۔ مسعود صاحب! خدا سے ڈریئے ایسا نہ ہو کہ ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ﴾[61:الصف:5] والا معاملہ ہو۔

☆☆☆☆☆

اہل حدیث کے متعلق غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ

پروفیسر حافظ محمد عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسعود صاحب کی خوش فہمیاں اور ان سے انتباہ!

کراچی کی جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد بی۔ ایس سی صاحب ہیں۔ بیسویں صدی کا ایک نیا فتنہ ہے جس کا نشانہ اہل حدیث ہیں۔ پہلے مسعود صاحب اہل حدیث تھے اور اپنا مذہبی کاروبار چلاتے تھے۔ جب ذرا ان کا کاروبار چل نکلا تو مزید ترقی کے لیے انھیں نئی جماعت بنانے کا شوق چرایا۔ چنانچہ سن 1385ھ میں انھوں نے جماعت المسلمین نام کی ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔ جب دیکھا کہ اہل حدیث میں رہ کر یہ نومولود جماعت پنپ نہیں سکتی تو جماعت اہل حدیث سے علیحدہ ہو گئے اور ہر چیز کو اہل حدیث سے علیحدہ کر لیا، حتی کہ اپنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ سب کو مسلمین بنایا اور صلوۃ المسلمین، زکوۃ المسلمین وغیرہ نام رکھے۔ بلکہ اب اس کوشش میں ہیں کہ اپنی ہر چیز کو مسلمین بنائیں۔ ان کی توحید توحید المسلمین ہو، ان کی تفسیر، تفسیر المسلمین ہو، ان کا قرآن، قرآن المسلمین ہو۔ ان کی حدیث حدیث المسلمین ہو، غرض کہ ان کی ہر چیز اہل حدیث سے علیحدہ اور ممتاز ہو، ان کے اصول بھی مسلمین ہوں۔ ان کے فروع بھی مسلمین ہوں۔ پتا نہیں یہ اہل حدیث دشمنی ان کو کہاں تک پہنچائے گی۔

ہم نے ایک رسالہ میں جماعت المسلمین پر نظر ڈالی تھی اور قارئین کو دکھایا تھا کہ مسعود صاحب کوئی سمجھ والے آدمی نہیں، کیوں کہ مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا کسی صحیح العقل آدمی کا کام نہیں۔ ان کا جماعت المسلمین کا یہ سارا تانا بانا بالکل بے حقیقت ہے۔ بیت عنکبوت سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی لیے آج تک اس جماعت میں کوئی متوازن قسم کا معقول آدمی داخل نہیں ہوا۔ مسعود صاحب خود Eccentric ہیں اور Eccentricq قسم کے آدمی اس میں داخل ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شفیق صاحب کی مسعود صاحب سے جب ملاقات ہوئی تو ان کا تاثر مسعود صاحب کے بارے میں یہی تھا کہ ہلے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کا دماغ ٹھیک نہیں اور ہے بھی یہ حقیقت۔ مسعود صاحب کے کام ہی

ایسے ہیں۔ ذہنی اور فکری لحاظ سے وہ بالکل یتیم ہیں۔ قوت استدلال ان کی بہت کمزور ہے۔ انداز فکر ان کا بالکل سطحی ہے گہرائی تو ان کے ہاں نام کو نہیں۔ سب سطحی معاملہ ہے۔ جب پاکستان میں پاکستانیوں کی جماعت بنانے والا عقل مند نہیں ہو سکتا تو مسلمانوں میں جماعت المسلمین بنانے والا کیسے عقل مند ہو سکتا ہے۔ ضرورت کے لیے اپنے آپ کو مسلم کہنا' یا کافروں کے مقابلے میں اپنی جماعت کا نام جماعت المسلمین رکھنا برا نہیں' لیکن مسعود صاحب کی طرح بے ضرورت مسلمانوں میں مسلمین کہلاتے پھرنا اور جماعت المسلمین بنانا یقیناً کم عقلی ہے۔

زیر نظر رسالہ مسعود صاحب کے رسالہ کا جواب ہے جس میں ان کی خوش فہمیوں کا ازالہ ہے۔ وہ جماعت المسلمین کے بارے میں بہت سی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں' جن سے انتباہ ضروری ہے۔ اس لیے ہم نے اس رسالے کا نام مسعود صاحب کی خوش فہمیاں اور ان کا انتباہ رکھا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو قبول فرمائے اور مسعود صاحب کے شر سے ہر اہل حدیث کو محفوظ رکھے۔

مسعود صاحب! کہنے کو تو آپ نے ہمارے رسالے کا جواب لکھ دیا لیکن خدا کو گواہ کر کے بتائیں کہ آپ نے جواب لکھا ہے یا اپنے نوجوانوں کی آنکھوں میں دھول ڈالی ہے۔ آپ نے جواباً رسالہ تو لکھ دیا' لیکن ہمارے کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ ہمارا آپ پر بڑا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنا غلط مذہب ثابت کرنے کے لیے قرآن میں تحریف کی ہے۔ قصداً قرآن و حدیث کا مطلب بگاڑا ہے۔ بتایئے اس اعتراض کا آپ نے کیا جواب دیا۔ کیا اپنے ترجموں کو آپ نے صحیح ثابت کیا یا توبہ کر کے تجدید ایمان کی۔ مسعود صاحب یہودی بھی ایسی ہی تحریفات کیا کرتے تھے۔ آپ کے لیے شرم کا مقام ہے کہ دعویٰ امام المسلمین بننے کا کرتے ہیں اور قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ ہمیں تو آپ کے مسلمیوں پر تعجب ہے کہ وہ اہل حدیثوں پر تو فتوے لگاتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور آپ جیسے محرف قرآن کو اپنا امام اور امیر مانتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ آپ جگہ جگہ قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔؟ کیا ایسے محرف قرآن کے پیچھے نماز جائز ہے؟ مسعود صاحب غلطی ہونا اور بات ہے'

انسان ہے غلطی ہو گئی ہے۔ لیکن اپنے غلط مذہب کو ثابت کرنے کے لیے قرآن میں تحریف کرنا یہ غلطی نہیں' یہ قرآن دشمنی ہے اور یہودیانہ حرکت ہے۔ اس کا علاج صرف حضرت عمرؓ کا درہ ہے۔ مسعود صاحب! جب کوئی اتنا خائن اور بددیانت ہو کہ قرآن و حدیث میں بھی تحریف کرنے سے نہ ڈرے اس کی کسی بات کا کیا اعتبار۔ ترس تو ان سادہ لوح مسلیموں پر آتا ہے جو آپ کو امیر مانتے ہیں اور اندھا دھند آپ کی تقلید کر کے اپنا دین' ایمان خراب کرتے ہیں۔ مسعود صاحب! پہلے تو آپ کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ مسلم کے سوا کوئی نام جائز نہیں اور اہل حدیث ایک فرقہ ورانہ نام ہے۔ اس لیے یہ نام رکھنا گمراہی ہے۔ کیوں کہ ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ جس کو آپ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں' اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ کے فرماں بردار ہو گے تو اللہ کے نزدیک تمھارا نام مسلم ہو گا۔ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ مسلم کے سوا اور اچھا نام رکھنا بھی جائز نہیں۔ پھر جب آپ کو اپنے اس دعوے پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہ ملی تو آپ نے آیات میں تحریف کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ آپ نے ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ کا ترجمہ اپنے مطلب کا کیا تاکہ یہ آپ کا غلط مذہب ثابت ہو۔ آپ اپنے رسالہ "مسلم" کے آخری صفحہ پر اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کیا آپ اپنے آپ کو صرف مسلم کہلانے کے لیے تیار ہیں؟ حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اس آیت کا نہ یہ ترجمہ ہو سکتا ہے' نہ یہ مطلب۔ یہ صریح تحریف ہے جس میں اپنے بے دلیل اور من گھڑت مذہب کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح آپ نے ﴿اِشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾[3:آل عمران :64] کا ترجمہ بھی اپنے مطلب کا کیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ ﴿اَلاَّ تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾[27:النمل:31] کا ترجمہ بھی آپ نے اپنی غرض فاسد کے تحت بگاڑا ہے۔ مسعود صاحب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ یا تو آپ اتنے جاہل ہیں کہ قرآن کو نہیں سمجھتے' ترجمہ تک غلط کرتے ہیں یا پھر آپ یہودیانہ ذہن رکھتے ہیں جو قصداً اپنے مطلب کے لیے تحریف کرتے ہیں اور اسلام کو بگاڑنے کے درپے ہیں۔

مسعود صاحب! آپ نے جواباً رسالہ بھی لکھا' لیکن اپنی پوزیشن پھر بھی صاف نہ کی

۔اگر آپ کے پاس ہمارے اعتراضات کا جواب نہ تھا تو بہتر تھا کہ جواب ہی نہ لکھتے۔ نوجوان آپ کو کتنا بھی کھڑا کرتے آپ کھڑا نہ ہوتے۔ شاید اس طرح آپ کی غلطیوں پر پردہ پڑا رہتا۔ آپ کی یوں رسوائی نہ ہوتی۔ آپ کے مقلدین یہ سمجھتے کہ مسعود صاحب ٹھوس کام کرتے ہیں مطولات لکھتے ہیں اس لیے مناظروں میں نہیں الجھتے۔ اسی لیے انھوں نے اہل حدیث کے رسالہ کا جواب نہیں دیا۔ اب جب آپ نے ہمارے رسالہ کا جواب لکھ دیا، لیکن ہمارے کسی اعتراض کا جواب نہیں لکھا تو آپ کے ٹھوس کاموں کی بھی قلعی کھل گئی اور آپ کی مطولات کا بھی بھانڈا پھوٹ گیا۔ ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ جو قرآن میں ایسی تحریفات کرے اور ایسا کم عقل ہو وہ کیا مطولات لکھے گا، اور کیا ٹھوس کام کرے گا۔

مسعود صاحب! آپ پر ''ایک چور دوسرے چتر'' والی مثال پوری طرح صادق آتی ہے۔ آیتوں کے ترجمے تو خود غلط کیے اور الزام مجھ پر لگا دیا کہ میں نے آیتوں کے ترجمے کی غلط کیے ہیں بلکہ قرآنی آیات بھی غلط لکھی ہیں۔ حال آنکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ میں نے کسی آیت کا ترجمہ غلط نہیں کیا، اولاً تو میں نے کسی آیت کا ترجمہ کیا نہیں جو آیت بھی لکھی ہے استشہاداً لکھی ہے، لیکن اگر ترجمہ و مطلب بیان کیا بھی ہے تو ماشاء اللہ ٹھیک بیان کیا۔ رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا کے بارے میں میں نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ قرآنی آیت ہے۔ اگر کہیں لکھا ہو تو آپ دکھا دیں اور اگر نہ دکھا سکیں اور آپ کبھی نہیں دکھا سکتے تو تسلیم کریں کہ آپ نے جھوٹا الزام لگایا ہے۔ مسعود صاحب! میں نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا یوسف علیہ السلام کی دعا ہے۔ آپ ہی بتائیں کیا یہ یوسف علیہ السلام کی دعا نہیں۔ اگر یہ ان کی دعا ہے اور یقیناً ان کی دعا ہے جو قرآن سے ثابت ہے، تو میں نے کیا غلطی کی۔ مسعود صاحب میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں اگر آپ سچے ہیں اور آپ میں جرأت ایمانی ہے تو اس سلسلے میں ثالث مقرر کر لیں اور ان سے فیصلہ کروالیں آپ کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ مسعود صاحب گھر بیٹھ کر جماعت المسلمین بنا کر امام المسلمین بن جانا آسان ہے، اہل حدیث سے ٹکر لینا مشکل ہے۔ حق سے کوئی کیا ٹکرا سکتا ہے؟ اہل حدیث سے ٹکر لے کر آپ کتنے رسوا ہوئے۔ 1385ھ کی جماعت المسلمین Made in Karachi سے آپ کو دست بردار

ہونا پڑا۔ آیتوں میں تحریف کے مجرم آپ بنے۔ اگر آپ سمجھیں' آپ کے پلے کیا رہ گیا۔ اور یہ سب اہل حدیث دشمنی کی سزا ہے۔ مسعود صاحب آپ نے ہمارے جواب میں رسالہ لکھا' لیکن آپ کی بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ آپ صفحہ 12 پر غلط فہمی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''محقق صاحب لکھتے ہیں کوئی اچھا لقب رکھنا بھی گمراہی ہے۔''

مسعود صاحب! آپ بتائیں کہ میں نے کہاں لکھا ہے کہ کوئی اچھا لقب رکھنا بھی گمراہی ہے۔ یہ مذہب آپ کا ہے یا ہمارا؟ یہ مذہب آپ کا ہے اور لگا میرے سر رہے ہیں۔ مسعود صاحب! آپ کو ہوش ہی نہیں کہ لکھنا کیا ہے اور لکھ کیا رہے ہیں۔ آپ کی بے سمجھی کا تو یہ حال ہے پہلے جہالت سے 1385ھ میں جماعت المسلمین نام کی ایک جماعت بنالی' جب اعتراض ہوا کہ بیسویں صدی کی یہ جماعت المسلمین کیسی تو آپ کو ہوش آیا کہ بیسویں صدی میں جماعت المسلمین کی بنیاد رکھنا ہے تو سچ مچ بے وقوفی۔ فوراً اعلان کر دیا کہ اب ہم اللہ کی بنیاد رکھی ہوئی جماعت المسلمین میں شامل ہوتے ہیں اور 1385ھ میں بنیاد رکھی ہوئی جماعت المسلمین کو ختم کرتے ہیں۔ کوئی پوچھے مسعود صاحب! جب آپ نے 1385ھ میں جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی تھی تو کیا اس وقت آپ بچے تھے؟ اس وقت آپ کو معلوم نہیں تھا کہ جماعت المسلمین بنائی نہیں جاتی۔ جماعت المسلمین تو عام مسلمانوں کو ہی کہتے ہیں جس میں سب طرح کے مسلمان شامل ہوتے ہیں۔ جب لوگ مسلمان بنتے جاتے ہیں تو جماعت المسلمین خود بخود بن جاتی ہے۔ کیا اس وقت آپ کی سمجھ میں نہ آیا کہ میں اپنی علیحدہ جماعت المسلمین نہ بناؤں' اللہ والی بنی بنائی جماعت المسلمین میں شامل ہو جاؤں۔ مسعود صاحب پھر آپ کی مزید جہالت یہ کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ 1395ھ میں اللہ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت المسلمین میں شامل ہو گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 1395ھ میں یا اس سے پہلے یہ اللہ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت المسلمین موجود تھی۔ جس میں آپ شامل ہو گئے۔ اگر موجود نہ تھی اور آپ کو خود بنیاد رکھنا پڑی تو پھر آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہو گیا کہ آپ 1395ھ میں اللہ والی جماعت المسلمین میں شامل ہو گئے۔ جب 1395ھ میں وہ موجود ہی نہ تھی تو آپ شامل کس میں ہو گئے۔ آدمی جس جماعت میں شامل ہو اس کا پہلے سے موجود ہونا

ضروری ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اللہ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت المسلمین 1395ھ سے پہلے بھی موجود تھی تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں تھی؟ کیا صرف کراچی میں موجود تھی یا کراچی سے باہر لاہور اور اسلام آباد میں بھی تھی۔ اس کا مرکز کہاں تھا اور کون اس کا امیر تھا۔ اور اب آپ جو امیر ہیں تو کس جماعت کے امیر ہیں؟ اپنی بنیاد رکھی ہوئی جماعت کے امیر ہیں یا اللہ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت المسلمین کے؟ اگر آپ اپنی بنائی ہوئی جماعت المسلمین کے امیر ہیں تو پھر آپ یہ جھوٹ کیوں بولتے ہیں کہ 1395ھ میں اللہ والی جماعت المسلمین میں شامل ہو گئے۔ جب وہی 1385ھ والی جماعت' وہی اس کا امیر تو آپ صرف لوگوں کو دھوکا دینے اور اعتراض سے بچنے کے لیے اللہ والی جماعت المسلمین کا نام لیتے ہیں' ورنہ یہ فراڈ تو وہی 1385ھ والا ہے۔ وہی جماعت ہے اور وہی اس کا امیر ہے۔ اگر آپ کہیں کہ میں جماعت المسلمین .Made in 1385 H کا بنایا ہوا امیر نہیں تو میں ساری اللہ والی جماعت المسلمین کا امیر ہوں تو پھر سوال پید ہوتا ہے کہ اللہ والی جماعت المسلمین کا امیر آپ کو بنایا کس نے ہے؟ پاکستان کی اللہ والی جماعت المسلمین کا امیر آپ جیسا محکوم بن نہیں سکتا' جو کچھ کر ہی نہ سکے۔ نہ احکام جاری کر سکے نہ حدود قائم کر سکے۔ وہ امیر کیسا؟ مسلمانوں کی 14سو سال کی تاریخ میں کیا آپ جیسا بھی کبھی جماعت المسلمین کا امیر ہوا ہے؟ اللہ والی جماعت المسلمین کا امیر تو کوئی حاکم ہوتا ہے جو اقامت دین کا کام کرتا ہے اور آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ مسعود صاحب! کیا ایسا جاہل اور بدعتی جو 1385ھ میں جماعت المسلمین کی بنیاد رکھے اور اپنے غلط مذہب کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث میں تحریف کرے اللہ والی جماعت المسلمین کا امیر بن سکتا ہے؟

مسعود صاحب! فراڈ نہ کریں۔ سیدھی اور صاف بات کہیں کہ آپ کی جماعت المسلمین Made in Karachi وہی جماعت المسلمین ہے جس کی بنیاد آپ نے 1385ھ میں رکھی۔ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے اور گمراہ فرقے کی ہر تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ آپ کی جماعت کے گمراہ فرقہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ حال ہی میں فتنوں کے زمانہ میں بنی۔ اس نام کی پہلے کوئی جماعت نہ تھی۔ اب یہ جماعت اہل

حدیث کو گمراہ کہتی ہے حال آنکہ اہل حق کو وہی گمراہ کہتا ہے جو خود گمراہ ہوتا ہے۔ اس جماعت کے بانی اور مؤسس آپ ہیں۔ اس جماعت کا تعارف آپ کے تعارف کے ساتھ ہے۔ جو بھی کہے گا یہی کہے گا' مسعود بی۔ ایس سی کی جماعت المسلمین۔ آپ کی زندگی کے ساتھ اس کی زندگی ہے اور آپ کی موت کے ساتھ اس کی موت۔ آپ کے حوالے کے بغیر اس جماعت کا حسب نسب جانا ہی نہیں جاتا۔ دنیا کا کوئی مسلمان جو آپ کی جماعت المسلمین سے پہلے سے متعارف نہ ہو' اگر کہیں یہ پڑھے یا سنے کہ کراچی میں جماعت المسلمین کا اجتماع ہوگا تو جب تک اسے بتایا نہ جائے وہ جان ہی نہیں سکتا کہ یہ کس جماعت کا جلسہ ہے اور یہ جماعت المسلمین کون سی جماعت ہے۔ کیا اس کی تعریف ہے اور کیا اس کا حدود اربعہ ہے۔ آپ کی جماعت کا نام سن کر خواہ وہ حدیث کا کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو اس کا ذہن کبھی اس جماعت المسلمین کی طرف نہیں جائے گا۔ جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے' جس کا حوالہ دکھا کر آپ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ میری جماعت وہ جماعت ہے جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔ اس اجنبی کو یہ بتانا ہی پڑے گا کہ یہ ایک نئی جماعت ہے جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔ جس کی بنیاد ایک یتیم الاسلام بی۔ ایس سی پاس مسعود نامی شخص نے ملازمت سے ریٹائر ہو کر سمندر کے کنارے (**على شفاء جرف هار**) رکھی ہے' جو اب مسعود بی۔ ایس سی کی جماعت المسلمین کے نام سے موسوم ہے۔

1-- مسعود صاحب! صفحہ نمبر 3 پر آپ نے میرے بارے میں لکھا ہے کہ رسالہ نگار نے اپنے نام کو اس لیے پردہ اخفا میں رکھا ہے کہ شہرت کو بٹہ نہ لگے۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب رسالہ نگار کی پہلے کون سی شہرت ہے کہ اس کو بٹہ لگے گا۔ شہرت تو آپ کی ہے جو امیر المومنین اور امام المسلمین بنے ہوئے ہیں۔ کبھی جماعت المسلمین کی بنیاد رکھتے ہیں اور کبھی ختم کرتے ہیں۔ جب آیات واحادیث کا مطلب بگاڑ کر قرآن میں تحریف کر کے آپ کے نام کو بٹہ نہ لگا۔ ؟ آپ اب بھی امیر اور امام بنے ہوئے ہیں تو رسالہ نگار کے نام کو کیا بٹہ لگے گا۔ اس نے کون سا جرم کیا ہے اور پھر رسالہ نگار بے چارہ نہ امیر المومنین' نہ امام المسلمین' نہ مفتی' نہ عالم' نہ مؤرخ' نہ مفسر۔ اس نے کبھی مطول لکھی نہ مختصر۔ معمولی

قابلیت کا ایک غیر معروف آدمی۔ لیکن ہاں اہل حدیث ضرور پکا اور ماشاء اللہ پکا بھی ایسا کہ اگر مسلیوں کا امام اور خلیفہ بھی ٹکرائے تو اللہ کے فضل سے منہ کی کھائے۔ ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ﴾ [62:الجمعة:4] مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ اس رسالے سے رسالہ نگار کی شہرت کو بٹہ لگے گا' میں کہتا ہوں آپ دیکھتے رہیے یہ رسالے جو آپ کے فتنے کے سدباب کے لیے لکھے جا رہے ہیں ہماری شہرت کو بٹہ لگاتے ہیں یا چار چاند۔

2-- مسعود صاحب! آپ صفحہ 3 پر لکھتے ہیں 'بعض نوجوانوں نے مجبور کیا' تو ہمیں جواب کے لیے قلم اٹھانا پڑا۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں' آپ کی نیت جواب لکھنے کی نہ تھی' نہ آپ میں جواب لکھنے کی سکت تھی' ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپ نے کس مجبوری میں جواب لکھا ہے۔ ہمارے رسالے سے آپ کی کمر ٹوٹ چکی تھی' یہ تو آپ کے گمراہ کردہ نوجوانوں کا جوان ڈنڈا تھا جس نے آپ کو کھڑا کر دیا ورنہ آپ کہاں کھڑے ہوتے۔ اب دیکھتے ہیں کہ یہ نوجوان کب تک آپ کو ڈنڈے سے کھڑا رکھتے ہیں؟

3-- آپ صفحہ 3 پر لکھتے ہیں' ہم مناظرے میں الجھنا نہیں چاہتے' میں کہتا ہوں مسعود صاحب آپ ایسے صوفی کب سے بن گئے' حنفیوں پر اور بے چارے ایڈیٹر الاعتصام پر تو آپ بغیر کاٹھی ڈالے چڑھ جاتے تھے' بہاول پور کے ڈاکٹر شفیق سے تو آپ کہتے تھے کہ آپ دیکھتے رہیے بہاول پور والے ایک دو تحریروں میں گھٹنے ٹیک دیں گے۔ اب آپ کہتے ہیں ہم مناظرے میں الجھنا نہیں چاہتے۔ مسعود صاحب ابھی تو ابتدا ہے انتہا تو آپ نے ابھی دیکھی نہیں۔ ابھی تو تحریری بات چیت ہے' تقریری تو ابھی ہونی ہے۔ اس کا فیصلہ تو کراچی میں آپ کے گھر پر ہی ہوگا۔ پھر آپ کو پتا لگے گا کہ شکست کا منہ کس کو دیکھنا پڑتا ہے اور کس کی شہرت کو بٹہ لگتا ہے اور کس کی شہرت کو چار چاند۔ مسعود صاحب! آپ صفحہ 4 پر لکھتے ہیں جماعت المسلمین کے محاذ پر اہل حدیث کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا' میں کہتا ہوں یہ فیصلہ کس نے دیا؟ اگر یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے تو عقل کے ناخن لیں' کسی فریق کو خود ہی فیصلہ دینے کا کیا حق؟ اور اگر کسی اور نے یہ فیصلہ دیا ہے تو اس کا نام تو لیں تاکہ ہم بھی دیکھ لیں کہ یہ فیصلہ صادر فرمانے والے جج صاحب کون ہیں؟

آپ صفحہ 4 پر لکھتے ہیں اہل حدیث اپنے آپ کو فرقہ واریت کی چھاپ سے نہ بچا سکے۔ میں کہتا ہوں اہل حدیث کو فرقہ واریت کی چھاپ سے بچانے کی کیا ضرورت ؟ مطلقاً فرقہ ہونا کوئی عیب یا برائی نہیں۔ اگر ہے تو آپ اسے ثابت کریں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ [9:التوبة:122] اگر مطلقاً فرقہ ہونا کوئی عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرقہ کے لفظ کو استعمال نہ کرتا۔ فرقہ وہ برا ہے جو حق کا مخالف ہو اور اصل سے کٹ جائے۔ جو اصل پر ہو اور باطل کا مقابلہ کرے اور باطل کے مقابلے میں صرف لغوی طور پر جو فرقہ ہو وہ برا نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ﴾ [2:البقرة:253] یعنی اختلاف کرنے والوں میں بعض مومن تھے اور بعض کافر۔

ظاہر ہے کہ وہ بعض مومن کافروں کے مقابلہ میں ایک فرقہ تھے۔ اہل حدیث کو فرقہ واریت کی چھاپ سے بچانے کی اس لیے بھی ضرورت نہیں کہ جو گروہ نجات پائے گا وہ بھی تہتر میں سے ایک ہوگا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے تہتر فرقے بتائے اور فرمایا کہ سوائے ایک کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو ایک جنت میں جائے گا وہ مسلمانوں میں سے ہی ایک فرقہ ہوگا۔ اس لیے مطلق فرقہ ہونا کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ ناجی ہونے کے لیے فرقہ ہونا ضروری ہے۔ مسعود صاحب! آپ کو اپنی خیر منانا چاہیے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کا فرقہ نہیں مانتے بلکہ جماعت المسلمین بنتے ہیں، حال آنکہ ناجی گروہ جماعت المسلمین نہ ہوگا، بلکہ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہوگا۔ یعنی مسلمانوں میں سے ایک فرقہ ہوگا جو آپ بنتے نہیں۔ اس لیے ناجی گروہ کے لیے جو ہمیشہ پایا جائے گا، حدیثوں میں جماعت المسلمین کا لفظ نہیں آتا بلکہ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ یا عِصَابَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ یا طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ کا لفظ آتا ہے جو اہل حدیث پر ہی صادق آتا ہے جماعت المسلمین پر صادق نہیں آ سکتا۔ کیوں کہ جماعت المسلمین اور جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ میں فرق واضح ہے۔ اہل حدیث اپنے آپ کو فرقہ مانتے ہیں اس لیے وہ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہیں۔ آپ اپنے آپ کو فرقہ نہیں مانتے اس لیے آپ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ نہیں ہو سکتے۔ مسعود صاحب! چوں کہ

ناجی ہونے کے لیے جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی فرقہ ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اہل حدیث کو فرقہ ہونے سے کوئی عار نہیں بلکہ اہل حدیث کا اپنے اصل پر ہونا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرقہ شمار کرنا' ان کے ناجی ہونے کی دلیل ہے اور آپ کا جماعت المسلمین بننا اور فرقہ ہونے سے انکار کرنا آپ کی جہالت اور گمراہی کی دلیل ہے۔ چوں کہ اہل حدیث جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہیں' جماعت المسلمین نہیں' اس لیے امام ابن تیمیہ ؒ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: فَهُمْ فِيْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ كَاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ اَهْلِ الْمِلَلْ یعنی اہل حدیث مسلمان فرقوں میں ایسے ہی ہیں جیسے اہل ادیان میں اہل الاسلام۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ! آپ صفحہ 4 پر لکھتے ہیں: ''اہل حدیث اپنے فرقہ وارانہ نام کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں دے سکتے۔'' میں کہتا ہوں یہ کہاں لکھا ہے کہ نام وہی صحیح ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہو اور جو نام قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ رکھنا جائز نہیں۔ مسعود صاحب! اگر آپ ایک دلیل ایسی دکھادیں' جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ جو نام قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ رکھنا منع ہے تو آپ ہم سے فی دلیل ایک ہزار روپیہ انعام لیں اور اگر نہ دکھا سکیں اور آپ کبھی نہیں دکھا سکتے تو نیا دین بنانے سے ڈریں' آپ کا بہت برا حال ہوگا۔ آپ صفحہ 4 پر لکھتے ہیں: ''قرآن وحدیث میں فرقوں کی مذمت آئی ہے'' میں کہتا ہوں آپ جاہل ہیں' آپ کو علم نہیں۔ قرآن وحدیث میں مطلق فرقوں کی مذمت نہیں' ان فرقوں کی مذمت ہے جو حق کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی زد میں آپ آتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہم نہیں آتے۔ آپ کا فرقہ گمراہ فرقہ ہے جو حق کا مخالف ہے اور راب بنا ہے۔ ہمارا فرقہ وہ فرقہ نہیں ہے۔ آپ صفحہ 5 پر لکھتے ہیں: ''محقق صاحب نے صحیح بخاری کو دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ میں کہتا ہوں ہم نے بخاری شریف ماشاء اللہ خوب دیکھی اور خوب سمجھی ہے۔ لیکن آپ نے صرف دیکھی ہے سمجھی بالکل نہیں۔ اگر سمجھی ہوتی تو صرف جماعت المسلمین کے لفظ کو دیکھ کر جماعت المسلمین کے نام کی جماعت نہ بناتے۔ آپ کا یہ کہنا کہ آپ کی جماعت کا نام بخاری مسلم میں ہے' دلیل ہے اس بات کی کہ آپ نے بخاری و مسلم صرف دیکھی' سمجھی نہیں۔ بلکہ آپ کی حماقت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں احادیث کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں۔

اس کے بعد مسعود صاحب حدیث ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) پر لمبی چوڑی بحث کرتے ہیں۔ وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اہل حدیث' حدیث ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) ❶ کا مصداق نہیں' میں کہتا ہوں اس حدیث کا مصداق سوائے اہل حدیث کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

دیوبندی' بریلوی اور شیعہ وغیرہ تو اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ یہ تو مسعود صاحب آپ کو بھی تسلیم ہے' آپ کی جماعت المسلمین بھی اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ جماعت المسلمین کوئی فرقہ نہیں۔ حدیث کے الفاظ ((طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) ... ((عِصَابَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) ... ((عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) کسی فرقے پر ہی صادق آ سکتے ہیں۔ جماعت المسلمین پر صادق نہیں آ سکتے۔ اس کے علاوہ آج تک کوئی محدث یا عالم اور امام ایسا نہیں گزرا جس نے یہ کہا ہو کہ جماعت المسلمین اس حدیث کا مصداق ہے اور پھر خاص کر وہ جماعت المسلمین جو بیسویں صدی میں بنی ہو۔

مسعود صاحب! اگر آپ ایک حوالہ بھی ایسا دکھا دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ کی جماعت المسلمین جیسی جماعت ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) کا مصداق ہو سکتی ہے تو آپ ہم سے منہ مانگا انعام لیں۔ برعکس اس کے ہم ثابت کرتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین اور امام اہل حدیث کو ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: یزید بن ہارون' عبداللہ بن مبارک' امام احمد بن حنبل' احمد بن سنان' علی بن مدینی' امام بخاری۔ ❷

صفحہ 8 پر آپ نے لکھا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ جو جماعت حدیث ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) کا مصداق ہے وہ تو ہمیشہ جنگ کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر قاہر اور غالب رہے گی' اہل حدیث جماعت میں یہ صفات کہاں پائی جاتی ہیں کہ وہ اس حدیث کا مصداق بن سکے۔ میں کہتا ہوں جو صفات حدیث میں بیان کی گئی ہیں' وہ اہل حدیث میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ جماعت حق پر ہو گی۔ چنانچہ اہل حدیث حق پر

---

❶ بخاری' کتاب الاعتصام' باب قول النبیؐ لا تزال طائفة من امتی ص 609 رقم 7311

❷ ملاحظہ ہو "شرف اصحاب الحدیث"

ہیں کیوں کہ ان کا مذہب قرآن وحدیث ہے اور قرآن وحدیث کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ حق کی خاطر لوگوں سے لڑتی رہے گی۔ یہ صفت بھی اہل حدیث میں مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔ جہاں کوئی بھی زندہ دل اہل حدیث ہے اس کو ہر ایک سے لڑنا پڑتا ہے۔ ملحدوں اور بے دینوں سے 'ایک طرف دیوبندیوں' بریلویوں 'شیعوں اور مسعودی مسلمینیوں سے دوسری طرف۔ اسی لیے لوگ اہل حدیث کو لڑاکے کہتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ جماعت منصورہ ہوگی۔ وہ اللہ کی تائید سے قاہر وغالب رہے گی' یہ صفت بھی اہل حدیث میں بڑی اچھی طرح سے پائی جاتی ہے۔ اللہ اہل حدیث کی اتنی مدد کرتا ہے کہ ایک ایک اہل حدیث نے شرک وبدعت کے مرکزوں میں جاکر حق کے جھنڈے گاڑھ دیے۔ اہل حدیث جماعتیں اور اہل حدیث مسجدیں بنا دیں۔ بہاول پور میں کوئی بھی اہل حدیث نہیں تھا۔ اللہ نے اتنی مدد کی کہ آج شہر بہاول پور میں ہی آٹھ مسجدیں بن گئی ہیں اور مضافات میں اس کے علاوہ۔ بہاول پور ڈویژن میں اہل حدیث کا اچھا خاصا چرچا ہو گیا ہے۔ مسعود صاحب! اس سے زیادہ تائید اور کیا ہوگی کہ میرے جیسے کم مایہ آدمی نے جس کو مضمون بنانا بھی اچھی طرح نہیں آتا' آپ جیسے مؤرخ اور مفسر کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ چوتھی صفت اس جماعت کی یہ ہے کہ وہ ہر زمانے میں پائی جائے گی۔ اہل حدیث اس وقت سے ہیں جب سے قرآن وحدیث ہے اور اس وقت تک رہیں گے جب تک قرآن وحدیث رہیں گے۔

صفحہ 10 پر لکھتے ہیں:

اگر اہل حدیث اس حدیث کا مصداق ہیں تو بتائیں اس زمانے میں اہل حدیث کس مقام پر جنگ کر رہے ہیں؟ یا آج سے دس بیس سال پہلے یہ جماعت کس مقام پر جنگ کر رہی تھی اور وہ کون سے دشمن تھے' جن پر وہ قاہر وغالب تھے۔

میں کہتا ہوں 'مسعود صاحب! آپ یہ بتائیں کہ وہ کون سا مقام ہے کہ جہاں اصلی اہل حدیث ہوں اور وہاں ان سے جنگ نہ ہوتی ہو۔ زندہ دل اہل حدیث جہاں بھی ہوگا وہ اہل باطل سے برسرپیکار ہی ہوگا۔ آپ پاکستان کے سیاسی اور جمہوری اہل حدیثوں کو نہ دیکھیں وہ صرف اپنے نفس کے بندے ہیں جو آپس میں صرف اپنے اقتدار کے لیے لڑ رہے ہیں۔ وہ تو

حقیقت میں اہل حدیث ہی نہیں۔ آپ ان کو دیکھیے جو اصل اہل حدیث ہیں اور جو اس حدیث کا اصل مصداق ہیں۔ مسعود صاحب! آپ کو پتا نہیں کہ آج کل کے بگڑے ہوئے مسلمان اہل حدیث کے کتنے دشمن ہیں اور اہل حدیثوں کو ان سے کس قدر مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مسعود صاحب! یہ کافروں سے جنگ کا زمانہ نہیں' کافروں سے جنگ اس وقت ہوتی ہے جب مسلمان منظم ہوتے ہیں۔ اصلی جماعت المسلمین ہوتی ہے' ایک خلیفہ ہوتا ہے جس کے تحت مسلمان جہاد کرتے ہیں۔ یہ دور انتہائی زوال کا دور ہے۔ اب نہ کوئی خلیفہ' نہ کوئی جماعت المسلمین۔ لہٰذا کافروں سے جہاد کیسا؟ یہ دور تو آپ جیسی نقلی جماعت المسلمین کا ہے جس میں مسلمان آپس میں ہی لڑتے رہتے ہیں۔

مسعود صاحب! سمجھ تو آپ کو ہے نہیں۔ آپ کو دھوکا لگتا ہے۔ یقاتلون۔۔ اور ظاھرون علی الناس کے الفاظ سے آپ بچوں کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ جنگ ہمیشہ تیر و تلوار' توپ و تفنگ سے ہی ہوتی ہے اور فتح ہمیشہ ملکوں پر قبضہ کرنے سے ہی ہوتی ہے۔ جنگ کبھی گرم ہوتی ہے اور کبھی سرد۔ جنگ کبھی اپنے سے ہوتی' کبھی غیروں سے۔ جنگ کبھی غیر ملکیوں سے ہوتی ہے اور کبھی اپنے ملک والوں سے جنگ کبھی کافروں سے ہوتی ہے اور کبھی مسلمان منافقوں سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم دیا۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [66:التحریم:9] کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور منافقوں سے ایک ہی طریقے سے جہاد کیا؟ ظاہر ہے کہ کافروں سے آپ کے جہاد کا طریقہ اور تھا اور منافقوں سے اور۔ اسی طرح آج اہل حدیث کو بھی مسلمان منافقوں سے واسطہ ہے' ان سے جنگ کا طریقہ وہ نہیں جو کافروں سے ہوتا ہے۔

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي)) میں جس طائفہ کا ذکر ہے اس کے مختلف ادوار ہیں' ہر دور میں اس کے جہاد اور قتال کا طریقہ مختلف رہا ہے۔ جب اس کو کافروں سے جہاد کرنا پڑتا تھا تو اس وقت اس کا مقاتلہ اور طرح کا تھا' اب جب کہ اس کو مسلمان منافقوں سے لڑنا پڑتا ہے اس کا مقاتلہ اور طرح کا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے' میری امت خواہ کتنی ہی بگڑ جائے' اپنا نظام خلافت بھی کھو بیٹھے' ان میں بڑی بڑی گمراہیاں آجائیں' وہ فرقے فرقے

ہو جائیں۔ ان میں ایک جماعت خواہ صاحب حکومت واقتدار نہ ہو' ان میں خلافت کا نظم بھی نہ ہو' وہ خواہ کہیں کہیں منتشر طور پر ہی رہتے ہوں۔ جیسا کہ آج کل اہل حدیث کا حال ہے۔ وہ پھر بھی حق کی خاطر لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور اللہ ان کی اس حالت میں بھی مدد کرتا رہے گا۔ مسعود صاحب! اس طائفہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو ((يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ)) ❶ ((ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ)) ❷ فرمایا ہے اس سے مراد ضروری طور پر وہ لڑائیاں نہیں جو ملک فتح کرنے کے لیے ہوتی ہیں' بلکہ اس سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جو اہل حدیث کو مختلف فرقوں سے لڑنا پڑتی ہیں۔ جن میں اللہ اہل حدیثوں کی ہی مدد کرتا ہے۔ جہاں بھی کوئی زندہ اہل حدیث کام شروع کرتا ہے' اللہ وہیں تھوڑی بہت جماعت بنا دیتا ہے اور اہل حدیث اپنی مخالفت کے باوجود غالب رہتے ہیں اور مخالف مغلوب۔ مسعود صاحب! یہ تو ہم سے پوچھیں کہ ہمیں یہاں بہاول پور میں دیوبندیوں' بریلویوں اور شیعہ سے کس طرح جنگ لڑنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح وہ بظاہر ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں اور بالآخر اللہ کے فضل سے نتیجہ ہمارے حق میں نکلتا ہے۔ وہ مغلوب ہوتے ہیں اور ہم منصور۔ آج جو ہمارا سخت دشمن ہے' کل کو اللہ اس کے بیٹے کو اہل حدیث بنا دیتا ہے جس سے آہستہ آہستہ ان کا سارا خاندان اہل حدیث ہو جاتا ہے۔ جہاں بھی اہل حدیث کام کرتے ہیں' وہاں مخالفوں کی مخالفت کے باوجود اہل حدیث کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔

مسعود صاحب! جب اپنی جماعت المسلمین کے نام کو دیکھتے ہیں' بڑے خوش ہوتے ہیں کہ کتنا اچھا اور گاہگروپ ہے' لیکن جب دیکھتے ہیں کہ اس طرح کی اور اس نام کی آج تک کوئی جماعت نہیں پائی گئی تو پھر رونے لگ جاتے ہیں۔ پھر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اصل میں حدیث ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) ❸ مسعود صاحب کی جڑ نہیں لگنے دیتی۔

---

❶ (مسلم: کتاب الامارۃ' باب قولہ ﷺ لاتزال طائفة من امتی ص 1021' رقم 173)

❷ (ایضاً رقم 174) ❸ بخاری' کتاب الاعتصام ' باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق یقاتلون و هم اهل العلم ص 609' رقم 7311)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسعود صاحب کی جماعت المسلمین جماعت حقہ نہیں کیوں کہ یہ بیسویں صدی میں بنی ہے۔ جماعت حقہ وہ ہے جو ہمیشہ اور ہر زمانے میں بلاانقطاع پائی جائے' یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی زمانے میں کم ہو' کسی زمانے میں زیادہ۔ کسی زمانے میں منظم خلافت اور ایک مجتمع قوت ہو۔ کسی زمانے میں ایک منتشر گروہ جیسا کہ اہل حدیث کا آج کل حال ہے۔ لیکن وہ موجود ہر زمانے میں رہے گی۔ یہ نہیں کہ کسی زمانے میں وہ بالکل ہی معدوم ہو' چوں کہ مسعود صاحب کی جماعت المسلمین بنی اب ہے۔ پچھلی صدیوں میں اس کا نام و نشان نہیں تھا اس لیے وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسعود صاحب کی جماعت المسلمین ایک ناجی گروہ نہیں بلکہ گمراہ فرقہ ہے۔ مسعود صاحب زبان سے خواہ کچھ کہتے رہیں' دل میں وہ بہت پریشان ہیں کہ اب کیا کروں؟ وہ جاہل بھی ہیں اور بے وقوف بھی۔ ایک جماعت المسلمین کے بارے میں جو انھوں نے 1385ھ میں بنائی تھی' وہ بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں۔ اب دوسری بھی ان کے گلے پڑی ہوئی ہے۔ فٹ یہ بھی نہیں آتی۔ حدیث ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ)) ان کو لیے جارہی ہے۔ اب انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی ہی بدل لیں۔ وہ کہتے ہیں لَا تَزَالُ سے ہمیشہ رہنے اور منقطع نہ ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس کے لیے انھوں نے تین مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ جاہل تو وہ ہیں ہی' بے سمجھی سے ان تین مثالوں سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ لاتزال کے معنی بلاانقطاع نہیں بلکہ مسلسل بالانقطاع ہیں۔ وہ اس فرق کو Continous اور Continual کے لفظوں سے واضح کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی میں تو مسعود صاحب پر کسی نے اچھا ہاتھ پھیرا ہے جو ان کو اب تک ان لفظوں کا فرق یاد ہے۔ لیکن عربی گرائمر میں مسعود صاحب پر کسی کا ہاتھ نہیں پھرا۔ جس کی وجہ سے وہ لَا تَزَالُ کے لفظوں کے معنی بھی نہیں جانتے اور پھکیں مارتے ہیں۔ مسعود صاحب کی یہ ریسرچ کہ لَا تَزَالُ کے معنی مسلسل بلاانقطاع نہیں بلکہ مسلسل بالانقطاع ہیں' ایسی ہے کہ اگر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی امام المسلمین کی طرح خانہ ساز ہوتی تو مسعود صاحب کبھی کے پی ایچ۔ ڈی ہو گئے ہوتے۔ مسعود صاحب خود بے نظیر' ان کی جماعت المسلمین بے نظیر' کیوں کہ آج تک اس نام کی کسی نے کوئی جماعت بنائی ہی نہیں۔ ان کی ریسرچ بے نظیر' کیوں کہ آج تک کسی نے ایسی ریسرچ نہیں کی۔ انھوں نے سب نحویوں کی قبر پر لات ماردی' سیبویہ بے چارہ چلا اٹھا ہوگا

کہ اے مسعود تو لائق ہی بیسویں صدی کی امامت کے ہے۔

مسعود صاحب! گوش ہوش سے سنیے۔ لاتزال کے معنی میں انقطاع اور وقفہ کا مفہوم نہیں۔ یہ آپ کو دھوکا ہے آپ اس کی ترکیب پر غور کریں' آپ کو اپنی جہالت کا علم ہو جائے گا۔ زال کے معنی ہیں Discontinued and Ceased یعنی ہٹ گیا' جاری نہ رہا' سلسلہ منقطع ہو گیا' جب اس پر "ما" یا "لا" نافیہ آیا تو منفی معنی کی نفی ہو گئی۔ معنی ہو گیا۔ Continued یعنی جاری رہا' نہ ہٹا۔ سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ مسعود صاحب اگر آپ نے نحو کو سمجھا ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ مازال زید غنیا کے معنی ہیں جب سے زید غنی ہوا' اس وقت سے لے کر وقت تکلم تک وہ ہمیشہ اور بلاانقطاع غنی ہے۔ کبھی غنی اس سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ ما زال کی قسم کے افعال اپنی خبروں کو اپنے اسموں کے لیے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یعنی جب سے ان کے فاعلوں نے اپنی خبروں کو قبول کیا ہے ان میں انقطاع نہیں آیا۔ مسعود صاحب! اگر لاتزال کے معنی میں وقفہ اور انقطاع کا مفہوم ہو تو اس کے بعد حتیٰ جو غایت کے لیے استعمال ہوتا ہے' لانا صحیح نہ ہو' لیکن قرآن و حدیث میں لاتزال کے بعد حتی غائیہ بہت استعمال ہوتا ہے مثلاً: ﴿ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ ﴾[22:الحج:55]... ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ﴾[9:التوبة:110] خود ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ)) والی حدیث میں بھی حَتّٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ .. حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُاللهِ ۔۔ کی غایت موجود ہیں۔ مسعود صاحب! اگر لَا تَزَالُ کے معنی میں وقفہ اور انقطاع کا مفہوم ہے تو کیا فَمَا ذِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَ كُمْ بِهٖ وَلَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ ❶ میں بھی وقفہ اور انقطاع کا مفہوم ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟ رہ گئی آپ کی تین مثالیں۔ ﴿لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ﴾ [5:المائدہ:13] ... ((مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ.)) ❷. ((فما زال يقول اشرب)). ❸

---

❶ (بخاری ' کتاب الصیام ' باب تعجیل الافطار' رقم الحدیث 1957 ' مسلم کتاب الصیام باب فضل السجود و تعجیل الفطر ... مشکوۃ ' کتاب الصوم ' باب فی مسائل المتفرقة من کتاب الصوم فصل اول رقم 1984) ❷ (سلسلة الاحادیث الصحیحة 624/1 رقم 356' ارواہ الغلیل 400/1 رقم 891) ❸ (صحیح البخاری ' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی ﷺ و اصحابه و تخلیهم عن الدنیا' ص 542 رقم 6452)

تو وہ آپ کی جہالت اور سوء فہم پر دال ہیں۔ ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لاتزال کے معنی میں وقفہ اور انقطاع ہے۔ ان تینوں مثالوں میں جو وقفہ اور انقطاع کا مفہوم نکلتا ہے وہ لاتزال کی وجہ سے نہیں، وہ بعد والے افعال کی وجہ سے ہے، کیوں کہ ان کا وقوع ہی ایسے ہوتا ہے۔ مثلاً لا تزال تطلع میں اطلاع ایسا فعل نہیں جو ہر آن ہوتا رہے۔ اطلاع اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی خاص واقعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِی میں وصیت ایسا فعل ہے جو ملاقات یا رخصتی کے وقت ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ہر وقت اور ہر آن وصیت نہیں کی جاتی۔ فلم ازل اشرب۔ میں بھی دودھ ٹھہر ٹھہر کر اور سانس لے کر پیا جاتا ہے جب کہ زیادہ پینا ہو۔ مسعود صاحب! یہ تینوں فعل ہی ایسے ہیں جن کا وقوع بالانقطاع ہوتا ہے۔ ان کا وقوع بلاانقطاع ہوتا ہی نہیں، آپ بے سمجھی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ ان افعال کے انقطاع کے مفہوم میں لاتزال کے معنی کو دخل ہے اور یہ انقطاع لاتزال کی وجہ سے ہے۔ حال آنکہ یہ انقطاع اور وقفہ ان فعلوں کا خاصا ہے جو مازال کے بعد اس کی خبر واقع ہو رہے ہیں۔ مسعود صاحب اگر کہا جائے: لَا یَزَالُ خُسُوْفُ الشَّمْسِ وَاقِعًا حَتّٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ یعنی قیامت تک سورج گرہن ہوتا رہے گا، تو کیا گرہنوں کا یہ وقفہ لاتزال کی وجہ سے ہوگا یا یہ گرہن کی ذاتی خاصیت ہوگی یا وہ لگتا ہی وقفے وقفے سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وقفہ گرہن کی خاصیت ہے۔ یہ لایزال کا اثر نہیں۔ اس کے بعد مسعود صاحب! حدیث ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اِمَامَهُمْ)) اور ((فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ)) سے استشہاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بالبداہت ثابت ہو گیا کہ جماعت المسلمین کا تسلسل بالانقطاع ہوگا۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! آپ جو جماعت المسلمین کے تسلسل بالانقطاع کے طائفہ منصورہ کے مسلسل بالانقطاع ہونے پر استدلال کرتے ہیں تاکہ آپ کی جماعت لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِی کا مصداق بن جائے تو آپ یہ تو بتائیں کہ یہ کہا کس نے ہے کہ جماعت المسلمین مسلسل رہے گی؟ مسعود صاحب پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت المسلمین کے بارے میں لاتزال کے ساتھ اس کا مسلسل ہونا بیان فرمایا ہے۔ پھر آپ ((فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ)) سے مسلسل بالانقطاع ہونے پر استدلال کریں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جماعت المسلمین کے بارے میں لاتزال فرمایا ہی نہیں تو ((فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ)) سے مسلسل بالانقطاع پر استدلال کیسا؟ مسعود صاحب! اصل میں آپ

کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ جماعت المسلمین اور طائفہ منصورہ سے ایک ہی جماعت مراد ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ان دونوں کے احوال مختلف ہیں۔ حدیث تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ میں جماعت المسلمین سے وہ عام مسلمان مراد ہیں جو ایک خلیفہ کے تحت منظم زندگی گزارتے ہوں۔ چوں کہ مسلمانوں کی خلافت ہمیشہ رہنے والی چیز نہ تھی۔ اس لیے آپ نے جماعت المسلمین کے ساتھ لا تزال کا لفظ لگا کر نہیں فرمایا کہ جماعت المسلمین ہمیشہ رہے گی۔ آپ نے ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) فرمایا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر میری امت کو زوال بھی ہو، وہ خلافت کھو بھی بیٹھے، اکثریت اس کی گمراہ بھی ہو جائے تو ایک گروہ ضرور ایسا ہو گا جو حق پر رہے گا، اور حق کی خاطر لوگوں سے لڑتا رہے گا، خواہ وہ منتشر طور پر کہیں کہیں، تھوڑا تھوڑا ہی پایا جائے اور جماعت المسلمین کی حیثیت اسے حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ آج کل اہل حدیث کا حال ہے۔ مسعود صاحب! جس جماعت کے بارے میں آپ نے ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) فرمایا ہے وہ جماعت تو اس وقت بھی ہو گی جب کہ ((فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا إِمَامٌ)) کا دور ہو گا۔ یعنی جس دور میں جماعت المسلمین نہ ہو گی طائفہ منصورہ اس وقت بھی ہو گا۔ کیوں کہ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ)) والی جماعت کے لیے ہمیشہ صاحب سلطنت و حکومت ہونا ضروری نہیں اور جماعت المسلمین جس کا ذکر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے، صاحب سلطنت و شوکت ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ تَلْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ إِمَامَهُمْ سے مراد ہی خلیفہ ہے۔ مسعود صاحب! آپ جیسا نقلی امام مراد نہیں۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں مسعود صاحب والی جماعت اصلی نہیں، نقلی ہے۔ اگر اصلی ہوتی تو سمجھ والے اہل حدیث ضرور اس میں شامل ہو جاتے۔ اصلی جماعت المسلمین وہ ہے جس کا امام خلیفہ ہو، جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں صاف خلیفہ کا لفظ ہے۔ ((فَإِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةٌ)) ❶ مسلم شریف میں ((تَسْمَعُ وَ تُطِيْعُ الْأَمِيْرَ وَ إِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَ أُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَ أَطِعْ)) ❷ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلی

---

❶ (ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن و دلائلها، ص 1531 رقم 4244)

❷ (صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ص1009 رقم 52)

جماعت المسلمین وہ ہوگی جو ایک خلیفہ کے تحت جہاد کرے گی۔ مسعود صاحب! تَلْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِمَامَهُمْ کو آپ کا اپنے اوپر فٹ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا مرزا قادیان کا مسیح موعود کی احادیث کو اپنے اوپر فٹ کرنا۔ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا' آپ اپنے دعوے میں جھوٹے۔ مسعود صاحب! آپ کو ایسی توڑ مروڑ کرتے ہوئے ڈر کیوں نہیں لگتا۔ مسعود صاحب آپ کو جماعت بنانے کا شوق تھا آپ نے بنالی۔ اب آپ حدیثوں پر ہاتھ کیوں صاف کرتے ہیں۔ خدا کا خوف کریں' کہیں دھر نہ لیے جائیں۔ مسعود صاحب آپ کا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ سے لا تزال طائفة والی جماعت کے مسلسل بالانقطاع ہونے پر دلیل کرنا آپ کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ آپ کو پتا ہی نہیں کہ جماعت المسلمین سے کون سی جماعت مراد ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں اور ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ)) سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں۔ صفحہ 8 پر آپ لکھتے ہیں:

جماعت اہل حدیث کچھ عرصہ قبل ہندوستان میں بنی۔ اس سے پہلے وہ کہاں تھی؟ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! یہ ریسرچ آپ کی غضب کی ہے' اللہ آپ کو اس کی سزا دے۔ یہ تو بتائیں کہ ہندوستان میں یہ کہاں بنی اور کب بنی۔ جماعت المسلمین کی تو آپ نے بنیاد رکھی' اہل حدیث کی کس نے بنیاد رکھی۔ خدارا اہل حدیث کی تاریخ ضرور لکھیں' پہلے مختصر پھر مطول۔ جب آپ یہ ثابت کر دیں گے کہ اہل حدیث ہندوستان میں بنے ہیں تو میں آپ کو دیوبند سے سند فراغت لے دوں گا۔ حنفی بھی آپ کو اپنا امام مان لیں گے۔ صفحہ 8 پر آپ لکھتے ہیں دوسرے ممالک کے لوگ نہ تو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں' نہ اس جماعت کو پہچانتے ہیں۔

میں کہتا ہوں' کیا وہ مسلمینی ہیں جو اہل حدیث کو نہیں جانتے اور نہیں مانتے۔ مسعود صاحب میں سوائے اس کے کیا کہوں؟ ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ [الحج:22:46] اللہ ہی آپ کے حال پر رحم فرمائے۔

صفحہ 10 پر آپ لکھتے ہیں کہ "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ" کے بعد یہ لکھ دینا کہ ان کا مذہب اہل سنت والجماعت ہوگا تحریف معنوی ہے۔ کہ الفاظ کچھ اور ترجمہ کچھ۔ مسعود

صاحب! میں کہتا ہوں یہ ترجمہ نہیں' یہ اس کا مفہوم ہے' یہ اس کے عرفی معانی ہیں۔ آپ کہتے ہیں یہ تحریف معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسعود صاحب آپ جاہل آدمی ہیں۔ آپ کو کیا معلوم کہ تحریف معنوی کسے کہتے ہیں۔ اگر کوئی عالم کہہ دیے کہ یہ تحریف معنوی ہے تو میں اپنی غلطی تسلیم کر لوں گا اور اس سے توبہ کر لوں گا۔ آپ کہتے ہیں کہ حدیث ''مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ'' عبدالرحمن بن زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ ضعیف نہیں' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے' کیوں کہ عبدالرحمن بن زیاد حسن درجہ کا راوی ہے۔ لیکن اگر اس کی سند ضعیف بھی ہے تو یہ صرف ایک فنی بات ہے۔ اس سے حدیث کے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ معنی کے لحاظ سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ آپ بتائیں معنی اور مفہوم کے لحاظ سے اس میں کیا خرابی ہے۔ کیا وہ راہ حق نہیں جس پر رسول اللہ ﷺ صحابہ کو چھوڑ کر گئے۔ کیا حدیث ((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ)) [1] اور آیت ﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ [4:النساء:115] اور اس قسم کی اور آیات اس کی مؤید نہیں۔ صفحہ 11 پر آپ لکھتے ہیں اور یہ صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں' یہ کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں۔ یہ آپ کی سمجھ کا فتور اور علم کا قصور ہے جو آپ اسے صحیح حدیث کے خلاف بتاتے ہیں۔ اگر مخالفت ثابت کر کے دکھاتے تو بات تھی' ویسے بڑمارنے سے کیا فائدہ ؟ مسعود صاحب یہ کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں' بلکہ محدثین تو کہتے ہیں کہ تمام صحیح احادیث اس کی مؤید ہیں اور آپ یہ ہانکتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ صفحہ 11 پر آپ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جو صحیح ہے۔ الجماعت سے مراد جماعت المسلمین ہے۔ مسعود صاحب میں کہتا ہوں آپ کا یہ کہنا' آپ کی نالائقی کی انتہا ہے۔ آپ کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ الجماعت سے مراد یہاں جماعت المسلمین نہیں ہو سکتا۔

---

[1] (ابن ماجة ' كتاب السنة ' باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين المهديين'ص 2479 رقم 42 .. ابوداؤد' كتاب السنة ' باب في لزوم السنة 'ص 1561 رقم 2407.. مشكوة: كتاب الايمان ' باب الاعتصام بالكتب والسنة ،

آپ حدیث کے الفاظ دیکھیں۔ اِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ هِيَ الْجَمَاعَةُ ❶ یعنی اس ملت کے 73 فرقے بن جائیں گے 72 دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ مسعود صاحب! اب آپ بتائیں جب وہ ایک جنت میں جائے گا' جس کو الجماعۃ کہا گیا ہے۔ 73 میں سے ایک فرقہ ہوگا تو وہ جماعت المسلمین کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا جماعت المسلمین ایک فرقہ ہے؟ کیا آپ اس کو فرقہ مانتے ہیں؟ جب جماعت المسلمین فرقہ نہیں' آپ اس کو فرقہ مانتے نہیں تو الجماعۃ سے مراد آپ جماعت المسلمین کیسے لے سکتے ہیں؟ الجماعۃ کا تو 73 فرقوں میں سے ایک فرقہ ہونا ضروری ہے' جو جماعت المسلمین نہیں ہو سکتی۔ وہ تو وہی فرقہ ہوسکتا ہے جس کو دوسری حدیث میں مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی اہل سنت والجماعت۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ کئی جگہ جماعت کا مضاف الیہ ''المسلمین'' ہے۔ اس لیے یہاں بھی المسلمین ہوگا۔ میں کہتا ہوں' یہ بھی آپ کی بے سمجھی ہے' آپ کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جماعت کا مضاف الیہ ''المسلمین'' کہاں ہوسکتا ہے؟ کہاں نہیں؟ مسعود صاحب! جہاں افتراق امت کا ذکر ہو وہاں جماعت کا مضاف الیہ المسلمین نہیں ہو سکتا' افتراق امت کے ذکر میں تو الجماعۃ سے مراد خاص جماعت ہوگی جو ایک فرقہ ہوگی' نہ کہ جماعت المسلمین جس کا اطلاق کل مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ جب جماعت المسلمین سے مراد فرقہ نہیں' آپ اس کو فرقہ مانتے نہیں تو افتراق امت کے ذکر میں الجماعۃ سے مراد جماعت المسلمین نہیں ہوگا' بلکہ کوئی خاص فرقہ مراد ہوگا اور جہاں مسلمانوں کے اتحاد کی بات ہو وہاں جماعت کا'' مضاف الیہ ''المسلمین'' ہوسکتا ہے۔ مثلاً ان احادیث میں ((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا)).. ((وَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ)).. ((لُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ)) وغیرہ لیکن افتراق امت والی احادیث میں جہاں الجماعۃ سے مراد ایک ناجی گروہ ہے وہاں اس کا مضاف الیہ المسلمین نہیں ہوسکتا' وہاں تو اس کا مضاف الیہ اہل السنۃ یا اہل الحق کی قسم کے الفاظ ہی ہو سکتے ہیں جو ایک خاص گروہ پر دلالت کرتے ہیں جس کی تعبیر مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ ❷ میں ہے۔ مسعود صاحب آپ نے

---

❶ (ابو داود: کتاب السنة ' باب شرح السنة ص 1560 رقم 4597)

❷ (مشکوٰۃ ' کتاب الایمان ' باب الاعتصام بالکتب والسنة رقم 171)

صفحہ 12 پر لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلاَّ اِسْمُہٗ' 1 پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ بشیر بن الولید راوی ضعیف ہے' میں کہتا ہوں ایسا ضعیف مضر نہیں' کیوں کہ یہ حدیث معنوی لحاظ سے صحیح ہے' اور کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں۔ کیا اس حدیث کا ایک ایک لفظ صحیح ثابت نہیں ہو چکا۔ کیا آج یہ حقیقت نہیں کہ آج اسلام کا نام ہی نام ہے اور اسلام کی حقیقت قریبا مفقود ہے' جسے دیکھو رسمی مسلمان ہے۔ یہ پتا ہی نہیں کہ اسلام کسے کہتے ہیں؟ آج لوگ کفر کو اسلام سمجھتے ہیں اور اسلام کو کفر۔ توحید اور شرک' سنت اور بدعت کا امتیاز ہی مٹ گیا ہے۔ آج اہل بدعت اہل سنت کہلاتے ہیں اور دشمن دین' عاشق رسول۔۔۔ صفحہ 13 پر آپ لکھتے ہیں کہ نام کی جگہ وصف کیسے لے سکتا ہے۔ نام نام ہے اور وصف وصف۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب جب آپ کو آتا جاتا کچھ نہیں تو یہ پنگا لینے کی کیا ضرورت تھی؟ بنے پھرتے ہیں امام المسلمین اور امیر المؤمنین اور سمجھتے کچھ نہیں۔ مسعود صاحب! آپ یہ بتائیں' کوئی وصفی نام ہو بھی سکتا ہے کہ نہیں۔؟ جب آپ اس سوال کو سمجھ جائیں گے تو آپ کا دماغ درست ہو جائے گا۔ وصفی نام سے امتیاز کرنا اور اس کو امتیازی نام کا درجہ دینا صحیح کیوں نہیں؟ کہاں لکھا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور یہ صحیح نہیں؟

صفحہ 13 پر آپ لکھتے ہیں کہ اگر آپ کا مذہب صحیح ہے تو پھر آپ کی جماعت کے فرقے کیسے بن گئے۔؟ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! اسلام صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو آپ مسلمان کیوں ہیں؟ اگر صحیح ہے تو مسلمانوں کے اتنے فرقے کیوں بن گئے۔ مسعود صاحب جیسے بخاری مسلم والی جماعت المسلمین آج اتنے فرقوں میں بٹ گئی ہے' ایسے ہی اگر ہماری جماعت کے فرقے بن جائیں تو کیا اعتراض ہے۔؟ آپ کی جماعت المسلمین تو ابھی کل کی بچی ہے۔ اس میں آپ دیکھ لیں کتنے فرقے بنتے ہیں؟ آپ کی جماعت میں ایسے افراد بھی ہیں جو آپ کے بگاڑنے سے تو اہل حدیث سے گئے اور اب آپ کو بھی گمراہ کہتے ہیں اور نئی جماعت بنا رہے ہیں۔ مسعود صاحب! کسی جماعت کے فرقے بن جانا اس جماعت کے مذہب کے غلط ہونے کی دلیل نہیں۔ بات سوچ سمجھ کر کیا کریں۔ آج مسلمانوں کے اتنے فرقے ہیں تو کیا اس میں اسلام کا قصور ہے؟ اگر اہل حدیث میں اختلاف ہو جائے تو اہلحدیث

---

1 (مشکوٰۃ' کتاب العلم 279/1' رقم 276)

مذہب کا قصور نہیں۔ یہ اختلاف کرنے والوں کا قصور ہے۔ آپ کہتے ہیں جب اہل حدیث میں اتنا اختلاف ہے' وہ اختلاف کرنے والے سب اہل حدیث ہیں تو بتایئے کون سا مذہب صحیح ہے؟ میں کہتا ہوں جب مسلمانوں میں اتنا اختلاف ہے اور اختلاف کرنے والے سب مسلمان کہلاتے ہیں تو پھر آپ بتایئے کہ ان میں کس کا اسلام صحیح ہے۔ جو جواب آپ ہمیں دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ صفحہ 4 پر آپ کہتے ہیں اگر ناموں کو اتنی اہمیت حاصل نہیں تو آپ اپنے آپ کو غربا اہل حدیث کیوں نہیں کہتے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ناموں کی اتنی اہمیت نہیں کا مطلب کیا ہے؟ مسعود صاحب! ناموں کو اتنی اہمیت حاصل نہیں کا مطلب یہ نہیں کہ ہر غلط ملط الٹا سیدھا نام بھی جائز ہے۔ موزونیت اور مناسبت دیکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی کسی چیز کو اہمیت حاصل ہوتی ہے اتنی اس کے نام کو نہیں ہوتی۔ اسم اور مسمیٰ میں وہی نسبت ہے جو الفاظ اور معانی میں۔ اصل مقصود تو مفہوم ہوتا ہے۔ الفاظ تو اس کو ادا کرنے کے لیے ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ جب چیز صحیح ہو تو نام اس کی مناسبت سے خواہ کوئی ہو نام کو اتنی اہمیت نہیں جتنی نام والے کو۔ چوں کہ ہمارا مذہب قرآن و حدیث ہے اور یہ اصل اسلام ہے۔ اب اس کی مناسبت سے کوئی بھی نام جو اس پر دلالت کرے ٹھیک ہے۔ اس لیے ہم اپنے آپ کو اہل حدیث' اصحاب الحدیث' اہل السنۃ' اہل الاثر' محمدی' سلفی وغیرہ سب کچھ کہہ لیتے ہیں۔ اگرچہ بعض خصوصیات کی بنا پر شہرت لقب اہل حدیث کو زیادہ ہے۔ ہم اپنے آپ کو غربا اہل حدیث اس لیے نہیں کہتے کہ اسمیں اوعا اور فخر و تعلّی پائی جاتی ہے' ہم اس نام کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے کوئی اپنی جماعت کا نام المسلمین رکھ لے۔ جب ہم جماعت المسلمین نام کو شیخی خورہ سمجھتے ہیں اور بغیر ضرورت کے اس کا رکھنا جائز نہیں سمجھتے تو ہم غربا اہل حدیث کو کیسے اچھا سمجھ سکتے ہیں؟ ایسے نام ﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ﴾ کے تحت آتے ہیں۔ اس طرح اہل قرآن نام بھی صحیح نہیں' کیوں کہ اس نام سے قرآن و حدیث میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔ یہ اسلام کے جزو پر دلالت کرتا ہے' کل پر نہیں۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں حدیث کو نہیں۔ حال آنکہ حدیث بھی دین ہے۔ اسی وجہ سے اہل قرآن اس فرقے کا نام مشہور ہے جو حدیث کا منکر ہے۔ اہل حدیث نام میں قرآن و حدیث دونوں آجاتے ہیں کیوں کہ حدیث کا اطلاق قرآن اور حدیث دونوں پر ہوتا ہے۔

صفحہ 14 پر ہی آپ لکھتے ہیں: "اگر یہ صحیح ہے ناموں کو اتنی اہمیت حاصل نہیں تو پھر اہل حدیث نام کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے" میں کہتا ہوں اہل حدیث کو جو اتنی اہمیت حاصل ہے تو وہ اس کی شہرت اور امتیاز کی وجہ سے ہے۔ جیسے مسلم' نام کو اور وصفی ناموں کے مقابلے میں شہرت اور امتیاز زیادہ حاصل ہے۔ کافروں سے جتنا امتیاز مسلم نام کے ساتھ ہے' اتنا اور کسی نام کے ساتھ نہیں۔ اسی طرح مسلمان فرقوں میں جتنا امتیاز اہل حدیث نام کے ساتھ ہے اتنا اور کسی نام کے ساتھ نہیں۔ خاص کر اس زمانے میں جیسے مسلم نام اہم ہے ایسے ہی اہل حدیث نام اہم ہے۔ وہ کافروں سے امتیاز کے لیے ہے یہ مسلمان فرقوں سے امتیاز کے لیے ہے۔

مسعود صاحب! آپ بار بار یہی کہتے ہیں کہ کسی وصفی نام یا لقب کو فرقہ وارانہ نام کی حیثیت نہیں دی جا سکتی' میں کہتا ہوں آخر اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ کوئی دلیل دیں تو پتا لگے' کہ آپ کی بات میں کوئی جان ہے یا نہیں۔ ویسے بغیر دلیل کے کہے جانے سے تو کوئی فائدہ نہیں۔ مسعود صاحب! میں نے قرآن مجید کی آیت ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .. الخ﴾[33:الاحزاب:35] پیش کر کے کہا تھا کہ اگر مسلم علم ہوتا تو مؤمنین اور صادقین کا عطف مسلمین پر نہ ہوتا۔ یہ عطف بتا رہا ہے کہ مسلمین' مومنین' صادقین وغیرہ سب اللہ کو ماننے والوں کے اوصاف ہیں۔ علم ان میں کوئی نہیں' لیکن مسعود صاحب یہ سادہ سی بات بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ نے جہل مرکب کا ثبوت دیتے ہوئے یہی کہا: "بتایئے! کس کی مانیں اللہ تعالیٰ کی یا محقق صاحب کی۔ مسعود صاحب اگر آپ کو پتا نہیں تو کراچی میں بڑے بڑے عالم ہیں۔ آپ ان سے ہی سمجھ لیں اور اس آیت کی ترکیب کروا کر دیکھ لیں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حقیقت ہے یا نہیں۔ اس سے آگے اسی صفحہ 15 پر آپ لکھتے ہیں اس آیت میں آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمین کے اوصاف نقل کیے ہیں۔

میں کہتا ہوں مسعود صاحب! جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آپ نے تو جہالت کا ریکارڈ ہی توڑ دیا۔ اگر مومنین اور صادقین آیت میں مسلمین کے اوصاف ہیں تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ صفت اور موصوف میں عطف جائز ہے۔ اگر مومنین صادقین وغیرہ

مسلمین کے اوصاف ہیں تو مسلمین اور صادقین کے درمیان "واؤ" کیوں ہے۔ آیت: ﴿ان المسلمین .. الخ﴾ تو بتا رہی ہے کہ مسلمین، علم نہیں اور ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ میں جو اللہ نے نام رکھا ہے یہ وصفی نام رکھا ہے۔ یہ اللہ نے علم نہیں رکھا۔ اللہ تو آیت ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ ....﴾ میں کہہ رہا ہے کہ مسلمین علم نہیں۔ مسعود صاحب! آپ زبردستی علم بنا رہے ہیں اب اللہ کی مانیں یا آپ کی؟ مسعود صاحب! آپ آیت ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ لکھ کر استدلال کرتے ہیں کہ مسلم نام علم ہے، میں کہتا ہوں ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ علم میں نص ہے۔ اگر ﴿سَمّٰكُمْ﴾ علم کے لیے ہی آتا ہے تو ترمذی اور مسند احمد کے حوالے سے آپ نے اپنے رسالے "مسلم" میں جو روایت نقل کی ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے علم تین رکھے ہیں: مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔۔۔ کیوں کہ ان تینوں کے لیے سماء کا لفظ آیا ہے۔ ((فَادْعُوْا بِدَعْوَى اللهِ الَّذِيْ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِبَادَ اللهِ)) ❶ آپ نے ترجمہ لکھا ہے: مسلمین کو بس اسی نام سے پکارو جو نام اللہ نے رکھا ہے۔ یعنی مسلمین، مومنین، اللہ عزوجل کے بندے (بحوالہ آپ کا رسالہ "مسلم" صفحہ 8) یعنی اللہ نے تین نام رکھے ہیں۔

مسعود صاحب! کہیے! کیا اب آپ اپنے اصول کے تحت مانتے ہیں کہ مومنین اور عباد اللہ بھی علم ہیں۔ اگر مانتے ہیں تو آپ کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ نام ایک صرف مسلم ہے اور کوئی نہیں۔ اگر نہیں مانتے تو آپ کا ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ سے مسلم کے علم ہونے کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ حدیث کے حوالے سے ثابت ہو گیا کہ سماکم جیسے علم کے لیے آ سکتا ہے ایسے وصفی ناموں کے لیے بھی آ سکتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ﴾[53:النجم:23] میں اسماء سے مراد وصفی نام ہیں، جیسا کہ داتا، گنج بخش وغیرہ۔۔ اسی طرح ﴿لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى﴾[53:النجم:27] میں بھی وصفی نام مراد

---

❶ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب ذکر تمثیل الصائم فی ریحه بطیب ریح المسك اذ هو اطیب الطیب 196/3 رقم 1895.. جامع ترمذی کتاب الادب، ابواب [illegible]ل، باب جاء فی مثل الصلوۃ والصیام والصدقہ، ص 1939، رقم :2863)

ہیں۔ مسلم شریف میں ہے ((وَاَخْنَعُ رَجُلٌ كَانَ يُسَمّٰى مَلِكُ الْاَمْلَاكِ)) ❶ بخاری شریف میں ہے ((يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مِنْ نَّارٍ بِشَفَاعَتِيْ يُسَمَّوْنَ الْجُهَنَّمِيِّيْنَ)) ❷ لفظ بھی تسمیہ کا ہے اور نام بھی وصفی ہیں۔ ملک الاملاک اور جہنمیون جس سے ثابت ہو گیا کہ تسمیہ کا لفظ علم کے لیے خاص نہیں۔ یہ وصفی ناموں کے ساتھ ہی آتا ہے۔

صفحہ 16 پر آپ لکھتے ہیں۔ 'اللہ تعالیٰ فرمائے کہ مسلم کہو' اور محقق صاحب فرماتے ہیں کہ مسلم کہنا جائز نہیں" میں کہتا ہوں مسعود صاحب! خدا کا خوف کھائیں' ہر بات کو توڑ مروڑ کر بیان نہ کریں۔ اللہ نے کہاں کہا ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلم کہا کرو اور جماعت المسلمین بنا لیا کرو۔ یہ تو آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ جو آپ نے یہ بنا لیا ہے ورنہ ان آیات میں اللہ کی مراد یہ نہیں۔ اگر اللہ کی مراد یہ ہوتی تو آپ سے پہلے بھی کوئی آپ جیسا عقل والا ضرور ایسا پیدا ہوتا جو آپ کی طرح کی جماعت المسلمین بناتا' لیکن آج تک کسی نے بھی آپ جیسی جماعت المسلمین نہیں بنائی۔ کیوں کہ ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ قولوا یہاں اس معانی میں نہیں' جس معانی میں آپ جہالت کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ مسعود صاحب! اگر قولوا کے معنی ہیں کہ تم کہلایا کرو تو قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی کیا ہیں؟ مسعود صاحب آپ کو پیش کردہ آیات میں قولوا نظر آتا ہے۔ فان تولوا قسم کے الفاظ نظر نہیں آتے جو ثابت کرتے ہیں کہ کفر کے مقابلے میں ایسا کہا کرو۔ وہاں تو اس کا فائدہ ہے' مسلمانوں میں بلا ضرورت اپنے آپ کو مسلم کہنا اور جماعت المسلمین بنا لینا سوائے شیخی کے کچھ نہیں۔ مسعود صاحب! ہم مسلم کہنے کے خلاف نہیں بلا موقع کہنا جس سے شیخی اور فخر کا اظہار ہوتا ہو اس کے خلاف ہیں۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں بے عقلی کا ثبوت نہ دیں۔

آپ صفحہ 19 پر لکھتے ہیں: "تو پھر ان انبیاء علیھم السلام سے تو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مسلم ہی اچھے رہے جنھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم مسلم ہیں"

---

❶ (صحیح مسلم' كتاب الآداب' باب تحريم التسمى بملك الاملاك او بملك الملوك ص 1060 رقم 20 .. ابوداؤد 'كتاب الادب' باب فی تغیر الاسم القبیح' ص 1585 رقم 4961.. صحیح البخاری' کتاب الادب' باب ابغض الاسماء الی اللہ' ص 523 رقم 6206)

❷ (صحیح البخاری 'کتاب الرقاق' باب صفة الجنة والنار' ص 549 رقم 6559.. جامع الترمذی' ابواب صفة جهنم' باب منه قصة آخر اهل النار خروجا 'ص 1913 رقم 2600.. مسند احمد 391/5 رقم 22812 ایضا رقم 11849)

میں کہتا ہوں مسعود صاحب! آپ کی سمجھ کے بھی کیا کہنے! اللہ کسی کو ایسی الٹی مت بھی نہ دے۔ اگر آپ کی الٹی مت کو سامنے رکھا جائے تو پھر تو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مسلم ابراہیم علیہ السلام سے بھی اچھے تھے کہ وہ تو مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام بڑھاپے تک بھی مسلم نہ ہوئے جو ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ [2:البقرة:128] کی دعا کرتے ہیں۔

مسعود صاحب! ابراہیم علیہ السلام جو بڑھاپے میں بھی ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ دعا کرتے تھے تو کیا وہ بڑھاپے تک بھی مسلم نہیں بنے تھے۔ آخر سوچ کر بات کیا کریں۔ پتا نہیں یہ مسلمینی آپ کو کہاں پہنچائے گی۔

آپ صفحہ 18 پر لکھتے ہیں: ’’پھر اللہ نے کیوں بار بار کہا کہ اپنے کو مسلم کہو‘‘ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! آپ جھوٹ بولتے ہیں اور قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ اللہ نے کہیں نہیں کہا کہ تم اپنے کو مسلم کہو۔ اللہ کے کہنے کا مطلب جو ’’قل‘‘ اور ’’قولوا‘‘ والی آیات میں ہے‘ یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اور دیگر کفار اسلام کی دعوت کو قبول نہ کریں تو تم اعلان کرو کہ اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو‘ ہم تو اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ نے اپنے کسی بندے کی بات بیان کی ہے: ﴿إِنِّيْ آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾ [36:یٰس:25] ایسا کہنا اقرار‘ اعلان اور اظہار کے معنی میں ہے۔ مسلم کہلانے یا جماعت المسلمین بنانے کے لیے نہیں۔

صفحہ 19 پر آپ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھتے ہیں:

’’محقق صاحب کی عبارتوں سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیھم السلام بھی زندگی میں مکمل مسلم نہیں تھے۔‘‘

میں کہتا ہوں مسعود صاحب! اگر انبیاء زندگی میں ہی مکمل مسلم ہو جاتے تھے تو پھر ابراہیم علیہ السلام ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ کی دعا کیوں کرتے تھے؟ یوسف علیہ السلام نے ﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ کی دعا کیوں کی؟ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ﴿أَسْلِمْ﴾ کیوں کہا؟ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے لیے ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا﴾ لفظ کیوں استعمال کیا۔؟ پیغمبروں کے لیے یہ الفاظ قرآن میں کیوں آتے ہیں۔ ﴿وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [27 :النمل: 91]﴿وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [40:المومن:66] ﴿اِنِّي اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ﴾ [6:الانعام:14] مسعود صاحب! جو تاثر آپ لوگوں کو دیتے ہیں وہ ہماری مراد نہیں۔ یہ آپ کی دھوکا دہی ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ جتنی زندگی پیغمبر گزار لیتے تھے اس کے اعتبار سے وہ مکمل مسلم ہوتے تھے جتنی زندگی ان کی باقی ہوتی اس کے اعتبار سے ان کو اپنے اسلام کی تکمیل کرنا ہوتی تھی۔ اس کے لیے وہ دعا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ اس طرح سے وہ زندگی بھر اپنے اسلام کی تکمیل کرتے رہتے تھے۔ کیوں کہ بندہ جب تک زندہ رہتا ہے اللہ کے احکام اس کے لیے جاری ہوتے رہتے ہیں۔ جو احکام کو مانتا رہے وہ مسلم بنتا رہتا ہے۔ جو انکار کر دے خواہ کسی عمر میں کرے اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اسی لیے نیک خاتمے کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ مسعود صاحب! جو تاثر آپ دیتے ہیں کہ وہ زندگی میں پورے مسلم نہ تھے یہ بالکل غلط ہے۔ وہ اپنے ماضی کے اعتبار سے پورے مسلم ہوتے تھے۔ جذبہ فرماں برداری ان میں کامل تھا' لیکن چوں کہ وہ دنیا میں تھے' جو کہ دارالعمل ہے اللہ کے احکام کی تعمیل مستقبل میں ان کے ذمے ہوتی تھی۔ اس اعتبار سے وہ زندگی بھر اپنے اسلام کی تکمیل کرتے رہتے تھے۔ اللہ کے ہر حکم میں جو آتا تھا۔ مسلم بننے کی کوشش کرتے تھے۔ جبھی وہ کہتے تھے کہ اللہ نے ہمیں مسلم بننے کا حکم دیا ہے۔ ﴿اِنِّي اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾.. ﴿اِنِّي اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾

مسعود صاحب! اگر آپ کے نفس میں شر نہ ہو اور قرآن کو سمجھیں تو کبھی ایسی جہالت کی باتیں نہ کریں۔ آپ قرآن کو مسلم بن کر پڑھیں تو آپ پر حقیقت منکشف ہو جائے۔ ملکہ سباجب مسلمان ہوتی ہے تو ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [27:النمل:44] پڑھتی ہے۔ ادھر ابراہیم علیہ السلام کو جو نبی ہیں جب اللہ فرماتا ہے اسلم" تو وہ بھی یہی پڑھتے ہیں ﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ بات واضح ہے کہ بندہ ہر آن مسلم بنتا رہتا ہے۔ جب اللہ کا حکم آتا ہے تو بندے کو مسلم بننا پڑتا ہے۔ اسی لیے زندگی میں اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اسلام کی تکمیل تو موت پر ہی ہوتی ہے۔ جب اللہ کے احکام کا خاتمہ ہوتا ہے۔

مسعود صاحب! میں تو آپ کی قرآن دانی پر حیران ہوں۔ آپ کو جب ترجمہ نہیں آتا تو تفسیر تو کیا آنی تھی اور سنا ہے کہ آپ تفسیر لکھ رہے ہیں۔ جب آپ کی قرآن دانی کا یہ حال ہے تو آپ کیا خاک تفسیر کریں گے' سوائے اس کے کہ اپنی آخرت برباد کریں۔

مسعود صاحب! مسلمینی جنون کے تحت اولاً تو آپ نے ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾[27:النمل:31] کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ جب آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے تفسیر غلط کرنا شروع کر دی۔ میں تو آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ پہلے آپ کسی عالم سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھیں پھر کوئی کام شروع کریں۔ جب آپ کو قرآن ہی نہیں آتا تو آپ کیا امامت کریں گے۔ آپ نے جو اس کی تفسیر کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اگر آپ کو سمجھ نہ آئے تو کسی عالم کو دکھا دیں۔ وہ آپ کو آپ کی غلطی بتا دے گا۔ آپ کہتے ہیں ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ اس بات کا قرینہ ہے کہ ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ میں لفظ مسلم کے لغوی معنی مراد نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب! یہ آپ کی جہالت ہے۔ ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ کو ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ میں مسلمین کے لغوی معنی مراد نہ ہونے پر قرینہ بتا رہے ہیں۔ یہی آیت تو بلکہ قرینہ ہے کہ ﴿اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ میں مسلمین کے لغوی معنی مراد ہیں کیوں کہ وہ ملکہ مسلمان تو بعد میں ہوتی ہے جب کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ پڑھتی ہے۔ اس لیے پہلے ﴿اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ فرمان بردار بن کر حاضر ہو جاؤ۔ مسعود صاحب ﴿اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ کا لغوی ترجمہ کرنے پر کئی قرینے ہیں اور اصطلاحی مسلم کے معنی لینے پر کوئی قرینہ نہیں۔ پہلا قرینہ مسلمین کے لغوی معنی لینے پر ﴿لَا تَعْلُوْا عَلَیَّ﴾ ہے کیوں کہ مسلمین کا لفظ یہاں ﴿لَا تَعْلُوْا عَلَیَّ﴾ کے مقابلے میں آرہا ہے۔ یعنی سرکشی نہ کرو۔ فرماں بردار بن کر میرے پاس آ جاؤ۔ دوسرا قرینہ لغوی معنی لینے پر یہ آیت ہے۔ ﴿اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾[27:النمل:38] تیسرا قرینہ ﴿وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ﴾[27:النمل:42] یہ تینوں آیات ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾

سے پہلے ہیں۔بقول آپ کے جب وہ ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر مسلمان ہوئی تو پہلے تینوں "مسلمین" اپنے لغوی معنی پر محمول ہوں گے۔اصطلاحی مسلم کے معنی کیسے صحیح ہو سکتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں انھوں نے آتے ہی اسلام قبول کر لیا اور کہا: ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ میں کہتا ہوں اگر انھوں نے ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کے ساتھ آتے ہی اسلام قبول کر لیا تو ﴿وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ جو اس سے پہلے انھوں نے کہا' اس کا کیا مطلب ہے۔مسعود صاحب! کیا اچھا ہو' اگر آپ لکھ کر کسی عالم کو اپنا ترجمہ اور تفسیر دکھالیا کریں۔کم از کم آپ کو اپنی غلطیوں کا تو علم ہو جائے۔اب اگر ہم بتاتے ہیں تو آپ کے لیے ﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ [2:البقرۃ:206] والی بات ہو جاتی ہے۔مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں اس عورت نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کی مطیع بن کر آئی ہوں۔میں کہتا ہوں' اس عورت نے یہی کہا تھا' لیکن اللہ نے ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ [7:الاعراف:146] اور ﴿وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ [6:الانعام 111] کے تحت آپ کی آنکھیں پھیر دی ہیں۔آپ کو نظر نہیں آتا۔اس نے ﴿وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ [27:النمل:42] پہلے کہا تھا اور ﴿اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ﴾ بعد میں پڑھا تھا۔

مسعود صاحب! آپ کو اس کا جواب تو آیا نہیں کہ اگر ہمارا ایک ہی نام ہے اور کوئی دوسرا نام نہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں اس نام سے یعنی "ایھاالمسلمون" کہہ کر کیوں نہیں پکارتا۔؟ آپ نے فلسفہ چھانٹنا شروع کر دیا کہ اللہ جو ہمیں مسلم نام سے نہیں پکارتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم نام علم ہے اور احتراماً کسی کو علم نام سے نہیں پکارا کرتے۔میں کہتا ہوں' اولاً اس کا کیا ثبوت ہے کہ مسلم نام علم ہے۔مسعود صاحب! مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ آپ کو یہ بھی پتا نہیں کہ علم کہتے کسے ہیں؟ علم کی تعریف کیا ہے اور مسلم نام علم ہو کیسے سکتا ہے؟ مسعود صاحب! آپ کو علم کی تعریف کریں تو پھر دیکھیں کہ وہ مسلم نام پر

صادق آ بھی سکتا ہے یا نہیں؟ جب تک آپ مسلم نام کو علم ثابت نہ کر لیں آپ کا یہ سارا فلسفہ عبث ہے اور آپ مسلم نام کو علم کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ کا یہ کہنا کہ اللہ نے احتراماً مسلم نام سے نہیں پکارا کیوں کہ یہ علم ہے بالکل باطل ہے۔

ثانیاً آپ کا مطلقاً یہ کہنا کہ دوسروں کو احتراماً یا اعزازاً علم سے نہیں پکارا جاتا، صحیح نہیں۔ والدین اپنی اولاد کو، استاد اپنے شاگردوں کو بڑے بزرگ چھوٹوں کو اکثر ان کے نام سے ہی پکارتے ہیں جو شفقت و محبت اور بے تکلفی، علم سے پکارنے میں ہے، وہ وصفی ناموں سے پکارنے میں نہیں۔ اس میں تکلف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ ؓ کو ان کے ناموں سے ہی پکارتے تھے۔ چنانچہ حدیثوں میں جابجا آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((مَالَكَ يَابَابَكْرٍ مَا اَبْكَيْتَ لِاَهْلِكَ)) ❶ ..((يَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ ')) ❷ ..((يَاعُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ)) ❸ جبریل علیہ السلام بھی رسول اللہ ﷺ کو ان کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے: اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِشْتَكَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ ❹ معراج کی حدیثوں میں ہے کہ جب بھی آسمان کے خازن نے پوچھا کہ تم کون ہو تو جبریل علیہ السلام نے یہی کہا کہ میں جبریل ہوں اور یہ محمد ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جب رسول اللہ ﷺ سے پرائیویٹ کلام کرتا ہے تو نام لے کر بات کرتا ہے۔ چنانچہ شفاعت کی حدیثوں میں جابجا آتا ہے۔ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَ سَلْ تُعْطَهٗ' ❺ لہٰذا آپ کا یہ کہنا باطل ہے کہ مسلم نام علم ہے اور اللہ علم نام سے نہیں پکارتا۔ رہ گیا یہ شبہ کہ اللہ نے قرآن مجید میں کہیں نام لے کر نہیں پکارا تو یہ ایک خاص حکمت کے تحت ہے۔ قرآن چوں کہ سرکاری کتاب ہے اور لوگوں کی ہدایت کے لیے ہے اس لیے اس

---

❶ (جامع الترمذی ' ابواب المناقب ' باب رجاؤه' ﷺ ان یکون ابی بکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنة 'ص 2030 رقم 3675) ❷ (صحيح مسلم' كتاب الايمان' باب الایمان والاسلام والاحسان 'ص 681 رقم 1مسند احمد 52/1 رقم 369)

❸ (صحيح مسلم' كتاب الايمان ' باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا 'ص 685-686 رقم 52)

❹ (صحيح مسلم ' كتاب السلام' باب الطب ' والمرضى والرقى ص 1066 رقم 40.. مسند احمد 56/3 رقم 11140 ایضا 28/3 رقم 10841)

❺ (صحيح مسلم ' كتاب الايمان ' باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها ص 713 رقم 322-327)

میں آپ کے سرکاری عہدے کے نام سے ہی خطاب مناسب ہے۔ اس لیے جا بجا نبی اور رسول کے نام سے خطاب ہوتا ہے۔ لیکن پرائیویٹ گفتگو میں اللہ تعالیٰ 'محمدؐ نام سے ہی پکارتا ہے۔ جیسا کہ شفاعت کی احادیث اور دیگر احادیث میں مذکور ہے۔

آپ صفحہ 18 پر کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو مسلم نہیں کہہ سکتے تو کیا غیر مسلم ہیں۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب آپ اپنے آپ کو نیک اور جنتی کہہ سکتے ہیں' یا نہیں ؟ اگر کہہ سکتے ہیں تو نیک اور جنتی ہونے کا دعویٰ کر دیں اور جنتیوں کی ایک جماعت بنا لیں اور اگر آپ اپنے آپ کو نیک اور جنتی نہیں کہہ سکتے تو پھر کیا آپ اپنے کو بد اور دوزخی کہنے کے لیے تیار ہیں ؟

مسعود صاحب! آپ اپنے کو مومن کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر کہہ سکتے ہیں تو جماعت المومنین کیوں نہیں بناتے اور اگر آپ اپنے کو مومن نہیں کہہ سکتے تو کیا اپنے کو بے ایمان کہنے کے لیے تیار ہیں۔ مسعود صاحب! سوال عقل سے کیا کرتے ہیں' بے عقلی کے سوال نہیں کیا کرتے۔

مسعود صاحب! آپ صفحہ 19 پر لکھتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام مسلم بننے کی دعائیں کرتے تھے' بلکہ مسلم بنائے رکھنے کی دعا کرتے تھے۔"

میں کہتا ہوں اگر آپ صحیح کہتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کو "اسلم" کیوں کہتا ہے ؟ رسول اللہ ﷺ کیوں کہتے ہیں ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [40:المومن:66]۔ ﴿اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾[6:الانعام:14] ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾[2:البقرۃ:128] کے کیا معنی ہیں۔ پھر ﴿فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[2:البقرۃ:132] کا حکم کیوں ہے ؟

مسعود صاحب قرآن کو سمجھ کر بات کیا کریں۔ صفحہ 20 پر آپ لکھتے ہیں: "رسول ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔ ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾[1:الفاتحۃ:5] تو کیا رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم پر نہ تھے۔"

میں کہتا ہوں کہ یہ دعا صرف رسول اللہ ﷺ ہی تو نہیں مانگتے تھے سارے

مسلمان بھی تو یہی دعا مانگتے ہیں۔ اس لیے کہ ابھی کوئی بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچا۔ جیسا کہ اسلام کا کورس زندگی میں پورا نہیں ہوتا اس کے پورا کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے وہ دعا کرتے تھے کہ اللہ مسلم ہنا تارہ جونہی تیرا حکم آئے' اطاعت میں لگ جائیں تب تو مسلم ہیں ورنہ نہیں۔ اسی طرح زندگی کا راستہ ختم نہیں ہوتا۔ اس کو طے کرنے کی ضرورت ہے۔ مسعود صاحب! آپ سمجھتے نہیں بات کر دیتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔﴿اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[43:الزخرف:43] اے نبی آپ یقیناً صراط مستقیم پر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے ہیں: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ اے اللہ مجھے صراط مستقیم پر چلاتا رہ تاکہ میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ یہ نہیں کہ آپ منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے اور دعا کرتے تھے کہ مجھے اس پر کھڑا رکھ۔ میں کہیں اس سے پیچھے نہ ہٹ جاؤں۔ صراط مستقیم جو کہ حقیقت میں اسلام ہے' لمبا ہے' اس کو طے کرنا ہر ایک کا کام ہے۔ نبی ہو یا غیر نبی۔ اور وہ زندگی میں طے نہیں ہوتا وہ موت پر جا کر ہی ختم ہوتا ہے۔ اسی لیے' ادھر یہ دعا ہے' کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ ادھر وہ دعا ہے ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ﴾ آپ کی پیش کردہ دلیل ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ سے بھی بات وہی نکلی جو ہم ثابت کرتے ہیں۔ آپ بات کو سمجھتے نہیں' ویسے ضد میں جو سامنے آتا ہے ہانک دیتے ہیں۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ زندگی کی منزل مقصود پر پہنچے نہیں ہوتے' وہ دعا کرواتے ہیں کہ اے اللہ! اپنی اطاعت کے کام کروا تاکہ اسلام والا صراط مستقیم طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جائیں اور یہی تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا کے معنی ہیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ میں منزل مقصود پر پہنچانے کی دعا ہے۔ اور ﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا ﴾ میں اسلام کی تکمیل کی دعا ہے۔ ادھر اسلام مکمل ہوا ادھر منزل مقصود پر پہنچا۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ آدمی موت پر ہی کہہ سکتا ہے۔ صرف کلمہ پڑھ کر یا نماز پڑھ کر' یا کوئی اور کام کر کے زندگی میں نہیں کہہ سکتا۔ جس طرح زندگی میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ اسی طرح زندگی میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اسلام کا کورس پورا کر لیا ہے۔ اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ آدمی اس پر عمل کر کے مسلمان بنتا رہتا ہے اور زندگی بھر سے یہ عمل

جاری رہتا ہے۔ اس لیے زندگی میں اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ بیٹے کو ذبح کر۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے مشورہ کر کے یہ کام کر دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا﴾ جب وہ دونوں مسلم بن گئے' انھوں نے اللہ کا حکم مان لیا۔ اسی طرح آدمی ہر آن مسلم بنتا ہے اور اپنے اسلام کی تکمیل کرتا رہتا ہے۔

آپ صفحہ 16 پر لکھتے ہیں: قارئین کرام بتائیے کہ وہ اس "کُمْ" میں شامل ہے کہ نہیں؟ میں کہتا ہوں' مسعود صاحب آپ قارئین سے کیوں پوچھتے ہیں آپ خود بتائیں کہ آپ اس "کُمْ" میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر شامل ہیں تو کس دلیل سے؟ اگر نہیں ہیں تو پھر جماعت المسلمین کیسی؟۔ مسعود صاحب! آپ مفسر قرآن بنتے ہیں۔ کبھی تفسیر مطول لکھتے ہیں کبھی مختصر۔۔ یہ تو تشریح فرمائیں کہ یہ "کُمْ" کا خطاب کس سے ہے؟ ان سے جو مسلم مکمل ہو چکے' یا ان سے جو ابھی مسلم مکمل نہیں ہوئے۔؟ یہ نام اللہ نے کب رکھا۔ آپ کے اسلام لانے سے پہلے یا بعد میں' مرزائی اس "کُمْ" میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا کیا ثبوت؟ اگر ہیں تو آپ کو اس کا پتا کیسے لگا؟ کیا ایک خاص مرزائی کے بارے میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس "کُمْ" میں شامل ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

مسعود صاحب! آپ نے اشکال کا جواب کیا دیا' خود اشکال کا شکار ہو کر مشکل میں پڑ گئے۔ آپ اسلام کی حقیقت کو سمجھتے نہ جماعت المسلمین بناتے اور نہ اس مشکل میں پڑتے۔ اسلام اللہ کے حکم کو دل و جان سے مان کر اس پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ کے احکام زندگی بھر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے آدمی اس وقت مکمل مسلم ہوتا ہے جب وہ اللہ کے تمام احکام کی جو زندگی تک نازل ہوتے رہتے ہیں تعمیل کر لیتا ہے۔ ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾[15:الحجر:99] میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اپنی تعریف کے اعتبار سے اسلام کی ابتدا ایمان سے پہلے ہے' لیکن تکمیل اس کی ایمان کے بعد ہے۔ اعراب نے کہا ﴿اٰمَنَّا﴾ اللہ نے فرمایا: ﴿ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ [49:الحجرات:14] ابھی تو تم نے صرف کلمہ پڑھا ہے' جو اسلام کی ابتدا ہے' ابھی اس کلمے کی حقیقت تمھارے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوئی۔ اس لیے ابھی تم مومن نہیں۔ مسعود

صاحب! پھر جب کلمے کی حقیقت دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے آدمی مومن بن جاتا ہے' پھر جوں جوں عمل کر کے وہ ایمان کے تقاضے پورے کرتا جاتا ہے' وہ مسلم بنتا جاتا ہے۔ اللہ کے احکام جاری ہوتے رہتے ہیں۔ بندہ ان کی تعمیل کر کے اپنے اسلام کی تکمیل کرتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾[2:البقرة:208] اے ایمان لانے والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی ہر لحاظ سے اپنے اسلام کی تکمیل کرو۔ پوری شریعت محمدی پر عمل کرو' جو حکم آتا جائے اس پر عمل کرتے جاؤ۔ اس آیت سے واضح ہے کہ اسلام کی تکمیل ایمان کے بعد ہے۔ دوسری آیت میں ہے ﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[27: النمل:81] اے نبیؐ! آپ کے وعظ و نصیحت کا ان لوگوں کو ہی فائدہ ہوتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں' پھر ان پر عمل کر کے مسلمان بنتے ہیں۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام کی تکمیل ایمان کے بعد ہے اور ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾[15:الحجر:99] سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندہ موت تک اللہ کی بندگی کا مکلّف ہے' اس وقت تک اس کو تعمیل احکام کرنی پڑتی ہے۔ اس وقت وہ مکمل مسلم بنتا ہے۔

مسعود صاحب! آپ کی بے سمجھی کا بھی عجیب حال ہے۔ زبیدی صاحب نے ماہنامہ "محدث" میں اپنی ایک ذاتی رائے لکھ دی جو کہ آپ کے مفید مطلب بھی نہیں۔ آپ نے اس پر غور کیا' نہ اسے سمجھا۔ ویسے ہی خوش ہو گئے۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر تمام فرقے اپنی غلط نسبتوں کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں تو پھر تو صحابہ والا دور آ جائے۔ پھر کسی امتیازی نام کی چنداں ضرورت ہی نہ رہے۔ پھر اہل حدیث نام پر بھی اصرار کی ضرورت نہیں۔ اہل حدیث نام پر اصرار کی ضرورت اس وقت تک ہے جب تک دنیا میں فرقے ہیں۔ جب فرقے ہی نہ ہوں گے' سارے لوگ اصل دین پر ہوں گے تو وہ عملاً اہل حدیث ہی ہوں گے۔ جب سارے اہل حدیث ہی ہوں گے تو اہل حدیث کہلانے کی کیا ضرورت۔؟ جیسا کہ ہم آپ سے کہتے ہیں جب سب مسلمان ہیں تو مسلم کہلانے اور جماعت المسلمین بنانے کی کیا ضرورت؟ نام تو امتیاز کے لیے نمایاں کیا جاتا ہے' جب کوئی فرق و امتیاز ہی نہ ہو تو امتیازی نام کا

کیا فائدہ؟ مسلم کہنا کافر کے مقابل تو ٹھیک ہے' مسلمانوں میں مسلم بنتے پھرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح اہل بدعت کے مقابل میں اہل حدیث کہلانا تو ٹھیک ہے۔ اہل حدیث میں اہل حدیث بننا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ زبیدی صاحب کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر امتیازی نام جو لوگوں نے غلط نسبتوں کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں ختم ہو جائیں تو پھر اہل حدیث نام پر اصرار کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ مسعود صاحب! آپ نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ اہل حدیث نام کے خلاف آپ کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اہل حدیث میں سے ایک محقق عالم نے اہل حدیثی کو ترک کر دیا۔ مسعود صاحب! زبیدی صاحب جن کا یہ اقتباس ہے کہ ایسے اہل حدیث نہیں جیسا کہ آپ نے ان کو سمجھ لیا ہے۔ آپ نے تو ان کے ہاتھ دیکھے نہیں۔ اگر کبھی واسطہ پڑ گیا تو چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ وہ فکر و نظر کے آدمی ہیں۔ آپ جیسے لال بجھکڑ نہیں۔ ان کی نظر بہت وسیع ہے۔ وہ سب نشیب و فراز جانتے ہیں۔ اس لیے آپ ان کے اقتباس کا غلط مطلب لے کر اپنا دل خوش نہ کریں۔ یہی آپ کی خوش فہمیاں ہیں' جن سے ہم نے آپ کو بیدار کیا ہے۔ اور یہ رسالہ لکھا۔ دل تو چاہتا تھا کہ آپ کے رسالے کی ایک ایک بات کا جواب دوں لیکن طوالت کے خوف سے ایسا نہیں کیا۔ اگر آپ عقل والے ہوں گے تو آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

ضمیمہ

مسعود صاحب! یقین جانیں یہ مذہب اہل حدیث کی خرابی نہیں' یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے جو آپ اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں' اہل حدیث مذہب تو خالص سونا ہے۔ آپ اس کو چھوڑ کر نیا فرقہ نہ بنائیں۔ یہ فرقہ سازی بڑی خطرناک ہے۔ اس کا انجام بہت برا ہے۔ آپ کے پیچھے لگ کر جتنے گمراہ ہوں گے سب کا بوجھ آپ پر ہوگا۔ آپ کو مذہب اہل حدیث کے بارے میں جتنے شکوک و شبہات ہیں آپ ہمیں لکھیں' ہم ان شاء اللہ العزیز آپ کو جواب دیں گے۔ آپ' مناظرے کی نہ سوچیں' نہ مناظرے کے آپ اہل ہیں اور نہ اس کا آپ کو کوئی فائدہ ہے۔ مسعود صاحب! جہاں تک میں نے تجربہ کیا ہے' آپ کے بگڑنے کی

بڑی وجہ آپ کی کم علمی اور کم فہمی ہے۔ آپ نے ضرورت سے زیادہ اپنے اوپر اعتماد کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ٹھوکر کھائی' آپ حقیقت پسند بنے۔ اپنی حیثیت کا دوبارہ جائزہ لیں شاید اللہ آپ کو سمجھ دے دے۔ مسعود صاحب 1385ھ میں آپ نے اپنی جماعت المسلمین بنائی' 1395ھ میں آپ کو اسے داخل دفتر کرنا پڑا۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کتنی سمجھ کے مالک ہیں۔

مسعود صاحب! آپ کا سب سے بڑا وار اہل حدیث نام پر ہوتا ہے۔ شیطان آپ کو یہ القا کرتا ہے کہ تیری جماعت المسلمین کا نام تو قرآن و حدیث میں ہے۔ اہل حدیث کہیں بھی نہیں۔ یہ جماعت ابھی ہندوستان میں بنی ہے۔ تو اہل حدیث سے یہی سوال کیا کر کہ تم اپنا نام قرآن و حدیث میں دکھاؤ۔ نہ وہ دکھا سکیں گے' نہ تیرے سامنے دم مار سکیں گے۔ بس پھر تیری فتح ہی فتح ہے۔ مسعود صاحب آپ غور کریں شیطان آپ کو یہ تو سمجھاتا ہے کہ اہل حدیث جماعت ابھی ہندوستان میں بنی ہے۔ یہ نہیں سمجھاتا کہ تیری جماعت المسلمین تو اس کے بھی بعد کراچی میں بنی ہے۔ مسعود صاحب! یہ سب شیطانی تحریک ہے جو جماعت المسلمین کی وجہ سے آپ کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور آپ ہم سے یہ سوال کرتے ہیں' ورنہ قرآن و حدیث کی رو سے آپ کا یہ سوال بالکل بے بنیاد ہے۔ شریعت محمدی میں تو کچھ شرائط کے ساتھ نام رکھنے کی عام اجازت ہے۔ وہ نام قرآن و حدیث میں ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ((اَحْسِنُوْا اَسْمَاءَکُمْ)) [1] نام اچھے رکھا کرو۔ قرآن مجید میں ہے ﴿لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ [49:الحجرات:11] برے نام نہ رکھا کرو۔ اگر نام مناسب ہو' معنی صحیح ہو موھم الی الشرك والبدعة نہ ہو تو اس کے رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ تم اپنا نام قرآن و حدیث میں دکھاؤ' میں کہتا ہوں کہ آپ اپنا نام قرآن و حدیث میں دکھادیں۔ اگر ہمارا اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ نے نہیں رکھا۔ تو آپ کا نام بھی جائز نہیں' کیوں کہ یہ بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں رکھا۔ اگر آپ کہیں کہ انسانی ناموں پر کوئی پابندی نہیں۔ انسانوں کو عام اجازت ہے کہ وہ جو

---

[1] (ابو داؤد' کتاب الادب' باب تغیر الاسماء' ص 1584 رقم 4948)

مرضی اپنا نام رکھیں۔ میں کہتا ہوں یہ کہاں لکھا ہے کہ دینی ناموں پر پابندی ہے اور ذاتی ناموں پر کوئی پابندی نہیں۔ اگر بقول آپ کے ذاتی ناموں پر کوئی پابندی نہیں تو کیا کسی مسلمان کو رام چندر نام رکھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو آپ رام چندر نام رکھ کر دکھائیں۔ اگر جائز نہیں تو آپ کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ ذاتی ناموں پر کوئی پابندی نہیں۔ مسعود صاحب! نام مذہبی ہو یا ذاتی' ناموں کے بارے میں اسلام کا اصول ایک ہے۔ وہ یہ کہ نام قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق ہو۔ کسی نام کے صحیح اور جائز ہونے کے لیے قطعاً ضروری نہیں کہ وہ نام قرآن و حدیث میں بھی ہو۔ جیسے دینی نام اگر شرکیہ اور بدعی ہوں تو ناجائز ہیں۔ مثلاً غوثیہ' اویثیہ' حنفیہ' چشتیہ وغیرہ ایسے ہی ذاتی نام بھی اگر شرکیہ اور بدعیہ ہوں تو ناجائز ہیں۔ مثلاً محمد بخش' نتھورام' تارا مسیح وغیرہ۔ قرآن و حدیث میں ہونے یا نہ ہونے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ مسعود صاحب! آپ کا بڑا سوال یہ ہوتا ہے کہ جب اللہ نے مسلم نام رکھ دیا' تو اب کسی اور نام رکھنے کی کیا ضرورت۔ جب دین صرف اسلام ہے' تو نام بھی صرف ایک ہی۔۔ مسلم ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ مسعود صاحب! جب اللہ نے انسان نام رکھ دیا تو اب مسعود اور محمود نام رکھنے کی کیا ضرورت؟ جب سب ہی انسان ایک جنس ہیں تو نام بھی صرف ایک انسان ہی ہونا چاہیے اور ناموں کی کیا ضرورت۔؟ اگر آپ کہیں انسان تو جنس کا نام ہے' افراد کا نام نہیں اور انسان کے افراد بہت سے ہیں۔ اگر سب کو انسان کہیں تو امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے افراد کا نام رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکیں۔ میں کہتا ہوں جیسے انسان ایک جنس ہے ایسے ہی مسلم ایک جنس ہے۔ جیسے مسعود و محمود وغیرہ اشخاص انسان کے افراد ہیں' ایسے ہی سنی' شیعہ' حنفی شافعی فرقے وغیرہ مسلم کے افراد ہیں۔ جیسے انسان کے افراد میں امتیاز پیدا کرنے کے لیے ان کے نام ضروری ہیں ایسے ہی مسلم کے افراد میں امتیاز پیدا کرنے کے لیے مسلمان فرقوں کے نام ضروری ہیں۔ مسعود صاحب یا تو مسلمان فرقوں کے وجود کا انکار کریں اور یہ آپ کر نہیں سکتے کیوں کہ یہ حقیقت ہے اور مشاہدہ تو لازماً آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمان فرقوں کے امتیازی نام ضروری ہیں۔ جب مسلمان فرقوں کے امتیازی نام ثابت ہو گئے تو پھر آپ کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ مسلم کے بعد کسی اور نام کی ضرورت

نہیں۔

مسعود صاحب! جب فرقہ بن گیا تو اس کا فرقہ وارانہ نام پڑ جانا لازمی امر ہے۔ آپ کہتے ہیں فرقہ وارانہ نام رکھنا گمراہی ہے۔ میں کہتا ہوں فرقہ وارانہ نام رکھنا گمراہی نہیں۔ فرقہ بنانا گمراہی ہے۔ جب کوئی فرقہ بن گیا تو جو جرم ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب اس کے نام رکھنے میں کیا قباحت۔؟ مسعود صاحب! حرام کا بچہ پیدا کرنا گناہ ہے' نام رکھنا گناہ نہیں۔ خدانخواستہ حرام کا بچہ پیدا ہو جائے تو کیا اس کا نام نہیں رکھا جاتا۔ گناہ تو حرام کا بچہ پیدا کرنا تھا' جب وہ پیدا ہو گیا تو اس کے نام رکھنے میں اب کوئی حرج نہیں نہ شرعاً نہ عرفاً۔

مسعود صاحب! جیسے انسان کی غلط اولاد بھی انسان ہی کہلاتی ہے ایسے ہی مسلمان فرقے بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ جیسے ناجائز اولاد کا نام رکھنا گناہ نہیں۔ اگرچہ پیدا کرنا گناہ ہے۔ ایسے ہی گمراہ فرقوں کا فرقہ وارانہ نام رکھنا بھی گناہ نہیں۔ اگرچہ فرقہ بنانا گناہ ہے۔ پھر جیسے غلط اولاد کی نسبت غلط ہوتی ہے اپنے' باپ کی طرف نہیں' ایسے ہی گمراہ فرقوں کی نسبت بھی اپنے اصل یعنی اللہ و رسول کی طرف نہیں ہوتی' بلکہ کبھی کسی کی طرف ہوتی ہے' کبھی کسی کی طرف۔ جس سے پتا لگ جاتا ہے کہ یہ گمراہ ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ صحیح فرقہ کون سا ہے؟ جیسا جائز اولاد کا پتا اس کے صحیح نسب سے لگتا ہے ایسے ہی صحیح فرقے کا پتا بھی اس کی صحیح نسبت سے لگتا ہے۔ جس فرقے کی نسبت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی وہ جائز فرقہ ہو گا اور جس کی نسبت غیر کی طرف ہو گی وہ ناجائز فرقہ ہو گا' کیوں کہ اصلی دین کا اصل اللہ اور اسکا رسولؐ ہیں۔ اس معیار پر اگر دیکھا جائے تو اہل حدیث ہی ایک جائز فرقہ ہے' کیوں کہ اس کا مذہب قرآن و حدیث بھی صحیح ہے اور اس کی نسبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھی صحیح ہے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلم نام رکھا ہے' میں کہتا ہوں اللہ نے مسلم نام جنس کا رکھا ہے۔ فرقوں کا نہیں رکھا۔ جیسے انسان جنس کا نام ہے' افراد کا نہیں۔ اسی طرح مسلم جنس کا نام ہے' فرقوں کا نام نہیں۔ جیسے انسان کے افراد کا نام ضروری ہے ایسے ہی مسلم کے افراد یعنی فرقوں کا نام ضروری ہے۔ جیسے اللہ نے جنس انسان کا نام رکھا ہے افراد

کا نام نہیں رکھا۔ ایسے ہی اللہ نے جنس مسلم کا نام رکھا ہے۔ فرقوں کا نام نہیں رکھا۔ جیسے انسان کے افراد کے نام خود رکھے جاتے ہیں' ایسے ہی مسلمان فرقوں کے نام خود رکھنے ہوتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کا امتحان ہے کہ آیا وہ اپنے فرقے کا نام اپنی جنس مسلم کے مطابق رکھتے ہیں یا اس کے خلاف رکھتے ہیں۔ جس فرقے کا نام مسلم کا مترادف ہو گا وہ پاس باقی فیل ۔کیوں کہ انھوں نے اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ پہلے ہم مسلم ہیں' پھر اہل حدیث۔ مسلم ہماری جنس اور اہل حدیث ہماری فصل۔ مسلم نام کے ساتھ ہم کافروں سے ممتاز ہیں اور اہل حدیث نام کے ساتھ بدعتی فرقوں سے ۔ کافروں کے مقابلے میں ہم مسلم ہیں' اور اہل بدعت کے مقابلے میں ہم اہل حدیث ہیں۔ مسعود صاحب ہم جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور آپ کی طرح بے تحاشا مسلم نہیں کہلاتے' جماعت المسلمین نہیں بناتے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم مسلم نہیں' یا ہمیں مسلم نام پسند نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں جتنا امتیاز اہل حدیث نام سے ہو سکتا ہے اتنا امتیاز مسلم نام سے نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مسلم جنس ہے اور اہل حدیث فصل جنس' مشارکات بعیدہ سے فصل کرتی ہے۔ مشارکات قریبہ سے نہیں۔ اسی لیے مسلم نام کی زیادہ ضرورت کافروں کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں۔ مسلمانوں میں تو اہل حدیث ہی سے زیادہ امتیاز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں ہمارا اہل حدیث نام زیادہ مشہور ہے۔ مسعود صاحب یہ آپکی کتنی بے سمجھی ہے جو آپ مسلمانوں میں مسلم کہلاتے ہیں۔ آپ کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ مسلم کا لفظ کافروں کے مقابلے میں ہے' مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں۔ اس لیے آپ کا مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا انتہائی بے سمجھی کا کام ہے۔ مسعود صاحب! پاکستانی ہم غیر ملکیوں کے مقابلے میں ہیں' پاکستانی ہم پاکستانیوں کے مقابلے میں نہیں۔ جیسے پاکستانیوں میں پاکستانی کہلانا بے وقوفی ہے' ایسے ہی مسلمانوں میں مسلم کہلانا بے وقوفی ہے۔ جیسے پاکستان میں رہتے ہوئے ہم پنجابی' سندھی' یا لاہوری' پشاوری تو کہلا سکتے ہیں پاکستانی نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح مسلمانوں میں رہتے ہوئے ہم حنفی شافعی' اہل سنت' اہل حدیث' شیعہ' سنی وغیرہ تو کہلا سکتے ہیں' مسلمانوں میں رہتے ہوئے ہم مسلم نہیں کہلا

سکتے۔ مسعود صاحب! قرآن میں جہاں بھی اپنے آپ کو مسلم کہنے کا ذکر آیا ہے وہ کافروں کے مقابلے میں ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں۔ آپ بے سمجھی سے ان کو اپنے مسلم کہلانے اور جماعت المسلمین بنانے کی دلیل بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اتنے فرقے ہوئے لیکن کسی نے بھی ان آیات کو دلیل بنا کر جماعت المسلمین نام کی جماعت نہیں بنائی۔ مسعود صاحب! یہ بے سمجھی آپ کی قسمت میں ہی لکھی تھی۔

☆☆☆☆☆

مسعود بی ایس سی
کی
جماعت المسلمین
اور
اہل حدیث

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی بھی کیا عجیب شہر ہے جہاں رنگ رنگ کی دنیا آباد ہے۔ جہاں کفر و الحاد کا بھی زور ہے اور اسلام کا بھی شور ہے۔ ترقی کا یہ عالم ہے کہ وہاں کفر بھی ننگا ہے کوئی شرم و سنگ نہیں' اسلام بھی کئی رنگا ہے۔ کوئی ایک رنگ نہیں۔ لوگ تو کراچی کی جماعت غربا پر تعجب کرتے تھے کہ انھوں نے غربا نام کیا رکھ لیا ہے کراچی میں ہی دو مسعود ایسے اٹھے کہ ایک نے جماعت المسلمین بنا کر باقی سب کو جماعت الکافرین بنا دیا۔ دوسرے نے حزب اللہ بنا کر باقی سب کو حزب الشیطان ٹھہرا دیا۔ ایک کو تو کوئی مسلم نظر نہیں آتا اس کی نگاہ میں سب کافر ہیں۔ دوسرے کو کوئی موحّد نظر نہیں آتا اس کی نگاہ میں سب مشرک ہیں۔ اتفاق یہ ہے کہ ہیں دونوں مسعود۔ ایک کو کافر بنانے کی سعادت حاصل ہے اور دوسرے کو مشرک۔ کمال یہ ہے ہیں دونوں ہی جاہل عالم ان دونوں میں کوئی نہیں۔ ایک ایم۔ بی۔ ایس ہے اور دوسرا بی۔ ایس سی۔ ایک کو مسعود عثمانی کہتے ہیں اور دوسرے کو مسعود بی۔ ایس سی۔ دونوں کراچی میں مسلمانوں کے لیے فتنے بنے ہوئے ہیں۔ کراچی کی زمین بھی کیسی مردم خیز ہے جو ایسے ایسے "مسعود" اگاتی ہے جو فتنہ انگیز ہیں۔

آج ہم جماعت المسلمین والے مسعود کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ حضرت پہلے کسی دفتر میں ملازم تھے۔ جب حکومت نے ریٹائر کر دیا تو جماعت المسلمین کا پانسہ ڈال کر امام المسلمین بن گئے جو تمہید ہے خلیفۃ المسلمین بننے کی۔ پہلے وہ اہل حدیث تھے۔ جب سے انھوں نے جماعت المسلمین بنائی ہے' اہل حدیث کے مخالف ہو گئے ہیں۔ اب وہ اپنی جماعت کی خیر وبقا اہل حدیث کی مخالفت ہی میں سمجھتے ہیں۔ اس لیے دن رات اہل حدیث کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے جماعت المسلمین تو بنالی اب اس کو پالیں تو کیسے؟ باہر سے تو کوئی ان کے جال میں پھنستا ہی نہیں' پھنسے تو کوئی بے خبر اہل حدیث ہی پھنسے۔ باہر والے تو ان کو سر پھرا اور بگڑا ہوا اہل حدیث ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ وہ آمین اور رفع الیدین کرتے ہیں اور آمین اور رفع الیدین ہی آج کل اہل حدیثوں کی بڑی نشانی ہے۔ مسعود صاحب چوں کہ بگڑے ہوئے اہل حدیث ہیں اس لیے ان کی بگڑی ہوئی رفع الیدین ہے جو ان کے

ساتھ ہی خاص ہے۔ وہ اہل حدیث کو ہی اپنے لیے میدان سمجھتے ہیں اور اہل حدیث ہی کو اپنے لیے ہوا۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر کوئی ٹوٹا تو اہل حدیث ہی سے ٹوٹے گا اور اگر کسی نے میرا توڑ کیا تو وہ بھی اہل حدیث ہی کرے گا۔ اس لیے ان کو اہل حدیث ہی سے ڈر رہتا ہے اور اہل حدیث ہی سے امید۔ وہ اپنی جماعت المسلمین کی ساکھ بنانے کے لیے اہل حدیث پر ہی اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ اہل حدیث نام پر اعتراضات کرتے ہیں اور کبھی اہل حدیث جماعت پر۔ کبھی بعض فقہی مسائل اہل حدیث کے سر تھوپ کر ان پر طبع آزمائی کرتے ہیں' خود مجتہد بن جاتے ہیں اور اہل حدیث کو مقلد بنا دیتے ہیں۔ فقہی اصول ان کے اپنے ہیں جن کے تحت وہ نت نئے مسائل گھڑتے رہتے ہیں۔ بظاہر وہ قیاس کے منکر ہیں لیکن جب مطلب ہوتا ہے تو ابلیسی قیاس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ان کی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ کام سنبھال لیا مجددوں والا' صلاحیت ہے نہیں' نہ علم' نہ عقل۔ پھر اگر اخلاص ہوتا تو بھی بات تھی' اخلاص' کا بھی فقدان ہے۔ جماعت المسلمین کے خبط میں ایسے مخبوط الحواس ہو گئے ہیں کہ اب تو اہل حدیث بھی ان کو گمراہ نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث ایک نیا فرقہ ہے جو ہندوستان میں بنا ہے۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب یہ بات آپ کو جماعت المسلمین بنانے کے بعد اب نظر آئی ہے۔ اس سے پہلے آپ اہل حدیث تھے اور حنفیوں سے الجھا کرتے تھے آپ کو نظر نہیں آتا تھا کہ اہل حدیث بھی حنفیوں کی طرح ایک نیا گمراہ گروہ ہے میں خواہ مخواہ حنفیوں کو خراب نہ کروں۔

مسعود صاحب! کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ کسی فرقے کی صداقت کا معیار ہی یہ ہے کہ وہ نیا نہ ہو۔ عہد نبیؐ سے مسلسل چلا آرہا ہو۔ مسعود صاحب! آپ پہلے جو اہل حدیث بنے رہے تو کیا اس وقت اہل حدیث اہل حق تھے اور اب گمراہ ہیں؟ آخر اس میں کیا راز ہے کہ جماعت المسلمین بنانے کے بعد اب آپ کو اہل حدیث گمراہ نظر آنے لگے ہیں۔ پہلے نہیں۔ مسعود صاحب کیا آپ پہلے جاہل تھے یا اب شاطر ہیں جو اپنی پیدا کردہ جماعت المسلمین کو پروان چڑھانے کی خاطر اہل حدیث کو گمراہ بتا رہے ہیں۔ مسعود صاحب زبان سے آپ خواہ کچھ ہی کہیں۔ دل سے آپ جانتے ہیں کہ اہل حدیث ہی اہل حق ہیں' کیوں کہ یہی ایک

جماعت ہے جس کا اصل قرآن و حدیث ہیں اور کسی بھی جماعت کا اصل قرآن و حدیث نہیں۔

مسعود صاحب! کیا یہ حقیقت نہیں کہ اہل حدیث اس وقت سے ہیں جب سے قرآن و حدیث ہیں۔ اور اہل حدیث کی تاریخ قرآن و حدیث کی تاریخ ہے۔ مسعود صاحب! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کا اصل قرآن و حدیث ہو وہ کوئی نیا فرقہ ہو۔ اہل حدیث کا اس وقت سے ہونا جب سے قرآن و حدیث ہیں ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی قابل غور سپرہ چشم ہی کرے تو کرے کوئی دانا نہیں کر سکتا۔

مسعود صاحب! اہل حدیث کا تعلق قرآن و حدیث کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا دن کا سورج کے ساتھ۔ جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج ہو اور دن نہ ہو۔ ایسے ہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ قرآن و حدیث ہوں اور اہل حدیث نہ ہوں تخلف محال ہے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث ایک نیا فرقہ ہے۔ میں کہتا ہوں نیا کیسے؟ کیا صحابہ کرام اہل حدیث نہ تھے۔ اگر وہ اہل حدیث نہ تھے تو کیا تھے؟ کیا ان کا مذہب قرآن و حدیث نہ تھا۔ اگر آپ کہیں کہ مذہب تو ان کا قرآن و حدیث تھا، مگر وہ اہل حدیث نہ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مذہب تو ان کا قرآن و حدیث ہو اور وہ اہل حدیث نہ ہوں۔ جس کا مذہب قرآن و حدیث ہو وہی تو اہل حدیث ہوتا ہے۔ جب صحابہؓ قرآن و حدیث والے تھے تو یقیناً وہ اہل حدیث تھے۔ اگر آپ کہیں کہ وہ عملاً اہل حدیث بے شک ہوں لیکن نام ان کا اہل حدیث نہ تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عملاً وہ اہل حدیث ہوں اور نام ان کا اہل حدیث نہ ہو۔ جب وہ عملاً اہل حدیث تھے تو نام بھی ان کا یقیناً اہل حدیث تھا۔ آپ ہی بتائیں جن کو قرآن اہل کتاب بتاتا ہے کیا وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل کتاب نہ تھے۔ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل کتاب نہ تھے تو قرآن ان کو بعد میں اہل کتاب کے نام سے کیوں پکار سکتا ہے۔ کیا کتاب ان کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ملی۔ جب کتاب ان کو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مل چکی تھی تو وہ یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی اہل کتاب تھے اگرچہ وہ اس نام سے مشہور نہ ہوں۔ کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام

نے ان کو اہل کتاب کے نام سے نہیں پکارا۔ وہ اکثر یا قوم ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وہ اہل کتاب تھے ہی تو قرآن نے ان کو اہل کتاب کے نام سے پکارا۔ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل کتاب نہ ہوتے تو قرآن ان کو بعد میں اہل کتاب کے نام سے نہ پکارتا۔ قرآن کا ان کو بعد میں اہل کتاب کے نام سے پکارنا دلیل ہے اس بات کی کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی اہل کتاب ہی تھے خواہ بالقوۃ ہی سہی۔ یہی حال صحابہؓ کا تھا۔ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی اہل حدیث ہی تھے۔ جیسے یہودی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی اہل کتاب تھے۔ کیوں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی قرآن و حدیث مل چکا تھا اور قرآن و حدیث ہی ان کا مذہب تھا جس دلیل سے یہود و نصاریٰ اہل کتاب تھے اسی دلیل سے صحابہؓ اہل حدیث تھے۔ اگر آپ کہیں کہ صحابہ کو اہل کتاب کے اصول پر اہل قرآن کہنا چاہیے تھا نہ کہ اہل حدیث۔ تو میں کہوں گا کہ جس اصول پر یہود و نصاریٰ کو اہل التوراۃ والانجیل کی بجائے اہل کتاب کا نام دیا گیا اسی اصول پر صحابہؓ کو بجائے اہل القرآن والحدیث کے اہل حدیث کا نام دیا گیا ہے۔ نام رکھتے وقت جامعیت اور اختصار کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جیسے کتاب کے مفہوم میں توراۃ اور انجیل دونوں آجاتی ہیں اسی طرح حدیث کے مفہوم میں قرآن و حدیث دونوں آجاتے ہیں۔ جس طرح اہل التوراۃ والانجیل کی بجائے اہل کتاب نام زیادہ جامع ہے اسی طرح اہل القرآن والحدیث کی بجائے اہل حدیث نام زیادہ جامع ہے۔

مسعود صاحب اگر آپ کہیں صحابہ تو صرف مسلمین تھے، مسلمین کے سوا ان کا کوئی نام نہیں تھا، میں کہتا ہوں اگر صحابہ کا مسلمین کے سوا کوئی اور نام نہ تھا تو پھر آپ ان کو صحابہ کیوں کہتے ہیں؟ کیا صحابہ نام نہیں ہے۔ اگر ہے اور یقیناً ہے جو مسلم کے علاوہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ صحابہ کا مسلمین کے سوا کوئی اور نام نہ تھا باطل ہے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ صحابہ کا مسلمین کے سوا کوئی اور نام نہ تھا تو پھر کیا صحابہ اور یہود و نصاریٰ ایک ہی طرح کے مسلمین تھے، ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ وہ بھی مسلم، یہ

بھی مسلم۔ اگر فرق تھا اور یقیناً فرق تھا تو ظاہر ہے کہ وہ فرق نسبت کا ہی تھا۔ صحابہ محمدی مسلم تھے' اور یہود و نصاریٰ موسائی اور عیسائی مسلم تھے۔ یہود و نصاریٰ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبتوں سے مسلمین تھے۔ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے مسلمین تھے۔ جو اپنے وقت کے نبی کی نسبت سے مسلم ہو وہی مسلم ہوتا ہے۔ اسی لیے یہود و نصاریٰ جو پہلے مسلمین تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے نسبت نہ جوڑی وہ محمدی نہ بنے' عیسائی اور موسائی ہی بنے رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد وہ کافر ہو گئے اور آج بھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت نہ جوڑے اور اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب نہ کرے اور مسلم کہلاتا پھرے' جیسا کہ مسعود صاحب آپ کہتے ہیں وہ مسلم نہیں ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جس نسبت کے بغیر آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا اس نسبت کا آپ انکار کر رہے ہیں اور اس کو فرقہ واریت قرار دیتے ہیں۔ مسعود صاحب! جس نسبت کے بغیر اسلام ہی مکمل نہ ہو وہ نسبت فرقہ واریت کیسے ہو سکتی ہے۔ اسلام کہتے ہی ہر دور کے نبی کے مذہب کو ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اسلام موسوی مذہب کا نام تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اسلام عیسوی مذہب کا نام تھا۔ آج اسلام محمدی مذہب کا نام ہے۔ آج نہ موسوی مذہب اسلام ہے' نہ عیسوی مذہب اسلام ہے۔ آج اگر کوئی موسوی یا عیسوی مذہب کو اپنائے اور محمدیت کو چھوڑ دے تو وہ کافر ہے۔ موسویت اور عیسویت پہلے اسلام تھے' اب اسلام صرف محمدیت ہی ہے اور جو نسبت عین اسلام ہو وہ فرقہ واریت نہیں ہو سکتی۔

مسعود صاحب! اصل میں آپ کی بیماری جہالت ہے' آپ کو دین اور مذہب کے فرق کا پتا نہیں۔ اگر آپ کو اس کا پتا ہوتا تو آپ کبھی محمدی نسبت اہل سنت یا اہل حدیث کا انکار کر کے اس کو فرقہ واریت قرار نہ دیتے۔ ایک ہوتا ہے دین' ایک ہوتا ہے مذہب۔ دین تو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کا ایک ہی ہے' بدلتا نہیں اور مذہب ہر نبی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اسی لیے نام دو ہوتے ہیں۔ ایک مذہب کے اعتبار سے' ایک دین کے اعتبار سے۔ مسلم دینی نام ہے۔ محمدی' اہل سنت یا اہل حدیث' مذہبی نام ہیں۔

جس کے تحت مختلف نبی مختلف شریعتیں لے کر آئے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللهِ الْاِسْلَامُ﴾[3:آل عمران:19].. ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾[5:المائدة:48] ﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾[22:الحج:34]

ان شریعتوں کو ہی ان نبیوں کا مذہب کہتے ہیں۔ مذہب بدلتے رہتے ہیں۔ دین ایک ہی رہتا ہے۔ اسلام ان مذہبوں میں ہی دائر رہتا ہے۔ ان مذہبوں کی نسبت ہی سے اسلام کا تعارف ہوتا ہے۔ کبھی موسوی مذہب اسلام، کبھی عیسوی مذہب اسلام اور کبھی محمدی مذہب اسلام۔ جتنا اسلام کی نسبت سے دینی نام ضروری ہے اتنا ہی نبیوں کی نسبت سے مذہبی نام ضروری ہے۔ کیوں کہ اس مذہبی نسبت کے بغیر لفظ مسلم کا ابہام دور نہیں ہوتا۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ کس دور کا مسلم ہے۔ موسوی مسلم ہے یا عیسوی مسلم، محمدی مسلم ہے یا غیر محمدی۔ جب اس دور کے نبی محمد ﷺ ہی ہیں تو آج محمدی مسلم ہی صحیح مسلم ہو سکتا ہے۔ غیر محمدی مسلم صحیح مسلم نہیں ہو سکتا جو اپنے آپ کو صرف مسلم کہتا ہے اور محمدی نسبت کا اظہار نہیں کرتا اس کے اسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ یا مسلم نہیں یا بے سمجھ ہے جو اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ اس کا حال اس بے وقوف کا سا ہے جو پاکستان میں رہتے ہوئے پاکستانی تو کہلاتا ہے، لیکن لاہوری یا ملتانی نہیں کہلاتا۔ وہ جس شہر کا رہنے والا ہے اس کی طرف نسبت کرنے کو برا جانتا ہے۔ وہ کہتا ہے ایک نسبت پاکستانی کافی ہے دوسری نسبت لاہوری یا ملتانی کی کیا ضرورت؟ یا اس کا حال اس بے وقوف سا ہے جو اپنے آپ کو صرف انسان کہتا ہے، کوئی نام نہیں رکھتا۔ وہ کہتا ہے ایک نام انسان کافی ہے جو اللہ نے رکھ دیا اور نام رکھنے کی کیا ضرورت؟

مسعود صاحب آپ کا بھی یہی حال ہے۔ آپ بھی بالکل یتیم الاسلام ہیں جو کہتے ہیں کہ نام ایک مسلم ہی ٹھیک ہے جو اللہ نے رکھ دیا ہے اب اور نام کی کیا ضرورت؟ مسعود صاحب! آپ یہ نہیں دیکھتے کہ مسلم مسلم میں فرق ہے۔ کوئی مسلم موسوی، کوئی عیسوی، کوئی محمدی، کوئی غیر محمدی۔ کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی شیعہ، کوئی خارجی۔ سب کو مسلم کہنا اور ان میں فرق نہ کرنا گدھے اور گھوڑے کو برابر کرنا ہے۔ مسلم مسلم میں تمیز ضروری ہے۔ کہ کون کیسا مسلم ہے۔ اور اسلام کی تمیز وقت کے نبی کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے، اس کے بغیر

نہیں۔ وقت کا نبی ہی معیار ہو سکتا ہے۔

اس لیے حدیث میں ہے "مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ" ❶ کہ اب کفر اور اسلام حق اور باطل میں معیار صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو اپنی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھے وہ مسلم باقی غیر مسلم۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں مسلم کے بعد کوئی اور نام رکھنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں فرقہ واریت ہے۔ میں کہتا ہوں محمد ﷺ کی نسبت سے نام رکھنا تو فرض ہے اس میں کوئی فرقہ واریت نہیں اس کے بغیر تو اسلام ہی پورا نہیں۔ مسعود صاحب فرقہ واریت تو اس نام میں ہوتی ہے جو حق کے مقابلے میں ہو۔ جو نام باطل کے امتیاز کے لیے ہو اس میں فرقہ واریت کیسی ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنا تو باطل سے امتیاز کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اسلام اسی کا صحیح ہے جو اپنی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھے۔ جو اپنی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں رکھتا' وہ مسلم ہی نہیں۔ جیسے لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا' محمد رسول اللہ ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح فقط مسلم کہلانے سے مسلم نہیں ہوتا۔ محمدی یا اہل سنت یا اہل حدیث ہونا ضروری ہے۔ محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اسلام نام ہی محمدیت کا ہے۔ یہ محمدیت ہی آج کفر واسلام میں فصل ہے۔ اور "مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ" کا بھی یہی مطلب ہے۔

مسعود صاحب! آپ اہل حدیث سے دور کیا ہوئے منکرین حدیث کے قریب ہو گئے۔ منکرین حدیث قرآن کا نام لے کر حدیث کا انکار کرتے ہیں' آپ مسلم کا نام لے کر اہل حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ حال آنکہ جیسے حدیث کے بغیر دین کامل نہیں ہوتا اسی طرح اہل حدیث کے بنے بغیر مسلم کامل نہیں ہوتا۔ وہ حدیث رسول کا انکار کر کے رسول کے منکر ہو گئے آپ نسبت رسول کا انکار کر کے رسول اللہ سے لاتعلق ہو گئے۔

مسعود صاحب آپ کہتے ہیں اہل حدیث ایک فرقہ ہے' میں کہتا ہوں کس وجہ سے ؟

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الاعتصام بالکتب والسنة ' باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ ص 606 رقم 7281 ... مشکوة' کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتب والسنة رقم 144)

آپ کہتے ہیں تقلید کرنے کی وجہ سے' میں کہتا ہوں جو تقلید کرنے لگ جائے وہ اہل حدیث ہی نہیں اہل حدیث فرقہ کیسے بن جائے گا۔ اہل حدیث اور مقلدین میں تو تقابل تضاد ہے جو اہل حدیث ہے وہ مقلد نہیں' جو مقلد ہے وہ اہل حدیث نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ اہل حدیث بھی تقلید کرتے ہیں اور اہل حدیث بھی کہلاتے ہیں' میں کہتا ہوں کیا بدعتی اور مشرک مسلمین نہیں کہلاتے مسعود صاحب اگر ایسی باتوں سے کوئی جماعت فرقہ بننے لگے تو مسلمین پھر سب سے پہلے فرقہ ہے۔ کونسی ایسی برائی ہے جو مسلمین میں نہیں۔ تقلید مسلمین میں' بدعات مسلمین میں کفر و شرک مسلمین میں۔ اگر ان قباحتوں کے باوجود مسلمین فرقہ نہیں بنتا تو اہل حدیث فرقہ کیسے بن جائے گا۔؟ اگر آپ کہیں کہ اہل حدیث نام میں فرقہ واریت ہے' مسلمین نام میں فرقہ واریت نہیں' میں کہتا ہوں فرقہ واریت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر آپ کہیں' جس نام میں دوسروں سے مقابلہ ہو' فرق و امتیاز ہو' فرقہ وارانہ نام ہے۔ میں کہتا ہوں پھر تو فرقہ واریت مسلمین نام میں بھی ہے۔ اس میں بھی کافروں سے مقابلہ ہے۔ ان سے بھی فرق و امتیاز ہے۔ آپ مسلم کو خود امتیازی نام مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو "مذہب اہل حدیث کی حقیقت" صفحہ 5۔ اگر آپ کہیں مطلق مقابلہ نہیں بلکہ اہل حق سے مقابلہ مراد ہے مسلم کا مقابلہ تو کافروں سے ہے' لیکن اہل حدیث کا مقابلہ تو کافروں سے نہیں۔ اہل حدیث فرقہ تو مسلمان فرقوں کے مقابلے میں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا مسلمان فرقوں میں اہل باطل نہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو اہل حدیث کا مقابلہ بھی اہل باطل سے ہے۔ اہل حق سے نہیں اور یہ نام اہل باطل کے مقابلے میں ہے۔ اہل حق کے مقابلے میں نہیں۔ اگر آپ کے خیال میں یہ اہل حق کے مقابلے میں ہے تو بتایئے وہ کون سے اہل حق ہیں جن کے مقابلے میں یہ فرقہ اہل حدیث ہے؟ اور اگر یہ اہل حق کے مقابلے میں نہیں بلکہ اہل باطل کے مقابلے میں ہے تو پھر اہل حدیث فرقہ کیسے؟ پھر یا تو مسلمین بھی فرقہ ہوگا کیونکہ وہ کافروں کے مقابلے میں ہے یا پھر اہل حدیث بھی فرقہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ اہل باطل کے مقابلے میں ہے۔ مسعود صاحب! اگر آپ کہیں اہل حدیثوں میں اہل حدیث نام رکھا تھا امتیاز کے لیے۔ اب اگر اہل حدیث گمراہ ہونے لگ جائیں تو پھر اہل حدیث کیا نام رکھیں گے؟ میں کہتا ہوں مسعود

صاحب! کیا مسلمین نام میں کافروں سے امتیاز نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر اگر مسلمین کافر بننے لگ جائیں تو پھر مسلمین کیا کریں گے؟ اگر آپ کہیں مسلمین نام تو اللہ نے رکھا ہے' ہماری بلا سے کوئی کچھ بنے، ہم تو مسلمین ہی رہیں گے۔ میں کہتا ہوں سوال یہ نہیں کہ مسلم نام کس نے رکھا ہے' سوال یہ ہے کہ اگر مسلمین بگڑنے لگیں تو پھر کافر اور مسلم میں امتیاز کیسے ہوگا؟ ایک یہودی بھی مسلم ہے' ایک عیسائی بھی مسلم ہے۔ قرآن نے ان کو بھی مسلمین ہی کہا ہے۔ ایک محمدی بھی مسلم ہے اور آج مسلمانوں میں کتنے فرقے ہیں جو باہم دست و گریبان ہیں لیکن سبھی اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں۔ آخر یہ امتیاز کیسے ہوگا کہ اصلی مسلم کون ہے؟ مسعود صاحب! مسلم نام میں بھی امتیاز ہے اور اہل حدیث نام میں بھی امتیاز ہے' لیکن جو اشتراک مسلم میں ہے وہ اہل حدیث میں نہیں۔ مسلم گویا ایک جنس ہے جس کو فصل کی ضرورت ہے۔ اہل حدیث ایک فصل ہے جس کو مزید کسی فصل کی ضرورت نہیں۔ اس لیے ہم نے اہل حدیث نام رکھا ہے۔

مسعود صاحب! جیسے صحیح اور جامع مانع تعریف کے لیے جنس قریب کے ساتھ فصل قریب کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اصلی مسلم بننے کے لیے اہل حدیث ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ اہل حدیث قریب ترین فصل ہے۔ مسلم جنس قریب ہے اور اہل حدیث فصل قریب ہے۔ مسلم کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ اہل حدیث ہو۔ مسلم نام میں پہلی امتیں اور اس امت کے تمام فرقے شریک ہیں۔ پہلی امتوں سے امتیاز کے لیے محمد ﷺ کی ذات معیار ہے جو کہ فصل ہے۔ پہلے مسلمان موسوی اور عیسوی اور اس امت کے مسلمین محمدی۔ اس امت کے اہل بدعت سے امتیاز کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معیار ہے' جس کے لیے اہل سنت کا نام امتیاز اور فصل ہے۔ پھر سنت کے جانچنے کے لیے حدیث رسول معیار ہے۔ جس کے لیے اہل حدیث نام امتیاز اور فصل ہے۔ غرض یہ کہ ہر قسم کے امتیاز کے لیے معیار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور "مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ" کا بھی یہی منشا ہے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث پہلے مسلم بنے' پھر مسلم سے اہل سنت بنے' پھر اہل سنت سے اہل حدیث بنے۔ اب پتا نہیں یہ کیا بنیں گے۔ میں کہتا ہوں مسعود

صاحب یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ ہم بنے نہیں، ہم جو کچھ ہیں پہلے دن سے ہیں فرق صرف اعتباری ہے۔ کسی وقت ہمارا کوئی نام مشہور ہو گیا، کسی وقت کوئی۔ ہر نام میں ہمارا معیار "مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ" ہے۔ اہل سنت کہلائیں یا اہل حدیث۔ ہم اللہ کے مقرر کردہ معیار سے آگے نہیں گزرتے۔ اگر ہم اہل سنت ہیں تو سنت سے مراد سنت رسولؐ ہے۔ اور اگر ہم اہل حدیث ہیں تو حدیث سے مراد حدیث رسول ہے۔ غرض یہ کہ ہمارے ہر امتیازی نام کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کسی غیر کی طرف نہیں اور یہ ہماری حقانیت کی دلیل ہے۔

مسعود صاحب! آپ نے اپنے رسالہ "مذہب اہل حدیث کی حقیقت" میں لکھا ہے کہ اہل حدیث بگڑ گئے ہیں اور ان میں تقلیدی فرقے بن گئے ہیں۔ مثلاً غزنویہ، روپڑیہ، ثنائیہ وغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مذہبی فرقے نہیں، یہ خاندانی نام ہیں۔ چوں کہ اہل حدیث سے بغض رکھنے کی وجہ سے آپ پر اللہ کی مار ہے۔ اس لیے آپ ایسی غلط باتیں اہل حدیث سے منسوب کرتے رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تقلیدی فرقے نہیں ہیں۔ اگر مان لیا جائے کہ یہ تقلیدی فرقے بن گئے ہیں تو پھر یہ اہل حدیث کہاں رہے۔ یہ اپنی نسبتیں غیر نبی کی طرف کرنے کی وجہ سے خود ہی اہل حدیث سے نکل گئے۔ جب حنفی اپنی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کر کے اہل سنت نہ رہے تو یہ اپنی نسبتیں غیر نبی کی طرف کر کے اہل حدیث کہاں رہیں گے۔؟

مسعود صاحب آپ جتنا بھی زور لگالیں، آپ اہل حدیث کو فرقہ نہیں ثابت کر سکتے کیوں کہ فرقے کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی، البتہ آپ کی نو مولود جماعت، جماعت المسلمین ہر لحاظ سے فرقہ ہے۔ فرقہ کی ہر تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ اس جماعت کے فرقہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ حال میں فتنوں کے زمانوں میں بنی ہے۔ اس نام کی پہلے کوئی جماعت نہ تھی۔ 1385ھ میں آپ نے اس کی بنیاد رکھی۔ اس جماعت کے بانی ومؤسس آپ ہیں۔ اس جماعت کا تعارف آپ کے تعارف کے ساتھ ہے۔ جو بھی کہے گا یہی کہے گا مسعود بی۔ ایس سی کی جماعت المسلمین۔ آپ کے حوالے کے بغیر

اس کا حسب و نسب جانا ہی نہیں جا سکتا۔ دنیا کا کوئی مسلمان جو آپ کی جماعت سے پہلے متعارف نہ ہو اگر یہ پڑھے یا سنے کہ کراچی میں جماعت المسلمین کا جلسہ ہو گا تو جب تک اسے یہ نہ بتایا جائے وہ جان ہی نہیں سکتا کہ یہ کس جماعت کا جلسہ ہے اور یہ جماعت المسلمین کون سی جماعت ہے۔ کیا اس کی تعریف ہے۔ آپ کی جماعت المسلمین کا نام سن کر خواہ وہ حدیث کا کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو اس کا ذہن کبھی بھی اس جماعت المسلمین کی طرف نہیں جائے گا' جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے جس کو پیش کر کے آپ دھوکا دیتے ہیں کہ ہماری جماعت وہ جماعت ہے جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔ اس کو یہ بتانا ہی پڑے گا کہ یہ جماعت ایک نئی جماعت ہے جو حال ہی میں کراچی میں بنی ہے۔ جس کو ایک یتیم الاسلام بی۔ ایس سی پاس مسعود نامی شخص نے ملازمت سے ریٹائر ہو کر سمندر کے کنارے بیٹھ کر (علی شفاء جرف هار) بنایا ہے۔ جواب مسعود بی۔ ایس سی کی جماعت المسلمین کے نام سے مشہور ہے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا لقب صرف علما حدیث کے لیے استعمال ہوتا ہے' فرقہ وارانہ نام کی حیثیت سے یہ اب استعمال ہونے لگا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسعود صاحب آپ کے اکثر اعتراضات کی وجہ آپ کی جہالت ہے۔ اگر آپ کو اتنا پتا ہوتا کہ اہل حدیث اور محدث میں کیا فرق ہے تو آپ یہ بے ہودہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ آپ کو اتنا بھی پتا نہیں کہ اہل حدیث کسے کہتے ہیں اور محدث کسے؟ مسعود صاحب! اہل حدیث کا لفظ عام ہے جس کا اطلاق حدیث کے عالم اور حدیث کے عامل دونوں پر ہوتا ہے اور محدث کا اطلاق صرف حدیث کے عالم پر ہوتا ہے۔ اسی جہالت کی وجہ سے آپ نے یہ کہا ہے کہ جاہل کو اہل حدیث کہنا جاہل کو عالم کہنے کے مترادف ہے۔ میں کہتا ہوں یہ ترادف ایسا ہی ہے جیسے آپ کو عالم کہنا۔

مسعود صاحب! اہل حدیث ایک مذہبی جماعت ہے جس میں قرآن و حدیث کو ماننے والے عالم اور جاہل دونوں شامل ہیں۔ آپ امام المسلمین بن گئے' لیکن آپ کو اتنا بھی پتا نہیں کہ جو مذہب کسی جماعت کے علما کا ہوتا ہے وہی مذہب ان علما کے ماننے والے جہلا کا ہوتا ہے۔ شیعہ عالم بھی شیعہ کہلاتا ہے' شیعہ جاہل بھی شیعہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح حنفی عالم

بھی حنفی کہلاتا ہے اور حنفی جاہل بھی حنفی کہلاتا ہے' یہ ایسی موٹی بات ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے اور یہی قرآنی اصول ہے۔ اسی اصول پر قرآن مجید عام بنی اسرائیل کی مذمت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بات کہی ہوئی ان کے اسلاف اور علما کی ہوتی ہے۔

مسعود صاحب! سنا ہے آپ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی سوچ رہے ہیں' خدارا! یہ ظلم نہ کرنا۔ آپ جیسا بے سمجھ اور سطحی علم رکھنے والا قرآن مجید کی تفسیر کیا کرے گا؟ خدا سے ڈریں فضلو و اضلوا کا مصداق نہ بنیں۔ مسعود صاحب آپ دفتری آدمی ہیں۔ آپ کیا جانیں تفسیر کیا ہوتی ہے؟ تفسیر کرنا کلرکوں کا کام نہیں' تفسیر کرنا سمجھ والے عالموں کا کام ہے۔ غلطی تو عالموں سے بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن عالم کی غلطی اللہ معاف کر دیتا ہے لیکن اگر جاہل تفسیر کرنے لگ جائے صرف اس زعم میں کہ میں اچھا منشی اور انشاپرداز ہوں' تو اللہ اس کی غلطی معاف نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر کرے۔ جب وہ عالم نہیں۔ اس کام کا اہل نہیں تو وہ یہ غلط کام کیوں کرتا ہے۔ اگر اس سے غلطی نہ ہو' تب بھی وہ مجرم ہے۔ مسعود صاحب جب آپ کو اتنا پتا نہیں کہ اہل حدیث کے کیا معنی ہو سکتے ہیں تو آپ اہل کتاب اور اہل انجیل کے معنی کیا خاک سمجھیں گے اور جب آپ اہل کتاب کے معنی نہ سمجھتے ہوں تو آپ قرآن کی تفسیر کیا کریں گے؟

مسعود صاحب آپ کہتے ہیں اہل حدیث سے مراد صرف حدیث کے عالم ہیں۔ میں کہتا ہوں' اللہ جو قرآن مجید میں اہل کتاب کا لفظ استعمال کرتا ہے' تو کیا اس سے صرف کتاب کے عالم مراد ہیں یا عام یہود و نصاریٰ بھی جو اس کتاب کے ماننے والے ہیں۔ مسعود صاحب اہل کتاب کا ذبیحہ جو حلال ہے یا اہل کتاب کی عورتوں سے جو نکاح جائز ہے تو کیا اس سے صرف کتاب کے عالموں کا ذبیحہ اور ان کی عورتیں مراد ہیں یا اہل کتاب سے مراد عام یہود و نصاریٰ ہیں جن میں عالم اور جاہل سب شامل ہیں۔ مسعود صاحب اہل کتاب سے مراد بالاتفاق ایک خاص مذہب کے لوگ ہیں' عالم ہوں یا جاہل تو اہل حدیث سے مراد وہ سب کیوں نہیں ہو سکتے جن کا مذہب قرآن و حدیث ہو' وہ عالم ہوں یا جاہل۔

مسعود صاحب! آپ کی جہالت و ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ جب اہل حدیث اپنی

حقانیت کے ثبوت میں پہلے عالموں کے حوالے پیش کرتے ہیں تو آپ کہہ دیتے ہیں کہ تم اہل حدیث ہو تم اصحاب الحدیث نہیں۔ علی بن مدینی اور عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ اصحاب الحدیث کے بارے میں کہا ہے۔اس لیے تم وہ نہیں، میں کہتا ہوں مسعود صاحب اصحاب الحدیث اور اہل حدیث میں کیا فرق ہے؟ اگر کوئی فرق ہو تو کسی مستند حوالے سے بیان کریں ورنہ آپ تسلیم کریں کہ یہ سب آپ کی چالاکیاں حق پر پردہ ڈالنے کے لیے ہیں۔ مسعود صاحب دیانت داری کی بات یہ ہے کہ اصحاب الحدیث اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ اگر علی بن مدینی نے اصحاب الحدیث کہا ہے تو امام احمد نے اہل حدیث کہا ہے۔ شرف اصحاب الحدیث میں علی بن مدینی کا قول بھی اہل حدیث ہی ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک اصحاب الحدیث اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی نے اصحاب الحدیث کہہ دیا کسی نے اہل حدیث۔ بات ایک ہی ہے۔ قرآن مجید دوزخیوں کے لیے اصحاب النار کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے اور اہل النار کا بھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہل کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسے اصحاب النار اور اہل النار میں کوئی فرق نہیں اسی طرح اصحاب الحدیث اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معنی اور مفہوم کو ادا کرنے کے لیے کئی الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں۔ پہلے تو تثنیہ کو تثنیہ بھی کہتے تھے اور اثنان بھی۔ جمع کو جمع بھی کہتے تھے اور جمیع اور جماعت بھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَ الْجَمَاعَةُ اَیْضًا قِنْوَانٌ رِبِّيُّوْنَ الجمع وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ [1]

جیسے جمع، جمیع اور جماعت میں کوئی فرق نہیں، تثنیہ اور اثنان میں کوئی فرق نہیں اسی طرح اصحاب الحدیث اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں۔

مسعود صاحب جب سے آپ کو جماعت المسلمین کا خبط ہوا ہے اس وقت سے آپ کو اہل حدیث نام بہت برا لگتا ہے۔ اسی لیے آپ اس پر الٹے سیدھے اعتراض کرتے رہتے

[1] (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب تعلیق القنو فی المسجد، ص 36 رقم 421)

ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ممکنہ اعتراضات کا جائزہ لے کر آپ کو بتائیں کہ اہل حدیث کے نام سے بغض رکھنا اور اس پر بے جا اعتراض کرنا صرف آپ کی شقاوت ہے' ورنہ قرآن و حدیث کے ماننے والوں کے لیے یہ نام برا نہیں بلکہ موزوں ہے۔ نہ ہی اس پر کوئی اعتراض ہے۔ نہ اس میں کوئی فرقہ واریت ہے کیوں کہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ اس نام کی نسبت بھی قرآن و حدیث کی طرف ہے جو اصل اسلام ہے کسی غیر کی طرف نہیں۔ ناموں کے سلسلے میں قرآنی تعلیم بھی یہی ہے کہ تم لوگوں کو ان کی اصل کی نسبت سے پکارو۔ یہی انصاف والی بات ہے۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾[33:الاحزاب:5]

چوں کہ ہمارا اصل قرآن و حدیث ہے' اور یہی ہمارے مسلمات ہیں اس لیے ان کی نسبت سے ہی ہمارا نام اہل حدیث ہے اور بہترین نام وہی ہوتا ہے جو مسلمات کی نسبت سے ہو۔ نہ اس سے شیخی اور فخر کا شائبہ ہو۔

﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾[53:النجم:32].. ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾[4:النساء:49]

کی وعید کا ڈر۔ جیسا کہ مسلمین اور مومنین کہلوانے یا حزب اللہ اور اولیاء اللہ بننے میں ہے اور کسی گمراہی کا خدشہ بھی نہیں۔

مسعود صاحب! آپ اعتراض کرتے ہیں کہ جب اللہ نے مسلمین نام رکھا ہے تو پھر اہل حدیث نے خود ساختہ نام "اہلحدیث" کیوں رکھ لیا۔ میں کہتا ہوں مسعود صاحب اللہ نے آدم کی سب اولاد کا نام انسان رکھا ہے تو آپ نے یہ خود ساختہ نام مسعود کیوں رکھ لیا؟ کیا آپ کو انسان نام پسند نہیں۔ اگر آپ کہیں انسان تو ایک نوع ہے جس کے افراد بہت سے ہیں لہٰذا تعارف کے لیے ان افراد کے نام رکھنا ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں یہی صورت مسلمین کی ہے۔ مسلمین کے بھی کئی فرقے ہیں چنانچہ تعارف کے لیے ان کے نام رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر آپ اعتراض کریں کہ آپ نے اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین چھوڑ کر اپنا بنایا ہوا نام اہل حدیث کیوں رکھ لیا' میں کہتا ہوں کہ آپ نے اللہ کا رکھا ہوا نام انسان چھوڑ کر اپنا بنایا

ہوا نام مسعود کیوں رکھ لیا۔ اگر آپ جواب دیں کہ میں نے اللہ کا رکھا ہوا نام انسان چھوڑا نہیں، میں انسان بھی ہوں اور مسعود بھی بلکہ پہلے انسان بعد میں مسعود ہوں۔ میں کہتا ہوں ہم نے بھی اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین چھوڑا نہیں۔ ہم مسلمین بھی ہیں اور اہل حدیث بھی۔ بلکہ ہم پہلے مسلمین ہیں بعد میں اہل حدیث بلکہ اہل حدیث مسلمین ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسے اللہ کے نزدیک ہم سب انسان ہیں، لیکن لوگوں میں امتیاز کی خاطر ہمارے مختلف نام ہیں تاکہ تعارف کرانے اور بلانے میں آسانی ہو۔ اسی طرح اگر ہم فرماں برداری کریں تو اللہ کے نزدیک ہمارا نام مسلمین ہے اور مختلف فرقوں سے امتیاز کے لیے ہمارا نام اہل سنت اہل حدیث ہے۔ اگر آپ کہیں قرآن و حدیث میں تو یہ نام نہیں ہے، آپ نے یہ نام کہاں سے لے لیا، میں کہتا ہوں ہم نے یہ نام قرآن و حدیث سے لیا ہے جیسے ہم اپنے تمام مسائل قرآن و حدیث سے لیتے ہیں ویسے ہی ہم نے یہ نام لیا ہے۔ وہ یوں کہ حدیث کلام اللہ اور کلام الرسول دونوں کو کہتے ہیں۔ قرآن نے خود کو کئی جگہ حدیث کہا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ چند آیات:۔

1 ... ﴿ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [18:الكهف:6]

2 ... ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ ﴾ [52:الطور:34]

3 ... ﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴾ [53:النجم:59]

4 ... ﴿ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴾ [56:الواقعة:81]

5 ... ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ﴾ [68:القلم:44]

جب حدیث کا لفظ قرآن و حدیث دونوں پر بولا جاتا ہے تو قرآنی ترکیب اہل کتاب اور اہل انجیل کی رو سے قرآن و حدیث کے ماننے والے کو اہل حدیث ہی کہہ سکتے ہیں۔

مسعود صاحب! جب حدیث کا لفظ جس معنی میں ہم نے لیا ہے قرآن و حدیث میں موجود اہل حدیث کی ترکیب بھی قرآن و حدیث میں موجود۔ اہل حدیث کی طرح مسلمات پر مبنی نام اہل کتاب اہل انجیل بھی قرآن و حدیث میں موجود تو ثابت ہوا کہ اہل حدیث نام کی بنیاد کلی طور پر قرآن و حدیث ہے۔ اگر آپ کہیں اہل حدیث نام کی بنیاد بے شک قرآن و حدیث ہے لیکن یہ نام قرآن و حدیث میں نہیں۔ میں کہتا ہوں جب آپ مانتے ہیں کہ اس نام

کی بنیاد قرآن و حدیث ہے تو پھر اگر یہ نام قرآن و حدیث میں نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کسی مذہبی نام کے درست ہونے کے لیے اس کا قرآن و حدیث میں ہونا ضروری نہیں۔ قرآن و حدیث پر مبنی ہونا ضروری ہے۔

مسعود صاحب! تعجب ہے کہ آپ قرآن و حدیث کو اہل حدیث نام کی بنیاد بھی مانتے ہیں اور پھر اس کو قرآن و حدیث کے اندر بھی تلاش کرتے ہیں۔ مبنی چیز بنا کے اوپر ہی ہوتی ہے اندر نہیں ہوتی۔ اسلام یعنی قرآن و حدیث بنیاد ہے اور مذہب اہل حدیث اسی پر مبنی ایک عمارت اور عمارت کا نام عمارت کے اوپر ہوتا ہے۔ بنیاد میں نہیں ہوتا۔ جو چیز ہمارے مذہب کی بنا ہے وہی چیز ہمارے مذہب کے نام کی بھی بنا ہے اور قرآن و حدیث کا اس نام کی بنیاد ہونا اس کی صحت اور درستی کے لیے کافی ہے۔ اگر آپ کہیں ہمارا نام جماعت المسلمین تو بخاری و مسلم میں ہے تو میں کہتا ہوں بخاری و مسلم میں جس جماعت المسلمین کا ذکر ہے وہ آپ کی جماعت المسلمین نہیں ہے۔ آپ کی جماعت المسلمین تو بنی 1385ھ میں کراچی میں ہے۔ بخاری و مسلم میں اس کا ذکر کیسے آسکتا ہے؟ بخاری و مسلم والی جماعت المسلمین تو تیرہ چودہ سو سال پہلے کی ہے۔ اگر آپ کی جماعت وہی ہوتی تو آپ کو خود بنیاد رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ کہیں ہماری جماعت کا نام تو وہی ہے میں کہتا ہوں نام تو جعلی چیز کا بھی وہی ہوتا ہے۔ جب جماعت ہی وہ نہیں جس کا نام ہے تو فقط نام کو کیا کریں گے۔ آج کل یہی تو ٹھگی ہے۔ چیز اور ہوتی ہے' نام وہی رکھ لیتے ہیں۔ چیز بنی پاکستان کی ہوتی ہے مہر باہر کی لگا دیتے ہیں۔

مسعود صاحب! بخاری و مسلم والی جماعت المسلمین میں تو سب مسلمین آتے ہیں اس کا اطلاق کسی خاص فرقے پر نہیں ہوتا۔ آپ کی جماعت المسلمین تو ایک خاص فرقہ ہے جو کراچی میں بنا ہے۔

جیسا کہ آپ نے اپنے رسالے "جماعت المسلمین" کے قیام کا پس منظر میں خود تسلیم کیا ہے لہذا آپ کی جماعت المسلمین وہ جماعت المسلمین نہیں البتہ نام ضرور آپ نے چرایا ہے' جو آپ کی جماعت پر فٹ نہیں آتا۔ جس سے آپ کی چوری ظاہر ہوتی ہے۔

جماعت المسلمین تو سب مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ نیک ہوں یا بد' منافق ہوں یا مومن۔

مسعود صاحب! آپ ہی بتائیں رسول اللہ ﷺ نے جو ((فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ)) ❶ فرمایا تھا تو عورتیں باہر جا کر جماعت المسلمین کے ساتھ عید پڑھیں تو کیا اس جماعت المسلمین میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کی پارٹی شامل نہ تھی۔ اگر شامل تھی تو ثابت ہو گیا کہ جماعت المسلمین عام مسلمانوں کو کہتے ہیں اس سے کوئی خاص جماعت مراد نہیں ہوتی جیسی آپ نے بنائی ہے اور اگر عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی اس جماعت المسلمین میں شامل نہ تھے تو پھر آپ ثابت کریں کہ وہ عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ پڑھا کرتے تھے اور یہ آپ ثابت نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا علیحدہ جماعت المسلمین نام رکھنا سراسر دھوکا دہی ہے۔

مسعود صاحب! آپ اگر کہیں ہمارا نام مسلمین تو قرآن میں ہے' لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ نام بنیاد میں نہیں ہوتا ہمارا نام تو بنیاد میں ہے۔ میں کہتا ہوں' یہ کہنا غلط نہیں کہ نام بنیاد میں نہیں ہوتا۔ یہ تو مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ عمارت کا نام تو عمارت پر ہی ہوتا ہے۔ بنیاد میں نہیں ہوتا۔ البتہ مسلمین نام جو قرآن میں ہے تو یہ اس لیے ہے کہ یہ اسلام کی نسبت سے بنیادی نام ہے۔ کیوں کہ اسلام ایک بنیاد ہے اور بنیاد کا نام بنیاد میں ہی ہو سکتا ہے۔ عمارت کا نام بنیاد میں نہیں ہو سکتا۔ اسلام دین ہے جو بنیاد ہے۔ اہل حدیث مذہب ہے جو اس بنیاد پر عمارت ہے۔ اس لیے مسلم نام قرآن میں ہے۔ اہل حدیث جو اس پر تعمیر ہے وہ قرآن میں نہیں۔ مذہبی نام کا دینی بنیاد پر مبنی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ وہ غلط ہے اور یہ آپ کو بھی تسلیم ہے کہ اہل حدیث نام قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔

مسعود صاحب! اصل میں آپ کو مغالطہ وہی مذہب اور دین کا ہے۔ آپ کو پتا نہیں کہ دین اور مذہب میں کیا فرق ہے؟ اس لیے آپ مسلم اور اہل حدیث کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمارا نام مسلم تو قرآن مجید میں ہے۔ تم اپنا نام اہل حدیث قرآن میں

---

❶ (بخاری: کتاب العیدین' باب اعتزال الحیض المصلی' ص 77 رقم 981' مشکوۃ: کتاب الصلوۃ' باب صلوۃ العیدین فصل اول رقم 1431)

دکھاؤ۔ ہم کہتے ہیں کہ مسلم نام آپ کے اکیلے کا کیسے ہو گیا' مسلم نام تو سب کا ہے۔ جیسا آپ کا ویسا سب کا۔ اگر یہ خاص آپ کا ہے تو اس کا ثبوت دیں۔ اگر آپ کہیں ہم نے اپنی جماعت کا جو نام رکھا ہے' ہم کہتے ہیں یہی تو آپ کی بے وقوفی ہے جس کو آپ سمجھتے نہیں۔ نام رکھا تو خود ہے' اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے رکھا ہے۔ اگر آپ کہیں اللہ نے جو سماکم المسلمین کہا ہے' میں کہتا ہوں کہ یہ صرف آپ کے لیے تو نہیں کہا۔ یہ تو سب کے لیے ہے۔ آپ کے لیے کوئی تخصیص ہو تو بتائیں۔ تخصیص تو آپ خود کرتے ہیں۔ جس کا آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ مسلم نام عام ہے جس میں سب برابر کے شریک ہیں کیوں کہ یہ نام دین کی نسبت سے ہے اور دین سب کا ایک رہا ہے۔ کیا پہلی امتیں اور کیا یہ امت؟ مسعود صاحب! تخصیص تو مذہبی نام ہی سے ہوتی ہے۔ مسلم نام میں کوئی تخصیص نہیں۔ یہ آپ کی بے سمجھی ہے جو آپ مسلم نام کا اہل حدیث نام سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مسلم دینی نام ہے جو پہلی امتوں کا بھی رہا ہے۔ اہل حدیث مذہبی نام ہے جو صرف اس امت کا ہی ہو سکتا ہے۔ جیسے دین اور مذہب کا مقابلہ نہیں۔ ایسے ہی مسلم نام اور اہل حدیث نام کا مقابلہ نہیں۔ اسلام ہمارا دین ہے۔ اہل حدیث ہمارا مذہب ہے۔ اگر آپ کہیں ہمارا دین مذہب سب ایک ہے ہم تو صرف مسلم ہیں' میں کہتا ہوں مسلم تو یہود و نصاریٰ بھی تھے۔ کیا آپ میں اور ان میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ اگر فرق ہے تو وہ مذہب ہی کا فرق ہے دین کا فرق نہیں۔ اسی لیے آپ مسلمان ہیں اور وہ اب کافر ہیں اور اگر آپ کے نزدیک کوئی فرق نہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ جیسے وہ ویسے آپ۔ جہاں وہ وہیں آپ۔

مسعود صاحب! اسلام ایک دین ہے۔ اس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ فرماں برداری اللہ کی ہو لیکن وہ کیسے ہو۔ انسانوں میں اس کا پتا اس مذہب سے ہی لگتا ہے جو وہ عملاً اپنے لیے اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک دینی نام جو اس کے دین کو ظاہر کرتا ہے جو اللہ نے قرآن میں رکھ دیا جس کا ہر کلمہ گو دعویٰ کرتا ہے اور وہ ایک طرح سے موروثی سا ہو گیا ہے۔ دوسرا نام جو وہ عملی زندگی کے پیش نظر اپنے پسندیدہ مذہب کو ظاہر کرنے کے لیے رکھتا ہے۔ اگر کلمہ گو مسلمان واقعۃ اللہ کا فرماں بردار ہو جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے' تو اللہ کی رکھی ہوئی بنیاد یعنی اسلام اور اس کے اپنے طرز عمل سے تعبیر کردہ مذہب میں کلی مطابقت ہو گی۔ اگر بنیاد ہی اسلام کی ہو اور فرماں برداری غیر اللہ کی

ہو تو اسلام اور اس کی مذہبی تعبیر میں مطابقت نہیں ہوتی جس سے پتا لگ جاتا ہے کہ اس کی مذہبی تعبیر صحیح نہیں۔ کیوں کہ یہ اسلامی بنیاد قرآن و حدیث کے مطابق نہیں۔ جب بنیاد اور عمارت میں مطابقت ہوتی ہے تو ان کے ناموں میں بھی تطابق ہوتا ہے یعنی اسلام جو دین اور بنیاد ہے اور اختیار کردہ تعبیر جو مذہب ہے۔ ان دونوں کا نام ایک سا ہوتا ہے۔ یعنی وہ آپس میں مترادف ہوتے ہیں۔ جیسے اہل حدیث اور اسلام۔ اسلام دینی بنیاد ہے اور اہل حدیث عمارت ہے۔ اسی لیے اہل حدیث اور اسلام میں تطابق ہے۔ جب اسلام اور اختیار کردہ عملی مذہب میں مطابقت نہیں ہوتی تو ان کے ناموں میں بھی تطابق نہیں ہوتا۔ اسلام کچھ تقاضا کرتا ہے اور اس کا مذہبی نام کچھ تقاضا کرتا ہے۔ جیسے مقلدین کے نام حنفی وغیرہ۔ اسلام تو کہتا ہے کہ اطاعت اللہ کی ہو جیسے رسول بتائے' تقلیدی نام تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے امام کے پیچھے جائے۔ اللہ کا حکم خواہ کچھ ہو تقلید زبان حال سے کہتی ہے مجھے کسی حکم سے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میرا امام ہی سرکار ہے۔

مسعود صاحب! اگر کہیں آپ نے اہل حدیث نام خود کیوں رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کیا خود نام رکھنا جائز نہیں۔ اگر جائز نہیں تو منع کی دلیل پیش کریں اور یہ آپ کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کہیں اہل حدیث نام قرآن و حدیث میں نہیں' اس لیے یہ نام رکھنا جائز نہیں' میں کہتا ہوں یہ کہاں لکھا ہے کہ جو نام قرآن و حدیث میں نہ ہو رکھنا جائز نہیں۔ قرآن و حدیث میں تو بلکہ نام رکھنے کی عام اجازت ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ نام اچھا ہو برا نہ ہو۔

حدیث میں ہے أَحْسِنُوْا أَسْمَاءَكُمْ ❶ (اچھے نام رکھا کرو)

قرآن مجید میں ہے: ﴿لَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ﴾ [49:الحجرات:11]

(برے نام نہ رکھا کرو)

حدیث میں ہے: كَانَ يُغَيِّرُ الِاسْمَ الْقَبِيحَ ❷ (اگر نام برا ہوتا تو حضور ﷺ بدل دیا کرتے تھے)

---

❶ (ابو داؤد' کتاب الادب' باب تغير الاسماء' ص 1584 رقم 4948)

❷ (جامع الترمذی' ابواب الادب' باب ما جاء فی تغيير الاسماء' رقم 2839۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة 370/1 رقم 207)

اگر آپ کہیں دین اللہ کا ہے' اس لیے نام وہ ہونا چاہیے جو اللہ رکھے۔ ہمیں خود نام نہیں رکھنا چاہیے' میں کہتا ہوں دین تو اللہ کا ہے اس لیے اس نے دینی نام رکھ دیا۔ ہم اور کوئی دینی نام نہیں رکھتے لیکن مذہب تو ہمارا ہے۔ کیوں کہ چلنا تو ہمیں ہے۔ جیسی چال اور جیسی راہ ہم اختیار کریں گے ویسا ہی ہم اس کا نام رکھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی نام تو اللہ نے رکھ دیا۔ مذہبی نام اللہ نے کوئی نہیں رکھا۔ اس کو لوگوں کے امتحان کے لیے ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا﴾

[17: بنی اسرائیل: 84]

جو محمدی راہ اور محمدی چال چلتا ہے' وہ محمدی نسبت پسند کرتا ہے اور جو بھیڑ چال چلتا ہے یا اپنی مرضی کرتا ہے وہ کوئی اور نام پسند کرتا ہے۔ اس میں ہمارا امتحان ہے کہ ہم کیسی راہ اور کیسی چال اختیار کرتے ہیں اور پھر اس کا کیا نام رکھتے ہیں۔ دین کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾[3:آل عمران:19] ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾[3:آل عمران:85]

(یعنی اللہ کے ہاں دین اسلام ہے جو بدلا نہیں جا سکتا)

لیکن مذہب کے بارے میں فرمایا:

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ﴾[5:المائدہ:48] ﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾[22:الحج:34]

مذہب ہر امت کا علیحدہ علیحدہ ہے اس لیے ان کے نام بھی مختلف ہیں۔ دین پہلی امتوں کا بھی اسلام تھا اور ہمارا بھی اسلام ہے۔ اسلام کی نسبت سے وہ بھی مسلمین تھے' ہم بھی مسلمین ہیں۔ لیکن مذاہب اور شرائع کے اختلاف سے وہ یہود و نصاریٰ اور اہل کتاب تھے ہم محمدی اور اہل سنت اور اہل حدیث ہیں۔ ہمیں اپنے مذہب کے نام رکھنے کا حق ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے نام رکھنے کا حق تھا۔ اس لیے ان کا مذہبی نام اور تھا اور ہمارا اور ہے۔ اس اختلاف مذاہب اور ان کے نام رکھنے میں ہمارا امتحان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا اٰتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [5:المائدہ:48]

یعنی اللہ نے جو ہم سب کا مذہب ایک نہیں بنایا تو اس میں بڑی حکمت امتحان لینا ہے۔ لہذا ہمیں اچھی راہ اختیار کر کے اور اس کا اچھا نام رکھ کر امتحان پاس کرنے کی فکر کرنی چاہیے اور اچھی راہ نبی کی راہ ہوتی ہے اور ہمارے لیے اچھی راہ محمدی راہ ہے۔ جس کو سنت رسولؐ کہتے ہیں۔ اور اس کا اچھا نام اہل سنت اور اہل حدیث ہے۔ جس میں نسبت رسول ﷺ کی طرف ہو۔

مسعود صاحب! اگر آپ کہیں کہ جب اللہ نے مسلمین نام رکھ دیا تو اب اہل حدیث نام رکھنے کا کیا فائدہ؟ میں کہتا ہوں جب حاکم صرف اللہ ہے تو اَطِيْعُوا اللّٰهَ کہنے کے بعد اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کہنے کا کیا فائدہ؟ جو فائدہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ کے بعد اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کا ہے وہی فائدہ مسلم کے بعد اہل حدیث کا ہے۔ مسلم کا نام فرماں برداری کا تقاضا کرتا ہے اہل حدیث کا نام بتاتا ہے فرماں برداری ایسے جیسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتاتی ہے۔

مسعود صاحب اگر آپ کہیں اہل حدیث نام سے فرقہ بنتا ہے، میں کہتا ہوں فرقہ اس نام سے بنتا ہے جو اسلام کا مخالف ہو، جو نام اسلام کا موضح ہو اس سے فرقہ نہیں بنتا۔ اہل حدیث نام فرقہ اس وقت بنتا جب حدیث اللہ رسول کی نہ ہوتی۔ جب حدیث کہتے ہی اللہ رسول کی بات کو ہیں تو مذہب اہل حدیث تو عین اسلام ہے، کیوں کہ اسلام نام ہی نبی ﷺ کی پیروی کا ہے اور نبی کی پیروی اس کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور سنت کا پتا نبی کی حدیث سے ہی لگ سکتا ہے۔ اس لیے اہل حدیث بنے بغیر کوئی آدمی صحیح مسلم بن ہی نہیں سکتا۔ اصلی مسلم ہوتا ہی اہل حدیث ہے۔

اگر آپ کہیں مسلم کے بعد کوئی دوسرا نام رکھنا بدعت ہے اس لیے اہل حدیث نام رکھنا جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر مسلم کے بعد کوئی نام رکھنا بدعت ہے تو یہود و نصاریٰ اور اہل کتاب اور اہل انجیل جیسے نام جو قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں کس نے رکھے؟

اگر یہ نام بھی اللہ ہی نے رکھے تو اولاً اس بات کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیں' ثانیاً اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ مسلم کے بعد کوئی دوسرا نام رکھنا منع نہیں کیوں کہ اللہ نے خود یہ نام رکھے اور اگر یہ نام ان امتوں نے خود رکھے تو کیا اللہ رسول نے ان کے اس فعل پر انکار کیا کہ انھوں نے مسلم کے بعد اس نام کو رکھنے کی بدعت کیوں کی۔ اگر اللہ نے ان کی مذمت نہیں کی بلکہ ان ناموں کو قبول کر کے مقام مدح میں استعمال کیا تو پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسلم کے بعد کوئی نام رکھنا بدعت ہے۔

مسعود صاحب اگر مسلم کے بعد کوئی دوسرا نام رکھنا بدعت ہے تو کیا صحابہ نام بدعت ہے ؟ کیا صحابی بھی ایک وصفی اور امتیازی نام نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے اور یہ بدعت نہیں تو اہل حدیث نام جو صحابی کا ہم معنی ہے کیسے بدعت ہو گیا۔

اگر آپ کہیں اللہ نے سماکم صرف مسلمین کے ساتھ کہا ہے اور کسی نام کے ساتھ سماکم نہیں کہا' اس لیے نام صرف ایک مسلمین ہی ہے جو اللہ نے رکھا ہے باقی اور کوئی نام نہیں۔ میں کہتا ہوں سماکم سے مسلمین نام کا مہتم بالشان ہونا ثابت ہو جاتا ہے مسلمین کے سوا اور ناموں کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ مسلمین اسلام کی نسبت سے خود ایک وصفی نام ہے اور وصفی نام کئی ہو سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن میں مسلم کے علاوہ اور بہت سے وصفی ناموں سے موسوم کرتا ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمین کے سوا اور کوئی نام نہیں۔

چنانچہ سورہ الاحزاب کی آیت: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ﴾ اس پر شاہد عدل ہے۔ اسی طرح حزب اللہ اور اولیاء اللہ وصفی نام ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ یہ نام تو مسلمین کے صفاتی نام ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے رسالہ "مذہب اہل حدیث کی حقیقت" میں لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آپ کی غلطی ہے۔ سورہ الاحزاب کی اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسلمین کے صفاتی القاب نہیں' بلکہ مسلمین خود ان کی طرح کا ایک صفاتی لقب ہے۔ کیوں کہ آیت مذکورہ میں مؤمنین قانتین' صادقین وغیرہ تمام صفاتی نام مسلمین پر معطوف ہیں محمول نہیں۔ جب معطوف ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ سب ایک ہی طرح کے صفاتی نام ہیں آپس میں موضوع پر محمول نہیں کہ مسلمین کے صفاتی القاب بن جائیں۔

اگر آپ کہیں سماکم کا لفظ تو اللہ نے صرف مسلمین کے ساتھ لگایا ہے اور کسی نام کے ساتھ سماکم کا لفظ نہیں لگایا۔ میں کہتا ہوں ترمذی شریف میں مومنین اور عباداللہ کے ساتھ بھی سماکم کا لفظ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

((فَادْعُوْا بِدَعْوَی اللّٰهِ الَّذِیْ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَاللّٰهِ)) ❶

اس حدیث میں جیسے مسلمین سماکم کا مفعول ہے۔ ایسے ہی مومنین اور عباداللہ بھی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے اللہ نے مسلمین نام رکھا ہے ایسے ہی اللہ نے مومنین اور عباداللہ بھی نام رکھے ہیں۔ اگر آپ کہیں سماکم کا لفظ جیسے قرآن مجید میں مسلمین کے ساتھ ہے ویسے مومنین اور عباداللہ کے ساتھ کیوں نہیں۔ میں کہتا ہوں جب قرآن مجید میں اللہ ان ناموں سے اپنے بندوں کو بلاتا ہے تو ان ناموں کے ساتھ سماکم لگانے کی کیا ضرورت۔ بلانے سے ہی یہ واضح ہو گیا کہ یہ نام ہیں۔ سماکم کی ضرورت تو مسلمین کے نام کے ساتھ تھی کیوں کہ اس نام سے اللہ نے کسی کو بلایا نہیں۔

قرآن مجید میں: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ... ﴾ .. ﴿ اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ... ﴾ .. ﴿یٰعِبَادِیْ... ﴾ تو کئی جگہ ہے۔ اَیُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ کہیں نہیں۔

مسعود صاحب! معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ ناموں کے فلسفے سے بالکل ناواقف ہیں۔ نام رکھنے اور ناموں کے سمجھنے میں آپ بہت کچے ہیں بلکہ بچے ہیں جب ہی تو بچگانہ حرکتیں کرتے ہیں اور اہل حدیث کے نام پر اعتراض کرتے ہیں اور خود اپنی جماعت کا نام جماعت المسلمین رکھتے ہیں۔ اگر آپ علم میں پختہ ہوتے اور سمجھ میں کشتہ ہوتے تو آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

مسعود صاحب اول تو کوئی نئی مذہبی جماعت بنانی نہیں چاہیے' لیکن اگر بہت تحریک ہوتی ہو تو کم از کم جماعت کا نام ایسا نہ ہو جس سے آدمی خواہ مخواہ میاں مٹھو بنے۔

---

❶ (صحیح ابن خزیمة ' کتاب الصیام ' باب ذکر تمثیل الصائم فی طیب ریحه بطیب ریح المسك اذ هو اطیب الطیب 196/3 رقم 1895.. جامع ترمذی کتاب الادب 'ابواب الامثال' باب جاء فی مثل الصلوۃ ' والصیام والصدقه' ص 1939 رقم :2863)

مسعود صاحب! ایسے تمام نام جن میں اپنی مدح کا پہلو نکلتا ہو یا جن میں اپنی پاک بازی اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہو یا اپنے کسی عمل کا سراہنا پایا جاتا ہو ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [53:النجم :32] کے تحت آنے کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہیں۔ ان سے پرہیز لازمی ہے۔ نام تو مسلمات پر ہی رکھے جائیں تو بہتر ہے ان میں نہ شیخی کا رنگ' نہ فخر کا زنگ۔ صفات اور اعمال پر نام رکھنے میں بڑی حماقتیں ہیں۔ آپ پہلی امتوں کے نام دیکھیں وہ یا تو مسلمات پر مبنی ہیں مثلاً اہل کتاب' اہل انجیل وغیرہ یا نسبتوں پر استوار مثلاً یہود و نصاریٰ۔ بعض لوگ بے سمجھی سے صفاتی نام رکھتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی جماعت کا نام قرآنی اور حدیثی رکھا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن کے صفاتی نام ہمارے رکھنے کے لیے نہیں بلکہ ہمیں ترغیب دلانے کے لیے ہیں تاکہ ہم ویسے بن کر اللہ کے ہاں ان القابات کے مستحق ہوں۔ جماعت المسلمین' جماعت المومنین' جماعت الشاہدین' جماعت المفلحین' جماعت غربا' حزب اللہ اور اولیاء اللہ کی قسم کے اپنی جماعتوں کے نام رکھنا کوئی دانش مندی نہیں بلکہ یہ بچھلا پن ہے۔ جس کو سنجیدہ اور متین لوگ پسند نہیں کرتے۔ ایسے ناموں میں اپنی فوز و فلاح کا اظہار اور فخر و تعلّی کا رنگ غالب ہے۔

مسعود صاحب! نیا نام خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو جب بھی رکھا جائے گا وہ کوئی نہ کوئی جدت ضرور اپنے ساتھ لائے گا' جس سے فرقہ بازی اور گمراہی پیدا ہو گی۔ نام تو وہی کافی ہیں جو سلف سے چلے آرہے ہیں۔ مثلاً محمدی' اہل سنت' اہل حدیث وغیرہ اور جماعت بھی وہی کافی ہے جو شروع سے چلی آرہی ہو نئے نام یا نئی جماعت کی اب کیا ضرورت ہے۔ نئے نام سے اب جو بھی جماعت بنے گی وہ کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور ساتھ لائے گی۔

مسعود صاحب! آپ اپنے آپ کو ہی دیکھ لیجیے۔ اچھے بھلے اہل حدیث تھے اور تخریب کاری سے بچے ہوئے تھے۔ جب سے جماعت المسلمین بنائی ہے دماغ ہی خراب ہو گیا ہے۔ اب نام قرآن و حدیث کا لیتے ہیں' لیکن مخالفت ان کی کرتے ہیں جو قرآن و حدیث والے ہیں۔ صرف اسی وجہ سے کہ اب آپ کو اپنی پیدا کردہ جماعت کا پاس ہے۔ آپ اسے کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ جماعت غرباوالوں نے غربا اہل حدیث کے نام سے ایک نئی جماعت

بنائی جس سے اہل حدیثوں کے ہاتھوں اہل حدیثوں کو نقصان پہنچا۔ اس جماعت سے جماعت بنانے والوں کو کوئی ذاتی فائدہ ہوا ہو تو ہوا ہو جماعت اہل حدیث کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ جماعت میں پھوٹ ہی پڑی۔ اس لیے ہر نئی جماعت اور نئے نام سے بچنا چاہیے۔ اس، میں جماعت کا بھی فائدہ ہے اور اپنا بھی بچاؤ ہے۔ اب جماعتوں کی ضرورت نہیں۔ اب تو تنظیم اور اصلاح واحیا کی ضرورت ہے۔ اگر کام کرنا ہے تو بغیر نئی جماعت بنائے اور نیا نام رکھے بھی کام ہو سکتا ہے۔ اصل کام تو ہم لوگ کرتے نہیں۔ جب ابال آتا ہے تو نئی جماعت بنا کر علیحدہ ہونے کی کرتے ہیں۔ اس سے اپنی دکان داری تو چل جاتی ہے لیکن جماعت کا کچھ نہیں ہوتا۔ فعال قسم کے لوگ نکل جاتے ہیں۔

اگر آپ کہیں جیسا کہ آپ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ نام کے اچھا ہونے کے لیے یہی کافی نہیں کہ اس کے معنی بہت اچھے ہوں بلکہ نام کے اچھے ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی تائید میں آیت یا حدیث ہو۔ میں کہتا ہوں قرآن و حدیث میں تو یہ اصول ہے نہیں۔ آپ نے کہاں سے لے لیا۔ آپ نے ناموں کو نیکیوں پر قیاس کیا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ حال آنکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ نیکیاں بتلانے کے لیے تو پیغمبر مبعوث ہوتے ہیں۔ نیکیوں کی تکمیل تو ان کے فرائض میں شامل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ اِتْمَامَ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ کَمَالَ مَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ)) [1]

کیا نام رکھنا اور ناموں کی تکمیل بھی انبیا کے فرائض میں شامل ہے۔ مسعود صاحب ناموں کے بارے میں تو آپ نے عام اجازت دی ہے۔ صرف برے نام سے منع کیا ہے۔ آپ نے اپنی طرف سے یہ مسئلہ بنا دیا کہ نام وہ ہو جو قرآن و حدیث میں ہو۔ مسعود صاحب! آپ کا بھی یہ عجیب حال ہے یا تو قیاس کو سرے سے ناجائز بتاتے ہیں اور اہل حدیثوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ قیاس کرتے ہیں یا پھر خود ابلیسی قیاس کرتے ہیں۔

مسعود صاحب! آپ نے اپنے کئی رسالوں میں لکھا ہے کہ "اہل حدیث" حضرات

---

[1] (مؤطا امام مالك، كتاب الجامع، باب ما جاء في حسن الخلق .. سلسلة الاحاديث الصحيحة 75/1 رقم 45)

کوشش کرتے ہیں کہ اپنے نام کی وجہ تسمیہ بیان کریں۔ ہم ان سے وجہ تسمیہ نہیں پوچھتے۔ ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کا یہ نام کس نے رکھا اور کب رکھا؟

میں کہتا ہوں اہل حدیث حضرات بہت سمجھ والے ہیں جو اپنے نام کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کیوں کہ ایسے ناموں میں وجہ تسمیہ ہی اصل چیز ہے اور یہی مقصود ہوتی ہے۔ آپ بہت بے سمجھ ہیں جو پوچھنے والی چیز وجہ تسمیہ تو پوچھتے نہیں۔ یہ پوچھتے ہیں کہ یہ نام کس نے رکھا اور کب رکھا۔

مسعود صاحب! آپ سے تو وہ ممتحن حضرات ہی عقل والے تھے جنھوں نے ایک دفعہ جغرافیہ کا پرچہ سیٹ کیا تو اس میں یہ سوال دے دیا کہ پنجاب کی وجہ تسمیہ بیان کرو اور بتاؤ کہ یہ نام کس نے رکھا اور کب رکھا؟ پنجاب کی وجہ تسمیہ تو سب کو معلوم تھی کہ پنجاب پنج آب سے مرکب ہے، جس کے معنی ہیں پانچ پانی۔ جس سے مراد پانچ دریاؤں والا۔ چوں کہ پنجاب میں پانچ دریا بہتے ہیں اس لیے اس کو پنجاب کہتے ہیں۔ پنجاب کی وجہ تسمیہ کے سوال پر تو کوئی نہ بولا۔ کیوں کہ یہ سوال معقول تھا لیکن پنجاب کا نام کس نے رکھا اور کب رکھا اس پر سارے ہی تلملائے۔ کیوں کہ یہ سوال نامعقول تھا۔ ہر ایک ہی پوچھنے لگا کہ یہ پرچہ کس نے بنایا ہے۔۔۔ دریافت کرنے پر پتا لگا کہ پرچہ بنانے والے کوئی سکھ سردار جی ہیں۔ سکھ سردار جی کا نام سن کر سارے ہی چپ ہو گئے کہ جب وہ ہیں ہی سردار جی تو پھر ان سے کیا کہنا؟

مسعود صاحب! آپ جیسے عقل والے دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ اگر پیدا ہو جائیں تو پھر وہ امام اور خلیفہ ہی بنتے ہیں۔ اس سے کم پر وہ راضی نہیں ہوتے وہ راضی بھی کیسے ہوں عقل کے امام بھی ہوتے ہیں اور عقل کا امام اگر کم از کم امام المسلمین بھی نہ بنے تو اور کیا بنے؟

مسعود صاحب! آپ کا تیس مار خاں سوال یہی ہوتا ہے کہ اہل حدیث نام کس نے رکھا اور کب رکھا؟ آپ یہ سوال ایسے وثوق و اعتماد سے کرتے ہیں جیسے آپ کو اپنے مسلمین نام کی تاریخ پوری صحت کے ساتھ یاد ہے کہ کب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسعود صاحب کا نام مسلم رکھا۔ پیدائش سے پہلے یا بعد میں، وہ کون سی صدی تھی اور کیا سن تھا اور کیا وقت اور دن

تھا؟ مسعود صاحب اگر آپ اپنے مسلم نام کی تاریخ نہ بتا سکیں تو آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ ایسے سوال اہل حدیث سے کریں۔

مسعود صاحب! اہل حدیث ٹھیک ہے یا نہیں اگر ٹھیک نہیں تو اس میں خرابی کیا ہے ۔اگر ٹھیک ہے تو پھر آپ کو تکلیف کیا ہے ؟ مسعود صاحب! ایسے ناموں میں دیکھنے کی بات یہ نہیں ہوتی کہ یہ نام کس نے رکھا اور کیوں رکھا۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ یہ نام کیسا ہے' جائز ہے یا ناجائز۔ موزوں ہے یا غیر موزوں۔ اگر جائز اور موزوں نام کوئی کافر بھی رکھ دے تو اللہ اسے بھی قبول کر لیتا ہے۔ چہ جائیکہ کسی نیک ہستی نے وہ نام رکھا ہو۔ مسعود صاحب آپ بتائیں رسول اللہ ﷺ کا نام محمد کس نے رکھا؟ اگر یہ اللہ نے رکھا تو اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے رکھا تو اللہ نے ان کا رکھا ہوا نام اپنے ہونے والے نبی کے لیے کیوں قبول کیا۔ اگر آپ کے گھر والے عبدالعزیٰ یا کوئی اور غلط قسم کا نام رکھ دیتے تو کیا اللہ پھر بھی ان کے رکھے ہوئے نام کو قبول کر لیتا۔ جب اللہ نے کافروں کے رکھے ہوئے نام کو قبول کر کے محمد رسول اللہ کلمہ بنا دیا۔ اس وجہ سے کہ محمد نام اچھا ہے۔ اگرچہ کافروں نے رکھا ہے تو پھر مسعود صاحب آپ یہ لایعنی سوال کیوں کرتے ہیں کہ اہل حدیث نام کس نے رکھا اور کب رکھا؟ یہ نام کسی نے کبھی بھی رکھا ہو۔ آپ یہ دیکھیں یہ نام اچھا ہے یا نہیں ؟ اگر اچھا ہے تو اسے قبول کریں اور توبہ کر کے اہل حدیث ہو جائیں۔ اگر اچھا نہیں تو بتائیں کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ ہم آپ کو جواب دیں۔

مسعود صاحب! آپ ہزار کوشش کریں آپ اہل حدیث نام میں کوئی خرابی نہیں نکال سکتے۔ فرقہ واریت اس میں نہیں کیوں کہ وہ خالص اور مکمل اسلام پر دال ہے۔ اجنبیت اس میں نہیں۔ کیوں کہ وہ قرآنی القاب۔ اہل کتاب اہل انجیل کی پوری نظیر ہے۔ مسعود صاحب! مذہب کا بہترین نام وہ ہوتا ہے جو دین اسلام کا جامع اور ہم معنی ہو۔ جو اسلام کا ہم معنی نہ ہو وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ جب اسلام ہی دین ہے تو مذہبی نام کا اسلام کے مترادف ہونا ضروری ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور خلاف فطرت نام کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟

اسلام نظام کائنات ہے۔ اس لیے کائنات کا ذرہ ذرہ شعوری یا غیر شعوری طور پر

مسلم ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾

[3:آل عمران:83]

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾[17:الاسراء44]

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ﴾[61:صف:1]

کائنات کے ذرے ذرے کا مسلم ہونا اس کی فطرت ہے۔ اس طرح ہر انسان کا مسلم ہونا بھی اس کی فطرت ہے۔ اسی لیے مسلم نام فطری نام ہے۔ ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

﴿سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض تو سماکم کی نسبت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں' اور ﴿مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ کا حوالے دیتے ہیں اور بعض اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ بہر کیف اگر اس کی نسبت اللہ کی طرف ہے تو یہ نام ازل سے ہے۔ جیسے اسلام دین فطرت ہے۔ ایسے ہی مسلم نام ہے۔ جب اللہ کا نظام جو سب کائنات کے لیے ہے' اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾

تو اس نظام کے اندر رہنے والے کا نام مسلم ہی ہو سکتا ہے اور یہی اللہ کا تسمیہ ہے۔ اللہ کے نظام میں جو بھی پیدا ہوتا ہے وہ تکوینی طور پر مسلم ہی پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ)) [1]

---

[1] (صحیح البخاری' کتاب الجنائز ' باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ؟ و هل یعرض الصبی الاسلام ص 105-106 رقم 1358-1359.. صحیح مسلم' کتاب القدر ' باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة و حکم موتی اطفال الکفار واطفال المسلمین' ص 1141 رقم 22.. مسند الحمیدی 'باب الجهاد ' ص 311 رقم 1113.. مسند احمد 347/2' رقم 8357 .. ارواء الغلیل 49/5-50 رقم 1220)

یعنی جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے' وہ فطرت الٰہی یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی' عیسائی' یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[30:الروم :30]

یعنی جس فطرت پر اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے' اس پر پکے رہو' اس کو تبدیل نہ کرو وہ فطرت ہی دین حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ مسلم ایک فطری نام ہے۔ ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ سے یہ فطری نام ہی مراد ہے۔ ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کہنے سے اسم با مسمیٰ بننے کی ترغیب ہے۔ جس کی وضاحت ﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ﴾ نے کر دی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے تمھیں تکوینی طور پر مسلم پیدا کیا ہے تو اب تم اپنے عمل سے بھی مسلم بن کر دکھاؤ۔ جب انسان دنیا میں آجاتا ہے پھر جیسا بننا چاہتا ہے ویسا ہی مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ ویسا ہی اس کا نام رکھتا ہے۔ اگر اس کا اپنا مذہب اور اس کا نام اللہ کے دین کے مطابق ہوتا ہے وہ صحیح مسلم ہوتا ہے ورنہ گمراہ۔ اگر اس نے اسلام کی حقیقت کو سمجھ لیا ہوتا ہے تو وہ ایسا مذہب پسند کرتا ہے اور اس کا ایسا نام رکھتا ہے' جو اصل اسلام کو واضح کرتا ہے اور اسی حقیقت کا آئینہ دار ہوتا ہے' جیسا کہ مذہب اہل سنت' یا اہل حدیث۔ اگر وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھتا تو وہ کوئی غیر اسلامی نام تجویز کرتا ہے۔ مختلف شخصیتوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے یا غلط قسم کے نام رکھنے والے اگر اسلام کی حقیقت کو سمجھتے تو کبھی ایسے نام نہ رکھتے۔ اس ناسمجھی سے ہی کوئی حنفی بن گیا' کوئی شافعی' کوئی دیوبندی بن گیا' کوئی بریلوی اور کوئی شیعہ بن گیا۔ کوئی خارجی۔ غرض یہ کہ کوئی کچھ بن گیا' کوئی کچھ بن گیا۔ یہ نہ دیکھا کہ اسلام کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ اگر وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھتے ہوتے تو کبھی اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور طرف نسبت نہ کرتے۔ حقیقت ہی کی پیروی ہے تو اپنی نسبت اپنے نبی ﷺ کی طرف ہی رکھتے۔ محمدی کہلاتے' یا اہل سنت کہلاتے یا اپنے اصل قرآن و حدیث کی طرف نسبت کر کے اہل حدیث کہلاتے۔ حنفی' وہابی وغیرہ کچھ نہ کہلاتے۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں کہ مسلم کے بعد اور کوئی نام نہیں ہونا چاہیے' میں کہتا ہوں اور نام کے بغیر تو چارہ ہی نہیں۔ آپ کی یہ بات تو ایسی ہی بے وقوفی کی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب اللہ نے انسان نام رکھ دیا تو اب انسان کے بعد کوئی اور نام رکھنا ہی نہیں چاہیے۔ حال آنکہ جب کوئی انسانی بچہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ مسعود صاحب! جب انسان مختلف ہیں تو نام مختلف کیوں نہ ہوں گے۔ اسی طرح جب مذاہب مختلف ہیں تو نام مختلف کیوں نہ ہوں گے۔ جب مذہب مختلف ہوگا تو نام کو مختلف ہونا یقینی ہے۔ جب حقیقت بدلے گی تو نام ضرور بدلے گا۔ بلکہ حقیقت تو درکنار معمولی سا رنگ بدل جانے سے بھی نام بدل جاتا ہے۔ ہر رنگ کا نام مختلف ہے۔ مسعود صاحب! مسمیٰ مختلف ہو اسم وہی رہے وہ کون سا فلسفہ ہے؟ مسمیات کے ساتھ اسما کا بدلنا تو قدرتی ہے۔

مسعود صاحب! اگر آپ کہیں نام وہ لوگ رکھیں جو اختلاف کر کے نیا فرقہ بنائیں' ہم جو اصل اسلام پر ہیں تو ہم "مسلم" کے سوا اور کوئی نام کیوں رکھیں؟ ہمیں وہی نام رکھنا چاہیے جو اللہ نے رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں پھر آدم علیہ السلام کا نام آدم کیوں رکھا گیا؟ نام ان کے رکھے جاتے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ آدم علیہ السلام جو اصلی اور پہلے انسان تھے ان کا نام تو انسان ہی رہنے دیا جاتا' ان کا نام تو آدم نہ رکھا جاتا' لیکن ہوا یہ کہ آج دنیا میں فقط انسان نام کا کوئی بھی نہیں۔ حتیٰ کہ پہلے انسان کا نام بھی آدم (علیہ السلام) ہے۔ اللہ کے رکھے ہوئے نام انسان پر اکتفا کسی نے بھی نہیں کیا۔ اب سب انسان بھی ہیں لیکن ان کے نام اور بھی ہیں۔ انسان نام اللہ نے رکھا' دوسرے نام لوگوں نے خود رکھے۔ اسی طرح مسلم نام اللہ نے رکھا ہے' باقی نام خود لوگوں نے۔ کیوں کہ اسلام دین ہے اور وہ اللہ کا نظام ہے جو ساری کائنات کے لیے ہے۔ اسی لیے دین کا نام اللہ نے رکھا ہے باقی مذاہب ہیں۔ مذاہب کے نام لوگوں نے خود رکھے ہیں۔ اس نام رکھنے میں لوگوں کا امتحان ہے۔ اسی لیے اللہ نے مذہب کا نام خود نہیں رکھا۔ دین کا نام خود رکھا ہے۔ لوگوں کے نام خود رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ آیا ان کا مذہب اللہ کے دین کے مطابق ہے یا نہیں۔ اسی لیے اللہ نے نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ ہر فرقہ اپنا نام خود تجویز کرتا ہے۔ مسلم نام پر اکتفا کوئی بھی نہیں کرتا۔

مسعود صاحب! آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ نام سے فرقہ بنتا ہے۔اس لیے مسلم کے سوا کوئی نام نہیں رکھنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں نام سے کوئی فرقہ نہیں بنتا بلکہ فرقہ سے نام بنتا ہے۔ پہلے فرقہ بنتا ہے پھر نام رکھا جاتا ہے۔اس لیے نام رکھنا جرم نہیں بلکہ فرقہ بنانا جرم ہے۔ مسعود صاحب! آپ ہی بتائیں کہ پہلے فرقہ بنتا ہے یا پہلے نام رکھا جاتا ہے۔ پہلے بچہ پیدا ہوتا ہے یا پہلے نام رکھا جاتا ہے ؟علیحدگی کا تصور ہوگا تو علیحدگی نام ہوگا۔ پہلے اختلاف ہوتا ہے اور پھر وہ اختلاف علیحدگی کی شکل اختیار کرتا ہے۔ پھر نام اختیار کیا جاتا ہے۔ تاکہ امتیاز ہو اور یہی نام لوگوں کے اصل مذہب کی عکاسی کرتا ہے۔ زبان سے مسلم ہونے کا دعویٰ ہر ایک ہی کرتا ہے' لیکن اس کا اپنا مذہب اور اس مذہب کا نام اس کے اسلام کی قلعی کھولتا ہے کہ وہ کیسا ہے ؟ اصلی ہے یا نقلی ؟ کھرا ہے یا کھوٹا؟ اللہ کی منشا کے مطابق ہے یا اس کی اپنی مرضی کے مطابق ؟ اس لیے اپنے پسند کردہ مذہب کا خود نام رکھنا ضروری ہے۔ فقط مسلم نام ہی کافی نہیں۔ مسلم تو نام فطرت ہے۔ اس میں انسانی کدوکاوش' پسند وناپسند کا کوئی دخل نہیں۔ یہ تو سب کے لیے ہے' کیوں کہ یہ اللہ نے رکھا ہے اور سب کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ لیکن چوں کہ دنیا میں اللہ کو امتحان لینا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [18:الکھف:29]

حال آنکہ اللہ نے پیدا سب کو مسلم ہی کیا ہے' لیکن وہ کہتا ہے جس کی مرضی مومن بنے' جس کی مرضی کافر' کیوں کہ اس کو تو امتحان لینا ہے اور امتحان نام میں بھی ہے اور کام میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار دیا ہی امتحان کے لیے ہے کہ وہ جو مرضی نام رکھے' جو مرضی کام کرے۔ اگر اللہ کو ناموں میں امتحان نہ لینا ہوتا تو اللہ جب کسی بچے کو پیدا کرتا تو نام سمیت پیدا کرتا' لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایک نام تو اللہ نے رکھ دیا' دوسرا نام انسانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی مرضی سے رکھیں۔ خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کون عبداللہ نام رکھتا ہے اور کون عبدالرسول۔ کون اللہ بخش بنتا ہے اور کون نبی بخش۔ اسی طرح ایک نام اللہ نے مسلم رکھ دیا جو اللہ کے دین کا نام ہے' ان کے مذہب کا نام ان کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ خود رکھیں ان میں ان کا امتحان ہے۔ لہٰذا آج اس افتراق کے زمانے میں جو اپنا نام "مَا اَنَا

عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ" کے مطابق رکھتے ہیں وہ پاس ہیں اور جو اس کے خلاف رکھتے ہیں وہ فیل ہیں۔ آپ اہل حدیث نام کا دوسرے ناموں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ آپ کو اہل حدیث نام سے ہی معلوم ہو جائے گا کہ سوائے اہل حدیث کے اسلام کی حقیقت کو کسی نے بھی نہیں سمجھا۔ کسی نے محمدی نسبت سے انکار کر دیا' حال آنکہ اس کے بغیر اسلام پورا ہی نہیں ہوتا۔ کسی نے محمدی نسبت کا انکار تو نہیں کیا لیکن ساتھ ہی غیر نبی کی طرف منسوب ہو گئے 'کوئی حنفی بن گیا' کوئی شافعی' کوئی شیعہ بن گیا' کوئی خارجی۔ اس حقیقت کو صرف اہل حدیث نے ہی سمجھا۔ نسبت بھی نبی سے رکھی اور پیروی بھی اس کی کی۔ نہ اس سے نسبت رکھے بغیر چارہ نہ اس کی پیروی کیے بغیر گزارہ۔ اسی لیے وہ اہل حدیث کہلاتے ہیں اور نبی کی حدیث کے مطابق سنت پر عمل کرتے ہیں۔

مسعود صاحب! آپ کہتے ہیں مسلم کے بعد کوئی نام رکھنا جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں کیا اللہ ناموں میں امتحان نہیں لیتا۔ اگر لیتا ہے تو پھر نام رکھنا جائز کیوں نہیں۔ مسلم نام میں جو اس نے رکھا ہے مسلمانوں کا امتحان ہے نہ امتیاز اس مقصد کے لیے یقیناً اور نام کی ضرورت ہے جس سے ہر ایک مذہب کا پتا چلے۔ ہر ایک کے پسندیدہ مذہب کا پتا اس کے رکھے ہوئے مذہبی نام اور عنوان سے ہی لگ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اہلِ حق نے کبھی مذہبی نام رکھنے کو برا نہیں جانا۔ سب اہل حق وباطل اپنی اپنی جماعتوں کے نام خود ہی رکھتے آئے ہیں۔ فقط مسلم نام پر اکتفا کسی نے نہیں کیا۔ اپنے پسندیدہ مذہب کا توضیحی نام ہر ایک نے رکھا۔

مسعود صاحب! اگر آپ کہیں پھر صحابہ نے اپنا وضاحتی نام کیا رکھا۔ میں کہتا ہوں ان کا وضاحتی نام "صحابہ" تھا۔ آپ ہی بتائیں کیا صحابہؓ امتیازی اور وضاحتی نام نہیں۔ کیا صحابہ کا لفظ یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ سب کا ساتھ چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھی بنے۔ اور نبی کا ساتھ دینا ہی اصل اسلام ہے۔ نبی کی زندگی میں نبی کی ذات کا ساتھ دے کر زندگی کے بعد اس کی بات کا ساتھ دے کہ زندگی میں ساتھ دینے والوں کو صحابی کہتے ہیں۔ زندگی کے بعد ساتھ دینے والوں کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ مسعود صاحب اگر آپ حقیقت کو سمجھ جائیں تو کبھی یہ سوال نہ کریں کہ اہل حدیث کا نام قرآن وسنت میں دکھاؤ۔ ایسے نام جن میں ہمارا

امتحان ہو وہ ہمارے رکھنے کے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ رسول نہیں رکھا کرتے۔ اس لیے ان کے قرآن و حدیث میں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسعود صاحب اہل حدیث کا نام قرآن و حدیث میں ہونا اس لیے بھی نہیں بنتا کہ یہ لقب ہے اور لقب عام طور پر والدین نہیں رکھا کرتے۔ یہ بعد میں پڑتا یا مشہور ہوتا ہے۔ جب کہ کوئی وصف بالفعل موجود ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام ''اہل کتاب'' بعد میں مشہور ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں وہ لوگ اس نام سے مشہور نہ تھے۔ اگرچہ وہ اہل کتاب پہلے بھی تھے کیوں کہ ان کو کتاب مل چکی تھی۔ مسعود صاحب! یہ آپ کی بہت بڑی نادانی ہے کہ آپ اہل سنت 'اہل حدیث ناموں کے قلب کو بھی مانتے ہیں اور پھر یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ یہ نام قرآن و حدیث میں دکھاؤ۔ حال آنکہ لقب اس وقت شہرت پکڑتا ہے جب کوئی وصف نمایاں ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حدیث کی یہ صورت جو آج ہے کہاں تھی۔ یہ صورت تو آپ کی زندگی کے بعد جب کہ احادیث کی تدوین ہوئی پیدا ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو آپ کی ذات امتیاز تھی۔ آپ کا ساتھ دینے والے مسلمان باقی سب کافر۔ آپ کی زندگی کے بعد آپ کی بات امتیاز ہو گئی جو آپ کی بات مانے وہ مسلم' باقی سب غیر مسلم۔ جوں جوں فرقوں کا زور ہوتا گیا حق کا معیار آپ کی سنت اور احادیث بنتا گیا۔ اس طرح اہل سنت 'اہل حدیث نام مشہور ہوتے گئے۔ اگرچہ صحابہ بھی اہل سنت 'اہل حدیث ہی تھے کیوں کہ وہ نبی کی سنت اور حدیث پر عمل کرتے تھے' لیکن جتنے یہ نام بعد میں مشہور ہوئے اتنے صحابہ کے زمانے میں مشہور نہ تھے۔ نہ اس طرح فقہیں مرتب تھیں' نہ اتنے فرقے تھے کہ امتیاز کے لیے ان ناموں کی ضرورت ہوتی' لیکن ان ناموں کے مشہور نہ ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ نام اس وقت نہ تھے۔ ان ناموں کا تعارف تھا جیسا کہ آنے والے حوالوں سے واضح ہوگا' لیکن ان ناموں کی اتنی شہرت نہ تھی۔

مسعود صاحب! آپ کا یہ سوال کہ اپنا نام قرآن و حدیث میں دکھاؤ بالکل بوگس ہے اور آپ کی بے عقلی کی دلیل ہے' لیکن اس سے ہمارے وہ اہل حدیث بڑے پریشان ہوتے ہیں جنھوں نے یہ نام ورثہ میں پایا ہے خود نہیں کمایا۔ جنھوں نے اس کی حقانیت پر کبھی غور نہیں کیا۔ بعض اس کو قرآن و حدیث میں تلاش کرتے ہیں اور کوشش کر کے بڑے حوالے دیتے

ہیں۔ اگرچہ ان حوالہ جات سے تو یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ نام اور یہ جماعت دونوں شروع ہی سے ہیں اور مسلسل چلے آ رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ)) ❶ کی مصداق یہی جماعت ہے جس کے تحت پہلے اہل حدیث صحابہ تھے۔ آخری امام مہدیؒ اور عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے امتیازی نام اہل حدیث' اہل سنت اور محمدی وغیرہ خود اللہ رسول نے رکھے ہیں۔ ان ناموں کے اشارے اور اشاروں میں بشارتیں تو موجود ہیں لیکن صراحتاً اللہ رسول نے یہ نام رکھے نہیں۔ کیوں کہ مذہب کا کوئی خاص نام رکھنا حکمت کے خلاف تھا جس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔ ان ناموں کی مثال حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کی مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نام لے کر حضرت ابوبکر کو تو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا کیوں کہ یہ حکمت کے خلاف تھا' لیکن مختلف طریقوں سے بتلا دیا کہ میرے بعد خلیفہ یہی ہوں گے۔

جیسے نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا' اپنے مصلے پر کھڑا کر کے اشارہ فرما دیا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے بلکہ ((يَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلاَّ اَبَابَكْرٍ)) ❷ کہہ کر کسی اور کے خلیفہ بننے کا امکان ہی ختم کر دیا۔ اسی طرح رسول ﷺ نے مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ناجی فرقے کا کوئی نام تو نہیں رکھا مگر ((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ)) کہہ کر اہل سنت والجماعت نام کی طرف اشارہ کر دیا۔ قرآن مجید میں اس قسم کا اشارہ پہلے موجود تھا۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾[النساء:4:115]

یعنی نبی کی سنت اور صحابہ کی راہ کے سوا گمراہی ہی گمراہی ہے۔ اسی طرح احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے تعریف کے انداز میں اہل حدیث نام کی طرف اشارے فرما دیے

---

❶ (بخاری ' کتاب الاعتصام ' باب قول النبی ﷺ لاتزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق يقاتلون و هم اهل العلم ص 609 رقم :7311)

❷ (مسلم: كتاب الفضائل ' باب من فضائل ابی بكر ' رقم:11)

چنانچہ فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَءً سَمِعَ مِنَّا حدیثا)) ❶

((یَاْتِیْ اٰخِرَ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ وَالْحَدِیْثَ اِذَا جَاءُوْکُمْ فَادْنُوْھُمْ وَ اَکْرِمُوْھُمْ وَحَدِّثُوْھُمْ)) ❷

((فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ الَّذِیْنَ یُحِیُّوْنَ سُنَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا عِبَادَ اللّٰہِ)) ❸

((اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ حَدِیْثِیْ وَ سُنَّتِیْ یُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ)) ❹

بلکہ ان کے ساتھ حضرت ابو سعید خدریؓ والی روایت کو بھی ملایا جائے تو معنی صحیح ہیں اگرچہ سنداً ضعیف ہے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیث نام کی پیشگوئی بھی فرمادی تھی کہ اس نام کی ایک جماعت ہوگی جس کا معمول میری حدیث ہوگی' لیکن اس نام کا خود آپ نے تعین نہیں فرمایا جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ یہ نام خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا ہے۔

مسعود صاحب! حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص نام پر زور نہیں دیا کہ یہی ایک نام رکھنا آپ نے اصل زور راستے پر دیا ہے کہ راستہ صحیح رکھنا' جیسے میرا ہے۔ اس کی مناسبت سے نام خواہ کوئی بھی ہو۔ قرآن بھی ﴿فَاتَّبِعُوْا وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ کہہ کر راستہ پر ہی زور دیتا ہے کہ راستہ سیدھا ہو۔ نام کا تعین نہیں کرتا۔ مسعود صاحب! یہ الٹی بیماری تو آپ کو لگی ہے کہ آپ نام پر زور دیتے ہیں اور نام بھی وہ جس میں حد درجہ کا ابہام ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نام صرف ایک مسلم ہو اور کوئی نہ ہو۔ مسعود

---

❶ (سلسلة الاحاديث الصحيحة 689/1 رقم 404.. مسند احمد 183/5 رقم 21080 عن زيد بن ثابتؓ و ايضا مسند 82/4 رقم 16312 عن جبير بن مطعمؓ)

❷ (المحدث الفاصل بين الراوى والواعى' لعبدالرحمٰن دامهرمزى ص 176 رقم 22)

❸ (ترمذى' كتاب الايمان' باب ما جاء ان الاسلام بدا غريبا ... الالماع' لقاضى عياض ص 19... معالم الايمان لدباغ 93/1... جامع بيان العلم ابن عبدالبر 120/2)

❹ (سلسلة الاحاديث الضعيفة 247/2)

صاحب! آپ کے نزدیک معیار حق صرف نام ہے راہ نہیں۔ اللہ رسول کے نزدیک معیار حق راہ ہے نام نہیں۔ اس لیے آپ نے راہ کا کوئی نام مقرر نہیں کیا۔ حدیث ((لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلاَّ اِسْمُهٗ)) نے رسمی نام کی قلعی کھول بھی دی کہ فقط مسلم نام کوئی چیز نہیں' اصل چیز راہ ہے' جس پر چلنا ہے' لیکن آپ کی سمجھ میں نہ آیا۔ آپ کی رٹ وہی رہی کہ نام صرف ایک' مسلم۔

مسعود صاحب ذیل میں ہم چند وہ حوالے نقل کرتے ہیں جن سے آپ کے وہ تمام اعتراضات رفع ہو جائیں جو آپ اہل حدیث پر کرتے ہیں۔

1-- تلویح شرح توضیح میں ہے: وَ عَلَيْهِ عَامَّةُ اَهْلُ الْحَدِيْثِ وَالشَّافِعِيَّةِ عام اہل حدیث اور شوافع کا مذہب ہے۔

2-- ابن ہمام حنفی اپنی کتاب "فتح القدیر" میں جگہ جگہ اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں' پہلی جلد میں ہی مندرجہ ذیل صفحات پر اہل حدیث کا ذکر موجود ہے۔

صفحہ نمبر 282,115,90,22 -- تاریخ 758ھ میں لکھی گئی۔ ابن ہمام 861ھ میں فوت ہوئے۔

3-- شامی جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس میں ہے:

حُكِيَ اَنَّ رُجلاً مِّنْ اَصْحَابِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ خَطَبَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِنْتَهٗ فِيْ عَهْدِ اَبِيْ بَكْرِ الْجَوْزَجَانِيْ فَاَبٰى اِلاَّ اَنْ يَّتْرُكَ مَذْهَبَهٗ' فَيَقْرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ الْاِنْحِنَاءِ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ فَاَجَابَهٗ وَ زَوَّجَهٗ'

ابوبکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے لڑکی کا رشتہ مانگا' اہل حدیث نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ اپنا حنفی مذہب چھوڑ کر امام کے پیچھے قراءت کرنے لگ جائے اور رفع الیدین کرنے لگ جائے اور اسی طرح دیگر مسائل میں بھی اہل حدیث بن جائے۔ اس حنفی نے یہ بات مان لی۔ اس اہل حدیث نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔

4-- اسی شامی میں ہے:۔

قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ هٰذَا لَمْ يَقُلْ بِهٖ اِلاَّ الشَّافِعِيُّ وَ عَزَاهُ اِلٰى جَمْهُوْرِ اَهْلِ

الْحَدِيْثِ

اس کے قائل صرف امام شافعی ہیں اور اس کو جمہور اہل حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مسعود صاحب ان چاروں حوالوں کو دیکھیں۔ کیسے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث، حدیث کے علما کو ہی نہیں کہتے بلکہ اہل حدیث ایک مذہب ہے جو امام شافعی سے بھی پہلے کا ہے اور آپ کا یہ کہنا بڑا جھوٹ ہے کہ اہل حدیث جماعت ہندوستان میں بنی ہے۔

5-- مسعود صاحب! کیا امام بخاری کے رسالے جزء رفع الیدین، جزء القراءۃ اور امام بیہقی کی کتاب القراءۃ اس بات کی دلیل نہیں کہ اہل حدیث ایک مستقل مذہب ہے جس کے مخصوص مسائل ہیں جب ہی ان ائمہ حدیث نے رفع الیدین قراءۃ خلف الامام اور وتر وغیرہ اختلافی مسائل پر اپنے مذہب کی تائید میں رسالے لکھے۔

6-- شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ مَنْ لَه' خُبْرَةٌ اِنَّ اَهْلَ الْحَدِيْثِ مِنْ اَعْظَمِ النَّاسِ بَحْثًا عَنْ اَقْوَالِ النَّبِيِّ وَ طَلَبًا لِعِلْمِهَا وَ اَرْغَبُ النَّاسِ فِيْ اِتِّبَاعِهَا فَهُمْ فِيْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ كَاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ اَهْلِ الْمِلَلِ

اہل علم جانتے ہیں کہ اہل حدیث احادیث رسول میں سب سے زیادہ غور کرنے والے اور سب سے بڑھ کر آپ کے علم کے طالب ہیں۔ وہ اتباع رسولؐ میں سب سے زیادہ رغبت کرنے والے اور ہوئی و ہوس کی اتباع سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے ہیں۔ اہل حدیث مسلمان فرقوں میں ایسے ہی ہیں جیسے اہل ادیان میں اہل اسلام۔

7-- منہاج السنہ میں ہی وہ لکھتے ہیں:

وَ لِهٰذَا لَمَّا صَنَّفَ الْاَشْعَرِیُّ كِتَابَه' فِي الْمَقَالَاتِ ذَكَرَ اَوَّلاً مَقَالَتَهُمْ وَ خَتَمَ بِمَقَالَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيْثِ وَ ذَكَرَ اَنَّه' بِكُلِّ مَا ذَكَرَ مِنْ اَقْوَالِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ وَ اِلَيْهِ يَذْهَبُ

امام اشعری نے جب اپنی کتاب مقالات پر تکمیل کی تو اہل سنت اور اہل حدیث کے

مقالہ پر کتاب کو ختم کیا اور ذکر کیا کہ میرا مذہب وہی ہے جو اہل سنت 'اہل حدیث کا ہو۔

8-- منہاج السنہ ہی میں وہ لکھتے ہیں:

وَمِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيْمٌ مَعْرُوْفٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللهُ اَبَاحَنِيْفَةَ وَ مَالِكًا وَالشَّافِعِيَّ وَاَحْمَدَ فَاِنَّه' مَذْهَبُ الصَّحَابَةَ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

اہل سنت والجماعت کا ایک ایسا مذہب بھی ہے جو قدیم اور معروف ہے اور امام ابو حنیفہؒ 'امام مالکؒ 'امام شافعیؒ 'امام احمد بن حنبلؒ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور وہ صحابہ کا مذہب ہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے لیا۔ جو اس مذہب کا یعنی اہل حدیث کا مخالف ہو وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔ مسعود صاحب امام ابن تیمیہ کے تینوں حوالوں سے یہ تین باتیں واضح ہیں۔

(1) اہل حدیث سب سے قدیم مذہب ہے (2) صحابہؓ کا بھی یہی مذہب تھا (3) اہلحدیث کا مخالف بدعتی ہے۔

مسعود صاحب! اب آپ سوچ لیں کہ آپ کون ہیں جو اہل حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

9-- مسلم شریف کی شرح میں امام نووی قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا اَهْلُ الْحَدِيْثِ فَلَا اَدْرِىْ مَنْ هُمْ قَالَ الْقَاضِى عِيَاضُ اِنَّمَا اَرَادَ اَحْمَدُ اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ مِن يَّعْتَقِدُ مَذْهَبَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ [1]

امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر وہ جماعت جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کی ہے 'اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہوں گے۔ یعنی وہ

---

[1] (صحیح مسلم مع الشرح النوری 67/13 کتاب الامارۃ ' باب قولہ ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق)

اہلحدیث ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ قاضی عیاض کی اہل حدیث سے مراد صرف محدثین نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت اور مذہب اہل حدیث رکھنے والے سب ہیں۔ مسعود صاحب دیکھیں اس حوالے میں کیسے آپ کے تمام اعتراضات کی تردید ہے۔ دیدہ باید۔

امام مسلم، مسلم شریف کے مقدمہ میں ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں:

عَنْ اِبْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْاسَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدْعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ ❶

یعنی پہلے روایت حدیث میں سند نہیں پوچھی جاتی تھی۔ جب فتنوں کا دور شروع ہو گیا تو سند کا سوال پیدا ہونے لگا کہ اس کا راوی کون ہے؟ اگر وہ اہل سنت ہے تو پھر اس کی روایت لی جائے گی ورنہ نہیں۔ محمد بن سیرین کا زمانہ صحابہ کا زمانہ ہے۔ وہ 33ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد میں پیدا ہوئے اور بڑے بڑے صحابہ سے روایات لیں۔

11۔۔امام ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبیؒ کا قول نقل کرتے۔ امام شعبی وہ تابعی ہیں جنھوں نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا۔ وہ فرماتے ہیں:

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِی مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا حَدَّثْتُ اِلاَّ مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْحَدِيْثِ. ❷

اگر مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتا تو میں وہی احادیث بیان کرتا جن پر اہل حدیث کا اجماع ہے۔

12۔۔امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ﴾ [3: آل عمران: 106] کے تحت لکھتے ہیں: یعنی

يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعِ وَالْفِرْقَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ❸

---

❶ (مقدمہ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین)

❷ (سیر اعلام النبلاء 313/4) ❸ (تفسیر ابن کثیر 419/3)

عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن اہل سنت والجماعت کے چہرے نورانی ہوں گے اور اہل بدعت اور اہل فرقہ کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔

13--امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ [17:الاسراء:71] کے تحت لکھتے ہیں:

وَ قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ هٰذَا اَكْبَرُ شَرَفٌ لِّاَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِاَنَّ اِمَامُهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ❶

بعض سلف کا کہنا ہے کہ اہل حدیث کے لیے یہ بڑے شرف کی بات ہے کہ ان کو نبی ﷺ کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ ان کے امام صرف وہی ہیں۔

14--مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ عَلَامَاتِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقَالَ اَنْ تُحِبَّ الشَّيْخَيْنِ وَ لَا تُطْعِنْ الْخَتَنَيْنِ وَتَمْسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ

یعنی انس بن مالکؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی کیا علامات ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ تو ابو بکرؓ و عمرؓ سے محبت رکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں پر طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح کرے۔ یہ اہل سنت والجماعت کی علامتیں ہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث نام رکھنا بدعت نہیں۔ یہ نام صحابہؓ کے زمانے میں بھی متعارف تھے۔

15--عرب کے مشہور سیاح الامام بشاری مقدسی جو 375ھ میں ہندوستان آئے وہ صوبہ سندھ کے شہر منصورہ کے حالات میں اپنی کتاب ”احسن التقاسیم“ میں لکھتے ہیں: ”یہاں کے اکثر مسلمان اہل حدیث ہیں“۔

16--عبدالقادر بن طاہر تمیمی البغدادی جو پانچویں صدی ہجری کے مؤرخ اور

---

❶ (تفسیر ابن کثیر 59/3)

محدث ہیں لکھتے ہیں: "الجزیرہ' شام' ایران' آذربائیجان' افریقہ' اندلس اور یمن وغیرہ ممالک میں اکثر اہل حدیث آباد تھے۔

17-- تاریخ فرشتہ میں سلطان محمود غزنوی کے حالات میں لکھا ہے کہ سلطان محمود نے سہل بن سلیمان معلوکی جو اہل حدیث کے اماموں میں سے تھے' ایک خاں کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔

ان تاریخی حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث جماعت ہندوستان میں نہیں بنی جیسا کہ بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں بلکہ یہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شروع شروع میں سارے مسلمان اہل حدیث تھے۔ پھر جوں جوں فتنے بڑھتے گئے' زمانہ گزرتا گیا۔ لوگ گمراہ ہو ہو کر مذہب اہل حدیث چھوڑتے گئے۔ حتی کہ اہل حدیث کم ہوتے گئے۔ جوں جوں پیچھے کو خیر القرون کی طرف جائیں اہل حدیث زیادہ نظر آئیں گے۔ جوں جوں ادھر کو فتنوں کی طرف آئیں اہل حدیث کم ہوتے جائیں گے۔ حتی کہ آج اہل حدیث بہت کم ہیں' لیکن جو سچے اور پکے ہیں اللہ کے نزدیک صحیح مسلم وہی ہیں۔

مسعود صاحب! مندرجہ بالا حوالہ جات میں آپ کے تمام اعتراضات کے جوابات ہیں۔ رہ گیا آپ کا بار بار یہ کہنا کہ اہل حدیث نام قرآن و حدیث میں دکھاؤ تو یہ آپ کی ضد اور جہالت ہے ورنہ کسی نام کے جائز اور اچھا ہونے کے لیے قطعی ضروری نہیں کہ وہ نام قرآن و حدیث میں بھی ہو۔ نہ قرآن و حدیث مطالبہ کرتے ہیں' نہ ائمہ میں سے کبھی کسی امام اور عالم نے ایسا مطالبہ کیا۔

مسعود صاحب! ٹھنڈے دل سے سوچیں اور سمجھیں کہ اہل حدیث ایک لقب ہے اور لقب' خطاب' کنیت' عرف اور تخلص وغیرہ ناموں کے لیے ضروری نہیں کہ یہ بھی والدین ہی رکھیں۔ یہ نام لوگ خود بھی رکھ لیتے ہیں اور بھی رکھ دیتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کسی وصف سے کئی نام ایسے پڑ جاتے ہیں کہ پتا بھی نہیں لگتا۔ اگر اہل حدیث لقب اللہ رسول نے خود نہیں رکھا تو یہ بات کوئی قابل اعتراض نہیں۔ ایسا مطالبہ کرنا کہ اہل حدیث لقب قرآن و حدیث میں دکھاؤ۔ لقب اور خطاب وغیرہ کی حقیقت کو نہ جاننا ہے۔

مسعود صاحب! بات تو یہ بالکل سیدھی ہے' لیکن یہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتی اور سیدھی بات الٹی سمجھ میں آتی بھی نہیں۔ اس لیے آپ یہی مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ اہلحدیث نام قرآن وحدیث میں دکھاؤ۔ اب ہم آپ کو اس طریقے سے سمجھاتے ہیں' جس طریقے کے آپ لائق ہیں۔

مسعود صاحب! آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا آپ کسی طرح سے بی۔ایس سی ہو گئے۔ اب آپ صرف مسعود نہیں بلکہ مسعود بی۔ ایس سی ہیں اور اسی نام سے متعارف ہیں۔ آپ میں اور آپ کے شقیق مسعود عثمانی میں یہی فرق ہے کہ آپ بی۔ایس سی ہیں اور وہ ایم۔بی۔بی۔ایس ہیں۔

مسعود صاحب! جب آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا تھا تو آپ بی۔ایس سی کیوں ہو گئے۔ کیا آپ کو صرف مسعود نام پسند نہ آیا' جو آپ بی۔ایس سی بن گئے۔ اب آپ یا تو اپنے نام مسعود بی۔ ایس سی کا ثبوت اپنے والدین سے دیں ورنہ تسلیم کریں کہ جیسے آپ ہمیں بدعتی اور گمراہ بتاتے ہیں کیوں کہ ہم نے اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا ہے' آپ بھی فارمی اور قلمی ہو گئے ہیں کیوں کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ بی۔ایس سی لگا لیا ہے۔ مسعود صاحب! جب آپ نام مسعود بی۔ایس سی کا ثبوت اپنے والدین کے حوالے سے نہیں دے سکتے کیوں کہ بی۔ایس سی ایک ڈگری اور خطاب ہے جو والدین نہیں دیا کرتے تو آپ ہم سے یہ مطالبہ کیوں کرتے ہیں کہ اپنے لقب "اہل حدیث" کا ثبوت اللہ اور رسول کے حوالے سے دیں اور یہ دکھائیں کہ یہ نام بھی انھوں نے ہی رکھا ہے۔ پہلے آپ اپنی ڈگری بی۔ایس سی کا ثبوت اپنے والدین سے دیں پھر ہم سے نام اہل حدیث دکھانے کا مطالبہ کریں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔

مسعود صاحب! جماعت المسلمین کا اب آپ کو ایسا خبط ہو گیا ہے کہ اب آپ سوچتے سمجھتے کچھ نہیں' اعتراض ہی کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں جان بھی ہے یا نہیں۔ مسعود صاحب اگر آپ سمجھ والے ہوتے تو جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت نہ بناتے۔ کیوں کہ مسلمانوں میں کوئی جماعت بنانا کوئی عقل مندی نہیں۔ یہ ایسی ہی بے عقلی

کی بات ہے جیسے کوئی پاکستان میں پاکستانیوں کی جماعت بنائے۔ کسی غیر ملک میں پاکستانیوں کی جماعت بنانا تو بنتا بھی ہے کیوں کہ وہاں غیر پاکستانی بھی ہوتے ہیں' لیکن پاکستان میں جہاں سارے پاکستانی رہتے ہوں پاکستانیوں کی جماعت بنانے کی کیا تک ہے؟ اسی طرح کافروں کے مقابلے میں جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانا تو صحیح ہو سکتا ہے' لیکن مسلمانوں میں جماعت المسلمین نام کی جماعت بنانے کے کیا معنی؟ مسعود صاحب! اول تو آپ نے یہ غلطی کی کہ جماعت المسلمین نام کی جماعت بنائی دوسرے اب آپ اہل حدیث کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ یہ آپ کی ایسی غلطی ہے جو پہلی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ پہلی سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بے سمجھ اور ناتجربہ کار ہیں لیکن دوسری سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضدی اور متعصب بھی ہیں۔

مسعود صاحب! جب آپ مانتے ہیں کہ دین قرآن و حدیث کا نام ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک حاملین قرآن و حدیث کون رہے ہیں۔ کیا آپ کی جماعت المسلمین جو کل کی پیداوار ہے اس کی دعوے دار ہو سکتی ہے؟ کیا موجودہ تمام فرقوں میں سوائے اہل حدیث کے کوئی ایسا فرقہ ہے جو یہ دعوی کر سکے۔ سوائے اہل حدیث کے جب کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کا مذہب صرف قرآن و حدیث ہو تو آپ اس کل کی بچی جماعت المسلمین کی خاطر اہل حدیث جیسے اہل حق کی مخالفت کر کے اپنی عاقبت کیوں برباد کرتے ہیں؟ کیا آپ کو موت یاد نہیں؟

مسعود صاحب! آپ خوب سمجھ لیں کہ اہل حق صرف اہل حدیث ہیں۔ آپ کی جماعت اہل حق نہیں۔ کیوں کہ یہ 1385ھ میں بنی ہے۔ خیر القرون سے لے کر آج تک اس نام کی کوئی جماعت نمودار نہیں ہوئی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرہ چودہ سال تک اہل حق معدوم اور پھر 1385ھ میں یکایک جماعت المسلمین کے نام سے وجود میں آ جائیں۔ یہ جماعت المسلمین آپ کے لیے بھی فریب ہے اور مسلمانوں کے لیے بھی ایک دھوکا ہے۔

مسعود صاحب! آج اگر آپ کو کچھ اہل حدیث بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں تو اس کا علاج یہ نہیں کہ آپ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنالیں اور جماعت المسلمین بنا کر ایک نئی فتنہ پردازی

کا سامان پیدا کر دیں۔ یہ بگاڑ تو ہر چہار سو ہے۔ یہ بگاڑ اس دنیا کا لازمہ ہے۔ اسی سے تو پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں کو کیسے زوال آیا۔ لوگ حق کو چھوڑ کر کیسے گمراہ ہوئے اور اب کیسے گمراہ ہوتے ہیں۔ اس سے حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لوگوں کے بگڑنے سے مذہب نہیں بگڑا کرتا۔ مذہب انسانوں کا نام نہیں مذہب اصولوں کا نام ہے جو ان مٹ ہوتے ہیں اور پھر یہ محمدی مذہب تو اللہ کی امانت ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اس نے خود اٹھایا ہے کیوں کہ اب کسی نبی کو نہیں آنا۔ مسعود صاحب یہ بگاڑ جو آج آپ کو اہل حدیث میں نظر آرہا ہے اور جس کی وجہ سے آپ اہل حدیث کو برا کہہ رہے ہیں کل کو آپ کو اپنی نو مولود جماعت میں نظر آجائے گا۔ یہ کوئی ان ہونی چیز نہیں۔ صرف اتنی سی بات سے اہل حق سے کٹ جانا حسن عاقبت کی علامت نہیں۔ اس لیے آپ جتنی جلدی ممکن ہو توبہ کر لیں اور سچے پکے اہل حدیث بن جائیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہر مسلمان کو سچا پکا اہل حدیث بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ السلام علیکم۔!

ب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔! کہیے کیسے آنا ہوا؟

ا۔ ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔

ب۔ وہ کیا؟

ا۔ بعض لوگ رکوع کے بعد بھی ہاتھ باندھ لیتے ہیں' یہ کیسا ہے؟

ب۔ یہ ایسا ویسا ہی ہے' یہ کوئی مسئلہ نہیں۔

ا۔ کیا اس کا کوئی ثبوت نہیں؟

ب۔ نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں' اگر کوئی ثبوت ہوتا تو سب کو ہی نظر آتا۔ جب چاند نکل آتا ہے تو سب کو نظر آجاتا ہے۔

ا۔ بشرطیکہ آنکھیں ہوں۔

ب۔ آنکھیں تو ہر اہل حدیث کی ہوتی ہیں' وہ اہل حدیث ہی کیا ہوا جس کی آنکھیں نہ ہوں۔

ا۔ پیر آف جھنڈا صاحب تو کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ب۔ ارے بھائی! وہ ثبوت نہیں' وہ مغالطہ ہے۔ جیسے بعض کو چاند کا دھوکا لگ جاتا ہے اور پھر وہ اس دھوکا کو ہی چاند سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان بزرگوں کو دھوکا لگ گیا ہے اور اب وہ اس دھوکا کو ہی ثبوت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ثبوت نہیں۔ آپ سوچیں اگر کوئی ثبوت ہو تو سارے اہل حدیثوں میں سے ان صاحبان کو ہی نظر آئے باقی عالموں کو نظر نہ آئے۔ کیا اور اہل حدیث عالم نہیں؟ آخر کیا بات ہے جو اوروں کو وہ ثبوت نظر نہیں آتا۔ صرف پیر صاحب اور ان کے چند ساتھیوں کو ہی وہ ثبوت نظر آتا ہے؟

ا۔ وہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا آخر کیا ثبوت دیتے ہیں؟

ب۔ ثبوت کیا دینا تھا قیاس اور استدلال کرتے ہیں۔

ا۔ کوئی صریح حدیث پیش نہیں کرتے؟

ب۔ کوئی حدیث ہو تو پیش کریں۔

ا۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیا کوئی صریح حدیث نہیں ؟

ب۔ اگر کوئی حدیث ہو تو پھر اختلاف کیسا ؟ پھر کون اہل حدیث ہے جو ہاتھ باندھنے سے انکار کرے۔؟

ا۔ کیا کسی صحابی کا بھی کوئی قول یا عمل نہیں ؟

ب۔ ارے بھائی! نہ کسی صحابی کا' نہ کسی تابعی کا' نہ کسی تبع تابعی کا۔ حتیٰ کہ کسی محدث نے بھی اپنی تصنیف میں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

ا۔ پھر یہ لوگ کہاں سے لیتے ہیں ؟

ب۔ لینا کہاں سے تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا' ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں۔ کبھی ((اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ)) کے عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ کبھی "وَرَاَيْتُهُ مُمْسِكًا يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ" ❶ کا سہارا لیتے ہیں۔ کہ اس کا ذکر رکوع کے بعد ہوا ہے۔ لہٰذا رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے ثابت ہو گئے۔ کبھی "فِي الصَّلٰوةِ" کو عام بناتے ہیں۔ کبھی "وَضَعَ كَفَّيْهِ" کو ہاتھ ڈالتے ہیں۔ حال آنکہ ہاتھ کہیں پڑتا نہیں۔

ا۔ آپ کہتے ہیں' ہاتھ کہیں پڑتا نہیں حال آنکہ "اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ" ❷ کا عموم تو بڑی زبردست دلیل ہے۔

ب۔ میرے بھائی اگر یہ زبردست دلیل ہوتی تو کوئی نہ کوئی محدث اس حدیث سے ضرور استدلال کرتا کہ رکوع کے بعد والے قیام میں بھی ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ یہ بھی سنت رسول ؐ ہے۔ لیکن کسی محدث نے اس سے استدلال نہیں کیا۔ اور باب باندھ کر صراحت نہیں کی کہ اس حدیث کے عموم میں رکوع کے بعدوالا قیام بھی شامل ہے اور پھر ساری اُمت کا عمل بھی اس استدلال کے خلاف ہے۔ اگر یہ زبردست دلیل ہوتی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے اہل علم اور اتنے اہل حق کا عمل اس کے خلاف

---

❶ (دارقطنی 289/1 باب فی اخذ الشمال بالیمین فی الصلوۃ)

❷ (نسائی' کتاب الافتتاح' باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ' ص 2144 رقم 888)

ہوتا۔

ا۔ ہاں یہ بات تو ضرور ہے مگر حدیث کے الفاظ بڑے واضح ہیں۔ "اِذَا کَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوۃِ کہ جب بھی آپؐ نماز میں قیام کرتے' ہاتھ باندھتے۔

ب۔ میرے بھائی یہ حدیث پہلے قیام کے بارے میں ہے' دوسرے قیام کے بارے میں نہیں۔ یہی محدثین نے سمجھا ہے اور یہی امت کی اکثریت نے۔ اسی لیے محدثین نے اس کو رکوع کے بعد والے قیام پر فٹ نہیں کیا۔ اسی لیے وہ پہلے قیام میں ہی ہاتھ باندھنے کا ذکر کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ہاتھ باندھنے کی احادیث لاتے ہیں اور دوسرے قیام کے ساتھ ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث نہیں لاتے۔

ا۔ حدیث میں تو پہلے یا دوسرے قیام کا کوئی ذکر نہیں' حدیث تو عام ہے کہ آپؐ جب بھی قیام کرتے ہاتھ باندھتے۔

ب۔ یہی تو میرے بھائی سمجھنے کی بات ہے۔ یہیں سے تو عام لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے۔ اگر اس کے افراد برابر کے ہوں جیسا کہ کلی متواطی کے ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے افراد متساوی نہ ہوں بلکہ متفاوت ہوں جیسا کہ کلی مشکک کے ہوتے ہیں تو خاص فرد مراد ہوتا ہے۔ اب قیام کے دو فرد ہیں۔ ایک رکوع سے پہلے' ایک رکوع کے بعد۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ پہلا قیام اول اولیٰ ہے۔ دوسرا قیام اس کے مقابلے میں بہت ادنیٰ ہے۔ اس لیے جب مطلق قیام کا لفظ بولا جائے گا' تو خاص قیام یعنی پہلا ہی مراد ہوگا۔ دوسرا مراد نہیں ہو سکتا۔ اسی اصول کے تحت محدثین نے " اِذَا کَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوۃِ " سے پہلا قیام ہی مراد لیا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں دوسرے قیام کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ا۔ ہم ان قاعدوں کو نہیں جانتے۔ ہم تو موٹی بات جانتے ہیں کہ حدیث عام ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قیام کرتے ہاتھ باندھتے اور قیام دو ہیں اس لیے دونوں قیاموں میں ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

ب۔ یہ قاعدے تو ہم روز مرہ کی زندگی میں بھی استعمال کرتے ہیں اور عام بھی۔ میں بھی آپ سے موٹی بات کرتا ہوں' آپ بتائیں اہل حدیث کا جلسہ ہو اور کوئی کہے کہ پیر صاحب تشریف نہیں لا رہے تو کون سے پیر صاحب مراد ہوں گے ؟

ا۔ پیر آف جھنڈا ہی مراد ہوں گے اور کون مراد ہو سکتا ہے ؟

ب۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ روپڑی صاحب آ گئے ہیں تو کون مراد ہو گا ؟

ا۔ حافظ عبدالقادر ہی مراد ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے ؟

ب۔ اب آپ ہی بتائیں' آپ نے پیر اور روپڑی سے یہ دو بزرگ کیسے مراد لے لیے کہ اہل حدیثوں میں اور کوئی روپڑی یا پیر نہیں۔

ا۔ لیکن مشہور تو یہی ہیں۔

ب۔ بس میرے بھائی یہی قائدہ ہے کہ جب لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد بڑا اور مشہور فرد ہی لیا جاتا ہے' جیسے آپ نے پیر اور روپڑی سے پیر جھنڈا اور عبدالقادر روپڑی ہی مراد لیے ہیں۔ اسی طرح مطلق قیام کے لفظ سے پہلا قیام ہی مراد لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ نماز میں بڑا اور مشہور قیام پہلا ہی ہے۔ دوسرا قیام ایسا نہیں کہ مطلق قیام سے وہ مراد ہو' کیوں کہ پہلے جیسا وہ مستقل رکن نہیں' مستقل رکن تو وہ پہلا قیام ہی ہے' یا پھر رکوع اور سجدہ ہیں' جن کو تسمیۃ الجزء باسم الکل کے تحت نماز کہہ دیتے ہیں۔ اسی لیے کبھی قیام سے مراد نماز ہوتی ہے اور اسی سے قیام اللیل اور قیام رمضان کے محاورے بنے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں قیام اللیل اور قیام رمضان کا محاورہ پہلے قیام کی وجہ سے ہے یا دوسرے قیام کی وجہ سے ہے۔

ا۔ یہ محاورہ تو پہلے قیام کی وجہ سے ہی ہے۔

ب۔ اس سے بھی واضح مثال یہ ہے مَنْ قَامَ بِعَشَرِ اٰيٰتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ❶

---

❶ (ابوداؤد' کتاب شهر رمضان' باب تحزیب القرآن ص 1327 رقم 1398 ... صحیح ابن خزیمة' کتاب جماع .. ابواب صلوۃ التطوع باللیل باب فضل القرأت الف آیه فی لیلة ان صح الخبر 181/2 رقم 1144 .. سلسلة الاحادیث الصحیحة 244/2 رقم 642 ... مشکوۃ کتاب الصلوۃ 'کتاب صلوۃ اللیل' فصل ثانی' 377/1 رقم 1201)

جس نے دس آیات کے ساتھ قیام کیا وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوگا۔

اسی طرح کی اور بہت سی احادیث ہیں جن میں قیام سے مراد نماز ہے اور یہ معنی پہلے قیام کی وجہ سے ہی لیے گئے ہیں کیوں کہ پہلا قیام ہی نماز کا اہم رکن ہے۔

ا۔ جب قیام سے مراد نماز ہو تو پھر اس میں دوسرا قیام بھی آجاتا ہے کیوں کہ وہ بھی نماز میں شامل ہے۔

ب۔ اس طرح سے تو رکوع، سجدہ اور قعدہ بلکہ نماز کا ایک ایک جزو شامل ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ سب نماز میں شامل ہیں، لیکن یہ شمول نماز کے مفہوم کی وجہ سے ہے۔ لفظ قیام کی وجہ سے نہیں۔ جب قیام سے مراد نماز لے لی تو عموم مجاز کی صورت بن گئی۔ خود قیام بھی عموم مجاز کا ایک فرد بن گیا۔ اب اگر دوسرا قیام اس میں شامل ہوگا تو وہ عموم مجاز کی وجہ سے شامل ہوگا۔ لفظ قیام کی وجہ سے شامل نہیں ہوگا۔ ان بزرگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾[25:فرقان:64] اس قیام میں دونوں قیام شامل ہیں حال آنکہ ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس آیت میں اگر ﴿سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾ کو حقیقی معانی میں لیا جائے تب بھی دوسرا قیام مراد نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ سجدے کے مقابلے میں نہیں آسکتا۔ معنی یہ ہوں گے کہ رحمٰن کے بندے ایسے بھی ہیں جو رات کو کبھی اپنے رب کے آگے سربسجود ہوتے ہیں اور کبھی قیام کی حالت میں ہوتے ہیں اور اگر اس قیام سے مراد دوسرا قیام ہے تو اس کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ پہلے قیام کی وجہ تخصیص تو ظاہر ہے کہ وہ ایک مستقل اور بڑا رکن ہے اور سجدے کے مقابلے کا رکن ہے دوسرے قیام جیسا تو جلسہ سجدتین بھی ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ اللہ اس جلسے کا تو کہیں ذکر نہ کرے اور دوسرے قیام کا ذکر کر دے۔ رکوع اور آخری قعدہ اس قیام سے بھی زیادہ اہم ہے، اس کا ذکر نہیں کیا۔ صرف سجدہ اور پہلے قیام کا ذکر ہے، اس لیے کہ یہ دونوں نماز کے سب سے اہم رکن ہیں باقی ارکان ان سے کم اہم ہیں۔ سجدے اور پہلے قیام کی وجہ ترجیح تو موجود ہے اگر دوسرے قیام کو آپ

شامل کرتے ہیں تو پھر اس کی وجہ ترجیح کیا ہوگی۔ اگر سُجَّدًا وَّ قِيَامًا کو مجازی معنی میں لیا جائے، یعنی ان سے مراد نماز ہو تو بھی دوسرا قیام شامل نہیں ہو سکتا کیوں کہ دوسرے قیام سے مراد نماز نہیں ہو سکتی۔ دوسرا قیام نماز کے معنی میں کبھی استعمال نہیں ہوتا۔ اگر عموم مجاز کی صورت میں آپ دوسرے قیام کو شامل کریں گے تو پھر وہ صرف "قیاما" میں شامل نہیں ہوگا بلکہ "سجدا" میں بھی اسی طرح شامل ہوگا۔ اور یہ شمول آپ کے لیے مفید نہیں۔ کیوں کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ میرے بھائی! آپ کو بڑا مغالطہ یہ ہے کہ لغت میں دونوں کو قیام کہتے ہیں۔ حال آنکہ عام بول چال اور محاورے میں لغت کو نہیں دیکھا کرتے۔ عرف کو دیکھتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے تو حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ کے ہر بیٹے کو ابن عمر اور ابن عباس ہی کہیں گے، لیکن عرف میں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ ہی کو کہتے ہیں۔ عبیداللہ بن عمرؓ اور فضل بن عباسؓ کو ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نہیں کہتے حال آنکہ لغت کے اعتبار سے وہ بھی ابن عمر اور ابن عباس ہی ہیں۔ اسی طرح شریعت کے عرف میں عشر 1/10 اور 1/20 دونوں کو کہتے ہیں۔ حال آنکہ لغت کے اعتبار سے 1/20 عشر نہیں نصف عشر ہے۔ اب جو نصف عشر دیتا ہو، اس کے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ یہ عشر نہیں دیتا۔ اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ یہ بھی عشر دیتا ہے، اگرچہ وہ نصف عشر دیتا ہے، اسی طرح لغت کے اعتبار سے ایک روپیہ بھی مال ہے اور ایک لاکھ روپیہ بھی مال ہے، لیکن عرف میں ایک روپے والے کو مال دار نہیں کہتے، ایک لاکھ والے کو ہی مال دار کہتے ہیں۔ اسی طرح عرف میں جب بھی مطلق قیام کا لفظ آئے گا، اس سے پہلا قیام ہی مراد ہوگا اگرچہ لغت کے اعتبار سے دوسرا بھی قیام ہے اور عرف عوام کا نہیں بلکہ شریعت کا عرف ہے۔ اب یہ سوال کرنا بالکل غلط ہے کہ "کیا عرف عام کو شریعت کے مقابلے میں دلیل بنا کر پیش کرنا جائز ہے؟" جب یہ عرف ہی شریعت کا ہے کہ مطلق قیام سے مراد پہلا قیام ہی ہوتا ہے تو اس سے انکار کیسا؟ دوسرے قیام

کے لیے جب بھی قیام کا لفظ آئے گا تو اس کے ساتھ صراحت ہوگی' یہ رکوع کے بعد والا قیام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"ثُمَّ اِرْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا" ❶

یا یہ حدیث ہے:

"ثُمَّ یَقُوْلُ وَ ھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" ❷

اسی طرح اور بہت سی مثالیں ہیں کہ جہاں دوسرے قیام کا ذکر ہے وہاں وضاحت ہے' لیکن جب بغیر کسی خاص قرینے کے قیام کا لفظ ہوگا تو اس سے پہلا قیام ہی مراد ہوگا وہاں دوسرا قیام مراد نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے۔

"فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ اَطَالَ فِیْهِمَا الْقِیَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ" ❸

آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جس میں قیام' رکوع' اور سجدہ لمبا کیا۔"

اسی طرح صلوۃ الخسوف کے سلسلے میں حضرت ابو موسیٰؓ کی متفق علیہ حدیث میں ہے:

ل فَصَلّٰی بِاَطْوَلَ قِیَامٍ وَّ رُكُوْعٍ وَّ سُجُوْدٍ مَا رَاَیْتُهٗ' قَطُّ یَفْعَلُهٗ' ❹ آپ نے لمبے قیام اور لمبے رکوع سجدے کے ساتھ ایسی لمبی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی پہلے آپ کو اتنی لمبی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

جزء القراءۃ صفحہ 27 پر ہے:

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ' باب ما یجمع صفة الصلوة و ما یفتتح به و ما یختتم به' ص 755 رقم 240... نسائی' کتاب الافتتاح' باب العمل فی افتتاح الصلوة ص 2143 رقم 877 .. مشکوۃ' کتاب الصلوۃ' باب صفة الصلوۃ' فصل اول' رقم 791)

❷ (بخاری: کتاب الاذان' باب التکبیر' اذا قام من السجود' ص 62 رقم 789... مسلم: کتاب الصلوۃ' باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوۃ' ص 740 رقم 28)

❸ (صحیح مسلم' کتاب صلوۃ المسافرین' باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دعائه باللیل' ص 798 رقم 191' مشکوۃ' کتاب الصلوۃ' باب صلوۃ اللیل' فصل اول' رقم 1196)

❹ (صحیح البخاری' کتاب الکسوف' باب الذکر فی الکسوف' ص 83' رقم 1059 .. صحیح مسلم' کتاب الکسوف' باب ذکر النداء بصلاۃ الکسوف' ص 821 رقم 24)

قَالَ اَتَیْتُ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ اِنَّ صَلٰوۃَ الْاُوْلٰی کَانَتْ تُقَامُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَیَخْرُجُ اَحَدُنَا اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقْضِیْ حَاجَتَهٗ ثُمَّ یَاْتِیْ مَنْزِلَهٗ فَیَتَوَضَّاءُ ثُمَّ یَجِیْئُ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَائِمًا فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی۔ ❶

یہ اور اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیام کا لفظ جب اکیلا بغیر کسی واضح قرینے کے استعمال ہوگا تو اس سے مراد پہلا قیام ہی ہوگا۔ بلکہ حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث جو بخاری شریف میں ہے اس میں پہلے قیام کو ہی قیام کہا ہے۔ دوسرے قیام کو قیام ہی نہیں کہا۔ اس کو وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّکُوْعِ سے ہی تعبیر کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہؓ میں مطلق قیام کا لفظ پہلے قیام کے لیے ہی مشہور تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا' بلکہ مطلق قیام کے لفظ میں دونوں مشترک ہوتے تو وہ مَاخَلاَ الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ میں مطلق قیام نہ کہتے' دونوں قیاموں کی وضاحت کرتے۔ اب صحابی نے قیام پہلے کو ہی کہا ہے۔ دوسرے قیام کو " رفع من الرکوع " سے تعبیر کیا ہے۔ اس کو قیام نہیں کہا۔ یہ بزرگ اس نقطے کو تو سمجھے نہیں' یہ کہہ دیا کہ یہاں قیام سے مراد قیام قبل الرکوع ہے۔ کیوں کہ یہاں قرینہ موجود ہے۔ حال آنکہ جب دونوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ موجود ہے تو قرینے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہاں تو یہ دیکھنا ہے کہ جب پہلے کو قیام کہا ہے تو دوسرے کو قیام کیوں نہیں کہا۔ اس کو پہلے قیام کے مقابلے میں رَفَعَ مِنَ الرَّکُوْعِ سے کیوں تعبیر کیا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ پہلے قیام کے مقابلے میں دوسرے قیام کی کوئی حیثیت نہیں۔ جہاں مطلق قیام کا لفظ ہوگا وہاں قیام سے مراد صرف پہلا ہی قیام ہوگا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار مکابرہ ہے۔ پتا نہیں ہمارے ان بزرگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔

---

❶ (صفة الصلوة النبی للشیخ البانیؒ ص 112)

ل۔ اگر آپ کا یہ اصول مان بھی لیا جائے کہ مطلق قیام سے پہلا قیام ہی مراد ہے' لیکن اس سے تو آپ بھی انکار نہیں کریں گے کہ دوسرا قیام بھی آخر قیام ہے۔ اگر اس کو پہلے پر قیاس کر لیا جائے تو اس میں بھی ہاتھ باندھ لیے جائیں تو کیا حرج ہے؟

ارے بھائی! یہ قیاس صحیح نہیں۔ یہ ادنیٰ کا اعلیٰ پر قیاس ہے۔ پہلے قیام میں اور دوسرے قیام میں بڑا فرق ہے۔ پہلا قیام نماز کا بڑا اور مستقل رکن ہے جس میں الحمد اللہ شریف کی قرأت کی جاتی ہے اور اس کو پا لینے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ دوسرا قیام ایسا مستقل رکن نہیں بلکہ رکوع کے بعد سجدہ میں جانے کی تیاری کے لیے ہے۔ جیسے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا دوسرے سجدے کی تیاری کے لیے ہے' اسی طرح کا یہ قیام ہے۔ ان دونوں کی شرط اطمینان واعتدال ہے' جس کی حد یہ ہے کہ ہر ہڈی کا جوڑا اپنی جگہ پر آجائے جس کی مقدار ایک تسبیح بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے قیام کے مقابلے میں دوسرے قیام کی کوئی حیثیت نہیں حتی کہ بہت سی روایتوں میں تو اس کا ذکر بھی نہیں کیوں کہ یہ کوئی پہلے قیام جیسا مستقل رکن نہیں جیسا کہ صلوۃ الکسوف کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں رکوع سے پہلے والے قیام کا تو تفصیلی ذکر ہے لیکن بعد والے قیام کا بالکل ذکر نہیں۔ اس کے لیے ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ❶ کے الفاظ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو رفع الیدین کے سلسلے میں ہے۔ اس میں كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يَرْكَعُ وَ حِيْنَ يَسْجُدُ ❷ ہی ہے۔ اس میں رکوع سے اٹھنے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہی نہیں کیوں کہ رکوع کے بعد کا قیام سجدے کے لیے کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو حين يسجد

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الکسوف' باب صلوۃ الکسوف جماعۃ' ص 83 رقم 1052.. صحیح مسلم' کتاب الکسوف' باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلوۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار' ص820 رقم 17.. مشکوۃ : ' کتاب الصلوۃ 'باب صلوۃ الکسوف' 467/1رقم 1472)

❷ (ابن ماجۃ ' ابواب اقامۃ الصلوات 'باب رفع الیدین ' اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع' ص 2547 رقم 860)

سے ہی تعبیر کر لیا۔ گویا کہ رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع الیدین سجدے کے لیے ہی تھی۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن میں دوسرے قیام کا ذکر صرف اشارۃ ہے۔ برعکس اس کے کہ پہلا قیام مستقل رکن ہے۔ وہ کتنا بھی مختصر ہو' الحمد شریف کی قرأت سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس کا اتنا لمبا ہونا ضروری ہے کہ الحمد صحیح طور پر پڑھی جا سکے ورنہ رکعت ہی نہیں ہو گی۔ جب دونوں قیاموں کی نوعیت میں اتنا فرق ہے تو دوسرے قیام کا پہلے پر قیاس کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ ان کی ہیئتوں میں بھی ضرور فرق ہو۔ پہلے قیام میں ہاتھ باندھے جائیں اور دوسرے قیام میں ہاتھ چھوڑے جائیں کہ کون سا قیام ہے' پہلا یا دوسرا۔ کیوں کہ پہلے قیام میں شامل ہونے سے رکعت ہو جائے گی' رکوع کے بعد والے قیام میں شامل ہونے سے رکعت نہیں ہو گی۔

ا۔ پھر دوسرے قیام میں ہاتھوں کی پوزیشن کیا ہو گی؟

ب۔ ہاتھ کھلے چھوڑے جائیں گے کیوں کہ جب رکوع کا حکم دے کر ہاتھ کھلوا دیے اور پھر دوبارہ باندھنے کا حکم نہیں ہے' تو اب ہاتھ کھلے ہی رہیں گے جب تک دوبارہ باندھنے کا حکم نہ ہو۔

ا۔ لیکن رکوع' سجدے' جلسے اور قعدے میں تو تفصیل بتا دی کہ ہاتھ یوں رکھے جائیں' دوسرے قیام میں صراحتا حکم کیوں نہیں دیا کہ ہاتھ چھوڑے جائیں یا باندھے جائیں۔

ب۔ جب تک باندھنے کا حکم دوبارہ نہ آئے پہلا ہاتھ چھوڑ دینے کا حکم جاری رہے گا۔ گویا وہ حکم اب بھی موجود ہے کہ ہاتھ باندھے نہ جائیں۔ رکوع کے بارے میں بتا دیا کہ ہاتھ یوں گھٹنوں پر رکھنے ہیں۔ جلسے اور قعدے کے بارے میں بتا دیا کہ ہاتھ یوں رانوں پر رکھنے ہیں تو گویا ساری نماز میں ہاتھ کھلے ہی رکھنے ہیں۔ رکوع' سجدے' جلسہ و قعدہ میں چوں کہ ارسال نہیں ہو سکتا تھا' اس لیے ان کے بارے میں ہدایات جاری کر دیں کہ ان چاروں حالتوں میں ہاتھوں کو یوں کھلا رکھا جائے' تاکہ یگانگت

رہے اور اختلاف نہ ہو۔ دوسرے قیام میں چوں کہ مکمل ارسال ہو سکتا تھا اور وہ ہاتھوں کی ایک فطری حالت ہے جس میں کسی اختلاف کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لیے اس کے بارے میں کوئی ہدایت جاری نہیں کی۔ یہی کہا کہ اس طرح سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ ہر ہڈی اپنی اصلی جگہ پر آجائے۔ ایک دفعہ ہاتھوں کو کھلوا دینے کے بعد پھر باندھنے کا حکم نہ دینا۔ گویا ہاتھوں کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ جب ہاتھ ایک دفعہ کھل گئے تو پھر جب تک باندھنے کا حکم دوبارہ نہ ہو ہاتھوں کو کیسے باندھا جا سکتا ہے۔

ا۔ جب سجدہ تلاوت ہو تو ہاتھ اس وقت بھی کھل جاتے ہیں' پھر کھڑے ہو کر ہاتھ دوبارہ باندھنے کی کیا دلیل ہے؟

ب۔ ارے بھائی! اس وقت تو پہلا قیام ہی ختم نہیں ہوتا' سجدہ تلاوت تو پہلے قیام ہی کا حصہ ہوتا ہے کیوں کہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔ جب تک پہلا قیام رہے گا' ہاتھ بندھے ہی رہیں گے۔ اگر رکوع عارض ہو جائے' جیسا کہ صلوۃ کسوف میں ہوتا ہے یا سجدہ عارض ہو جائے جیسا کہ سجدہ تلاوت میں ہوتا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب دوبارہ کھڑے ہوں گے تو پھر ہاتھ باندھ لیں گے' کیوں کہ ابھی پہلا قیام جاری ہے اور پہلے قیام سے مراد وہ قیام ہے جو قرأت کا محل ہے' خواہ اس کے دوران رکوع آجائیں یا تلاوت کے سجدے آجائیں۔ ہاتھوں کو باندھنا اس کا خاصا ہے۔ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ انھوں نے اپنے پاس سے ہی ایک قاعدہ وضع کر کے ہمارے سر تھوپ دیا کہ گویا ہم اس کے قائل ہیں کہ وضع قرأت کو مستلزم ہے اور پھر اس پر بے کار کئی سوالات کر دیئے۔ حال آنکہ ہم یہ کہتے ہی نہیں کہ وضع قرأت کو مستلزم ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں وضع اس قیام کو مستلزم ہے جو قیام قرأت کا محل ہے۔ جس قیام میں قرأت نہیں' اس میں وضع بھی نہیں اور یہی دونوں قیاموں میں اصل فرق ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ پہلا قیام سجدہ تلاوت کے بعد بھی جاری رہتا ہے کیوں کہ سجدہ تلاوت کے بعد والا قیام بھی

قرأت کا محل ہے۔لہذا یہ سوال عبث ہے کہ سجدہ تلاوت کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیا دلیل ہے ؟ جب پہلا قیام سجدہ تلاوت کے بعد بھی جاری رہتا ہے تو کھڑے ہو کر ہاتھ باندھنے کے لیے کسی نئی دلیل کی ضرورت نہیں۔جس دلیل کے تحت شروع نماز میں ہاتھ باندھے تھے ' وہی دلیل اب بھی کام دے رہی ہے۔برعکس اس کے جب پہلا قیام جو قرأت کا محل تھا' ختم ہو جائے گا' پھر پوری رکعت میں دوبارہ ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل نہیں۔جب پہلا قیام ختم ہوا تو ہاتھ کھول دینے کا حکم ہو گیا۔ پھر پوری رکعت میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں ہوا۔رکوع ' سجدہ 'اور جلسہ قعدہ کے لیے علیحدہ تفصیلی حکم آگیا۔دوسرے قیام کے لیے کوئی نیا حکم نہیں آیا۔اس میں پہلے حکم کے تحت ہاتھ کھلے ہی رہیں گے۔رہ گیا۔ " اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے عموم سے استدلال تو یہ بالکل صحیح نہیں۔کیوں کہ دوسرا قیام حدیث کے عموم میں شامل نہیں جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

ا۔ اگر رکوع کے بعد والے قیام کو " اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے عموم سے نکال دیا جائے تو پھر حدیث تو عام نہ رہی۔

ب۔ عام کیوں نہ رہی ؟ عام تو پھر بھی ہے۔جب تک پہلے قیام کا عموم باقی رہے گا۔ اذا کا عموم بھی باقی رہے گا۔ معنی یہ ہوں گے کہ آپ جب بھی پہلا قیام کرتے ' خواہ کوئی نماز ہو' کوئی رکعت ہو' آپ ہاتھ باندھتے۔

ا۔ قیام کے دو ہی فرد تھے۔ایک رکوع سے پہلے' ایک رکوع کے بعد' اگر رکوع کے بعد والا قیام نکال دیا جائے تو پھر قیام کا صرف ایک فرد رہ جائے گا پھر عام کیا رہے گا ؟

ب۔ "ما" اور "من" اور اسم جنس کی صورت میں عام کی تخصیص ایک فرد تک بھی ہو سکتی ہے۔اگر ایک فرد بھی باقی رہ جائے تو پھر بھی عام عام ہی رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لاَّ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾[4:النساء:3] اس آیت میں ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ عام تھا جس کے دو فرد تھے۔ایک غلام اور ایک لونڈی۔ غلام یہاں مراد نہیں ہو سکتا' کیوں کہ نکاح کا ذکر ہے۔اس لیے

یہاں صرف لونڈی ہی مراد ہو سکتی ہے۔ اب ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ عام بھی ہے اور مراد بھی ایک ہی فرد یعنی لونڈی ہے۔ اس طرح "اِذَا كَانَ قَائِمًا" میں پہلا قیام ہی مراد ہے اور وہ عام ہے کہ آپ جب بھی پہلا قیام کرتے' خواہ کوئی نماز ہوتی یا کوئی رکعت ہوتی' آپ ہاتھ باندھتے۔ عام سے استدلال کرنے میں لوگ بڑی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ عام کو اتنا عام سمجھ لیتے ہیں کہ وہ متکلم کی مراد سے بھی تجاوز کر جاتا ہے حالانکہ عام کے لیے ضروری ہے کہ متکلم کی مراد سے متجاوز نہ ہو۔ کیوں کہ عام میں خصوص کا احتمال بہت رہتا ہے۔ اکثر عام مخصوص ہوتے ہیں۔

ا۔ اس کا پتا کیسے لگتا ہے کہ یہ عام مخصوص ہے؟

ب۔ کبھی خارجی قرائن سے' کبھی داخلی قرائن سے اور کبھی متکلم کی وضاحت سے۔

ا۔ یہاں تخصیص کا خارجی قرینہ کیا ہو سکتا ہے؟

ب۔ یہی کہ اگر رکوع کے بعد والا قیام "اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے عموم میں شامل ہوتا تو اہل حق کی اتنی کثیر تعداد رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ نہ چھوڑتی۔ امت کی اتنی اکثریت کا یہ عمل' جس میں یقیناً اہل حق بھی شامل ہیں اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ رکوع کے بعد والا قیام "اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے عموم میں شامل نہیں۔ اگر شامل ہوتا تو امت کا عمل کبھی ارسال نہ ہوتا۔

ا۔ اس تعامل امت کے پیش کرنے پر تو پیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ کافروں والی دلیل ہے۔ کافر بھی اپنے عقیدے اور عمل کے لیے ایسی ہی دلیل پیش کیا کرتے تھے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ان کا قول ﴿اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَ نَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ [43:الزخرف:22] مذکور ہے۔

ب۔ میرے بھائی! اگر ایسی دلیل پیش کرنا کافروں کا طریقہ ہے تو پیر صاحب اپنی تائید میں حنبلیوں کے نام کیوں گنواتے ہیں۔ کبھی خانپوری' کبھی نورستانی اور کبھی گکھڑوی کا نام کیوں لیتے ہیں؟ ہم امت کی اکثریت کا' جس میں لازماً اہل حق بھی شامل ہیں عمل پیش کریں تو یہ کافروں والا طریقہ ہو اور پیر صاحب چند مقلدوں

کے نام گن دیں تو یہ اسلام ہو جاتے۔ کیا یہ انصاف ہے ؟ امت کی یہ اکثریت جو رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑتی ہے' اگر کہیں پیر صاحب کی طرف ہوتی تو پتا نہیں ان کا کیا حال ہوتا۔ وہ لازماً ہم سے بھی زیادہ شدومد سے کافروں والا طریقہ اختیار کر کے امت کا عمل پیش کرتے۔ امت کی یہ اکثریت جو رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑتی ہے' اس کو بطور دلیل پیش کرنا کافروں والا طریقہ نہیں۔ کافروں کا طریقہ تو جاہل اور گمراہ آبا کو حق کے مقابلے میں پیش کرنا تھا۔ اگر آبا اہل علم اور اہل حق ہوں تو ان کو پیش کرنے کے خلاف تو قرآن بھی نہیں۔ چنانچہ ﴿حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا﴾ کے جواب میں قرآن کہتا ہے: ﴿اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآءُ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ [5:المائدۃ:104] اگرچہ ان کے باپ دادا بے علم اور بے ہدایت ہوں۔ (تو کیا پھر بھی ان کو وہ کافی سمجھیں گے۔؟) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے آبا اہل حق ہوں تو پھر بات اور ہے۔ یوسف علیہ السلام نبی ہی تھے جنھوں نے ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِيْ﴾ [12:یوسف:38] کہا تھا' کوئی ہم جیسا معمولی آدمی تو نہیں تھا۔ قرآن تو بالکل مومنوں کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے: ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ [31:لقمان:15] ان کی راہ پر چل' جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ [4:النساء:115] جو مومنوں کی راہ نہیں چلے گا' ہم اس کو ادھر ہی دھکا دیں گے جدھر وہ جائے گا۔ اگر اہل حق کا عمل دلیل نہیں تو خدا ان کی راہ اختیار کرنے کا حکم کیوں دیتا ہے۔ اگر اہل حق کا علم و عمل حجت نہیں تو خدا ﴿اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ [46:الاحقاف:4] کہہ کر ایسی دلیل کا مطالبہ کیوں کرتا ہے۔ ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ [13:الرعد:43] کی شہادت کیوں پیش کرتا ہے اور ﴿فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ [10:یونس:94] اور ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [16:النحل:43] کا حکم دے کر اہل کتاب کو دلیل کیوں بناتا ہے؟ اگر اہل حق کا عمل کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو امام بخاریؒ اور امام محمد بن نصر مروزیؒ رفع الیدین

کے سلسلہ میں مختلف امصار کا حوالہ کیوں دیتے ہیں اور قرأت خلف الامام کے بارے میں عبداللہ بن مبارک کیوں کہتے ہیں کہ سوائے کوفے والوں کے سب لوگ پڑھتے ہیں۔ پیر صاحب کو اصل میں مغالطہ یہ ہے کہ ہم اکثریت کے علم کو رسول اللہ کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ حال آنکہ ایسا نہیں ہے۔ ہم اس تعامل امت کو پیر صاحب کے قیاس اور ان کے استدلال کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ نہیں کرتے۔ اگر پیر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دکھا دیں کہ وہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے تو سب بحثیں ختم۔ پھر امت کے عمل سے استدلال کیسا؟ بحث تو یہ ہے کہ "اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے قیام میں رکوع کے بعد والا قیام شامل ہے کہ نہیں؟ پیر صاحب کہتے ہیں 'شامل ہے' ہم کہتے ہیں شامل نہیں ہے۔ امت کا عمل بتاتا ہے کہ پیر صاحب غلطی پر ہیں، ورنہ امت کا یہ عمل کبھی نہ ہوتا۔ امت کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے عمل ہی کا مظہر ہے اور یہ زبردست دلیل ہے۔ اس بات کی کہ حضورؐ خود بھی ارسال کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر ہم اس تعامل امت کو حجت سمجھتے ہیں اور پیر صاحب اس کو کافروں والا طریقہ بتاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھتے تھے' اس لیے امت بھی نہیں باندھتی' یا آپ ہاتھ باندھتے تھے لیکن امت نے آپ کی سنت کو بالکل ترک کر دیا۔ اب آپ ہی بتائیں ان دونوں میں سے کون سی صورت ممکن ہے۔

ا۔ ممکن تو پہلی ہی ہے کہ آپ رکوع کے بعد ہاتھ نہ باندھتے ہوں گے اس لیے امت بھی ہاتھ نہیں باندھتی' لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے لیکن امت نے اس سنت کو چھوڑ دیا ہے تو یہ ممکن نہیں کیوں کہ اس سے تو امت محمدؐ پر حرف آتا ہے۔ یہ بنی اسرائیل کی خصلت ہے امت محمدیہ ایسی نہیں کہ ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کی نافرمان ہو جائے۔

ب۔ یہ تو بلکہ شیعہ والا نظریہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہؓ مرتد ہو

گئے تھے۔ معاذ اللہ! یا ان جدت پسندوں کا نظریہ ہے جو کہتے ہیں کہ حروف مقطعات کا معنی اور مطلب اللہ کے رسولؐ نے تو بتلایا تھا لیکن امت نے تو بالکل بھلا دیا۔ جیسے یہ ممکن نہیں کہ ساری امت ایک سنت کو بالکل فراموش کر دے' اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ نبی ﷺ کی کسی سنت کا ترک ہوا ہو اور کسی نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی ہو۔ خیر القرون میں ہاتھ باندھنے کا نام و نشان تک کہیں نظر نہیں آتا۔ نہ کسی کا قول نہ کسی کا عمل۔ پیر صاحب کے ہاتھ امام احمد بن حنبلؒ کا ایک کچا سا حوالہ لگ گیا ہے جس کو وہ اچھالتے ہیں' جس میں امام احمد اختیار دیتے ہیں کہ جس کی مرضی رکوع کے بعد ہاتھ باندھے جس کی مرضی چھوڑے۔ حال آنکہ وہ حوالہ قابل اعتبار نہیں۔ کیوں کہ یہ حوالہ امام احمد بن حنبلؒ کی اپنی کسی کتاب میں نہیں۔ پھر امام احمدؒ سے یہ ممکن بھی نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت ثابتہ کے بارے میں ایسا کہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک عمل تو ضرور سنت ہے' خواہ وضع ہو یا ارسال۔ اگر وضع سنت ہے تو ارسال اس کے خلاف ہے اور اگر ارسال سنت ہے تو وضع اس کے خلاف ہے۔ اب یہ کہنا کہ جس کی مرضی وضع کرے' جس کی مرضی ارسال۔ یہ سنت کا استخفاف ہے' جس کی امام احمدؒ سے ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی۔ اب یا تو پیر صاحب یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل ہی مختلف تھا' وہ کبھی وضع کرتے تھے' کبھی ارسال۔ اس سے امام احمد بن حنبلؒ کا اختیار دینا تو ٹھیک ہو جائے گا' لیکن پھر پیر صاحب اوٹ ہو جائیں گے۔ کیوں کہ اولاً تو اس کا ثبوت کوئی نہیں' ثانیاً پھر پیر صاحب کا صرف وضع پر زور دینا غلط ہو جائے گا۔ ثالثاً پیر صاحب کو وضع اور ارسال دونوں عمل کرنے پڑیں گے۔ رابعاً پیر صاحب کا " اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ " کا عموم بھی دفتر داخل ہو جائے گا۔ یا پھر پیر صاحب یہ کہیں کہ امام احمدؒ کا یہ حوالہ ہی قابل اعتبار نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ حوالہ ہی قابل اعتبار نہیں۔ پیر صاحب بے کار اس پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا صدیوں تک کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار پانچ سو سال بعد جا کر کسی نے یہ قیاس ہی لڑایا ہے جس سے یہ فتنہ کھڑا ہوا ہے۔

ا۔ ہاتھ کھلے چھوڑنے کا بھی تو کوئی اثر نہیں ملتا۔

ب۔ امت کا یہ عمل کیا کوئی کم اثر ہے۔ جب قریباً ساری امت رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑتی ہے تو یہ دلیل ہے کہ یہ عمل متصل اور متواتر ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے ساری امت رکوع کے بعد ہاتھ باندھتی ہو۔ پھر ساری امت ہاتھ باندھنا چھوڑ دے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے ایک ہی عمل تھا۔ جو عمل رسول اللہ ﷺ کرتے تھے' وہی عمل صحابہ' تابعین' تبع تابعین کرتے تھے اور وہ عمل ارسال ہو سکتا ہے وضع نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ساری امت یک لخت بدل گئی اور کوئی شور نہیں ہوا۔ یہ ناممکن ہے' کیوں کہ ایسا کوئی حادثہ ہو کہ ساری امت ایک عمل کو چھوڑ کر دوسرے عمل کو اختیار کر لے اور کوئی شور و غوغا نہ ہو۔ یہ تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو امت محمدیہ ہے جو بہت حساس ہے۔ جو بال کی کھال اتارتی ہے' جو معمولی معمولی اختلافات کو بھی برداشت نہیں کرتی۔ معمولی سے اختلاف پر بحث شروع ہو جاتی ہے۔ اور سوال وجواب اور جواب الجواب کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بات بات پر رسالے لکھے جاتے ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنا بڑا حادثہ ہو اور پورے اسلامی لٹریچر میں ایک صفحہ بھی اس پر نہ لکھا گیا ہو۔ لہٰذا یہ بات اظهر من الشمس ہے کہ آج جو قریباً ساری امت محمدیہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑتی ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین اور تبع تابعین کے عمل ہی کا اثر ہے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر وضع کا کہیں ذکر نہیں تو ارسال کا بھی تو کہیں ذکر نہیں۔ ارسال تو تعامل امت کی صورت میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نہیں کہ جس کو لوگوں نے مردہ کرنے کی کوشش کی ہو' اور اس کے خلاف آواز نہ اٹھی ہو۔ کیا پیر صاحب بتا سکتے ہیں کہ جو سلوک ان کی اس سنت کے ساتھ ہوا ہے وہ سلوک کسی اور سنت کے ساتھ بھی ہوا ہو۔ تکبیرات انتقالات تھیں۔ ان میں لوگوں نے سستی کی تو خبردار کرنے والوں نے ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ [1]

---

[1] (صحیح البخاری' کتاب الاذان' باب التکبیر اذا قام من السجود' ص 62 رقم 788' مشکوۃ' کتاب الصلوۃ' باب صفة الصلوۃ' الفصل الثالث' رقم 807)

کہہ کر خبر دار کیا۔ صدقہ فطر میں اختلاف ہوا۔ عید کا خطبہ عید کی نماز سے پہلے شروع ہوا' یا عید گاہ میں منبر بنا تو کسی نہ کسی صحابی نے اس کے خلاف ضرور آواز اٹھائی۔ کسی نے بیٹھ کر خطبہ دیا تو اس کو اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْخَبِیْثِ ❶ کہہ کر ٹوک دیا۔ کسی نے خطبہ دیتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھائے تو اس کو قَبَّحَ اللّٰہُ الْھَاتَیْنِ الْیَدَیْنِ ❷ کہہ کر روک دیا۔ سوال یہ ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے ترک پر کیوں کوئی نہ بولا۔ کیوں نہ محدثین نے اس سنت کو مردہ ہوتے دیکھ کر اس کو زندہ کیا۔ ہاتھوں کو کھلا چھوڑنے کا طریقہ کوئی دو چار صدیوں کا نہیں' یہ تو شروع سے ہی چلا آرہا ہے' جس کے خلاف کسی نے آواز نہیں اٹھائی' یا پیر صاحب تسلیم کریں کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا سنت رسول نہیں۔ یہ صرف جدت پسندوں کا اجتہاد ہے اور اگر وہ اس کو سنت رسول مانتے ہیں تو پھر اس کی تاریخ بیان کریں اور بتائیں کہ اس کو مردہ کس نے کیا؟ کیا صحابہؓ نے اس سنت کو ترک کر دیا تھا یا تابعین سے یہ کوتاہی ہو گئی تھی یا تبع تابعین اس سنت کے ترک کے ذمے دار ہیں۔ آخر اس کے ترک کا مجرم کون ہے اور پھر اس ترک کے خلاف خیر القرون میں آواز کیوں نہ اٹھائی گئی۔ اگر آواز اٹھائی گئی ہو تو اس کا ثبوت ہونا چاہیے۔ اگر آواز نہیں اٹھائی گئی تو کیوں؟ کیا کوئی اور سنت بھی ایسی ہے جو یوں مردہ ہوئی ہو۔ ہم دعوٰی سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی سنت ایسی نہیں جس کا یہ حشر ہوا ہو جو پیر صاحب کی اس سنت کا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سنت رسولؐ ہی نہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا جو آج امت کا ہے تو بالکل حق بجانب ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الجمعة' باب قوله تعالیٰ ﴿ واذا رأو تجارة او لهوا .. و تركوك قائما ﴾ ص 812 رقم 39 .. مشكوة ' كتاب الصلوة' باب الخطبة والصلوة ' الفصل الثالث ' رقم 1416)

❷ (صحیح مسلم ' کتاب الجمعة باب تخفيف الصلوة والخطبة' ص 814 رقم 53.. ابوداؤد ' كتاب الصلوة ' باب رفع اليدين على المنبر' ص 1304 رقم 1104.. جامع الترمذی ' ابواب الجمعة عن رسول الله ﷺ 'باب ماجاء فی کراهية رفع الايدی علی المنبر' ص 1695رقم 515... مشكوة ' كتاب الصلوة' باب الخطبة والصلوة' رقم 1417)

اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی ہے جو نسل بعد نسل مسلمانوں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھتے تھے بلکہ ہاتھوں کو کھلا چھوڑتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ)) ❶ کے تحت صحابہؓ بھی رکوع کے بعد ہاتھ کھلے چھوڑتے تھے اور پھر صحابہ کو دیکھ کر تابعین بھی ہاتھ کھلے چھوڑتے تھے۔ حتی کہ دیکھا دیکھی ہی یہ سلسلہ ہم تک پہنچا اور اسی لیے آج بھی امت رکوع کے بعد ہاتھ کھلے چھوڑتی ہے۔ جو لوگ ہاتھ باندھتے ہیں وہ تعامل امت کو نہیں دیکھتے جو حضور ﷺ کے عمل کا عکس ہے۔ وہ حدیث کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں۔ انھیں معلوم نہیں کہ نماز کا تعلق جتنا پریکٹیکل سے ہے اتنا حدیث کے الفاظ سے نہیں۔ نماز کا عمل حدیث سے پہلے ہے۔ لوگوں نے نماز حدیث سے نہیں بلکہ اہل حدیث سے سیکھی ہے۔ نماز لوگوں نے اپنے اسلاف سے سیکھی ہے۔ جیسے ان کو دیکھا ویسے پڑھی۔ اس لیے جہاں حدیث سے استدلال کا سوال پیدا ہوگا جیسا کہ پیر صاحب نے " اِذَا كَانَ قَائِمًا" کے عموم سے استدلال کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت امت کی نماز کو دیکھا جائے گا اور حدیث کے الفاظ کا وہی مطلب لیا جائے گا' جس کی تصدیق امت کا عمل کرے گا۔ امت کے عمل کو بطور دلیل پیش کرنا پیر صاحب جیسوں کے قیاسوں سے ہزار درجے بہتر ہے۔ کیوں کہ حدیث کے الفاظ بعد میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پہلے۔ صحابہؓ حضور کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حدیث کے الفاظ سے استدلال کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نماز کے سلسلے میں حدیث سے استدلال کرنے کا طریقہ بہت بعد میں شروع ہوا ہے اور اسی وقت سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ اگر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھتے جو تعامل امت کی صورت میں چلا آرہا تھا تو یہ فتنہ کبھی کھڑا نہ ہوتا۔ اس

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الاذان 'باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة والاقامة ص 51 رقم 631..مسند احمد' 55/5 رقم 20007 عن مالك بن الحويرث .. ارواه الغليل 291/1 (328-324-262

لیے ہر زمانے کا عمل خاص کر اہل حدیث کا' کیوں کہ ان کے پیش نظر اتباع نبوی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ زیادہ معتبر ہے پیر صاحب کے قیاس اور ان کے استدلال سے۔

ا۔ امام احمدؒ کے یہ کہنے سے چاہے کوئی ہاتھ باندھے یا چھوڑے اس کی مرضی ہے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف ان کے زمانے میں بھی ہو گا کہ کچھ لوگ ہاتھ باندھتے ہوں گے اور کچھ چھوڑتے ہوں گے۔

ب۔ اول تو یہ حوالہ ہی مشکوک ہے۔ لیکن اگر امام احمدؒ کے زمانے میں اس مسئلے پر کوئی اختلاف ہوتا تو ہر کوئی اپنا اپنا استدلال پیش کرتا۔ ضرور مخالفت اور موافقت میں رسالے لکھے جاتے۔ جب پیر صاحب نے اس دور میں نو دس رسالے لکھ ڈالے تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس دور میں اس پر ایک بھی رسالہ نہ لکھا گیا ہو۔ وہ دور تو محدثین کا دور تھا۔ اگر اختلاف ہوتا تو محدثین ضرور اس کی تائید یا تردید میں رسالے لکھتے اور نہیں تو اپنی تصنیفات میں ہی اس کا ذکر کرتے۔ جب امام بخاریؒ نے رفع الیدین پر اور قراءۃ خلف الامام پر رسالے لکھ دیئے تو یہ کوئی رفع الیدین سے کم اہم مسئلہ تو نہ تھا۔ اس پر بھی ضرور کوئی نہ کوئی لکھتا۔ جب کسی نے بھی اس پر کچھ نہیں لکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں اس مسئلے پر کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔

ان بزرگوں نے امام محمد کے رسالے سے ایک حوالہ نقل کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے زمانے میں ایک سو مساجد میں نمازیں پڑھیں' کسی مسجد میں بھی طریقہ نبوی کے مطابق نماز ادا نہیں کی جاتی تھی۔ امام احمدؒ نے رسالہ مذکورہ میں لوگوں کی غلطیوں کی نشان دہی کی اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان کی اصلاح فرمائی۔ اب پیر صاحب ہی خدا لگتی بات کریں کہ ان غلطیوں میں کیا ارسال کی غلطی بھی تھی اگر تھی تو کیا امام صاحب نے اس کی بھی اصلاح فرمائی۔ اگر اصلاح فرمائی ہو تو اس کا ثبوت دیں۔ اگر نہیں فرمائی تو کیوں؟ کیا یہ امام احمدؒ کے نزدیک غلطی نہ تھی؟ اگر غلطی نہ تھی تو ظاہر ہے کہ پھر وہ اس کو سنت سمجھتے ہوں گے' جب

کرے جس کی مرضی وضع کرے۔لوگوں کو اختلاف پر آمادہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سنت پر عمل کرنے سے ہٹاتے ہیں۔یہ کیسے ممکن ہے؟

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ کسی سنت رسولؐ کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ کہنا کہ چاہے اس پر عمل کرو یا نہ کیا یہ جائز ہے؟اور کیا امام احمدؒ سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے وضع کو سنت سمجھتے ہوئے ایسا کہا ہوگا۔اگر انھوں نے سنت سمجھتے ہوئے ایسا کہا تو پہلے قیام کے بارے میں انھوں نے یہ چھٹی کیوں نہ دی۔جب پہلے قیام میں وہ یہ چھٹی نہیں دیتے اور صرف دوسرے قیام میں ہی یہ چھٹی دیتے ہیں تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک پہلے قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور دوسرے قیام میں ہاتھ باندھنا سنت نہیں۔نیز یہ کہ ان کے نزدیک دونوں قیاموں میں فرق ہے۔لہٰذا پیر صاحب کا " اِذَا کَانَ قَائِمًا" کے عموم سے استدلال کرکے دونوں قیاموں کو ایک کے حکم میں کرنا غلط ہے۔اگر پیر صاحب ہم پر اعتراض کریں کہ امام احمدؒ کے چھٹی دینے سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پھر ارسال بھی سنت نہیں،ورنہ وہ ہاتھ باندھنے کی اجازت نہ دیتے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ اسی وجہ سے تو ہم اس حوالے کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔کیوں کہ اس حوالے سے تو کوئی عمل بھی سنت نہیں رہتا۔حال آنکہ ایک عمل ضرور سنت ہے :وضع یا ارسال۔یہ حوالہ تو ان لوگوں پر حجت ہے جو اس کو پیش کرتے ہیں،ہم پر تو حوالہ حجت ہی نہیں۔امام احمد بن حنبلؒ کے اس حوالے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسند احمد کی حدیث وَرَاَیْتُه، مُمْسِکًا یَمِینَه، عَلٰی شِمَالِهٖ سے بھی پیر صاحب کا استدلال کرنا ٹھیک نہیں۔جب خود امام صاحب جن کی کتاب کی یہ حدیث ہے ہاتھ باندھنے کو سنت نہیں سمجھتے تو پھر پیر صاحب اس حدیث سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو سنت ثابت کرنے پر کیوں زور مار رہے ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر صاحب کا اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے۔

ا۔ اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال کیا ہے؟

ب۔ اس حدیث میں راوی نے تینوں رفع یدینوں کا ذکر کر کے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ رکوع کے بعد ذکر کرنے سے پیر صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں قیاموں میں ہاتھ باندھے' حال آنکہ ان کے پاس اس نتیجے کے لیے کوئی دلیل نہیں ۔ سوائے اس غلط موقف کے کہ واؤ ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔ اگر پیر صاحب اسی پر مصر ہیں کہ واؤ ترتیب کے لیے ہے تو پھر جسے انھوں نے وَرَاَيْتُه' مُمْسِكًا میں یہ حکمت بیان کی ہے' وہ مسند احمد ہی کی ایک اور حدیث کی حکمت بھی بیان فرمادیں جو مسند احمد کی جلد 5 صفحہ 226 پر درج ہے۔

عَنْ قَبِيْصَةَ ابْنِ هُلْب عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ عَنْ يَسَارِهٖ وَرَاَيْتُه' يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ" [1]

میں نے نبی کریم ﷺ کو دائیں اور بائیں دونوں جانبوں سے پلٹتے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

اس حدیث میں ہاتھ باندھنے کا ذکر سلام پھیرنے کے بعد ہے۔ مہربانی فرما کر پیر صاحب بتائیں کہ اگر واؤ ترتیب کے لیے ہے تو پھر سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ باندھنے کا ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے ؟ کیا سلام پھیرنے کے بعد بھی ہاتھ باندھنا سنت ہے ؟ اگر یہاں یہ حکمت نہیں تو وَرَاَيْتُه' مُمْسِكًا يَمِيْنَه' عَلٰى شِمَالِهٖ میں یہ حکمت کیسے نکل آئی کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا سنت ہو گیا۔ وہاں بھی وَرَاَيْتُه' ہے یہاں بھی وَرَاَيْتُه' ہے۔ وہاں اگر واؤ ترتیب کے لیے ہے تو پھر یہاں واؤ ترتیب کے لیے کیوں نہیں۔ اگر کہا جائے کہ جب نماز ختم ہو گی تو اب ہاتھ باندھنے کا موقع ہی نہ رہا۔ میں کہتا ہوں کہ جب حدیث میں آ گیا کہ حضور ﷺ نے نماز میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ باندھے' تو اب موقع نہ موقع کی کیا بات ہے ؟ موقع تو پیدا ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ باندھ لیے۔ اب اگر پیر صاحب واؤ کو ترتیب کے لیے مانتے ہیں تو تسلیم کریں کہ سلام پھیرنے کے

---

[1] (مسند احمد 226/5 رقم 21460)

بعد بھی ہاتھ باندھنا سنت ہے' یا پھر یہ کہیں کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں۔ اس لیے وَرَاَیْتُہٗ مُمْسِکًا یَمِیْنَہٗ' سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا بھی ایسا ہی غلط ہے جیسے سلام پھیرنے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا اور یہی غلطی حنفی کرتے ہیں جو مسلم کی حدیث ((وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمین)) ❶ سے امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں۔ وہ بھی پیر صاحب کی طرح اس اتفاقی ذکر سے غلط مطلب لے کر غلط استدلال کرتے ہیں اور اہل حق ان کو یہی جواب دیتے ہیں کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں۔ دیکھو دارقطنی کی روایت میں فَاَنْصِتُوْا بعد میں ہے اور الحمد شریف کی قرأت کا ذکر پہلے ہے۔ جیسا کہ وَرَاَیْتُہٗ مُمْسِکًا یَمِیْنَہٗ' عَلٰی شِمَالِہٖ کا ذکر ایک روایت میں بعد میں ہے اور چار روایتوں میں پہلے ہے۔ ایسے ہی ہاتھ باندھنے کا ذکر بعض روایتوں میں شروع نماز میں ہے' بعض میں آمین کہنے کے بعد ہے اور بعض میں سلام پھیرنے کے بعد ہے۔ جب واؤ ترتیب کے لیے نہیں تو ذکر آگے پیچھے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ﴿ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا﴾[7الاعراف:161] ہے اور دوسری جگہ ﴿وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾[2:البقرۃ:58] ہے ایک جگہ ﴿وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ ﴾ پہلے ہے اور ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ﴾ بعد میں ہے جب کہ دوسری جگہ ﴿ وَادْخُلُوا الْبَابَ ﴾ پہلے ہے اور ﴿وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ ﴾ بعد میں ہے۔ حال آنکہ واقعہ ایک ہے۔ اسی طرح ہاتھ باندھنے کا۔ حکم اصل میں تو پہلے قیام کے ساتھ ہی ہے۔ کیوں کہ ہاتھ باندھنے کا موقع ہی وہ ہے۔ کوئی راوی اس کا ذکر کہیں کر دیتا ہے' کوئی کہیں اور پھر حیرانی تو یہ ہے کہ جس حدیث میں وَرَاَیْتُہٗ مُمْسِکًا یَمِیْنَہٗ' عَلٰی شِمَالِہٖ رکوع

---

❶ (صحیح مسلم ' کتاب الصلوۃ ' باب التشهد فی الصلوۃ ' ص 742رقم 62.. نسائی ' کتاب الافتتاح' باب الامر بالتامین خلف الامام' ص 2147 رقم 930)

رکوع کے بعد ہے اسی حدیث میں تشہد میں انگلی کے اشارے کا ذکر پہلے ہی ہے اور رانوں پر ہاتھ رکھنے کا ذکر بعد میں ہے۔ حال آنکہ ہاتھ رانوں پر پہلے رکھے جاتے ہیں اور اشارہ بعد میں کیا جاتا ہے۔ پیر صاحب کو چاہیے تھا کہ جب انھوں نے وَرَاَیْتُهٗ مُمْسِكًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ کی حکمت بیان کی تھی کہ اس کا ذکر رکوع کے بعد کیوں ہے تو ان کو اس کی حکمت بھی بیان کر دینی چاہیے تھی کہ یہاں اشارے کا ذکر رانوں پر ہاتھ رکھنے سے پہلے کیوں ہے؟ امر واقع یہ ہے کہ بیان میں چیزوں کا ذکر آگے پیچھے ہو ہی جاتا ہے' بلکہ کر دیا جاتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔ کیوں کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی بلکہ صرف جمع کے لیے ہوتی ہے۔ پیر صاحب کا یہ موقف بالکل غلط ہے کہ واؤ ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔ صحیح موقف یہی ہے کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی۔ شرح جامی میں ہے:

اَلْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا فَقَوْلُهٗ' لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا بَيَانٌ لِاِطْلَاقِهَا اَیْ لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ' لَا يَفْهَمْ هٰذَا التَّرْتِيْبَ مِنْهَا وَجُوْدًا وَ عَدَمًا

کہ واؤ کی وضع صرف جمع کے لیے ہے۔ اس میں ترتیب کا مفہوم نہ وجوداً پایا جاتا ہے' نہ عدماً۔۔۔ وجوداً کا معنی یہ کہ واؤ ترتیب کے لیے موضوع نہیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ جہاں واؤ سے عطف ہو' اس میں ترتیب بھی ضروری ہو۔ ترتیب ہو بھی سکتی ہے' نہیں بھی۔ عدماً کا معنی یہ کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جہاں واؤ سے عطف ہو' وہاں ترتیب ممنوع ہو۔ ترتیب ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ واؤ کے عطف سے نہ ترتیب کے وجود پر استدلال کیا جا سکتا ہے' نہ عدم پر۔ کیوں کہ واؤ کے عطف میں نہ ترتیب ضروری ہے' نہ ترتیب ممتنع ہے۔ یہی مذہب امام شوکانی کا ہے اور یہی حق ہے۔

ا۔ پیر صاحب نے تو اپنے رسالے میں صفحہ 131 پر ارشاد الفحول ص 27 کے حوالے سے خلاصہ لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کا اس وقت فائدہ نہیں دیتا جب کوئی ایسا قرینہ ہو

جو ترتیب کا معنی لینے کو مانع ہو اور جہاں کوئی ایسا قرینہ نہ ہو وہاں واؤ ترتیب کا فائدہ دے گا۔ جب امام شوکانیؒ جیسے محدث اور اصولی نے یہ فیصلہ کیا ہے' جو پیر صاحب نے بطور خلاصے کے نقل کیا ہے۔ تو معتبر تو یہی ہو گا کہ واؤ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔

ب۔ ارے بھائی! میں کیا عرض کروں؟ پیر صاحب کے حوالوں کی نہ پوچھو۔ وہ اس مسئلے میں ایسے اکھڑے ہیں کہ اللہ ہی ان کو سنبھالا دے تو دے۔ ارشاد الفحول کی عبارت کا جو خلاصہ انھوں نے لکھا ہے وہ اس عبارت کا خلاصہ نہیں۔ وہ ان کے اپنے ذہن کا خلاصہ ہے۔ نہ امام شوکانی نے ایسا کہا ہے' نہ ان کا یہ مذہب ہے کہ واؤ قرینے کے بعد ترتیب کا فائدہ دے گا۔ وہ تو بلکہ واؤ سے ترتیب مراد لینے کے سخت مخالف ہیں۔ وہ ساری بحث کر کے کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی خلاصہ نکالتے ہیں۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَمْ يَاْتِ الْقَائِلُوْنَ بِاِفَادَةَ الْوَاوِ لِلتَّرْتِيْبِ بِشَيْءٍ يُصْلِحُ لِلْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ وَيَسْتَدْعِيِ الْجَوَابَ عَنْهُ

کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ واؤ ترتیب کا فائدہ دیتی ہے' وہ کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے جو دلیل بن سکے۔ یا کم از کم وہ قابل جواب ہو۔

ا۔ تو پھر کیا پیر صاحب نے یہ خلاصہ ایسے ہی لکھ دیا ہے؟

ب۔ ہاں بالکل ایسے ہی لکھ دیا ہے۔

ا۔ پیر صاحب کے خلاصے میں غلطی کیا ہے؟

ب۔ غلطی یہی ہے کہ وہ اس عبارت کا خلاصہ نہیں۔ وہ ان کا اپنا ذہن ہے' جس کی وہ ترجمانی کر رہے ہیں' تفصیل اس کی یہ ہے کہ امام شوکانی کے نزدیک واؤ ترتیب کے لیے نہیں۔ ان کے نزدیک واؤ میں ترتیب کا مفہوم نہ وجوداً پایا جاتا ہے' نہ عدماً۔ انھوں نے جمہور کی طرف سے دو مثالیں دے کر جن کو جمہور امتناع ترتیب کے لیے پیش کرتے ہیں' اس کا جواب دیا ہے اور لکھا ہے: کہ

"وَ يُمْكِنُ اَنْ يُّجَابَ عَنْ هٰذَا الْاِسْتِدْلَالَ بِاَنَّهٗ' اِمْتَنَعَ جَعْلُ الْوَاوِ هٰهُنَا لِلتَّرْتِيْبِ لِوَجُوْدِ مَانِعٍ وَ لَا يَسْتَلْزِمُ ذٰلِكَ اِمْتِنَاعُهٗ' عَنْ عَدَمِهٖ"

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں جو ترتیب ممتنع ہے تو وہ مانع کی وجہ سے ہے۔ جہاں یہ مانع نہ ہو' وہاں ترتیب ممتنع نہ ہو گی۔

لیکن پیر صاحب نے اس کا خلاصہ یہ لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کا اس وقت فائدہ نہیں دیتا جب کوئی ایسا قرینہ ہو جو ترتیب کا معنی لینے میں مانع ہو اور جہاں ایسا کوئی قرینہ نہ ہو وہاں واؤ ترتیب کا فائدہ دے گا۔ ان دونوں خلاصوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام شوکانی تو اس عبارت میں جمہور کو امتناع ترتیب کا جواب دے رہے ہیں اور پیر صاحب اس عبارت سے اپنی ترتیب ثابت کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیر صاحب نے عبارت کو بالکل نہیں سمجھا اور اپنے مطلب کی عبارت لکھ کر اس کا خلاصہ کہہ دیا۔

اسی طرح کا مغالطہ مغنی ابن ہشام کے حوالہ کا ہے۔ ابن ہشام کی وہ مراد بالکل نہیں جو پیر صاحب نے ان کے حوالہ سے لی ہے۔ وہ اس بحث کے شروع میں ہی لکھتے ہیں: "مَعْنَاهَا مُطْلَقُ الْجَمْعِ" واؤ کا معنی مطلق جمع ہے۔ یعنی اس کے معنی میں ترتیب یا عدم ترتیب کو کوئی دخل نہیں۔ پھر قرآن مجید سے عطف کی تین مثالیں دیتے ہیں۔ پہلی مصاحبت و معیت کی۔ دوسری عطف بر سابق اور تیسری عطف بر لاحق کی۔ پھر کہتے ہیں' چوں کہ واؤ مطلق جمع کے لیے ہے۔ اس لیے "قَامَ زَيْدٌ و عَمْرٌو" میں اگرچہ تینوں احتمال ہو سکتے ہیں' لیکن استدلال کسی ایک پر بھی نہیں کیا جا سکتا' نہ معیت پر' نہ ترتیب پر' نہ عدم ترتیب پر۔ یہ ہے ابن ہشام کا مذہب۔ اسی کی روشنی میں ساری اگلی بحث کو دیکھنا چاہیے۔ پیر صاحب نے ابن ہشام کی عبارت کو نہیں سمجھا اور اپنی تائید کے لیے اس کو غلط رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ اگر پیر صاحب مغنی ابن ہشام کی عبارت سمجھ لیتے تو کبھی اپنی تائید میں اس کو پیش نہ کرتے۔ کیوں کہ اس عبارت میں بھی قریباً وہی کچھ بیان کیا گیا ہے جو شرح جامی میں ہے' اور اسی کا خلاصہ امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں پیش کیا ہے۔

یہی حال پیر صاحب کے اور استدلالوں اور جوابوں کا ہے۔ پیر محب اللہ صاحب

نے تو استدلالاً کہا کہ حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث جو ہاتھ باندھنے کے بارے میں ہے 'امام بخاری نے اس کو پہلے قیام کے ساتھ ذکر کیا ہے' دوسرے قیام کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کیا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک ہاتھ باندھنا صرف پہلے قیام میں ہے۔ دوسرے قیام میں ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا نہیں۔ ورنہ وہ ضرور حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث کو دوسرے قیام کے ساتھ بھی ذکر کرتے۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ وہ استدلال کے لیے ایک حدیث کو بار بار لاتے ہیں۔ بات معقول تھی اور لاجواب تھی۔ لیکن پیر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 77 پر دو سجدوں کی مثال پیش کر کے اس کا جواب دے دیا کہ سجدے کی بھی تو امام بخاریؒ نے ایک کی ہی کیفیت بیان کی ہے۔ یہ حقیقت میں جواب نہیں خانہ پری ہے۔ پیر صاحب نے یہ نہیں دیکھا کہ کہاں دو قیام اور کہاں دو سجدے؟ دونوں قیاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن دونوں سجدوں میں کلی مماثلت ہے۔ ایک قیام کی کیفیت بیان کرنے سے دوسرے قیام کی کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ دونوں قیاموں کے احکام مختلف ہیں۔ لیکن سجدہ میں ایک کی کیفیت کا بیان ہی کافی ہے۔ کیوں کہ دونوں سجدوں میں کسی طرح سے کوئی فرق نہیں۔ اب دو قیاموں کو دو سجدوں پر قیاس کر کے جواب دینا پیر صاحب جیسے زبردست مجتہد کا ہی کام ہے۔ کسی معمولی آدمی کا کام نہیں۔ اگر اسی کو جواب دینا کہتے ہیں تو پھر واقعی تسلی بخش جواب دینا پیر صاحب پر ختم۔! دلائل و جوابات کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اگر وہ اس رسالے کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں تو ان کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ حال آنکہ یہ رسالہ پیر صاحب کے رسالے کا جواب نہیں۔ رسالے کا تو جواب ہم نے لکھا ہی نہیں۔ ضمناً کوئی بات آگئی ہو تو اور بات ہے ورنہ ہم نے تو صرف مسئلے کا جواب لکھا ہے۔ کیوں کہ ہمیں پیر صاحب سے کوئی مقابلہ کرنا مقصود نہیں۔ ہمیں تو مسئلے کو واضح کرنا مقصود ہے۔ اسی لیے ہم نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ پیر صاحب کے رسائل کے مندرجات سے تعرض نہیں کیا۔

مختصر ایہ کہ "وَرَاَيْتُه' مُمْسِكًا بِيَمِيْنَه' عَلٰى شِمَالِهٖ" رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے لیے کوئی دلیل بنتی نہیں۔ دلیل یہ تب بنے جب واؤ ترتیب کے لیے ثابت ہو' اور یہ محال ہے۔ جب بنیاد ہی نہ رہی تو یہ دلیل بھی نہ رہی۔ ان لوگوں کی سب سے بڑی دلیل "اِذَا كَانَ قَائِمًا" کا عموم ہی ہے' جس سے یہ استدلال کرتے ہیں۔

ا۔ کیا اور کوئی صریح حدیث نہیں؟

ب۔ اگر کوئی صریح حدیث ہوتی تو پھر ان بزرگوں کو قیاس اور اجتہاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر تو معاملہ صاف تھا۔

ا۔ کیا کسی صحابی سے بھی کوئی صراحت نہیں؟

ب۔ ارے بھائی! نہ کسی صحابی سے' نہ کسی تابعی سے' نہ کسی تبع تابعی سے۔ یہ تو صدیوں بعد کسی نے قیاس ہی کیا ہے۔ جس سے یہ مسئلہ چل پڑا ہے۔ ورنہ قیاس کے سوا اس مسئلے کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

ا۔ بعض تابعین اور تبع تابعین کا ذکر تو پیر صاحب کرتے ہیں اور حوالہ محلی ابن حزم سے دیتے ہیں۔

ب۔ ارے بھئی! ان بزرگوں کے حوالوں کا کیا نام لیتے ہو' جیسا ان کا استدلال ویسے ان کے حوالے اور جیسے ان کے حوالے' ویسا ان کا استدلال۔ ! محلی ابن حزم کا حوالہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ نہ محلی کی عبارت کا یہ مطلب ہے' جو یہ لیتے ہیں' نہ ابن حزم کی قطعیت کے ساتھ یہ مراد ہے۔ ابن حزم پہلے قیام میں ہاتھ باندھنے کی بات کرتے ہیں۔ یہ اپنے دوسرے قیام کو اس میں گھسیڑتے ہیں۔ فِيْ وُقُوْفِهٖ كُلِّهٖ کا مطلب بھی یہ اپنی منشا کے مطابق لیتے ہیں' حال آنکہ اس کے اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ جب پیر محب اللہ صاحب نے "رُبَمَا" کے معنی "بسا اوقات" کے کیے تو پیر صاحب نے کہا کہ "رُبَمَا" "کبھی کبھی" کے بھی ہو سکتے ہیں' لیکن پیر صاحب کو یہاں یہ خیال نہ آیا کہ "في وقوفه كله" کا مطلب اور بھی ہو سکتا ہے' یہ ضروری نہیں کہ جو میں نے لیا ہے' وہی ہو۔ جب ایک لفظ محتمل المعانی ہو تو وہ دلیل کیسے بن سکتا ہے؟

جن ائمہ کے ابن حزمؒ نے نام لیے ہیں کیا یہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے؟ کہاں باندھتے تھے؟ یہ تو پیر صاحب کا فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ جن بزرگوں کے ابن حزمؒ نے نام لیے ہیں وہ رکوع کے بعد بھی ہاتھ باندھتے تھے۔ اگر وہ یہ ثابت کر دیں تو وہ یہ حوالہ پیش کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ پتا نہیں پیر صاحب نے محلی کی عبارت کے کس لفظ سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ یہ لوگ رکوع کے بعد بھی ہاتھ باندھتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان ائمہ میں سے کسی کا بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا قطعاً ثابت نہیں۔

اگر ضد اور تعصب سے کام نہ لیا جائے تو مسئلہ تو صاف ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھوں کا ارسال ہے۔ کیوں کہ رکوع کے وقت جب ایک دفعہ ہاتھ کھلوا دیے، پہلا قیام ختم ہو گیا تو پھر پوری رکعت میں دوبارہ ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں ہوا۔ اس لیے ہاتھ رکوع کے بعد کھلے ہی رہیں گے۔ کیوں کہ کوئی نیا حکم صادر نہیں ہوا۔ پھر جب رکوع، سجدہ، جلسہ اور قعدہ کے بارے میں ہدایات جاری ہو گئیں، لیکن دوسرے قیام کے بارے میں کوئی ہدایت جاری نہیں ہوتی تو معلوم ہو گیا کہ دوسرے قیام کے حصے میں ارسال ہی آیا ہے۔ اہل حق اور اہل علم کی اکثریت کا ہر زمانے میں اسی پر عمل رہا ہے۔ اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ، کسی صحابی اور تابعی نے رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہوں، یہ سب اپنے اجتہادات ہیں جو رکوع کے بعد ہاتھوں کو باندھنا ثابت کیا جاتا ہے۔ کیا اپنے قیاس لڑانے سے یہ بہتر نہیں کہ آدمی اہل حق کی راہ اختیار کر لے۔ اہل حق کی راہ یقیناً سلامتی کی راہ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اہل حق کی ایسی اکثریت جن کا شعار قرآن و حدیث ہو اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔ چند آدمی جو رکوع کے بعد ہاتھ تو باندھتے ہیں ان کی غلطی پر ہونے کا امکان زیادہ ہے بہ نسبت اہل حق کی اتنی اکثریت کے جو ہاتھ چھوڑتے ہیں اور پھر ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل صرف قیاس واجتہاد ہے اور ارسال کرنے والوں کی دلیل ہر زمانے میں اپنے سلف کا طریقہ ہے۔ ظاہر ہے کہ نماز خلف نے

سلف سے سیکھی ہے۔ جیسے ان کو پڑھتے دیکھا ویسے ہی پڑھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔ احادیث سے استدلال کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ احادیث سے استدلال کا طریقہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بہت بعد شروع ہوا۔ پیر صاحب اور ان کے ساتھیوں کے پاس اپنے قیاس کے علاوہ کوئی اور نقل یا حوالہ نہیں۔ سب سے پہلا حوالہ جو وہ اپنی پوری توانائیاں صرف کر کے پیش کر سکتے ہیں وہ امام احمد بن حنبلؒ کا حوالہ ہے۔ لیکن اس حوالے کا حال بالکل امام احمدؒ کے اس حوالے جیسا ہے جس کو حنفی قرأت مقتدی کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ دونوں حوالوں کو حنبلی فقہا نقل کرتے ہیں۔ لیکن امام احمد کی اپنی کسی تصنیف میں ان حوالوں کو کوئی ذکر نہیں۔ امام احمدؒ نے نماز کے موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ اپنی کسی تصنیف میں انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رکوع کے بعد جس کی مرضی ہو ارسال کرے، جس کی مرضی ہو ہاتھ باندھے۔ اگرچہ یہ حوالہ پیر صاحب کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ تاہم پیر صاحب اور ان کی پارٹی اس حوالے پر خوش بہت ہیں کہ چلو ہماری جڑ تو لگ گئی۔ اس سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف امام احمدؒ کے زمانے میں بھی تھا۔ پھر ابن قیمؒ کے استنباط کردہ اصول سے پیر صاحب نے یہ بھی کشید کر لیا کہ امام احمدؒ کے اختیار دینے سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اختلاف صحابہ میں بھی تھا۔ بلکہ پیر صاحب تو یہاں تک آگے نکل گئے کہ یہ اختلاف شروع ہی سے چلا آ رہا ہے۔ رہ گیا اختلاف کا فیصلہ تو پیر صاحب اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر امام احمدؒ اس کے اختلاف کا فیصلہ نہیں کر سکے تو ضروری نہیں کہ قیامت تک کوئی دوسرا آنے والا بھی اس کا فیصلہ نہ کر سکے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ ضرور کوئی آ جائے گا جو اس کا فیصلہ کر دے گا۔ چنانچہ پیر صاحب ایسے آ گئے جنھوں نے فیصلہ کر دیا کہ ہاتھ باندھنا ہی ثابت ہے اور سنت ہے، ارسال ثابت نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عالم خواہ کتنا بھی بڑا ہو جب وہ اکھڑ جاتا ہے اور کسی مسئلے میں غلطی

کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر اسی پر پکا ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ دلائل نہیں دیتا‘ مکڑی کا جال بنتا ہے۔ اس کا استدلال ایسا بودا اور کمزور ہوتا ہے کہ اس کی ذات پر تعجب ہونے لگتا ہے کہ اللہ ایسا عالم ہو کر ایسی کچی باتیں۔! پیر صاحب کو ہی دیکھ لیں وہ ایک غلط مسئلے کا شکار ہو گئے‘ اب وہ سطحی قیاسوں سے کیسے کیسے عجیب نتیجے نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ شروع سے ہی مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ کوئی پوچھے اس کا ثبوت۔؟ تو وہ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ مسئلہ صحابہؓ میں بھی مختلف فیہ تھا اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہؓ میں بھی اختلاف تھا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے جو اختیار دیا ہے۔ جس مسئلے میں امام احمد بن حنبلؒ اختیار دیں تو وہ صحابہؓ میں بھی مختلف فیہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی پوچھے یہ اصول کس نے مقرر کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں یہ اصول ابن قیمؒ نے استخراج کیا ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کس کتاب میں یہ اختیار دیا ہے جس سے آپ صحابہؓ کا اختلاف کشید کرتے ہیں تو پیر صاحب کہتے ہیں کہ امام صاحب کی تو کسی کتاب میں یہ حوالہ نہیں۔ البتہ ان کے مقلدین نے صدیوں بعد اپنی فقہ کی کتابوں میں یہ حوالہ لکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پیر صاحب! پھر استدلال کرنے سے پہلے اس کی صحیح سند تو امام احمدؒ تک پہنچا دیں۔ آپ تو ماشاء اللہ سلطان المحدثین ہیں۔ امام احمدؒ تک صحیح سند پہنچائے بغیر اس حوالے پر ایک بلند و بالا عمارت کھڑی کر دینا یہ تو حنفیوں والا طریقہ ہے کہ حنفی لوگ ہی بغیر سند کے امام ابو حنیفہؒ کے ذمے جو چاہتے ہیں لگاتے رہتے ہیں‘ آپ تو ایسا نہ کریں۔ پیر صاحب ماشاء اللہ عالم تھے۔ اگر وہ غلط مسلک پر نہ چل گئے ہوتے تو ضرور سوچتے کہ میں نے جو امام احمدؒ کے حوالے پر ساری تعمیر کھڑی کر لی ہے‘ میں تحقیق کر لوں کہیں یہ حوالہ مشکوک تو نہیں۔ اگر کوئی کہتا کہ یہ حوالہ تو حنبلی فقہ کی فلاں فلاں کتاب میں ہے۔ تو پیر صاحب ضرور سوچتے کہ حنبلی فقہ کی کتابوں میں تو حوالہ بھی ہے۔ ”قَالَ اَحْمَدُ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اِنَّهَا نَزَلَتْ فِی الصَّلٰوةِ وَذَكَرَالْاِجْمَاعَ عَلٰی اَنَّهَا لَا تَجِبُ الْقِرَآءَةُ عَلَی الْمَاْمُوْمِ حَالَ الْجَهْرِ“ اس

حوالہ کو حنفی قرأت خلف الامام کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ جب ہم نے امام احمدؒ کے اس حوالے کو نہیں مانا تو ان کے اختیار والے حوالے کو کیسے مانیں۔ ان کو اختیار دینے والا حوالہ تو اس سے بھی زیادہ بے بنیاد ہے' لیکن پیر صاحب نے ایک نہ سوچی اور اس حوالے پر اتنی بڑی عمارت کھڑی کر دی۔ پیر صاحب جو دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہؓ میں اس مسئلے میں اختلاف تھا تو کیا انھوں نے یہ سوچا کہ یہ اختلاف کیوں تھا۔ کیا یہ مسئلہ اجتہادی تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی مختلف تھا۔ ظاہر ہے کہ رکوع کے بعد وضع ہو یا ارسال' یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں۔ لہٰذا اس مسئلے میں صحابہ میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہ گیا حضور ﷺ کے عمل کا مختلف ہونا تو اگر آپ کے عمل کے مختلف ہونے کی وجہ سے صحابہؓ کا عمل مختلف تھا تو پھر یہ کوئی اختلاف نہیں۔ بایں صورت اس کو صحابہ کا اختلاف کہنا ہی ٹھیک نہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیا جائے کہ حضور ﷺ کا عمل بھی مختلف تھا۔ آپ کبھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھ لیتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تو اولاً تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ثانیاً پیر صاحب کی سب سے بڑی دلیل "اِذَا كَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوةِ" کا عموم تو پھر باطل ہو جائے گا۔ کیوں کہ جب آپ نے ہاتھ چھوڑ دیے تو اس حدیث کا عموم قائم نہیں رہا۔ ثالثاً وضع اور ارسال دونوں سنت ثابت ہو گئے۔ پھر پیر صاحب کا رسالے لکھنا اور وضع پر زور دینا اور ارسال کا انکار کرنا سب بے کار ہو گیا۔ اب پیر صاحب کو دونوں طریقوں پر عمل کرنا چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ کبھی ارسال کریں اور کبھی وضع۔ اگرچہ آپ کا عمل مختلف نہیں تھا۔ ایک تھا' وضع تھا یا ارسال تو پھر صحابہؓ میں اختلاف کیسے پیدا ہو سکتا ہے تاہم اگر اختلاف ہو بھی تو پھر بھی جو صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر تھے۔ وہ صحیح تھے اور جنھوں نے اختلاف کیا وہ غلط تھے۔ پھر امام احمدؒ یا کسی اور کا اختیار دینا بالکل ناجائز ہوا۔ جب سنت ایک عمل ہے تو دو عملوں کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ تو بہت قریب کے زمانے میں تھے۔ ان کو چاہیے تھا کہ جو عمل سنت تھا اس کی تحقیق کرتے' نہ کہ ایک غیر مسنون عمل

کی اپنی طرف سے اجازت دے دیتے۔

پیر صاحب نے اپنے دفاع کی ساری عمارت امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے پر تعمیر کی ہے حال آنکہ یہ حوالہ بذات خود قابل اعتماد نہیں۔اس کے بعد ابن قیم کے جس اصول سے پیر صاحب نے صحابہؓ کا اختلاف کشید کیا ہے وہ اصول بھی یہاں فٹ نہیں ہوتا۔وہ اصول تو یہ بتاتا ہے کہ امام احمدؒ اختیار وہاں دیتے ہیں جہاں صحابہ میں ایسا اختلاف ہو کہ قرآن و حدیث سے موافقت کسی طرح بھی نہ ہو۔حال آنکہ ارسال اور وضع کے مسئلے میں ایک طرف موافقت ضرور ہے۔ اگر حضور ﷺ کا عمل ارسال تھا تو جو صحابہؓ ارسال کرتے تھے وہ سنت کے موافق تھے۔اور اگر آپ کا عمل وضع تھا جو صحابہؓ وضع کرتے تھے وہ سنت کے موافق تھے' لہٰذا وضع اور ارسال کے مسئلے میں ابن قیم کے اصول کے تحت امام احمدؒ کا اختیار دینا بنتا ہی نہیں۔اب یا تو پیر صاحب امام احمد بن حنبل کے حوالے کو غلط کہیں اور تسلیم کریں کہ ابن قیمؒ کا اصول یہاں فٹ نہیں ہوتا۔ابن قیم کا یہ اصول وہاں فٹ ہوتا ہے جہاں مسئلہ اجتہادی قسم کا ہو اور منصوص اور مشاہد نہ ہو۔وضع اور ارسال کے مسئلے کا تعلق مشاہدے سے ہے۔جو کالمصوص ہے۔ اس میں صحابہؓ کے اختلاف ہونے اور کسی طرف بھی موافقت کتاب وسنت نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ابن قیم کا اصول تو قیام رمضان جیسے مسئلے میں صادق آتا ہے۔جس کے عدد میں اختلاف ہے۔کسی کا معمول کچھ ہے' کسی کا کچھ' اگرچہ مسنون تعداد گیارہ ہے۔لیکن چوں کہ یہ تطوع ہے' اس لیے اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہے۔اسی لیے صحابہؓ اور تابعین کے معمولات مختلف تھے۔کسی کو کسی ایک معمول پر پابند نہیں کیا جا سکتا تھا۔اسی لیے ترمذی میں ہے کہ اس بارے میں امام احمدؒ نے فرمایا: ”رُوِيَ فِيهِ أَلْوَانٌ لَمْ يُقْضَ فِيهِ بِشَيْءٍ“ ❶

❶ (ترمذی' کتاب الصوم' باب ما جاء فی قیام شهر رمضان' ص 1727 رقم 806)

شاہ ولی اللہ بھی مؤطا کی شرح میں لکھتے ہیں۔ فخیر احمد کہ اس مسئلے میں امام احمدؒ اختیار دیتے ہیں۔(کہ جتنی رکعت کسی کی مرضی پڑھے) یہ ایسے مسئلے ہیں جن میں امام احمدؒ کا اختیار دینا بنتا ہے اور جہاں ابن قیم کا اصول فٹ آتا ہے۔ ارسال و وضع کا مسئلہ قطعاً ایسا نہیں کہ جہاں امام اختیار دیں اور ابن قیم کا اصول فٹ آئے۔ پیر صاحب نے نہ امام احمدؒ کے حوالے پر غور کیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے' نہ ابن قیم کے اصول کو جانچا کہ یہ کہاں فٹ آتا ہے۔ ادھر اختیار کا لفظ دیکھا ادھر اختیار کا لفظ پڑھا فوراً یہ نتیجہ نکال لیا کہ ارسال اور وضع کے مسئلے میں بھی صحابہؓ کا اختلاف تھا۔ اور پھر کمال یہ ہے کہ پیر صاحب اس استدلال کو "انی" دلیل کہتے ہیں۔ کہاں دھوئیں سے آگ پر استدلال اور کہاں یہ قیاس۔ دھوئیں سے آگ پر استدلال تو یقیناً دلیل "انی" ہے' لیکن امام احمد کے فتویٰ سے صحابہؓ کے اختلاف پر استدلال تو دلیل "اندھی" ہے جسے اندھی کہتے ہیں۔ پیر صاحب کے اسی طرز استدلال کو دیکھ کر میں نے شروع میں ہی لکھا تھا کہ بعض کو تو چاند واقعتاً نظر آجاتا ہے' جس کو پھر سب دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن بعض کو تو دھوکا ہی لگتا ہے اور وہ اس دھوکے کو ہی چاند کہتے رہتے ہیں۔ حال آنکہ چاند ہوتا نہیں۔ ہمارے بزرگوں کا بھی اس مسئلے میں یہی حال ہے کہ وہ دھوکے پر دھوکا کھاتے ہیں۔ لیکن اس کو ثبوت کہتے جاتے ہیں۔ پیر صاحب خواہ برا ہی منائیں' کیوں کہ اب وہ بہت اونچے چلے گئے ہیں۔ لیکن دیانت داری کی بات یہ ہے کہ پیر صاحب کو اس مسئلہ میں دھوکا ہی لگا ہے۔ کیوں کہ ان کا راستہ اجتہاد و قیاس کا راستہ ہے۔ ان کا معتمد نقل نہیں۔ پیر صاحب کے لیے رجوع کرنا اب بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر پیر صاحب کو اللہ توفیق دے دے اور وہ اس مسئلے میں رجوع کرلیں تو اس سے بڑا اجتہاد اور کوئی نہیں اور اس جیسا اخلاص بھی اور کوئی نہیں۔ ورنہ عالم اپنے مسئلوں میں کہاں رجوع کرتے ہیں۔ ان کے لیے تو "انا" کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ پیر صاحب کو شاید یہ احساس نہیں کہ اس بے بنیاد مسئلے پر ان کی وجہ سے جتنے سادہ لوح لوگ لڑھکتے ہیں' آخر ان کا بوجھ کس کی گردن پر ہوگا؟

اس کے علاوہ اس نئے مسئلے سے جماعتوں میں جو تفریق و انتشار پیدا ہوتا ہے اس کے نقصان کا اندازہ تو وہی کر سکتے ہیں' جن کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ پیر صاحب رسالے جتنے مرضی لکھیں' جواب جتنے مرضی دے لیں' لیکن جواب ان سے بنتا نہیں۔ لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے فٹافٹ جواب لکھ دینا اور بات ہے' جواب واقعتاً جواب ہونا بالکل اور بات ہے۔ جواب معقول تبھی ہو سکتا ہے جب مسئلہ بھی معقول ہو۔ جب مسئلہ ہی نامعقول اور قیاسی ہو تو جواب کیا ہو گا؟ اس مسئلے کے سلسلے میں میں نے پیر صاحب کے کئی رسالے پڑھے۔ مجھے پیر صاحب سے بڑی عقیدت تھی' اس عقیدت کے باوجود کسی رسالے نے کوئی اپیل نہیں کی۔ میں نے جب بھی پیر صاحب کا رسالہ پڑھا تو طبیعت جھنجلائی کہ یہ کیا دلائل ہیں اور کیسا جواب ہے۔ میں نے خود لکھنے کی کبھی نہیں سوچی کہ اس فتنے کو کیا ہوا دینی ہے۔ لیکن اب جب کہ پانی سر سے چڑھ گیا ہے اور اس علاقے میں جہاں کہ اہل حدیثوں کا وجود بالکل نیا ہے انتشار بہت بڑھ گیا تو مجبوراً یہ ناگوار قدم اٹھانا پڑا۔ جس کے لیے میں معذور ہوں لیکن یہ بات میں اب بھی پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ پیر صاحب اس مسئلے میں سراسر غلطی پر ہیں۔ وہ اپنی پوری کوششوں کے باوجود اس مسئلے کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ یہ مسئلہ کسی نقل پر مبنی نہیں' بلکہ قیاس اور اجتہاد پر مبنی ہے۔ اس لیے اس مسئلے کی کوئی صحیح بنیاد نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ پیر صاحب ٹھنڈے دل سے نیچے آکر اس مسئلے پر غور کریں۔ آخر دین کا معاملہ ہے۔ کوئی بعید نہیں۔ شاید اللہ شرح صدر فرما دے۔ لیکن اگر پیر صاحب اپنے اس غلط موقف پر اڑے ہی رہے' تو ہم پھر بھی پیر صاحب کے لیے اس عقیدت و ارادت کے تحت جو ہمیں ان سے ہے' یہ دعا کرتے ہی رہیں گے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا

اے اللہ! جب تو نے ان کو جماعت کا ایک بڑا عالم بنایا ہے تو تو ان کو اہل حدیث کے لیے ہدایت کا سبب بنا' فتنے اور انتشار کا سبب نہ بنا' آمین یارب العالمین۔!

مایجوز فی القیام بعد الرکوع وضع الیدین ام ارسال الیدین

نظرات فی رسائل

لفضیلة الشیخ سید محمد سعد الدین الغباشی

و لِفضیلة الشیخ ابی محمد بدیع الدین الشاه السندهی

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوری

عربی سے اردو ترجمہ

حافظ عبدالمنان بن پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ:

جناب پیر بدیع الدین شاہ الراشدیؒ (پاکستانی) اور جناب سید سعد الدین الغباشی (سعودی عرب) نے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یعنی وضع الیدین کے موضوع پر تصنیفات لکھیں مگر اپنا موقف ثابت کرنے میں قاصر ہی رہے' لیکن اس کے باوجود ہاتھ باندھنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ تفصیلی و جامع انداز میں کچھ تحریر کروں' جو لوگوں کے سامنے حق کو روز روشن کی طرح واضح کر دے۔ اور تمام لوگوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہو جو اس مغالطے کا شکار ہو بیٹھے ہیں اور یہ کہ میں نے اس مختصر سے رسالے میں مکالمہ اندازی اختیار کی ہے' جس کا مقصد فریقین کے اعتراضات و جوابات کو ممکنہ حد تک اس رسالے میں سمو لینا ہے۔

وضع الیدین (ہاتھ باندھنا) کے قائل کو میں "الف" سے ظاہر کروں گا اور ارسال الیدین (ہاتھ چھوڑنا) کے ماننے والے کو "ب" سے۔

ا۔ بعض لوگ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھتے ہیں آپ سے پوچھنا ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ب۔ میرے بھائی! یہ جائز نہیں۔

ا۔ مگر ہاتھ باندھنے والے تو اسے سنت ثابت کرتے ہیں۔

ب۔ نہیں میرے بھائی! اس کا سنت ہونا تو درکنار یہ جائز بھی نہیں۔ کیوں کہ ان کے پاس کوئی نص نہیں۔ کسی بھی نقلی دلیل سے وہ خالی ہیں اور امت کا ہمیشگی کا عمل بھی ان کے خلاف ہے۔ ہاں وضع الیدین کے قائلین کے پاس استدلالات ضرور ہیں جنھیں وہ سنت کا نام دے بیٹھے ہیں۔

ا۔ تو پھر بتایئے کہ اس مسئلے میں ان کا استدلال کیا ہے؟

ب۔ وہ حضرات تو ان مطلق احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جن میں بس ہاتھ

باندھنے کا تذکرہ ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں سھل بن سعدؓ کی حدیث اور دوسری کتب سے وائل بن حجرؓ کی روایت۔

ا۔ کیاان کا استدلال صحیح نہیں ؟

ب۔ ان کا استدلال علمی قوانین کے خلاف ہونے کی وجہ سے سراسر باطل ہے' کیوں کہ حدیث میں جو لفظ قائما مطلق آیا ہے اس سے مراد پہلا قیام لیا جائے گا نہ کہ دوسرا اور اگر لفظ قائما میں دوسرے قیام کی شمولیت کرنی ہو تو اس کے لیے یا تو واضح نص درکار ہے یا پھر قرینہ جو کہ احادیث مطلقہ میں قطعی موجود نہیں۔

ا۔ یہاں تو صراحت اور قرینہ ضروری ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ لغوی اور شرعی لحاظ سے قیام رکوع سے پہلے ہو یا بعد میں ان میں کوئی فرق نہیں۔

ب۔ میرے بھائی! ان دونوں کے درمیان لغوی و شرعی تفریق موجود ہے' مگر اسے سوجھنے والے وہ ہوتے ہیں جو عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بالغ النظر بھی ہوں اور ہاتھ باندھنے والے غوروفکر نہیں کرتے۔

ا۔ دونوں قیاموں کے مابین شرعی تفریق کیوں کر ہے۔؟

ب۔ شرعی لحاظ سے ہر رکعت میں ایک قیام ہوتا ہے۔ اگر رکوع کے بعد والے کو ہم شرعی قیام تصور کرلیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک رکعت میں دو قیام ہوتے ہیں' حالانکہ پوری رکعت میں سجدے ہی دو ہوتے ہیں کچھ اور نہیں۔ قیام کا تکرار اگر ہے بھی تو صرف صلوۃ الکسوف میں ہے' اور کسی بھی نماز میں نہیں۔ معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد والا قیام عرف شرعی میں قیام گردانا ہی نہیں جاتا۔

ا۔ تو پھر رکوع کے بعد والے قیام کو عرف شرع میں کیا کہتے ہیں ؟

ب۔ اسے یا تو اعتدال کہا جاتا ہے یا الرفع بعد الرکوع

ا۔ لغوی لحاظ سے ان کے مابین کس طرح فرق کریں گے۔؟

ب۔ رکوع سے پہلے والا قیام' رکوع کے بعد والے قیام سے لمبا ہوتا ہے' اس لیے اس قبل الرکوع کو قیام اور قیام بعد الرکوع کو ''قومہ'' کہا جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد

وجوہ کی وجہ سے فرق کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ وہ کون سی وجوہات ہیں' وہ بھی بتا دیجیے۔

ب۔ وہ درج ذیل ہیں۔

1-- پہلا قیام دوسرے کے مقابلے میں زیادہ اہمیت والا ہے۔ اس کی نماز میں بنیادی حیثیت ہے' بالکل اسی طرح جیسے رکوع و سجود مگر دوسرے قیام کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بھی رکوع و سجود جیسی اہمیت رکھتا ہے۔ پھر دیکھیے کہ قیام (پہلا) رکوع سجدہ کو تسمیۃ الجزء باسم الکل (جزء بول کر کل مراد لینا) کے قاعدے کے مطابق نماز بھی کہا گیا ہے۔ جس کی کثیر مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ مثلاً ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾[2:البقرۃ:43]﴿وَ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ﴾ [26:الشعراء:219].. ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلاَّ قَلِيْلاً﴾[73:المزمل:2] احادیث میں ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا)) ❶ وغیرہ۔ ان آیات و احادیث میں قیام' رکوع و سجود سے مراد نماز ہے۔ کیوں کہ یہ نماز کے بنیادی ارکان ہیں۔ رہا دوسرا قیام اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تو ان کی یہ کیفیت نہیں کہ انھیں "نماز" کے نام کا متبادل ٹھہرایا جائے۔

2-- پہلا قیام دوسرے کے مقابلے میں لمبا ہوتا ہے جس میں فرض قرأت ہے اور دوسرے قیام میں قرأت نہیں بلکہ محض ذکر اور دعا ہے۔ قیام ثانی لمبا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی۔ مگر قیام اول جتنا بھی چھوٹا ہو جائے' سورہ فاتحہ کی مقدار سے چھوٹا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن قیام ثانی میں اطمینان و اعتدال کی شرط ہے۔ اسی لیے اس کو "اعتدال" بھی کہتے ہیں اور اس کی مقدار کم از کم ایک دفعہ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنے کے برابر ہے۔

---

❶ (صحیح البخاری' کتاب الصوم' باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا و نیۃ' ص 148 رقم 1901 .. صحیح ابن خزیمۃ' کتاب الصیام' باب ذکر مغفرۃ الذنوب السالفۃ بصوم رمضان ایمانا و احتسابا' 194/3رقم 1894.. رواہ الغلیل 14/4 رقم 906 .. مشکوۃ' کتاب الصوم' الفصل الاول' رقم 1958)

ا۔ حضرت انسؓ و حذیفہؓ کی روایات تو قیام ثانی کے طویل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ب۔ ان میں جو قیام ثانی کے طویل ہونے کا معاملہ ہے تو وہ رکوع و سجود کے مقابلہ میں ہے۔ نہ کہ قیام اول کے مقابلہ میں۔ اور اس بات کی طرف براء بن عازبؓ کی وہ حدیث جو صحیح بخاری میں منقول ہے اشارہ کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع، سجدہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہونا تقریباً برابر ہوتا تھا۔ ہاں قیام اور تشہد کا معاملہ یہ نہ تھا اور ویسے بھی دو قیاموں کے درمیان مقابلہ کی تک ہی نہیں بنتی۔ کیوں کہ قیام اول اتنا طویل ضرور ہوتا ہے کہ اس میں قرآن مجید کا اکثر حصہ یا مکمل قرآن بھی پڑھا جا سکتا ہے اور قیام ثانی کا معاملہ ایسا نہیں۔

3-- قیام اول کا صرف ایک ہی نام ہے، یعنی قیام -- لیکن قیام ثانی کو مطلق قیام کی بجائے صراحتہً یا اشارۃً قیام بعد الرکوع ہی کہتے ہیں اور شریعت میں جو اس کا خاص نام ہے وہ "اعتدال" یا "الرفع بعد الرکوع" ہے۔ فقہا کرام اسے "قومہ" کا نام دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ قیاموں کے ناموں کا مختلف ہونا ہی اپنے اندر یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ دونوں قیاموں میں فرق ہے۔ اگر ان میں فرق نہ ہوتا تو ان کا نام بھی ایک ہی ہوتا۔ جس طرح دو سجدے ایک ہونے کی وجہ سے ایک نام ہی رکھتے ہیں۔

4-- دونوں قیاموں کے اختلاف کے موجب ہی ہم کہا کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں ایک قیام ہوتا ہے ورنہ دو قیام کہنا چاہیے تھا۔ سجدہ اصل میں نماز کا افضل رکن ہونے کی حیثیت سے دہرا ہوتا ہے مگر قیام، رکوع صرف صلوۃ الکسوف میں دہرے ہو سکتے ہیں۔ ابن قیم کتاب الصلوۃ میں فرماتے ہیں:

وَالسُّجُوْدُ سِرُّ الصَّلٰوۃِ وَرُکْنُھَا الْاَعْظَمُ وَ خَاتِمَۃُ الرَّکْعَۃِ وَ مَا قَبْلَہٗ مِنَ الْاَرْکَانِ کَالْمُقَدِّمَاتِ لَہٗ"

یعنی سجود نماز اور اس کا سب سے بڑا رکن اور رکعت کا خاتمہ ہے اور اس سے پہلے والے ارکان تو سجدے کے لیے تمہیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: وَ کَانَ السُّجُوْدُ اَفْضَلُ اَرْکَانِھَا الْفِعْلِیَّۃِ وَ سِرُّھَا الَّتِیْ شُرِعَتْ

لِاَجَلِهٖ وَ کَانَ تَکَرُّرُہٗ فِی الصَّلٰوۃِ اَکْثَرُ تَکَرُّرِہٖ مِنْ سَائِرِ الْاَرْکَانِ کہ سجدہ نماز کے فعلی ارکان میں سے سب سے افضل ہے اور نماز کا وہ راز ہے جس کی وجہ سے نماز فرض کی گئی اور اس کی تکرار باقی ارکان سے زیادہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ ثُمَّ لَمَّا شُرِعَ السُّجُوْدُ بِوَصْفِ التَّکْرَارِ لَمْ یَکُنْ بُدٌ مِنَ الْفَصْلِ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ کہ جب سجدے دو فرض کیے گئے ہیں تو ان کے درمیان فاصلہ کرنا بھی ضروری ٹھہرا۔

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں رقم طراز ہیں۔ وَ کَانَ السُّجُوْدُ اَعْظَمُ التَّعْظِیْمِ یُظَنُّ اَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِالذَّاتِ وَ اِنَّ الْبَاقِیْ طَرِیْقٌ اِلَیْهِ فَوَجَبَ اَنْ یُؤَدّٰی حَقَّ هٰذَا الشَّبَهِ وَذٰلِكَ بِتَکْرَارِہٖ کہ سجدہ تعظیم کا سب سے بڑا رکن ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نماز کا حقیقی مقصد بھی یہی ہے اور باقی ارکان اس تک پہنچنے کے ذرائع ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ سجدے کو کما حقہ ادا کیا جائے اور یہ تکرار کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ بات عیاں ہے کہ نماز کے دوران سجدہ ہی ایسا رکن ہے جو دہرا ادا کیا جاتا ہے' نہ کہ رکوع اور قیام نتیجتاً معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قیام ایک ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عرف شرع میں قیام ثانی کو قیام کہتے ہی نہیں بلکہ یہ قیام اول کا نام ہے اور قیام ثانی تو صرف رکوع اور سجدہ میں فاصلہ کرنے کے لیے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام اعتدال بعد الرکوع یا القومہ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ شاہ شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ (ج2 ص6) میں فرماتے ہیں: وَلَمَّا کَانَ کُلُّ مَنْ یَهْوِیْ اِلَی السُّجُوْدِ لَا بُدَّلَهٗ مِنَ الْاِنْحِنَاءِ حَتّٰی یَصِلَ اِلَیْهِ وَ لَیْسَ ذٰلِكَ رُکُوْعًا بَلْ هُوَ طَرِیْقٌ اِلَی السَّجْدَۃِ مَسَّتِ الْحَاجَةُ اِلَی التَّفْرِیْقِ بَیْنَ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بِفَصْلٍ اَجْنَبِیٍّ وَ سَتُمَیِّزُ بِهٖ کُلٌّ مِنَ الْاٰخَرِ لِیَکُوْنَ کُلَّ وَاحِدٍ طَاعَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ بِقَصْدِهَا مُسْتَانِفًا فَتُنَبِّهُ النَّفْسُ لِثَمَرَۃِ کُلِّ وَاحِدٍ بِانْفِرَادِهَا وَ هُوَ الْقَوْمَةُ ❶ کہ وہ آدمی جو سجدہ کرنا چاہے اس کے لیے اتنا جھکنا ضروری قرار

---

❶ (حجة الله البالغة 605/2 مبحث الامور التي لا بدمنها في الصلوة)

دیا گیا ہے کہ وہ سجدہ تک پہنچ سکے۔ تو یہ حقیقت میں رکوع نہیں بلکہ یہ تو سجدہ تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے۔ تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ رکوع اور سجدہ کے درمیان کسی اجنبی فعل کے ساتھ حد فاصل قائم کی جائے تاکہ یہ دونوں مستقل رکن کی حیثیت سے ادا کیے جائیں اور انسانی طبیعت ان دونوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ اور اس حد فاصل کو قومہ کہتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْقَوْمَةُ شُرِعَتْ فَارِقَةً بَيْنَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ❶ کہ قومہ تو رکوع اور سجود کے درمیان فرق کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مقامات پر "قومہ" کا استعمال اس بات کی تنبیہ کے لیے کیا ہے کہ ہر رکعت میں قیام صرف ایک ہوتا ہے اور قیام ثانی تو قومہ ہے جس کو شروع کرنے کا مقصد رکوع اور سجود کے مابین کا فرق کرنا ہے۔

5-- سلف صالحین اور محدثین دونوں قیاموں کے مابین اس انداز سے فرق کرتے ہیں کہ پہلے قیام کے لیے مطلق لفظ "قیام" اور دوسرے کے لیے قید (ایک خاص صفت لگا کر) ذکر کرتے ہیں مثلاً اعتدال یا الرفع بعد الرکوع۔

6-- اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے کا اختیار دیا ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ انھوں نے دونوں قیاموں میں واضح فرق بھی کر دیا ہے کیوں کہ وہ قیام ثانی میں تو اختیار دیتے ہیں قیام اول میں نہیں اور یہ واضح ترین دلیل ہے جو دونوں قیاموں کو آپس میں مختلف قرار دیتی ہے۔

7-- اگر قیام ثانی نماز میں اصطلاحی قیام ہوتا تو اس کا ذکر بھی صلوۃ الکسوف کے مختلف قیاموں میں آتا، حال آنکہ وہاں صرف قیام اول کا ذکر آیا ہے۔ جس میں قرأت کی جاتی ہے۔

8-- اگر دونوں قیام نماز میں مراد ہیں تو نماز کسوف میں صرف قیام قبل الرکوع کا تکرار کیوں ہے؟

---

❶ (حجة الله البالغة 2/5-6 مبحث الامور التي لا بدمنها في الصلوة)

جب بہت سی وجوہ کے ذریعے دونوں قیاموں کا فرق واضح ہو چکا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ پہلا اور دوسرا اقیام کلی مشکک (وہ مفہوم کل جس کے افراد کی صفتیں مختلف ہیں) کے افراد میں سے ہے۔ مطلق قیام کا لفظ بول کر دونوں مراد نہیں لیے جا سکتے بلکہ ان کے درمیان فرق کرتے ہوئے دیکھا جائے گا کہ حدیث میں آنے والا لفظ قائما قواعد کے مطابق ان دونوں قیاموں میں سے کس کے لیے وارد ہوا ہے۔

اہل علم کے ہاں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب لفظ عام مطلقا بولا جائے اور اس کے افراد (جزئیات) مختلف وجہ کی ہوں جیسا کہ کلی مشکک میں ہوتا ہے تو ان افراد میں سے فرد خاص مشہور ہی مراد لیا جائے گا اور اس قاعدہ میں کوئی شاذ یا استثناوالی بات بھی نہ ہوگی۔ سنن نسائی [1] کی روایت میں جو لفظ "قائمًا" مطلقا وارد ہوا ہے تو اس سے مراد قیام اول ہی ہوگا کیوں کہ یہی مشہور ہے۔ رہا دوسرا قیام تو وہ بغیر قرینہ و وضاحت کے پہلے قیام میں شامل نہ ہوگا اور وہ قرینہ یہاں موجود ہی نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اِذَا کَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوۃِ جب بھی آپ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں کُلَّمَا قَامَ قَبَضَ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شِمَالِهٖ جب بھی آپ کھڑے ہوتے بائیں کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ یہ احادیث قیام اول کے ساتھ خاص ہیں۔ قیام ثانی اس میں شامل نہیں۔

ا۔ ہم آپ کے ان خود ساختہ قواعد کو ہرگز نہیں مانتے۔ جب حدیث عام ہے تو ہاتھ باندھنا بھی دونوں قیاموں میں مسنون ہوا۔

ب۔ میرے بھائی! یہ اصول ایسے ہیں کہ ان کا انکار ہم کسی طور پر بھی نہیں کر سکتے' کیوں کہ یہ تمام فریقین کے درمیان مسلم بھی ہیں اور ہمارے عام استعمال میں بھی آتے ہیں۔ ان کا انکار کرنا تو جہالت پر مہر ثبت کرنے والی بات ہے۔ ویسے میں آپ کو ایک سادہ سی مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

---

[1] (نسائی: کتاب الصلوۃ' باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ' ص 2144 رقم 888)

ریاض میں علما کا اجتماع ہو رہا ہو۔ پے در پے علما تشریف لا رہے ہوں اچانک کوئی کہے کہ "شیخ" آگئے تو وہاں کون سے شیخ مراد ہوں گے۔

ا۔ یقینی بات ہے کہ شیخ ابن باز ہی مراد ہوں گے۔

ب۔ آخر کیوں؟ کیا وہاں دوسرے شیوخ نہیں ہیں۔

ا۔ شیوخ تو وہاں واقعی کثرت سے ہیں مگر سب سے مشہور و افضل ابن باز ہی ہیں' اس لیے مراد بھی وہی ہوں گے۔

ب۔ یہی میں کہتا تھا کہ اس قاعدہ کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ ایک اور مثال دیتا ہوں۔ جب آپ لفظ "ابن عمرؓ" سنتے ہیں تو کون سے ابن عمرؓ مراد ہوں گے۔

ا۔ عبداللہ بن عمرؓ

ب۔ حال آنکہ عبیداللہ بن عمرؓ وغیرہ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں ہیں؟

ا۔ وہ تو ہیں مگر لفظ ابن عمرؓ سے مشہور عبداللہ بن عمرؓ ہی ہیں۔

ب۔ اسی طرح سے ابن عباس سے مقصود عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہوں گے نہ کہ دوسرے بیٹے۔ حال آنکہ دوسرے بیٹے بھی شرعی اور لغوی لحاظ سے بیٹے ہی ہیں۔ ہمارا قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب لفظ مطلق بولا جائے اور اس کے کئی افراد ہوں تو مراد خاص ہی لیا جائے گا۔ جیسا کہ کلی مشکک میں ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ مطلق "قیام" بولا گیا ہے تو اس سے مراد پہلا خاص قیام ہے' نہ کہ دوسرا؟ اگرچہ دوسرا قیام بھی لغوی لحاظ سے قیام ہی ہے۔ وضع الیدین کے قائلین غور نہیں کرتے کہ کلام اور محاورات میں اکثر لغت کے مقابلہ میں عرف عام کا اعتبار ہوتا ہے' بلکہ عرف ہی لغت کے اوپر حاکم ہوتا ہے۔ دیکھیے! ایک ریال بھی مال ہے اور لاکھ ریال بھی لغوی لحاظ سے مال ہی ہے۔ لیکن لاکھوں ریال والوں کو تو مال دار کہیں گے ایک والے کو نہیں اور اسی فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی ہاتھ باندھنے والے بہت بڑے مغالطے میں پڑ گئے جس سے اللہ کی تائید و نصرت کے بغیر نکلنا ممکن نہیں۔

ا۔ وہ کون سا مغالطہ ہے۔؟

ب۔ انھیں مغالطہ لگا ہے کہ وہ لوگ رکوع کے بعد کھڑے ہونے کو بھی پہلے قیام کی طرح قیام فرض کر بیٹھے۔ حال آنکہ ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ ان کا کہنا

ہے کہ رکوع کے بعد والے قیام کو بھی احادیث میں قیام کہا گیا ہے۔ انھیں یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ محدثین نے جہاں کہیں بھی رکوع کے بعد قیام کا تذکرہ کیا تو اسے کسی قرینہ کے ساتھ مقید کرتے ہوئے ہی کیا ہے۔

ہاتھ باندھنے والے علما کرام کی اس بات پر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ وہ استدلال تو کیے جارہے ہیں لیکن اس بات کی پرواہ نہیں کر رہے کہ ان کا استدلال کیا ہے اور دلائل کیا ہیں۔؟ جناب سعید بن سعد الدین غباشی اپنے رسالہ ''هدى خير الانام في وضع اليمنى على اليسرى في القيام'' میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اِذَا كَانَ قَائِمًا اور اِذَا قَامَ عام ہے' جو کہ ہر قیام کو شامل ہے۔ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقيم'' میں فرماتے ہیں کہ عام کی دوسری قسم عموم الجنس لا فراده ہے۔ یعنی وہ لفظ عام جو اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ جب ہم نے قیام بولا تو یہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے دونوں قیاموں کو شامل ہوگا۔

جناب سعید بن سعد الدین الغباشی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ قیام عام ہے اور ہر قسم کے قیام کو شامل ہے اور دلیل کے لیے ابن تیمیہؒ کا قول پیش کیا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کا دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کسی نبوت کے داعی سے دلیل پوچھی جائے تو وہ جواب دے کہ نبوت تو جاری ہے کیوں کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا﴿ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾[7:الاعراف:35] اے آدم کی اولاد! جب بھی کوئی رسول تمھارے پاس آئے۔

ابن تیمیہؒ کا یہ فرمانا کہ لفظ عام اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے بالکل صحیح ہے اختلاف تو اس بات میں ہے کہ عام اپنے افراد کو کیسے شامل ہوتا ہے۔ تمام افراد کو ہمیشہ برابر شامل ہوتا ہے' یا کبھی کسی فرق کے ساتھ۔ میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ لفظ طویل عام ہے جو ہر لمبی شے کو شامل ہے' لیکن جب لفظ صرف طویل بولا جائے تو ہر لمبی چیز پر برابر طور پر فٹ نہیں آتا' بلکہ اس کو کسی خاص لمبی شے پر منطبق کرنے کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر لفظ طویل مطلق ہو تو اس سے مراد وہ آدمی ہوگا جو لمبائی میں زیادہ لمبا اور مشہور ہوگا۔ اور جب

دو مختلف لمبائیوں والے آدمی ہوں گے تو ان پر برابر طور پر منطبق نہ ہوگا۔ جیسا کہ الغباشی کا دعویٰ ہے۔ پس یہی صورت حال دونوں قیاموں میں ہے کہ پہلا قیام زیادہ لمبا ہوتا ہے اور دوسرا اس کے مقابلہ میں مختصر۔ اب اگر لفظ قیام مطلق بولا جائے تو دونوں قیاموں پر اس کا انطباق نہیں ہوتا بلکہ جب دوسرا قیام مطلق قیام میں داخل کرنا مقصود ہوگا تو کسی نہ کسی قرینہ یا وضاحت کی ضرورت ہوگی جو ان مطلقہ احادیث میں نہیں پائی جاتی۔ اس بات کو نہ جناب الغباشی سمجھ سکے 'نہ ہی پیر بدیع الدین الراشدی۔ وہ اپنے رسالہ "زیادۃ الخشوع" میں تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے والے پر تعجب آتا ہے کہ احادیث میں راویوں کے وارد شدہ الفاظ اِذَا رَکَعَ .. اِذَا سَجَدَ .. اِذَا جَلَسَ سے تو عام معانی مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد تمام سجدے اور رکوع مراد ہیں مگر راوی کے قول اذا قام سے عام معانی مراد نہیں لیتے ہیں: مثلاً اور یہی لفظ جب دوسری جگہ پر آتا ہے تو اس سے بھی عام معانی ہی مراد لیتے ہیں مثلاً۔ اِذَا قَامَ اِلی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ ❶ .. اِذَا قَامَ مِنَ الَّیْلِ یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاكِ ❷ ... اِذَا قَامَ مِنَ الَّیْلِ یُصَلِّیْ اِفْتَتَحَ صَلَاتَہٗ بِالرَّکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ❸ ... اِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ اِسْتَغْفَرَ اللّٰہَ تو پھر کون سی ایسی رکاوٹ ہے جو اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ سے عام معنیٰ مراد لینے میں حائل ہوتی

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ ' باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوۃ الارفعہ من الرکوع فیقول فیہ سمع اللہ لمن حمدہ ' ص 740 رقم 29-30 .. صحیح البخاری ' کتاب الاذان ' باب التکبیر اذا قام من السجود' ص 62 رقم 789 بلفظ " اذا قام الی الصلوۃ یکبر"

❷ (صحیح البخاری' کتاب الوضوء 'باب السواك ص 22رقم 245 ..صحیح مسلم ' کتاب الطہارۃ ' باب السواك' ص722 ..723 رقم 46-47.. ابو داؤد 'کتاب الطہارۃ ' باب السواك لمن قام باللیل' ص 1226 رقم 55 .. نسائی کتاب الطہارۃ ' باب السواك اذا قام من اللیل' ص 2087 رقم 2.. ابن ماجۃ ' کتاب الطہارۃ ' باب السواك ص2495 رقم 286)

❸ (مسلم' کتاب الصلوۃ المسافرین باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دعاتہ باللیل ص 798 ' رقم 197-198 .. مشکوۃ کتاب الصلوۃ ' باب صلوۃ اللیل' رقم 1194)

ہے۔ اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ شاہ صاحب رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے پر زور تو بہت دیتے ہیں مگر اس کے دلائل پر بالکل غور نہیں کرتے۔ ان کے استدلالات میں کوئی فقیہانہ بات بھی ہے یا نہیں۔ مقیس (جس مسئلہ کو قیاس کیا جائے) اور مقیس علیہ (جس مسئلے پر قیاس والے مسئلے کی بنیاد ہے) کو برابر سمجھنا ہرگز فقاہت کی نشانی نہیں۔ وہ غور نہیں کرتے کہ اِذَا رَكَعَ .. اِذَا سَجَدَ .. اِذَا جَلَسَ .. اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ میں واضح فرق موجود ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور یہی معاملہ ۔اِذَا قَامَ مِنَ الَّيْلِ ..اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ.. اِذَا قَامَ اِلَى الْمَجْلَسِ.. اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ کے مابین ہے۔ علما کرام کو یہ قطعی زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح سے قیاس کریں۔

میرے بھائی! آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ رکوع' سجدہ' جلسہ' اسی طرح نماز کے لیے کھڑا ہونا' رات میں کھڑا ہونا اور مجلس سے اٹھنا یہ ایسی جنسیں ہیں کہ جن کے افراد کی حقیقت کلی متواطی (مساوی افراد والا مفہوم) کے افراد کی طرح بالکل برابر ہے۔ جس وجہ سے جب ان کے اوپر "اذا" داخل ہوگا تو عام معانی ہی مراد لیا جائے گا' لیکن اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ میں یہ کلی مشکک (غیر مساوی افراد والا مفہوم) کی شکل ہیں۔ جس میں "اذا" داخل ہو بھی جائے تو عام معانی مراد نہیں لیے جا سکتے' بلکہ اس کے افراد میں سے جو مشہور فرد ہوگا' اس کو مراد لیں گے اور وہ قیام اول ہے نہ کہ قیام ثانی۔

شاہ صاحب اسی بات کا اعادہ کیے جاتے ہیں کہ "اذا" عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر یہ نہیں سوچتے کہ عموم سے کون سا عموم مراد ہے۔ وہ فقط لفظ کی طرف دیکھتے ہیں معانی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ لفظ اذا کا عام معنی اس کے مدخول (جس پر یہ داخل ہوتا ہے) کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ خود مدخول کا معنی عام ہوتا ہے۔ اس لیے شاہ صاحب وہ مثالیں تو پیش کرتے ہیں جن میں لفظ "اذا" وارد ہوا ہے مگر ان کو سمجھتے نہیں کہ وہ مثالیں جن پر یہ قیاس کر رہے ہیں یہ

اور جنس سے ہیں اور اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ کسی اور جنس سے۔ پھر شاہ صاحب اللہ کی بارگاہ میں ہمارا شکوہ پیش کرتے ہیں اور ہم بھی اللہ کی بارگاہ میں شاہ صاحب کا شکوہ پیش کرتے ہیں کہ وہ خود ہی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ شاہ صاحبؒ نے قیام بعد الرکوع میں ہاتھ چھوڑنے والوں پر اعتراض کرتے ہوئے خوشی میں یہ شعر نقل کیا ہے۔

فَاِنْ كُنْتَ لاَ تَدْرِیْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ
وَ اِنْ كُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِيْبَةُ اَعْظَمُ

کہ اگر تجھے معلوم نہیں تو یہ بھی ایک مصیبت ہے اور اگر تو علم والا ہے تو پھر یہ بڑی مصیبت ہے۔

اس اعتراض سے شاہ صاحب کا یہ گمان ہے کہ ارسال والے اس میں پھنس گئے ہیں اور ان کے لیے جواب دے کر خلاصی پانا ممکن نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے رسالے "زیادۃ الخشوع" صفحہ 78,77 پر لکھتے ہیں:

علما پر تعجب بلا تعجب ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر مخلوق کے سامنے کھڑے ہونے سے منع کرتے ہیں جیسا کہ بدعتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور اس منع کی کوئی واضح دلیل وہ قرآن و سنت سے نہیں دکھاتے' بلکہ ان کا زیادہ سے زیادہ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے سامنے یہ نماز کی حالت ہے۔ اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس تعظیم میں شرکت نہیں کر سکتا۔ ویسے یہ دلیل ہونے کی حیثیت سے عمدہ دلیل ہے بھی۔

اس بنیاد پر ارسال کی حالت بھی مخلوق کے سامنے ممنوع ہونی چاہیے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ارسال نماز کی حالت میں سے ہے لیکن اگر کہا جائے کہ وضع تعظیمی حالت ہے نہ کہ ارسال تو ہم کہیں گے کہ پھر اس کو نماز میں کیوں داخل کرتے ہو۔ حال آنکہ یہ بھی اللہ کی تعظیم ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ [2:البقرۃ:238] تو

ہم کہیں گے کہ ٹھیک ہے۔ کیا تم دوسرے قیام کو بھی اس حکم میں داخل کرتے ہو۔ اگر تم داخل کرو تو اعتراض بحال رہے گا اور اگر داخل نہ کرو تو تمھارا کلیہ باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اس حکم میں ایک کو داخل کرنا اور دوسرے کو نہ کرنا اس عمل کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ کیوں کہ اگر تم دوسرے قیام کو داخل کرو گے تو مخلوق کے سامنے ارسال ممنوع ہو جائے گا اور اگر تم نکال دو گے تو پھر اسے نماز میں داخل کرنا مشکل ہو جائے گا۔

فَاِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ
وَ اِنْ كُنْتَ تَدْرِيْ فَالْمُصِيْبَةُ اَعْظَمُ

شاہ صاحب کے اس اعتراض پر تعجب کرنے سے ان کے فہم کا نقص واضح ہو رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقائق شرعیہ سے نابلد ہیں۔ گویا کہ وہ تفقہ سے خالی دامن ہیں۔ کہ ان کو اللہ کے سوا مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونے میں کوئی فرق ہی معلوم نہیں ہو رہا اور انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ناجائز اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا جائز کیوں ہے؟ شاہ صاحب رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے پر زور دیتے جاتے ہیں۔ اس لیے ہاتھ باندھنا تو نظر آتا ہے اور باقی چیزیں چھپ جاتی ہیں۔ سچ ہے حبك شيء يعمي و يصم کہ تجھے کسی چیز کی محبت اندھا بہرا کر دے گی۔ وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں تو مارتے ہیں مگر موقف کو ثابت کرنے کے لیے انھیں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ ثابت کر دکھائیں کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ہی نماز کی ہیئت ہے اور دونوں قیاموں (مخلوق والے جائز اور ناجائز) میں یہی فرق ہے کہ مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اس لیے ممنوع ہے کہ وہ نماز کی ہیئت میں سے ہے۔ اور چھوڑ کر کھڑا ہونا اس لیے جائز ہے کہ وہ نماز کی کیفیت نہیں۔

شاہ صاحب ؒ کو اپنے موقف کے اثبات کی دھن نے یہ بھی سوچنے نہ دیا کہ مخلوق کے سامنے نہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز ہے نہ ہی چھوڑ کر۔ اگر ہاتھ چھوڑ کر کھڑ

ہونا نماز کی ہیئات میں سے نہیں تو پھر مخلوق کے لیے ایسا قیام بھی ممنوع قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ قیام خواہ ہاتھ باندھ کر ہو یا چھوڑ کر در حقیقت دونوں کیفیات نماز کی ہی ہیں۔ البتہ مخلوق والے قیام اور نماز کے قیام کے درمیان فرق ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بناوٹی حالت ہے جو انسان کسی کی تعظیم کے لیے کرتا ہے اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا یہ طبعی حالت ہے۔ جس میں کوئی بناوٹ اور ارادہ تعظیم کا دخل نہیں کیوں کہ یہ ایسی عادت ہے جسے انسان کسی بھی وقت تبدیل نہیں کر سکتا' خواہ تعظیم کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس لیے منع ہے کہ ایک تو یہ نماز کی کیفیت ہے اور دوسرا ایسا کرنے والا یہ حالت خود بناتا ہے' جس سے اللہ کی تعظیم میں مشارکت آتی ہے اور یہی وجہ اس کے ممنوع ہونے کی ہے۔ رہا مخلوق کے سامنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا تو اگرچہ یہ بھی نماز کی کیفیات میں سے ہے' مگر ممنوع نہیں کیوں کہ اس حالت میں انسان کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑا نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کی فطری حالت ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتی لہٰذا مخلوق کے لیے ہاتھ باندھ کر یا چھوڑ کر کھڑا ہونا دونوں ہی ممنوع ہیں کیوں کہ نماز کی حالتیں ہیں۔ کھڑا ہونے والا پہلے بیٹھا تھا اور کسی آنے والے کی وجہ سے اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا تو یہ وجہ ہی اس کے ممنوع ہونے کا باعث بن گئی۔ پھر مخلوق کے سامنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا بھی اس لیے جائز ہے کہ اس میں تعظیم کی حالت پیدا نہیں ہوتی بلکہ یہ اس شخص کی فطری حالت ہے جو پہلے سے ہی موجود تھی مگر جب اس نے ہاتھ باندھنے کا اس میں اضافہ کیا تو یہ قیام ممنوع ہو گیا۔ کیوں کہ اب نماز کی حالت مخلوق کے لیے بنائی گئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قیام میں منع کی علت نماز والی حالت مخلوق کے لیے پیدا کرنا ہے' نہ کہ صرف کھڑا ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص اگر پہلے سے ہی کھڑا تھا اور کوئی آ گیا تو یہ اس کا قیام صحیح ہے چاہے اس نے ہاتھ باندھے ہوں یا کھلے چھوڑ رکھے ہوں' کیوں کہ یہاں اس نے مخلوق کے لیے نماز والی

حالت نہیں بنائی۔ خلاصہ یہ کہ اگر نماز والی حالت کسی کے لیے بنائی جائے گی تو ممنوع ہوگی ورنہ جائز۔

ا۔ اگر ہاتھ کھلے چھوڑ کر کھڑا ہونا طبعی حالت ہے، جس میں کوئی تعظیم نہیں تو پھر اسے نماز میں شامل ہی کیوں کیا گیا ہے؟

ب۔ یہ قاعدہ صحیح نہیں کہ نماز میں صرف تعظیمی افعال ہی داخل ہیں اور وہ افعال جن میں نماز کے باہر تعظیم نہیں وہ داخل نہیں کیے گئے۔ اس لیے کہ کسی بھی فعل میں بذات خود کوئی تعظیم نہیں بلکہ اس کی تعظیم اس کے عبادت کی کیفیات میں شامل ہونے کی وجہ سے آتی ہے۔ اس لیے ہر وہ فعل جو عبادت کی ہیئات میں داخل ہو تعظیمی کہلائے گا اور جو عبادت کی کیفیات میں داخل نہ ہو وہ تعظیمی نہیں۔ رکوع اور سجدہ اس وجہ سے تعظیمی ہے کہ یہ اللہ کی عبادت کی کیفیات میں سے ہیں اور اگر یہ عبادت کی کیفیات میں سے نہ ہوتے تو تعظیم میں نہ ہوتے۔ بعض کیفیات ایسی ہوتی ہیں جو عبادت کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ کیوں کہ وہ عبادت کے لیے ہی مقرر کی گئی ہوتی ہیں۔ لہذا وہ نماز کے اندر ہوں یا باہر تعظیمی ہی کہلائیں گی اور بعض کیفیات ایسی ہوتی ہیں جن کا شمار عبادت کی حالتوں میں نہیں ہوتا۔ باوجود کہ نماز کی کیفیات میں سے ہوں، وہ کیفیات عبادت کے لیے مقرر ہی نہیں تو وہ کیفیات جب نماز کے اندر ہوں گی تو تعظیمی اور باہر ہوں گی تو تعظیمی نہیں کہلائیں گی۔ کیوں کہ طبعی کیفیات ہیں جن کا سامنا، نماز سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔ قبلہ کی طرف کھڑا ہونا یا بیٹھنا باہر طبعی حالت میں ہو تو ان میں تعظیم نہیں اور جب نماز کے اندر داخل ہوں تو ان میں بھی تعظیم آجائے گی، کیوں کہ اس وقت یہ نماز کی کیفیات میں سے ہوں گی اور یہی معاملہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونے کا ہے۔ اگرچہ نماز کے باہر اس میں تعظیم نہیں۔ کیوں کہ یہ طبعی حالت ہے۔ مگر نماز کی حالتوں میں داخل ہونے سے یہ عمل بھی تعظیمی ہو جائے گا۔ لہٰذا ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا بھی مطلوب ہے۔ تاکہ نماز دونوں قیاموں کی جامع بن جائے اور وہ ہے ہاتھ باندھنا اور چھوڑنا۔ جب

انسان نماز میں قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوتا ہے تو وہ مختلف انداز اپنا کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ کبھی کھڑا ہوتا ہے تو کبھی بیٹھ جاتا ہے۔ کبھی رکوع کی حالت اپناتا ہے تو کبھی سجدے کی۔ اس طرح ہاتھوں کو بھی مختلف شکلیں دیتا ہے۔ کبھی سینے پر رکھتا ہے اور کبھی زانو پر رکھتا ہے اور کبھی زمین پر بچھاتا ہے۔ کسی وقت ان ہاتھوں کو اٹھا بھی لیتا ہے۔ در حقیقت نماز میں یہ تمام حالتیں مطلوب ہیں تاکہ اس کے ہر جوڑ پر جو شکر ادا کرنا واجب ہے اس کو ادا کیا جا سکے اور وہ اپنے خالق کی عبودیت کا اقرار کر سکے۔

وضع الیدین کے قائلین تو یہاں کہیں لفظ (قیام) دیکھ لیتے ہیں اسی کو اپنی دلیل خیال کر کے فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں اور یہ سوچ ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتی کہ اس لفظ سے صحابہؓ اور محدثینؒ نے کیا مراد لی ہے۔ کیا وہ قیام ثانی کو مطلق قیام میں داخل خیال کرتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں دیا جائے تو اس کا جواب چند وجوہ کے ذریعے دیا جا سکتا ہے۔

1-- ایسا ممکن نہیں کیوں کہ یہ معروف علمی قواعد کی خلاف ورزی ہے۔

2-- آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ان کی مراد یہی ہے۔ کیا انھوں نے کسی بھی جگہ اس کی وضاحت کی ہے۔ مگر اس کے برعکس کئی جگہوں پر ان کی یہ وضاحت موجود ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے قیام میں ہاتھ باندھتے دیکھا دوسرے قیام کا وہ ذکر ہی نہیں کرتے۔ جیسا کہ مسلم اور ابو داؤد کی حدیث میں موجود ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ صحابہؓ اور محدثینؒ نے قیام ثانی کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جس طرح قیام اول کا کیا۔ کیا انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام ثانی میں ہاتھ باندھتے نہیں دیکھا۔؟

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ ہاں دیکھا ہے تو ان سے پوچھا جائے کہ کس نے دیکھا؟ کس وقت دیکھا؟ اور دیکھنے کی جگہ کون سی تھی؟ جب کہ قیام اول کا حال تو انھوں نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ دونوں قیام لغوی لحاظ سے قیام ہیں جب ایک کا حال بیان ہو گیا تو دوسرے کا خود بخود واضح ہو

گیا ہے۔اس لیے قیام اول کے بیان پر ہی اکتفا کیا گیا ہے' تاکہ پہلے پر قیاس کر کے دوسرے قیام کو سمجھ لیا جائے تو اسے ہم یہ کہیں گے کہ اگر دونوں قیام ایک ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں تو ہر جگہ قیام اول کے حال پر ہی کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔کسی جگہ دوسرے قیام کے بیان پر بھی اکتفا ہونا چاہیے تھا۔

صحابہؓ نے یہ تو بیان کر دیا کہ انھوں نے پہلے قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو ہاتھ باندھتے دیکھا ہے مگر قیام ثانی کے متعلق انھوں نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔اگر انھوں نے ایک مرتبہ ہی آپ کو قیام ثانی میں ہاتھ باندھے دیکھا ہوتا تو کبھی تو بیان کرتے۔

اس مسئلہ کے قائلین یہ نہیں سوچتے کہ اگر مطلق قیام کا وہی معنی مراد ہوتا جو ان حضرات نے سمجھ لیا ہے تو کبھی کسی جگہ محدثین بھی وضاحت کر ہی دیتے۔

محدثین نے تو ایسا ہرگز نہ کیا۔ہاں ہاتھ باندھنے والے بار بار ایسا کر رہے ہیں۔

ا۔ آج ہاتھ باندھنے والے اس لیے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہاتھ چھوڑنے والے بھی موجود ہیں۔اگر آج یہ موجود نہ ہوتے جیسا کہ پہلے تھا تو محدثین کی طرح انھیں بھی اس کی ضرورت نہ ہوتی۔

ب۔ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ یہ بات سوچ' عقل' نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ جب ہم ماضی قریب وبعید کی طرف نظر کرتے ہیں تو جوں جوں آپ اوپر چلے جائیں گے آپ کو ہاتھ باندھنے والوں کی تعداد کم ہوتی نظر آئے گی۔حتیٰ کہ خیر القرون میں آپ کو کوئی ایسا ایک فرد بھی نہ ملے گا جو وضاحت یا اشارہ کے ساتھ ہاتھ باندھنے کا اثبات کرے۔البتہ آج کے دور میں جو کہ تقلید شخصی اور فتنوں کا دور ہے دن بدن ہاتھ باندھنے والوں کی تعداد بڑھتی نظر آتی ہے۔لیکن ہماری معلومات کے مطابق آج سے تقریبا چالیس پچاس برس قبل ہمارے علاقوں میں اور دوسرے علاقہ جات میں کوئی ایک فرد بھی ہاتھ باندھنے والا نہ تھا۔البتہ آج کل دوسرے ممالک کی طرح ہمارے ہاں بھی ہاتھ باندھنے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔

ا۔ اگر ہاتھ باندھنے والے خیر القرون میں ایک شخص کا بھی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے جو

اس مسئلے کا قائل ہو تو ہاتھ چھوڑنے والے بھی خیر القرون میں کوئی ایک فرد پیش کرنے سے قاصر ہی ہیں۔

ب۔ 1--ماضی میں تابعین اور تبع تابعین کا عمل قطعی طور پر کتب احادیث میں ثابت ہے۔

2--اگر ماضی میں ارسال الیدین (ہاتھ چھوڑنا) نہ تھا تو اس دور میں اس کثرت کے ساتھ اس پر عمل کیوں ہے؟ امت مسلمہ کا کسی بھی مسلک کے امتیاز کے بغیر اتنی کثرت سے عامل ہونا ہی اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ماضی میں بھی ارسال تھا۔

3--ہاتھ باندھنے والوں کا تو یہ دعویٰ ہے کہ لوگ دوسرے قیام میں بھی ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ حالانکہ کتب حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ لوگوں نے سستی یا کسی اور سبب سے قیام اول میں بھی ہاتھ باندھنا ترک کر دیا تھا۔ جیسا کہ مالکیوں کا عمل ہے۔ جب قیام اول میں ہاتھ چھوڑنا شروع ہو گیا تو دوسرے قیام میں بھی ہو جانا چاہیے تھا۔ کیوں کہ جو پہلے قیام میں ہاتھ چھوڑتے ہیں وہ دوسرے قیام میں بھی ہاتھ چھوڑتے ہیں۔ اس کے برعکس ممکن ہی نہیں۔ تو یقین کے ساتھ ماضی میں ہاتھ چھوڑنے والوں کا ثبوت میسر آگیا اور آج کل مالکیوں کا عمل کہ وہ دونوں قیاموں میں ہاتھ چھوڑتے ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے۔ اور پوری دنیا میں ایک بھی فرد ایسا نہیں مل سکتا جو کہ قیام اول میں ارسال کرتا ہو اور قیام ثانی میں وضع الیدین۔ اگر دونوں قیاموں میں وضع ہوتا تو دونوں قیاموں میں تساہل یا کسی اور وجہ سے چھوڑنا لازم آتا۔ ہمیں تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں کہ خیر القرون میں قیام ثانی کا ارسال موجود تھا' خواہ وہ تساہل کی وجہ سے ہو' جیسا کہ ہاتھ باندھنے والوں کی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یا وہ سنت ہو جیسا کہ ارسال الیدین والے دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ہاتھ باندھنا نہ تو عملاً ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی روایتاً۔ پھر امت کا عمل بھی ارسال الیدین پر بہت بڑی دلیل ہے۔ ہاتھ باندھنے والے تو صرف علما کی تقلید میں ہاتھ باندھتے ہیں اور کسی بھی دلیل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے' مگر ارسال الیدین کے قائلین ایسا ہرگز نہیں کرتے کیوں کہ یہ عمل شروع سے لے کر اب تک جاری وساری ہے۔ اور امت مسلمہ بلا مسلک کی قید کے ہاتھ چھوڑتی ہے۔

ا۔ کیا یہ تقلید نہیں؟ بلکہ بہ طریق اولیٰ تقلید ہے۔

ب۔ نہیں بھائی یہ تقلید نہیں' بلکہ تقلید تو شخصی ہوتی ہے حال آنکہ یہ تو ساری امت کا اتباع ہے اور ایسا اتباع تقلید نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب یہ اہل حق کا موقف ہو اور تقلید تو سرے سے اہل حق میں ہوتی ہی نہیں۔

ا۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ امت کا عمل شروع میں تقلید شخصی کی وجہ سے ہو۔؟

ب۔ بھائی صاحب! سمجھنے کی کوشش کیجیے' ارسال کا معاملہ ایسا ہرگز نہیں' بلکہ یہ محدثین کا عمل ہے' جو تقلید سے بچے ہوتے ہیں۔ اگر ان میں بھی تقلید چل پڑے تو وہ اہل حق کہاں کے؟ کیوں کہ اہل تقلید اہل حق نہیں ہیں اور پھر دیکھیے کہ محدثین عظام ؒ وہ ہستیاں ہیں کہ جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ" (1) کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم و دائم رہے گا۔ تو ماننا پڑے گا کہ محدثین کا عمل کسی تقلید شخصی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ کسی نقلی دلیل پر ہی قائم ہے۔ اور اس کی پیروی کو تقلید سے عبارت نہیں کرتے۔

ہاتھ باندھنے والوں کے پاس نہ تو کوئی نص ہے' نہ ہی امت کا عمل ان کی طرف ہے۔ ان کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ صرف قیاس و ظنون ہی ہیں۔ اس لیے امت کا عمل ان کے مقابلے میں بہ منزلہ نص ہے۔

اب واضعین کے ذمے لازم ہے کہ وہ بتائیں کہ قیام ثانی قواعد علمیہ کی رو سے قیام اول میں شامل ہے یا صحابہؓ اور محدثین کے نزدیک یہ بات موجود ہے۔ اور اگر وہ یہ بات ثابت نہ کر سکیں اور کر بھی نہ سکیں گے تو ان الفاظ احادیث سے استدلال کرنا جن میں متعلقہ لفظ قیام آیا ہے صحیح نہیں۔ اس کے مقابلہ میں امت میں جاری عمل کا اتباع کرنا زیادہ احتیاط کی بات ہے' کیوں کہ یہ علم ہی کی پیروی ہے' جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾[31:لقمان:15] اور ارسال ہی اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کا اتباع ہے۔

---

(1) (بخاری: کتاب الاعتصام' باب قول النبیؐ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق ص 609 رقم: 7311)

یا شیخ ابن باز اور شیخ سندھی وغیرہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے نہیں اور ان کا اتباع منیبین کا اتباع نہیں ؟

ب۔ یہ تو امت کے چند افراد ہیں اور ﴿مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ ایک جماعت کو شامل ہے۔ اور جو لفظ جماعت کو شامل ہو وہ افراد کو شامل نہیں ہوتا اور ارسال الیدین کا عمل تو اہل حق کا عمل ہے جو ابتدا سے چلا آرہا ہے اور اس عمل کا اتباع تقلید نہیں۔ رہا ہاتھ باندھنے کا عمل تو یہ اس پر فتن دور کے چند افراد کا استدلال ہے اور متاخرین میں سے بعض افراد کے اتباع ہی کو تو تقلید کہتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

ا۔ آپ کہتے ہیں کہ محدثین نے کسی جگہ بھی قیام ثانی کے مطلق لفظ قیام میں داخل ہونے کی تصریح نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے دوسرے قیام کے لفظ قیام میں عدم شمول کی بھی تصریح نہیں کی۔

ب۔ دوسرے قیام کا شمول مطلق لفظ قیام میں قواعد علمیہ کے مطابق درست نہیں۔ اس کی شمولیت کی نفی جب قواعد کے ذریعے ہوگئی تو کسی نفی کی وضاحت کی ضرورت نہ رہی۔ رہا تمھارا یہ خیال کہ صحابہؓ محدثینؒ تمھاری طرح علمی قواعد سے بے بہرہ تھے' ہرگز نہیں۔ ان بزرگوں کا اسلوب ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مطلق لفظ قیام میں قیام ثانی داخل نہیں۔ ہم واضعین کو چیلنج کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے متعلق قیام کے ذریعے دوسرا قیام بھی مراد لیا جا سکے۔ بغیر کسی قرینہ و وضاحت کے۔

شاہ صاحب نے اپنے ایک اردو رسالہ میں بعض باتیں پیش کر کے اس کا ثبوت لانے کی کوشش کی ہے کہ قیام ثانی مطلق لفظ قیام میں داخل ہے' لیکن یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی ہے۔ اس میں مطلب کی کوئی چیز بھی نہیں۔ لیجیے! میں وہ مثالیں بھی پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی ان کا جواب بھی۔

مثال اول: ((یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُکُمْ لَاتَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّکُوْعِ وَ لَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ وَ لَا بِالْاِنْصِرَافِ)) ❶ اے لوگو! میں تمھارا امام ہوں لہٰذا رکوع و

---

❶ (صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ' باب تحریم سبق الامام برکوع أو سجود ونحوهما' ص 746 رقم 112 .. مسند احمد 102/3 رقم 11586 .. نسائی' کتاب السهو' باب النهی عن مبادرة الامام بالانصراف من الصلوة ص 2177 رقم 1364)

سجود قیام اور نماز سے پھرنے میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ شیخ سندھی نے یہ مثال لکھ کر یہ گمان کر لیا ہے کہ لفظ "قیام" دوسرے قیام کو شامل ہے مگر یہ صرف ظن ہی ہے اور ظن حق کے مقابلے میں کفایت نہیں کرتا۔ اس حدیث میں لفظ قیام دوسرے قیام کو ہرگز شامل نہیں۔ یہاں آنے والا لفظ قیام یہ بتاتا ہے کہ جس طرح رکوع و سجود میں امام سے سبقت نہیں ہو سکتی اس طرح قیام میں بھی نہیں۔ یہاں دو تین چیزوں کا تذکرہ بطور مثال کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان مذکورہ حالتوں میں تو سبقت ممنوع ہے۔ مگر باقی میں ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس نہی میں جلسہ قعدہ، ہر بدلنے والی کیفیت شامل ہے۔ اس طرح وہ دلیل جو نماز کی ہر کیفیت کو شامل ہے وہ دوسرے قیام کو بھی شامل ہے۔ یعنی سبقت کی نفی۔ نہ کہ اس میں وارد شدہ لفظ "قیام" سبقت امام کی نفی کا قرینہ ہے، دوسرے قیام کے لیے لہٰذا شیخ سندھی کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔

دوسری مثال: اِذَا صَلّٰی قِیَامًا فَصَلُّوْا قِیَامًا ❶ جب امام کھڑا ہو کر پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔

تیسری مثال: صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ❷ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر۔

ان دونوں مثالوں میں لفظ قیام سے حقیقی قیام مراد نہیں بلکہ قعود کے مقابلے میں قیام ہے جو اپنی اصل جنس اور دوسری جنس کو شامل ہے۔ یہاں دوسرا قیام لفظ قیام کی وجہ سے شامل نہیں بلکہ اپنے عمومی و مجازی معنی کی وجہ سے شامل ہوا ہے

---

❶ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب انما جعل الامام لیؤتم به، ص 55 رقم689 .. مشکوة، کتاب الصلوة، باب ما علی الامام من المتابعة و حکم المسبوق، الفصل الاول، رقم 1139)

❷ (صحیح البخاری، کتاب التقصیر، باب اذ لم یطق قاعدا فصل علی جنب، ص 87 رقم 1117.. ارواه الغلیل 8/2 رقم 299 و ابن الجارود 120...ابوداؤد، کتاب الصلوة، باب فی صلوة القاعد، ص 1293رقم 952.. ترمذی کتاب الصلوة، باب ما جاء ان صلوة القاعد علی النصف من صلاة القائم، ص 376-377 رقم 372)

کہ نمازی کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے گا اور جب بیٹھ کر پڑھے گا تو رکوع بھی بیٹھ کر ہی کرے گا۔ اس لیے شاہ صاحب کا موقف اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال: فَاَدَارَنِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ❶ رسول اللہ نے مجھے پھیرا اور دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ اس حدیث میں اقامنی نہ تو پہلے قیام کے لیے ہے اور نہ ہی قیام ثانی کے لیے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تکبیر تحریمہ سے پہلے ہوا ہو۔ جیسا کہ مسلم میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت یہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور مری ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دائیں جانب کھڑا کر لیا اور عورت کو پیچھے بلکہ یہ روایت تو صرف مقتدی کا مقام واضح کرنے کے لیے بیان کی گئی ہے، جس میں آپ نے بیان فرمایا کہ جب مقتدی و امام دو ہی آدمی ہوں تو مقتدی امام کی کس جانب کھڑا ہو۔ لہٰذا حدیث کا یہ معنی ہو گا کہ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ لاَ صَلّٰی رسول اللہ ﷺ نے مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا تاکہ میں نماز پڑھوں۔ فَاَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ کا محل دونوں قیاموں پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ یہ تو اس بات پر بھی دلالت نہیں کرتا کہ انسؓ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ مقتدی بعد میں عذر کی وجہ سے بیٹھ کر ہی نماز پڑھ لے۔ لہٰذا اس مثال سے بھی شاہ صاحب کا موقف بالکل حل نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ شاہ صاحب یہ مثالیں نہ ہی بیان کرتے تو اچھا تھا کیوں کہ خاموشی انسان کے لیے پردہ کا کام کرتی ہے۔ جب وہ بات کرے اور غلطی کرے تو اس کے لیے شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ فارسی مقولہ مشہور ہے:

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

بھائی صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی کتب میں قیام ثانی جہاں

---

❶ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب میمنۃ المسجد والامام، ص 58 رقم 728۔ مشکوۃ، کتاب الصلوۃ، باب الموقف الفصل الاول، رقم 1107-1109)

بھی مذکور ہوگا وہ کسی نہ کسی قرینہ یا صراحت کے ساتھ ہی آئے گا۔ یہ نہیں ہوتا کہ مطلق لفظ قیام میں بغیر کسی قرینہ کے قیام ثانی داخل ہو جائے۔ میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں جن میں قیام ثانی کا ذکر ہوا ہے مگر ساتھ قرینہ بھی موجود ہے۔

1- ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ❶ پھر کھڑے ہو یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔

2- ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ❷ پھر آپ کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہتے

3- اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ اِنْتَصَبَ قَائِمًا ❸ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

4- قَامُوْا قِیَامًا حَتّٰی یَرَوْنَہٗ قَدْ سَجَدَ ❹ صحابہؓ کھڑے رہتے یہاں تک کہ دیکھ لیتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں۔

5- لَمْ نَزَلْ قِیَامًا حَتّٰی نَرَاہُ قَدْ وَضَعَ وَجْھَہٗ ❺ ہم کھڑے ہی رہتے یہاں تک کہ آپ چہرہ زمین پر رکھ دیتے۔

6- ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَیُقِیْمُ صُلْبَہٗ ثُمَّ یَقُوْمُ قِیَامًا پھر آپ اپنا سر اٹھاتے، کمر کو سیدھا کرتے، پھر کھڑے ہو جاتے۔

7- وَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامَ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ نَسِیَ ❻ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اس قدر قیام فرماتے کہ ہم سمجھتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔

---

❶ (ابو داؤد: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود ص 1286 رقم :856)

❷ (بخاری: کتاب الاذان، باب التکبیر اذا قام من السجود، ص 62 رقم 789... صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوۃ الا رفعہ من الرکوع فیقول فیہ سمع اللہ لمن حمدہ، ص 740 رقم :28)

❸ (مسلم: کتاب الصلوۃ، باب الاعتدال ارکان الصلوۃ و تخفیفھا فی تمام، ص 752 رقم 195)

❹ (نسائی، کتاب الامامۃ، باب مایجوز للامام من العمل فی الصلوۃ، ص 2140 رقم 830)

❺ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب متابعۃ الامام والعمل بعدہ، ص 752 رقم 199)

❻ (بخاری: کتاب الاذان، باب الاطمانیۃ حین یرفع راسہ من الرکوع، ص 63 رقم :800.. مسلم: کتاب الصلوۃ، باب اعتدال ارکان الصلوۃ و تخفیفھا فی تمام، ص 702 رقم 195)

8- ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے، پھر رکوع کی مقدار کی مثل قیام فرماتے۔

9- ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، حَتّٰى يَسْتَوِىَ قَائِمًا ❶ پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، کہتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

10- اَنْ لاَّ اَخِرَّ اِلاَّ قَائِمًا کہ میں اس وقت تک سجدہ میں نہ جاؤں جب تک کھڑا نہ ہوں۔

لیجیے! چند مثالیں قرآن مجید سے بھی پیش کرتا ہوں جن میں لفظ قیام سے مراد پہلا قیام ہی ہے نہ کہ دوسرا۔ اور قیام اول کو ہی لفظ صلوۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلا قیام رمضان، قیام اللیل سے مراد تراویح اور تہجد لیا جاتا ہے۔

1- ﴿وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾[2:البقرۃ:238]اللہ کے لیے عاجزی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔

2- ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾[25:الفرقان :64]اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لیے رکوع و سجود میں رات گزارتے ہیں۔

3- ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلاَّ قَلِيْلاً﴾[73:مزمل :2]رات کا قیام کر مگر کچھ حصہ۔

4- ﴿وَ اَنَّه، لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾[72:الجن:19] اور جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے اور اللہ کو پکار رہا ہوتا ہے۔

5- ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ [9:التوبۃ:108]وہ مسجد جو پہلے دن سے ہی تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی ہے وہ زیادہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔

6- ﴿وَ طَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ [22:الحج:26]

---

❶ (سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ، باب صلاۃ من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود، ص 1286 رقم 857)

میرے گھر کو طواف' قیام' رکوع' و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔

7- ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا﴾[39:زمر:9] یا وہ شخص جو رات کے حصوں میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہے۔

8- ﴿اَلَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾[26:الشعراء:218]وہ ذات جو تجھے کھڑے ہونے کے وقت دیکھ رہی ہے۔

9- ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ﴾[73:مزمل 20] تیرے رب کو معلوم ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں۔

10- ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾[3:آل عمران:113]اہل کتاب میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ جو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

ا- اگر ان مثالوں میں لفظ قیام سے مراد ''صلوۃ'' ہے تو دوسرا قیام بھی اس میں شامل ہوگا کیوں کہ لفظ صلوۃ اس کو بھی شامل ہے۔

ب- لفظ قیام میں قیام ثانی شامل نہیں ہوتا بلکہ عمومی اور مجازی معنی کے تحت شامل ہوتا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ عمومی معنی کی صورت میں صرف قیام ثانی کو ہی خصوصیت نہیں بلکہ دوسرے افراد بھی داخل ہو جائیں گے۔ چاہے اس کا تعلق قیام سے ہو یا کسی رکن سے' خواہ بنیادی حیثیت کے حامل ہوں یا ثانوی حیثیت کے۔ مثلاً قیام اول' رکوع' سجود' جلسات' وقعدات۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ لفظ قیام سے مراد وہی قیام اول ہی ہے جسے لفظ صلوۃ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے' کیوں کہ یہ رکوع و سجود کی طرح بنیادی رکن ہے اور دوسرے قیام کا معاملہ ایسا نہیں۔ کسی کے نزدیک بھی صلوۃ بول کر قیام ثانی مراد نہیں لیا گیا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

1- فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ❶ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام' رکوع اور سجدہ کو طویل کیا۔

---

❶ (ابی داؤد ' کتاب التطوع ' باب فی صلوۃ اللیل' ص 1322 رقم 1353.. صحیح مسلم ' کتاب صلوۃ المسافرین ' باب صلوۃ النبی ﷺ و دعاءہ باللیل 'ص 798 رقم 191 .. مسند احمد 373/1 رقم 3531

2- فَصَلّٰی بِاَطْوَلَ قِیَامٍ وَّ رُکُوْعٍ وَّ سُجُوْدٍ مَا رَاَیْتُہٗ قَطُّ یَفْعَلُہٗ ❶ آپ نے اتنے طویل قیام ورکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھی کہ میں نے کبھی بھی آپ کو ایسا کرتے نہ دیکھا تھا۔

3- امام بخاری کی جزء القراءۃ میں وارد ہے۔ قَالَ اَتَیْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ الْاُوْلٰی کَانَتْ تُقَامُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَیَخْرُجُ اَحَدُنَا اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقْضِیْ حَاجَتَہٗ ثُمَّ یَاْتِیْ مَنْزِلَہٗ فَیَتَوَضَّأُ ثُمَّ یَجِیْئُ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَائِمًا فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی ❷ راوی کہتا ہے کہ میں ابو سعید خدریؓ کے پاس آیا تو انھوں نے فرمایا ظہر کی نماز حضور ﷺ اس طرح پڑھاتے کہ ہم میں سے کوئی بقیع کی طرف جاتا وہاں قضائے حاجت سے فارغ ہوتا پھر اپنے گھر جا کر وضو کر کے آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کے قیام میں ہی ہوتے۔

4- کُنَّا نَحْزُرُ قِیَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِیَامَہٗ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَۃِ الم سجدہ، ❸ ہم ظہر اور عصر میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کا اندازہ کیا کرتے تھے۔ ہم نے آپ کی ظہر کی پہلی رکعت کا اندازہ سورہ الم سجدہ کے بقدر کیا۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ ﷺ وَ سُجُوْدُہٗ وَ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ مَا خَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْبًا مِّنَ

---

❶ (صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب الذکر فی الکسوف، ص 83 رقم 1059.. صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلوۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار، ص 819-821 رقم 24.. مشکوۃ، کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الکسوف، فصل اول، رقم 1484)

❷ (صفۃ صلوۃ النبی للشیخ البانی رحمہ اللہ ص 112 ط مکتبہ ریاض)

❸ (نسائی، کتاب الصلوۃ، باب عدد صلوۃ العصر فی الحضر، ص 2117 رقم 476.. مسند احمد 2/3 رقم 10603 .. صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی الظهر والعصر، ص 760 رقم 156)

السَّوَاءِ ❶ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ قیام اور تشہد کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع 'سجدہ' جلسہ اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے یہ حالتیں تقریباً برابر ہوا کرتی تھیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ قیام صرف قیام اول کو ہی شامل ہے۔ قیام ثانی کو اذا رفع رأسه من الركوع کی عبارت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سب سے واضح دلیل ہے۔ کہ مطلق قیام سے مراد صحابہ کے نزدیک پہلا قیام ہے نہ کہ دوسرا۔

اگر معاملہ ایسا ہوتا جیسے وضع الیدین کے قائلین نے گمان کر لیا ہے کہ لفظ قیام دونوں قیاموں کو شامل ہے تو براء بن عازب دو قیاموں میں مختلف ناموں کے ذریعے فرق نہ کرتے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ وائل بن حجرؓ کی مراد حدیث اذا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ سے پہلا قیام ہی ہے۔ کیوں کہ صحابہؓ لفظ مطلق قیام سے قیام اول ہی مراد لیتے تھے اور اسکے خلاف کوئی بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ ہاں جو پھر بھی اس کے خلاف دعویٰ کرے تو دلیل پھر اس کے ذمہ ہے۔

ا۔ وائل بن حجرؓ کی حدیث ان تمام احادیث سے عام ہے کیوں کہ اس میں لفظ "اذا" اور في الصلوة موجود ہے تو یہ اپنے عمومی معنی کے تحت دونوں قیاموں کو شامل ہو گی۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں وضع سے مراد دونوں قیاموں میں وضع ہو گی۔

ب۔ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اذا کے ذریعے حدیث عام ہے لیکن اذا کا عموم اس معنی میں منحصر ہو گا جو لفظ قائما سے مراد ہے۔ اگر قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ سے دونوں قیام مراد لیے جائیں تو اذا کا عموم دونوں قیاموں کے لیے ہو گا۔ جیسا کہ ہاتھ باندھنے والوں کا دعویٰ ہے اور اگر قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ سے قیام اول مراد لیا جائے تو اذا کا عموم صرف پہلے قیام تک محدود ہو گا اور ہم سابقہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں

❶ (صحيح البخاری، كتاب الاذان ، باب حد اتمام الركوع والاعتدال فيه والاطمينانية ،ص 63، رقم 792.. نسائی ، كتاب التطبيق ، باب قدر الجلوس بين السجدتين، ص 2161 رقم 1149 ، مشكوة ،كتاب الصلوة ، باب الركوع ، الفصل الاول ، رقم 869)

کہ قَائِمًا فِي الصَّلٰوۃ سے علمی قواعد کے مطابق قیام اول ہی مراد ہے کیوں کہ یہاں قیام مطلق ہے اور اس سے مراد ہمیشہ قیام اول ہی لیا جاتا ہے۔ تو اذا کا عموم پہلے قیام کو ہی شامل ہوگا اور دوسرا قیام اس میں شامل نہ ہوگا۔

ا۔ کیا صرف قیام اول میں عموم ہو سکتا ہے۔؟

ب۔ ضرور' اگر قیام اول میں عموم نہ ہوتا تو قَائِمًا پر لفظ اذا داخل نہ ہوتا جو کہ عموم کے لیے ہے۔

ا۔ اگر اِذَا كَانَ قَائِمًا کے عموم سے دوسرے قیام کو نکال دیا جائے تو حدیث عام نہیں رہتی کیوں کہ پھر تو قیام ایک ہی بچتا ہے۔

ب۔ دوسرے قیام کو شامل کیے بغیر بھی حدیث عام ہی رہتی ہے۔

ا۔ کیسے عام ہو سکتی ہے؟ کیا ایک فرد میں بھی عموم ہو سکتا ہے۔؟

ب۔ جی ہاں! اور حکم اس فرد واحد کے ساتھ لاگو ہوتا رہے گا' جہاں یہ فرد موجود ہوگا وہاں حکم بھی موجود ہوگا۔ "ما" اور "من" اور اس میں جنس والے عام کو فرد واحد میں خاص کیا جا سکتا ہے۔ تو جب تک فرد واحد باقی رہے گا اس وقت تک عام اپنی عمومیت پر باقی رہے گا۔ اس کی مثال قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے سمجھی جا سکتی ہے ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾[4:النساء :3] اگر تمھیں انصاف نہ کرنے کا خطرہ ہو تو ایک ہی عورت سے شادی کر لو یا اپنی لونڈیوں سے تمتع کرو۔ یہاں مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ عام ہے اور اس سے مراد غلام اور لونڈی دونوں ہی ہیں' لیکن اس آیت میں لفظ تزویج یعنی نکاح کے قرینہ سے "عبد" نکل گیا۔ صرف لونڈی بچ گئی۔ اب کلمہ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ عام ہے مگر اس سے مراد صرف لونڈی ہے اور وہ ایک ہی فرد ہے تو آیت کا اپنے عمومی معنی کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ تم خطرہ محسوس کرو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی آزاد سے شادی کر لو یا اپنی لونڈیوں سے تمتع کر لو۔ اسی طرح سے حدیث اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ عام ہے جو نماز کے دونوں قیاموں کو شامل ہے۔ یعنی قبل از رکوع اور بعد از

رکوع' مگر دوسرا قیام مطلق قیام کا ذکر کرنے سے خود بخود نکل گیا اور باقی اول رہ گیا جو کہ فرد واحد ہے۔ اب حدیث اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ اگرچہ عام ہے لیکن پہلے قیام کے ساتھ عام ہے۔ جب اذا کے عموم کو پہلے قیام کے ساتھ خاص کر دیا تو حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا۔ اِذَا كَانَ قَائِمًا اَوَّلاً اِیْ قِيَامَ الْقِرَاْةِ فِي اَیِّ الصَّلٰوةِ كَانَ وَ فِيْ اَیِّ رَكْعَةٍ كَانَ وَ سهمًا طَوِيْلاً كَانَ قَبَضَ بِيَمِيْنِه، عَلٰى شِمَالِهِ طُوْلَ قِيَامِهِ جب آپؐ پہلے پہل نماز میں قرأت کے لیے کھڑے ہوتے، جس نماز میں بھی ہوں، جس رکعت میں بھی ہوں اور پھر جتنا بھی لمبا قیام ہو آپ کھڑے ہونے کی حالت میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے۔

ا۔ حدیث اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ میں فِي الصَّلٰوةِ کا لفظ عام ہے' کیوں کہ نماز میں دو قیام ہوتے ہیں تو نمازی جب پہلے قیام میں کھڑا ہوگا یا دوسرے قیام میں اسے قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ ہی کہیں گے۔ لہذا قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ کا معنی قَائِمًا فِي كُلِّ قِيَامِ الصَّلٰوةِ ہوگا۔ یعنی نماز کے ہر قیام میں کھڑا ہونے والا۔ کیوں کہ دونوں قیام نماز کا حصہ ہیں' تو ثابت ہوا کہ قیام ثانی بھی اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ میں داخل ہے۔

ب۔ بھائی صاحب! بات ایسے نہیں جیسے آپ نے سمجھ لی ہے۔ سمجھنے کی کوشش کریں کہ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ کا لفظ جیسے نماز کے دونوں قیاموں پر فٹ آتا ہے ایسے ہی نماز کے ایک قیام پر بھی فٹ آتا ہے۔ تو فِي الصَّلٰوةِ میں کوئی عموم نہیں' کیوں کہ اس لفظ سے نماز کا ایک جزو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ پوری نماز پر لفظ فِي الصَّلٰوةِ کا لفظ صادق آجاتا ہے اور پلک جھپکنے کی مدت پر بھی۔ للذا اس لفظ سے نہ تو عموم لے کر استدلال ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی شے ہے جو ایسے کلیہ پر دلالت کرے' جس کے ذریعے قیام ثانی کو قیام اول میں داخل سمجھ لیا جائے۔ نیز اذا کا عموم اس معنی میں ہوگا۔ جو قَائِمًا سے مراد ہوگا اور یہ بات علمی ضوابط کے ذریعہ پایا ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قَائِمًا سے مراد پہلا قیام ہے تو معلوم ہوا کہ اذا

کا عموم بھی فرد عام کے لیے ہو گا نہ کہ نماز کے ہر قیام کے لیے۔

فِي الصَّلٰوةِ کا معنی نماز کا مطلق اندرون مراد ہے خواہ ایک دو کلمے ہوں یا زیادہ۔ جیسا کہ ترمذی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بتا رہی ہے۔ یعنی آپ نماز کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

اور یہ بات بھی آپ کے ذہن میں رہے کہ فِي الصَّلٰوةِ ایک جزئی کے حکم میں ہے' نہ کہ کلی کے۔ اگر اس سے صرف قیام اول ہی مراد لیا جائے تب بھی معنی صحیح ہوتا ہے اور کوئی نقص لازم نہیں آتا کیوں کہ قیام اول بھی نماز کے اندر ہی ہے۔ کیوں کہ اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ نماز کا ہر قیام مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہ قیام ہے جو نماز کے اندر ہے خواہ ایک ہو یا دو کیوں کہ فِي الصَّلٰوةِ سے جزئی معنی مراد ہیں نہ کہ کلی اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان سے سمجھی جا سکتی ہے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ [6:الانعام:131] اے جن وانس کے گروہ! کیا تمھارے پاس' تم میں سے رسول نہیں آئے۔ یہاں مِنْكُمْ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ تم میں سے یعنی دو جنس میں سے رسول آئے۔ اسی طرح فی الصلوۃ میں بھی نماز کا ہر حصہ مراد نہیں بلکہ مطلق نماز مراد ہے' خواہ ایک لمحے کے لیے ہو یا زائد کے لیے اور جس طرح مِنْكُمْ میں جن وانس دونوں داخل ہیں' مگر مراد صرف انسان ہیں۔ اسی طرح فِي الصَّلٰوةِ کا لفظ جیسے دونوں قیاموں کو شامل ہے اسی طرح ایک قیام پر بھی صادق آتا ہے۔ کیوں کہ دونوں قیام نماز کے اندر ہیں۔

اکثر لوگ عام سے استدلال کرتے ہوئے اس میں اس قدر وسعت سے کام لیتے ہیں کہ ان کا اخذ کردہ مفہوم متکلم کی مراد سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ اس لیے عام سے استدلال کرنے میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے کیوں کہ اکثر عام میں خصوصیت کا احتمال ہوتا ہے اور اکثر عام ایسے ہوتے ہیں جو مخصوص ہوتے ہیں اور علما میں یہ محاورہ مشہور ہے کہ ہر عام خص منه البعض ہوتا ہے۔ یعنی ہر عام میں

تخصیص ہوتی ہے۔ اسی طرح اس بات میں شک نہیں کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں مگر قاعدے کے مطابق مراد پہلا قیام ہی ہے اور دوسرے قیام کو اس عام حدیث میں شامل کرنا وائل بن حجرؓ کی مراد سے تجاوز ہی ہے۔ جس کے متعلق کسی بھی حدیث میں ان سے کوئی قول بہ صراحت منقول نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی عمل بلکہ ان سے صحیح مسلم وغیرہ میں پائی جانے والی روایت اور دیگر صحابہ سے سنن ابی داؤد وغیرہ میں ملنے والی احادیث اس کے برعکس ہی بیان کرتی ہیں کہ صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کو قیام اول میں ہی ہاتھ باندھے دیکھا ہے۔ تو مطلق احادیث کو ان مقید احادیث کے تابع کیا جائے گا۔

اگر صحابہؓ نے فی الحقیقت نبی اکرم ﷺ کو قیام ثانی میں ہاتھ باندھے دیکھا ہوتا تو ضرور بیان کرتے کیوں کہ وضع (ہاتھ باندھنا) ایک بناوٹی فعل ہے جو دلیل اور بیان کا محتاج ہے اور ارسال (ہاتھ چھوڑنا) ایک اصلی اور طبعی عمل ہے جس کے لیے کسی بیان و دلیل کی حاجت نہیں۔ اسی وجہ سے صحابہؓ نے قیام کا تذکرہ نہیں کیا کیوں کہ اس میں بناوٹی حالت ہے ہی نہیں۔

لوگوں نے جسے کیفیات کی تبدیلی کے وقت اللہ اکبر کہنے، رفع الیدین کرنے اور آمین بالجہر میں تساہل کیا، اس میں وضع الیدین میں بھی تساہل کیا۔ اور وضع کا تساہل ارسال ہے اور ارسال میں تساہل نہیں۔

اگر دونوں قیاموں میں وضع شرط ہوتا تو جس طرح لوگوں کے وضع میں تساہل کرنے پر پہلے قیام کے تساہل کا ذکر آ گیا اسی طرح قیام ثانی کے تساہل کا بھی ذکر آنا چاہیے تھا لیکن قیام اول کا تذکرہ تو بار بار ہو رہا ہے مگر قیام ثانی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں اور یہ اس بات کی دلیل کے لیے کافی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں۔ اور قیام ثانی میں عدم اختلاف ہی اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ قیام ثانی میں تساہل واقع ہی نہیں ہوا۔

آج کل تساہل کی وجہ سے سنتیں چھوڑنے کا رجحان ہے، نہ کہ نئی سنتیں ایجاد

کرنے کا۔ وضع ایک نئے فعل کی ایجاد ہے اور ارسال امر طبعی ہے، جس میں کوئی ایجاد نہیں۔ لہٰذا وضع کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور ارسال کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

قیام ثانی میں وضع کی دلیل نہ ملنے کے باعث علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے فرمایا ہے: اَلْوَضْعُ فِی الْقِیَامِ الثَّانِیْ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ ❶ کہ قیام ثانی میں ہاتھ باندھنا گمراہ کن بدعت ہے۔

ا۔ صحابہؓ اور محدثینؒ نے وضع یا ارسال کی صورت میں دوسرے قیام کا حکم کیوں نہیں ذکر کیا؟

ب۔ صحابہؓ کرام کی اکثر روایات خاص واقعات کے موقع پر ہی وارد ہوتی ہیں گویا کہ یہ سبب وارد حدیث ہے۔ اکثر یوں ہوتا تھا کہ صحابہؓ اور محدثین ضرورت کے وقت ہی حدیث بیان کیا کرتے تھے اور جب کسی سنت میں ترک یا تساہل کا شائبہ محسوس کرتے تو اسے زندہ کرنے کی خاطر احادیث بیان کرتے۔ چوں کہ تساہل کی وجہ سے سنتوں کو چھوڑا جا رہا تھا جن میں سے وضع بھی تھی۔ اس لیے صحابہؓ اور محدثین نے اس سنت کو زندہ کرنے کے لیے احادیث وضع بیان کیں۔ اسی وجہ سے قیام اول کا تو ذکر ملتا ہے کہ اس میں تساہل ہوا مگر قیام ثانی کا ذکر ناپید ہے کہ اس میں تساہل ہے ہی نہیں۔ کیوں کہ تساہل وضع ترک کر کے ارسال کرنے میں ہے نہ کہ ارسال ترک کر کے وضع اختیار کرنے میں۔ اسی وجہ سے خیر القرون میں قیام ثانی کا تذکرہ نہ ہو سکا، نہ وضعاً اور نہ ہی ارسالاً، البتہ آج کل وضع کی بدعت ایجاد ہونے کی وجہ سے اس میں بھی کافی اختلاف موجود ہے۔

اگر دوسرے قیام میں ارسال کو تسلیم کر لیا جائے تو قیام ثانی کا عدم ذکر اور اس میں اختلاف کا نہ ہونا آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا اور اگر اس میں بھی وضع فرض کر

❶ (صفة صلوة النبی للشیخ البانی

پس تو یہ بات سمجھنی خاصی مشکل ہو جائے گی کہ قیام اول کے وضع میں تو اختلاف ہوا اور دوسرے میں نہ ہوا کیوں کہ اگر پہلے قیام میں تساہل آسکتا تھا تو دوسرے میں بھی متوقع تھا۔ تنبیہ بھی دونوں پر کرنی ضروری تھی۔

جب قیام اول میں وضع کو ترک کیا گیا تو وہ مصلحین میدان میں آگے جن کا کام ہی سنتوں کی اصلاح کرنا تھا جسے لوگوں نے خراب کر دیا ہو۔ اس لیے انھوں نے وضع والی احادیث بیان کر کے وضاحت بھی کی اور اصلاح بھی۔ رہا دوسرا قیام تو اس میں خیر القرون میں اختلاف ہی نہ تھا کیوں کہ وہ اپنی اصل پر تھا۔ یعنی ارسال پر۔ مگر جب قیام ثانی میں بھی وضع والی بدعت آگئی تو اس میں بھی اختلاف واقع ہو گیا۔ جیسا کہ ہمارے دور میں ہے اور یہ خیر القرون کے بعد متاخرین فقہا میں ہوا ہے اور تقلید پر اڑ جاتے ہیں۔

قیام ثانی میں وضع خلاف اصل ہے جیسے قیام اول میں ارسال خلاف اصل ہے۔ پہلے قیام میں لوگوں کا اختلاف وضع کے ترک کی وجہ سے ہوا اور دوسرے قیام میں وضع کی بدعت نکالنے کی وجہ سے اختلاف پڑا۔

ا۔ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ یہ "عام" مخصوص اور محدود ہے؟

ب۔ عام کبھی خارجی قرائن اور کبھی داخلی قرائن سے یا کبھی متکلم کے قولی و عملی اشارے کے ذریعے مخصوص ہوتا ہے۔

ا۔ اِذَا کَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ يَمِيْنَه عَلٰى شِمَالِه کی حدیث مبارکہ میں کونسا خارجی قرینہ عام کو خاص کر رہا ہے۔؟

ب۔ دوسرے قیام میں امت مسلمہ کا ارسال ایسا خارجی قرینہ ہے جو حدیث مذکور کو قیام اول کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ اگر حدیث عام ہوتی اور قیام ثانی کو بھی شامل ہوتی تو امت کا عمل وہ نہ ہوتا جو آج ہے۔ کیوں کہ یہ محال ہے کہ امت حدیث کے خلاف عمل کرے بلکہ امت کا عمل حدیث کی صحت کے لیے معیار ہوتا ہے کیوں کہ اسلام جو الفاظ اور معانی دونوں سے عبارت ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمانہ در زمانہ

اہل حق کے لیے محفوظ کرتا ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا تو امت کا عمل بہت اہم ہے جو عام کو خاص کرنے کے لیے کافی بڑی دلیل ہے۔

ا۔ اس حدیث کو خاص کرنے کے واسطے داخلی قرینہ کی بھی وضاحت فرمائیں۔

ب۔ حدیث میں لفظ قیام کا مطلق ہونا داخلی قرینہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد پہلا قیام ہی ہے کیوں کہ جب لفظ مطلق قیام بولا جائے تو اس سے مراد قیام اول ہی ہوتا ہے جیسے مذکور ہوا۔

ا۔ آپ نے کہا ہے کہ تخصیص کبھی متکلم کے قول و فعل کی تصریح سے معلوم ہوتی ہے' کیا یہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی تصریح موجود ہے۔

ب۔ جی ہاں! امت کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے قائم مقام ہے کیوں کہ صحابہؓ نے عمل روایات کے ذریعے نہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے اور انھوں نے ایسی ہی نماز پڑھی جیسا کہ آپ کو پڑھتے دیکھا اور تابعین ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے صحابہؓ کو دیکھتے۔ اسی طرح آج تک یہی ہوتا رہا ہے۔ ہم نے محدثین سے نماز سیکھی جیسا کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور موجودہ دور میں امت کا ارسال والا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ظاہر کر رہا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصریح ہی ہے کہ حدیث میں قیام سے مراد قیام اول ہے نہ کہ قیام ثانی۔

ا۔ اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ حدیث میں قیام سے مراد قیام اول ہی ہے تو ہمیں دوسرے قیام کا انکار بھی نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ پہلے قیام کی طرح یہ بھی قیام ہے ان کا حکم ایک ہی بنا دیا جائے تو کون سا حرج ہے۔؟ قیام ثانی کو بھی قیام اول پر ہی قیاس کر لیجیے کیوں کہ یہ دونوں قیام ہیں۔ جب پہلے میں وضع ثابت ہو گیا تو دوسرے میں بھی ایسا ہی ہو گا۔

ب۔ یہ قیاس صحیح نہیں کیوں کہ اس کا نتیجہ عرف کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دونوں قیاموں کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس لیے یہ قیاس درست نہیں بلکہ یہ تو ادنیٰ کو اعلیٰ پر قیاس کرنے کے مترادف ہے۔ کیوں کہ پہلا قیام نماز میں بنیادی رکن ہے، جس میں قرأت فرض ہے۔ اگر رہ جائے تو رکعت ہی فوت ہو جاتی ہے مگر دوسرے قیام کے ساتھ یہ معاملہ نہیں۔ یہ تو صرف دو ارکان کے مابین فاصلہ کرنے کے لیے ہے۔ اس کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے دو سجدوں کے درمیان فاصلے کے لیے جلسے کی ہے۔ دوسرے قیام اور جلسے کی صحت کے لیے صرف اطمینان واعتدال ہی کافی ہے تاکہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجائے اور ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جاسکے۔ دونوں قیاموں کے درمیان کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اسی لیے صحیحین کی بعض احادیث میں صرف پہلے قیام ہی کا ذکر ہے۔ مثلاً صلوۃ الکسوف وغیرہ اور اسی طرح ابوہریرہؓ کی وہ حدیث جس کو ابن ماجہ نے نماز میں رفع الیدین کے لیے بیان کیا ہے۔ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ یہاں ابوہریرہؓ نے رفع بعد الرکوع کا تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ حِيْنَ يَسْجُدُ پر ہی اکتفا کیا ہے، کیوں کہ رکوع کے بعد قیام صرف سجدہ کے لیے ہی ہوتا ہے اور سجدہ کے لیے ایک تمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔

اکثر ان احادیث میں قیام اول تفصیلاً اور دوسرا قیام اشارتاً آتا ہے کیوں کہ پہلا قیام بخلاف ثانی ایک مستقل رکن ہے جب دونوں قیاموں کی حقیقت میں فرق واضح ہو گیا تو دوسرے کو پہلے پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جس طرح ان کی حقیقت میں فرق ہے اسی طرح ان کی کیفیت میں بھی فرق ہو۔ پہلے قیام میں وضع ہو اور دوسرے میں ارسال تاکہ باہر سے آنے والے کو معلوم ہو سکے کہ کونسا قیام ہے، تاکہ اگر اسے قیام اول مل جائے تو فاتحہ پڑھ لے اور اس طرح اس کی رکعت ہو جائے گی۔

ا۔ اگر دوسرے قیام میں وضع نہیں تو پھر کیا ہے؟

ب۔ ارسال ہے۔

ا۔ یہ کس طرح ثابت ہوا؟

ب۔ وضع کا ثبوت نہ ہونا ہی ارسال کا ثبوت ہے۔ کیوں کہ یہ وضع کے مقابلہ میں ہے۔ جب نمازی پہلے قیام کو مکمل کر لے گا تو اس کے ہاتھ کھلے ہی رہیں گے جب تک اسے باندھنے کا حکم نہ دیا جائے اور وہ حکم قیام اول ہی میں ہے جو کہ قرأت کا محل ہے۔

نماز میں ہاتھوں کی دو ہی حالتیں ہیں: باندھنا اور کھولنا۔ باندھنا صرف پہلے قیام میں ہے جو قرأت کا محل ہے اور کھولنا باقی نماز کی ہیئات میں ہے۔ رکوع، سجدہ، جلسہ کی کیفیات تو بیان کر دی گئی ہیں تاکہ نمازی خود بخود ان کیفیات کو بدل سکے اور قیام ثانی کی کیفیت کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں اختلاف کا احتمال نہ ہونے کے برابر ہے اور غیر طبعی حال کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت ہوتی بھی نہیں۔ مثلاً جب آپ کسی کو کہیں کہ کھڑا ہو جا تو وہ کیسے کھڑا ہوگا۔؟ ظاہر ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ہی کھڑا ہوگا۔ اگر آپ کا ارادہ ہو کہ وہ ہاتھ باندھے تو ضروری ہوگا کہ آپ اسے ہاتھ باندھنے کا کہیں۔ یہی معاملہ دوسرے قیام کا بھی ہے کہ اس میں صراحت کے ساتھ وضع کا حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے قیام میں ہے تو دوسرا قیام اپنی طبعی حالت پر ہوا جو کہ ارسال ہے۔ قیام ثانی میں وضع کا عدم ثبوت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جب نمازی کو قیام اول میں ہاتھ باندھنے کا حکم دے دیا گیا اور اس کے بعد دوبارہ قیام ثانی میں اس کے ہاتھ نہ بندھوائے گئے تو وہ یقیناً ہاتھ چھوڑے گا کیوں کہ یہ طبعی حالت ہے۔

نماز ایک تعبدی امر ہے جس میں مختلف ہیئات کو کام میں لایا جاتا ہے تاکہ ہر جوڑ پر جو شکر ادا کرنا واجب تھا وہ ادا ہو جائے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اقم الصلوۃ لذکری۔ ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو تمھارے ہر جوڑ پر سجدہ فرض ہو جاتا ہے لہٰذا ہر تسبیح و تحلیل' تکبیر' تحمید' امر بالمعروف' نہی عن المنکر سب صدقہ ہیں۔ اور ان سب صدقات کو دو رکعتیں ہی

کفایت کر جاتی ہیں جو آدمی صبح سویرے پڑھ لیتا ہے ❶

انسان کا جسم نماز میں مختلف کیفیات وہیئات کے ذریعے اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور ان کیفیات کا اختلاف ہی نماز میں مطلوب ہے۔ یہ کہنا کہ قیام میں صرف وضع ہے درست نہیں، صحیح یہ ہے کہ دونوں قیاموں کی کیفیات مختلف ہوں۔ پہلے اہم طویل اور وضع والا، دوسرا چھوٹا مختصر اور ارسال والا ہو تاکہ نماز دونوں کیفیات (وضع وارسال) کی جامع ہو سکے۔ امت کا عمل جو کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کا مظہر ہے۔ اسی حکمت کی گواہی دیتا ہے۔ اگر دونوں قیاموں میں وضع ہو تو مخلوق کے سامنے ارسال کے ساتھ کھڑا ہونا جائز ہو حالانکہ مشکوۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث اسے بھی ممنوع ٹھہراتی ہے۔

ا۔ قیام میں بہ نسبت ارسال کے وضع ہی بہتر ہے کیوں کہ اس میں عاجزی زیادہ ہے۔

ب۔ اگر نماز میں صرف عاجزی ہی ملحوظ ہوتی تو قیام کی طرح جلسوں اور قعدوں میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا مقرر کیا جاتا کیوں کہ رانوں پر ہاتھ رکھنے کی نسبت سینہ پر انھیں باندھنے میں زیادہ عاجزی ہے۔ ثابت ہوا کہ نماز میں صرف عاجزی ہی ملحوظ نہیں رکھی بلکہ اس کو مختلف کیفیات کی جامع بنادیا گیا ہے تاکہ نمازی کبھی کھڑے ہو کر ہاتھ باندھے ہوئے اور کبھی چھوڑے ہوئے، کبھی رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اور کبھی جلسہ میں بیٹھے ہوئے ہاتھوں کی کیفیات کے ساتھ خشوع وخضوع اور حضور قلبی کے ذریعے اپنے رب کی عبادت کرے۔

ا۔ وضع ایک عمل ہے اور ارسال عمل نہیں اور نماز حرکات واعمال ہی کا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ وضع بہتر ہے۔

ب۔ بھائی صاحب! آپ سمجھنے کی کوشش کریں کہ جس طرح وضع والا قیام عمل ہے اسی طرح ارسال والا قیام بھی عمل ہے۔ قیام' قیام ہے خواہ وضع کے ساتھ ہو یا ارسال

---

❶ (ابی داؤد: کتاب الادب' باب فی اماطة الاذی عن الطریق' ص 1606 رقم: 5242)

کے ساتھ۔ نماز میں مقصود مختلف کیفیات ہیں اور عمل سے مراد مجموعی عمل نہ کہ ہر عضو کا عمل ورنہ پھر جلسہ' رکوع اور سجود کے مقابلہ میں کوئی عمل نہیں بنتا۔ کیوں کہ رکوع اور سجود کے مقابلے میں اس میں مشقت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح قیام میں ہاتھ باندھنے کے مقابلے میں جلسہ کی حالت میں ہاتھ رانوں پر رکھنے کا عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس طرح جلسوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ قیام' رکوع اور سجدہ کو رکھ دینا چاہیے۔ اسی طرح جلسوں میں رانوں پر ہاتھ رکھنے کی بجائے سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہیے' کیوں کہ اس میں عملی مشقت زیادہ ہے۔

درحقیقت نماز اللہ کی طرف سے مقرر کردہ عمل ہے جس میں رائے کو کوئی دخل نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ ❶ تم ویسے نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھو۔ صحابہ کرامؓ نے نماز نبی اکرمؐ سے سیکھی تھی نہ کہ کتب احادیث سے۔ پھر تابعین نے صحابہؓ سے اور تبع تابعین نے تابعین سے۔ تو وہ نماز جس کی اقامت کا حکم اللہ نے دیا ہے ہمارے ہاں اہل حدیث کے عمل دائی صورت میں موجود ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سلسلہ میں احادیث کے ذریعے کسی استدلال کی ضرورت نہیں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سلسلہ احادیث چلنے سے پہلے بھی تھی اور اس پر عمل بھی موجود تھا۔ روایت حدیث اور اس سے استدلال کا سلسلہ کافی دیر بعد شروع ہوا۔ اس لیے جو آدمی مخلص ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنا چاہے تو وہ کمزور اور ردی قسم کے استدلالوں کی طرف ہرگز نہ جائے بلکہ عام اہل حدیث کے عمل کی صورت میں موجود امت کے عمل کو دیکھ لے۔

ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خصوصا نماز میں تو کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ عین ممکن ہے کہ وضع ارسال سے بدل گیا ہو۔

ب۔ جو تبدیلیاں بھی دین میں واقع ہوتیں ان کا تذکرہ دین کی کتب میں موجود ہے تاکہ

---

❶ (بخاری: کتاب الاذان ' باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة والاقامة' ص 51رقم631)

اصلی اور نقلی میں فرق ہو سکے۔ جب بھی دین میں کوئی تبدیلی آئی تو اسی وقت اللہ نے اپنے خاص بندوں کو کھڑا کر دیا جنھوں نے لوگوں کی خراب کردہ سنتوں کی اصلاح کی۔ اسی لیے دین کی کوئی بھی شے ضائع ہوئے بغیر کتاب و سنّت کی شکل میں محفوظ ہے۔

اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ نماز میں کچھ ایسی تبدیلی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اصلی اور نقلی کے درمیان فرق نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ کی شریعت میں سے بھی چند چیزیں ضائع ہو گئیں اور وہ دین جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ۔۔ الخ﴾[5:المائدہ:3] فرمایا تھا محفوظ نہ رہا۔ اس لیے کسی نئے نبی کی ضرورت آن پڑی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا قانون ہے کہ جب شریعت بدل دی جائے یا اسے مٹا دیا جائے تو ایک نیا نبی، نئی شریعت دے کر بھیج دیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری شریعت کا یہ معاملہ نہیں بلکہ اللہ نے تو ہمارے نبی ﷺ کو نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا بنایا ہے اور آپؐ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا: لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ اللہ نے پہلی شریعتوں کی طرح دین کی حفاظت کا معاملہ لوگوں کے سپرد نہیں کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰاةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ﴾ [5:المائدہ : 44] یقیناً ہم نے ہی تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔ جس کے ذریعے اللہ کے فرماں بردار انبیاء اللہ والے علما یہودیوں کے لیے اس وجہ سے فیصلے کرتے تھے کہ ان سے اللہ کی کتاب کی حفاظت کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا اور وہ اس بات پر گواہ ہیں۔ اللہ نے ہماری شریعت کی حفاظت کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾[15:الحجر:9] یقیناً ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اللہ کا دین محفوظ ہے۔ جس میں سے کوئی چیز بھی ضائع نہیں

ہوئی تو پھر یہ کہنا کہ ممکن ہے کہ نماز میں کوئی تبدیلی آگئی ہو یا وضع کی جگہ ارسال آ گیا ہو بالکل باطل ہے۔ اس بات سے تو دین میں شکوک و شبہات پیدا ہوں گے لہٰذا اہل حق کے دائمی عمل کے خلاف استدلال کرنا گمراہی کا راستہ ہے۔ جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

اس مسئلہ میں دو ہی احتمال ہو سکتے ہیں: 1-یا تو رسول اللہ ﷺ کا عمل ارسال والا تھا جو آپ کی اتباع میں آج تک جاری ہے۔ 2-یا وضع تھا لیکن امت نے اسے چھوڑ کر ارسال اختیار کر لیا اور خیر القرون میں اس کی اصلاح کے لیے کوئی بھی نہ تھا۔

ان دونوں صورتوں میں پہلے والی ہی اس امت کے شایان شان ہے اور یہ بات محال ہے کہ ساری امت ایک سنت چھوڑ بیٹھے اور اس کے خلاف کوئی بھی آواز نہ اٹھائے۔ جس طرح اس امت کا گمراہی پر جمع ہو جانا ممکن نہیں اس طرح آپ کی سنت مٹ جائے اور اسے زندہ کرنے والا کوئی نہ ہو یہ بھی محال ہے۔

لوگوں نے نماز میں کیفیات بدلنے والی تکبیرات چھوڑ دیں تو ابن عباسؓ نے سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ ❶ کہ کر تنبیہ فرمائی کہ یہ ابو القاسم کی سنت ہے۔ اسی طرح جب صدقۃ الفطر کی مقدار میں اختلاف ہوا۔ عید گاہ میں منبر لے جایا گیا' نماز سے پہلے خطبہ دیا گیا تو ابو سعید خدریؓ ❷ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ عبد الرحمن ام الحکم نے جب جمعہ کے خطبہ بیٹھ کر دیا تو کعب بن عجرہؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس خبیث کی طرف دیکھو ❸ کہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے' حال آنکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وترکوك قائما کہ آپ کو لوگ کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔ جب بشر بن مروانؒ نے

---

❶ (صحیح البخاری ' کتاب الاذان ' باب التکبیر اذا قام من السجود' ص 62 رقم 788مشکوۃ کتاب الصلوۃ ' باب صفۃ الصلوۃ ' الفصل الثالث ' رقم 807)

❷ (مسلم :کتاب الصلوٰۃ ' باب الخطبۃ یوم العید' ص 1307 رقم:1140)

❸ (مسلم: کتاب الجمعۃ ' باب قولہ تعالیٰ واذاراو تجارۃ... الخ رقم :39 مشکوۃ : کتاب الصلوٰۃ ' باب الخطبۃ والصلوٰۃ الفصل الثالث' رقم :1416)

منبر پر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کیا تو عمارہ بن رویبہؓ کہنے لگے کہ اللہ ان دونوں ہاتھوں کو بد صورت بنائے۔ ❶ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ اشارہ کرتے نہیں دیکھا۔ پھر انگشت شہادت سے اشارہ کر کے دکھایا۔

خلاصہ یہ کہ جس نے بھی امر خلاف سنت کیا' اس کے اس طریقہ کو رد کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وضع کو چھوڑ دیا جائے اور کوئی بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائے۔ یہ سب سے جھوٹی بات ہے کہ دوسرے قیام میں وضع سنت تھا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد چھوڑ دی گئی اور صحابہؓ اور محدثین میں سے کوئی بھی اس کو زندہ کرنے کے لیے کھڑا نہ ہوا۔

اگر وضع والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ وضع ہی سنت ہے تو ان کے ذمہ یہ لازم ہوگا کہ بتائیں کہ اس سنت کو کس نے مٹایا ہے اور اس کے بعد اس کو زندہ کرنے کے لیے کس نے کوشش کی۔

امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ وضع اور ارسال میں اختیار دیتے ہیں تو بھی ان کے نزدیک قیام ثانی میں وضع سنت نہیں بنتا کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس کے مسنون ہونے' نہ ہونے میں اختیار نہ دیتے جیسا کہ انھوں نے پہلے قیام میں اختیار نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ وضع نہ تو احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سنت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے ہاں اور اگر ایسا ہوتا تو امام صاحب اس کی ترویج کے لیے ضرور کھڑے ہوتے۔

کیا اس کے علاوہ کسی ایسی سنت کا نام لیا جا سکتا ہے کہ جو مٹ چکی ہو اور اس کے خلاف کسی نے آواز نہ اٹھائی ہو۔

ہم تو چیلنج کے ساتھ کہتے ہیں کہ وضع سنت نہیں' اگر ہوتی تو اس سے یہ سلوک ہرگز نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ وضع میں صرف استدلال ہی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں اور نماز کا تعلق صرف الفاظ اور عبارات

---

❶ (مسلم: کتاب الجمعة ' باب تخفیف الصلوٰة والخطبة 'ص 814 رقم :53 ' ابوداؤد: کتاب الصلوٰة ' باب رفع الیدین علی المنبر' ص 1304 رقم :1104)

سے نہیں بلکہ ان کی نسبت عمل سے زیادہ ہے۔ لوگوں نے نماز حدیث سے نہیں بلکہ محدثین سے اسی طرح سیکھی ہے جیسے انھوں نے محدثین کو پڑھتے ہوئے دیکھا اور اگر کوئی شخص حدیث سے مسئلہ مستنبط کرتا ہے تو اسے دیکھا جائے گا اگر امت کے عمل کے مطابق ہو تو ٹھیک ورنہ رد کر دیا جائے گا' کیوں کہ استنباط عمل ظنی ہے اور امت کا دائمی عمل قطعیت کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ متواتر بھی ہے۔ دائمی عمل کے خلاف استدلال مردود ہوگا۔

حقیقت تو یہی ہے کہ وضع کا نام و نشان بھی خیر القرون میں نہیں ملتا' نہ قولی طور پر اور نہ ہی عملاً۔ رہا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف وضع و ارسال کے اختیار کی نسبت کرنا تو یہ اسلاف کے اختلاف کے ثبوت کے لیے کافی نہیں۔ کیوں کہ اس میں شک ہے۔ ایک تو اس لیے کہ امام احمد رحمہ اللہ کی کتب میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ دوسرا امام احمد رحمہ اللہ کی طرف اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔ لہٰذا کس طرح اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور وہ عبارت جو شاہ صاحب نے عبداللہ بن احمد کی کتاب کے حوالہ سے نقل کی ہے اس سے اختلاف کی نشاندہی نہیں ہوتی ہے۔

ا۔ اسلاف کے زمانے میں اگر وضع کا نام و نشان نہیں ملتا تو ارسال کا بھی تو نہیں ملتا۔

ب۔ ارسال پوری امت کا عمل ہے اور کسی بھی فرقہ کی تمیز کے بغیر سب مسلمانوں میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف بھی نہیں۔ اگر ہوتا تو جیسے پہلے قیام کا اختلاف ہم تک پہنچ گیا دوسرے کا بھی منقول ہوتا۔ یہاں تو سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین نے کونسا عمل اختیار کیا تو ظن غالب یہی ہے کہ ان کا عمل ارسال تھا ورنہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ پوری امت خلافِ سنت کام کر رہی ہے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے والا بھی کوئی نہیں جو کہ ناممکن ہے۔ اس لیے کہ آپ کی امت بڑی حساس ہے جو مسائل میں اختلاف برداشت نہیں کرتی۔ بہت سے غیر اہم مسائل پر بھی بڑی بحثیں ہوئیں جواب در جواب رسائل و کتب لکھی گئیں۔ ایسے میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہر روز نماز میں پیش آنے والے اہم مسائل پر خاموشی اختیار کر لی جاتی۔

اگر ان حضرات سے پوچھا جائے کہ کس زمانہ میں تمھاری تعداد زیادہ تھی کیا

اس پر فتن دور میں یا خیر القرون میں تو ان پر کثرت عدد کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ ان کی تعداد اس بدعت والے دور میں ضرور بڑھ رہی ہے لیکن اگر آپ ماضی کی طرف دیکھیں تو آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی' یہاں تک کہ خیر القرون میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو وضع کا قائل ہو۔ اگر ایک بھی وضع والا ہوتا تو اس کا اختلاف تھا اور اگر تھا تو ہم تک ضرور پہنچ جاتا' لیکن جب اختلاف کا ایک حرف بھی ثابت نہیں تو ماننا پڑے گا کہ لوگ ارسال کیا کرتے تھے۔ گزشتہ ادوار میں اس مسئلہ پر اختلاف نہ ہونا اور نہ ہی اس کا ذکر ملنا ارسال کے متفق علیہ ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن اگر وضع کے قائلین اس کے مسنون ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ اس کے چھوڑے جانے کی تاریخ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں پہلے کس نے چھوڑا؟ کس دور میں چھوڑا گیا اور اس کی حمایت یا رد میں کب آوازیں اٹھیں اور کہاں مذکور ہوئیں؟

ا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا وضع اور ارسال میں اختیار دینا یہی ان کے زمانہ میں اختلاف کی دلیل ہے۔

ب۔ اختیار والی بات کی نسبت امام احمدؒ کی طرف کرنا ہی مشکوک ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ روایت کے لحاظ سے درست ہے اور نہ ہی درایت کے لحاظ سے۔ کیوں کہ امام احمدؒ کا وضع اور ارسال کا اختیار دینا ان کی شان کے خلاف ہے کہ دونوں کاموں میں سے ایک تو ضرور تھا تو امام صاحب ایسے دو کاموں میں کیسے اختیار دے سکتے ہیں جن میں سے ایک سنت ہے اور دوسرا سنت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور بعد والے زمانوں میں صرف ایک ہی دائمی عمل تھا یا وضع یا ارسال۔ اس زمانے میں اس مسئلہ پر اختلاف نہیں تھا کیوں کہ کتب میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ تو ایسی حالت میں امام احمدؒ کیسے اختیار دے سکتے ہیں۔ ان کا اختیار دینا اختلافی مسائل میں تو ہو سکتا ہے اتفاق میں نہیں۔ اتفاقی مسئلہ میں اختیار دینا اختلاف پیدا کرنا ہے' اور یہ اصلاح نہیں بلکہ فساد ہے اور یہ امام صاحب کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ایسے مسئلہ میں اختلاف پیدا کریں جس پر امت کا اتفاق ہے۔ تو اب وضع

والوں کے ذمہ ہے کہ پہلے دوسرے قیام میں اختلاف ثابت کریں پھر امام احمدؒ کا اختیار دینا ثابت کریں۔

شاہ صاحب نے صالح بن امام احمدؒ کی طرف منسوب کتاب ''المصور'' سے ایک اقتباس نقل کر کے اس سے اختلاف اور اختیار اخذ کیا ہے حالانکہ کتاب کی عبارت واضح طور پر ان میں سے کسی چیز پر دلالت نہیں کرتی۔

اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ امام صالح بن احمدؒ نے باپ سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے باپ سے یہ سوال کیا تھا تو یہ ممکن کیوں نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے پہلے قیام کے متعلق سوال کیا ہو، جس میں اختلاف ثابت بھی ہے، نہ کہ قیام ثانی کے متعلق جس میں اختلاف ثابت نہیں، بلکہ ثبوت کا محتاج ہے اور شاہ صاحبؒ پر تعجب ہے کہ سوال کو ثابت شدہ اختلاف پر محمول نہیں کرتے، بلکہ اس اختلاف پر محمول کرتے ہیں، جو ثبوت کا محتاج ہے۔

اگر کوئی کہے کہ جب سوال دوسرے قیام سے متعلق ہے تو اختلاف ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف احتمال ہے جو کہ دلیل نہیں ہوا کرتا بلکہ جب احتمال آ جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ کیا یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ سوال کا سبب پہلا قیام ہو کہ اس میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ نے جو جواب دیا کہ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پہلے قیام سے متعلق ہے کیوں کہ اسی میں تنگی ہے دوسرے میں تنگی ہے ہی نہیں، کیوں کہ مالکی قیام اول میں وضع کرنے والے اور تساہل کرنے والے سب دوسرے قیام میں ہاتھ چھوڑتے ہیں۔ لہٰذا قیام ثانی میں عدم نزاع کی وجہ سے کوئی تنگی نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا اس عبارت سے اختلاف واختیار نکالنا محض تکلف ہے، حنابلہ اور دوسرے قیام میں وضع کرنے والوں پر حیرت ہے کہ بات اختیار کی کرتے ہیں اور یہ اختیار والا قول خود ان کے ہاتھوں سے ان کے استدلال کی بنیاد کو گرا رہا ہے۔ اگر امام صاحب نے دوسرے قیام میں اختیار دیا ہے تو پہلے میں، تو نہیں دیا ہے۔

- کیا امام صاحب کی یہ عبارت دونوں قیاموں میں فرق بیان کرنے میں واضح نہیں؟
- کیا امام صاحب کا اختیار دینا وضع والوں کی بڑی دلیلوں قائما فی الصلوۃ کے عموم

کو باطل قرار نہیں دیتا۔

3- کیا اختیار والا قول اس بات کو باطل نہیں کرتا کہ وضع ہی قیام کی کیفیت ہے۔ کیا یہ عبارت امام صاحب کے نزدیک دونوں قیاموں میں فرق پر دلالت نہیں کرتی۔

4- کیا اختیار والا قول شیخ الغباشی اور شاہ صاحب کی اس بات کو باطل نہیں کرتا کہ دوسرے قیام میں ارسال وہ سدل ہے جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

"کتاب المصور" کی وہ عبارت جس سے شاہ صاحب نے وضع کے لیے استدلال کر کے انتہائی خوشی کا اظہار کیا ہے اس سے ان کو فائدہ حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ یہ ان کے مطلوب میں قطعی نہیں۔

ہاں! اگر اس دور میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو اس طرح کی مجمل عبارت میں نہیں بلکہ واضح اور صریح طریقے سے منقول ہوتا۔ دونوں فریق اپنی اپنی تائید میں دلائل لانے اور موافقت و مخالفت میں رسائل لکھ جاتے۔ کیا یہ تعجب نہیں کہ شاہ صاحب نے وضع کے متعلق اپنے مسلک کی تائید میں دس رسالے لکھ ڈالے اور امام احمدؒ کے دور سے پہلے اور بعد میں اس مسئلہ پر کوئی ایک سطر بھی نہیں لکھی گئی، حالانکہ وہ محدثین کا دور تھا جس میں حدیث اور فقہ عرصہ دراز تک مدون ہوئیں۔

امام بخاری وغیرہ نے فروعی مسائل میں اختلافی رسائل لکھے مثلاً بخاری کی جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ اور امام بیہقی کی کتاب القراءۃ۔ لیکن قیام ثانی میں وضع یا ارسال کے متعلق کسی نے کچھ بھی نہیں لکھا بلکہ اشارہ تک نہ دیا۔

مالکیوں نے پہلے قیام میں وضع کو چھوڑا تو علما نے قیام ثانی کے تذکرے کے بغیر ان کا رد کیا۔ اگر دونوں قیاموں میں کیفیت صرف وضع ہوتی جیسا کہ وضع والوں کا دعویٰ ہے تو علما دوسرے قیام کو شامل کر کے ان کا رد کرتے۔ کیا مالکیوں نے قیام اول کی طرح قیام ثانی میں ارسال نہیں کیا اگر انھوں نے دوسرے قیام میں بھی ارسال کیا ہے جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے تو رد کرنے والوں نے دوسرے قیام میں ارسال پر رد و قدح کیوں نہ کی۔

خلاصہ یہ کہ قیام ثانی میں مشروع اور دائمی عمل ارسال ہی ہے اور اس کے خلاف ایک حرف بھی منقول نہیں۔

جناب الغباشی اور شاہ راشدیؒ نے محلی ابن حزم کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے جس کا کوئی فائدہ ان کو نہیں پہنچا کیوں کہ ان کا استدلال اس عبارت میں لفظ فِي الصَّلٰوةِ اور فِي وَقُوْفِه كُلِّه سے ہے۔ حال آنکہ ان دونوں الفاظ سے استدلال نہی ہو سکتا۔ اس لیے کہ فِي الصَّلٰوةِ جزئی ہے۔ جس میں عموم نہیں جیسا کہ پہلے گزرا اور وَ فِيْ وَقُوْفِه كُلِّه کا معنی ہے۔ اپنے وقوف (قیام) میں دوسرے وقوف کا تو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دونوں بزرگ گہرے مغالطے میں پڑ گئے ہیں کہ ''کل'' سے لفظ کو عام بنالیا ہے لیکن ان کو یہ پتا نہ چل سکا کہ اس میں عموم کونسا ہے؟ اجزاء کا یا افراد کا عموم۔ کیوں کہ اس لفظ میں دونوں قسم کا عموم پایا جاتا ہے اور یہاں عموم الافراد مراد ہوگا۔ اس لیے کہ یہاں وقوف کا لفظ مطلق ہے اور قواعد کے مطابق اس سے پہلا وقوف ہی مراد ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا۔ رہا عموم الاجزاء تو وہ پہلے وقوف کے اجزاء ہیں۔ فِيْ وَقُوْفِه كُلِّه سے مراد پہلے وقوف کی لمبائی ہوگی اور قرینہ کے بغیر دوسرا قیام شامل نہ ہوگا۔

وضع والے جہاں بھی قیام یا وقوف کا لفظ دیکھتے ہیں اسے اپنی دلیل بنا لیتے ہیں۔ وہ اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کرتے کہ محدثین جہاں بھی مطلق قیام یا وقوف کا ذکر کرتے ہیں اس سے مراد پہلا قیام یا وقوف ہی لیتے ہیں اور اہمیت بھی اسے ہی دیتے ہیں کیوں کہ اس میں اختلاف ہے۔ فتح الباری میں بخاری کی سھل بن سعدؓ کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں إِيْ حَالَ الْقِيَامِ ❶ کے الفاظ آتے ہیں تو ان سے مراد پہلا قیام ہے نہ کہ دوسرا۔

یہ وہ چند باتیں تھیں جن کی اللہ نے مجھے توفیق بخشی۔ میں اپنی طاقت کے مطابق صرف اصلاح کا خواہش مند ہوں اور مجھے یہ توفیق اللہ ہی کے ذریعے ملی۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں سلف صالحین کے راستہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا انجام پرہیزگاروں جیسا بنائے۔ آمین۔!

---

❶ (فتح الباری ج 2ص 290)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے بزرگ جناب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے "اَيْنَ يَضَعُ الْمُصَلِّي يَدَيْهِ بَعْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ" کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے نمازی کے لیے رکوع کے بعد قیام ثانی میں ہاتھ باندھنا سنت ثابت کیا ہے' لیکن وہ اس تحریر میں کوئی ایک بھی ایسی صحیح اور واضح دلیل نہیں لائے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ میں سے کسی ایک کا رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ایک مرتبہ ہی ثابت ہو سکے۔ جب آپ اور آپ کے صحابہؓ میں سے کسی ایک سے بھی وضع ثابت نہیں تو اسے سنت کا نام کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قیام ثانی میں مسنون صرف وضع ہے۔ صرف استدلال ہی ہے۔ شیخ نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح رکوع کے بعد والے قیام کو رکوع سے پہلے والے قیام پر قیاس کیا ہے۔

وضع کے قائلین کو اس عموم کے متعین کرنے میں یہ غلطی لگی ہے کہ انھوں نے رکوع کے بعد والے قیام کو رکوع سے پہلے قیام میں شامل سمجھ لیا اور اس میں وضع کا استدلال یہ کہہ کر کرنے لگے کہ ان دونوں قیاموں میں کوئی فرق نہیں اور قیام رکوع سے پہلے کا ہو یا بعد کا۔ یہ دونوں قیام ہی ہیں اور وضع کا مطلق لفظ دونوں کو شامل ہو گا۔ لیکن در حقیقت مطلق قیام میں قیام ثانی شامل نہیں کیوں کہ دونوں قیاموں کے مابین واضح فرق موجود ہے۔ اس کے علاوہ اگر دوسرا قیام مراد لینا بھی ہو تو اس کے لیے واضح قرینہ کی ضرورت ہے جو کہ قطعی موجود نہیں۔

وضع والی احادیث مطلق ہیں جن میں مطلق قیام سے مراد پہلا قیام ہی ہے۔ اس لیے کہ قیام کا لفظ پہلے قیام کے لیے ہی مشہور ہے لہٰذا احادیث میں جو وضع ثابت ہے وہ پہلے قیام ہی کے لیے ہے اور مطلق احادیث کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

اگر شیخ صاحب غور و فکر کرتے تو انھیں دونوں قیاموں میں موجود فرق معلوم ہو جاتا اور حق کا بھی پتا چلتا کیوں کہ حق تو مومن کی گمشدہ چیز ہے جسے وہ جب بھی پاتا ہے کسی تردد اور خوف و ملامت کے بغیر فوراً اختیار کر لیتا ہے۔

شیخ صاحب کا رسالہ دو دلیلوں کے گرد گھومتا ہے۔

1- رکوع سے پہلے اور بعد والے دونوں قیاموں میں کوئی فرق نہیں

2- احادیث میں آنے والے الفاظ اِذَا اور فِی الصَّلٰوۃِ عام ہیں جو نماز کے ہر قیام کو شامل ہیں۔

میں اللہ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں کہ دونوں قیاموں میں کئی وجوہ سے فرق ہے:۔

1- رکوع کے بعد والے قیام کی نسبت پہلا قیام زیادہ اہم اور افضل ہے کیوں کہ یہ رکوع اور سجدہ کی طرح بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور تسمية الجزء باسم الكل کے قاعدہ کی رو سے اس کا نام "صلوۃ" رکھا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں بھی موجود ہیں۔

﴿يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُO قُمِ الَّيْلَ اِلاَّ قَلِيْلًا﴾[73:المزمل:1-2]﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾[25:الفرقان:64]﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾[2:البقرة:238]﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾[2:البقرة:43]﴿ اَلَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴾ [26:الشعراء:219]

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَه' مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه)) [1]

مندرجہ بالا مثالوں میں قیام سے مراد پہلا قیام ہی ہے اور اسی قیام' رکوع اور سجدہ سے مراد نماز ہے کیوں کہ یہ نماز کے بنیادی ارکان ہیں۔ رہا دوسرا قیام اور جلسہ تو ان کا نام نماز رکھنا کسی طور پر بھی صحیح نہیں۔

2- طبعی طور پر قیام اول دوسرے قیام سے لمبا ہوتا ہے کیوں کہ اس میں قرأت فرض ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے قیام میں قرأت کی بجائے صرف دعا اور ذکر ہوتے ہیں اور یہ دعا کبھی طویل ہوتی ہے اور کبھی چھوٹی مگر قیام اول جتنا بھی مختصر ہو جائے اس کی مقدار قرأت فاتحہ کی مقدار سے ہر گز کم نہیں ہوتی اور قیام ثانی کی شرط صرف

---

[1] (صحیح البخاری ' کتاب الصوم ' باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا و نیة' ص 148 رقم 1901 .. صحیح ابن خزیمة ' کتاب الصیام ' باب ذکر مغفرة الذنوب السالفة بصوم رمضان ایمانا و احتسابا '194/3رقم 1894 .. ارواه الغليل 14/4 رقم 906 .. مشکوة ' کتاب الصوم ' الفصل الاول رقم 1958)

اعتدال اور اطمینان ہے۔ اسی وجہ سے اسے "اعتدال" کہا جاتا ہے اور اس کی کم از کم مقدار رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کے برابر ہے۔

3- پہلا قیام اس لیے دوسرے قیام سے اہم ہے کہ اس میں نماز کے دو ارکان جمع ہوتے ہیں۔ ایک قیام اور دوسری فرض قرأت لیکن دوسرے میں یہ معاملہ نہیں۔

4- پہلے قیام کا صرف ایک ہی نام ہے یعنی مطلق قیام اور دوسرے کو کبھی صراحۃً یا کنایۃً اَلْقِیَامُ بَعْدَ الرُّکُوْعِ کبھی اعتدال اور کبھی اَلرَّفْعُ بَعْدَ الرُّکُوْعِ کہتے ہیں۔ فقہا کے ہاں اسے "قومہ" کہا جاتا ہے۔ دونوں کے نام مختلف ہونا ان کے مختلف ہونے کی دلیل ہے۔ اگر یہ مختلف نہ ہوتے تو نام بھی مختلف نہ ہوتا۔ جیسے دو سجدوں کا نام ایک ہی ہے۔

5- اگر دونوں قیاموں میں فرق نہ ہوتا تو کہا جاتا کہ ہر رکعت میں دو قیام ہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ رکعت میں دو سجدے ہیں لیکن صرف یہ کہا جاتا ہے کہ ایک رکعت میں ایک قیام ہے اور سجدہ ہر رکعت میں مکرر ہے۔ البتہ صلوۃ الکسوف میں قیام مکرر ہوتا ہے مگر ساتھ ہی رکوع بھی مکرر ہوتا ہے۔

6- ان کے اس فرق کی وجہ سے ہی فقہا نے لغوی و اصطلاحی فرق کرنے کے لیے پہلے کو قیام اور دوسرے کو "قومہ" کہا ہے۔

7- نماز میں مقصود اصلی صرف پہلا قیام ہے دوسرا تو صرف رکوع اور سجدہ میں فرق کرنے کے لیے ہے' جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغۃ میں فرمایا ہے۔ اَلْقَوْمَةُ شُرِعَتْ فَارِقَةً بَيْنَ الرُّكُوْعِ وَ السُّجُوْدِ ❶ قومہ تو رکوع و سجدہ میں فرق کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

8- احادیث میں دونوں قیاموں کے درمیان فرق موجود ہے جو جانتا ہے' سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے۔ میرا خیال ہے کہ محترم شیخ نے اس طرف توجہ ہی نہیں

---

❶ (حجۃ اللہ ج 2 ص 5-6 مبحث الامور التی لا بدمنھا فی الصلوۃ)

فرمائی۔ اگر وہ توجہ اس طرف مبذول فرماتے تو حق واضح ہو جاتا اور وہ اس کی طرف رجوع فرمالیتے۔

صحابہ کرامؓ محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگ قیام اول کا تذکرہ مطلق لفظ قیام سے کرتے ہیں اور دوسرے قیام کو وضاحت یا قرینہ سے مقید کرتے ہیں اور جب دونوں قیاموں کا ذکر اکٹھا کرنا ہو تو پہلے کو مطلق اور دوسرے کو کسی نام کے ساتھ لکھتے ہیں مثلاً ''الاعتدال'' اور ''الرفع بعد الرکوع''

لیجیے! ان کے اسلوب کی چند ایک مثالیں حاضر خدمت ہیں۔

i) فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَطَالَ فِیْهِمَا الْقِیَامَ وَالرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ❶ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں آپ نے قیام' رکوع اور سجدہ لمبا کیا۔

ii) فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّ رُکُوْعٍ وَّ سُجُوْدٍ مَّا رَاَیْتُهٗ قَطُّ یَفْعَلُهٗ ❷ آپ نے اتنے طویل ترین قیام' رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھی کہ اس سے قبل میں نے انھیں ایسا کرتے نہ دیکھا تھا۔

iii) امام بخاریؒ کی جزء القراۃ میں ہے۔ شاگرد کہتا ہے کہ میں ابو سعید خدریؓ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ ظہر کی نماز رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ادا ہوتی' ہم میں سے کوئی آدمی بقیع کی طرف جا کر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر گھر جاتا اور وضو کر کے مسجد میں آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رکعت کے قیام پر ہی پاتا۔

---

❶ (ابی داؤد' کتاب التطوع' باب فی صلوة اللیل ص 1322 رقم 1353.. صحیح مسلم ' کتاب صلوة المسافرین' باب صلوة النبی ﷺ و دعاء ه باللیل ص 798 رقم 191 .. مسند احمد 616/1 رقم 3531)

❷ (صحیح البخاری' کتاب الکسوف' باب الذکر فی الکسوف' ص 83 رقم 1059.. صحیح مسلم' کتاب الکسوف' باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلوة الکسوف من امر الجنة والنار' ص 819-821 رقم 24.. مشکوة ' کتاب الصلوة باب صلوة الکسوف ' فصل اول' رقم 1484)

iv) ابن قیمؒ کتاب الصلوۃ صفحہ 98 پر فرماتے ہیں کہ زید بن اسلم کا بیان ہے کہ عمرؓ قیام اور تشہد ہلکا کیا کرتے تھے اور رکوع وسجود مکمل کرتے۔

v) اور صفحہ 103 پر فرماتے ہیں کہ زید نے کہا عمر بن عبدالعزیزؒ رکوع اور سجود مکمل کیا کرتے اور قیام خفیف کیا کرتے تھے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

vi) پھر صفحہ 103 پر فرماتے ہیں کہ جب عمران بن حصینؓ نے بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو کہا کہ انھوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی ہے۔ آپ ﷺ کی نماز معتدل ہوتی۔ آپ قیام اور تشہد کو مختصر کرتے اور رکوع و سجود لمبا کیا کرتے تھے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

vii) ابن قیمؒ صفحہ 97 پر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ قیام بہت ہی لمبا کرتے اور رکوع وسجود ہلکا کیا کرتے اور صحابہؓ تراویح میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

قیام ثانی کے الگ تذکرہ کی مثالیں

i) ثُمَّ الرَّفْعُ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ❶ پھر اپنا سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔

ii) ثُمَّ يَقُوْلُ وَ هُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ❷ پھر آپ کھڑے ہونے کی حالت میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے۔

---

❶ (بخاری: کتاب الاذان ' باب امر النبی الذی لا یتم رکوعه بالاعادة' ص 63 رقم :122 مسلم: کتاب الصلوٰۃ ' باب وجوب القراء ۃ فی کل رکعة' رقم :45 . ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ' باب صلاۃ من یقیم کلبه فی الرکوع و السجود' رقم:856 ' ترمذی : کتاب الصلوٰۃ' باب ما جاء فی وصف الصلوٰۃ رقم :302 .. مشکوۃ: کتاب الصلوٰۃ ' باب صفة الصلوٰۃ فصل اول رقم :790)

❷ (بخاری: کتاب الاذان ' باب التکبیر إذا قام من السجود ص 62 رقم:789 ..مسلم: کتاب الصلوٰۃ ' باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوٰۃ الا رفعه من الرکوع فیقول فیه سمع الله لمن حمده' ص 740 رقم :28)

iii) وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ اِنْتَصَبَ قَائِمًا ❶ اور جب آپؐ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

iv) قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ صحابہؓ ❷ کھڑے رہتے حتی کہ دیکھ لیتے کہ آپؐ سجدہ میں چلے گئے ہیں۔

v) وَ لَمْ نَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ وَضَعَ وَجْهَهُ عَلَى الْأَرْضِ ❸ ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ سمجھتے کہ آپؐ نے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیا ہے۔

vi) ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَيُقِيْمُ صُلْبَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ قِيَامًا ❹ پھر آپؐ اپنا سر اٹھاتے، اپنی کمر سیدھی کرتے، پھر کچھ دیر کھڑے رہتے۔

vii) ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے پھر اس قدر طویل قیام کرتے جتنا رکوع کیا ہوتا۔

viii) وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ ❺ اور جب آپؐ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو آپؐ اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ ہم خیال کرتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔

ix) ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَ يَسْتَوِيْ قَائِمًا ❻ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

---

❶ (مسلم: كتاب الصلوٰة ، باب الاعتدال اركان الصلوٰة و تخفيفها فى تمام، ص 752 رقم :195)

❷ (نسائی: کتاب الامامة ، باب ما يجوز للامام من العمل فى الصلوٰة ص 2140 رقم :830)

❸ (مسلم: كتاب الصلوٰة ، باب متابعة الامام والعمل بعده ، ص 752 رقم :199)

❹ (ابن ماجة: ابواب اقامة الصلوٰة ، باب اتمام الصلوٰة، ص 2539 رقم :1062)

❺ (بخاری: كتاب الاذان ، باب الاطمانية حين يرفع راسه من الركوع، ص 63 رقم :800 مسلم: كتاب الصلوٰة ، باب اعتدال اركان الصلوٰة، ص 752 رقم :195)

❻ (ابی داؤد : كتاب الصلوٰة باب الصلوٰة من لا يقيم صلبه فى الركوع والسجود، ص 1286 رقم :857)

پڑھتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

x) اَنْ لاَّ اَخِرَّ اِلاَّ قَائِمًا کہ میں سجدہ میں کھڑا ہو کر ہی جھکوں

مذکورہ بالا ہر مثال وضاحت یا قرینہ سے یہ بات بتلاتی ہے کہ یہاں لفظ قیام سے مراد دوسرا قیام ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو ایک بھی مثال ایسی نہ مل سکے گی کہ جس سے اس لفظ قیام کو مقید کیے بغیر قیام ثانی مراد لیا گیا ہو۔

جب دونوں قیام اکٹھے مذکور ہوں تو قیام ثانی قیام سے مطلوب نہ ہوگا

i) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا رکوع، سجدہ، رکوع سے سر اٹھانے کا وقفہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا قیام اور تشہد کے سوا تقریبا برابر ہوتا تھا۔ ❶

ii) براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز بغور دیکھی تو میں نے آپؐ کا قیام، پھر رکوع اور پھر رکوع کے بعد اعتدال اور پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا، پھر سجدہ اور پھر سلام پھیرنے اور لوگوں کی طرف منہ پھیرنے کے درمیان بیٹھنا تقریبا برابر پایا۔

iii) ابن قیم ❷ پر فرماتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اختصار کا تعلق قیام اور اتمام و تکمیل کا تعلق رکوع، سجدے اور دونوں کے درمیان اعتدال سے ہے۔

iv) اس کی حکمت یہ ہے کہ قیام کے اختصار، رکوع، سجود اور دونوں اعتدالوں کے لمبا کرنے سے نماز کے معتدل اور قریب قریب ہونے کی وجہ سے نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ ❸

v) حضرت انسؓ نے نبی ﷺ والے قیام سے طویل قیام اور آپؐ کے کیے ہوئے رکوع، سجود اور دونوں اعتدالوں کے چھوٹا کرنے سے انکار کر دیا۔ ❹

---

❶ (بخاری: کتاب الاذان، باب وحَدُّ اتمام الرکوع والاعتدال فیه ص 63 رقم 792)

❷ (کتاب الصلوة ص 96) ❸ (ایضاً) ❹ (ایضاً:98)

(vi حضرت انسؓ کے دور میں کافی امراء' قیام کو بہت لمبا اور رکوع و سجود اور دونوں اعتدالوں کو چھوٹا کرتے تھے جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ❶

(vii صحابہؓ اس پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ کی نماز معتدل ہوتی تھی اور آپ کا رکوع' رکوع سے سر اٹھانا' سجدہ' اور سجدہ سے سر اٹھانے کا وقفہ قیام کے متناسب ہوتا تھا۔

ان مندرجہ بالا مثالوں میں پہلے قیام کو لفظ قیام اور دوسرے قیام الرفع بعد الرکوع ' الاعتدال وغیرہ ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔

(viii اگر اختیار والے قول کو امام احمدؒ کی طرف منسوب صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی امام احمدؒ نے پہلے قیام میں وضع یا ارسال کا اختیار نہ دے کر اور دوسرے میں دے کر دونوں قیاموں کا فرق واضح کر دیا ہے۔ اگر امام صاحبؒ کے ہاں دونوں قیام دو سجدوں کی طرح برابر ہوتے تو وہ دونوں میں اختیار دیتے یا سرے سے کسی میں بھی اختیار نہ دیتے۔ امام صاحب کا قیام ثانی میں اختیار دینا ہی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی دونوں قیاموں میں فرق ہے۔

(ix اگر دونوں قیاموں میں فرق نہ ہوتا تو یہ دونوں سجدوں کی طرح برابر ہوتے' مگر ایسا نہیں بلکہ پہلا قیام زیادہ اہم ہے کہ اس میں قرأت فرض ہے اور دوسرے میں صرف دعا اور ذکر ہوتا ہے۔

(x اگر رکوع کے بعد والا قیام بھی اصطلاحی ہوتا تو نماز کسوف کے مختلف قیاموں میں اس کا بھی تذکرہ ہوتا' لیکن اس میں صرف رکوع سے پہلے والے قیام کا تذکرہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اصطلاحی قیام صرف قیام اول ہی ہے۔

(xi نماز میں اگر یہ دونوں قیام ہیں تو رکوع سے پہلے والا مقرر ہے بعد والا مقرر کیوں نہیں؟ بغیر قرأت والے کا مقرر نہ ہونا ہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ نماز کا اصطلاحی قیام ہے ہی نہیں' بلکہ لغوی ہے۔

---

❶ (کتاب الصلوۃ ص :97)

جب دونوں قیاموں میں کئی وجوہ سے فرق واضح ہو گیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں قیام کلی مشکک (غیر مساوی افراد والا مفہوم) کے افراد ہیں جو بیک وقت مراد نہیں لیے جا سکتے تو قاعدہ کے مطابق ان دونوں میں اس طرح فرق کیا جائے گا کہ جب لفظ مطلق قیام بولا جائے اور دونوں قیاموں میں درجے کا بھی فرق ہو تو اس سے مراد مشہور قیام ہی لیا جائے گا۔ یہاں لفظ قیام کلی مشکک ہے جس کے دو افراد ہیں۔ i۔رکوع سے پہلے والا قیام اور ii۔رکوع کے بعد والا قیام۔ لہٰذا مطلق لفظ سے فرد خاص مشہور پہلا قیام ہی مراد ہوگا اور قیام ثانی کسی قرینہ یا وضاحت کے بغیر مراد نہیں لیا جا سکتا اور یہ قاعدہ اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری "باب الجہر بالتامین" کے تحت فرماتے ہیں کہ زین بن منیر کا بیان ہے کہ حدیث کی باب سے اس طرح مناسبت ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کا حکم ہے اور قول جب مطلق ہو تو اس سے مراد اونچی آواز میں آمین ہی مراد ہوتی ہے۔ اور اگر آہستہ آمین مراد ہو تو اس کے لیے قید لگانا پڑتی ہے۔ زین بن منیر نے اسی قاعدہ کے مطابق حدیث کی باب سے مناسبت ثابت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "قول" کے دو فرد ہیں: i۔اونچی آواز سے ii۔ آہستہ آواز سے۔ جب قول مطلق ہوگا تو اس سے فرد کامل ہی مراد ہوگا اور دوسرا مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ یا وضاحت ضروری ہوگی۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مطلق قیام سے مراد قیام اول ہے اور قیام ثانی مراد لینے کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت ہے جو یہاں موجود نہیں تو ثابت ہوا کہ اِذَا کَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوۃِ یا کُلَّمَا قَامَ قَبَضَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ جیسی احادیث پہلے قیام کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ کیوں کہ مطلق قیام کے لفظ سے ذہن ادھر ہی جاتا ہے۔

علامہ محب اللہ البہاری مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔ فَانْتِقَالُ الذِّھْنِ مِنَ الْمُطْلَقِ اِلَی الْکَامِلِ ظَاھِرٌ کہ مطلق لفظ سے فرد کامل کی طرف ذہن کا جانا ظاہر ہے۔

سبل السلام (58/1) میں ہے کہ اس سے مراد کامل ہے' کیوں کہ جب مطلق ہو گا تو ذہن اس کی طرف دوڑے گا۔

جب اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ لفظ قیام سے پہلا قیام مراد لینا ثابت ہو چکا تو اِذَا اور كُلَّمَا کا عموم قیام اول سے خاص ہو گا کیوں کہ قواعد کے مطابق قیام ثانی قائِمًا کے عموم میں داخل ہی نہیں۔ اس لیے کہ فی الصلوۃ جزئی (خاص فرد) کے حکم میں ہے۔ اگر اس سے صرف پہلا قیام مراد لیا جائے تو معانی تب بھی ٹھیک ہی رہتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس لیے کہ پہلا قیام بھی نماز میں ہی ہے۔ اِذا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ کا معنی ہو گا کہ جب آپؐ اس نماز میں ہوتے جس میں قیام ہے کیوں کہ فی الصلوۃ جزئی ہے' کلی نہیں۔ اس کو اللہ کے اس فرمان سے سمجھیے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾[6:الانعام:131] اے جن وانس کے گروہ! کیا تمھارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے۔ اب مِنْكُمْ کا یہ معنی نہیں کہ دونوں جنسوں سے رسول علیہم السلام آئے ہوں بلکہ اگر ایک جنس سے بھی آئے ہوں تو مِنْكُمْ کا معنی پھر بھی صحیح رہتا ہے۔ کیوں کہ یہ جزئی کے حکم میں ہے۔ اسی طرح فی الصلوۃ جزئی کے حکم میں ہے۔ جس طرح مِنْكُمْ سے مراد دونوں جنسیں ہو سکتی ہیں مگر یہ صادق صرف ایک پر ہی آ رہا ہے۔ اسی طرح فی الصلوۃ دونوں قیام کو شامل ہے مگر فٹ ایک پہلے قیام پر ہو رہا ہے۔ کیوں کہ نماز کے اندر دونوں ہیں۔ فی الصلوۃ کے معنی مطلق نماز کے اندر ہیں خواہ ایک دو گھڑیاں ہوں یا زائد نہ کہ مکمل نماز۔ اسے ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے بھی سمجھنا چاہیے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ ❶ مطلب یہ کہ سلام نماز کے اندر ہے باہر نہیں۔

وضع کے قائلین کے استدلال والی حدیث کا معنی یوں ہو گا جب آپ نماز میں

---

❶ ترمذی: کتاب الصلوۃ' باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ ص: 1667 رقم 296)

پہلا قیام فرماتے خواہ وہ جس نماز میں یا جس رکعت کا ہوتا تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ لیتے۔

معلوم ہوا کہ وضع صرف پہلے قیام میں ہے کیوں کہ دوسرا مطلق قیام میں شامل ہی نہیں۔ اسی وجہ سے کسی بھی محدث نے دوسرے قیام کو پہلے میں شامل نہیں کیا۔ وہ جہاں بھی مطلق قیام کا ذکر کرتے ہیں تو پہلا قیام ہی مراد ہوتا ہے لہٰذا بخاری کی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے فتح الباری میں حافظ ابن حجر کے قول "ای حال القیام" ❶ سے پہلا قیام ہی مراد ہوگا۔

اس طرح ابن عبدالبر کے قول اَنَّہٗ لَمْ ینقل عن النبی خلاف القبض سے مراد بھی پہلا قیام ہوگا۔ شیخ ابن باز صاحب کو دوسرے قیام کو مطلق قیام میں داخل کرنے میں غلطی لگی ہے۔ اس لیے کہ یہ محدثین کے مراد اور علمی قواعد کے خلاف ہے۔ قیام ثانی کو مطلق لفظ قیام میں شامل کرنے کے لیے وضاحت یا قرینہ ضروری ہے۔ اور وہ مطلق احادیث میں ہے نہیں اور قیام سے مراد پہلا قیام ہے۔ اس وجہ سے کسی بھی محدث نے ان احادیث سے اس انداز سے دوسرے قیام میں وضع کے لیے استدلال نہیں کیا۔ یہ تو متاخرین فقہا حنابلہ نے استدلال کیا ہے اور ان کے ساتھ نہ کوئی محدث ہے اور نہ ہی امت کا دائمی عمل ہے۔ ہاں صرف استدلال ہے اور ان کا یہ طریقہ لڑائی اور جھگڑوں کا عمل ہے اور خطرات سے خالی نہیں۔ نقل اور عمل سے ان کے اجتہاد کو تحفظ حاصل نہیں۔ یہ بات محال ہے کہ نقل اور دائمی عمل کے لحاظ سے اسلافؒ صحابہؓ اور رسول اللہ کے دور کے لوگ ایک کام پر متفق ہو جائیں اور سنت ثابتہ اس کے برعکس ہو بلکہ یہ سب سے برا باطل تصور ہے۔

تو محترم شیخ صاحب حفظہ اللہ سے امید واثق ہے کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے قیام میں وضع سنت صحیحہ سے ثابت ہے

---

❶ (فتح الباری ج 2 ص 290)

کیوں کہ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے' لیکن دوسرے قیام میں یہ سنت نہیں۔ اس لیے کہ کسی نے بھی آپ کو کرتے نہیں دیکھا۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو یہ یقیناً سنت ہوتی۔ البتہ اب یہ ثابت نہیں ہو سکتی۔

قیام ثانی میں وضع صرف قیاس پر مبنی ہے کہ دوسرا قیام بھی پہلے قیام کی طرح ہے تو ہو سکتا ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیام اول میں وضع کرتے تھے دوسرے میں بھی کرتے ہوں کیوں کہ یہ دونوں قیام ہیں اور یہ صرف قیاس و استدلال ہے۔

استدلال کبھی صحیح بھی ہوتا اور کبھی غلط بھی اور یہ استدلال قطعی طور پر غلط ہے۔ اس لیے کہ دونوں قیاموں میں واضح فرق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی وجہ سے مطلق قیام سے دونوں مراد نہیں ہوں گے۔

اذا کے عموم سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیوں کہ اس کی بنیاد پہلی ہے جو غلط ہے۔ فی الصلٰوۃِ کے عموم سے بھی استدلال کچھ نہیں کیوں کہ یہ جزئی ہے عموم پر نص نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ دوسرے قیام میں وضع صرف اجتہادی عمل ہے اس کے پیچھے نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی عمل اور تعامل امت کے مقابلے میں اجتہاد و استدلال ممنوع ہے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔

شیخ صاحب لوگوں کے لیے نمونہ ہیں' لوگوں کے متعلق ان ہی سے پوچھا جائے گا کیوں کہ عام لوگ شیخ صاحب جیسے بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں تو تمام جہانوں کے پالنے والے کے سامنے لوگوں کے کھڑے ہونے کے دن ان کا بوجھ اٹھانے کے مقابلہ میں ان سے سوال کہیں زیادہ وزنی ہوگا۔

ہم ان کے' اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں سلف صالحین کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ اَتْبَاعِھِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

مولانا حق نواز جھنگوی کے آمدہ خط کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب حافظ محمد اکرم صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس کے بارے میں میری رائے حسب ذیل ہے۔

حافظ صاحب شیعہ کا گمراہ فرقہ کوئی نیا فرقہ نہیں۔ صحابہؓ کے بارے میں ان کی دریدہ دھنی بھی کوئی نئی چیز نہیں۔ اہل سنت ہمیشہ سے ہی ان کے کفریہ عقائد اور ان کی دین دشمنیوں کا مقابلہ کرتے آئے ہیں۔ صرف ناموس صحابہؓ کو سلف سے خلف تک آج تک کسی نے بھی اپنا مشن نہیں بنایا' کیوں کہ یہ ایک جزوی چیز ہے۔ یہ صرف مولانا حق نواز صاحب کی جدت پسندی ہے' جو انھوں نے اس کو اپنا مشن بنایا ہے۔ اس کفر والحاد کے دور میں کیا صرف صحابہؓ ہی مظلوم ہیں' کیا اللہ پر ظلم کم ہوتا ہے ؟ جدھر دیکھو شرک ہی شرک اور کفر ہی کفر ہے۔ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان:31:13] کوئی اللہ کی ہستی کا ہی انکار کرتا ہے' کوئی اس کے شریک بناتا ہے کیا اللہ کے رسول ﷺ کم مظلوم ہیں۔ آج لوگوں کو ان کی پہچان تک نہیں کہ وہ کون تھے۔ خالق تھے یا مخلوق' نور تھے یا بشر۔ کوئی اُن کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے کوئی صرف اپنے زمانے کا عرب لیڈر بتاتا ہے' کوئی ان کو پوسٹ مین کی حیثیت دیتا ہے کہ امت کو قرآن کی چٹھی پکڑا کر وہ فارغ۔۔۔ لوگوں نے اللہ کے رسولؐ کو چھوڑ کر اپنے اپنے امام بنا لیے۔ شیعہ نے چھے اور بارہ بنائے' سنیوں نے چار اور پھر چار میں سے چاروں فرقوں نے ایک ایک امام لے کر اپنے اپنے فرقے گھڑ لیے۔ آج نبی کی پیروی کون کرتا ہے آج اماموں اور پیروں کی تقلید کرتے ہیں۔ اسلام سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ آج اصلی اسلام کی کسی کو پہچان نہیں' الا ماشاء اللہ۔ ہر کسی کا اپنا اسلام ہے۔ آج جو مسلمان کرتے جاتے ہیں وہ اسلام بنتا جاتا ہے۔ عرس اسلام اور عید میلاد اسلام' کوئی فقہ حنفی کو اسلام کہتا ہے اور کوئی فقہ جعفری کو۔ آج شرک توحید ہے اور بدعت سنت۔ آج اہل بدعت اہل سنت بنے ہوئے ہیں۔ اس دور میں اللہ اور اس کے رسولؐ یعنی توحید وسنت کی دعوت کو چھوڑ کر صرف تحفظ ناموس صحابہؓ کو اپنا مشن بنانا سوائے جدت پسندی کے کچھ نہیں۔ اس سے اقامت دین نہیں ہو سکتی۔

یہ صرف شیعہ کی صحابہؓ دشمنی کا ایک رد عمل (Reaction) ہے اور جو چیز رد عمل کے طور پر (Reactionary) ہو وہ عارضی ہوتی ہے۔ اس کو دوام اور بقا حاصل نہیں ہوتا۔ شیعہ کی تحریک بھی ابتدا میں ری ایکشنری (Reactionary) تھی' جو صرف عرب دشمنی پر مبنی تھی اور سیاسی۔ اس کو دائمی بنانے کے لیے شیعہ نے اس کو مذہبی رنگ دیا اور شیعہ مذہب گھڑ لیا۔ مولانا حق نواز صاحب کو بھی اسی لیے تحفظ ناموس صحابہؓ کے ساتھ اشاعت الاسلام اور اتحاد بین المسلمین کے تکلفات کرنے پڑے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ ایک ری ایکشنری (Reactionary) تحریک ہے' جس میں جان نہیں۔ اس لیے انھوں نے اشاعت اسلام اور اتحاد بین المسلمین کے خوب صورت الفاظ ساتھ لگائے ہیں۔ اسلام کی ایک چیز کو لے کر اٹھ کھڑے ہونے سے اسلام کی کوئی صحیح خدمت نہیں ہوتی' بلکہ اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور پارٹیاں بنتی ہیں' جو اسلام میں بالکل ناجائز ہیں۔ کسی نے تحفظ ختم نبوت کے نام پر اپنی جماعت بنالی' مولانا حق نواز صاحب ناموس صحابہؓ کو لے کر کھڑے ہو گئے۔ اس لیے کوئی اسلامی جمہوریت کو اچھالتا ہے' کوئی اسلامی سوشلزم کو۔ اگر اصل اسلام کے احیا اور نفاذ کی کوشش کی جائے تو کیا یہ جزوی مقاصد حاصل نہ ہوں۔ مولانا حق نواز صاحب جس مشن کو لے کر اٹھے ہیں اس سے وہ سنیوں' خاص طور پر دیوبندیوں میں تو مشہور ہو جائیں گے لیکن اس سے اسلام کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اس لیے ہمیں مولانا حق نواز کے مشن سے ایسا ویسا ہی اتفاق ہے جس کے لیے ہم معذور ہیں۔ اللہ ان کی صحیح رہنمائی فرمائے۔!

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب

الراقم

(پروفیسر) حافظ عبداللہ عفی اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد اہل حدیث بہاول پور